فسانۂ آزاد

فسانۂ آزاد

دوم

فہرست مضامین رنگین فسانہ آزاد جلد دوم

فسانۂ آزاد

جلد دوم

منم آن سحر بیان کز مدد طبع سلیم | نبرد ناطقہ نام سخنم بے تعظیم
منم آن بحر لبالب ز معانی کہ بود | قطرۂ آب ز شرم سخنم دُرّ یتیم
فوج فوج است معانی بلم در ریزان | ہمچو مرغان اولی اجنحہ در باغ نعیم
غنچہ از نسبت سحبان سخن عار کند | گر شنم طرز سخن باد صبا را تعلیم
آن خردمند حکیم کہ بسبابۂ عقل | گیرم اندر رحم جوہر کل نبض سقیم
گر بیاد سخنم عود بر آتش مانند | حشر اموات شود ہر طرف از شمیم

طبع گوشہ چشم است ز ارباب خرد
ورنہ مستغنیم از مال و منال و زر و سیم

بلبل ساخسار معجز طرازی عندلیب گلزار نکتہ پردازی حضرت شیخ جلال الدین عرفی شیرازی طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کا یہ کلام فصاحت و ندرت التیام اگر میرے حسب حال ہوتا تو میرا جیب و دامن گوہر مقصود سے مالامال ہوتا۔ مگر افسوس ؎

جہان بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار | نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

خیر ؎

احافظ از مشرب قسمت گلہ بے انصافی است
طبع چون آب و غزلہای روان مارا بس

آغاز داستان

یہ تو اپنی ہیچمدانی کا ایک مجنونانہ بیان ہی۔ اب یہان سے آغاز داستان ہی۔

بحر زخار ناپیداکنار مین ایک جہاز مثل محبوبان طناز اٹھکیلیان کرتا چلا آتا ہی باد خنک و طرب انگیز کا جھونکا جگر تک کو سردی پہونچاتا ہی سوا لاجوردی آسمان اور نیلی چادر آب کے کالے کوسون تک کچھ اور نظر ہی نہین آتا ہی۔ کاروان سالار عشاق زار و سر قافلہ دلدادگان حسن و جمال خوبان فرخار سیان آزاد عالی نژاد کو کبھی یاد صنم ناز فروش کبھی خیال وصال سنگین دل و ستم کوش گو لاکھ ضبط کیا مگر آنسو چشم خونچکان سے نکل ہی آئے کف افسوس ملکر یہ حسرت بار شعر زبان پر لائے ؎

چہ بے پروا کسے بودم کہ خود را | بہ بے پرواترے از خویش دادم

شب کا سہانا سمان۔ اختر و انجم نور افشان ضیاے قمر آرائش نور نظر سماک سے سماتک صفا پر در۔ باد مسرت انگیز مہوشون کے طرۂ تابدار کے طفیل مین غالیہ ریز تھی عنبر بیز لخلخہ آمیز تھی جو لپٹ آتی تھی روضۂ رضوان کی خبر لاتی تھی حیرت تھی کہ الٰہی جہاز پر ناخدا نے ختن و تاتار بسایا ہی۔ یا خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے سمندر مین عطر لنڈھایا ہی۔ یا باد صبا کی کارگزاری ہی یا کسی مرغولہ مو کے گیسوے عنبرین کی مشکباری ہی۔ یہ ذلف چلیپا ہی یا عود قماری ہی۔ آسمان بھی میرے ہی ماتم مین نیلی پوش ہی بحر کف برلب کا بھی مجھی شوربخت کے غم مین یہ جوش و خروش ہی ہاے یہ عشق خرد سوز ہی۔ یا تیر جگر دوز ہی کشتی دل لبریز آب ہی۔ سفینہ حباب ہی

چار سو جب طوفان الم اور دل ہی بحر غم سے عبور مشکل ہی۔ ناخدا کی عقل عاری ہی۔ باد مخالف کی گرم بازاری ہی ؎

کشتی نشستگانیم ای باد شرطہ برخیز ۔ باشد کہ باز بینم آن یار آشنا را

پیاری حسن آرا اسوقت فرش گل پر خواب ناز مین ہونگی ؎

بہت من سخت میترسیم کہ از اہل جفا باشی ۔ بہ گل بسیار می مانی مبادا بیوفا باشی

ہائے گھر بار چھوڑا دلبر دلدار چھوڑا۔ آرام تن چھوڑا پیارا وطن چھوڑا۔ مگر ؎

برنگ مرغ دست آموز این مشت دل زارا ۔ بصحرا میگذارم باز در کوی تو می آید

طاقت گویائی نہ یارائے تقریر ہی۔ طائر دل تیر محن کا نخچیر ہی۔ ہائے آہ بھی بے تاثیر ہی۔ ؎

نالہ خواہم کہ بطرز دگر ایجاد کنم ۔ دست دل گیرم و در کوئی تو فریاد کنم

دل دردمند ہی۔ بوئے کباب جگر بلند ہی ؎

گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من ۔ بفلک ترا رساندم کہ اثر کنی نکردی

عین حالت جنون مین دیوانہ وار گھومتے تھے کہ ایک بت زرین کمر پری پیکر نازک بدن غنچہ دہن نے آہ سرد بھر کر جو نظر ڈالی۔ کنکھیون سے دیکھا دیدہ و دانستہ بات ٹالی۔ یہ یورپین لیڈی صاحب حسن و جمال تھی۔ زہرہ تمثال مشتری خصال تھی۔ از سر تا پا سیاہ ریشمی لباس زیب تن اور وہ جوبن وہ پھبن کہ خدا کی قدرت مجسم نظر آتی تھی۔ صباحت و وجاہت صدقے ہوئی جاتی تھی۔

میان آزاد با دل ناشاد جہاز پر اپنی پیاری حسن آرا کی یاد مین سر دھنتے تھے چپکے چپکے ٹھنڈی سانسین بھرتے تھے کسی سے کچھ کہتے تھے نہ سنتے تھے۔ مگر اُس بت جادو جمال نے جو کنکھیون سے اُنپر نظر ڈالی تو دیکھا کہ رنگ رو باختہ ہین بھانپ گئی کہ حضرت عشق کے ساختہ و پرداختہ ہین تھوڑی دیر تک اُنکی کیفیت بغور دیکھا کی بعد ازان اپنے شوہر سے یون ہمکلام ہوئی

مس (م) (یعنے مس ونیشیا) چارلی پیارے دیکھو وہ ہندوستانی جنٹلمین جو سامنے ٹہل رہا ہی دیکھا؟ دہ دہ۔

صاحب (ص) (یعنے لفٹنٹ اپلیٹن صاحب۔ ہان ہان دیکھا۔ پھر؟۔

م۔ اسکے بشرے سے کیا پایا جاتا ہی غور کرکے دیکھو۔

ص (عینک صاف کرکے) ٹھہر جاؤ (تھوڑی دیر کے بعد) ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ کسی کی جدائی کا اسکو اسقدر رنج ہی کہ دیوانہ ہو رہا ہی جب مین انگلستان سے تمکو چھوڑ کر جہاز پر جاتا تھا تو میری بھی یہی حال تھا وہ وقت مجھے نہین بھولتا پہلے دن سے دوسرے روز میری بیقراری کو چوگنی ترقی ہوئی اور تیسرے روز دوسرے دن سے بھی زیادہ جسقدر دور جاتا تھا اُسیقدر رنج و ملال بھی ترقی پاتا تھا

م (آہ سرد بھر کر) اسکا باعث مین سمجھ گئی میری بھی یہی کیفیت تھی۔

راوی۔ ان دونون کی شادی ہندوستان مین ہوئی تھی مگر اقرار انگلستان سے ہو چکا تھا بے تکلف مہینون ایک ساتھ گھوما کیے ہوا کھانے بھی ساتھ جاتے تھے شکار کو جاتے یا سیر گلزار کو جائین ساتھ نہ چھوٹتا۔ ایکدن شب ماہ مین دونون عاشق و معشوق شہر کے ایک نامی باغ مین بیٹھے تھے درخت بھرے بھرے پھلے پھولے سرسبز و شاداب چمن عدیم النسیم ولاجواب حیرت تھی کہ یہ باغبان کی خیابان پردازی ہی۔ یا کسی ساحر کی جادو طرازی ہی۔ گل بوٹون پر جوبن تھا۔ نور کا ہر گلبن تھا۔ یہ بلبل شاخسار رعنائی بھی اپنے سر بلند اقبال یعنی عاشق خجستہ خصال کے ساتھ ایک روش مین

دلربایانہ چھک رہی تھی۔ پھولون کی بوباس سے ہوا زلف مہوشان فرخار کی طرح مہک رہی تھی۔ دونون عاشق و معشوق مست تھے اُسوقت جنون کے بندے عشق پرست تھے اور کیونکر نہوتے شباب کی امنگ تھی۔ جوانی کی ترنگ تھی۔ باغ پر فضا بہار روح افزا۔ چوطرفہ ہو کا عالم۔ جانور نہ آدم۔ گل اپنے اپنے جوبن پر۔ بوٹے گل صبا کے توسن پر۔ اور طرہ یہ کہ چاندنی نے غضب کیا۔ آتش مستی کو اور بھی بھڑکا دیا۔ ٹہلتے ٹہلتے دونون ایک روش مین کرسیون پر بیٹھے میٹھی میٹھی باتین کرنے لگے۔

م۔ اہاہا کیا سہانا سمان ہی۔

ص۔ دل کی کلی کھلی جاتی ہی۔

م ہمارا دماغ اسوقت عرش پر ہی۔

ص خصوصًا ہمارا۔

م۔ یہ خصوصیت کیسی۔

ص۔ ہمارا دماغ اسوجہ سے عرش پر ہی کہ ہم اسوقت ایک سرو سیمین بر کے ساتھ باغ مین بہار کے مزے اُٹھا رہے ہین۔

م۔ (مسکرائین اور شرمائین)

ص۔ کون سرو سیمین بر جو مصروف خرام ناز ہی۔

م۔ تم نے اورینٹل (مشرقی) زبانون کی کتابین اس کثرت سے پڑھی ہین کہ اکثر جملے انھین کے خیالات کی طرح بولتے ہو۔ اسوقت ہوا خوب ٹھنڈی ہی۔ شاید کہین مینھ برسا ہی۔

ص۔ اب بات نہ ٹالو۔

م۔ اسکی سیمین ٹھیک وجہ کیا ہی کہ ستارے سب کے سب گول ہین۔

ص۔ مین ہاتھ جوڑتا ہون۔ بات نہ ٹالو۔ واسطے خدا کے ایسی گفتگو کرو کہ ہمین اپنا مافی الضمیر کہنے کی جرأت ہو۔ ستارون کے مدور ہونے کا سبب کسی پروفیسر سے پوچھو۔

م۔ (مسکرا کر)

ص۔ چلو اُس کنج مین ٹہلین۔

م۔ کس اعتبار پر۔

ص۔ اتنے دنون کی محبت کے اعتبار پر۔ ہماری عزت اور بات کے اعتبار پر اور کس اعتبار پر۔

م۔ اچھا چلو۔

دونون عاشق و معشوق ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوے اور ایک دوسرے کو ساتھ لیے ہوے آہستہ آہستہ چلے۔ سایہ تک کا بار آس روکش خوبان فرخار کی کمر نازک کو گران گزرتا تھا۔ کمر بہتر جگہ سے بل کھاتی تھی قدم قدم پر لچکی جاتی تھی دونون اور بھی مست ہوئے۔ چاندنی رات اور خورد وراند قصور ساتھ جسکے مقابل مین پرستان کی پریان مات مستی کیا جنون کی کیفیت تھی۔ ؎

کشیدہ ام ز جنون ساغری کہ ہوش نماند	دگر معاملہ با پیر مے فروش نماند

معشوق مثل نرگس حیران۔ عاشق گل کی طرح چاک گریبان بس یہ نقشہ تھا کہ۔ ؎

گر جنون آید بسویم رہ بدہ بیگانہ نیست
در خرد پرسد سراغ من بگو در خانہ نیست

پھر ایک صاف و شفاف روش مین بیچ پر جا بیٹھے۔

ص۔ اسوقت دو چاند ہین

م۔ (تالیان بجا کر) ہاہین۔ ایک ایک کے دو دو

سوجھنے لگے آپ۔

ص۔ ہان جنون اور عشق نے تو ایسا ہی چوندھیا دیا ہے۔

م۔ پھر وہی!!! ہا۔

ص۔ ایک چاند آسمان پر ہے وہ (انگلی کے اشارے سے قمر کو بتا کر) اور دوسرا چاند یہ ہے۔

مس نے لجا کر گوری گوری گردن دوسرے رُخ پھیر لی۔

ص کیون مزاج کیسا ہے اسوقت۔

م۔ اسوقت مزاج کا حال کیا پوچھتے ہو۔ بیمار بھی ہو تو اچھا ہو جائے۔

ص۔ ہمکو بھی ایک مرض ہے ہم تو اتنی دیر بیٹھے رہے گر اچھے نہ ہوے۔

م۔ کیا مرض ہے۔

ص۔ مرض عشق۔

راوی۔ ع ہر مرض کی دوا ہوتی ہے! مرض عشق لا دوا دیکھا

م۔ خیر کوئی مرض ہو ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔

ص۔ اس مرض کی ڈاکٹر تم ہو۔

م۔ کتنے دن کی رخصت لیکر ہندوستان سے آئے ہو۔

ص۔ اٹھارہ مہینے کی۔

م۔ کتنے دن باقی ہین۔

ص (مسکرا کر) جتنے دن مین ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔

م (شرما کر) نو مہینے؟ (کھلکھلا کر ہنس پڑین)

ص۔ ہان نو مہینے۔

م۔ فوج مین بھی لفٹنٹ ہو اور سول مین بھی کام کرتے ہو

ص۔ فوج مین لفٹنٹ ہون اور سول مین اسسٹنٹ کمشنر

م۔ ہندوستان کیسا ملک ہے۔

ص۔ واہ کیا پوچھنا۔ اول تو ارزانی۔ بہت خرچ نہین ہوتا دوسرے کوٹھیان اور بنگلے سستے کرایہ پر ملتے ہین تیسرے نوکر چاکر چار چار یا پانچ پانچ روپیہ ماہوار ہی کے جتنے چاہو نوکر رکھ لو پھر حکومت ان سب پر طرہ ہے۔ وہان ہم لوگ شاہی کرتے ہین جس گلی کوچے مین نکل گئے سب ڈرتے ہین

م۔ اسکا ڈر برا۔

ص۔ اور کیا ہم ڈرین۔

م۔ اسطرح پر رہو کہ وہ تم سے ڈرین نہین بلکہ تمکو دیکھکر خوش ہون ڈرنا کیا معنے۔

ص ڈرین نہین تو ہمارا رعب کیونکر جمے بھلا۔

م۔ واہ ڈرنے سے کہین رعب جمتا ہے تم اُنکو مثل اپنے وطن والون کے سمجھو۔ پھر دیکھو کس طور پر پیش آتے ہین۔ روزنڈ (پادری) کرسٹو فر ہندوستان مین بیس برس رہ آئے ہین۔ وہ ہمّیا دایا) سے بیان کرتے تھے کہ وہان عموماً انگلشمین ہندوستانیون کو نگر کہتے ہین۔ یہ بڑی بری بات ہے۔

ص۔ غلط ہے۔ کہتے ہین۔ مگر سب نہین۔

م۔ ہم اگر ہندوستان مین ہون تو سب سے مل جل کے رہین۔ بھلے مانسون اور امیرون کی لیڈیون مین اس ملک کی لیڈیان آنے جانے پاتی ہین؟

ص۔ ہان جا سکتی ہین۔ مگر رواج نہین اور وہان کی عورتین یہان کی لیڈیون سے ملین تو کہین کیا۔ وہ تو بالکل اَن پڑھ ہوتی ہین اور اُنکا طرز معاشرت بھی مختلف ہے۔

م۔ ہم اگر وہان ہون تو ہندوستان کی لیڈیون سے ملا کرین۔

ص - (مسکرا کر) یہ تم گھڑی گھڑی کیا کہتی ہو کہ ہم ہندوستان مین ہون - ہم ہندوستان مین ہون ہندوستان تو تم کو چلنا ہی پڑیگا ہمارے ساتھ -

مس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا سفیدی سرخی اور سرخی سفیدی سے کئی بار مبدل ہوئی - اور کسی قدر تیکھی ہو کر پوچھا کہ کیا کہا آخر مین یہ کون لفظ کہا -

ص - اب تو کہا سو کہا - پیاری کہا -

م - خاموش -

ص - (گلے مین ہاتھ ڈال کر) پیاری -

م - (چھوڑا کر) ہائین !-

ص - (قدمون پر ٹوپی رکھکر) پیاری ونیشیا مین تمہر عاشق ہون -

اُس پری نے ایک اداے ہوش ربا سے اُن پر نظر ڈالی اور بیٹھ گئی اِتنی شہ جو پائی تو عاشق زار کے تن مُردہ مین از سر نو جان آئی - اور اُس نے آہستہ سے رخسار تابان کا بوسہ لیا اسکے جواب مین معشوق حور وش نے اُنکے لبون کو چوس لیا مگر آنکھین نیچی کر کے اور گردن موڑا کر کہا کہ پیارے تمنے میرے دل پر فتح پائی اور کچھ اسی وقت فتح نہین پائی برسون سے مگر مین نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک تمھاری خو بو چال ڈھال وضع قطع سے اچھی طرح واقف نہ ہولونگی ہرگز شادی نہ کرونگی اب مین نے ٹھان لی ہر کہ اگر اب شادی ہو گی تو تمھارے ہی ساتھ ہو گی - عاشق صادق نے فرط طرب سے پیشانی نورانی اور رخ زیبا اور بناگوش صفا کوش کے کئی بار بے جھجک بوسے لیے اور کبھی کبھی بوسون کا جواب بھی پایا -

مس کے رخسار گلگون سے اشک لڑھکتے ہوئے دامن کی خبر لانے لگے عاشق صادق نے اپنے معشوق گلفام نازک اندام کو زور سے گلے لگایا اور دونون ملکر خوب روئے اسکے بعد لب پر جا کر مُنھ اور ہاتھ دھوئے اور پھر بدستور ٹہلنے لگے -

م - میری زندگی مین آج کا مبارک دن سب سے زیادہ قابل یادگار ہر -

ص - میری نہ کہو ہماری کہو -

م - ہان دونون کی زندگی مین - بیشک -

ص - چلو ہندوستان کی بھی ہوا کھاؤ -

م - وہان ولیم سے ملونگی اور کین ٹوفر سے ملاقات ہوگی کرنل گرگ سے ملا کرینگے -

ص - کرنل گرگ تو ہین سیتاپور مین - بنگال پریسیڈنسی اودھ نیپال کی ترائی کے پاس - اور کین ٹوفر مدراس سے دو منزل اور ولیم کراچی مین ہین - سمجھین - پھر بھلا سب سے ملنے کی کون صورت ہر - کیونکہ ہمارے مقام سے ان سب شہرون کا بہت فاصلہ ہر -

م - ایک آدھ دفعہ تو مل سکینگے -

ص - ہان یہ مانا -

م - جہان تم ہو وہ مقام کیسا ہر -

ص - بہت اچھا شکار خوب کھیلنے مین آتا ہر -

م - چلو اب گھر چلین -

ص - (بوسہ لیکر) اچھا ایک بوسہ لو تو پھر چلین -

نگار مرغوب اور دلدار مطلوب نے عاشق شاد و بامراد کی گردن سیمین مین دست رنگین ڈال کر چاہا کہ عین مستی اور غایت جوش حسن پرستی مین رخسار جانان کو چوم لے لیکن

ہنوز روے تابان تک لب بھی نہ جانے پائے تھے کہ تیز رو
گھوڑے کی ٹاپون کی آواز آئی مِس ویٹیشیا کے دل پر ایک
قسم کی ہیبت چھائی وہ آواز رفتہ رفتہ قریب اور بلند ہوئی وحشت
وہ چند ہوئی دونون حیران و ششدر کہ یا الٰہی یہ کیا اسرار
ہی۔ اس گھوڑے پر کون سوار ہی۔ شدہ شدہ اسپ
تیز گام باغ کیطرف آیا اور عین پھاٹک پر ٹھہر کر ہنہنایا۔
معلوم ہوا کہ ایک سوار اِسپر سے اُترا اور اُتر کر پھاٹک کو کھلوایا
سوار (س) یعنے کرنل میکفرسن صاحب) پھاٹک
کھولو پھاٹک کھولو۔
م۔ پیے ہوے ہی۔
ص۔ آواز ہی کہے دیتی ہی۔
م۔ یہ ہی کون؟
ص۔ خدا جانے۔
م۔ یہ شرابی اِسوقت کہانسے آگیا کمبخت نے مزا کرکرا کردیا
ص۔ آنے بھی دو۔
م۔ ناحق کچھ بکے وکے۔
ص۔ واہ! بکے تو تماشا بھی دکھا دون۔
م۔ تم کچھ پیے ہوے تھوڑا ہی ہو۔
ص۔ واہ یہان ہر دم چڑھی رہتی ہی
م۔ ناحق لڑائی وڑائی ہو۔
ص۔ اِسکی یہان کچھ پروا نہین وہ ڈگ لگائے ہون کہ یاد کرے
م۔ آؤ چھپ رہین۔
ص۔ ایَن! لفٹنٹ! فوجی افسر! جوان آدمی مین
یہ سب نہ ہون تو ہنسی نہ ہو۔
م۔ مگر تم اکیلے تو اِسوقت نہین ہو۔

ص۔ اُف۔ توبہ توبہ۔ تمھاری طرف اگر آنکھ اُٹھا کر بھی
دیکھے تو خون ہی پی لون اُسکا۔
یہ کہکر لفٹنٹ نہایت جوش مین آیا۔ اتنے مین پھاٹک
کھلا اور وہ ناخوش آیند مہمان گھوڑے پر سوار ہو کر باغ مین
داخل۔ بیچون بیچ مین ہو لیکر پوچھا کہ۔

Is Lt. Appleton here

یعنی لفٹنٹ اپلیٹن یہان ہین۔
صاحب اور مس دونون کا رنگ فق ہو گیا۔ آدھی رات
کا وقت۔ شہر سے تین چار میل پر باغ۔ ہر سمت جنگل۔ کسی کے
کانو کان خبر بھی نہین کہ کہان گئے ہین چوطرفہ سناٹا یہ کون
اِسوقت آیا۔ اِسکو معلوم کہان سے ہوا کہ لفٹنٹ اپلیٹن یہان ہین
م۔ کسی مصیبت سے اِسوقت دوچار ہونا ہی۔ صید بلا داد بار ہونا ہی۔
ص۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہی۔ مگر گھبرانا بیکار ہی غور کرکے
دیکھو تو کہ اِسپر کون سوار ہی۔
م۔ میرا کلیجہ اِسوقت دھڑ دھڑ کرتا ہی۔
ص۔ (آہستہ سے بوسہ لیکر) استقلال! استقلال!۔
س۔ Love making is going on here

(اہا یہان تو بوسہ بازی ہو رہی ہی۔)
چرٹ جلانے کے لئے دیا سلائی روشن کی اور کہا کہ عاشق
و معشوق دونون سے معافی چاہتا ہون کہ میرے چرٹ پینے
سے بد دماغ ہون اِسکے بعد سوار نے بہ آواز بلند کہا کہ۔

Is there any man - by the name of Lt. - Appleton

یہان لفٹنٹ اپلیٹن کے نام کا کوئی آدمی ہی۔ اِس سوال کا
کسی نے جواب دیا بولنے کا نام تک نہ لیا۔ عاشق و معشوق مثل بُت

خاموش پنبہ در گوش۔ مگر از بس متحیر کہ اپلیٹن کا نام لیا ہے یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ سوار نے گھوڑا پھیرا اور دوسری روش مین جاکر پھر یہی سوال کیا۔ اتنے مین اتفاق سے چرٹ گر پڑا۔ اور سوار نے پکار کر کہا کہ اگر کسی انسان کے کان مین اسوقت میری آواز پہونچے تو وہ مہربانی کرکے مجھے چرٹ اُٹھا دے۔ اِسپر ایک خوشرو جوان بہت اکڑتا ہوا اُٹھا اور یون ہمکلام ہوا۔

جوان (جو) مین اُٹھا دونگا۔

س۔ مشکور ہوا۔ مین اگر اِسوقت گھوڑے پر سے اُترتا تو گھوڑا مجھے بہت دق کرتا۔ پھاٹک کے پاس مین ذرا اُتر پڑا تھا تو اُسنے نہایت پریشان کر دیا تھا۔ آپکا نام کیا ہے

جو۔ لفٹنٹ اپلیٹن مین ہی ہون۔

س۔ پیارے دوست تمھین کو تو مین ڈھونڈھتا تھا۔

جو۔ کیون!۔

س۔ بھائی مجھے افسوس ہے کہ میرا مشن (پیغام) تمکو اسوقت کہ اپنے معشوق زہرہ تمثال و جادو جمال سے اس بادخنک اور میدان وسیع فصحت آباد اور گلزار مینوسواد اور چاندنی رات اور تنہائی مین مصروف بوس و کنار تھے۔ عیش و طرب سے دوچار تھے ہرگز پسند نہ آئیگا اور تمھارا بے اختیار جی چاہیگا کہ مجھے گولی ماردو۔ مگر مین مجبور ہون۔ اور بے قصور ہون۔

سوار یہ تقریر وحشت تخمیر کرکے چرٹ پینے لگا مگر لفٹنٹ اپلیٹن کی یہ کیفیت تھی کہ اگر بجلی بھی گرتی تو اِنکو خبر نہوتی۔ بالکل از خود رفتہ تھوڑی دیر تک سکتے کا عالم رہا آنکھون تلے اندھیرا چھا گیا۔ بلا مبالغہ اپنے آپے مین نہ تھے اگر کوئی انکے عضو عضو کو کند چھری سے ریتتا تو بھی خبر نہ ہوتی۔ سو دکھیا

مگر اسی حالت مین ایک ایسی آواز انکے کان مین آئی کہ وہ اِنکو ہوش مین لائی۔ وہ اِنکی معشوقۂ نازنین اور ناظورہ جبین کی آواز تھی۔ اُس محبت رنگین ادا نے نہ اِنکو پکارا نہ غل مچایا مگر سوار کی ناخوش آیند باتین سُنکر اِسکا دل بھر آیا اور ایک تاریک اور بھیانک نقشہ مجسم نظر آیا۔ الغرض وا ہمسے لیسا ڈرایا کہ بے اختیار رونے اور سسکیان بھرنے لگی۔ چپکے چپکے گریہ زاری کرنے لگی۔ بیشک اگر اِسکی منی توپ بھی دغتی تو اپلیٹن کے کانمین بھنک نہ پڑتی لیکن یہ آواز وہ تھی جسنے اپلیٹن کے زخم جگر پر نمک کا کام کیا۔ آواز سنتے ہی سوار کو چھوڑ کر یہ اپنی پیاری دنیشیا کیطرف گئے اور جاتے ہی خوب محبت سے بغل مین لیکر اُنھون نے پیار سے گلے لگایا۔ وہ پری بھی بصد ناز و دلبری اُنسے پیش آئی اور دونون کوئی دس منٹ تک خوب روئے سوار کے دلپر اِسکا بڑا اثر پہونچا فوراً گھوڑے سے اُترا اور بہزار خرابی ایک شجر رفیع کے تنے سے سمند دغاپسند کو باندھ کر عاشق کیطرف چلا۔

س۔ اپلیٹن۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اِسوقت زمین دھنس جائے اور مین زمین کے اندر چلا جاؤن۔ اُف! تم دونون کے رونے سے اسوقت کلیجہ پاش پاش ہوگیا۔

ص۔ ہمارے قریب آنکر بیٹھیے ذرا۔

س۔ (بنچ پر اُنکے پاس بیٹھکر) پیاری لڑکی مین ایک بوڑھا آدمی ہون اور لڑکے بالے رکھتا ہون سچ کہتا ہون کہ اسوقت میرے دل کا عجب حال ہے۔ گو مین نے تمھین کبھی پیشتر نہین دیکھا تھا اور نہ اِسوقت اچھی طرح دیکھ سکتا ہون کیونکہ ساٹھ برس کا میرا سن ہے اور ضعف بصر ہے اور اسوقت مین نے برانڈی بھی بہت پی ہے تاہم تمھاری حالت زار پر جسکے عشر عشیر سے بھی مین ابھی واقف نہین مجھے افسوس آتا ہے کہ ایسا مشن کیون لایا

اس فقرۂ ہوش ربا اور جان گزا نے ونیشیا بیچاری کی آتش غم کو اور بھی بھڑکایا اور اپلیٹن کو اسسے زیادہ تڑپایا دونون اپنے اپنے دل مین سوچنے لگے کہ یا الٰہی کون ایسی بات ہے جسکو یہ خود ہماری تباہی کا باعث سمجھتا ہے۔ مگر ان دونون مین سے ایک کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ اس خبر وحشت اثر کو جسنے انکے خرمن عیش و عشرت پر بجلی گرائی تھی دریافت کرین۔ یا اپنے ناخوش آیند بوڑھے مہمان سے پوچھین کہ وہ خبر ہم کو سناؤ توقف عمل مین نہ لاؤ۔ جلد بتاؤ پیر مرد نے لاکھ چاہا کہ اصل حال بتلائے اور جو پیغام لایا ہے وہ کہہ سنائے مگر زبان گویا بالکل بند ہو گئی اور پریشانی و حیرانی دہ چند ہو گئی ہے

عجب دردے ست جانم را اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

س۔ دل کی لگی بُری ہوتی ہے۔
ص۔ کیسی کچھ۔ خدا دشمن کو بھی اپنے یار آشنا سے جدا نکرے۔
س۔ ہم بھی یہ سب پاپڑ بیل چکے ہین۔ صدہا مصیبتین جھیل چکے ہین۔ ہائے میری! میری!! میری!!!
یہ کہکر سوار کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہوے حضرت پیر مرد بے اختیار مصروف گریہ و زاری ہوے عاشق و معشوق متحیر کہ یا خدا یہ ہو کیا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اُسنے بھی کوئی صدمۂ عظیم سہا ہے۔ پیر مرد یعنی سوار خاموش تھا۔ از خود رفتہ و بیہوش تھا۔

س۔ (زبان حال سے) ؎

دلمین اک درد سا اُٹھا آنکھونمین آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانیے کیا یاد آیا

ص۔ ؎

دم آغاز جنون طوق گلوگیر ہوا
غل مچانے بھی نہ پائے تھے کہ حداد آیا

م۔ (زبان حال سے) ع آنکھ کھُلنے بھی نہ پائی تھی کہ صیاد آیا
عاشق کی آنکھون کے نیچے تصویر غم پھر گئی آرزو کا خون ہو گیا۔ معشوق کو اس درجہ صدمہ پہونچا کہ جنون ہو گیا تیر الم کلیجے کے وار پار ہوا۔ طائر دل شہباز محن کا شکار ہوا۔ ہاے ؎

ہاتھ اس بت کی نہ گردن مین حمائل دیکھا
حوصلہ تنگ تھے اے کشش دل دیکھا

س۔ (دوسرا چرٹ جلاکر) ہاے اگر مین سوقت پیک فرخندہ فال ہوتا تو دونون عاشق و معشوق کا دامن گوہر مقصود سے مالا مال ہوتا ہاے اگر مین کوئی مژدہ طرب انگیز لاتا تو عاشق کا چہرہ بشاش ہو جاتا فرط شادی سے معشوق گلبدن جامے مین پھولے نہ سماتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ میرا پیام باعث تفرقہ پردازی عاشق کے لئے وقت جانبازی ہے

ص۔ کنارہ۔ یا ہو چکے پانی پیا نہین ایک بوند بھر
چڑھی ہے سو جو نکی ہمسے تیوری جناب آنکھین دکھا رہے ہین

ونیشیا کلیجے کو دونون ہاتھون سے تھام کر اور ایک آہ سرد بھر کر مین چار بار اُٹھی مگر اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئی۔ سچ ہے تحمل۔

پہلوے یار سے اُٹھنے کو تو اُٹھے لیکن
درد کیطرح اُٹھے گر پڑے آنسو کیطرح

اپلیٹن نے آہستہ سے اس نگار رنگین ادا مہ لقا کے پیارے پیارے ہاتھون کو چوم کر اور جنون کی حالت مین جھوم جھوم کر زبان حال سے یون کہا۔ ؎

نزع مین ہون گی بالین سے نہ اُٹھے للہ
آپ کسوقت مین بندے کو دعا دیتے ہین

س۔ اب استقلال کو کام مین لاؤ۔ واسطے خدا کے اسقدر نہ گھبراؤ معشوق کم سن ہے اسے دلاسا دو سمجھاؤ۔ نیک و بد کا خلاق زمانہ ہے۔ کبھی وصل کبھی مفارقت جانانہ ہے دنیا کا یہی کارخانہ ہے

ص۔ (زبان حال سے) ؎

کون سنتا ہی تری چیخ شن جنون مین ناصح | خضر بھی آئین تو ہم راہ بتا دیتے ہین

ہاے ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ بزم طرب تھی اور معشوق زہرہ تمثال تھا اور حضرت صبا کا یہ شعر حسب حال تھا ؎

جناب یوسف اگر بزم دلستان دیکھین | جو خواب مین بھی دیکھا ہو وہ سمان دیکھین

عاشق و معشوق اپنے اپنے طالع فرخ پر اتراتے تھے۔ بوس و کنار سے لطف صحبت بڑھاتے تھے اور گویا کہ یہ شعر زبان پر لاتے تھے ؎

وہ ہم نہین چمنستان کی جو خزان دیکھین | دکھائیگا ہمین کیا رنگ آسمان دیکھین

لیکن جہان گل ہی وہان خار ہی۔ جہان خزانہ ہی وہان مار ہی۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ بات بنگئی تھی شادی کی دلون مین ٹھن گئی تھی۔

نظم

بندے کے لیے جو آفتین ہین | اے عشق تری کرامتین ہین
دو دن کی حیات پر فلک سے | کیا کیا شکوے شکایتین ہین
درد و غم و یاس و داغ حرمان | اک دل ہی ہزار آفتین ہین

س۔ پیاری لڑکی اسوقت آفت و پریشانی کا بازار گرم ہی لیکن کہنا مانو اس بات کو بھلا دو میرا دل گواہی دیتا ہی کہ تمھارا اپلیٹن تم سے جلد ملیگا۔

ونیشیا دل ہی دل مین سوچنے لگی کہ اللہ اللہ اب اسوقت کی جدائی قضا ہو گئی کہ ٹالے نہ ٹلیگی۔ کیا اپلیٹن ہم کو چھوڑ کر اور ہماری محبت سے منھ موڑ کر چل دینگے۔ سوچی کہ یہ بات محال ہی اپلیٹن کی جدائی خواب و خیال ہی۔ ہماری جدائی کا صدمہ اُنسکو ایک پل نہ بھائیگا۔ ونیشیا کے بغیر دم بھر چین نہ آئیگا۔ مگر پھر خیال آیا کہ مصیبت سے ضرور دو چار ہونا ہی۔ اپلیٹن کے وصل سے جلد ہاتھ دھونا ہی۔ فراق یار مین عمر بھر رونا ہی۔ بیٹھے بٹھائے مفت مین جی سے کھونا ہے

س۔ اپلیٹن۔ اب صرف چھ گھنٹے باقی ہین۔

ونیشیا نے زور سے ایک نعرہ (ہاے) بلند کیا اور غش کی حالت طاری ہوئی۔

سوار سوچا کہ ہاے اس کم سن و بھولی اور ناتجربہ کار مِس کے ننھے سے کلیجے پر اسوقت کیا جانے کیا گذری ہو گی۔ اپلیٹن نے چاہا کہ اپنی پیاری ونیشیا کو مدد دے لخلخہ سونگھائے ہوش مین لائے مگر وہ خود بیہوش دین و دنیا فراموش تھا ع

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

جب سوار تجربہ کار نے یہ کیفیت معشوق و حالت عاشق زار کی دیکھی تو تالاب سے اپنی لمبی ٹوپی مین پانی بھر لایا اور ونیشیا کے منھ اور سر پر آب سرد ٹپکایا۔ پھر دو تین بار گیا اور اسی طرح پانی لایا۔ اسکے بعد باغ کے دو تین درختون کی پتیون کو کہ بو باس مین عطر و گلاب سے بھی گوے سبقت لیگئی تھین توڑا اور خوب زور سے ہتھیلی پر نچوڑا اُسی کا لخلخہ بنایا اور اس نوش لب کو سونگھایا تو تھوڑی دیر مین ہوش آیا آنکھین کھولتے ہی تین بار اپنے محبوب رعنا کا نام لیا۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن۔ اپلیٹن نے اسکا جواب آنکھون ہی آنکھون مین دیا بولنے کا نام ہی نہ لیا گویا کہ یہ اشعار حسب حال تھے ؎

وہ دن گئے کہ جو ہم ہمکنار رہتے تھے | مدام ہاتھ ہی پہلو مین دست یار
جدھر کو جاؤن مجھے دیکھ کر یہ کہتی ہی خلق | ہی آمد غم اور وداع صبر و قرار

س۔ (ونیشیا کے قدم پر ٹوپی رکھکر) ڈیر مس۔

م۔ پیر مرد مجھے اسوقت معاف کرنا تمھاری آواز میرے دل پر تیر اور میرے زخم جگر پر نمک اور میرے کلیجے پر نشتر کا کام کرتی ہی۔ مگر۔ اتنا مین ضرور جانتی ہون کہ تم بے قصور ہو تم مجبور ہو۔ ہاے بیکسی واے بیکسی ؎

پوچھتا ہی کیا ہمدم حال زندگانی کا | عجب احوال جانان جانکی زندگانی ہے

س۔ اپلیٹن۔ اب صرف پونے چھ گھنٹے باقی ہین۔ ڈیر مس جو کچھ کہنا سُننا ہو کہ سُن لو ہنسنا بولنا ہو ہنس بول لو۔ ؎

آخر تو کھڑا ہی سر پہ صیاد خزان | دل کھول کے خوب چہچہا لے بلبل

ص۔ جدائی کی گھڑی تو اب ٹل نہین سکتی۔ لیکن مین نے اپنے دل کو خوب مضبوط کر لیا ہی۔ اب تم صاف صاف بتاؤ کہ ماجرا کیا ہی پیاری ونیشیا ذرا دل کو تم بھی مضبوط رکھو۔ ونیشیا نے کہا ہاے میرا دل خوگر راحت ہی۔ رنج آشنا نہین غم کا قصہ مشکل ہی۔ کبھی سُنا نہین۔ یہ کہکر ونیشیا کا دل ہاتھ سے جاتا رہا آنسوؤن کا تار بندھ گیا۔ ؎

دل پریشانی جاوید تمنا میکرد | با سر زلف پریشان تو سودا کردم

ص۔ (گلے مین ہاتھ ڈال کر) پیاری ذرا رونا موقوف کرو۔

م۔ (زبان حال سے) ؎

تھمتے تھمینگے آنسو | رونا ہی یہ کچھ ہنسی نہین ہی
سر خصت آہ ہم گرد دل شیدائی را | آتشے در زنم این گنبد مینائی را

س۔ اپلیٹن۔ اب صرف ساڑھے پانچ ہی گھنٹے رہ گئے۔

م (چیخ کر) ہاے۔ ؎

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را | نمیکردم بدل روشن چراغ آشنائی را

ص۔ پیر مرد اب تمکو جو کچھ کہنا ہو کہہ چلو۔

س۔ ہارس کارڈز مین آج مین پونا گیا تھا۔ برطن کی ایک نوآبادی سے بڑی سخت جنگ چھڑنے والی ہی۔ گو مین بھی رخصت پر ہون۔ لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ فوراً اس نوآبادی کیطرف کوچ کر دون۔ نشے کے باعث سے مین نے تمہین اب تک نہین پہچانا حسرت کے سبب سے تم مجھے نہ پہچان سکے۔ لیکن اب مین تم کو بتاتا ہون کہ مین کرنل سیکفرسن ہون تمہاری رجمنٹ کا کرنل۔

ص۔ اخاہ۔ کرنل سیکفرسن! اب پہچانا۔

س۔ مجھے حکم ہوا ہی کہ تمکو بھی ساتھ لیتا جاؤن۔

ص۔ کب۔

س۔ اسی دم۔

ص۔ اُف ابھی ابھی؟

س۔ ہان اور کیا۔ صبح تڑکے گجر دم جہاز روانہ ہوگا۔ اب کوئی ایک کا عمل ہے۔

ص۔ وائے ناکامی پانچ ہی گھنٹے باقی ہین۔

س۔ انھین پانچ گھنٹے مین جو کچھ تیاری کرنی ہو کر لو۔

ص۔ این! بس!!! افسوس!!!۔

م۔ ہاے کیا ناکامی و نامرادی ہی۔

کرنل نے پھر کہا کہ اپلیٹن جو کچھ تیاری کرنی ہو انھین پانچ گھنٹون مین کر لو مگر مردانہ وار کارروائی کرو۔ اپلیٹن کی گردن مین ونیشیا کا دست رنگین تھا۔ اور سینہ پاش پاش نہایت ہی حزین تھا نہ جاے ماندن نہ پاے رفتن آخر کار جی کڑا کرکے اپلیٹن نے کہا کہ مین اسی دم مستعد ہون ابھی ابھی چلیے۔

م۔ ہا۔ اُف۔ س۔ ہمین۔ یہ چھوڑ۔ کے۔

راوی۔ حضرات ناظرین ستم کا سامنا ہی۔ ونیشیا نے لاکھ کلیجے پر پتھر رکھ لیا مگر اشکون کا دریا اُمنڈ اُمنڈ کر آتا تھا۔

جب اسکے معشوق رعنا جوان بلند بالا نے کہا کہ مین مستعد ہون ابھی چلیے تو ونیشیا نے بڑی جرأت کرکے روتے

روتے کچھ کہا جو پیرمرد اور اپلیٹن دونون کی سمجھ مین خاک نہ آیا۔ وجہ یہ کہ ہچکیان لیتی اور سسکیان بھرتی جاتی تھی پوری بات مُنھ سے نہین نکلتی تھی۔ ہا۔ اُف۔ ہمین۔ یہ۔ چھو۔ کے۔

اتنا تو سنائی دیا باقی غترپود مطلب ونیشیا کا یہ تھا۔ (ہائے افسوس۔ ہمین یہین چھوڑ کے) یعنے تم جو کہتے ہو کہ چلو ہم چلنے کے لیئے ابھی مستعد ہین۔ تو کیا ہمین یہین چھوڑ کے چل دوگے ہائے ستم ؏

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو	جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہی

ص۔ (گلے لگا کر) ایسی باتین نہ کرو کہ ہماری بیڑا کری ہین غرق آجائے۔ (بوسہ لیکر) پیاری ونیشیا۔

ونیشیا نے فرط بیقراری اور گریہ و زاری کی حالت مین اپنے محبوب سمن بر کے زانو پر سر رکھدیا اور خوب پھوٹ پھوٹ کر ایسا زار زار روئی کہ اپلیٹن کی آستین تر کردی ؏

	فلک بہ گریہ درآید ز اشکباری من	
	زمین بہ لرزہ درآید ز بیقراری من	

ونیشیا نے معشوق زہرہ تمثال کے زانو سے سر اٹھایا اور آنسوؤن کو رومال سے پونچھ کر جبین مبین کے آہستہ آہستہ بوسے لیئے پیرمرد ایک درخت کے سایہ مین چرٹ پی رہے تھے انھون نے ابکی بہ آواز بلند کہا کہ اپلیٹن اب کوچ کا وقت آگیا۔ بس جو کہنا سننا ہو کہ سن لو۔ اور چلو اپلیٹن نے بت رنگین ادا کو بدقت تمام ساتھ لیا اور چل کھڑا ہوا۔ کرنل صاحب پیچھے پیچھے

م۔ اب خدا جانے ملنا ہو یا نہو۔

ص۔ خدا بڑا مسبب الاسباب ہی۔

م۔ ہی ہی تم جنگ پر جاتے ہو۔ یا ہمین قتل کئے جاتے ہو

ص۔ (بوسہ لیکر) صبر۔ صبر۔ صبر۔

م۔ ہائے صبر نہ کرنی تو اسوقت چل بھی سکتی۔ مگر ایک ایک قدم ایک ایک منزل ہی۔

ص۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔ اُف۔

م۔ (رخسار تابان چوم کر) نہ جاؤ تو کیسا۔

ص۔ ارے غضب! انگلشمین نہین اگر نہ جاؤن۔

م۔ ہان ہی تو ایسا ہی مگر مین اسوقت جو کہون میری خطا معاف کرنا۔

ص۔ اُف کیا غضب کی بات کہی۔ خطا! ٹھنڈی سانسین بھر کے خطا!!!۔

م۔ دیکھو اپلیٹن ڈیر نوکری انسان اِسی لیئے کرتا ہی کہ بھوکون نہ مرے۔ اِسکی تمھین پروا نہین۔ تم خود امیر کے لڑکے تو ہو ہی مگر میری دولت کسکے لیئے ہی۔ تم سے بڑھکر کوئی ہی اور اگر تمکو ایسا ہی خیال ہی تو لائق فائق تربیت یافتہ آدمی ہو اخبار ون کے لیئے مضمون لکھکر تنخواہ سے زیادہ پاسکتے ہو پھر کیون جاؤ۔

ص۔ نہین نہین قضا جاہے ٹل ہی جائے مگر جانا نہین ٹل سکتا انگلشمین اور لفٹنٹ ہو کر جنگ کے نام سے بھاگون کیا مجال ہی اور پیاری صیغہ ملٹری کے قواعد اور قوانین بھی تو سخت ہین نہ جاؤن تو گرفتار ہو جاؤن کورٹ مارشل ہو جس اخبار کو کھولو جس میگزین کو پڑھو میری بزدلی اور جبنیت کا حال ضرور دیکھو نامہ نگار مضمونون کا تار باندھ دین اور پھر مین اس لائق نہ رہون کہ کسی کو انگلستان مین صورت دکھاؤن۔

م۔ اب آس کی کمر بالکل ٹوٹ گئی۔ ؏

تمنائے دلی نکلے کدھر سے	لگائے گھات کھڑی ہی نامرادی

جسوقت باغ سے باہر ہوئے اندھیرا سا آنکھون کے تلے چھا گیا۔ قدم قدم پر ہجوم یاس و نومیدی کو ساتھ پایا شاعر غرا

و سخندان بے ہمتا رسالدار فقیر محمد خان گویا کی یہ غزل بالکل حسب حال ہے۔ لہذا حوالۂ قلم تردد مآل ہو ؎

ہر ایک گلشن عالم مین سو پریشان ہی	چمن مین سنبل تر زلف سوگواران ہی
ہر ایک شاخ اُٹھائے ہو ہاتھ ماتم مین	ہر ایک نخل پہ بلبل بھی شیونخوان ہی
کلی جو چٹکی تو آواز آئی نالون کی	چمن تمام یہ لبریز سوز و افغان ہی
اُڑا رہی ہو صبا خاک صحن گلشن مین	گلو بجا چاک گریبان ہی چھٹے دامان ہی
چمن مین پہنے ہو سوسن بھی ماتمی پوشاک	برنگ دیدۂ نرگس آج گریان ہی

جسطرح جان تن سے نکلتی ہی اسطرح یہ دونون چمن سے نکلے۔

ص۔ سانکو کوٹھی پر پہونچاتا ہون اور مین اپنے گھر سے ابھی ابھی تیار ہو کر آتا ہون۔

س۔ اتنی دیر۔

م۔ اتنے تھوڑے عرصے مین بھی تم مجھ سے جدا ہونا چاہتے ہو۔

ص۔ گھر پہ آجکل کوئی نہین ہی سب دیہات گئے ہین یارون دوستون سے ملنے کا وقت نہین۔ بس اسباب لیا اور ابھی ابھی آیا اسی دم۔

م۔ اُف کیا از غیب کا تھپیڑا آیا۔ کیسے ہنس بول رہے تھے کہان وہ تیاریان تھین کہان اب جدائی کی گھڑی آئی

راوی۔ ؎

نو روز بے گلاب مگر دیدم	فرخندہ گلے بر سر آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردی کہ تمامی سوزد	گفتا کہ درین باغ دمی خندیدم

س۔ اُف او و اب تو تڑکا ہو چلا۔

م۔ (آہستہ سے) اس بڈھے نے تو اور بھی ہاتھ پانون پھیلا دیے۔

ص۔ اپلیٹن۔ قدم تیز اُٹھاؤ۔

ص۔ جہاز کس وقت روانہ ہوگا۔

س۔ تڑکے گجر دم۔

ص۔ اوہ تو ابھی عرصہ ہی۔ مین گھوڑے پر سوار رہوا اور چلا۔

عاشق خستہ حال و جگر فگار نے اپنی معشوقۂ طرحدار اور بیمرو سلیقہ شعار کو مس ونیشیا کی کوٹھی سبز رنگ غیرت نگارخانۂ ارژنگ پر چھوڑا۔ رنج والم سے بمقتضائے مجبوری و مصلحت تھوڑی دیر کے لئے منہ موڑا۔ طرارے بھرتا تیز قدم دھرتا گھر مین داخل ہو کر آدمی کو آواز دی۔ اندر سے خادمہ آئی۔ اسکو حکم حاکم مرگ مفاجات کی خبر سنائی۔ سنتے ہی خادمہ باتمیز و ہمرو ل عزیز آنکھون مین آنسو بھر لائی۔ مگر آقا کے حکم سے طاقت انکار کجا۔ گنجائش اصرار کجا آبدیدہ ہو کر خدمتگار کو جگایا۔ اسباب بندھوایا۔ فرس تندخو پر کاٹھی کس بیگ گلے مین ڈال آدمیون سے رخصت ہو کر اور رو رو کر روانہ ہوا۔ عازم کوے جانانہ ہوا۔ اثنائے راہ مین رہوار صبا رفتار کو خیز کیا۔ عجلت کے سبب سے قدم قدم پر تیز کیا۔ کبھی مہمیز کا اشارہ بتایا کبھی کوڑا جمایا گھوڑا نازک مزاج تاب کہان کہ کوڑا کھائے ع

تپّا ہوا اور رپٹے پہ آیا

جب دور سے ٹاپون کی آواز آئی تو بیمرو لیفٹے کرنل میکفرسن نے بادیدۂ پرنم کہا لو ونیشیا افسوس جدائی کی گھڑی نے مجسم صورت دکھائی۔ ونیشیا بیچاری فلک کی ستائی عین حالت آشفتگی و دیوانگی مین پھاٹک پر سر دھنتی تھی جنون کے مارے نکلے پڑتی تھی تمام عالم اسکی نظر مین تیرہ و تار تھا۔ طائر دل صید تیر ادبار تھا۔ انشا۔

دل ستم زدہ مبتلا ہو نے لوٹ لیا	ہمارے قبلہ کو دعا ہو نے لوٹ لیا

اپلیٹن کی جنگی وردی اسوقت چاندنی رات مین جگمگاتی تھی جرأت بلائین لیتی تھی۔ بسالت صدقے ہوتی جاتی تھی۔ سمند وغا پسند سے اُتر کر اُس بیکس و بے بس نے اپنی پیاری وِنیشیا کو بیتابانہ گلے لگایا۔ اور دلاسا دیے دیکر سمجھایا۔ اِدھر صبر و استقلال کی فہمایش تھی اُدھر حزن و ملال کی افزایش تھی۔ عاشق بحر حسرت مین غوطہ زن معشوق نخچیر تیر حزن و محن ادھر چشم خونچکان۔ اُدھر سینہ بریان۔ اِدھر دیدۂ مطروح۔ اُدھر سینہ مجروح۔ **صبا۔**

ہمکو تو مل کے حسینون سے بڑے رنج ہوے
خوش رہا کرتے تھے پریون مین سلیمان کیونکر

ہاے اگر ایک گلبدن سے آنکھ نہ لڑتی تو عین سیر چمن مین اوس کیون پڑتی۔

س۔ بھائی اپلیٹن یہ فقط تمھاری ناتجربہ کاری اور جھوٹا وہم و گمان ہی کہ جدائی کے نام سے اس درجہ خفقان ہی اگر خواستۂ خدا ہی تو گل و بلبل کا پھر وصال ہوگا عاشق و معشوق کا دامن گوہر آرزو سے پھر مالامال ہوگا۔ **صبا۔**

بہار آئے الٰہی وہی سامان پھر ہو | پھر ایک جا گل و بلبل کو باغبان کہین

ص۔ میری جان سے زیادہ پیاری وِنیشیا۔ خدارا اِسوقت لب لعل شکر خا سے ایک بوسہ تو لے لو۔ وِنیشیا اسوقت دل پھٹا جاتا ہی۔ وِنیشیا پیاری وِنیشیا ہاے کلیجہ مُنہ کو آتا ہی۔ خُدا کے لیئے رخصت کیوقت ذرا تو بولو۔ اُف جان جان۔

وِنیشیا بیچاری بڑی دقت سے کچھ کہنے کو تھی کہ اتنے مین کرنل نے غل مچا کر کہا کہ۔ اپلیٹن۔ تم اپنی ڈیوٹی (فرض) کو ذرا عزیز نہین رکھتے۔ اور اگر اب تمنے چلنے مین توقف کیا تو تمھاری وہی سزا ہوگی جو مورچے سے بھاگ جانے اور دشمن کو پیٹھ دکھلانے والے سپاہی کی سزا ہوتی ہی مین بحیثیت کرنل سیکفرسن حکم دیتا ہون کہ گھوڑے کی پیٹھ پر آؤ اور رجمنٹ دوڑاؤ۔ اپلیٹن نے وِنیشیا کو آخری مرتبہ پھر پیار کیا اور رو رو کر کہا کہ پیاری اگر ہنگام رخصت مجھپر احسان کرنا ہی تو ایک بوسہ لے لو اُس خستۂ حزین ستم رسیدہ و غمگین نے بمجبوری بوسہ لیا۔ ہنوز رخسار عاشق زار پر معشوق جگر فگار کے لب شیرین کی تری بدستور تھی کہ اپلیٹن پھرتی کے ساتھ پشت توسن آہو شکار پر اُچک گئے۔ اور (الوداع ونی) کی آواز وِنیشیا کے کان مین آئی تھی کہ گلگون خوش خرام و تیز گام ہوا ہو گیا۔ اپلیٹن نے چلتے وقت غُل مچا کر کہا کہ الوداع وِنیشیا۔ مگر گھوڑا اِس چستی و چالاکی سے بگٹٹ بھاگا کہ صرف (الوداع ونی) تو اِس غمزدہ بخت نے سُنا مگر اپنا پورا نام وِنیشیا اپنے عاشق کی زبان سے نہ سُن سکی حسرت ہی رہ گئی کہ (ونی) کے بعد (شیا) کا لفظ بھی سن لیتی۔ مگر دل کی دل ہی مین رہی جبتک گھوڑے کی ٹاپونکی آواز کان مین آئی تب تک وہ دل شکستہ خوب سوئی اور چلائی مگر جب آواز غائب ہو گئی تو وِنیشیا کو ہر سمت بھیانک کالی کالی بھیانک صورتین نظر آنے لگین۔ اور واہمے نے وہ رنگ جمایا کہ وہ گل فرخی صورتین اس کم سن اور ناتجربہ کار رود لعگاز کو ڈرانے لگین کبھی واہمے نے بے سر اور بے دُم کا گھوڑا چلتا پھرتا دکھایا کبھی انسان کے دھڑ پر گدھے کا سر نظر آیا ایک دفعہ دیکھا کہ ہاتھی درخت پر بیٹھا ہی۔ تیا لکڑ کا اور بندہ سرکا۔ یہ مثل حسب حال تھی زندگی وبال تھی۔ ایک تو یار آشنا کی مفارقت کا غم دوسرے سترہ اٹھارہ برس کا سن تجربہ بھی کم تیسرے تنہائی اور شب تیرہ و تار چاندنی غائب۔ اندھیرا نمودار۔ امیر کی صاحبزادی خوگر راحت و شادی

نازونعم کی پروردہ صدہا آدمیون مین رہنے سہنے کی عادی عشق کی پہلی ہی منزل۔ ننھا سا کلیجا۔ دل صید آفات شکل۔ سہ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

رنج جدائی اور خوف تنہائی اور شب دیجور اور قلق سو فور سے غشی کی حالت طاری ہوئی۔ بیخودی و ازخودرفتگی کی گرم بازاری ہوئی۔ مثل تصویر خاموش قوت سامعہ سے کچھ دیر کے لئیے بے بہرہ پنبہ در گوش اتنے مین حُسن اتفاق سے ایک باورچی جو حسب ضرورت کسی گانون کو گیا تھا کھٹ پٹ کرتا ایک ٹٹو پر آتا تھا احاطہ کوٹھی کے پاس آیا تو دیکھا کہ درخت کے سایے مین کوئی کھڑا ہوا ہی عین پھاٹک پر ڈھئی دیے اڑا ہوا ہی۔ پہلے شک ہوا کہ صرف مغالطۂ نظر ہی۔ انسان نہین فقط واہمے کا اثر ہے۔ لیکن قریب آیا تو شک کا فور اور مغالطۂ نظر کا احتمال دور ہو گیا۔ خوب غور کر کے دیکھا تو خوف نے ٹھٹوالیا۔ ڈرتے ڈرتے ایک مرتبہ چلا اٹھا کہ تو کون ہی اس آواز نے بیچاری ونیشیا کو چونکا دیا بھیانک صورتین تو آنکھون کے تلے پھر ہی رہی تھین۔ سمجھی کہ کسی بھوت پریت نے مجسم صورت دکھائی۔ غضب ہو گیا شامت آئی۔ زور سے چیخ کر گری تو بیہوش۔ دین و دنیا فراموش۔ چیخنے کی آواز سے باورچی نے بھاپ لیا کہ مس ونیشیا ہی۔ اتنے مین کوٹھی کے حوالی موالی نے باہم کہا کہ یہ عجب سانحہ ہوش رُبا ہی۔ کہ پھاٹک کے قریب کسی نے اسوقت غل مچایا اور اس زور سے چلایا کہ سامعین کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے دس پانچ آدمی بتیان روشن کر کے چلے کہ دیکھین کیا ماجرا ہے۔ انسان ہی یا چھلاوا ہی باورچی نے آواز دی کہ جلد آؤ خدا کے لیے دیر نہ لگاؤ ورنہ ناکامی ہو گی۔ اور صبح کو انتہا کی بدنامی ہو گی۔ لوگون نے لمبے لمبے ڈگ بڑھائے اور قریب آئے تو دیکھا کہ ایک لاش پڑی ہی اور سامنے ٹٹو ی کھڑی ہی باورچی۔ غور کر کے دیکھو کہ یہ کون ہی۔ آواز تو مس ونیشیا کی سی تھی

ایک آدمی۔ (روشنی قریب لیجا کر) ارے۔

دوسرا آدمی۔ این! ارے یہ ماجرا کیا ہی۔ یہ تو ہماری آقازادی مس ونیشیا ہی۔

تیسرا آدمی۔ دیکھتے کیا ہو اٹھاؤ غش مین ہی لخلخہ سونگھاؤ

چوتھا آدمی۔ (رو رو کر) کیسا غش اور کیسی بیہوشی میان یہان کام ہی تمام ہی۔ اس خاندان کی بقا کا پیمانہ لبریز ہو گیا مس ونیشیا آفتاب لب بام ہی۔ نبض چھوٹ گئی۔ ہماری آرزو کی کمر ٹوٹ گئی۔

سب نے مل کر دیکھا تو ہاتھ پانون مثل یخ سرد تھے۔ سب اعضا و جوارح آلودہ خاک و گرد تھے۔ سمجھے کہ سانحۂ غمگین ہی ہاے دم واپسین ہی۔ نوکرون چاکرون نے ایسا کہرام مچایا کہ مس ونیشیا کی چچی کو خواب ناز سے جگایا۔ آنکھ کھلتے ہی ماتم کی آواز کان مین آئی تو خود بھی بے سمجھے بوجھے خوب روئی پیٹی۔ پیش خدمتون نے روتے روتے کہا کہ حضور ادھر تو آئین جلد جلد قدم اٹھائین۔ مس ونیشیا کو دم واپسین ہچکی سے لگائین اس فقرۂ ہوش رُبا کا سُننا تھا کہ اس خاتون عصمت آب نے نعرہ بلند کیا۔ پیش خدمتون نے ہاتھون ہاتھ دبا۔

خاتون۔ (خا) یعنی مس ونیشیا کی چچی۔ ارے لوگو

بتاؤ تو ماجرا کیا ہی۔ پیاری وِنیشیا کس مصیبت مین مبتلا ہی۔
پیشخدمت حضور ابھی ابھی اس مسہری پر سے نِل کر لٹایا ہی۔ جانے کیا از غیب کا تھپیڑا کھایا ہی۔ ہوش ہی نہ حواس ہی۔ بس اب تو ہجوم نومیدی و یاس ہی۔

خاتون ثریا جاہ و خرد آگاہ نے بکمال استقلال وِنیشیا کی پیشانی اور سینۂ نورانی اور نبض پر ہاتھ رکھکر کہا کہ گھبرانے کی بات نہین صبر کو ہاتھ سے نہ دو لخلخہ سونگھاؤ اور معاً ڈاکٹر کو بلاؤ

خدام باادب حکم پاتے ہی تیّا ہوے ڈاکٹر کو جگایا۔ سارا حال کہ سنایا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوٹھی کے احاطے مین ایک فٹن گھڑگھڑاتی ہوئی آئی۔ لوگون نے غل مچایا کہ ڈاکٹر کی سواری آئی۔ خاتون بالغ خرد نے بکشادہ پیشانی ڈاکٹر سے ہاتھ ملایا۔ اور وِنیشیا کے قریب لیجا کر بٹھایا۔ ڈاکٹر نے کل کیفیت معاینہ کر کے کہا کہ مفصل حال بتاؤ۔ اور رائحہ روح افزا برابر سونگھاتے جاؤ۔

خا۔ (علٰحدہ لیجا کر) مفصل کیفیت تو مجھے خود بھی نہین معلوم لیکن اِسقدر جانتی ہون کہ لفٹنٹ اپلیٹن نامے ایک خوبرو اور عنبرین مو جوان رعنا ہی۔ کشیدہ قامت قمر طلعت اور بلند بالا ہی۔ ام اے اور رینگلر ہے۔ مجمع علم و ہنر ہی۔ شاعری اور نکتہ پردازی مین طاق۔ نثاری او جادو طرازی مین شہرۂ آفاق۔ سائنس مین بھی پایگاہ حاصل ہی عالم و فاضل اور مرد کامل ہی۔ وہ وِنیشیا کے پاس اکثر آیا جایا کرتا ہی اور قیاس سے کہتی ہون کہ اِسکے عشق کا دم بھرتا ہی۔ اِسکا بھی اُسپر دل آیا ہی اور کیون نہ آئے ایک جری اور ذی لیاقت جوان فوجی افسر پایا ہی۔ میری بھی خواہش ہی کہ وِنیشیا کو اُسی کے ساتھ بیاہ ہو اُس کے والدین بھی تہ دل سے چاہتے ہین کہ ان دونون مین نکاح ہو۔ آج حسب معمول سر شام ہوا کھانے گئی مگر خلاف معمول دیر کر کے آئی مین سوتی تھی کہ لوگون نے جگایا اور وِنیشیا کا حال بتایا۔ دیکھا تو ہاتھ پاؤن سرد اور آغشتہ خاک و گرد ہین۔ خدا جانے یہ کیا ماجرا ہی۔ مگر کوئی نیا گل ضرور کھلا ہی ڈاکٹر نے مس وِنیشیا کا سارا حال بغور سنا۔ اور خاتون نیک صفت مآب سے کہا کہ آپ کے استقلال سے مین خوش ہوا۔

ڈاکٹر۔ خدام سے پوچھیے کہ کس حیثیت مین سب سے پہلے دیکھا تھا۔

خا۔ پھاٹک کے پاس چپ چاپ کھڑی تھی باورچی گنوار آدمی سمجھا کہ بھوت پریت ہی۔ غل مچایا۔ تو وِنیشیا زور سے چیخی اور بیہوش ہو گئی۔

ڈاکٹر۔ لفٹنٹ اپلیٹن کو بلاؤ۔

خاتون معمر نے کہ از بس مستقل مزاج و زن پاک و پارسا تھی آدمیون کو حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کی فٹن پر اپلیٹن کو بلا لاؤ اور ابھی ابھی لاؤ۔ کہنا کہ گاڑی دروازے پر کھڑی ہی چلو تمھاری وِنیشیا بیہوش پڑی ہے۔

فٹن واپس آئی تو اپلیٹن ندارد۔ ایک خادمہ آتری اور جھک کر اشارے سے آداب بجا لائی۔

خا۔ تمھارے آقا کہان ہین۔

خادمہ۔ میم صاحب وہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی آئے تھے اور دم کے دم ٹھہر کر گھوڑے پر سوار ہوے اور کچھ اسباب لے کر چلے گئے۔ ہم سے کہ گئے ہیں کہ کہین جنگ ہونیوالی ہی۔ اُن کے نام حکم آیا تھا کہ مع افواج میں شریک ہو کر میدان جنگ مین جائین جہاز اب تھوڑی دیر مین

ڈاکٹر۔ بس وجہ معلوم ہوگئی۔ گھبرانے کا مقام نہیں ہے
ڈاکٹر نے خاتون عفت مآب کو دلاسا دیا اور ایک آدمی کو بھیجکر ڈاکٹر خانے سے دوا منگائی۔ ونیشیا کو پلائی اور کچھ پیشانی اور سر پر لگائی دس منٹ میں ونیشیا نے آنکھ کھولی تو چچی بولی کہ پیاری ونیشیا طبیعت کا کیا حال ہے۔ اُس نوعروس خستہ جگر نے بصد نزاکت چچی کا ہاتھ اپنے پیارے ہاتھوں میں لے کر کہا کہ چچی جان انتہا کا حزن و ملال ہے۔ حتی کہ جینے سے بیزار ہوں زندگی وبال ہے رنج و غم نے مجھے بھیانک بھیانک صورتیں دکھائیں کبھی پریت سوجھے۔ کبھی چڑیلیں نظر آئیں۔ ایک رنج تنہائی کا کیا کم تھا کہ اُسپر یہ اور طرہ ہوا ؎

سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

قلب بے اختیار ہے۔ دل سخت مصیبت سے دوچار ہے ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

ادھر کا قصہ تو یہاں چھوڑا۔ اب ایپلٹن کا حال سنیے معشوقہ زرین کمر اور زلف دار دلبر کے لعل نوشین کا بوسہ پاکر اور شبدیز شبک خیز کی باگ اٹھا کر چلے تو ایک ایک قدم بر یہ تھے اور شور و شیون دل تھا اور رنج و محن ہے کبھی سوچتے تھے کہ ہائے وقت رخصت اپنی کہی نہ اُنکی سُنی پیاری ونیشیا نے ایسے ہجوم یاس و نا امیدی کیوقت بھی ہمارا کہنا مانا ہمارے التماس عجز اساس کو قبول فرمایا اور نبات لعل شکر خا سے بوسہ لیا اور ہمنے اشد درجہ طوطا چشمی کی کہ پشت توسن پر بلا اجازت آئے اور گھوڑے کو کڑکڑا دیا۔

دائیں جانب کرنیل میکفرسن صاحب کا کمیت خوش خرام و تیز گام طرارے بھرتا جاتا تھا۔ بائیں طرف عاشق زار افسردہ دل و جگر فگار لفٹنٹ ایپلٹن کا شبدیز سبک خیز اٹھکیلیاں کرتا جاتا تھا۔ دونوں تند خو گھوڑونکی ٹاپوں سے جنگل گونجنے لگا اور آواز بازگشت نے گویا تازیانہ کا کام کیا جسقدر ٹاپونکی آواز بلند ہوتی تھی اُسیقدر اُنکی سرعت و تیزی دو چند ہوتی تھی۔ کرنیل برانڈی کے نشہ میں چور سیہ مست و مخمور تھا۔ مگر ایپلٹن بیچارہ مصیبت کا مارا دلخور و رنجور تھا لیکن بندگی بیچارگی فوج کا لفٹنٹ اگر کسی زن جادو نگاہ غیرت مہرلقا کے عشق کا اسدرجہ دم بھرے کہ مورچے پر جانے سے انکار کرے تو لوگ تالیاں بجائیں۔ وقائع نگار خاکہ اڑائیں ناچار قہر درویش برجان درویش معشوق سے اجازت بھی پائی مگر گھوڑے کی باگ اٹھائی گو فرس آہو شکار پر سوار تھا مگر دل مصروف طرف کوے یار تھا۔ صبا ؎

آدم سے باغ خلد چھٹا ہم سے کوے یار
وہ ابتدائے رنج تھی یہ انتہائے رنج

دو کوس تک دونوں سوار چپ چاپ گھوڑے کڑکڑائے چلے جاتے تھے اور گلگون شیر طبیعت ہوا کو شرماتے تھے اسکے بعد کرنیل میکفرسن قدم قدم چلنے لگے اور اپنے ساتھی سے یوں اظہار ہمدردی فرمانے لگے۔

س۔ ایپلٹن۔ اب وقت پر پہونچ جائینگے۔

ص۔ ہاں ہاں۔

س۔ انگلستان کے ساتھ ہمدردی کا یہی موقع ہے جان جائے مگر بات نہ جائے۔ عزت و عظمت میں ذرا فرق نہ آنے پائے۔ آتش۔

حاضر ہیں ہم جو معرکۂ کارزار ہو ‏ مریخ فیل مست کے اوپر سوار ہو

انگلستان کے اقبال کی یہی کافی دلیل ہو کہ ہم لوگ پیادے سے لیکر تا بہ جنرل جنگ پر جانا اور اپنے وطن کے نام پر سر کٹانا بڑی معراج سمجھتے ہیں جب تو ہمنے نپولین کو نیچا دکھایا اور جنگ بحری میں ہسپانیہ کے مشہور جنرلون نے اپنے ملک کا نام ڈبایا ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

انگلستان! - پیارا انگلستان!!

ص - صحیح -

س - تم مورچے پر چلنے سے اسوقت خوش ہو یا نہین؟

ص - ہان -

س - تلوار کے منھ مرنے اور توپ کا گولا کھا کر جان دینے اور میدان کارزار مین زمین پر ٹھنڈے ہو جانے سے بڑھ کر سپاہی کو کوئی خوشی نہین ہو -

ص - بجا -

س - تم اسوقت خوش نہین نظر آتے اِسکا کیا باعث ہو - یہ تو وہ وقت ہو کہ سپاہی اور پیادہ اور کرنل اور جنرل سب کے سب خوش خوش مورچے پر جاتے ہین اور مناتے ہین کہ یا آلہی فتح ہو -

ص - اسوقت میرا دل بھر آیا - اور آنکھین پُرنم ہو گئین -

س - سنو ابھی تم صاحبزادے ہو - اتفاقات کی اور بات ہو ورنہ تمھین ابھی بظاہر اسباب بہت دن جینا ہو اگر فوج مین عزت اور نام نیک چاہتے ہو تو ان خیالات کو دل سے نکالو - بات مانو - اب جنگ کا خیال کرو عشق و حسن کا جھگڑا بس ختم ہو گیا - اور فوجی آدمیون کو تو غم اپنے قریب آنے ہی نہ دینا چاہیئے - ایک ذرا سی گولی مین وارا نیارا ہو - آج مرے کل دوسرا دن - گویا پیدا ہی نہین ہوے تھے صرف میدان جنگ اور رن کی زمین سے انھین سروکار ہو

ص - کرنل مجھے صرف یہ خیال ہو کہ مین نے مس ونیشیا کو چلتے وقت کیون مجبور کیا کہ بوسہ لے - اُسنے تو ایسی حالت حزن و ملال مین میرا کہنا مانا اور مین نے اسدرجہ بے حمیتی کی کہ اجازت تک نہ لی اور روانہ ہو گیا اُف - کرنل یہ خیال میرے دل کے ساتھ وہ کرتا ہی جو کفر ایمان کے ساتھ اور موت جان کے ساتھ ہاے اس دل کو کون سمجھا دے - صبا ؎

تو نہ ہوتا تو نہ دنیا مین کوئی غم ہوتا
کیون عدم سے تجھے ساتھ اے دل شیدا لائے

س - اگر دل کو مضبوط نہ رکھوگے تو ہم سمجھینگے کہ تم فوج کے قابل نہین ہو یہان ونیشا کہان وہ جہان تھی وہان تھی - یہان تو ہر دم کانون مین گولے کی آواز آنی چاہیے اور زبان سے بزن بزن نکلنا چاہیے -

ص - ہمین تو ونیشیا کی صورت ہر برگ و بار اور در و دیوار سے نظر آتی ہی - بقول شاعر ؎

اتنی تو دید عشق کی تاثیر دیکھئے ‏ جس سمت دیکھئے تری تصویر دیکھئے

س - اسوقت کارزار کا خیال ضرور چاہیے - اب ملال کیسے سے کیا ہوتا ہی زندگی ہو تو مس ونیشیا مسز اپلٹن ضرور کہلائینگی -

الغرض ادھر ونیشیا اُدھر عاشق شیدا کا عجب حال تھا جینا وبال تھا لفٹنٹ اپلٹن میدان جنگ سے بخیر و عافیت واپس آئے تو سُنا مس ونیشیا اپنے باپ کے ساتھ ہندوستان گئی ہین غنچۂ دل نسیم طرب کے تہتراز سے کھل گیا ایسے خوش ہوے

کہ گویا قارون کا خزانہ ملگیا۔ عاشق کی آرزوے دلی بر آئی معشوق نے منہ مانگی مراد پائی۔ ہندوستان مین آئے تو خوشی کے شادیانے بجائے۔ مس ونیشیا واقعی مسز اپلیٹن ہوئین سے

جس طرح اُنھین بہم ملایا	بچھڑے ہوے سب ملین خدایا

راوی نے یہ روایت عمداً نذر ناظرین کی تاکہ مس ونیشیا کا حال سمجھ مین آئے اور اپلیٹن کے نام سے اجنبیت نہ پائی جائے۔

اُس بت شیرین حرکات مجموعۂ صفات کائنات یعنی مس ونیشیا نے جو میان آزاد کو ناکام و نامراد پایا۔ تو اپنے پیارے شوہر سے بصد ناز یون فرمایا۔

م۔ چارلی۔ پیارے اِس جنٹلمین سے کیونکر پوچھین کہ آہ سرد اور دل پُر درد کا سبب کیا ہی۔ بتاؤ۔

ص۔ پیاری تم او لیے ایسے آدمیون کو جنٹلمین کیون کہتی ہو یہ تو (نگر) یعنے (کالا آدمی) ہی۔

م۔ دیکھو تمنے پھر وہی چھیڑ خانی کی۔

ص۔ تو پھر تم ہمارے چڑھانے کے لیے کالے آدمیون کو جنٹلمین کیون کہتی ہو۔

م۔ کالا آدمی تو ہم حبشی کو کہتے ہین یہ تو گورا چٹا خوبصورت آدمی ہی۔

ص۔ تو خوبصورت ہونے سے جنٹلمین بن جاتا ہی۔ واہ جنٹلمین کی اچھی تعریف کی۔ انگلستان کے سپاہی سب سُرخ سفید ہوتے ہین تو کیا اِس سے وہ سب کے سب جنٹلمین ہو گئے

م تم تو اپنی دلیل سے آپ قائل ہو گئے تمھارے کلام سے یہی ثابت ہوا نہ کہ جنٹلمین گورے چمڑے سے انسان نہین ہوتا پھر یہ کیا فرض ہی کہ تم سب تو جنٹلمین ہو اور اُس ملک کے باشندے نگر ہی کہلائین واہ اچھا انصاف ہی نگر انگر کیا معنے۔

میان آزاد ونیشیا اور اپلیٹن کی ملاقات

استنے مین جہاز کے ایک کونے سے آواز آئی کہ داد گیدی نہوئی قرولی نہوا تنچہ۔ ورنہ لاش پھڑکتی ہوتی اسوقت) میان آزاد سمجھ گئے کہ حضرت خواجہ بدیع صاحب کو دورے شیطان نے اُنگلی دکھائی۔ وحشت سر پر سوار ہوئی قرولی یاد آئی ڈرے کہ ایسا نہو کسی یورپین سے لڑ پڑین۔ افیم کی ترنگ مین بیوجہ جھگڑ پڑین۔ قریب جاکر پوچھا کہ کس پر بگڑے کیون چلّایا۔ کون یاد آیا۔ کس پر غل مچایا۔

خوجی۔ (خو) یعنی خواجہ بدیع الزمان بدیع۔ اجی جاؤ بھی یہان شکار ہاتھ سے جاتا رہا واللہ گرفتار ہی کرلیا تھا گیدی کو پاتا تو اتنی قرولیان لگاتا کہ چھٹی کا دودھ یاد آتا۔ مگر میرا پانون پھسل گیا اور وہ نکلگیا۔

آزاد۔ (مسکرا کر) یار ایک آنچ کی ہمیشہ کسر رہجاتی ہی خیر ابکی جیر غٹو کرنا گیدی کو۔ یہ تھا کون۔

خو۔ تھا کون ؟ تھا کون ؟ ہوتا کون ؟ وہی بہروپیا مردود اور کس کو پڑی تھی بھلا۔

آزاد۔ بہروپیا ؟۔

خو۔ جی ہان بہروپیا بڑا تعجب ہوا آپ کو۔

آزاد۔ بھئی ہان تعجب کہین لینے جانا ہی۔ کیا بہروپیا بھی جہاز پر سوار ہو لیا ہی۔ بڑا الاگو ہی بھئی۔

خو۔ سوار نہین ہوا تو آیا کہان سے۔ ٹھہر جا گیدی تو خواجہ بدیع جو قرولیان ہی نہ بھونکی ہون ام مچھونڈر تلو دیکھا انشاء اللہ۔

آزاد۔ کیا سوتے تھے خوجی یا پینک مین تھے۔

خو۔ خوجی کی ایسی تیسی مردود کی۔ پھر تمنے خوجی کہا ہم کو کیون جی ؟ ۔

آزاد۔ معاف کرنا بھئی۔ قصور ہوا۔

خو۔ واہ اچھا قصور ہوا۔ کسی کو دو جوتے لگائیے اور کہیے قصور ہوا۔ خواجہ بدیع صریح مجھ کمبخت کا نام تھا۔

آزاد۔ نام تھا۔ کیا اب نہین ہے۔

خو۔ جب دیکھو خوجی خوجی۔ خوجی کی ایسی تیسی مردک کی

آزاد۔ جناب خواجہ بدیع صاحب یہ بہروپیا کمبخت کہان سے آگیا۔

خو۔ ارے صاحب اب تو خواب مین بھی آنے لگا۔ ابھی ابھی مین سوتا تھا آپ موجود۔ میرے ہاتھ مین اُسوقت افیم کی ڈبیا تھی پھینک کے ڈبیا اور لیکے کٹارا جو پیچھے جھپٹا تو دو کوس نکلگیا مگر شامت اعمال سے ایک مقام پر ذرا سا پانی پڑا تھا روح فنا ہوگئی پھسلا تو ارارا دھون۔

آزاد۔ کیا گر پڑے؟ ارے توبہ!۔

خو۔ بس کچھ نہ پوچھیے۔ پھر آپ جانیے میرا گرنا یہ معلوم ہوا جیسے ہاتھی پہاڑ سے گرا دھڑام۔ دھڑام۔

آزاد۔ اسمین کیا شک ہے۔ آپکے ہاتھ پانون ہی کہے دیتے ہین۔ وہ تو کہیے بڑی خیریت گذری۔

خو۔ اور کیا۔ اللہ نے بچا لیا۔

آزاد۔ تو یہ کہیے جتے پر سے اُکھڑ گیا۔

خو۔ او جانا کہان ہے گیدی زگید کے مارون قرولیان تو خواجہ بدیع۔ یہان کمیدانی کر چکے ہین۔

لفٹنٹ ہیلٹن اور ونیشیا دونون میان آزاد اور خوجی کی تقریر سنتے تھے۔ ہیلٹن تو اردو خوب سمجھتے تھے مگر ونیشیا ناواقف تھین۔ ہیلٹن نے ترجمہ کرکے بتایا تو ونیشیا نے قہقہہ لگایا کہ معقول ہے مُنہ۔ انچھ بھر کا آدمی۔ ایک ایک بالشت کے ہاتھ پانون اور اُس کے گرنے سے اتنی بڑی آواز ہوئی کہ جیسے ہاتھی گرے۔

ص۔ سٹری ہے کوئی۔

م۔ پکا سودائی معلوم ہوتا ہے۔

ص۔ خدا جانے کیا واہی تباہی بکتا تھا قرولی بات بات پر بھونکتے ہین آپ۔

م۔ اہاہاہا۔ تم چپ رہو ہم اس جنٹلمین سے پوچھتے ہین کہ یہ کون پاگل ہے بس انھین باتون باتون مین ہم اسکا بھی حال پوچھ لینگے۔ ہے نہ۔

ص۔ اچھا اگر ہندوستانی بدتمیز ہوتے ہین تم گفتگو نہ کرو اس سے ہم ساب تو اتنے دن ہم بھی ہندوستان مین رہ آئے ہین ہم سے یہ باتین نہ کرو اچھا تمھین پوچھو۔

ص۔ (انگلی کے اشارے سے میان آزاد کو بلایا)۔

میان آزاد ایسی بھلا کب سننے والے تھے ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم۔ ہیلٹن بلٹنی آدمی چہرہ مارے غصے کے لال ہوا غیظ و غضب سے عجب حال ہوا خیال ہوا کہ ونیشیا قہقہے لگائیگی تالیان بجائیگی کہ ایک نگریک مخاطب نہوا بات کا جواب تک ندیا۔ ونیشیا نے جو یہ کیفیت دیکھی تو اٹھلاتی اور مسکراتی ہوئی میان آزاد کیطرف گئی۔ میان آزاد لیڈیون سے بولنے چالنے اور جنٹلمینون مین رہنے کے عادی تو تھے ہی اُنھون نے ایک معزز اور خوبرو اور کم سن لیڈی کو جو مخاطب پایا تو بصد ادب ٹوپی اُتار لی اور تسلیم بجا لائے۔ مسکرائے اور پوچھا کہ آپ کہان تشریف لیجائینگی۔

م۔ انگلستان۔

آزاد۔ ہان۔ ہندوستان مین کس قدر عرصہ تک رہنے کا اتفاق ہوا۔

م۔ بہت کم۔ یہی کوئی برس سوا برس۔

آزاد۔ درست۔

م۔ یہ پستہ قد آدمی کون ہے۔

آزاد۔ جی ایک مسخرہ ہے۔

م۔ خوب باتین کرتا ہے۔ ہنستے ہنستے اسوقت پیٹ مین بل پڑ پڑ گئے۔

آزاد۔ جی ہان بڑا مسخرہ ہے۔

م۔ (اپنے شوہر کیطرف مخاطب ہو کر) چارلی یہ جنٹلمین کہتے ہین کہ وہ بونا مسخرہ ہے (آزاد سے) یہ لفٹننٹ (ہیلٹن) ہین میرے شوہر۔ آئیے آپ سے اِنکی ملاقات کرادون۔

آزاد۔ (ہاتھ بڑھاکر) گڈ مارننگ سر۔

ص۔ (مصافحہ کرکے) گڈ مارننگ۔ آپ کہان جائینگے۔

آزاد۔ ٹرکی۔

م۔ ہان! کیون؟ کوئی خاص کام ہے یا صرف بطریق سیر و سیاحت۔

آزاد۔ ایک ضروری کام ہے۔

ص۔ وہان تو آجکل جنگ چھڑی ہے۔

آزاد۔ جی ہان مین بھی اِسی لیے جاتا ہون۔

ص۔ اوہ! جنگ کے واسطے۔

آزاد۔ ہان ایک سبب حائل ہے۔

م۔ آپ تو ٹرکی کا ہاتھ بٹائینگے۔

آزاد۔ جی اِسمین کیا شک ہے۔

ص۔ اگر آپ مجھے معاف کرین تو ایک بات دریافت کرون اسوقت آپ آہ سرد کیون بھرتے تھے۔ آپ کی ٹھنڈی سانسون کیطرف میری بیوی نے مجھے متوجہ کیا اِسکا کوئی سبب خاص ضرور ہے۔

آزاد۔ کیا عرض کرون کسی ایسے نے مجھے ٹرکی جانے کا حکم دیا ہے کہ اُسکی تصویر ہر وقت نظر کے سامنے رہتی ہے۔

م۔ ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔ آپکی شادی ہوئی ہے۔

آزاد۔ جی نہین مین ناکتخدا ہون۔ مگر ٹرکی سے سرخرو واپس آنے پر میری شادی ٹھہری ہے۔

م۔ مین سمجھ گئی۔

ص۔ اخاہ میان آزاد تو آپ کا نام نہین ہے۔

آزاد۔ (متحیر ہو کر) ہان ہے تو یہی نام۔ آپکو کیونکر معلوم ہوا۔

ص۔ ایک اخبار مین ہمنے آپ کا ذکر خیر دیکھا تھا آپ تو بڑے لائق فائق اور مشہور و معروف جنٹلمین ہین۔

جنٹلمین کے لفظ پر وینشیا نے بصد شوخی اپنے شوہر کو چپکے سے ایک ٹھوکا دیا۔

م۔ خدا کرے میان آزاد سرخرو آئین۔

ص۔ میان آزاد ٹھیک ٹھیک حال بتاؤ کس نازنین ماہرو کی دلفریبیون نے ٹرکی جانے پر مجبور کر دیا۔

آزاد۔ دل چوٹ کھا گیا اور کیا بتائین۔

م۔ نام معشوق سمن بر کیا ہے۔

آزاد۔ حسن آرا بیگم۔

م۔ کیا پیارا نام ہے۔ (بھولے پن کے ساتھ) جی چاہتا ہے اس نام کو چوم لون۔

ص۔ (مسکراکر) این واہ! بہت بھلا معلوم ہوا

م ۔ مس حسن آرا بیگم پڑھ لکھ تو ضرور لیتی ہونگی۔

آزاد ۔ نہایت تربیت یافتہ لیڈی ہین ذکی الطبع حلیم المزاج خوش فکر۔ ہنس مکھ۔ خندہ پیشانی۔

م ۔ حسین تو ضرور ہی ہونگی۔

ص ۔ حسین تو ایسی ہین کہ ہندوستان سے ترکی بھیجی جاتی ہین یہی ثبوت حسن گلوسوز کافی ہو قیامت کی سہی جو رہ گئی

ایلیٹ کسی ضرورت سے ذرا ناخدا کے پاس گئے تو مس ونیشیا نے بڑی بےتکلفی سے پوچھا کہ حسن آرا بیگم کی صورت قطع وضع چال ڈھال خو بو کیسی ہو میان آزاد رسیا آدمی تو تھے ہی انکو دل لگی جو سوجھی تو انھون نے دبے دانتون کہا کہ بس بعینہ آپ ہی کا سا مکھڑا ہو۔ ایسی ہی گوری گوری گردن۔ ایسی ہی سیم تن۔ ایسی ہی عنبرین مو۔ ایسی ہی قوس ابرو ایسا ہی بوٹا سا قد۔

م ۔ (شرما کر) تو مس حسن آرا میری چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہین کیون صاحب ہمارے گورے پن کی در پردہ خوب تعریف کی

آزاد ۔ (ہاتھ جوڑ کر) معاف کیجیے گا۔ آپکو اپنے معشوق پری چہرہ کا ہمشکل پایا تو اسقدر مکالمے کی جرأت ہوئی۔ ورنہ ہم تھے اور آہ سرد۔ ہم تھے اور دل پر درد۔ ہردم بےچین لب پر فغان زبان پر بین۔ س

کسدن شب ستم جانکو آفت نہین ہوتی ۔ کب شام سے یان صبح قیامت نہین ہوتی
اللہ ہمین عشق کے پھندے سے نکالے ۔ دم ٹوٹتے ہین قطع محبت نہین ہوتی
الٹی ہی تجھے سوجھتی ہو اے فلک دون ۔ سیدھی کبھی مجھ سے تری قسمت نہین ہوتی

م ۔ سنو جو چاہتے ہو کہ آرزو بر آئے تو استقلال سے کام لو۔ مس حسن آرا کو دل سے بالکل بھلا دو۔ ورنہ مشکل ہو بمقدم تو یہ بات ہو کہ دل قابو مین ہو جب وطن چھوڑا احباب چھوٹے پھر اب بھی مستقل مزاج نہو گے تو کب ہو گے۔

آزاد ۔ دل پر قابو نہین ہان اتنا قابو تھا کہ اُس صنم ستم کوش و ناز فروش کا کہنا مان لیا۔ روم کا جانا دل مین ٹھان لیا اب اُف بھی نکرون۔ ٹھنڈی سانس بھی نہ بھرون۔

م ۔ اسمین کچھ ہرج نہین۔ اگر رونا آئے تو ضبط نکرو۔ ٹھنڈی سانسین ضرور بھرو۔ لیکن دل کو ہاتھ سے نہ دو۔ دن رات مس حسن آرا ہی کے خیال مین نہ رہو۔

آزاد ۔
ناصحا پند مجھ سے وحشی کو
اسکو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو

م ۔ مس حسن آرا ہین سنگدل ذرا کیون ؟۔

راوی ۔ بت تو سنگدل ہوا ہی کرتے ہین۔

ص ۔ مس حسن آرا کی باتین ہو رہی ہین۔ کیا سن ہوگا انکا

آزاد ۔ یہی کوئی چودہ پندرہ سال۔

م ۔ این ؟ ذرا سی لڑکی ہو۔ چودہ پندرہ سال ؟۔

ص ۔ نہین نہین ذرا سی نہین ہو۔ ہندوستان کی پانزدہ سالہ لڑکی ہو۔

م ۔ (مسکرا کر) ہان سچ کہا۔

اتنے مین جہاز پر ایک دل لگی باز کو سوجھی کہ اُدخوجی کو بنائین۔ اور خوب قہقہے لگائین۔ دو چار اور زندہ دل اُنکے شریک حال ہوگئے جب دیکھا کہ میان خوجی پینک مین سو گئے تو ایک شخص نے دو تین مرچین اُن کی ناک مین ڈال دین اور ذقن بھر کے بیس قدم پر ہو رہا خوجی نے جو آنکھ کھولی تو آچھین آچھین آچھین۔ چھین چھین۔ باولے کتے کیطرح ادھر اُدھر پھرنے لگے۔ مس ونیشیا اور لفٹنٹ ایلیٹ اور میان آزاد اور جہاز کے مسافر ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے

حضرت خواجہ بدیع صاحب بہت ہی جھلّائے اور خوب ہی
گرمائے۔ اب آپ ہی آپ بے نقط سُنا رہے ہیں۔
آزاد۔ بھائی خواجہ بدیع صاحب۔
خو۔ بس الگ رہیے گا۔ (آچھین۔)
آزاد۔ آخر یہ ہوا کیا۔ کچھ بتاؤ تو۔
خو۔ چلیے آپکو کیا وہ چاہے جو کچھ ہوا۔ (آچھین)۔
آزاد۔ یار یہ اُسی بہروپیے کا سارا فساد ہے آپ نے
اچھے گھر بیعانہ دیا۔
خو۔ (دیکھیے تو کتنی (ہاچھین) قرولیاں بھونکی ہوں مردود
کو کہ (ہاچھین) یاد ہی تو کرے۔ (چھین)۔
آزاد۔ مگر تم گرگر پڑتے ہو۔ میاں ایک دفعہ جی کڑا
کرکے گرفتار ہی کرلو۔
خو۔ ہونہہ! کیا ہنسی ٹھٹھا ہے گرفتار کرلینا (آچھین)
م۔ اسوقت اُسنے کیا کیا۔
خو۔ ناک میں مرچین ڈال دین گیدی نے۔
اسپر اور بھی قہقہہ پڑا اور قہقہے کی آواز سے میان
خوجی کو اور بھی چوندھیا دیا پاتے تو سب کو کچا ہی کھا جاتے
اور بہروپیے کی تو ہڈی تک نہ باقی رہتی۔ مگر خدا گنجے کو
ناخن نہیں دیتا۔
آزاد۔ ابکی آپ تاک میں بیٹھے رہیے۔ بس آتے ہی
گرفتار کر لیجیے۔ مگر ہے بڑا شریر۔ سچ مچ ناک میں دم کر دیا
خو۔ اُف اوہ! کچھ ٹھکانا ہے۔ یہ ناک میں مرچین جھونکنا
کیا معنی یہ ناک کان کی دل لگی کیسی۔
آزاد۔ اور کیا صاحب یہ بڑی بیجا بات ہے۔
خو۔ بیجا اور بجا کے بھروسے نہ رہیے گا میں ایک دن

ہاتھ پاؤن ڈھیلے کرکے دھر دونگا۔ کہانکے بڑے کڑے
خان ہیں آپ کوئی تر مال سمجھے ہو مجھے میں نے بھی کیدائی کی ہے
م۔ (میان آزاد سے) کیا کہتا ہے۔
آزاد۔ (ترجمہ کرکے) کہتا ہے کہ میں فوج میں کپتان رہ چکا ہوں
م۔ ول۔ کپتان صاحب۔
خو۔ واہ واہ واہ۔
آزاد۔ اور کیوں بندہ پرور یہ خاکسار نے کیا کیا تھا جو
حضور نے لے ڈالا اسوقت کہ ہاتھ پاؤن ڈھیلے کر دونگا
اور چنین و چنان۔
خو۔ (آنکھیں کھولکر) ارے یہ آپ تھے۔
آزاد۔ اور نہیں تو کیا آپ کے باپ تھے۔
خو۔ بھائی معاف کرنا۔
آزاد۔ یار کوئی تدبیر ایسی کرو کہ بہروپیا پکڑ لیا جائے
خو۔ تم بولو نہیں۔ بس دیکھتے جاؤ صبح شام میں گرفتار ہی
کیا چاہتا ہوں گیدی کو۔
آزاد۔ لیکن اب ذرا ہوشیار سوئیے گا۔ بہروپیا کیا جہنم
میں ایسا نہو کوئی حریف روپے وپے غائب کر دے
بیوقوف کہیں کا ابے گدھے یہان بہروپیا کہان۔
خو۔ بس خر دی بزرگی ہو چکی۔ نہیں جو کہیگا سنےگا بھی
بس رخصت (بوریا بدھنا اُٹھا کر) بندہ چلتا ہے۔ یارانہ
ہو چکا۔ اور سنیے ہم گدھے ہیں۔ کیا جانے کتنے گدھے ہمنے بنا دیے
آزاد۔ چلیے گدھے نہیں گدھے کر سہی۔ لیکن جائیے گا
کہان یہ بھی خفگی ہے کچھ۔ معقول!۔
خو۔ او جہاز کے کپتان۔ او ناخدا۔ جہاز روک لے
آزاد۔ این!!! جہاز روک لے!!! کیا خوب!!!

راوی - واﷲ پھڑکا دیا - واہ میاں خوجی - کیون نہو - اپنے حساب گویا چھکڑے پر لدے ہین جب چاہا روک لیا

م - (زور سے قہقہہ لگاکر) کیا جاز کو روکنے کا حکم دیتا ہی -

ص - (ہنسکر) ہان بہت بگڑے ہین -

خو - ارے جاز روک لے - او ناخدا -

ص - وہ یون نہ سنے گا دو چار ہاتھ قرولی کے لگایئے تو پھر سنے ؛

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ خدمتگار نے آکر صاحب سے کہا حضور (حاضری) چنی گئی -

م - میان آزاد سے بھی کہو کہ ہمارے ہی ساتھ کھانا کھائین

ص - مسٹر آزاد - میری بیوی کی خواہش ہی کہ اسوقت ہم اور آپ ساتھ کھانا کھائین ہم اپنی کیبن مین کھاتے ہین -

آزاد - کیا مضائقہ -

م - ہم چاہتے ہین کہ آپ ہمارے ساتھ بیٹھا اٹھا کیجیے دو گھڑی غم ہی غلط ہو گا -

آزاد - مین کمال مشکور ہوا -

م - مسٹر آزاد - ہم دونون کو تمھارے ساتھ ایک قسم کی ہمدردی ہی -

آزاد - مین تہ دل سے ممنون ہون - شکریہ ادا کرنا چاہتا ہون مگر اسقدر مشکور ہون کہ زبان سے ادا نہین ہوتا

ص - جو اسوقت تمھاری کیفیت ہی وہی میری کیفیت تھی

م - وہ وقت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے مین اور پیارے چارلی ایک دن باغ مین ٹہل رہے تھے رات کا وقت ٹھنڈی ہوا - اودی گھٹا عجب سہانا سمان تھا - چارلی اسوقت ایسے خود رفتہ ہوے کہ میرے قدمون پر ٹوپی رکھکر انھون نے کہا کہ ونیشیا مین تمھین پیار کرتا ہون - تم پر عاشق ہون مین نے شرم کے مارے کچھ جواب نہ دیا مگر میری بھی آرزو تھی کہ انھین کے ساتھ شادی ہو خیر بڑی دیر کے بعد مین نے اُن سے زبان ہاری بس پھر ایک ایسا سانحہ ہوا کہ مہینون روئی

ص - مزے مزے کی باتین ہو رہی تھین کہ ایک سوار گھوڑے کو کڑکڑاتا ہوا آیا اور اُسنے میرا نام لے کر کہا کہ لفٹنٹ ایلٹن یہان ہی -

م - اُن جب مجھے وہ وقت یاد آتا ہی تو کانپ اُٹھتی ہون -

ص - بس - ع

کاٹو تو لہو نہین بدن مین

اسنے پھر میرا نام لیا - آخرکار معلوم ہوا کہ میری رجمنٹ کا کرنل ہی - کہا کہ ہارس گارڈ سے مجھے حکم ہوا ہی کہ تمکو لے کر صبح کو جاز پر سوار ہو جاؤن - انگلستان کی ایک نوآبادی سے جنگ عظیم کسی غنیم نے چھیڑی ہی -

آزاد - ارے غضب! اوہ! ستم! صبح کو جہاز پر جانا ہی - اور شب کو شادی کی باتین ہو رہی ہین ہائے اُسوقت کیا حال ہوا ہو گا - معاذ اﷲ معاذ اﷲ -

م - حال! اپنے آپے مین کون تھا -

ص - پیاری ونیشیا کی یہ کیفیت کہ آنسو جاری اور بولا نہین جاتا فرط غم سے اظہار حال محال ہی - اب فرمایئے مین اس پیامبر کو سمجھاؤن یا اپنے دل کو سمجھاؤن یا ونیشیا کو سمجھاؤن اُنکی گریہ وزاری اور بیقراری ناگفتہ بہ اور کرنل مجھ سے بار بار کہے کہ ایلٹن اب پانچ ہی گھنٹے باقی ہین ایلٹن اب چار ہی گھنٹے باقی ہین - آخرکار مین مجبور ہو کر

اُنسے رخصت ہوا۔ اُف رونا آتا ہے۔

آزاد۔ کیا قیامت کا سامنا تھا۔

ص۔ کرنل نے اسقدر جلدی کی کہ اُنسے اچھی طرح رخصت بھی نہو سکا۔ مگر جہاز پر جب کبھی وینیشیا یاد آتی تھی غم کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ وینیشیا کی بھولی بھولی تقریر پستم ڈھاتی تھی۔

آزاد۔

ہمیں اس قید الم سے تو رہائی ہوتی	شب ہجران کے عوض موت ہی آئی ہوتی
وعدۂ دید کا ہی شکل دکھائی ہوتی	کل جاتی تھی قیامت بھی آئی ہوتی
دشت غربت میں جو وحشت مجھے لائی ہوتی	بیکسی ساتھ مرے در تک آئی ہوتی
وصل کی رات ہی یون جلد نہ آئی ہوتی	اے سحر اور ذرا دیر لگائی ہوتی

م۔ اِنکے خطوں پر جو میدان جنگ سے میرے نام آتے تھے میری زندگی کا دار و مدار تھا۔ دن رات رونے ہی سے سروکار تھا اُف میری زندگی کے وہ دن بڑے سخت تھے۔

ص۔ مگر خدا نے ہماری سُن لی۔

م۔ کوئی دس گیارہ مہینے کے بعد بچھڑے ہوے باہم ملے میاں آزاد آبدیدہ ہو گئے تو اُس سمن بر پری پیکر نے اپنے اودے ریشمی رومال دستی سے اِنکے آنسو پونچھے۔

ص۔ مسٹر آزاد ہم بھی ایک وقت میں ایسے ہی مایوس تھے مگر خدا نے ہمکو ہماری پیاری وینیشیا سے ملا دیا۔ اسیطرح تم بھی مس حسن آرا سے ملوگے ایک دن۔ خدا کے لئے غم کو دور کرو۔

م۔ آمین۔

آزاد۔ ہمت مردان مدد خدا۔

م۔ مس حسن آرا کو اپنی خیر و عافیت کے خطوط تو بھیجتے ہونگے

آزاد۔ برابر۔

حاضری نوش جان کرکے وینیشیا اور اپلیٹن اور میاں آزاد بے تکلفی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوے ادھر اُدھر یہ دونوں بیچ میں اُس صنم رعنا کو لیے ہوے ٹہلنے لگے آزاد کو وینیشیا کی ایک ایک چھب بھائی تھی اور وہ زن جمیلہ کبھی بصد شوخی اٹھلاتی تھی کبھی ناز و ادا کے ساتھ مسکراتی تھی۔ واہ رے آزاد واللہ خوش قسمت ہو تو ایسا ہو۔ بلا تشبیہ اپنے وقت کے کنھیا تھے۔ جہاں رہے منظور نظر گلرخان پری وش ہی رہے جس سے ایک مرتبہ بات کی وہ ہزار جان سے عاشق و شیدا ہو گئی۔ عجب جادو بیان آدمی تھا۔ ؎

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان میں ہے	
کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے	

آدمی خوبرو اور عنبرین موجوان رعنا بلند بالا تو تھے ہی۔ اور طرہ اُسپر یہ کہ بذلہ سنج و شیرین مقال خوش تقریر و نازک خیال وینیشیا کو بھی اُن سے ایک پاک محبت ہو گئی۔ ہر دم انھیں کے ساتھ رہتی تھی۔ ہنس ہنس کر چہل کرتی تھی اور انکی محبت کا دم بھرتی تھی۔ اعلےٰ درجے کا عشق صادق تھا اگر جہاز پر وینیشیا کا ساتھ نہوتا تو میاں آزاد بڑی مصیبت میں بسر کرتے۔ ایک تو تنہائی دوسرے درد جدائی تیسرے سفر بصعوبت سقر۔ مگر خدا مسبب الاسباب ہے میاں آزاد اِس صفائی اور شرافت سے پیش آئے کہ اپلیٹن کو وینیشیا کا اُنکے ساتھ رہنا بیحجاب بے تکلف اُنسے ہنسنا بولنا ذرا بھی شاق نہ گذرا۔ آزاد نے جو ایک جوان اور پری چہرہ معشوق کو اپنا ہمدرد پایا تو خدا کا شکر بجا لائے کہ خیر دو گھڑی غم تو غلط ہوا جہاز کا سفر دراز نہ کھلا۔

خوجی (لہرا لہرا کر) ؎

اگر تم نہیں ہو تو اور بت مہ جبین سہی	ہمکو تو دل لگی سے غرض ہو کہیں سہی

آزاد نے جو یہ شعر سُنا تو کسی بہانے سے ذنبشیا سے ذرا دیر کے لئے رخصت ہو کر خوجی کو جا کر سمجھایا۔

آزاد۔ ہائین! ہائین یہ کیا غضب کرتے ہو اس کا شوہر اشعار خوب سمجھ لیتا ہی۔ فارسی خوان ہی۔

خو۔ وہ گیدی اس رمز و کنایہ کو کیا جانے۔

آزاد۔ تم بڑے بدہو۔ لاحول ولا۔

خو۔ (ہنسکر) ہونہہ! کیا اُڑان گھائیان بتاتے ہین استاد شہید مردون سے بھی دل لگی! کیون؟۔

آزاد۔ خدارا ایسی باتین نہ کرو۔

خو۔ واللہ ہی حُسن آرا کے لگ بھگ ہین یا نہین سچ کہنا استاد وہ بمبئی والی بیگم بھی ایسی ہی شوخ تھی۔

اتنے مین میان خوجی کو بت رنگین ادا ونیشیا نے ایک ادائے دلربا کے ساتھ اُنگلی کے اشارے سے بلایا خواجہ بدیع نے جو دیکھا کہ ایک غنچہ دہن گلبدن کی انکے حال پر کمال عنایت ہی تو ریشہ خطمی ہو گئے اور بہت اکڑتے اور اینڈتے ہوے چلے۔ اہو ہو ہو۔ ذرا حضرت کے قد و قامت کو دیکھئے اور اس بوکھلاہٹ کو دیکھیے کہ بتا ہوے جاتے ہین اپنے نزدیک لندھور پہلوان کے بھی چچا ہین۔ ای شاباش ہی واہ کیون نہو اسوقت ذرا پاؤن پھسلے تو دل لگی ہو مگر مصیبت تو یہ ہی کہ اتنا بڑا ڈھڈو کا ڈھڈو جب گریگا تو جہاز سطح آب سے تہ آب کی خبر لائیگا۔ اللہ رے تری پہلوانی! خیر گندے تولتے ہوے آپ میم صاحب کے پاس پہونچے

آزاد۔ ٹوپی اُتار کر سلام کرو۔ ٹوپی اُتارو خوجی۔

خوجی کا لفظ کہنا تھا کہ خواجہ بدیع صاحب کے غصے کے تھرمامیٹر کا پارہ ایک سو بیس درجے پر پہونچا۔ بس پلٹ پڑے اور پلٹتے ہی اُلٹے پاؤن بھاگنے لگے۔

آزاد۔ او گیدی (مسکراکر) او گیدی۔ جو پلٹ گیا نہ تو اتنی قرولیان بھونکی ہونگی کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔

م۔ (ہنسکر) کیا ہمسے خفا ہوگئے۔ حضور۔ ای یہ آکے پھر پلٹنا کیا معنے۔ اِدھر آیئے صاحب۔

آزاد۔ (خوجی کو روک کر) کیون بھئی کیا شیطان نے پھر انگلی دکھا دی میان خوجی۔

خو۔ خوجی مردک پر خدا کی مار۔ خوجی گیدی پر شیطان کی پھٹکار۔ ایک دفعہ خوجی کہا مین خون پی کے رہ گیا اب پھر دُہرایا خدا جانے کب کا دیا اس گھڑی آڑے وقت آتا ہی ورنہ واللہ مارے قرولیون کے بھُرکسا سر آزاد نیتا لاکھ گیا گذرا ہون تو کیا ہوا۔ عمر بھر رسالداری و رکمیدانی ہی کیا کیے ہین گھانس نہین کھودی ہی۔ جی ہان۔

م۔ اخاہ یہ خوجی کی لفظ پر بگڑے ہم سمجھے ہم سے روٹھ گئے

خو۔ (ریشہ خطمی ہو کر) نہین میم صاحب ایسی بات آپ فرماتی ہین۔

آزاد۔ ذرا انسے اِنکی زوجۂ مکرمہ کا حال پوچھیے

م۔ کیا آپکی بیوی کے بھی آپکے سے لمبے چوڑے ہاتھ پاؤن ہین۔

آزاد۔ اِنکی بیوی کا نام بوا زعفران ہی۔ دیونی ہی دیونی

خوجی نے جو بوا زعفران کا نام سُنا تو چہرہ زرد دل سرد رنگ فق۔ کلیجا شق ہو گیا۔ اور یاد جو آیا کہ خوب بے بھاؤ کی پڑی تھین تو سہم گئے ایک دفعہ ہی آنکھین بند کر لین ونیشیا سمجھی نہین کہ کیا اسرار ہی مگر میان آزاد نے جو ذرا تھکا کے سمجھایا تو خوب کھلکھلائین۔

چوری

ایک ایوان سپہر توامان کے بام فلک احتشام پر چار کم سن نوخیز شوخ و تیز خاتونان معالی دودمان خواب نازمین ہین اور ایک عاشق زار دلریش و سینہ فگار زبان حال و قال سے کہ رہا ہو کہ ؎

گر فتی پردہ گفتی وقت خواب است
نہ خواب است این حریفان را جواب است

چار دن ہجولیان میٹھی نیند سوتی ہین۔ ایک سرو سمن بر دوسری ترک زرین کمر۔ تیسری افشان جبین نازنینی۔ چوتھی غیرت لعبتان چینی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ مصور کامل فن مسلم الثبوت استاد رشک مانی غیرت بہزاد نے ناز و ادا اور شرم و حیا کی تصویر کھینچدی ہو۔ بہار النسا بیگم کی زلف عنبر بار سے بہشت کی لپٹین آتی تھین روح افزا کے گھونگھر والے بال نوجوانون کے مزاج کی طرح بل کھاتے تھے۔ سپہر آرا کا دست حنائی سینۂ صافی پر عجب لطف دکھاتا تھا۔ اور خاتون مہ لقا عروس شیرین ادا یعنی حسن آرا بیگم کے گورے گورے پیارے پیارے مکھڑے کے گرد اگرد جعد مشک رنگ دیکھکر دھوکا ہوتا تھا کہ سانپ نور کو گھیر کر چھوٹا ہو۔ ادھر یہ چارون پریان بیخبر آرام مین ہین ادھر نگاہ شوق اپنا کام کر رہی ہو یعنی خدام عالی مقام شہزادۂ سلیمان قدر میرزا ہمایون فر بہادر کے پاس ان بتان ملائک نظر فریب عدوے صبر و شکیب کے بام پر سونے کی خبر لائے۔ اور خود بدولت سنتے ہی مہتابی پر بے تابانہ دوڑے آئے سچ ہو ؎

نگند جلوۂ نازِ تو جذبہ دارد
کز آسمان بزمین آورد مسیحا را

جب لیلائے شب کی زلف چلیپا بکمر پہونچی تو چاندنی کا عمل اٹھ گیا اور کالے کوسون تک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا۔ اب وہ چارون پری پیکر رشک قمر نظر سے اوجھل ہوئین تو شہزادۂ بلند ارادہ کے حواس خمسہ بلا اجازت نفرو ہوگئے اپنے معشوق شمع رو کو نہ پایا تو آنکھون تلے اندھیرا چھایا تاریکی مین بھلا کہین چاند نظر آیا ہو ؎

ہو یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہین
وان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارہ ہی نہین

پلنگ پر لیٹے مگر سونا کیا معنی پلک کا جھپکنا تک محال تھا جینا وبال تھا۔ کبھی حالت بیہوشی۔ کبھی خود فراموشی۔ افسوس ؎

غلط ست آنکہ گویند کہ بدل رہیست دل را
دل من ز غصہ خون شد دل تو خبر ندارد

طرح طرح کے خیالات میرزا ہمایون فر کے دل مین جاتے تھے اور دل کی دھڑکن کے مارے اور بھی گھبراتے تھے تھوڑی دیر کے بعد کیا سنتے ہین کہ کوئی دل جلا یہ حقانی اشعار بآواز بلند پڑھتا ہوا راہ راہ جاتا ہو اور سامعین نے بھی ہوش بادہ عرفان کے جرعہ نوش کو بے اختیار وجد مین لاتا ہو ؎

ای ز درد تو بیدلان را بوی درمان آمدہ
یاد تو مر عاشقان را مونس جان آمدہ

صد ہزاران ہمچو موسی مست در ہر گوشۂ
رب ارنی گوید و برداز جوابان آمدہ

یہ پردرد اور معرفت کی ڈوبی ہوئی غزل سنکر شہزادہ ہمایون فر کے دل کی عجب کیفیت ہوئی ایسے مست ہوے کہ آنکھ لگ گئی۔ ایک خدمتگار نے بصد ادب آہستہ سے جگایا۔ اور پاؤن دبا کر یون بیان کیا۔

خادم۔ (خ) حضور حضور۔

شہزر۔ ہون۔

خ۔ حضور میر تصدق حسین صاحب باندہ سے آئے ہین۔

شہزر۔ کون۔

خ۔ حضور باندہ سے میر صاحب آئے ہین
شہزر۔ (خراٹے لینے لگے)
میر صاحب (میر) جی حضور کو رنش عرض ہو اُٹھیے اُٹھیے بس اب یہ نخرے رہنے دیجیے دیکھیے تو کون آیا ہو۔
شہزر۔ (آنکھ کھولکر) کون صاحب ہین۔
میر۔ پہچانیے۔
شہزر۔ (غور سے دیکھ کر) اسم مبارک۔
میر۔ میرزا ہمایون فر۔
شہزر۔ اخاہ۔ تصدق حسین ہین (اُٹھکر بغلگیر ہوے) آؤ یار بھئی خوب آئے۔
میر۔ کہیے کچھ اُڑوسی پڑوسیون کا حال تو کہیے مہتابی پر وہ دونون مہ پارہ نظر آتی ہین یا نہین۔
شہزر۔ ارے میان اب تو چوکڑی ہو۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر سب مست ہین مگر چشم شرم آلود پاس ناموس و ننگ حیا قدم قدم پر ساتھ۔ ادب کا ہر دم خیال بقول شاعر ؎

حیا بہ بیش رخت چشم بستہ می آید	ادب بہ بزم تو صد جا نشستہ می آید

میر۔ یہ کیسے گہرے ہین اُستاد۔
شہزر۔ ہان خوب یاد آیا۔ مین ابھی یہی تو خواب دیکھ رہا تھا خواب مین مین نے دیکھا کہ ایک طرار اور نمکین مہری حسن آرا بیگم کا خط لائی ہو خط پڑھ ہی چکا تھا کہ آپ بلا کیطرح نازل ہوے جی چاہتا ہو کہ گولی مار دون۔
میر۔ اور کیون صاحب یہ آپ نے توبہ جو کی تھی۔
شہزر۔ ؎

بعہد گل شدم از توبۂ شراب خجل	کہ کس مباد ز کردار نا صواب خجل

اور بھئی حق یون ہو کہ ؎

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم	بہار توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم

میر۔ ناحق مفت مین ذلیل ہوگے۔ کلنک کا ٹیکا لگاؤ گے۔ خدا کے لیے پھر توبہ کرو۔
شہزر۔ ابھی ابھی اسی دم۔ مگر ؎

توبہ ما چو زلف خوبان است	چون شکستیم خوشنما تر شد

میر۔ آخران چارون چھوکریون مین سے آپ ریجھے کس پر ہین۔ یا چارون پر دل آیا ہو۔
شہزر۔ چار نکاح جائز ہین یا ناجائز۔
میر۔ ہان شرعاً تو جائز ہین مگر جب چارون کو ایک نظر سے دیکھے۔
شہزر۔ لینے کانا ہو جائے۔ ایک آنکھ بھوانی کے بھینٹ کر دے؟۔
میر۔ اُن چارون مین کوئی نہ کوئی کا فرادا سب سے حسن و جمال اور رعنائی و دلربائی مین بڑھ چڑھ کر ضرور ہوگی اُسکے آپ سب سے زیادہ لٹو ہونگے وہی مطبوع طبع ہوگی۔ اُسکا لقب خاص محل ہوگا۔ پھر عدل کہان رہا۔ اور سالیون کے ساتھ شادی کرنے کو آپ شرعاً جائز سمجھتے ہین؟ معقول بولیے حضرت۔
شہزر۔ آپ بھی طرفہ معجون ہین ایسے سب سالیان اور سب جوروین سالی کی سالی جورو کی جورو چین ہی چین لکھتا ہو
میر۔ تو واقع مین چارون پر دانت ہین۔
شہزر۔ نہین میان ہنستا ہون۔ دو ہی تو ناکتخدا ہین۔
میر۔ اچھا تو پھر امیدوار ہم بھی ہین۔
شہزر۔ اب رنگ لائی گلہری۔
یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ محلے مین دفعتہً غل ہوا

چور چور لینا جانے نہ پائے۔ گانس لو۔ چانس لو۔ لینا گانس لیا ہے۔ جسے دیکھو چونک پڑتا ہے۔ ہائین ہائین کہان ہے کہان ہے۔ کوئی چراغ روشن کرتا ہے۔ کوئی بیوی کا زیور ٹٹولتا ہے۔ چوطرفہ کھلبلی مچ گئی۔ محلے والے باہم یون چہ میگوئیان کر رہے ہین۔

۱۔ پکڑا گیا۔ ؟ پکڑا گیا۔

۲۔ ہان ہان گرفتار ہوگیا۔

۳۔ ارے کہان کودا۔ پکڑا گیا چور کہ نہین پکڑا گیا۔

۴۔ سوڑ ھیلے آج شام کو ہمارے یہان بھی آئے تھے۔

۵۔ بھیا اندھیاری رات بڑی کٹھن ہے۔ اور ان ساڑن کی اندھیاری مان چڑھ بنت ہو۔

۶۔ مین نے کئی بار غور سے دیکھا کہ کالا کالا آدمی مہتابی پر کھڑا ہے جب مین اٹھا تو غائب ہوگیا۔

۷۔ ارے میان کسکے گھر مین چور آئے تھے۔

۸۔ اجی وہی سامنے والے محل مین۔

۹۔ سامنے والے محل مین ؟ بیگم صاحب کے ہان ؟۔

۱۰۔ ہان ہان بارے بخیر گذشت۔

شہزہ۔ ارے یار کچھ سُنا۔

میر۔ ہان چور کہین گھسا تھا۔

شہزہ۔ کمبخت کہین نہین۔ وہین وہین۔

میر۔ وہین کہان ؟۔

شہزہ۔ تمھارے سر مین۔ اجی حسن آرا کے ہان اور کہان کیون بھئی موقع تو اچھا ہے چلتے ہو اسوقت چلو ہو آئین۔ اسی بہانے احسان جتائین مفت کرم داشتن۔

میر۔ سوچ لو۔ ایسا نہو کہ پیچھے سر سے ہاتھ جائے۔ تم تو شہزادے بن کے چھوٹ جاؤ گے۔ اُلو مین بنونگا۔

شہزہ۔ (خدمتگار سے) پانی لاؤ منہ دھوئین اور بارنش کا بوٹ لاؤ۔

میر۔ چل کر کیا کہو گے۔

شہزہ۔ مبارکباد۔

میر۔ اپنا بخوبی انتظام کرتے چلتے ہو کہ گردن ہی ناپی جائے۔

شہزہ۔ اجی کہینگے کیا۔ بس افسوس کرینگے۔

میر۔ تو افسوس کرنے جاتے ہین آپ لاحول ولا قوۃ۔

شہزہ۔ مطلب سعدی دیگر ست۔ افسوس اظہار ہمدردی ہے شاید اِسی پھیر مین نظرے گذرے خوش کی ٹھہرے۔ اور نہین تو نہ سہی۔ آواز ہی سن لینگے حالانکہ ؎

قانع بہ تجلی نشود طالب دیدار
پروانہ بہ مہتاب تجلی نتوانکرد

مگر ؎

چھیڑ خوبان سے چلی جائے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

دونون خوش گپیان کرتے ہوئے چلے۔

حسن آرا بیگم کا محل عشرت منزل کچھ کالے کوسون تو تھا ہی نہین کہ سواری پر جاتے گھر سے دو قدم چلے اور وُن سے داخل۔

کیا دیکھتے ہین کہ چالیس پچاس آدمیون کے غول مین ایک شخص چور کو لیے کھڑا ہے۔ اور چوطرفہ سے بے بھاؤ کی پڑ رہی ہین۔ ایک نے تڑ سے چپت جمائی۔ دوسرے نے ٹیپ رسید کی اور نبلی ڈوب کردہ ہو رہا۔ تیسرے نے آتے ہی زناٹے سے دھپ دی۔ چوتھے نے عین کھوپڑی پر چاخ سے دھول لگائی۔ الغرض چور پر اتنی پڑین کہ بلبلا گیا

مگر قہر درویش بر جان درویش کرتا گیا۔ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ جھلا جھلا کر روتا جاتا تھا مگر اس کرائے ہن کے صدقے کہ اُف تک نہ کی۔ چپت پڑی اور گھورنے لگا۔ دو تین رحم دل رقیق القلب آدمی تو البتہ بچاتے تھے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ بس اب تو کھوپڑی پلپلی کر دی باقی اور تڑاتڑ جماتے جاتے تھے۔ ایک نے کہا خوب ہاتھ گرمائے۔ دوسرے نے کہا وہ تڑاتے کی چپت رسید کی واللہ کہ چھٹی کا دودھ ہی میاں یاد کرتے ہونگے۔ تیسرے بولے میں بھی کڑھی آمد کی آگیا چوتھا بولا ہم تو پورے ہاتھ سے لگاتے تھے جس میں چوٹ بہت کم آئے مگر آواز وہ ہو کہ جیسے آسمان کی خبر لائے پانچویں ارے یار ہاتھ درد کرنے لگا۔ مگر خدا جانے ربڑ کی کھوپڑی بنی ہے مردود کی یا اینٹ کی ہے۔ چھٹا۔ جی ہاں جانو کھائی تو جائے گا۔ چھوڑ دوں دونوں۔

چور۔ چھوٹونگا تو چچا ہی بنا کر چھوڑونگا۔ بچہ دیکھو تو سہی

شہزہ۔ بڑے شاہیں چور معلوم ہوتے ہیں حضرت۔

چور۔ حضور پرسوں غلام در دولت پر بھی ہو آیا ہے۔

شہزہ۔ مجھے کسی نے اطلاع نہ دی ورنہ میں آپکی شان کے موافق آپکی خوب خدمت کر دیتا۔

مصاحب۔ اجی حضور یہ گلباز ہے۔ دور دور کے چور اسکا نام سنیں تو کان پکڑیں۔

چور۔ ابے تیرا باپ بھی ہماری ہی ٹکڑی میں بیٹھتا تھا۔

مصاحب۔ چپ نہیں دونگا ایک چپوٹا تیسی حلق میں ہو رہے گی۔

چور۔ چھٹ جاؤں تو چپوٹے اور لپوٹے کا حال بتا دوں کیا کروں بے بس ہوں ورنہ تم سب کو پیس کے دھر دیتا۔ ہم بنا ڈالتا۔ شر سر۔

نواب صاحب۔ (ن) (بہار النساء بیگم کے میاں) اللہ ری زبان کیا طرار آدمی ہے۔

شہزہ۔ اجی حضرت اسکی پور پور میں پیچ ہیں۔ واللہ اور آدمی شہ زور بھی ہے۔

میر۔ بجا ارشاد ہوا مگر تیل بدن میں ضرور ملے ہے۔

ن۔ جی ہاں یہ اکثر چوروں کا قاعدہ ہے۔

شہزہ۔ (گستاخی معاف) چوروں کے قاعدے سے خوب واقف نکلے۔ سچ ہے۔ (ولی را ولی می شناسد)۔

ن۔ بجا ہے۔ ولی را ولی می شناسد کی اچھی پھبتی کہی۔

میر۔ حضرت یہ آخر آیا کدھر سے اور پکڑا کیونکر گیا۔

ن۔ میں پھر پھرا کر کوئی دس بجے کے وقت شہر سے آیا تو پھاٹک کے پاس سرنگ گھوڑے نے ٹھوکر لی۔ کوئی منٹ تک مشعل روشن کرا کے میں نے گھوڑے کو دیکھا اور ایک آدھ گھنٹے تک باغ میں ٹہلا کیا۔ گیارہ بجے اندر گیا دسترخوان بچھا کھانا کھایا۔ لوٹتے پوٹتے بارہ بج گئے۔ مگر ایک بجے پھر آنکھ کھل گئی ٹہلا کیا۔ دو کے عمل میں خوب گہری نیند آئی بس ایک دفعہ ہی حضرت سلامت غل کی آواز سنی۔ تو چونک اُٹھا معلوم ہوا کہ چور آیا ہے۔ تلوار لیکر دوڑ پڑا۔ اب سنئیے چور جو گھبرایا تو زینے پر چڑھنے لگا۔ میں تو اوپر سے آرہا ہوں اور وہ نیچے سے زینوں پر چڑھتا ہے۔ بیچوں بیچ میں مڈبھیڑ ہوئی اُسنے چھری نکالی مگر میں نے ایک ہاتھ چھوڑا۔ ولایتی چمچماتی ہوئی پڑی ذرا ہاتھ اوچھا نہ پڑے تو بھنڈارا کھل جائے مگر اسکی بدی تو تھی ہی نہیں بچ نکلا۔ پھر قبلہ تلوار کی چمک کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے۔ بھلا۔ ایسا سہما کہ ہوش پیترا ہوا اس قدر

ہو گئے بھاگتے راہ نہ ملی پاؤن کہین رکھتا ہو قدم کہین پڑتا
ہو زینہ اُترتے اُترتے دو بار ٹھوکر کھائی۔ اب چھت پر
پہونچے وہان ستورات کمرمین غل مچا رہی تھین جھپٹ
کے چاہا کہ نیچے کو د پڑے مگر جبتک مین پہونچون پہونچون
میری چھوٹی سالی نے اس پھرتی سے رسّی کا پھندا بنا کر
پھینکا کہ اُلجھ کر اَرارا کے گرا۔ اُٹھ کر بھاگنے ہی کو تھا
کہ بندۂ درگاہ گلے پر تڑاق سے موجود۔ جاتے ہی چاپ بٹھا
عورتون نے دہائی دینا شروع کی اب ہزار دن قسمین دیجا
ہین کہ نہ چھوڑے تو ہمارا ہی مرا دیکھے۔ نہ چھوڑے تو
ہماری ہی جتی کھائے۔ نہ چھوڑے تو ہمین کو روئے
ہمین کو ہو کرے۔ مگر مین کچھ ایسا تھا ہی نہین کہ چھوڑ دیتا
پیچ دانہ سے خوب گانسے رہا۔ اتنے مین خدمتگار رسپاہی
نوکر چاکر سب آن موجود ہوے۔ مشکین کسی گئین حضرت
کی اور کشان کشان لوگ اِنکو یہان لائے تب سے
بے بہاؤ کی پڑ رہی ہین اِنپر مجکو دھمکاتا ہی مردک کہ
جب چھوٹونگا تو حلال ہی کر ڈالونگا مگر یہان ان چھٹرن
مین کب آتے ہین۔

شہزہ۔ ابھی بکنے دیجیے نامعقول کو۔ ذرا کسی آدمی کو حکم دیجیے
کہ دیکھے بید کے نشان تو نہین ہین۔ ابھی تو سارا آٹے دال
کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔

ن۔ بہت خوب۔ حسین علی۔ دیکھ تو لو۔

حسین علی۔ ہان صاحب اِسکے بید ہی بید کے نشان ہین
اور دھاری کرمی۔ ہمسے سنیے پارسال ہمارے سکٹ مین
بیٹھا تھا مولی چرائی۔ لکڑی چرائی۔ کدال چرائی۔
پکڑا گیا تو پندرہ جرب (ضرب) بید کا حکم ہوا۔

شہزہ۔ ہان تو سزا یافتہ ہین حضور یہ کیسے۔

میر۔ ابکی پھر بڑا گھر دیکھا میان نے۔

چور۔ ہونھ وہ تو ننہال ہی۔

میر۔ شاباش۔ بیہیا کے بسیون بسوے۔

ن۔ (شہزادے سے) یہ آپ نے کہان اسوقت تکلیف
فرمائی پڑوسیون پر اس درجہ ہمدردی۔

شہزہ۔ حضرت ہمسایہ گھر کا جایا۔ مین نے کہا چلکر دیکھون
تو کیا واردات خدانخواستہ ہوئی بارے شکر ہی کہ بخیر گذشت
آپ اسقدر قریب ہین مگر خدا آپکو توفیق ہی نہین دیتا کہ کبھی
غریب خانہ تک تشریف لائیے سچ ہی۔ ع

شاہان کم التفات بحال گدا کنند

ن۔ پیرو مرشد کیا عرض کرون۔ بوجوہ چند در چند حاضر نہو سکا
معاف فرمائیے گا۔ ذرا دم کے دم تشریف رکھیے حقہ نوش جان کیجیے

شہزہ۔ بہت اچھا۔ حضرت ہم تو بے تکلف آدمی ہین۔

ن۔ چلیے کوٹھی مین بیٹھین۔ یہان اوس مضر ہی۔

شہزہ۔ اہ حضرت اسوقت حبس مین تو کچھ بیٹھنا نہین اچھا معلوم ہوتا ہی

ن۔ کیا مضائقہ۔ کرسیان لاؤ جی۔ مونڈھے نکالو۔

نواب صاحب اور شہزادہ مرزا ہمایون فر اور میر صاحب
کرسیون پر دروازے کے قریب متمکن ہوے۔ تو یون
باہم چہ میگوئیان ہونے لگین۔

ن۔ ان ذات شریف کو اب کو توالی چبوترہ دکھاؤ۔

شہزہ۔ حضرت آپ کی سالی تو واقعی بڑی شیر دل نکلین
دوسری کم سن عورت ہو تو ڈر جائے ای ہی بوٹی بوٹی کانپنے
لگے واللہ۔

ن۔ جی ہان۔

شہزر۔ چھوٹی ہین نہ آپ کے گھر کے لوگون سے۔

ن۔ جی ہان۔

مکان کے اندر اُن مہوشان زہرہ تمثال اور گلرخان جادو جمال کے فرشتہ خان کو بھی خبر نہین کہ باہر میرزا ہمایون فر تشریف رکھتے ہین آپس مین ہنس ہنس کر یون باتین کر رہی تھین۔ ع۔

مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہے۔

سپہر آرا۔ (سپہر) ہے ہے باجی مین نے جب اُس کالے کالے سنڈے کو دیکھا تو سن سے جان نکل گئی۔

روح افزا۔ (روح) موا تمباکو کا پنڈا اٹھا موٹے موٹے ہاتھ پاٹون۔

سپہر۔ جنازہ نکلے موندی کاٹے کا۔ علم بردار کا علم ٹوٹ پڑے۔

حُسن آرا۔ (حسن) وہ تو خیر گذری کہ صندوق ہاتھ سے گر پڑا نہین تو سب موس لیجاتا۔

سپہر۔ بہار النسا بہن کی چڑچڑی ساس لاکھون ہی سناتین کہ میری بہو کا گہنا سب بیچ کھایا جانے کیا باندھنو باندھتین۔

بہار النسا۔ (بہار) چور چور کی بھنک کان مین پڑی تو مین کلبلا کر چونک اُٹھی بھاگی تو چونڈا بھی کھل گیا۔ اسے جانتا ہے بڑی محنت سے باندھا تھا۔ چلو خیر۔

روح۔ (قہقہہ لگا کر) بس ہماری باجی کو دن رات چوٹی کنگھی بناؤ چناؤ ہی کی فکر رہتی ہے۔ خواب مین بھی نکھرتی ہی ہونگی۔

حسن۔ بھئی خاتون جنت کی قسم جتنا اِنکو اس بات کا خیال ہے اور جسقدر یہ بنتی ٹھنتی رہتی ہین اُسقدر ہمارے خاندان بھر مین تو کسی کو نہین ہے جبھی تو دولہا بھائی انپر ریجھے ہوے ہین کیون بہن۔

بہار۔ چلو میٹھی رہو۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔

سپہر۔ بگڑ گئین بگڑ گئین جیسے کوئی اُنکی دھمکی مین آجائیگا۔

روح۔ باجی ذرا تمھین اپنے دل مین سوچو کہ کہان تو چور کی بات چیت ہو رہی تھی اور کہان تمنے اسنجوڑے کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور کسے سے چڑتی ہو۔

حسن۔ اماجان روز کہا کرتی ہین کہ خورشید دولہا کو بہار النسا کے ساتھ عشق ہے۔

بہار۔ ہان سنا ہے۔ ہونہہ۔ عشق ہے۔ کالے سر کی ایک تو اُنسے بچنے نہین پاتی ہے۔ عشق ہے! آئین وہان سے بڑی وہ بن کے۔ عشق نہین وہ ہے۔

سپہر۔ کیا دولہا بھائی سے کچھ اچھی ہین آپ۔

بہار۔ جلئیے کڑھیے ہی سہی۔ پھر آپکو کیا۔ اے ہان بڑبڑ لگائی ہے ناحق بن ناحق۔ کون اچھا ہے کون بُرا ہے۔ پھر۔

اب لطیفہ سنیے کہ میرزا ہمایون فر باہر بیٹھے چپکے چپکے ساری گفتگو سن رہے تھے بعض بعض پیاری پیاری بھولی بھولی باتون پر ہنسی بڑی دقتون سے ضبط کر سکے۔ نواب بیچارے کٹ کٹ گئے مگر چپ مجبور اندر جا کر سمجھائین تو بھی خلاف ادب ہے چپکے بیٹھے رہین تو بھی رہا نہین جاتا جان عذاب مین تھی جھینپ کر شہزادہ بلند ارادہ نے کہا کہ سیری تو نہین ہوتی مگر اب تخفیف تصدیع۔ یار زندہ و صحبت باقی۔

ن۔ تشریف لیجائیے گا۔ اسوقت آپ نے کمال ممنون فرمایا۔ س

ز فقر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم	ز التفات بمہانسرائے دہقانی
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید	کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانی

شہزر۔ حضرت بندہ تو آپ سب صاحبون کا خاک پا ہی۔ ایک ذرۂ بیمقدار۔ ناچیز آدمی شاہی اور شہزادگی اور سلطانی اور خسروی کسکی۔

ن۔ یہ آپکی بزرگی ہی۔ اس درجہ کسر نفسی عین دلیل کمال ہی

میر۔ آپ ہمارے ملک کے شہزادے ہین۔

ن۔ اسمین کیا شک ہی۔

شہزر۔ اجی حضرت آپ نے سنا نہین۔ ع

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

اب رخصت ہوتا ہون۔

ن۔ فی امان اللہ۔

ادھر شاہزادۂ والانژاد فرخ نہاد بادل شاد اپنے دولتخانۂ عظمت کاشانہ کی طرف بصد زیب و تجمل میر صاحب سے باتین کرتے اور فرط طرب سے ستانہ وار قدم دھرتے روانہ ہوے اُدھر نواب صاحب نے محلسرا مین تشریف ارزانی فرمائی اور یون باتین کرنے لگے۔

ن۔ تم لوگون کی بھی عجب عادت ہی۔ جب دیکھو گی کہ کوئی غیر آدمی آن کر بیٹھا ہی۔ بس تب ہی خواہ مخواہ غل مچاؤ گی اس وقت ایک بھلے مانس بیٹھے تھے اور یہان چہل ہو رہی تھی۔ ایک بولی دولھا بھائی اسپر ریجھے ہین۔ دوسری بولین تمکو سواے بناؤ چناؤ اور سنگار پٹار کے اور بھی کچھ آتا ہی۔ گھر بھر کا کچا چٹھا کہہ سنایا اور مین دل ہی دل مین کٹ کٹ کے رہ گیا۔

بہار۔ وہ بھلے مانس نگوڑا کون لٹیری سودائی تھا جو اسنے وقت پنچایت کرنے آبیٹھا۔

روح۔ اے تو اب کوئی انکے مارے اپنے گھر مین بات نکرے گھونٹ کر مار نہ ڈالیے۔ واہ یا تو دولھا بھائی اتنی انگریزیت برتتے ہین کہ ڈاکٹر کو منھ دکھاؤ۔ یا اتنا پردہ کہ کوئی اپنی چار دیواری مین بھی نہ بولے۔

حسن۔ ہم بھی تو سنین دولھا بھائی وہ بھلے مانس کون تھے؟

ن۔ اجی یہی جو سامنے رہتے ہین۔ شہزادے۔

بہار۔ ہمایون فر۔

ن۔ ہان ہان۔

حسن۔ ارے تو آپ نے آن کر ہمسے کہہ کیون نہ دیا۔

روح۔ ای ہان پھر ہم کاہے کو بولتے۔

بہار۔ اپنی خطا نہ کہین گے۔ دوسرون کو مفت مفت للکارینگے۔

ن۔ اسوقت وہان سے آنیکا موقع نہ تھا۔ حسن آرا۔ تمھاری بڑی تعریف کرتے تھے۔

حسن۔ (رنگ فق)

سپہر۔ کلیجا دھک دھک کرنے لگا۔

روح افزا نے حسن آرا کے چپکے سے چٹکی لی حسن آرا کا خون خشک ہو گیا کہ بار خدا کہین کسی موذی نے اپنی طرف سے نمک مرچ لگا کر تو نہین کچھ پٹی پڑھادی ہی۔ بہار النسا تو رازدان تھی ہی بات ٹال دی۔

بہار۔ اب وہ چور کہان بھیجا گیا۔

ن۔ مجھسے ہمایون فر نے پوچھا کہ چور کو کس نے گرفتار کیا مین نے کہا میری چھوٹی سالی نے بہت ہی ہنسنے اور کہنے لگے کہ بڑی عقلمند معلوم ہوتی ہین۔

بہار۔ ارے بابھی تعریف کرتے تھے۔ حسن آرا کی۔

ن۔ ہان بہت خوش ہوے۔

یہ بات جو سُنی تو حسن آرا کی جان مین جان آئی نواب باہر گئے کہ باغ مین مسہری پر مزے سے آرام کرین۔ توان بہنون کو باہم مکالمہ کرنے کا اچھا موقع ملا بےتکلفی سے باتین کرنے لگین۔

حسن۔ اُف اللہ جانتا ہے مین تو دھک سے رہ گئی ہی ہی تھر تھر کانپتی تھی کہ یا اللہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ انکا عورت کے بھیس مین یہان آنا اور بیٹھنا اور گلوریان کھانا اور بیدھڑک ہمکو بےحجاب دیکھ جانا اور پتنگ ڈھانا اور خط بھجوانا۔ سارا کچا چٹھا کسی گھر کے بھیدی نے دولھا بھائی سے کہدیا۔

روح۔ اور مین کیا سمجھی؟ مین بھی یہی سمجھی بہن۔ جبھی تو مین نے چٹکی لی کہ ہی ہی غضب ہی ہو گیا۔

بہار۔ میری بڑی گت تھی اُسوقت اسی سے مین نے بات کاٹ دی کہ کسی وقت اکیلے مین باتون باتون مین ٹٹولونگی کہ آخرش یہ ماجرا کیا ہے۔ کچھ سُنین تو سہی۔

سپہر۔ سچ کہون مین تو بھاگ جانے کو تھی۔ جی چاہتا تھا جا کے کنوئین مین کود پڑون۔

حسن۔ ہان صورت دکھلانے کے لائق تو نہ رہتی پھر۔

سپہر۔ اور اُس موے کی بدذاتی اور ڈھٹائی تو دیکھو کہ چور کا نام سنتے ہی آ ڈٹا۔ بھلا کیا وجہ تھی اسکی ایسا کہان کا بڑا رستم تھا خاصہ بدذات ہے چھٹا ہوا۔

حسن۔ تین بجے ساڑھے تین بجے کے وقت آپ جو آئے تو کیون آئے۔

روح۔ مین بتاؤن۔ اُسکو یہ خبر نہو گی کہ دولھا بھائی گھر پر ہین۔ نہین تو نہ آتا او جو یہ نہوتے تو چوری کے پھیر مین وہ تو گھر مین گھس پڑتا۔

بہار۔ نہین واہ۔ شہزادہ ہے۔ کوئی ایسا ویسا ہے۔

سپہر۔ کام تو شہدون کے ایسے ہین۔

اب ایک اور لطیفہ سنیے۔ چور آیا۔ غل غپاڑا ہوا۔ پکڑا گیا زمانہ بھر مین ہلڑ مچا محلہ بھر جاگ اُٹھا۔ چور تھانے پر پہونچا۔ مگر بڑی بیگم صاحب ابھی تک خرّاٹے ہی لے رہی ہین جب بیدار ہوئین تو بی مغلانی کو آواز دی۔

بڑی بیگم۔ (ب) مغلانی۔ اری مغلانی۔ کیا مر گئی۔

مغلانی۔ جی کہیے۔

ب۔ کچھ غل سا مچا تھا ابھی۔

راوی۔ سبحان اللہ۔ بہت جلد جیتین۔

مغلانی۔ ہان بیگم صاحب کچھ آواز تو آئی تھی۔

راوی۔ معقول بڑی بی تو بڑی بی چھوٹی بی سبحان اللہ

ب۔ ذری کسی سے پوچھو تو۔

مغلانی۔ اری بیوی پوچھنا اسمین کیا ہے۔ بھیڑیا ویڑیا آیا ہو گا۔

ب۔ مین نے آج ہاتھی کو خواب مین دیکھا ہے اللہ بچائے

پیاری کی مان۔ (پیا) بیگم صاحب۔ رات چور آیا تھا۔

ب۔ کیا؟ کس کے ہان۔

پیا۔ آپ کے ہان اور کسکے ہان۔

ب۔ اُف اللہ بچائے۔ مغلانی جا کے پوچھو تو۔ دیکھو سب خیریت ہے نہ۔ بس تم اتنا پوچھنا روح افزا سے کہ بڑی بیگم صاحب پوچھتی ہین یہ غل کیسا مچا تھا؟ سپہر

حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا تینوں کی تینو اب کھلا کر

ہنس پڑین کوئی دس منٹ تک قہقہہ رہا۔ شاید ہمارے ناظرین پوچھین کہ بہار النسا بیگم کہان تھین۔ بس ناگفتہ بہ نواب صاحب جانین اور وہ جانین۔

حسن۔ امان جان بہت جلد جاگین۔ بی مغلانی کیا تم بھی گھوڑے بیچکر سوئی تھین۔ اللہ ری نیند۔

مغلانی۔ ذری آنکھ لگ گئی تھی۔ مگر کچھ غل کی آواز ضرور آئی تھی۔

حسن۔ کچھ کچھ! محلہ بھر جاگ اٹھا تمھارے نزدیک کچھ ہی کچھ غل تھا۔ ٹھیک۔

روح۔ دونون اچھی رہین۔ چور آیا۔ غل مچایا۔ کوٹھون کوٹھون دوڑا۔ پکڑا گیا۔ تھانے بھیجا۔ اب جب سب کے سب سونے لگے تو تم آن کے پوچھتی ہو کہ کیا غل مچا تھا۔

سپہر۔ اے کاہےکے واسطے بہکاتی ہو۔ بی مغلانی تم جاکے سو رہو۔ غل تھا نہ ول تھا کوئی سوتے سوتے برا اٹھا ہوگا تم جاؤ سو رہو۔

حسن۔ جاکے بڑی بیگم صاحب سے کہدو کہ چور آیا تھا مگر جاگ ہو گئی۔

مغلانی۔ اے خدا نہ کرے۔ بری فال منہ سے نہ نکالو۔

تینون بہنین مغلانی کی سادگی پر بے اختیار ہنس پڑین

حسن۔ اُف بہن پیٹ مین بل پڑ گئے۔

روح۔ میرا تو برا حال ہو مارے ہنسی کے۔ اُف

سپہر۔ بی مغلانی تمنے تو دھوپ مین بال سفید کیے ہین سنتے جاتے ہین کہ چور تھا نہ دور تھا۔ یہ دونون بہنین ملکے تمکو بیوقوف بناتی ہین تم مانتی ہی نہین۔

مغلانی۔ اے گیا چولھے مین نگوڑا چور۔ ادھر آنیکا رخ کرے تو آنکھین ہی پھوٹ جائین موے کی۔ کیا ہنسی ٹھٹھا ہو اندر سے باہر تک اللہ کی عنایت سے پچاس آدمی۔ چور مونڈی کاٹا آئیگا کدھر سے۔

سپہر۔ دیکھو تو سہی بھلا۔ اور پھر بری فال منہ سے نکالتا۔

مغلانی۔ ابھی بڑی بیگم سن لین تو غل مچائین۔

سپہر۔ اور نہین تو کیا انکو ایسی باتون سے بڑی چڑھ ہو۔

بی مغلانی کو نیند کے جھونک مین اٹھنا بڑا اخار گذرا تھا یہان آئین تو ان سب نے ملکر بنا ڈالا جھنجھلائی ہوئی تھین اور بڑی بیگم سے یون کہنے لگین۔

مغلانی۔ اے حضور نہ کچھ ہے نہ وہ۔ بیکار و بیکار کو جگایا۔

ب۔ آخر کچھ کہو گی بھی یا بڑبڑایا کرو گی۔

مغلانی۔ (لیٹ کر) کہون کیا بیوی۔

ب۔ آخر کہین گئی تھین۔ کچھ پیغام کہا۔ غل کیسا تھا۔ چور آئے تھے۔ بھیڑیا تھا۔ کیا تھا۔

مغلانی۔ نہ بھیڑیا تھا نہ چور تھا نہ کہین غل تھا نہ شور تھا کوئی سوتے سوتے برا اٹھا بس اور تھا کیا۔

ب۔ پیاری کی مان۔

پیا۔ آئی حضور آئی کہیے۔

ب۔ تم باہر جاکر آدمیون سے ابھی پوچھو کہ یہ غل کیسا تھا

پیا۔ بیوی مین ابھی گھڑی ڈیڑھ گھڑی ہوئی کہ باہر سے آئی ہون۔ کوٹھے پر کل تنہا آیا تھا۔ کوٹھری کا قلعہ (قفل) توڑ کر جمع جتھا ٹٹولتا تھا (مگر) صندوق جب اٹھایا تو بھڑ بھڑا کے گر پڑا ہاتھ سے بس جاگ ہو گئی اتنے مین نوابصاحب کوٹھے پر سے ننگی تلوار لے کر دوڑ آئے۔

(پیاری کی مان کھانسنے لگی)۔

ب۔ ہان ہان پھر۔ کھانسی بھی نگوڑی اسیوقت آتی ہو۔

پیا۔ پھر چور کو پکڑ لیا بس نیچے لے گیا وہ سئیس پکڑ کے مین آ تو آ محلہ بھر جاگ اُٹھا۔ سب دوڑ آکے بیوی مین کیا کہون۔ کئی گھونسے پڑے۔ دے ٹکّی۔ کچھ مرنکا لڈا لا۔

ب۔ خورشید دولھا کے دشمنون کو تو کہین چوٹ ووٹ نہیں آئی۔

پیا۔ نا بیوی ایک پھانس تک تو چُبھی نہین۔

ب۔ چور کچھ لے تو نہین گیا۔

پیا۔ ایک جھنجھی تک نہین۔ لیجاتا تو ضرور مُل جاگ جو ہو گئی۔

ب۔ چور اب ہی کہان

پیا۔ نواب صاحب نے اُسکو خادم حسین کے سپرد کرکے تھانے پر بھیجا ہی۔

ب۔ گیا موا جہل خانے۔ (جیلخانہ)

مغلانی۔ اب چکّی پیسنی پڑیگی۔

ب۔ تو تو کہتی تھی کہ کوئی سوتے سوتے بڑا اُٹھا تھا۔ جھوٹی زمانے بھر کی۔ ذرا صاف صاف نہ پوچھا گیا چل جا ہٹ۔

مغلانی۔ اے بیوی حسن آرا بیگم۔

ب۔ بس چلو اب بہت باتین نہ بناؤ۔ شرمائے نہ شرمانے دے۔

روح۔ (حسن آرا سے) اب نہ سوؤ نہین تو نماز قضا ہو جائیگی۔

سپہر۔ اے نہین ابھی کوئی چار کا عمل ہوگا۔

حسن۔ چار بج گئے۔ ہماری بھی آنکھین جھپکی پڑتی ہین ابھی دو گھنٹے رات ہے۔

بہار النسا بھی تشریف لائین۔

بہار۔ اب دو گھنٹے رات کہان ہے چار بج گئے ساڑھے پانچ پر تڑکا ہوتا ہی۔

حسن۔ ہان جب ہی۔

مرغان سحر چہک رہے ہین	گلہاے چمن مہک رہے ہین

بہار۔ چشم بد دور ہماری بہن کیا جلد شعر کہ لیتی ہین کسی روز اپنے دولھا بھائی کو شعر سُناؤ۔

حسن۔ واہ ہم کیا اور ہمارے شعر کیا۔ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا۔

بہار۔ اے تم سب نے ملکر قہقہہ لگایا تھا۔ نواب سمجھے کہ اُنکو تم کسی بات پر ہنس رہی ہو ہمسے کہا کہ تمہاری بہنین ہمکو ہنس رہی ہین۔ چھیڑ خانی بُری۔ پھر ہم بھی چھیڑینگے تو اپنی داؤن ترانہ لگے۔

روح۔ اونہہ۔ اونہہ۔ چھیڑینگے۔

سپہر۔ کیسے شوق سے چھیڑین۔

حسن۔ بڑی بہن کے پیارے دولھا ہین نہین تو ہم سب ملکر اُنکو بنا لیتے۔

خیر اس حیص بیص اور یہ میگوئی مین پو پھٹنے لگی۔ اب تھانے کا حال سنیے کہ کوئی ساڑھے تین بجے کے وقت نواب صاحب کے نوکر چور کو لے کر تھانہ پر پہونچے تھانہ دار صاحب نداد جمعدار شراب پیے مست پڑے ہین محرر چوک کے کسی کمرے پر ہین کانسٹبل اپنی اپنی ڈیوٹی پر صرف ایک برق انداز تپائی پر بیٹھا اونگھ رہا ہی۔

خادم حسین۔ (خا) (ملازم نواب صاحب)
صوبہ دار صاحب ہین۔
کانسٹبل۔ اونگھ رہا ہو۔
خا۔ ارے یہان کوئی ہو۔
کانسٹبل۔ (پینک مین)
خا۔ ارے یہان کوئی ہو یا سب کو سانپ سونگھ گیا۔
خدمتگار۔ (خد) اچھا سناٹا ہو۔
خا۔ (آگے بڑھکر) ارے کوئی ہو۔؟۔
کانسٹبل۔ حکم در۔
خا۔ ذرا سامنے آؤ۔
کانسٹبل۔ کون ؟۔
خا۔ خادم حسین۔
کانسٹبل۔ کہان سے آئے ہو۔
خا۔ اب یہانتک آؤگے بھی کہ وہین سے باتین بناؤگے
خد۔ کب سے حیران ہیں کچھ ٹھکانا ہو۔
کانسٹبل۔ (اُٹھکر) کہان سے آئے ہو۔ کیا کوئی واردات ہو گئی۔
خا۔ ہان اِنکو پہچانو۔ رات کو کوئی تین بجے چوری کرتے ہوے یہ پکڑے گئے۔
کانسٹبل۔ اُف۔ وہی جھگڑے کی ستائی سکتنے کی چوری ہوئی۔
خا۔ چوری ہونے نہین پائی تھی کہ جاگ ہو گئی۔
کانسٹبل۔ پھر۔
خا۔ پھر یہ پکڑے گئے مشکین کسی گئین ذلیل ہوے۔
کانسٹبل۔ محلہ کا کانسٹبل تو ساتھ آیا ہی نہیں۔
خا۔ کانسٹبل کسی حلوائی کی بھٹی مین سو رہا ہو گا۔
برق انداز کا کہین پتا ہی نہ تھا۔
خد۔ سارا محلہ بھر اُمنڈ آیا مگر سپاہی کا پتا نہ تھا۔
کانسٹبل۔ جب مال کچھ چوری ہی نہین گیا تو اُسکو پکڑ کیوں لائے بیچارے کو۔
چور۔ (مارے خوشامد کے) ہان صوبہ دار صاحب دیکھو تو بھلا
کانسٹبل۔ بیکار جھگڑا بڑھایا۔
خا۔ اب کچھ رپٹ وپٹ لکھوگے یا نہین۔
کانسٹبل۔ اجی کیسی رپٹ۔ آئے وہاں سے رپٹ لکھو چھوڑ دو چور کو۔
خا۔ واہ چھوڑ دینے کی ایک ہی کہی۔ لکھیم پور کے تھانے پر مین بھی چار مہینے محرر رہ چکا ہون۔ اور سنیئے کہنے لگے چھوڑ دو۔ واہ واواہ۔
کانسٹبل۔ نہ چھوڑوگے تم۔
خا۔ ہوش کی دوا کرو میان۔ کسی اور بھروسے نہ بھولنا مین کسی ایسے ویسے کا نوکر نہین ہون۔ میان بڑے نامی وکیل ہین اور گھر کے رئیس۔ چھوڑ دینے کی ایک ہی کہی اِسکے ساتھ تمکو بھی پھنسواؤن تو سہی۔ محلے کے برق انداز کی تو نوکری مین فرق آگیا سمجھو۔ وہ تو بچتا نہین نظر آتا۔
کانسٹبل۔ (چور سے) ابے تجھے اُنھون نے کتنے گھنٹے اپنے ہان رکھا تھا۔
چور۔ صاحب پکڑ کے بس یہان لے آئے۔
کانسٹبل۔ دُت گوکھے۔ ابے تو کہنا کہ مین راہ راہ چلا جاتا تھا انسے مجھ سے لاگ ڈانٹ تھی انھون نے گھات پاکر مجھے پکڑ لیا اور خوب پیٹا اور چار گھنٹے تک اصطبل کی کوٹھری مین

بندر کھا -

چور - لاگ ڈانٹ کیا بتاؤن -

کانسٹبل - کہدینا کہ اُس شخص کی جورو پر یہ بُری نگاہ ڈالتے تھے تو مین نے کئی دفعہ ٹوکا - یہ زبردست مین غریب آدمی - بس لاگ ڈانٹ ہو گئی -

چور - مگر میری جورو تو چار برس ہوے ایک کے ساتھ نکل گئی -

کانسٹبل - بس تو بات بن گئی - کہدینا کہ انھین کی سازش سے نکلی تھی -

چور - مین گانون پر تھا جب وہ ایک کے ساتھ چل دی -

کانسٹبل - اچھا تیرے گھر مین کوئی اور جوان ہی -

چور - ہان - بہن ہی -

کانسٹبل - کیا سن ہو گا -

چور - لڑکوری ہی - کوئی بیس بائیس برس کی ہو گی

کانسٹبل - کیسی ہی ؟ -

چور - آپ سے رنگ کھلتا ہی -

کانسٹبل - بس اُسی کا نام لینا - تو اُنپر دو جرم قائم ہونگے - ایک یہ کہ جھوٹ موٹ تجھکو پھانس لیا - دوسرے حبس بیجا -

چور - اچھا -

خدا - اسوقت کچھ ہنسی آتی ہی اور کچھ غصہ آتا ہی -

کانسٹبل - جب بڑا گھر دیکھو گے تب ہنسی کا حال کھل جائے گا -

خدا - ہمارے ہی گھر مین چوری ہو اور ہمین پھنسین -

کانسٹبل - رات کو میٹھی نیند مین تمنے جگایا ہی - دیکھو تو ہوتا کیا ہی چڑا گلہ رو - چلو روزنامچہ لکھا دو -

خدا - تین بجے کے وقت کوٹھے کی کوٹھری مین دھماکے کی آواز آئی بیگم صاحبہ کی بڑی صاحبزادی جاگ اُٹھین تو دیکھا کہ کوٹھری مین روشنی ہی - روشنی دیکھتے ہی آنکھونکے تلے اندھیرا چھا گیا - تھوڑی دیر مارے ڈر کے نہ بولین پھر جلدی سے اپنی بہنون کو جگایا - اُنھون نے خوب غل مچایا نواب صاحب سہ منزلہ پر سو رہے تھے فوراً اُٹھے اور تلوار جو اُنکے سرہانے رکھی تھی لیکر جھپٹ پڑے -

کانسٹبل - ذرا ٹھہرو تلوار کا لائسنس اُنکے پاس ہی جو لائسنس نہو تو چودہ ہی برس کو بھیجون -

خدا - پورے بیس برس کو ؟ بھائی کچھ تو میعاد کم کرو -

کانسٹبل - دیکھو معلوم ہو گی -

خدا - ایک تلوار کا لائسنس ! اُنکے ساتھ بیس تو سپاہی تلوار باندھے نکلتے ہین - یہ ایک ہی تلوار لیے پھرتے ہین تو کچھ

کانسٹبل - اچھا خیر کہو کہو -

خدا - زینے پر دونون کی مڈھ بھیڑ ہوئی - چور نے چھری نکالی اُنھون نے تلوار کا بھرپور ہاتھ چھوڑا تو چور گھبرا کر پیچھے ہٹا اور زینے پر سے نیچے بھاگا - اور ایسا گھبرایا کہ گر پڑا گرنا تھا کہ نواب صاحب چھاپ بیٹھے پھر ہم لوگ پہونچے پکڑا چور کو نیچے لائے - پھر تو صدہا آدمی جمع ہو گئے -

کانسٹبل نے لکھنا شروع کیا مگر خیر سے لکھے پڑھے واجبی ہی واجبی تھے ذرا عبارت اور املا ملاحظہ فرمائیے

	وہو ہذا	

آیا چور وقت رات کے تین بج کے - اوپر مکان کے

مالک مکان بیگم ماشور (مشہور) بڑی بیگم تین بجے رات آیا اور دھم لکھا تو ساہب جاوین (صاحبزادی کی خرابی) بیگم کی ڈر کے اپنی بہنون کو جگ آیا (جگایا) بہنون کو جگ چکی تو غول (غل) مچا لیکن۔ چور بھاگ کے جلنیے (زینے) پر اور نواب بھی تلوار لگائی۔ نہ لگ ی (لگی) چور بھاگا نواب نے پکڑ لیا جب چور گر پڑا تو نوکر لوگ آئے چور کو پکڑ لائے۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

میان آزاد فرخ نہاد نے جو ایک پری رخ مہ پارہ تربیت یافتہ خاتون نیک سیرت کو اسدرجہ ہمدرد پایا تھا تو وحشت دل کسیقدر دور ہوئی تھی جب کبھی حسن آرا کا چاند سا مکھڑا اور بھولی بھولی پیاری پیاری باتین یاد آتی تھین تو دو گھڑی غم غلط کرنے کے لئے ونیشیا کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ اس شائستہ لیڈی کی قدرتی دلربا گھاتین اور سچی ہمدردی کی باتین میان آزاد کے ساتھ وہ کرتی تھین جو کتّے کے ساتھ اور مار گزیدہ کے ساتھ تریاق اور عاشق زار کے ساتھ بوسہ لعل نگار گلعذار کرتا ہی۔ ایک روز شام کے وقت ونیشیا لچکر اٹھلا رہی تھی میان آزاد نے مسکرا کر کہا کہ آج ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے عجب لطف دکھاتے ہین۔ ونیشیا بولی کوئی ہمارے دل سے پوچھے کہ ہم کیسے بشاش ہین۔ یہ کہکر میان آزاد کے ہاتھ مین ہاتھ دے کر اور بھی ناز و ادا سے اٹھلانے لگین نیلگون فرانسیسی گون بر عالم تھا اور ایک نئے فیشن کی تراشن ٹوپی زیب سر تھی جس سے بانکپن بھی بانکپن کا سبق لیتا۔ نازک کمری اسپر طرّہ تھی۔ اوڑھنی رونا یعنے عطر گلاب خالص کی بو باس اور زلف چلیپا سے وہ لپٹین آتی تھین کہ مست کئے دیتی تھین۔ اگر میان آزاد ایک ایک پیاری ادا کی قیمت ہفت اقلیم کی بادشاہی بھی لگاتے تو بھی کم تھی۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

جسطرح بہن کو بھائی کا پیار ہوتا ہی اسیطرح یہ آزاد کو دل سے چاہتی تھین اور اُنکے میان بھی آزاد کو مثل اپنے حقیقی بھائی کے سمجھتے تھے اور چونکہ اسلیٹن کی جان آزاد نے بچائی تھی اس سبب سے دونون میان بی بی کو اِنسے ایک قسم کا عشق ہوگیا تھا۔ ونیشیا کا فرط محبت سے میان آزاد کے ہاتھ مین دست سیمین دیکر اٹھکیلیان کرنا اور گیسوے عنبرین سے دماغ جان آزاد کو رشک خطا و ختن بنانا اور اِس گلبدن کا بار بار مسکرانا عجب کیفیت دکھلاتا تھا ؎

ای خوشا صبح کہ عاشق ز شکر خواب وصال	دست در گردن معشوق حمائل برخاست

اِتنے مین اُنکے کھانے کا وقت آیا۔ میان آزاد اور لفٹنٹ اسلیٹن اور ونیشیا اور ایک بذلہ سنج مِل کر ڈنر کھانے لگے۔

م۔ بس بنا لیا۔

بذ۔ اجی ایک دن بڑی دل لگی ہوئی۔ ہم ڈبلن سے کوئی دس میل کے فاصلے پر ایک دوست کے یہان فروکش ہوے۔ شب کو دوست کے خدمتگار کی جورو دس انڈے آقا کی چوری سے چٹ کر گئی جب اُنکی بیوی نے پوچھا کہ یہ انڈے کہان گئے تو خدمتگار نے بگڑی ہوئی بات بنا کر کہا کہ بلّی کھا گئی خیر۔ مگر بندہ درگاہ نے

دیکھ لیا تھا کہ بڑی بلّی چکھ چکی ہین تھوڑی دیر کے بعد بلّی آئی تو جھلّا کر خدمتگار کی جورو نے اپنے میان سے کہا کہ خدا کے لیئے اس بلّی کا کچھ علاج کرو تب تو ہم سے نہ رہا گیا۔ ہمنے بہ آواز بلند کہا کہ بڑی بی کہین ایسا نہ کرنا کہ بلّی کو مار ڈالو۔ پھر انڈے ہضم نہ ہونگے۔ افوہ مصرع

کاٹو تو لہو نہین بدن مین

عورت نے تو سانس تک نہ لی۔ مگر خدمتگار بے اختیار ہنس پڑا۔

آزاد۔ واللہ ہے تو یون ہی کوئی برتن ٹوٹ جائے بلّی کا نام بد۔

بذ۔ ایک مرتبہ ہمارے ایک لڑکے کے چیچک نکلی۔ دوسرا بھی مبتلا ہوا رفتہ رفتہ محلے بھر کے بچے اسی مرض مین گرفتار ہوے۔ خیر ڈاکٹر صاحب نے جب بل بھیجا تو فیصدی بیس پونڈ کے حساب سے کم کر کے فیس بھیجدی انھون نے بڑی شد و مد سے خط لکھا کہ فیس خلاف ضابطہ کم کیون بھیجی۔ مین نے جواب لکھا کہ کمیشن مجرا کر لیا۔ پوچھا کمیشن کیسا مین نے کہا حضرت ابتدا چیچک کی ہمارے ہی گھر سے ہوئی۔ اگر ہمارے بچون کو چیچک نکلتی تو اتنے لڑکے کیون مبتلاے مرض ہوتے لہذا ہمارا کمیشن واجبی ہے۔

ص۔ پرسون تمھاری سالگرہ ہے۔

بذ۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیون کو خواہش ہوتی ہے کہ سال مین بارہ مرتبہ سالگرہ ہو۔ مگر جب ذرا سیانی ہوئین پھر البتہ سالگرہ کے نام سے چڑھ جاتی ہین تو وجہ کیا۔ بات یہ ہے کہ کم سن لڑکیون کو تمیز کہاں کہ سن و سال اور جوبن کیا چیز ہے۔ مگر جہان بیس بائیس کی ہوئین اور جوانی اور جوبن نے رنگ دکھایا بس پھر تو مناتی ہین کہ یا اللہ بیس کے بعد سالگرہ آئے ایسا نہو کہ جوانی جواب دیکر چلدے

اتنے مین لفٹنٹ اپلیٹن نے پوچھا کہ اس گلاس مین برانڈی لبالب بھری ہے نہ۔ تو حضرت بذلہ سنج کیا فرماتے ہین کہ ہان گلاس کے نیچے حصے مین تو لبالب بھری ہے مگر اوپر کے حصے مین نہین نظر آتی۔

آزاد۔ آپ شادی کیون نہین کرتے حضرت۔

بذ۔ بیوی چل بسین۔

آزاد۔ دوسری شادی کیجیے۔

بذ۔ بھئی پہلی شادی سے ہم سیکھ گئے کہ جورو کا ملنا تو آسان ہے مگر شادی کے بعد اسباب کا دستیاب ہونا البتہ ٹیڑھی کھیر ہے۔

آزاد۔ کیا خوب یہ تو وہی مثل ہوئی کہ ایک صاحب نخاس مین کوڑا خریدنے گئے لوگون نے پوچھا حضرت کوڑا کیا کیجیے گا۔ گھوڑا تو آپ کے پاس ہے ہی نہین مسکرا کر فرمایا کہ بس ذرا سی بات تک نہ سمجھ مین آئی۔ ابھی پہلے کوڑا سستا سا خرید لین پھر تو گھوڑے کی ضرورت ہوگی مقدم تو کوڑا خریدنا ہے۔ گھوڑا تو رفتہ رفتہ مل ہی جائے گا۔

بذ۔ ہم ایک شرط کے ساتھ شادی کرین گے۔

آزاد۔ پھر نکاح کی شرطین تو سخت ہوا ہی کرتی ہین

م۔ وہ شرط کیا ہے۔

بذ۔ بیوی بیوہ ہو۔ مگر دو شوہر دن کو چٹ کر چکی ہو

آزاد۔ معقول!

بذ۔ اور دس بارہ بچّے ہون۔

م۔ اخوہ یہ بچون کی قید کیون کی۔

بذ۔ این! یہ آپ نہین سمجھین۔ اگر جوان بیوی آئی تو وہ ہمکو ٹھیک بنائیگی نازبرداری کرتے کرتے ناک مین دم آجائیگا مسن بیوی اسی کو غنیمت سمجھیگی کہ شادی تو ہوئی نخرے بھی کم کریگی اور بیچے بڑے کام آئینگے۔

آزاد۔ وہ کیا۔

بذ۔ قحط کے دنون مین کوڑے کرڈا لینگے۔

بذ۔ دنیا مین بعض اوقات اچھی باتون کو بھی لوگ برا سمجھنے لگتے ہین لوگون کا قاعدہ ہی کہ اگر کسی جوان لیڈی کو ذکور سے کم ملتے جلتے دیکھا تو کہا کہ فلان لیڈی گو کم سن ہی مگر مردون کی صورت سے اُسکی طبیعت نفور ہی ہاے طبیعت جوان نہین بوڑھی عورتون کی سی باتین اور خو بو ہی۔ اگر نوجوان خاتون کفایت شعار ہوئی تو بھی یہ مشہور ہو گا کہ ابھی کم سن ہوتی تو فضول خرچی کی طرف ضرور مائل ہوتی۔ یہ کنجوس ہی جیسے بوڑھی عورتین ہوا کرتی ہین اگر نوجوان لیڈی گرہستی کے کاروبار مین طاق ہوا اور تدبیر منزل اور امور خانہ داری کا تہ دل سے خیال رکھنے لگے تو بھی مالک دیرینہ روز کی پھبتی حضرات اُسپر چسپت کرینگے۔ اگر نوجوان لیڈی نے جانورون پر رحم ظاہر کیا اور ان بے زبانون پر سختی نکی تو بھی ظاہر بین آدمی یہی راے اُسکی نسبت قائم کرینگے کہ وہ مسن عورتون کی خو بو کیطرف زیادہ متوجہ ہی۔ جوانی کی اُمنگ جیسی چاہیئے وہ بات نہین۔ لاحول ولا قوۃ اب فرمایئے۔ کفایت شعاری انتظام خانہ داری مردون سے کم ملنا جلنا بےزبان جانورون سے برحم پیش آنا آئین کیا گناہ ہی۔ مگر واللہ کیا بھیڑیا دھسان خلقت ہی۔

ص۔ مشہور تو ایسا ہی ہی جیسا آپ نے کہا۔

آزاد۔ ہان واقعی یہی حال ہی کہ کم سن عورت کفایت شعار ہوئی اور نوجوانون کے زمرے سے گویا خارج کی گئی واہ اچھا انصاف ہی۔

بذ۔ لیڈی کو اور چاہے جو کچھ کہو مگر ایک بات نہ کہو۔

آزاد۔ وہ کیا۔

ص۔ وہ کون بات ہی۔ بھئی ہم بھی سنین بھلا۔

بذ۔ دو برس گھٹا کر عمر بتاؤ۔ دو دن بڑھا کر عمر نہ بتاؤ۔ اگر پچیس برس کی عورت ہو تو اُس کو بائیس برس کی کہو۔ خوش ہو جاے اور جو پچاس برس کی ہو اور سوا پچاس کہو تین مہینے بڑھا کر تو معاذاللہ لستعد بگڑے کہ توبہ ہی بھلی۔

م۔ ہان بس جتنے عیب ہین سب عورتون ہی مین ہین تم لوگ بالکل بے عیب ہو اور کفایت شعاری نوجوان سے منزلون دور رہتی ہی۔

آزاد۔ آپ دن کے وقت پیدا ہوے تھے۔ یا شب کو

بذ۔ اماں کہتی تھین کہ کچھ رات باقی تھی جب ہم دنیا مین نازل ہوے۔

م۔ کتنی رات باقی تھی۔

بذ۔ ایہی کوئی منٹ سوا منٹ رات ہو گی بس۔

وینشیا اور اسپلیٹن منٹ بھر رات کا فقرہ سنکر بے اختیار ہنس پڑے اور میان آزاد نے پیٹھ ٹھوکی کہ اُستاد اس فن کے بانی کار ہو کوئی دو گھنٹے تک یہی دل لگی رہی اتنے مین کیا دیکھتے ہین۔ کہ میان خوجی لڑھکتے ہوے چلے آتے ہین ایک سو کھا کتا را ہاتھ مین ہی بذلہ سنج نے

کہا آئیے آئیے بس آپ ہی کی کسر تھی
خ۔ مجھے بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ کسی سے پوچھون تو یہ سمندر ہے کیا شَے۔
م۔ ہان ضرور پوچھیے۔ (بذلہ سنج کو دکھاکر) انسے پوچھیے یہ ایسے معاملات سے خوب واقف ہین۔
خ۔ کیون حضرت یہ سمندر کیا شے ہو اور کس فقیر کی دعا سے بنا۔
بذ۔ تاریخ الحمقا مین اِسکا کل حال درج ہو۔
خ۔ کچھ تو فرمائیے۔
بذ۔ اگلے وقتوں مین جب لوگ کپڑون کے عوض کھال پہنتے تھے اور جانوران صحرائی کے کچے گوشت پر بسر کرتے تھے۔ ایک ملک تھا گھامڑ نگر۔
خ۔ ذری ٹھہر جائیے گا۔ وہان افیم بھی بکتی تھی۔
بذ۔ اُس ملک کے باشندے بڑے جری اور سپاہی آدمی تھے۔ مگر پستہ قد۔
خ۔ (مونچھون پر تاؤ دیکر) ہون ہون۔ پستہ قد تو جری ہوتے ہی ہین۔
بذ۔ لیکن کوئی باشندہ بغیر قرولی باندھے گھر سے نہین نکلتا تھا۔ قرولی نہو قرابینچہ سہی۔
خ۔ (اکڑ کر) کیون میان آزاد۔ وہی بات آگے آئی نہ۔
بذ۔ ایک اُن لوگون مین سخت عیب تھا۔
خ۔ ارے! وہ کیا! بتاؤ تو جی۔
بذ۔ سب مردود افیم پیتے تھے۔
خ۔ (تیوری چڑھاکر) او گیدی۔
آزاد۔ ہائین ہائین! شریف یورپ مین جنٹلمین سے یہ سخت کلامی۔
خ۔ ہم تو سر سے پانوں اور پانوں سے سر تک پھُنک گئے۔ آپ شریف لیے پھرتے ہین۔ نہ ہوئی قرولی ورنہ ڈھیر کر دیتا۔ او گیدی۔
بذ۔ غرض کہ کوئی افیم کا شائق نہ تھا۔
خ۔ این! کیا! شایق نہ تھا۔
بذ۔ کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہان افیمی نہو۔ دن رات افیم ہی گھلا کرتی تھی۔
خ۔ (ہنسکر) ہان۔ یہ مانا۔ واہ کون ملک تھا۔ ہاے ہم نہ ہوے۔
بذ۔ مرد تو وہ بانکے تھے پستہ قد مگر عورتین گران ڈیل۔
خ۔ یہ تبری سنائی۔ زعفران وہین کی ہوگی۔
آزاد۔ (ہنسکر) ہان واللہ کیا کہی ہو۔
بذ۔ جہان میان ذرا بگڑے اور بیوی نے بغل مین دابکر دو تین جھٹکے دیے یا دبایا اور بازار بھر مین ہنڈایا۔
خ۔ (اُچک کر) اہاہا۔ یار سنتے ہو۔ وہ بہروپیا وہین کا تھا۔ کیون اب تو اِس گیدی کا مکان بھی مل گیا۔ اچھا ٹھہر جاؤ چچا بنا چھوڑون تو سہی۔
بذ۔ وہان کے باشندے کمیدانیان کرتے تھے۔
خ۔ جھک مارتا تھا ہمارا باپ۔
آزاد۔ این! یا وحشت خیر ہو میان۔
خ۔ واللہ جھک مارتا تھا گیدی۔
آزاد۔ کون جھک مارتا تھا۔
خ۔ ہمارا باپ۔

آزاد۔ شاباش۔ خلف الرشید پیدا ہوے کہ باپ کو
بھی گالی سے نہ چھوڑا۔
خ۔ اجی وہ ہمارا باپ ہی نہ تھا۔ جھوٹا تھا گیدی
آزاد۔ آخر اب کیونکر جانین۔
خ۔ قرولیان بھونکنے کا مردک نے کام کیا جھک مارتا تھا
م۔ (کھلکھلا کر ہنس پڑین) شاید سچ کہتا ہو۔
خ۔ قسم قرآن کی جھک مارتا تھا مردک۔
آزاد۔ معقول ایسے بگڑ گئے۔
خ۔ قسم امام حسینؑ کی جھک مارتا تھا پاجی ملکہ اور ایج۔
بیشس باد۔
اِس بیش باد پر میان آزاد آدھ گھنٹے تک ہنسا کیے
خ۔ آزاد کے نمک کی قسم جھک مارتا تھا۔
آزاد۔ آپ کے والد بھی تو پستہ قد تھے۔
خ۔ نہین وہ لمبا بیوقوف تھا۔ مگر امان البتہ گران ڈیل تھین
چشم بددور وہ اُسی ملک کی تھین جسکا یہ ذکر کر رہے ہین۔
آزاد۔ لیکن پھر شادی آپکے باپ کے ساتھ کیونکر ہوئی
خ۔ اجی بھگا لایا ہوگا بدمعاش۔ امان سیدھی عورت
تو چشم بددور تھی ہین۔ آ گئین دم مین۔
آزاد۔ کیا زندہ ہین۔
خ۔ اُنکو کوئی بیس برس ہوے اُنھین دفنائے
ہوئے کو۔
آزاد۔ پھر یہ چشم بددور کیون بار بار کہتے ہو۔
خ۔ الفت کی وجہ سے۔
م۔ تو وہ کسکے ساتھ بھاگ آئی تھین۔
خ۔ اجی اُسی باپ کے ساتھ۔
م۔ اپنے باپ کے ساتھ یا آپکے باپ کے ساتھ۔
خ۔ میرا باپ کاہے کو ہوا۔ جھک مارتا ہے کہ ہمارا باپ
بنتا ہے ہم بھی اُسی ملک کے ہین۔
آزاد۔ تو مصنوعی باپ تھا۔
خ۔ بیشک کیا مزے سے باپ بن بیٹھے گیدی۔ ایسی ہی
باتون پر تو ہم قرولی بھونکتے ہین۔
بد۔ آپ کسی امیر کی گود کیون نہین بیٹھ جاتے۔
خ۔ ہان کیا مضائقہ ہے۔ مگر افیمی ہو ورنہ ہم اُسکو آدمی ہی
نہین سمجھتے جو افیم نہ پیئے۔
م۔ چین مین جاؤ۔
خ۔ ہان صاحب اُس ملک مین اور کیا کیا ہوتا تھا بھلا
اِس ملک کے آدمیون کی تصویرین بھی تمھارے
پاس ہین۔
بد۔ نہین تو مگر دے دین۔ بس بالکل تمھارے ہی سے
ہاتھ پاؤن تھے کرارے جوان مگر پاس قرولیان اور پونڈا
بہت کھاتے تھے۔
خ۔ اہو ہو ہو وہ ہمارے آبا و اجداد تھے سب۔
م۔ مگر آپ کی والدہ شریفہ نے جُل دیا۔
خ۔ میان آزاد دیکھو بس اُنھین باتون مین تم سے
ہم سے نہین بنتی۔ مرد خدا وہان سے تو لمبے چوڑے اقرار
کر کے لائے تھے کہ قرولی ضرور لے دینگے اور یہان صاف
مکر گئے۔ لے اب ہمین قرولی منگا دو تو خیریت ہے۔ ورنہ ہم
بگڑ ہی جائینگے۔ واللہ کون گیدی دم بھر ٹھہرے یہان۔
آزاد۔ اور یہان سے آپ جائینگے آخر کہان۔ جہنم
جائیے۔ جائیے نہ بسم اللہ۔

م

م۔ انکے پاس کچھ روپیہ و۔ روپیہ بھی ہی یا مفلس ہی ہین۔

آزاد۔ جی مین انکا خزانچی ہون۔ چاہے جسقدر روپیہ کی ضرورت ہو چٹکیون مین حاضر کرتا ہون۔

بد۔ اس خزانچی کے لفظ پر ہمین ایک لطیفہ یاد آیا۔

آزاد۔ آپکے پاس بھی تو لطائف وظرائف کا خزانہ بھرا ہی چشم بد دور۔ فرمایئے۔

بد۔ شادی کے قبل نوجوان و نوخیز لیڈیان اپنے مطبوع شوہر کو اپنا خزانہ کہتی اور سمجھتی ہین۔ شادی ہونے کے بعد خزانے سے خزانچی اسکا نام بدل دیتی ہین۔ صبح شام فرمایشون کی گرم بازاری ہوا کرتی ہی۔ آج اخبار مین نئی فشن کی لیس کا اشتہار پڑھا اسی پر لٹو ہو گئین کل پڑھا کہ پیرس مین لیڈیون کی نازک نازک طلائی گھڑیان بکتی ہین۔ وہ فوراً منگوالین میان کی تنخواہ مین چاہے ٹکا نہ بچے۔ اُن کو اس سے کچھ سروکار نہین خزانچی کے خزانچی میان کے میان۔

م۔ اچھا ہوا تمھاری بیوی بیچاری چل بسین ورنہ تم توانکو گھونٹ گھونٹ کے مار ڈالتے۔

بد۔ شادی کے بعد وہ ایسی رونی صورت بنائے رکھتی تھین کہ معلوم ہوتا تھا آج باپ کے مرنے کی خبر آئی ہی۔ دو برس کے بعد بوجوہ چند در چند ہمسے چھ مہینے کے لیے جدائی ہوئی چھ مہینے کے بعد جو دیکھتا ہون اللہ ہی اللہ۔ بات بات پر مسکرانا اور بات بات پر قہقہے لگانا۔ بات ہوئی اور کھل گئین مین نے ایک دن پوچھا کہ کیا تم وہی ہو جو ناک بھون چڑھائے رہا کرتی تھین مسکرا کر کہا ہان ہون تو وہی کیون مین نے کہا شکر ہی کہ کایا پلٹ تو ہوئی یا تو بولتی ہی تم نہین بات کا جواب دینا بھی گران گذرتا تھا اب بات بات پر قہقہے لگاتی ہو۔ اسکا کیا خوب جواب دیا ہی۔ ہنس کے بولین کہ واہ اسمین تعجب ہی کی کون بات ہی بھلا۔ ایک دن مجھے خیال آگیا بس تب سے اب ہر وقت ہنستی رہتی ہون۔ تب تو مین نے اپنا مُنھ پیٹ لیا۔ پوچھا مُنہ کیون پیٹتے ہو۔ مین نے رونی صورت بنا کر کہا کہ بیوی ہم تو خوش ہوتے تھے کہ تم ہنس مکھ خندہ پیشانی ہو گئین اب ہمسے تم سے خوب بنے گی۔ مگر معلوم ہو گیا کہ تمھارے ہنسی اور رونے دونون کا اعتبار نہین۔ اگر تمھین اسیطرح بیٹھے بیٹھے کسی دن خیال آگیا کہ رونا اچھا۔ اور رو دین۔ چلو پھر رونا ہی شروع کر دوگی بس بس معلوم ہو گیا۔ روؤ تو رنج ہنسو تو خوشی نہین۔ اور مصیبت تو تب ہی ہوتی ہی کہ جب تیز طبع جوان عورت کی کسی افسردہ دل اور سبک مغز مرد کے ساتھ شادی ہوتی ہی طوطی را با زاغ در قفس کردند۔ بیوی کے نکھار سنگار چہل مذاق کے دن میان کا اسّی برس کا سن آج مرے کل دوسرا دن۔ مُنہ مین دانت نہ پیٹ مین آنت فرانسیس مین ایک بڑی طباع اور خردآگاہ لیڈی تھی جسکے دلکش اور دلچسپ ناول مشہور دیار و امصار ہین اس بیچاری پر بھی ایسی ہی مصیبت پڑی تھی۔ ایک ناول مین اس مصنفہ نامی نے کھوسٹ میان کا بیان بھی ایک پیرایہ مین درج کیا ہو۔ سترہ برس کے سن مین جو مرادون کے دن تھے اور جوانی پھٹی پڑتی تھی اور ہر عضو بدن کا ان حسن اور جان حسن تھا اتفاق سے ایک بوڑھے کے ساتھ اُس خاتون نوخیز کی شادی ہوئی بوڑھے کھوسٹ کو دن رات سوا اسکے اور کوئی کام نہ تھا کہ بھیڑ۔ بکری اور بیل گائے بھینس خریدے

اور سیجے یہ عالی گوہر پاکیزہ مشرب چمن طبع شگفتہ جبین تربیت یافتہ خاتون اور ابھی عنفوان شباب اور جوانی کی ترنگ۔ شوہر ملے سر کہ جبین کھوسٹ۔ اپنے ناول مین اپنے شوہر کا حال یون بیان کیا ہو۔ (موچھین سفید آنکھ قہر آلود) جسکے دیکھنے سے ڈر معلوم ہو۔ بات بات پر زبان کٹتی تھی۔ نوکر چاکر اروسی پروسی گھوڑے کتے تک کی جان نکلتی تھی۔ دیکھا اور دم فنا اور بیوی بھی تھراتی تھی چندسال تک بیچاری نے طوعاً و کرہاً بسر کی ایکدن خبر مشہور ہوئی کہ بیرسن ڈیوڈونٹ کہین چل دین۔ آنکا پتا ہی نہین ملتا۔ خدا جانے کہان چلی گئین (بیرسن ڈیوڈونٹ اُس خاتون جمیلہ کا نام تھا) بھاگ کر پیرس کے ایک محلے مین اپنے بودوباش شروع کی اور ناول تصنیف کرکے بھیجے یہ خاتون حسینہ اپنے نادر ناولون کے سبب سے بہت مشہور تھی مگر میان ایسا کمبخت ملا تھا کہ چھوڑتے ہی بن پڑی۔

آزاد۔ حضرت مجھے بھی ایک بات اسوقت یاد آئی۔ ہمارے محلے مین ایک خواجہ صاحب رہتے تھے۔ بڑے باوضع اور خوش مذاق شریف زادے اُنکے ایک لڑکی تھی چودہ برس لڑکی کا نکاح ہوا وہ چھوکری اسدرجہ حسین تھی کہ واللہ کس بدبخت نے ایسی کافر صورت آجتک دیکھی ہو۔ ہوبہو جوبن پھٹا پڑتا تھا اور وہ سادگی کہ کرور بناؤ بھی گرد۔ نور کا عالم تھا چال وہ مستانہ ادا وہ معشوقانہ کہ واہ جی واہ عطر پر عاشق تھی۔ اور نفیس طبع اتنی بڑی کہ دن بھر مین تین بار پوشاک بدلتی تھی تقریر کے وقت بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ منہ سے پھول جھڑتے ہین لعل بار ہین اور چشم شرمگین پردہ جوبن تھا کہ انسان پہرون گھورا کرتا۔ شوخی ایک ایک رگ مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اس ملک فریب کنواری کو اُسکے بیوقوف اور بدبخت والدین نے ایک گنوار جاہل بدشعور بدصورت کے ساتھ بیاہا جسکے چیچک کے داغ اور کالا کوئلہ چہرہ اور چھوٹی چھوٹی دھنسی ہوئی آنکھین دیکھکر آدمی کا جی چاہتا کہ اس سے بات نہ کرے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ تپ دق کے مرض مہلک سے اُسی سال نجات پائی تھی۔ مگر ڈاکٹر نے کہدیا تھا کہ جان ابھی معرض خطر مین ہو۔ خدا کی قسم اسطرح کا رنج ہوا ہو کہ بیان سے باہر ہائے وہ عندلیب گلشن ناز و ادا اس زاغ زاغ نفرت کے لائق نہ تھی ہو ہو شاخ صندل پر مار سیاہ نے قبضہ کرلیا۔ ہی ہی چاند کو گہن لگ گیا۔ اس مہ انور کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ واللہ جسوقت اپنے بدقطع و بدوضع بدشکل شوہر پر نظر ڈالتی ہوگی۔ ضرور رو دیتی ہوگی کہ ہائے قسمت پھوٹ گئی کہین کی نرہی۔ مان باپ نے لیکے اندھے کنوئین مین ڈھکیل دیا۔

م۔ کیا بڑی حسین عورت ہو۔

آزاد۔ کیا کہون۔ بس قابل تعریف ہو۔ مین نے ایکدفعہ دور سے گوری گردن دیکھ لی تھی بس دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ خدا گواہ ہو دو مہینے کامل تین تین گھنٹے اور چار چار گھنٹے کوٹھے پر کھڑا رہا ہون کہ شاید ایک نظر بھر کر اُس بت پندار کو دیکھ پاؤن تو تن مردہ مین از سر نو جان آجائے۔

ص۔ (لیعنی اسپلٹن) افسوس۔ کیا میان بالکل سیاہ فام اور چیچک رو ہو۔

آزاد۔ اجی صورت دیکھیئے تو بات کرنے کو جی نہ چاہے

م

م - ہائے ستم: ایسی مہ جبین اور ایسے بدشکل کے ساتھ بیاہی جائے
آزاد - ہائے ستم وا ے ستم - کمال افسوس کی بات ہی
خ - (عینک سے چونک کر) باپ نے تمھے مگیدی نامعقول کو کیا کہا
آزاد - پھر گرمائے بھئی واقعی تمھارا باپ پاگل تھا کہ تم ایسے اُسکے پاگل لڑکے ہوئے -
خ - اجی خدا خدا کیجیے باپ کسکا تھا - کسکا باپ تھا کسکا
ص - کوئی آپکا باپ تھا یا کوئی تھا ہی نہین - یون ہی پیدا ہو گیے
خ - ہوگا کوئی - وہ تو نہ تھا - ہم بس اُسی ملک کے ہین اور وہین کوئی ہمارا باپ بھی ہوگا -

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جہاز کے کپتان نے سب کو اطلاع دی کہ ایک گھنٹے مین بڑی سخت آندھی آنیوالی ہو مستعد ہو رہو - یہ خبر وحشت اثر سُنتے ہی سب کے ہوش و حواس غائب ہو گئے - اور جہاز پر کھلبل مچ گئی -

م - آندھی ہی کہان - ہمین تو آندھی واندھی کچھ بھی نظر نہین آتی -
آزاد - ہماری سمجھ ہی مین نہین آیا کہ کہا کیا - خاصہ صاف مطلع ہی یہ اُنھون نے بیٹھے بٹھائے اچھا شگوفہ چھوڑا کہنے لگے آندھی آئی - مفت مین بیٹھے بٹھائے لوگون کو حیران کر دیا -

آج تو اپریل کی پہلی تاریخ بھی نہین ہی کہ ہم سمجھین سب کو اپرل فول بنایا -
ص - اسکی کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہوگی - بیوجہ کبھی کپتان آندھی کا نام زبان پر نہ لاتا مگر بظاہر آندھی کے ذرا بھی آثار نہین پائے جاتے -

اتنے مین چو طرف سے یاس و بیم کی صدائین آنے لگین ایک پیر فرتوت جو طفلی سے صدہا بار جہاز پر سوار ہوے تھے کف افسوس مل ملکر کہنے لگے کہ یہ آندھی نہین پیام اجل ہی شاید دس پانچ آدمی کسی طرح بچ نکلین ورنہ اب ڈوبے اور اب ڈوبے - ایک معمر لیڈی نے کہا کہ اب جہاز کی خیریت نظر نہین آتی - آندھی بہت ہی سخت آنیوالی ہی - ایک نوجوان فرانسیسی نے جو قریب کھڑا ہوا تھا پوچھا کہ پھر آخر اب کیا تدبیر کیجائے غرض کسی طرح ممکن ہی یا نہین - لیڈی نے آہ سرد بھر کر کہا کہ بیٹا اب زیست سے ہاتھ دھو رکھو اور دنیا سے کوچ کرنے کی تیاریان کرو -

یہ ہوش ربا فقرہ سُنکر نوجوان نے بصد حسرت ایک نوخیز لیڈی کیطرف دیکھا اور دونون کی آنکھین پُرنم ہو گئین میان آزاد کے قریب دو بھائی کھڑے باہم باتین کرتے تھے ایک نے کہا ہائے اب ہم اپنے بوڑھے باپ کو کیونکر دیکھینگے اور جب وہ ہمارے ڈوبنے کی خبر سنین گے تو اُنکا کیا حال ہوگا - چھوٹا بھائی آبدیدہ ہو کر بولا ہم ہی جاہل عمر ہین - اور دونین کے دونون یہان اور دونون ڈوبینگے ساری خدائی مین اور نہ کوئی رشتہ دار ہی نہ دوست ہی نہ یار ہی - اُنھین تسکین دینے والا بھی تو کوئی نہین ہی - ہائے اُنکے دل پر کیسی گذرے گی - اے کاش ہم دونون مین سے ایک ہی یہان ہوتا دوسرا اُن کی دلجوئی کے لئے اُنھین کے پاس رہتا اب وہ سر ٹکرا ٹکرا کر جان دینگے روتے روتے اندھے ہو جائینگے مگر ہم دونون مین سے ایک کو بھی نہ پائینگے - دیکھنے کو ترس جائینگے -

اتنے مین کپتان نے پھر سب کو اطلاع دی کہ خبردار ہوشیار آندھی آن پہونچی - جہاز کا خدا حافظ ہی - امید زیست منقطع

ہوگئی ہے۔ سب دست بدعا ہو کہ خدا اس مصیبت سے بچائے
یہ فقرہ سنکر ایک شخص بولا کہ دعا مانگنا محض فضول ہے دعا
سے کہین آندھی کو کوئی روک سکتا ہے۔ اپلیٹن نے کہا ہان
ہے تو ایسا ہی مگر انسان کے دل کو ایک قسم کی تسکین تو ہوتی
ہے کہ شاید خدا ہماری اس مصیبت کے وقت سن لے۔

خ۔ (چونک کر) ہائین یہ غل کیسا ہے بھئی۔ کیا ٹرکی آن پہونچے چلو سفر تو ختم ہوا۔ بھائی آزاد یہان اُترتے ہی پوچھنا کہ افیم کہان بکتی ہے۔ یار اب تین ہی چار دن کی رہگئی ہے۔

آزاد۔ افیم گئی جہنم مین کچھ نسبت کی بھی خبر ہے۔ انھین افیم ہی کی پڑی ہے۔

خ۔ (آنکھین کھولکر) کیون کیون۔ یہ کیا بات۔ آخر یہ سب کے سب چلاتے کیون ہین۔

آزاد۔ ناخدا نے کہا کہ بہت بڑا طوفان آنے والا ہے جہاز اب کسی صورت بچ نہین سکتا۔ لوگون کے جی چھوٹ گئے آپ کو افیم کی تلاش ہے۔

خ۔ بڑی سنائی۔ کہتے تھے ٹرکی ورکی جانیکا قصد نکرو نانا نانا اب بھگتو۔ خیر خدا کرے جہاز تباہ ہو تو چین مین پہونچے کہ افیم تو ملے بہت سی۔ اور حسن آرا ابھی وہان سے قریب ہونگی

آزاد۔ ہائے کمبخت پھر یاد دلائی۔ ہائے حسن آرا بیچاری جب ہمارے ڈوبنے کا حال سنیگی تو کڑھ کڑھ مریگی گھٹ گھٹ کے مریگی۔

خ۔ صبر کرو بھائی آزاد صبر کرو لیکن ہمین تو آسمان افیمیون کے دل کیطرح صاف نظر آتا ہے۔ یہ آندھی کی خبر کس نے آزادی۔

جہاز پر ایک عجب طرح کی کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ اتنے مین ہوا کا زور ذرا کم ہوگیا اور رُخ بدل گیا۔ ناخدا نے اب ان سب کو یہ مژدہ سنایا کہ اگر خدا نے چاہا تو آندھی زیادہ نہ ستائیگی اور تھوڑی دیر مین فرو ہو جائیگی آدھ گھنٹے مین وہ طوفان فرو ہوا۔ ناخدا نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا اسطرح کی تیز ہوا آنیوالی تھی کہ ہمین شک کی جگہ یقین ہوگیا تھا کہ کسیطرح جہاز نہ بچے گا اور بہت ہی جلد ڈوب جائیگا۔ مگر ع

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے ہم جائین
باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق

دفعتہً ہوا از خود فرو ہوگئی اور وہ تیزی اور وہ تندی سب جاتی رہی معلوم ہوتا ہے کوئی اندیشہ ہی نہ تھا۔ یہ خدا کی شان ہے ورنہ ابتک خدا جانے جہاز کہان کا کہان پہونچا ہوتا۔ بارے الحمد للہ کہ بخیر گذشت سب کی جان مین جان آئی مگر خوجی بیچارے البتہ پریشان تھے کہ اچھے گھر بیانہ دیا ایک نہ ایکدن غرقاب ضرور ہونگے انکی رائے ہے کہ چاہے بھونک کے انسان سے گر پانی مین ڈوب کر نہ مرے

پریون کی چہل

خیر ادھر کا قصہ تو ادھر چھوڑا۔ اب سنیے کہ شام کیوقت جبکہ باد سرد و طرب انگیز سے جگر تک کو خنکی پہونچتی تھی اور پھولون کی بوباس سے مشام معنبر ہوا جاتا تھا۔ اور بادل اٹھکیلیون پر تھے حسن آرا بیگم اپنی پیاری بہنون کو ساتھ لیے ہاتھ مین ہاتھ دیے مصروف گلگشت چمن و تماشاے نسرین و نسترن تھین۔ اُدھر بادل کا جھومنا اور ادھر ان بتان طناز کا جوانی کی ترنگ مین مستانہ وار باغ سراپا بہار مین جھک جھک کر گھومنا عجب لطف دکھاتا تھا۔ غنچۂ دل کھلا جاتا تھا روح افزا کے ڈوپٹے پر وہ عالم تھا کہ اہو ہو ہو۔ حسن آرا کا ہلکا صندلی دوپٹا اور اودا پائجامہ بدلی مین عجب جوبن دکھاتا تھا مگر بہار النسا بیگم اُس وقت سفید سادہ باریک دوپٹا خلاف معمول اوڑھے

تمھین- ہان سپہر آرا البتہ متوالی تھی- وضع دنیا سے
نرالی تھی- وہ بانکی سج دھج کہ زاہد صد سالہ بھی دیکھے تو
گھٹنون گمراہی کرے- زلف پریشان شادان و فرحان
مست و خندان اٹھلا اٹھلا کر روشون مین آہستہ آہستہ
قدم اُٹھاتی تھی اور گلہاے معنبر کی بھینی بھینی مہک سے
اور بھی مست ہوئی جاتی تھی- ے

باغ مین آج جو اُس گل کی سواری آئی	
شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی	

روح افزا نے گلاب کا ایک پھول توڑا تو سپہر آرا بیگم مچل
گئین کہ بہن یہ ہمکو دے ڈالو ہم اپنے جوڑے مین لگائینگے-
روح- بس باغ بھر مین اب یہی نگوڑا پھول رہ گیا ہے-
سپہر- (بھولے پن کے ساتھ) اور تو سب چھوٹے چھوٹے ہین
روح- تمھین بڑی شوقین ہو-
بہار- ہونہہ اتنی بڑی ہو کر چھوٹی بہن سے لڑتی ہین- موا
پھول بھی کوئی بڑی کائنات ہے جیسے-
روح- اچھا آپ رہنے دین-
حسن- سپہر آرا جانین روح افزا جانین- تم بیچ مین کیون
بولتی ہو بہن-
روح- اِنکی عادت ہے- یہ اپنی عادت سے ناچار ہین بیچاری
بہار- ٹانگ برابر لڑکی اُس سے ذرا سے پھول پر لڑتی ہین
روح- پھر-
سپہر- اچھی بہن دے ڈالو- ہم اپنے جوڑے مین لگائینگے
(آبدیدہ ہوکر) اچھا نہ دو-
روح- لو بس اتنے ہی مین رو دین (سپہر آرا کو گلے
لگاکر) ہم تو ہنستے تھے تم ہنسی ہنسی مین رو دین-

سپہر آرا پھول لے کر مسکرائی-
سپہر- واہ کہین روئی نہ ہون- روئین میرے دشمن
جو میری طرف دیکھ نہ سکین مین نے جان بوجھ کر رونسا
منھ بنایا تھا جس مین پھول دے دو-
حسن- مہری ذری اس کوے کو تو مار کے ہکا دے موا
کب سے قائون قائون کر رہا ہے-
بہار- ہان مجھے بھی اِسکی بولی سے نفرت ہے جب دیکھو
ٹاؤن ٹاؤن- ٹاؤن ٹاؤن-
سپہر- ٹاؤن ٹاؤن کہنا چاہیئے کہ قائون قائون- وہ
بولین قائون قائون یہ بولین ٹاؤن ٹاؤن-
روح- یہ خوب ہوئی- ایک ہی ہوئی- ٹاؤن ٹاؤن یا
قائون قائون جو کچھ ہو یہ کوا بولتا ہے کہ حسن آرا اور بہار النسا
حسن- ہمنے تو قائون قائون ہی سنا ہے-
بہار- اور ہمنے ٹاؤن ٹاؤن سنا ہے-
حسن- بدتی ہو کچھ کچھ-؟
بہار- ہان بدتے ہین- آؤ آؤ- کیا کیا بدتی ہو-
حسن- پانچ پانچ روپے بدتے ہین آؤ ہاتھ مارو- ہاتھ پر
ہاتھ مارو-
بہار- پانچ پانچ کوئی اور بدتے ہونگے ہم دو دو اشرفی
بدتے ہین-
روح- ہم حسن آرا کے ہاتھ پر بدتے ہین- ایک ایک
اشرفی جسکا جی چاہے بدلے-
مہری- (ہنستی ہوئی) سرکار ہمارے پاس تو ایک
اٹھنی ہے ہمکو بڑے حضور نے انعام مین دی ہے- لونڈی
اٹھنی لگاتی ہے کوئی ہمارے برابر کی ہو تو ہم آٹھ آٹھ آنے

ہین۔ جوا تو ہی یا اِدھر یا اُدھر۔
حسن۔ اچھا تو دو اشرفیان ہو گئین۔ مگر سنے کی سند نہین۔ جی ہان۔ کوئی ضامن دو۔ ہم یون نہ مانینگے بد بد کے آدمی مکر جاتے ہین۔
بہار۔ اچھا ہم سپہر آرا کے پاس رکھواتے ہین تم بھی دو اشرفیان بسا دو کسی کے پاس۔
حسن۔ کیا کچھ چورون بھوار تھوڑا ہی ہر بھلے مانس کی بات کافی ہر۔ قول جان کے ساتھ ہر۔
دونون بہنون نے جا کے بڑی بیگم سے پوچھا اور جنھون نے شرط نہین بدی تھی وہ بھی ساتھ گئین۔ بڑی بیگم نے کہا ہم نے تو وہ سنا ہی جو حسن آرا کہتی ہین۔ تاؤن قاؤن سنا ہر۔ بہار النسا بولی یہی تو ہم بھی کہتے ہین۔ قاؤن قاؤن۔ سب ہمجولیون نے ملکے ان سے لڑنا شروع کیا کہ واہ پانچ روپیے کے لئے جھوٹ بولتی ہو تم نے تو ٹاؤن ٹاؤن کہا تھا۔ حسن آرا بولی اِسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اب کوئی انکی بات کا اعتبار نہ کریگا یہ کہتی ہین اور مکر جاتی ہین۔ آدمی کی بات جہان گئی بس گئی اور اعتبار ہی پر سارے زمانے کا دار و مدار ہر۔ بہار النسا نے کہا ہم بد کے پاس نہین کھڑے ہوتے۔
سپہر۔ بہن روپے دیدو۔ تین روپے تم دو دو روپے ہم دین۔
حسن۔ ہان بہن تو ایسی ہی خسیس کہ ٹانگ۔ برابر لڑکی اور اِس سے لینے بیٹھین۔
بہار۔ چلیے آپ کی بلا سے۔ اچھا آؤ دے بھی دین کہان کی جھنجھٹ۔ آئے دن ملنے ہی دیا کرتی ہین۔

بہار النسا نے بی مغلانی سے صندوقچہ منگوایا اور کھولکر پانچ روپے کا ایک نوٹ روح افزا کو دیا۔ روح افزا نے کہا بہن یہ کہان کا ہر جو بمبئی کا ہوا تو ہرگز مین نہ لینے کی چوتی بتے کی کون دے۔
بہار۔ ہم نہین جانتے تم اُنسے پڑھوا منگواؤ۔
روح۔ بی مغلانی ذری یہ نوٹ خورشید دولھا سے پڑھوا منگوانا کہ کہان کا ہر۔
مغلانی نے باہر جا کر نواب صاحب سے کہا کہ حضور ذری اس نوٹ کو پڑھ دیجیے کہ اسکا نمبر کیا ہر نواب صاحب نے پڑھکر کہا۔ ۱۱۲۰۰۔ گیارہ ہزار دو سو۔
مغلانی۔ (اندر آکر) بیوی گیارہ ہزار دو سو۔
حسن۔ کیا! گیارہ ہزار دو سو کا بھی ایک نوٹ ہوا ہر کہین
مغلانی۔ نہین بیوی یہ نمبر ہر اِس نوٹ کا۔
روح۔ جاؤ سٹرن ہی رہین بس۔
سپہر۔ نمبر کس نے پڑھوانے کو کہے تھے تم سے۔ پوچھو کہ ہے کہان کا نوٹ۔
مغلانی۔ (نوٹ لیکر) ای مین کیا جانون موا لوٹھ کیا ہوتا ہر ہمارے دخت (وقت) مین لوٹھ دوٹھ تھا کہان۔ یہ کاغذ کے گھوڑے آج کل دوڑائے جاتے ہین (باہر جا کر) حضور نمبر نہین پوچھتی ہین۔ آیا کہان سے ہی وہ تو بہ۔ ہی کہان کا۔
ن۔ دیکھون ناگپور کا ہر۔
حسن۔ نہ لینا۔ ای روح افزا بہن لینا نہین۔
روح۔ یہ ہم نہ لینگے۔ بہین آلہ آباد یا کلکتے کا دیجیے۔
بہار۔ یہ اسٹیٹھ یہان کسو کو نہین بھاتی۔ لاؤ لاؤ

بدل دو ان لو یہ لو۔ اچھا جانے دو۔ تم نقد روپے لے لو
گنو ایک دو تین چار پانچ۔
سپہر۔ کہو پائے۔
روح۔ نہین پائے۔
سپہر۔ نہ پاتین تو نہنا مت نہ مچاتین۔
حسن۔ بی مغلانی کسی سے کہو کہ پانچ روپیہ نقد کی
مٹھائی لائے۔
بہار۔ بہن نقد کس مزے سے کہتی ہین۔
سپہر۔ تازی تیج میل مٹھائی ہو باسی نہ اُٹھا لائے
بہار۔ بھلا ہم کو بھی ملے گی؟
حسن۔ مل چکی۔
تھوڑی دیر مین باہر سے مٹھائی کی چنگیر آئی صرف
دو روپیہ کی مٹھائی۔
حسن۔ این یہ پانچ روپیہ کی مٹھائی ہو اتنی سی۔
لونڈی۔ نہین تو باہر نواب صاحب نے تین روپے
لے لیے اور سپاہی سے کہا دو ہی روپے کی لاؤ۔
بہار۔ یہ کیون ذری بلاؤ تو۔
حسن۔ واہ یہ اچھی ہوئی۔
ن۔ (اندر آکر) اب کیون بلایا۔ اخاہ مٹھائی کھلانے
کے لیے بلایا ہوگا۔
بہار۔ ہان۔ (چپکے سے) منہ دھو رکھیے۔ یہ تین روپے
آپ نے کیون اُڑائے۔
ن۔ این خواب دیکھتی ہو کیا۔
بہار۔ جی ہم علم غیب پڑھے ہین۔
ن۔ کچھ خیر ہو۔ بھلا دو روپے کی اتنی مٹھائی ملتی۔

بہار۔ شان خدا۔ بہن آپ چٹکیون پر اُڑاتے ہین لے
اب یہ دھاندلی نہ کر رکھو۔ روپئے لاؤ۔
ن۔ اب تمھین یقین کیونکر آئے اچھا دو روپیہ اور دو
تو دیکھین اتنی مٹھائی آتی ہو یا کم آتی ہو۔
بہار۔ (تنک کر) لاؤ لاؤ۔
ن۔ یہ یہان اگر کس نے پرچہ جڑا۔ لو صاحب لو ہمنے کہا
تھا دو کی آج آئے باقی کی پھر منگوائینگے۔
بہار النسا بیگم نے روپے لیکر رکھ لیے اور نواب صاحب
باہر چلے گئے۔
حسن۔ اے واہ آسمان سے گرا کھجور مین اٹکا۔ انسے
روپے ملے تو آپ نے صندوقچہ مین رکھ لیے۔
روح۔ اُف ری بے ایمانی!۔
سپہر۔ کچھ ٹھکانا ہے۔
بہار۔ کچھ ٹھکانا ہے! کچھ ٹھکانا ہے! کہتے ہوئے شرم نہین
آتی۔ انھین کی وجہ سے شرط بدی اور اب بھی ہمکو باقی
ہین (منہ چڑھا کر) کچھ ٹھکانا ہے۔! کچھ ٹھکانا ہے۔
سپہر۔ (قہقہہ لگا کر) اے لو ہمسے کیون خفا ہوتی ہو بہن ہمنے
کیا ہاتھ جوڑے تھے کہ تم ضرور ہی شرط بدو۔
بہار۔ (مسکرا کر) چلو بس ٹھس مین چنگی ڈال جا لو بھاگ بکڑی
خیر مٹھائی تقسیم ہوئی۔ بڑی بیگم کے پاس بھیجی۔ نواب صاحب
کو دی لونڈیون باندیون نے چکھی اور چارون بہنین ملکر کھانے
لگین باہم بھولے پن کے ساتھ ہنسی دل لگی ہوتی جاتی
تھی سپہر آرا چھین چھین کے کھاتی تھی۔ ادھر تو ہمجولیون
مین چہل ہوتی تھی ادھر ایک نیا شگوفہ کھلا۔
دروازے پر ایک ڈولی آئی دو کہار ایک خدمتگار نیلا پردہ

ایک عورت ڈولی سے اُتری اور کہارون اور خدمتگار نے اُسکے اُترتے ہی کہا بسم اللہ اسّی برس کا سن چہرے پر جھریان۔ مگر ابھی تک رخسار تابان پر سرخی باقی ہی۔ از سرتاپا سیاہ پوش۔ مگر باوجود سن ہونے کے جھکی نہ تھی عمر بھر کبھی جریب ہاتھ مین نہ لی۔ عینک البتہ لگاتی تھین آہستہ آہستہ قدم دھرتی ہوئی اندر داخل ہوئین۔

مغلانی۔ (بڑی بیگم سے) لیجیے وہ آئی ہین۔

بڑی بیگم۔ کون۔ اخاہ۔ آئیے آئیے۔ آپ نے کاہے کو تکلیف کی مجھی کو کیون نہ یاد کر لیا۔

ضعیفہ۔ (ض) ایک ہی بات ہی۔

ب۔ اچھی رہین۔

ض۔ شکر ہی۔ صاحبزادیان کہان ہین۔

ب۔ اُس طرف ہین امام باڑے مین۔ بلواؤن۔

ض۔ ابھی نہین

ب۔ ارے کوئی پنکھا جھلو۔

ض۔ نہین ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہی۔ کچھ تم سے تخلیے مین کہنا ہی۔

ب۔ خیریت تو ہی۔

ض۔ (دبے دانتون) ہان۔

ب۔ بہو اللہ خیر کرے جیسے پانون تلے سے مٹی نکلگئی (نوکرون سے) تم سب ذری ہٹ جانا۔ اب کہیے۔

ض۔ اپنی لڑکیون کی ذرا خبرداری رکھو۔

ب۔ (متحیر ہوکر خاموش)

ض۔ دیکھو کنواری لڑکیان اور بھر جوان اور اُس پر طرّہ یہ کہ نام خدا حسن کی کان ہین۔ اور امیرزادیان ہین اس سن مین سب کی نظر پڑتی ہی اور لڑکیان اکثر بگڑ بھی جایا کرتی ہین۔

ب۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش۔)

ض۔ بڑا نازک مقام ہی۔

ب۔ (گردن نیچی کرکے) ایک بات مجھ سے سچ سچ کہدو بولو۔ کہوگی سچ سچ۔

ض۔ اور جھوٹ مین کب بولی۔

ب۔ دیکھو تمکو مین مان اور اپنی بڑی بہن کی جگہ سمجھتی ہون لڑکیان جیسے میری ویسے تمھاری۔ ہی کہ نہین ؟

ض۔ بیشک اسمین کہنا کیا ہی۔

ب۔ تو پھر اس ملمے (معاملے) مین بھی راست راست بولنا۔

ض۔ بلاکم و کاست۔

بڑی بیگم رونے لگین تو ضعیفہ نے سمجھایا کہ ہائین رونا کیا معنے۔

ب۔ بھلا بہن سچ کہو کوئی ایسی بات تو۔

(ایسی بات تو) یہانتک بڑی بیگم کہ چکی تھین کہ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ اور پھر ضعیفہ نے تسلی دی۔

ب۔ کوئی ایسی بات تو نہین سنی جس سے مجھے سنکھیا کھا کے سو رہنا پڑے جو ٹھیک جواب نہ دیا تو حشر کے روز دامن پکڑونگی۔

ض۔ ایسی کوئی بات ابھی تک نہین ہوئی۔

ب۔ کیا خدانا کردہ ہونے کو ہی۔

ض۔ نہ مگر لوگ تاک مین ہین۔

ب۔ اللہ کرے جنازہ نکلے موئون کا جو میری بچیون کو

بڑی نظر سے دیکھیں۔

ض۔ بس اب ہوشیار رہو۔

ب۔ کیا ہوشیاری کرون۔ اندر سے باہر تک پچاسون آدمی نوکر چاکر لونڈیان مغلانیان ہین۔ پھر سچ کہون مجھ کو تو دونون نیک معلوم ہوتی ہین۔

ض۔ کوئی مان کے پیٹ سے بدبھی پیدا ہوا ہی یہ موے شہدے خراب کر ڈالتے ہین بھلے مانس کو۔

ب۔ گھر بھر مین کوئی جوان عورت ہی نہین نوکر رکھی کہ کسی کے بہکانے سے لڑکیون کو ورغلائے کوئی ایک جوان ہی مگر معتبر۔

ض۔ مین سب کہونگی۔

ب۔ لوگلوریان بنی رکھی ہین کھاؤ۔

ض۔ تم تو بھول بھول جاتی ہو۔

ب۔ بیگم۔ کیا؟

ض۔ مین پان کہان کھاتی ہون۔

ب۔ ہان ہان۔ سچ کہا۔ اب میرے حواس بھی توٹھکانے نہین ہین۔

ض۔ تم گھبراؤ نہین لڑکیان ماشاءاللہ سب نیک ہین

ب۔ ہان بدی تو کسی کے مزاج مین بھی نہین ہی۔

ض۔ دونون پڑھ لیتی ہین یا ایک۔

ب۔ دونون۔

ض۔ اچھا یہ مین لکھ لائی ہون۔ اُنسے کہنا کہ صبح کو روز پڑھ لیا کرین۔ سب بلا چھٹ۔

یہ کہکر ایک کاغذ دیا جسمین یہ لکھا تھا۔

الٰہی یکتائی بے ہمتائی وقیوم توانائی وبہمہ چیز دانائی وبہمہ حال بینائی از عیب مصفائی واز شرک مبرائی۔ اہل ہر دوائی۔ شہنشاہ فرمارِوائی۔ مسند نشین استغنائی الٰہی محتاج جانی و نہ آرزومند مکانی۔ پیداست کہ درمیان جانی بلکہ جان زندہ بچیزی ست کہ تو آنی۔ الٰہی عذر ما بپذیر کہ تو غنی وما فقیر۔ عیبہاے ما را مگیر کہ تو قوی وما فقیر۔ الٰہی دلی دہ کہ در کار تو جان بازیم وجانے دہ کہ کار آن جہان سازیم الٰہی ہمتے دہ کہ از دنیا بیزار شویم وتوفیقے دہ کہ استوار شویم۔ الٰہی نگہدار کہ پریشان نشویم دبراہ آزما سرگردان نشویم۔ الٰہی تو آن ساز کہ دیگران نسازند۔ تو آن نواز کہ دیگران ننوازند۔ الٰہی چون بتو نگرم بادشاہم تاج برسر۔ چون بخود می نگرم خاکم از خاک کمتر ؎

پیوستہ دلم دم از رضای تو زند
جان در تن من نفس ہوای تو زند
گر بر سر خاک من گیاہی روید
ہر برگ زبان بوی فای تو زند

ض۔ اگر صبح کو اُٹھکر اسکو پڑھ لے تو جو آرزو ہو معًا پوری ہو جائے۔

ب۔ اچھا ضرور پڑھینگی۔

ض۔ ذری صاحبزادیون کو تو بلواؤ۔

ب۔ پیاری کی مان۔ او پیاری کی مان۔ ذری جاکے حسن آرا سپہر آرا کو بلاؤ کہو چلیے اُستانی جی آئی ہین۔

ض۔ ہان ذری جلدی بھیجنا بٹیا۔

پیاری کی مان اُٹھکر گئین کہ حسن آرا اور سپہر آرا کو بلائین اب سنیے کہ وہان چار دن بہنین بیٹھی شطرنج کھیل رہی تھین حسن آرا اور روح افزا ایک طرف۔ سپہر آرا اور بہار النسا دوسری جانب حسن آرا کی بازی مین رخ۔ فرزین۔ ایک فیل اور چھ پیادے۔ اور دوسری بازی مین فرزین اور

دو رُخ اور ایک پیادہ ۔ مگر بہار النسا کی بازی دبی ہوئی
تھی ۔ یون باتین ہو رہی تھین ۔
سپہر ۔ بہار النسا بہن تو کہنا نہین مانتین ۔ کہدیا کہ پیادہ
نہ بڑھو پیادہ نہ بڑھو لے کے بڑھا دیا اسپ کا اسپ پٹ
گیا ۔ اور بازی کی بازی دب گئی ۔
بہار ۔ اچھا پھر کیا کرتے ۔ یہ ۔
سپہر ۔ اسپ اس گھر کیون نہ آئین ۔
بہار ۔ تمکو تو بس ایک چال سوجھتی ہی ۔ اور یہان دس دس
بیس بیس چالین ذہن مین رہتی ہین دیکھو تم اسپ کو اس
گھر مین آتین ۔ وہ اس رخ کو مار کے کشت دیتین تم
کہان جاتین بتا چلو تو ابھی ابھی معقول کر دون ۔
سپہر ۔ ہم اکیون یہ گھر نہ تھا بادشاہ کو ۔
بہار ۔ اچھا ۔ تو رخ تو گیا جہنم مین یا نہین گیا ۔ لو لو ۔
سپہر ۔ ہان رُخ پٹ جاتا تھا ۔
بہار ۔ (پیار کر کے) رخ ہی نہین کٹتا ۔ بازی گئی گذری
تھی بادشاہ کو تو ایک ہی گھر تھا ۔ وہ فیل کی کشت دیکر
وزیر کو بھی ٹھک لیجاتین ۔ بس یہ پھندے ہی تو تمھین
نہین سوجھتے یہی تو ساری کرامات ہی شطرنج مین ادہر کیا ۔
سپہر ۔ اُف بازی ہی ستیاناس ہو گئی تھی ۔ حسن آرا
بہن خوب کھیلتی ہین اور تم بھی اچھا کھیلتی ہو ۔
روح ۔ اور ہم ؟ ہمارا نام ہی نہین ۔
سپہر ۔ بہن تم ان دونون کو نہین پاتین ۔ چاہے جو کہو
ہم ایک نہ مانین گے ۔
روح ۔ اچھا اکیلے دکیلے کھلوا لو ۔
حسن ۔ مین تو رُخ اُٹھا کے اُنسے کھیلتی ہون ۔
بہار ۔ مین بھی ابھی ابھی ابھی سہی ۔
روح ۔ مگر کوئی بیچ مین بول نہ اُٹھے ۔
بہار ۔ کوئی نہین ۔ بس ہم اور تم ۔

یہ میٹھی میٹھی باتین چارون بہنون مین بھولے پن کے
ساتھ ہو ہی رہی تھین کہ پیاری کی مان تشریف لائین
اس بڈھی عورت کی عادت تھی کہ جب کبھی بڑی بیگم کسی کو
بلواتین تو یہ ڈپٹی ہوئی جاتی اور خوب غل مچاتی تھی کہ چلو
ابھی ابھی چلو ۔ اب بھی حسب معمول ایسا ہی کیا ۔ چلیے صاحب
چلیے ۔ جلدی سے اُٹھیے حکم ہی کہ ابھی ابھی لاؤ سپہر آرا کو یہ
بڑی بری معلوم ہوئی ۔ تنک کر بولی کہ جاؤ یہان سے کہدو
نہین آتے واہ بوڑھی ہو گئی ابھی تک عقل نہ شعور آئی واہ رے چودھراین
ہی کے ۔ سیدھی طرح بات نہین کیجاتی ۔ پیاری کی مان بہت ہی خفیف
ہوئی چپ چاپ سنا کی ۔ اتنے مین مغلانی نے آکر کہا کہ بیگم صاحب
اُستانی جی آئی ہین ۔ آپ سب کے دیکھنے کو بہت جی چاہتا
ہی ۔ ذری دم کے دم چلی چلیے ۔ بازی بچھی رہنے دیجیے
اُستانی جی کو آپ سب سے بڑی الفت ہی ۔ حسن آرا اور
سپہر آرا اور بہار النسا اور روح افزا ملکر گئین ۔ اور دوپٹے
کو سنبھال سنبھال کر چارون تمیز کے ساتھ آداب بجا لائین ۔
اُستانی جی نے سپہر آرا کو گلے لگایا اور سب بہنون سے
بزرگانہ گفتگو کرنا شروع کی ۔
اُستا ۔ ان دونون کو ہمنے آج پہلے ہی مرتبہ دیکھا
(روح افزا اور بہار النسا کو) تمھارا کیا نام ہی بیٹی ۔
بہار ۔ بہار النسا ۔
اُستا ۔ بہار النسا بیگم واہ وا یہ تو خوب نام ہی ۔ اور تمھارا ؟
روح ۔ روح افزا ۔

بی اُستانی جی نے انکو دعاے خیر دی کہ اللہ کرے یہ شاد اور بامراد رہین دودھون نہائین پوتون پھلین اور بڑی بیگم سے رخصت ہوکر ڈولی پر سوار ہوئین اور وعدہ کرگئین کہ اگلی جمعرات کو پھر آؤنگی۔

تباہی! تباہی!! تباہی!!!

این نکتۂ سربستہ بیادم زحباب ست
کاین عمر بیک چشم زدن نقش برآبست

وہ قطرۂ بارش جدائی۔ وہ غرقۂ بحر آشنائی یعنی آزاد فرخ نہاد بادل شاد خاتون پریزاد و ماہ سیماد مشیا اور اُسکے پیارے شوہر جوان رو ئین تن لفٹنٹ اپلیٹن سے گیپین اڑاتا بذلہ سنج کی لطیفہ گوئی کے لطف اُٹھاتا اپنے سچے ہمدردون کی محبت کا دم بھرتا غم غلط کرتا سمندر کی طغیانی اور جہاز کی روانی دیکھتا طرح طرح سے اپنا دل بہلاتا تھا۔ جسوقت ناظورۂ جادو جمال پری تمثال کا چاہ زنخدان یاد آتا تھا جی ڈوبا جاتا تھا مگر دل کو سمجھاتا تھا کہ ؎

یا ہاتھ توڑے جائینگے یا کھولینگے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہی

ایک روز جہاز کے ناخدا نے سب کو اطلاع دی کہ ایک گھنٹے مین بڑی سخت آندھی آنیوالی ہی۔ مستعد ہو رہو۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی سب کے ہوش و حواس غائب ہوگئے۔ جہاز کے ناخدا نے اآئیر ومیٹر کے ذریعے سے جہاز والون کو بصد حزن وملال آگاہ کردیا کہ بہت جلد طوفان عظیم آنیوالا ہی اس ناگہانی کے دفعیہ کا انسان ضعیف البنیان مین یارا نہین مشیت ایزدی مین چارا نہین۔ لوگ اس خبر وحشت اثر کو سنکر ازبس سراسیمہ و حیران ہوئے۔ انتہا کے سرگردان و پریشان ہوے۔ جسکو دیکھیے جگر خون جبین پر نظر ڈالیے دلریش و محزون ہوش و حواس نے ہوا بتائی۔ آنکھون مین تاریکی چھائی سارا عالم تیرہ و تار نظر آتا تھا۔ اجل کا نقشہ آنکھون کے سامنے پھرا جاتا تھا۔ کوئی مثل سنبل پریشان۔ کوئی مثل گل چاک گریبان لبون پر آہ شعلہ فشان زبان پر الامان۔ ؎

اگر ہی آنکھون مین آنسو تو دل ہی غم سے بھرا
جگر مین درد ہی تو ہی زبان پہ واویلا

آسمان حق پرستون کے دل کی طرح صاف۔ چاندنی خوب نکھری ہوئی۔ ماہ منیر مثل محجوب چاردہ سالہ جلوہ کنان بحر و بر سے تجلی صبح اقبال عیان۔ اجرام نورانی فلک سے قدرت ربانی نمودار۔ انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب کا مفہوم آشکار۔

میان آزاد کا جہاز جسکا پیارا نام جنی ڈینس Gennie Deans تھا معشوقان طناز کیطرح اٹھکھیلیان کرتا جاتا تھا ناخدا نے پھر اطلاع دی کہ بیطوفان آتا ہی بیرومیٹر سے طوفان عظیم کی آمد آمد صاف ظاہر ہی۔ لوگو خبردار ہوشیار طرفۃ العین مین مصیبت سے دوچار ہونا ہو زندگی سے ہاتھ دھونا ہو۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے جان کے لالے پڑے حیرت تھی کہ یاالٰہی جائین تو کہان جائین۔ اِس بحر ناپید کنار اور طوفان حسرت بار سے نجات کیونکر پائین۔ دل بیقرار و بیتاب تھا۔ زہرہ آب آب تھا۔ دیکھا کہ کپتان کے بھی ہاتھ پانون پھول گئے اور اُسکے لفٹنٹ بھی سب سٹی پٹی بھول گئے ہیچوے یعنی سیڑھیون سے تختے پر آتے تھے اور گھبرا کر پھر اوپر چڑھ جاتے تھے۔ اِس سبب سے آتش غم اور بھی تیز ہوئی

ہر گوشے سے بلند صداے بریز بریز ہوئی۔ ناخدانے لاکھ سمجھایا۔ مگر کسی کو اُسکی فہمایش سے جان بچنے کا یقین نہ آیا۔ کھُپ گئی کہ اب ہم ہین اور گرداب بلا۔ ہم ہین اور چار موجہ فنا۔ ـــہ

کسی طرح سے سمجھتا نہین دل ناشاد
وہی بُکا ہر وہی زاری اور وہی فریاد

اتنے مین ہوا نے وہ زور باندھا کہ الامان۔ الامان ناخدانے صرف ایک مین سیل Main Sail یعنی توبدستور رہنے دیا باقی اور سب اُتار لیئے۔ اب جہاز راہ خدا پر چھوڑ دیا گیا۔ موجون کی یہ کیفیت کہ آسمان سے باتین کرتی تھین۔ جہاز تھپیڑے کھا کر گنبد کیطرح اُدھر سے اِدھر آتا تھا اور اِدھر سے اُدھر جاتا تھا۔ سمندر اس درجہ جوش و خروش پر تھا کہ الحذر الحذر۔ جہاز والے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جان و مال کو رو بیٹھے۔ سمندر کی ڈراؤنی صورت دیکھکر بدن کانپ اُٹھتا تھا۔ مرد و زن یا علی مدد سے یا خدا بچائیو کا غل مچاتے تھے۔ بچے سہمکر اپنی ماؤن سے چمٹے جاتے تھے۔ کوئی عورت مُنھ ڈھانپ کے روتی تھی کہ ہاے عمر بھر کی کمائی اِس سمندر مین گنوائی۔ کوئی اپنے پیارے معصوم بچے کو چھاتی سے لگا کر کہتی کہ اما کا کلیجا پھٹا جاتا ہے بیٹا ہم تمسے اور تم مجھسے خصت ہوتے ہو۔ وہ نادان مسکراتا تھا اور اس بھولے پن سے اپنی مادر مہربان کے دلپر بجلیان گراتا تھا۔ ـــہ

مطلبے گر بود از ہستی ہمین آزار بود
ورنہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود

کسی کو ہجوم یاس و حرمان سے چپ لگ گئی تھی۔ کسی بیچارے کے ہاتھ پاؤن مین کپکپی تھی۔ کوئی بمقتضاے اضطراب و اضطرار سمندر مین کود پڑنے کا ارادہ کر کر کے رہ رہ جاتا تھا کوئی مارے ہول کے ناخدا اور خلاصیون سے لپٹا جاتا تھا کوئی مصروف مناجات تھا کسی کے لب پر یا دافع البلیات تھا غرض فرط خوف سے کیا بوڑھے کیا جوان کیا عقلمند کیا نادان سب کی عقل گم حواس باختہ ہو گئے تھے۔

خاتون ماہ لقا و نیشیا کے چہرے سے رنگ کافور ہو گیا۔ بذلہ سنج کے دل سے خیال لطیفہ گوئی منزلون دور ہو گیا میان آزاد کا چہرہ زرد اسپلیٹن کے لب پر نالہ پر درد۔ و نیشیا کے دست رنگین مین اسپلیٹن کا ہاتھ اُدھر آزاد اُدھر بذلہ سنج ساتھ تمام جہاز لبریز آہ و فغان تھا۔ رونگٹا رونگٹا مرثیہ خوان تھا اِس طوفان نے جہاز کو ماتم کدہ کر دیا۔ رگہاے تن مین غم و الم کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ ـــہ

دل ستم زدہ و یاس و حسرت و حرمان
انیس تھے یہی دو تین چار پہلو مین

میان آزاد نامراد با دل ناشاد سوچنے لگے کہ بار خدایا یہ کس مصیبت سے دوچار کیا۔ معشوق زہرہ تمثال کے عوض صنم اجل سے ہمکنار کیا۔ جی لگانے کی خوب سزا پائی وصال محبوب کی دھن مین جان ہی گنوائی۔ ہماری ہڈیان تک گل جائینگی۔ مگر حسن آرا بیگم اس سانحہ جگر دوز کی خبر بھی نہ پائینگی۔ وہ بیچاری برسون ہماری خبر سے بیخبر رہے گی نصیب اعدا انواع و اقسام کے صدمے سہے گی۔ اور وفور غم سے تڑپ تڑپ کر کہے گی۔ ـــہ

ای بادشہ خوبان داد از غم تنہائی
دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی
ای درد توام درمان در بستر ناکامی
وی یاد توام مونس در گوشہ تنہائی
تنہائی و مہجوری و راز تو چنانم کرد
کز دست نخواہد شد دامان شکیبائی

مین غریق لجۂ فنا اُس بحر صدق و صفا کو درد دل سے کیونکر آگاہ کردن ٹھان لی تھی کہ چاہے اپنے کو برباد و تباہ کردن مگر معشوق زرین کمر کا حکم بجالادن۔ ٹرکی جاؤن اور پھر جاؤن اسمین مردن یا زندہ آؤن لیکن۔ ؎

مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی مین شست ہی

پیاری سپہر آرا بار بار فال دیکھینگی۔ کہ آزاد کب تک مجیدی تمغے لگائینگے۔ میدان کارزار سے سرخرو ہو کر واپس آئینگے منتین مانینگی کہ آزاد آئین تو ہم مسجد مین گھی کے چراغ جلائین۔ آزاد صورت دکھائین تو ہم گلگلے چڑھائین مگر آزاد اب دو گھڑی کے مہمان آفتاب لب بام ہین۔ نامراد و ناکام ہین۔ آزاد کی کشتی زندگی بحر ہستی مین غوطے کھاتی ہی کوئی دم کے دم مین تہ کی خبر لاتی ہی۔ کوہ فنا سے ٹکرائی یہ ڈگمگائی وہ ڈگمگائی۔ ؎

کشتی نشستگانیم ای باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

مگر دنیا بامید قائم ہی۔ دل کو اس حالت مین بھی ڈھارس دیتے تھے کہ سائین کے سو کھیل ہین۔ ؎

روزے برسی بوصل حافظ
گر طاقت انتظار دارے

اب سنیے کہ جہاز بھر مین تو کہرام مچا تا تھا مگر خوجی انیمی لمبی تانے سو ہی رہے تھے۔ اِس نیند پر خدا کی مار اس پینک پر شیطان کی پھٹکار۔ میان آزاد نے جگایا کہ خواجہ صاحب اُٹھیے طوفان آیا ہی۔ حضرت نے لیٹے ہی لیٹے بھنبھنا کر فرمایا کہ چپ گیدی ہمنے خواب مین بھرد پیا کپڑا پایا ہی تب تو میان آزاد جھلّائے اور کسکر ایک لات لگائی خوجی کلبلا کر اُٹھ بیٹھے تو تلاطم کا عالم دیکھا ہاتھ پانوٗن سرد ہو گئے سمندر کی بھیانک صورت دیکھی تو کانپ اُٹھے دیکھا ہر زن و مرد مبتلائے بلا ہی ہر سمت آہ و بکا ہی۔ پانی بلیون اُچھلتا ہی۔ مفر کی کوئی صورت نہین دیوان حافظ اُٹھا لیا اور صدق دل سے فال دیکھی آزاد کو پڑھ کر غزل سنائی۔ غزل

رفتم بباغ تا کہ بچینم سحر گلے — آمد بگوش ناگہم آواز بلبلے
مسکین چو من بعشق گلی گشتہ مبتلا — واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے
میگشتم اندران چمن و باغ دمبدم — میکردم اندران گل و بلبل تاملے
چون کرد در دلم اثر آواز عندلیب — گشتم چنانچہ ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفتہ میشود این باغ را ولے — کس بے جفاے خار نچیدہ است از وگلے

ناخدا خوب سمجھتا تھا کہ حالت ہر گھڑی نازک ہوتی جاتی ہی طوفان ہی کہ اُمنڈا چلا آتا ہی۔ موج کے تھپیڑے اسقدر بلند ہوتے تھے کہ کلیجہ بانسون اُچھلتا تھا لیکن آزمودہ کار تھا اِسکی پھرتی اور استقلال سے لوگون کو کچھ یون ہی سی تشفی و تسلی ہوئی تھی کہ شاید جان بچ نکلے۔ اپنے اپنے مذہب اور عقیدے کے بموجب اہل جہاز جناب باری سے دعا مانگتے تھے

اب سُنیے کہ جس مقام پر جہاز غرق ہوتا تھا اُسکے سامنے ایک چھوٹا اور پر فضا ٹاپو تھا۔ جزیرۂ پیرم۔ یہ جزیرہ ساحل یمن سے چار میل کے فاصلے پر ہی طول ساڑھے چار میل عرض دو میل۔ سطح بحر سے ۲۳۰ میل بلند اِسکے گوشہ جنوب و مغرب مین ایک نہایت دلکش بندرگاہ ہی۔ دو چار آدمیون نے اس جزیرہ کو بصد حسرت دیکھ کر کہا کہ ہاے خدا جانے یہ کون ٹاپو ہی۔ آزاد خوب واقف تھے کہ یہ جزیرہ پیرم ہی اُنھون نے کئی یورپین سیاحون سے کہا تھا کہ اگر اس جزیرے مین کوئلے کا بندوبست ہو تو خوب بات ہی۔ مگر اکثرون نے

جواب دیا کہ جزیرۂ مذکور مین پانی کی عنقائیت ہی۔ یہ جزیرہ جہاز والون کو ترساتا تھا اور سب کے سب دست بدعا تھے کہ یا الٰہی کسی طرح اِس ٹاپو تک جہاز مع الخیر پہونچ جائے تیری بندہ نوازی کے صدقے ہمین جزیرہ تک پہونچا دے ہائے اِس ٹاپو کے پاس ہی آندھی آئی تو اتنے بندگان خدا کی جان کیون جاتی مگر افسوس۔ ؎

قسمت تو دیکھنا کہ کہان ٹوٹی جا کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

اتنے مین ناخدا نے حکم دیا کہ

All hands ahoy

اِس جگر خراش فقرے سے جہاز مین کہرام مچ گیا صداے ماتم ہر گوشہ سے بلند ہوئی جہاز کے مسافرون کی پریشانی اور مایوسی دہ چند ہوئی۔ پانون خواب آلود ہوے۔ جسم شعلے کیطرح تھرانے لگا۔

ناخدا نے پھر پکار کر کہا۔

All hands ahoy

یعنی جتنے آدمی جہاز مین ہین سب عرشے پر آجائین

اہل جہاز نے شور الامان بلند کیا تو یہی معلوم ہوا کہ اُدھر حاملان عرش اور ثور فلک اور ادھر خفتگان تہ خاک اور گاؤ زمین کانپ اُٹھے۔ ہر فرد بشر کے چہرے پر بیکسی برستی تھی۔ ؎

فلک بگریہ درآمد ز اشکباری شان
زمین بلرزہ درآمد ز بیقراری شان

آزاد نے اس حالت نومیدی مین ہاتھ ملکر کہا۔ ؎

ہزار حیف کہ لاا ب کے سبب دھوکا تھا	وہ ربط اور وہ محبت تھی مثل موج سراب
روان ہر آنکھون سے دریا لگی ہر دل مین آگ	ہوا ہو گئین تری فرقتین مین آتش و آب

امید وصل نہین تا بزیست یا قسمت	دکھائے دیکھیے کیا کیا یہ ہجر خانہ خراب

مرنے کی تیاریان ہو رہی تھین مگر جب وحشت اور نومیدی اور انتہا کی پریشانی مین خیال آتا تھا کہ شاید بعد مرگ وصال ہو تو گویا جی اُٹھتے تھے کبھی کان مین حسن آرا بیگم کی آواز آتی تھی کہ کیون آزاد داغ مفارقت دے چلے کبھی چونک پڑتے تھے کہ این! سپہر آرا کے رونے کی آواز کہان سے آئی۔ مگر حسن آرا اور سپہر آرا دونون کو اُنکے درد دل کی خبر نہ تھی۔ بس اتنے مین کیا دیکھتے ہین کہ اسپلین اپنی چاہتی بیوی کا پیارا پیارا ہاتھ پکڑ کر بدحواسی کے ساتھ تختے پر کھڑے رو رہے ہین۔ اور بدلہ سنج کی آنکھین روتے روتے مثل خون کبوتر سرخ ہین۔ میان آزاد کو دیکھکر وینشیا نے بصد حسرت کہا۔ مسٹر آزاد۔ الالاس!!!

آزاد۔ رخصت۔

وینشیا۔ دائمی۔

آزاد۔ جہاز اب گرداب تلاطم مین ہی۔

وینشیا۔ چاہے جو ہو۔

آزاد۔ (رو کر) ہاے ستم واے ستم۔

مس۔ مسٹر آزاد۔

آزاد۔ اب کیا۔ صبر۔ اب کیا۔ صبر۔ اب کیا۔ صبر۔

مس سمجھ گئی کہ غم اور رنج و الم نے اس بیچارے کو دیوانہ بنا دیا۔

بدلہ سنج۔ ارے ابھی ہی۔ لو اب بھنور مین جہاز آگیا۔

اسوقت عورتون نے اس زور شور سے آواز بکا بلند کی کہ کل جہاز والون کے کلیجے دہل گئے۔

مس۔ alack! alack!! alack!!!

ص۔ بس اتنی ہی دنیا تھی۔

آزاد- ہان اتنی ہی دنیا تھی-

خوجی- بھائی- پیارے- ہاے آزاد- خدا گواہ ہے کہ مین اسوقت افیم کے نشے مین نہین مگر حیف صد حیف کہ تمہاری جان جاتی ہے ہاے حسن آرا بیگم سمجھین گی کہ آزاد نے دھوکا دیا- پردہ نشین بیگم اُس عصمت سمات کو کیا معلوم ہوگا کہ جہاز ڈوب گیا- اور آزاد کی جان گئی- ہاے افسوس واے افسوس ؎

ز جوشِ آتشِ غم شعلہ افشان شد چراغ من	
خدایا بر دلم رحمے کہ خون گردید داغ من	

اے آزاد- ہاے تیری جوانی مفت گئی- حسن آرا کے عشق نے تجکو کہین کا نہ رکھا- حیف- صد حیف- جہاز پر جتنے مرد اور عورتین اور بچے تھے سب صید مصیبت تھے بچے اپنی ماؤن سے چھٹے ہوے زار زار روتے تھے عورتون نے شور محشر بپا کیا تمام مرد گریہ کنان اور انتہا کے پریشان جو لوگ تھوڑی ہی دیر ہوئی خوش و خرم تھے اُنکو اسوقت گریہ کنان پایا- خود اپنی قضا کا نوحہ خوان پایا-

مدتِ شادی و غم نیست برابر بجہان	
گریۂ شمع شبے خندۂ صبح ست دمے	

جہاز تین بار گھوما اور ہواے تند اُسکو کئی گز کے فاصلے پر لے گئی-

میم- پیارے ڈارلنگ- ایلیٹن- رخصت-

ایلیٹن- (ص) پیاری- رُخ-

ہاے رخصت کہنے کو تھا- مگر رخ کہتے ہی جہاز نے چوتھے بار چکر کھایا اور (صت) زبان سے نہ نکل سکا- دنیا کی اسوقت عجیب کیفیت تھی-

آزاد فرخ نہاد تو ایک جری اور دلیر آدمی تھے کوشش بلیغ کی کہ بنی نوع انسان کی جان بچائین- کپتان اور اُسکے لفٹنٹ اور اہل جہاز سب آزاد کے عاشق تھے- ایک قسم کی دلی محبت ہوگئی تھی- آزاد نے بسی مشکور کی کہ اہل جہاز ڈوبنے سے بچ جائین- مگر یہ خیال محال تھا کپتان نے اُسوقت بڑی مایوسی سے کہا کہ کیا اسوقت یہان کوئی آدمی بھی ایسا نہین جو میرے اسسٹنٹون کو مدد دے اور بندگان خدا کی جان بچانے مین جی کڑا کرے جان بچانے مین کوشش موفور کر رہا ہون- اَلسّعیُ مِنّی والاتمام من اللہ تعالیٰ

پھر کپتان نے غل مچا کر کہا کہ-

Lower the Life Boat

واضح ہو کہ ہر جہاز کے ساتھ چند لائیف بوٹ رہتے ہین- رسیون اور زنجیرون سے جکڑے ہوے- اب وہ وقت آگیا تھا کہ لائیف بوٹ سے مدد لیجائے- لائیف بوٹ جہاز کے غرقاب ہونے کے وقت کام آتے ہین ناخدا نے کہا کہ لائیف بوٹ جو اس جہاز کے ساتھ ہین- اُنکو نیچا کرو آزاد نے اُس مین بڑی مدد دی-

اب جہاز ڈوبنے ہی کو تھا- دس فٹ سے زیادہ پانی جہاز کے ہولڈ مین آگیا تھا- آزاد نے کپتان سے کہا کہ پانی کو پمپ کے ذریعہ سے نکالو ورنہ غضب ہی ہو جائیگا کپتان نے کہا کہ پمپ کے ذریعہ سے پانی نکالنا بیکار ہے-

آزاد- کیون؟-

کپتان- پہلے تو آندھی کا ذرا بھی گمان نہ تھا- دفعۃً طوفان جو آیا تو امواج بحر پہاڑ کی بلندی کے برابر اونچی ہونے لگین جو شے تختے پر تھی سب کو بہا لے گئین آزاد نے کپتان کی بڑی تعریف کی اور لائیف بوٹ

کو بچا کیا اُسوقت آزاد کی پھرتی اور ہمدردی اور جری شجاعت کے اہل جہاز تہ دل سے مداح تھے اور ونشیا اِس جری نوجوان کو حسرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ آزاد نے بہت سے لڑکون اور عورتون کو لائیف بوٹ مین جگہ دی۔ اِس کام مین جو اُسکی سچی ہمدردی اور بسالت پر دال تھا اُسکی جان خود معرض خطر مین تھی۔ مگر آزاد کی جرأت اور شجاعت اعلیٰ درجہ کی تھی۔

آزاد اُسوقت عورتون اور بچون کو مدد دے رہے تھے کہ وہ جہاز سے لائیف بوٹ مین کود آوین۔ اُنھون نے کسی کی ایک نہ سُنی پھر ونشیا نے بصد حسرت اُنکو بآواز بلند پکارا۔ آزاد اور سب کو چھوڑکر ونشیا کیطرف آئے اور اُنکو گود مین اُٹھاکر لائیف بوٹ کیطرف لیگئے۔ ونشیا نے کہا پیارے آزاد میری جان سے زیادہ پیارے اپلیٹن کو تو لاؤ۔ اتنے مین اپلیٹن بھی آیا ونشیا اور اپلیٹن دونون لائیف بوٹ مین کود دے اور آزاد نے فرط طرب سے تین بار کہا

Hip Hip Hurrah
Hip Hip Hurrah.
Hip Hip Hurrah.

آزاد کی بسالت اُسوقت قابل دید تھی۔ بلکہ دید تھی نہ شنید تھی۔ لوگونکو شک کی جگہ یقین ہوگیا کہ یہ انسان نہین فرشتہ آسمان سے آیا ہی کہ گنہگارونکو غرق ہونے دے اور بیگناہون کی زبان بچائے دوسرے لائیف بوٹ مین بھی آزاد کی کوشش سے کئی آدمی کود دے جہاز کے کپتان نے جہاز کو اُسوقت چھوڑا جب تین بار چکر کھاکر وہ غرقاب ہونیکو تھا ناخدا لائیف بوٹ مین کودا تو میان آزاد نے بآواز بلند کہا

Save the compass to enable you to steer for the land.

یعنی کمپاس اپنے ساتھ لیتے آؤ تاکہ اُسکے ذریعہ سے لائیف بوٹ خشکی کیطرف جاسکین۔ ناخدا نے کمپاس لیا جزیرہ پیرم سامنے نظر آتا تھا مگر فرط یاس سے کسی کو اُمید نہ تھی کہ وہان تک پہونچ سکین گے۔

پیرم کے باشندے بمقتضاے ہمدردی انسانی نہایت حسرت اور غایت ملال کے ساتھ دیکھتے تھے کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہی ان لوگون نے جزیرے کے ساحل پر خوب تیز روشنی کی اور کئی من تیل برابر ڈالتے گئے تاکہ شعلے بلند ہون اور اہل جہاز نے اگر یاس اور غم اور پریشانی کے سبب سے اِس جزیرے کو نہ دیکھا ہو تو روشنی سے سمجھ جائین کہ زمین قریب ہی۔ تین مختلف مقامات پر آگ جلائی گئی۔ صدہا آدمی اِس واقعۂ ہوش ربا کے دیکھنے کے لیے اپنے اپنے مکان چھوڑکر ساحل بحر پر آن کھڑے ہوے تھے اور غُل مچا رہے تھے اکثر رقیق القلب آدمی پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے اور تہ دل سے آرزومند تھے کہ جہاز ڈوبنے سے بچ جائے۔ مگر بعض ذات شریف اِس مصیبت کو دیکھ دیکھ کر کھلے جاتے تھے کہ سویرے منھ اندھیرے گھرے ہین خوب تھین جیرینگے یہ شقی القلب بدکردار ناہنجار ناخداترس مارے خوشی کے تالیان بجاتے تھے جامے مین پھولے نہین سماتے تھے اور باہم خوش خوش یون گپین اُڑاتے تھے۔

ایک۔ بس اب جہاز کے ڈوبنے مین باقی کیا ہی۔

دوسرا۔ اجی لو بارہ ہین۔

تیسرا۔ تڑکے ہی سے لیس ہوکر آ ڈٹونگا۔

چو تھا۔ دس بارہ برس ہوے کہ ایک فرانسیسی جہاز اِسی مقام پر غرق ہوا تھا۔ کئی سو آدمیون کی جان گئی مگر یار دن کی ہنڈیا چڑھی۔ ایک صندوق بہتا ہوا اِدھر آنکلا۔ اُس مین جواہرات تھے ہم تینون بھائیون نے بڑی کشش اور کوشش سے نکالا۔ مگر نصف تو چھن گیا۔ نصف ہمارے ہتے چڑھا۔

پانچوان۔ سارے! ہم جانتے ہین جہاز بچ جائیگا افسوس۔

چھٹا۔ کیا مجال۔ کیا طاقت۔ وہ دیکھو چکر کھایا۔

ساتوان۔ (مونچھون پر تاؤ دیکر) صبحکو قسمت آزمائی ہوئی

آٹھوان۔ اجی ہمنے اسیطرح بہت کچھ پیدا کیا۔ مگر دعا مانگو کہ جہاز جلد ڈوب جائے

نوان۔ خدا کرے یہ تو ابھی غرقاب ہو جائے۔ اور دس دن تک جتنے جہاز ادھر سے آئین بس غرق ہی ہوتے جائین۔

یہ سنگدل شقی دست بدعا تھے کہ جہاز فوراً ڈوب جائے تو صبح کو مال و اسباب اِنکے ہاتھ آئے۔ لیکن جزیرہ پیرم مین ایسے رحم دل طیب النفس نیک مرد بھی تھے جو دل ہی دل مین دعا مانگتے تھے کہ بار خدایا اس جہاز کا تو ناخدا ہو جا عورتین پھوٹ پھوٹ کر روتی تھین کہ خدا جانے کون کون بدبخت اسوقت لقمۂ نہنگ اجل ہو گا کسی زن نوجوان وخوبرہ کا پیارا شوہر ڈوبتا ہوگا کسی کا معصوم بچہ اِس سے ہمیشہ کے لیئے جدا ہو گا۔ جزیرہ پیرم مین اسوقت ساحل بحر کے قرب وجوار از دحام تمام تھا اسمین ایک زن خوبرو و آئینہ زانو اس سانحہ نادیدنی اور دردانگیز اور واقعۂ ناشنیدنی وحسرتخیز سے تڑپ رہی تھی۔ اِسکے پیارے شوہر نے جو ایک اوسط درجے کا تاجر تھا اُسکو لکھا تھا کہ مین تین دن مین جنی ڈٹنیس جہاز پر بمبئی سے مصر جاؤنگا خوب جانتی تھی کہ اسی جہاز پر وہ بھی سوار ہو گا۔ تمام عالم اُسکی نظر مین تیرہ و تار تھا اور گو تین لائیف بوٹ پر آدمی آرہے تھے۔ مگر وفورِ غم سے اس درجہ اشکبار تھی کہ اُسکو کوئی شئے نظر ہی نہین آتی تھی۔ زن مذکورہ کی بیقراری اور اشکباری اور اضطراب وبیتابی کا حال ناگفتہ بہ تھا۔ ڈاڑھین مار مار کر روتی جاتی تھی کہ استنے مین ایک ملاح نے اُسکے آنسو پونچھے اور یون تشفی کی۔ میری پیاری بیٹی۔ گو تو مجھ کو نہین جانتی کہ مین کون لیکن مین تجھ کو خوب جانتا ہون۔ دس برس کے سن سے مین نے ملاحی کا کام کیا ہے اور اب مین پچاسی برس کا ہون پچیس روز سے مین نے جہاز رانی چھوڑ دی اب مین بوڑھا ہوا مین نے سمندر کی جو جو کیفیتین دیکھی ہین وہ اِس جزیرے مین کسی نے کم دیکھی ہونگی۔ یہ کچھ فرض نہین کہ جب جہاز ڈوبے تو سب کے سب غرق ہی ہو جائین۔ بحر پاسفک مین ایک جہاز طوفان عظیم کے سبب سے ٹچکیون مین غرق ہو گیا مگر صرف گیارہ ڈوبے باقی سب قدرت خدا سے بچ گئے۔ تین لائیف بوٹ سامنے آرہے ہین کیا عجب کہ ان مین تیرا شوہر بھی ہو۔ تھوڑی دیر اور تامل کر۔ قبل از مرگ واویلا جناب باری کی درگاہ سے مردود ہونا ہے۔ اُس زن مضطرب الحال کی آنکھو نمین ایسا اندھیرا چھایا تھا کہ لائیف بوٹ اُسنے ابتک نہین دیکھے تھے۔ پیر مرد نے جو لائیف بوٹ کا نام لیا تو اُسکو ذرا یون ہی سی تشفی ہوئی کہ شاید اپنے پیارے شوہر کی صورت

دیکھ سکے آنسوؤں کو پوچھ کر بہت غور کے ساتھ سمندر کیطرف نظر کی تو دیکھا کہ واقعی تین لائیف بوٹ چلے آتے ہین لپک کر آگ کو خوب تیز روشن کیا تاکہ روشنی کی سمت بوٹ آئین۔ ملاّح نے بھی اُس فلک ستائی کو بڑی مدد دی اور برابر تسکین دیتا گیا۔

عورت (ع) یہ روشنی وہ لوگ دیکھتے ہونگے۔

ملاح۔ ضرور اِس سے اُنکو بڑی تقویت ہوگی۔

ع۔ ہاے۔ کیا معلوم کس کس بیچارے کی جان پر بن آئیگی

ملاح۔ افسوس۔

ع۔ بھلا۔ لائیف بوٹ تو نہ ڈوب جائینگے۔

ملاح۔ ہلکی پھلکی کشتیان ہین۔

ع۔ طوفان تو اور بھی سخت ہوا جاتا ہی۔

ملاح۔ آگ روشن کرو۔ آگ روشن کرو۔

اس عورت بیچاری مصیبت کی ماری کو یقین واثق تھا کہ اُسکا پیارا شوہر کسی نہ کسی لائیف بوٹ پر ضرور ہوگا سچ ہی دنیا بامید قائم۔ یہ اچھی طرح معلوم ہی نہین کہ بمبئی سے وہ روانہ بھی ہوا یا نہین مگر کھڑی دعا مانگ رہی ہی کہ یا الٰہی یہ لائیف بوٹ بچ جائین کہ پیارے شوہر سے ملون۔ ہوا نے اب وہ زور باندھا کہ الحذر۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ طوفان کو گویا اُن بندگان خدا سے جانی دشمنی ہی۔ جو جہاز پر سوار ہین خوجی طوفان کو گالیان دیتے جاتے تھے کہ او کمبخت۔ او بے ایمان طوفان او بیرحم او سنگدل طوفان۔ او گیدی۔ کب کا بدلہ لیا۔ ہاے اسی سے تو مین پانی کی صورت سے کانپتا تھا۔ اِس پانی کو آگ لگے۔ مار ہی ڈالا میان آزاد کو اسوقت مطلق خیال نہ رہا کہ خواجہ بدیع صاحب بھی اُنکے ساتھ ہمدم و ہمساز ہین اور لوگو نکو لائیف بوٹ پر آنے مین مدد دی مگر اُنکو بالکل بھول ہی گئے۔ یہ اسوقت ایسے چوندھیا گئے کہ ایک مقام پر کھڑے ہوے جہاز اور طوفان اور سمندر کو بے نقط سنا رہے تھے۔

کپتان دو بار حکم دے چکا کہ توپ داغو۔

اتنے مین ایک توپ دغی۔ دھنننا۔

ع۔ اِسکے کیا معنی۔

ملاح۔ (ہاتھ ملکر) ہاے ہاے۔

ع۔ یہ توپ کیون دغی۔

ملاح۔ مصیبت کی علامت ہی۔

ہوا اور بھی تیز ہوئی۔ ملاح نے کہا اتنی عمر مین مین نے ایسا طوفان عظیم نہین دیکھا۔ جہاز تو اب کھلونا ہو گیا جیسے تنکا ویسے جہاز۔ لہرین تو دیکھو کتنی بلند ہوتی جاتی ہین۔ اُف الامان۔ الامان۔ سمندر اسوقت گویا خونخوار ہو رہا ہی۔ کچھ ٹھکانا ہی۔ اتنے مین چاندنی کافور ہو گئی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا کالے کوسون تک چھایا۔ مگر ہوا کی تیزی کے سبب سے شعلے خوب بلند تھے اور جزیرہ پیرم کے چند خدا ترس آدمی آگ کو اور بھی تیز کرتے جاتے تھے۔

ملاح۔ آگ روشن کرو۔ آگ روشن کرو۔

ع۔ تیل۔ تیل۔ تیل۔

ملاح۔ ان ڈوبنے والے بیچارون پر ذرا رحم کرو۔

ع۔ ہی ہی اسوقت تو کھڑا نہین رہا جاتا۔ پاؤن لاکھ جاتی ہون جمتے ہی نہین۔

ملاح۔ بیٹھ جاؤ۔ آگ سے دور شعلون سے الگ۔

پھر جہاز پر توپ دغی دھنننا۔

ملاح۔ (بہ آواز بلند)

مرجا۔ کپتان اسمتھ۔ (عورت سے) اس طوفان عظیم مین ایسے چھوٹے جہاز کو اتنے عرصہ تک بچاتا کپتان اسمتھ ہی کا کام ہی۔ ایسا ناخدا بھی کم دیکھا۔

ع۔ یہ دوسری توپ کیون دغی۔

ملاح۔ مصیبت کی علامت ہی (دوربین لگاکر) اُف اوہو۔ ارے رے رے۔

ایک لہر آئی۔ جہاز تہ و بالا ہونے لگا وہ گئی تو دوسری آئی۔ ہنوز جہاز سنبھلنے نہ پایا تھا کہ تیسری موج کے تھپیڑون نے آفت ڈھائی میان آزاد بکمال شجاعت و استقلال جہاز پر سے کودنے ہی کو تھے کہ ناخدا نے میان خوجی کو بھی آگے لائیف بوٹ مین بہزار خرابی پہونچایا۔ آتے ہی اُنھون نے غل مچایا کہ ارے یار وافیم کی ڈبیا تو وہین رہ گئی۔ میان کوئی بندۂ خدا ذری لپک کے ہماری ڈبیا لے آئے آزاد کو جو پایا تو چمٹ گئے۔ بھائی آزاد جب اتنا بڑا جہاز نہ بچا تو یہ ننھی ننھی کشتیان بھلا کیونکر بچینگی۔ آزاد نے کہا۔ خدا مالک ہی۔ جب زور سے آندھی آتی ہی تو تناور درخت بھی پھٹ پڑتے ہین کبھی کسی نے یہ نہ دیکھا ہوگا کہ آندھی چلنے سے گھانس ٹوٹ گئی ہو۔

جزیرہ پیرم مین اُس زن خوبرو نے جو بڑی دیر تک آگ روشن کی اور ایسے طوفان عظیم کے وقت اس لق و دق میدان مین کھڑی رہی تو تپ آگئی۔ مگر وہان سے جاتی کیونکر۔

ادھر تو یہ باتین ہوتی تھین اُدھر جہاز کو ایک موج بلاخیز نے اس زور کا تھپیڑا دیا کہ اچھل گیا نتھا لائیف بوٹ مین آگیا تھا۔ دوسرا تھپیڑا دیا۔ تیسرا تھپیڑا دیا ملاح نے دور ہی سے دیکھکر کہا ہاے ہاے سب ڈوب گئے بیچارے لائیف بوٹون مین تو کوئی پچاس ساٹھ آدمیون سے زیادہ نہین آنے پائے۔ جہاز گھومنے لگا۔ جسطرح پھرکی کو بچہ گھماتا ہی۔ اسیطرح امواج بلاخیز کے تھپیڑون سے جہاز نے چکر کھایا اہل جہاز کا حال ناگفتہ بہ اُنکی بیکسی اور بے بسی اُن کی آشفتہ حالی اور پریشانی۔ اُنکی سراسیگی اور حیرانی۔ عورتون کی گریہ و زاری۔ مرد و زن کی اشکباری۔ بچون کی بیقراری کی انتہا نہ تھی۔ اگر کوئی فوٹوگرافر اسوقت جہاز اور اہل جہاز کا فوٹو اُتارتا تو بڑے بڑے سنگدل اُسکو دیکھکر زار زار روتے اجل چمٹی جاتی ہی اجل کے پنجے مین مرغ حیات پھنسگیا مگر پھڑپھڑا رہا ہی کہ شاید تڑپ کے نکل سکے۔ ادھر یہ مصیبت زدے جہاز پر دیوانہ وار پھرتے تھے کہ کسی طرف بھاگ جائین جان بچائین اور اُدھر اجل کھڑی ہنس رہی تھی کہ اس وحشت کے صدقے کوئی انسے اتنا تو پوچھو کہ مجھسے بھاگ کے جائینگے کہان۔

جان بڑی پیاری چیز ہی خوب جانتے تھے کہ ناخدا اور کمپاس کا پتا نہین۔ جہاز مین پانی برابر آرہا ہی طوفان ستم پر ستم ڈھا رہا ہی۔ سمندر جوش و خروش پر ہی۔ لائیف بوٹ تو دور نکل گئے۔ مگر پھر بھی کوشش کرتے جاتے تے کہ شاید کسی طرح بچ جائین۔ ہاے افسوس وا ے افسوس ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

دو اجل رسیدہ بہنین اس حالت مایوسی مین یون باتین کرنے لگین۔

بڑی بہن۔ (بڑی) کود پڑو پانی مین کود پڑو شاید بچ جائین۔

چھوٹی بہن۔ (چھوٹی) (سر پیٹ کر) اب جو چاہے کرو بچنا محال ہے۔

بڑی - ہی ہی - اِس طوفان ظالم سے خدا سمجھے -

چھوٹی - ہاے اماں جب سنینگی تو کیا کرینگی -

بڑی - اُف ہاے غضب - ارے یہ ہوا کیا -

چھوٹی - مین تو کودتی ہون -

بڑی بہن - (روک کر) ہائین کیون جان دیتی ہو -

حضرات ناظرین کسقدر افسوسناک معاملہ ہو - جہاز اب ڈوبتا ہو ایک بہن مارے گھبراہٹ کے کہتی ہو کہ مین پانی مین کودی پڑتی ہون ہاے کوئی پوچھے کہ سمندر مین کودنے سے کیا بچ جائیگی مگر یہ پوچھے تو اُس سے جو ہوش مین ہو - دوسری بہن کہتی ہو کہ ہائین ہائین کودنا نہین کودنا نہین - جان کیون دیتی ہو - آف ہاے کیا غضب کا فقرہ ہو - دہشت گھبراہٹ ازخود رفتگی - جوشش خون آشفتگی و فرط غم و الم - یہ سب اس فقرے سے ہویدا ہین جوش خون اور بہن کی محبت اسکی مقتضی نہ ہوئی کہ بہن کو کودنے دے - گو خوب جانتی تھی کہ کودیگی تو اور نہ کودیگی تو جان ہر طرح جائیگی - مگر دنیا بامید قائم -

ایک عورت نے جو اس سانحۂ ہوش ربا سے مجنون ہو گئی تھی اپنے پیارے بچے کو سمندر مین پھینکدیا اور کہا ای سمندر یہ لڑکا مین تیرے سپرد کرتی ہون یہ کہکر خود بھی کود پڑی اور لقمہ نہنگ اجل ہوئی - تینون لائیف بوٹ موجون کے تھپیڑے کھاتے سختیان اُٹھاتے جزیرہ پیرم کے رخ جانے لگے کل ستر آدمی اُسمین تھے تاریکی ایسی چھائی تھی اور لہرین اسقدر بلند ہو ہو جاتی تھین کہ جزیرہ مذکور اچھی طرح نظر نہین آتا تھا - مگر روشنی نے اُنکو بڑی مدد دی - ورنہ کمپاس سے چندان مطلب برآری ممکن نہ تھی -

ملاح ساحل پر اُن بوٹون کی آمد آمد کا منتظر کھڑا تھا اور وہ زن جوبرو کبھی کبھی دوربین ملاح سے لیکر دیکھتی تھی اُسکے دل کی اسوقت عجب کیفیت تھی - جہاز کے غرق ہونے اور صدہا بندگان خدا کی جان جانے کا از بس ملال تھا مگر جب سوچتی تھی کہ ایک لائیف بوٹ پر اُسکا شوہر بھی آتا ہوگا تو باچھین کھل جاتی تھین اور پھر جو خیال آتا تھا کہ مبادا بوٹ پر نہ کودسکا ہو تو اداس ہو جاتی تھی -

اتنے مین باد مخالف جو چلی تو دو لائیف بوٹونکا رخ بدل گیا -

ملاح - ارے رے رے اُف - یہ بُرا ہوا -

ع - (چونک کر) کیا ہوا -

ملاح - بوٹون کو دیکھو -

ع - (ہاتھ ملکر) ارے یہ تو دوسرے رخ جانے لگے ہاے ہاے یہ کیا ستم ہو گیا -

ملاح - گھبراؤ نہین - گھبراؤ نہین - کمپاس اُنکے پاس ہو اور کپتان اسمتھ بڑا لائق اور تجربہ کار ناخدا ہو اور اُن کے لفٹنٹ بھی آزمودہ کار جہازران ہین -

ع - مگر اس سے فائدہ کیا ہوگا - باد مخالف سے کچھ بس چلتا ہو -

ملاح نے دیکھا کہ ایک لائیف بوٹ بھنور مین پڑ گیا اور چکر کھانے لگا - یہ بحر ہند کے مختلف مقامات سے خوب واقف تھا - اب سنیئے کہ جس مقام پر یہ لائیف بوٹ تھا وہان دو تین پہاڑ بھی قریب تھے جنکی چوٹیان ہمیشہ پانی مین چھپی رہتی تھین - ان پہاڑون سے جہازران کم واقف تھے کیونکہ جہاز کے اصلی راستے پر وہ واقع نہ تھے مگر پیرم کے

چپے چپے کا حال جانتا تھا۔ سمجھ گیا کہ اگر ذرا ہوشیاری نہ کی تو کشتی کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑ جائینگے۔ زن خوبرو سے اِس امر کا تذکرہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ طرح طرح کے سوالات کرتی جاتی تھی مگر ملاح کی نظر اُسی طرف تھی۔

ع۔ کشتیاں اب کہاں ہین۔

ملاح۔ خاموش۔

ع۔ (خوف زدہ ہوکر) اب لائیف بوٹ کہاں پر ہین

ملاح۔ (جواب ندارد)

ع۔ کیا بھنور مین پڑ گئین۔

ملاح۔ پہاڑون سے ضرور ٹکرائین گی۔

ع۔ اب ہین کہاں پر۔

ملاح۔ ٹھہر جاؤ۔ ٹھہر جاؤ۔ اسوقت باتین نکرو۔

تیس چالیس شقی اس لائیف بوٹ کی حالت زار دیکھکر خوش ہو رہے تھے ایک بولا ڈوب ڈوب۔ دوسرے نے کہا۔ ارے بچگئی کشتی۔ تیسرے نے کہا بکری کی ماں کبتک خیر منائیگی۔ چوتھا بولا۔ وہ ڈوبی ارے پھر بچی۔ ہاے بچ گئی۔ ملاح کا بس چلتا تو خود جاکے پتوار ہاتھ مین لیتا اور اُن اجل رسیدہ بیچارون کو بچاتا مگر یہ امر محال تھا زن خوبرو اُن شقی القلب آدمیون کی گفتگو سنکر اور بھی زار زار رونے لگی۔ کہ یہ کمبخت کھڑے ہوے دعا مانگ رہے ہین کہ کشتی غرقاب ہو جائے۔

جنی ڈنیس جہاز چکر کھاکر غرقاب ہو گیا بچون اور عورتون اور مردونکے چیخنے چلانے کی آواز سے لائیف بوٹ والون کے کلیجے دہل گئے۔ ایک تو خود گرداب بلا مین تھا باقی دونون کے بیٹھنے والون نے پیچھے پھر کر اس سانحۂ ہوش ربا کو نظر عبرت سے دیکھا اور اسقدر روئے چلائے کہ الامان الامان۔ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز ڈوب گیا۔

ساحل جزیرہ بیرم پر بھی شور مچا۔ گو اکثر سنگدل جہاز کے ڈوبنے کی دعا مانگ رہے تھے۔ مگر جسوقت دیکھا کہ بچے اور زن و مرد اِس بیکسی سے جان دیتے ہین بے اختیار آنسو نکل پڑے شعلے ہوا کے سبب سے خوب تیز تھے لہٰذا شب کی تاریکی مانع مشاہدہ نہوئی زن خوبرو سکتے کے عالم مین تھی۔ ملاح نے پیشتر ہی کہدیا تھا کہ اتنے عرصے مین جہاز غرق ہوگا چنانچہ ویسا ہی ہوا کبھی زن خوبرو کشتیونکی طرف دیکھتی تھی کبھی سوچتی تھی کہ مبادا جہاز ہی مین رہ گیا ہو اور ڈوب گیا ہو۔

اب سنیے کہ جس لائیف بوٹ پر ناظورۂ ماہ لقا و فیشیا اور لفٹننٹ اپلیٹن تھے وہ باد مخالف کے زور سے جزیرۂ بیرم سے تھوڑے فاصلے پر بہتا چلا گیا اور پتوار ایک اناڑی کے ہاتھ مین ملاح تو خرانٹ جہاز ران تھا بھانپ گیا کہ کسی نا دان نو آموز کے ہاتھ مین پتوار ہے۔ کشتی کا بچنا معلوم۔ بادیدہ مطروح و سینۂ مجروح خدا کے آسرے پر بیٹھا سمندر کو دیکھ رہا ہے۔ اجل ہر سمت سے اپنی بھیانک صورت دکھاتی تھی۔ چوطرفہ مصیبت ہی مصیبت نظر آتی تھی۔ جہاز پرسے بوٹ مین آئے مگر یہان بھی مصیبت نے ساتھ نہ چھوڑا۔ ~

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی	بچنا

مس۔ آزاد کس بوٹ پر ہین۔

ص۔ وہ سامنے جاتا ہے

مس۔ اب ہمارا بوٹ بچ بھی سکتا ہے بھلا۔

ص۔ خدا بڑا کارساز ہے۔

مس۔ (آہ سرد بھر کر) یا الٰہی ہمین بچالے۔ (رو کر) ہائے ہم بیگناہ ہین۔

ص۔ اُف اسوقت جیسے کوئی کلیجہ مسوس رہا ہے۔ توپ کا مقابلہ کرتے ذرا خوف نہین معلوم ہوتا مگر اسوقت دل تک لرز رہی ہی۔ خیر خدا حافظ ہی وینشیا گھبراؤ نہین خدا کی خدائی مین کسی کو دخل نہین ہی

مس۔ یقین نہین آتا کہ بچین۔

ص۔ صبر۔ صبر۔ استقلال۔

مس۔ صبر نہین تو اور یہان لبس کیا چل سکتا ہی (آسمان کیطرف دیکھکر) یا خدا بچائیو۔

ص۔ لو آزاد کی کشتی بھی ادھر ہی آنے لگی۔

مس۔ ہان آئی۔ مگر وہ بھی تو ادھر ہی چلی آتی ہی۔ ماجرا کیا ہی یا خدا۔ یا خدا۔

ص۔ اپنی خوشی سے تھوڑا ہی آتے ہین کچھ۔

مس۔ کوئی نہ بچیگا۔ ہائے اب جان گئی۔ ایلیٹش۔ رخصت

یہ کہکر وینشیا رُخ انور ڈھانپ کے خوب زار زار روئی یہانتک کہ ہچکی بندھ گئی۔ ایلیٹن بھی زندگی سے ہاتھ دھوچکا تھا۔ مگر وینشیا کو بکمال استقلال سمجھایا کہ پیاری وینشیا ذرا مستقل مزاج رہو۔ یہ وقت استقلال کا ہی۔ اگر استقلال نہ کروگی۔ تو کروگی کیا۔ مگر تاہم مستقل رہنا چاہیئے دیکھو اگر مستقل نہ رہتے تو جہاز سے یہان تک کیونکر آتے اور لوگون کی طرح ہم بھی نہ ڈوب جاتے۔

مس۔ اب تو بچنے کی کوئی صورت ہی نہین ہی (سمندر کیطرف نظر کرکے) اُف۔ ہائے یہ ہمارا جانی دشمن ہی۔

ص۔ آزاد کی کشتی کا رُخ بدل گیا۔ افسوس۔

م۔ ہائے ہائے۔

ص۔ ایسا طوفان تو ہمنے آجتک دیکھا ہی نہین۔ یا الٰہی مدد دے یا خدا مدد دے۔ ؎

سراسر ہیچ مہر و ماہ گردیدیم دنیا را	
ندار د منزل آسایشی دیدیم دنیا را	

ایک لائیف بوٹ جسپر کپتان اسمتھ تھے وہ تو مع الخیر سلی جزیرۂ پیرم تک پہونچ گیا۔ مگر دو لائیف بوٹ ابھی سمندر ہی مین ہین۔ رات اور بھی تیرہ و تار ہوتی گئی۔ مگر طوفان نے نظر عنایت کی۔ جب طوفان کسی قدر کم ہوا تو یہ دونون بوٹ بھی جزیرۂ مذکور کی طرف چلے۔ کپتان اسمتھ نے لائیف بوٹ پر سے اُترتے ہی لوگون سے پوچھا کہ پال نامے ایک ملاح اس ٹاپو مین کہین ساحل ہی کے قریب رہتا ہی اُس سے مین ملنا چاہتا ہون بلاح تو وہان پر کھڑا ہی تھا آگے بڑھا کپتان اُسکو دیکھکر ازبس محظوظ ہوے ملاح نے کہا کہ مین پہلے تو سمجھا تھا کہ کوئی اور جہاز ہی مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ ڈفی جینیس ہی۔ افسوس صد افسوس۔ کتنے ٹن کا جہاز تھا۔ کپتان صاحب نے کہا کہ ساڑھے تین سو ٹن کا تھا۔ تینون لائیف بوٹ مین کوئی ستر بہتر آدمی کو دے۔ باقی بیچارے اِسی لیے پیدا ہوے تھے کہ اس خونخوار سمندر مین جان گنوائین۔ افسوس مین نے بڑی پھرتی کی۔ اغلب ہی کہ دو بار توپ دغنے کی آواز یہان آئی ہو۔ بہت عرصے تک کوشش کرتا رہا کہ جہانتک ممکن ہو جہاز کو ڈوبنے سے بچاؤن مگر تم تو خود پرانے تجربہ کار ہو۔ ساٹھ ستر برس تک جہاز رانی کیا کیے تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ مین کتنی دیر تک جہاز پر رہا۔ ملاح نے کہا جی ہان مین دوربین سے بہت غور کے ساتھ کل کارروائی بصد حسرت

دیکھ رہا تھا آپ نے سوائے اعلیٰ مستول کے اور سب مستولوں کو بند کر دیا ورنہ خدا جانے کیا ہوتا یہ ساٹھ ستر آدمی بھی نہ بچتے وہ کون شخص ہے جو دو بار لائیف بوٹ سے جہاز پر آیا اور لوگوں کو لے گیا یہ بڑا جری آدمی ہے میں نے ایسے جیوٹ کے بہادر کم دیکھے ہیں جو اوروں کے لیئے اپنی جان پر کھیل جائیں کپتان نے کہا وہ ایک ہندوستانی ہے میاں آزاد بڑا لائق آدمی ہے اس سے مجھے بڑی مدد ملی۔ اسکی بسالت اور شجاعت اور جوانمردی کا نقش میرے لوحِ دل پر منقوش ہو گیا۔ قابل داد کام کیا ہے۔ آہا ہا ہا کس بانکپن سے لوگوں کو مدد دی ہے کہ سبحان اللہ میں اسکی جوانمردی کی بڑی تعریف کرونگا اور مختلف اخباروں میں چھپوا دونگا کپتان اُسی مقام پر بیٹھ گیا۔ ایک شخص نے کہا اگر مضائقہ نہو تو تھوڑی سی شراب پی لیجیئے آپ اسوقت انتہا کے بدحواس ہیں اور محنت بھی اسدرجہ کی ہے کہ شاید تمام عمر نہ کی ہوگی۔ کپتان نے اُسکا شکریہ ادا کیا اور بوتل لیکر دیکھا تو جمیکا رم ایک گلاس پانی میں ملا کر پیا پھر ایک گلاس لیا تھوڑی ہی دیر میں چوتھائی بوتل شراب لنڈھائی جب دو گھنٹے اور نشے جمے تو کھڑا ہوا اور سمندر کے اُس مقام کو بحسرت و حیرت دیکھکر دردناک اور جگر دوز آواز سے یوں گانے لگا

Three times round went my
gallant Ship. And
three times went She.
Three times went my gall-
-ant Ship when she went
to the bottom of the sea

میاں آزاد اور خوجی ایک لائیف بوٹ پر تھے۔ وینیشیا اور اپلیٹن دوسرے پر اب دونوں بوٹ ایک دوسرے سے تھوڑے ہی فاصلے پر جانے لگے کہ اتنے میں ایک موج نے یہ ستم ڈھایا کہ اپلیٹن والا بوٹ چکر کھا کر دوسرے رخ بہتا چلا گیا اور یہانتک تہ و بالا ہونے لگا کہ تین آدمی سمندر میں گر پڑے اور حیف صد حیف کہ اُن تینوں میں لفٹنٹ اپلیٹن بھی تھے ادھر یہ گرے اُدھر وینیشیا نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئی۔ آزاد فوراً بوٹ پر سے کود پڑا اور انتہا کی جرات اور شجاعت سے اپلیٹن کی مدد کو چلا۔ ادھر اپلیٹن کا وفادار کتا بھی آقا کے گرتے ہی پانی میں کود پڑا اور سر کے بال دانتوں سے پکڑ کر اپنے آقا کو آہستے اُبھارا۔ میاں آزاد بھی پیرتے ہوئے وہاں سے جا پہونچے ایک تھپکی جو دیتے ہیں تو اپلیٹن بخوبی اُبھرے۔ بوٹ قریب آیا لوگوں نے مدد دیکر اپلیٹن کو کھینچ لیا یہ اسوقت ایسے گھبرائے ہوئے تھے کہ روح تک گویا لرز رہی تھی وینیشیا کو غش کی حالت میں دیکھ قریب جا بیٹھے اور لب لعل شکر خا کا زور سے بوسہ لیا۔ منہ پر خوب چھینٹے دیے تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو شوہر کو لائیف بوٹ میں دیکھ کر فرط طرب سے آنکھیں اشکبار ہوئیں
ص۔ اس نیوفونڈلنڈ کے رفیق بے زبان اور میاں آزاد جوانمرد نے مجھے اسوقت بچا لیا۔ اُدھر میں گرا اُدھر کتا کودا اور بوٹ سے میاں آزاد کود پڑے۔

میاں آزاد کی مدد سے لفٹنٹ اپلیٹن تو بچ گئے مگر لائیف بوٹ اس پھرتی سے گئے کہ خود بیچارے میاں آزاد سوار نہ ہو سکے بدرجۂ مجبوری انکو پیرتے ہوئے جانا پڑا جب لائیف بوٹ ساحل کے بالکل قریب پہونچا تب کہیں

لوگون کو میان آزاد نظر آئے - آزاد جزیرے کے رخ
بمقتضائے قہر درویش برجان درویش ڈوبتا تیرتا جلنے لگا
کپتان اسمتھ نے جو دوربین کے ذریعہ سے دیکھا تو اور بھی
حوصلہ بڑھایا اور ہمت دلائی - شاباش آزاد شاباش - مرحبا مرحبا

As if a moder Byron was crossing the Hallespont

یعنی گویا اپنے وقت کے بیرن ہو اور ہلسپانٹ مین تیر رہے ہو -

Azad, you are the Cynosure of all eyes

یعنی آزاد سب کی آنکھین تمھاری ہی طرف ہین -

اور واقعی یہی حال تھا - عورت اور مرد اور لائیف بوٹ
کے بیٹھنے والے سب اس جوانمرد کو محبت کی نظر سے دیکھتے
تھے اور دست بدعا تھے کہ یا الٰہی اِس جوان اشجع کو
بچا - آزاد جزیرہ پیرم کے ساحل پر آئے اور آتے ہی
مارے تھکاوٹ کے گر پڑے کپتان اسمتھ اور راپیلیٹن اور
اس پیر مرد نے آزاد کی پیٹھ ٹھوکی -

وِنیشیا نے بصد اداے دلربا میان آزاد کا شکریہ ادا کیا
اور کہا تمام عمر تمھاری مشکور رہونگی کہ تمنے میرے شوہر کی جان بچائی
عروس مہ لقا وِنیشیا نے اپنے پیارے پیارے ہاتھون مین
جام بادۂ ناب لیکر کہا آؤ اُٹھو دوا پیو آزاد نے وِنیشیا کیطرف
دیکھا تو اُس سرمایۂ نازنینی غیرت لعبتان چینی نے پھر کسیقدر
تیکھی ہو کر کہا کہ اُٹھو دوا پی لو آزاد اُٹھ بیٹھے اور شراب ناب
راح روح کیمیاے فتوح کو دوا سمجھ کر ہونٹھون سے
لگایا مگر پیتے ہوے جھجکے - وِنیشیا نے زبردستی اپنے ہاتھ سے
شراب پلا دی - ملاح نے دیکھا کہ وہ زن خوبرو ایک جوان
کے ساتھ کھڑی باتین کرتی ہی پوچھا کہو تمھارا شوہر آیا -
عورت مسکرائی اور اشارے سے دکھایا کہ یہی ہی ملاح نے
کہا بیچاری اسوقت زار زار روتی تھی مگر مین نے اسکی بہت
کچھ تشفی کی - تم کس لائیف بوٹ مین تھے اُسنے کہا دوسرے
لائیف بوٹ مین - جو کپتان اسمتھ کے لائیف بوٹ کے بعد داخل ہوا

کپتان میان آزاد وِنیشیا اپیلیٹن اور خوجی چار دن اُس
پیر مرد کے مدعو ہوے پیر مرد ساحل بحر کے قریب ایک گانون
مین رہتا تھا اسکا مکان چھوٹا سا تھا مگر احاطہ نہایت وسیع
اور میدان کھلا ہوا اُس غریب آدمی کے پاس اسقدر سامان
تو تھا نہین کہ وِنیشیا اور راپیلیٹن اور آزاد کی خاطر خواہ تواضع
کرتا مگر جو کچھ حاضر تھا اُسمین دریغ نہ کیا - کچھ روٹیان اور تین
مرغیون کا گوشت اور پانچ مچھلیان یہ سامان دعوت تھا
م - جسقدر ذائقہ آج کھانے مین حاصل ہوا عمر بھر نہین
حاصل ہوا تھا -

آزاد - اسوقت جی چاہتا ہی اگر بس چلے تو اپنے میزبان
کو اِس جزیرے کا بادشاہ کر دون -

م - کیا عمدہ اور دلچسپ مقام ہی -

ص - ایسی مچھلی بھی کبھی کھائی نہ ہو گی -

ملاح - مین نے آج صبح کو دیکھا کہ دو ابابیلین پانی کی سطح کے
بالکل قریب سمندر مین جا رہی ہین - بس اُسیوقت ماتھا ٹھنکا
مین نے کہا خدا ہی خیر کرے کسی جہاز پر تباہی ضرور آئیگی یہ
تیسرا مرتبہ ہی کہ دو ابابیلون کے سطح آب کے قریب جانے
سے طوفان آیا مین نے تین بار تجربہ کیا -

کھانا کھانے کے بعد سب کے سب بڑی دیر تک بیٹھے

رہے۔ خوب باتین ہوا کین ملاح الگ دون کی لے رہا تھا کہ مین نے یہ کیا اور وہ کیا اور ایک مرتبہ جہاز پر سے کود کر ڈوبتے کو نکالا یون انعام پائے اور فلان فلان اخبار مین میری تعریف چھپی۔ کپتان الگ مشیخت مین آکر گپ اڑا رہے تھے جنمین ایک صحیح تو ننانوے لغو آزاد اور ونیشیا ٹہلنے لگے۔ اپلیٹن اور خوجی یون باتین کرتے تھے

ص۔ بڑی بیش بہا اشیا کل یہان والون کے ہاتھ آئینگی۔

خ۔ اِسمین کیا شک ہے۔ دیکھین ہماری افیم کی ڈبیا کس خوش نصیب کے ہاتھ لگتی ہے۔

اپلیٹن نے جو یہ فقرہ سُنا تو کھلکھلا کر ہنس پڑا اور ونیشیا سے کہا ڈیر ونیشیا خوجی کہتے ہین کہ کل ڈوبی چیزون مین سے اکثر اشیاء گرانمایہ جزیرے والون کے ہاتھ آئینگی خدا جانے ہماری افیم کی ڈبیا کس خوش قسمت کے ہاتھ لگے۔ آزاد اور ونیشیا مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے افیم کی ڈبیا کیا جواہرات کی ڈبیا تھی۔

نور کے تڑکے میان آزاد اور وہ خاتون پریزاد اور اپلیٹن اور کپتان اسمتھ جزیرے کی سیر کو چلے اُن سے نیک نفس اور مہمان نواز میزبان نے کہا کہ یہ جزیرہ عدن سے کوئی پینسٹھ میل شمال و مغرب کیطرف واقع ہے آخری جنگ فارس مین سلطان زنجبار نے برٹش گورنمنٹ کو یہ جزیرہ دیدیا تھا۔ میان آزاد نے کہا یہان توپخانہ کی ایک باڑی بھی تو ہے ملاح نے کہا ہان برٹش کیطرف سے توپخانہ یہان رہتا ہے تاکہ غلامی کی تجارت نہونے پائے۔ ونیشیا کے سوا اور کسی کے پاس ٹکا بھی نہ تھا۔ اور ونیشیا کے پاس بھی واجبی ہی واجبی رقم تھی میان آزاد نے بندگان خدا کی جان بچانے مین اس درجہ شجاعت اور ہمدردی ظاہر کی تھی کہ جزیرہ پیرم کے باشندے ہزار جان سے انپر عاشق ہوگئے تھے۔ اُن لوگون نے باہم صلاح کر کے کسی قدر چندہ جمع کیا اور جو لوگ اپنی خوش قسمتی سے جیتے بچے تھے اُنکی اِس چندہ سے مدد کی روپیہ کا تقسیم کرنا میان آزاد کے سپرد کیا گیا۔ حسن اتفاق سے ایک کشتی جو بمبئی سے لندن جاتی تھی جزیرہ پیرم کے بندرگاہ مین لنگر انداز ہوئی۔ اس کشتی کے کمینڈر کپتان ونمیس نے سویز تک کا پاس اُنکو مفت دیا باڑی کے افسرون نے لباس سے اُن لوگونکی مدد کی کپتان اسمتھ تو میان آزاد کے دلی دوست ہو ہی گئے تھے۔ ونمیس سے بھی اُنھون نے آزاد کی تعریف کی اور کہا اس جری آدمی کے سبب سے بیس چالیس کی جان بچ گئی۔ دو بار یہ جوانمرد جہاز مین کودا۔ ایکبار لائیف بوٹ سے کود کر مسٹر اپلیٹن کو اُسنے بچایا۔ یہ کئی غوطے کھا چکے تھے۔ ملاح نے کہا مین تو سمجھتا تھا کہ اب یہ نہ بچینگے مگر ساحل تک پیرتے ہوئے چلے ہی آئے۔ کپتان ونمیس نے میان آزاد کی پیٹھ ٹھونک کر کہا شاباش۔ ع۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

ونیشیا نے میان آزاد سے کہا کہ ہم کل کسی وقت داخل سویز ہونگے۔ آپ کی مفارقت کا جس وقت خیال کرتی ہون بے اختیار دل بھر آتا ہے۔ آپ کا احسان تمام عمر نہ بھولونگی کہ میرے پیارے شوہر کو آپ نے بچایا ورنہ اُسوقت مین بھی سمندر مین کود پڑتی اور مارے غم کے اپنی جان دیدیتی۔

نور کے تڑکے نسیم سحری کے جھونکے جگر تک کو سردی بخشتے تھے اور سمندر کی موجین خوبان طناز کی طرح

اٹھکھیلیون پر تھین اور میان آزاد فرخ نہاد با دل شاد
جہاز پر خواب ناز مین تھے کہ دفعۃً مسٹر اپلیٹن نے اِنکو
آواز دی۔ مسٹر آزاد۔ مسٹر آزاد۔ اُٹھیے سویرا ہوا مالٹا
پہونچ گئے۔ آزاد اُٹھے تو دیکھا کہ مالٹا کے گرجا اور مساجد
کے سنہرے منار اور کنگرے آفتاب کی کرن سے چمک
رہے ہین اور دور سے کُل شہر کے اونچے اونچے مکانات
اور عمارات عجب لطافت کے ساتھ نظر آتے ہین میان آزاد
اس کیفیت کو دیکھ کر ازبس محظوظ ہوے اور تھوڑی ہی
دیر کے بعد اِن کا جہاز مالٹا مین لنگر انداز ہوا۔
لوگ خوشی خوشی اُترے۔ خوجی اور میان آزاد
مسجد مین گئے۔ اور مسٹر اپلیٹن اور کپتان اسمتھ
گرجا کی طرف روانہ ہوے۔ سنیٹ مائیکل کے
گرجا مین ڈیڑھ گھنٹے تک عبادت کی۔ اور وہان سے
چلے تو میان آزاد کو مسجد سے ساتھ لیا۔
کپتان اسمتھ نے کہا کہ صبح کو پنسولا اینڈ اورینٹل کمپنی
کا اسٹیمر یعنی دو دلکش جہاز (ایدی آڑما) لندن
روانہ ہوگا۔ رات بھر سب کے سب چل پہل کر رہے
صبح کو جدائی کا وقت تھا۔ جس وقت وِنیشیا اور
اپلیٹن ایری آڑما پر سوار ہونے لگے میان آزاد
ڈھارین مار مار کر رونے لگے۔ وِنیشیا تڑپتی تھی بے اختیار
جی چاہتا تھا کہ آزاد کو بھی جہاز پر بٹھا لے یا خود جانے کا
نام نہ لے۔

اول تو میان آزاد کی لیاقت اور قابلیت اس درجہ
اعلیٰ تھی کہ تربیت یافتہ لیڈیان اور جنٹلمین بڑی خوشی
کے ساتھ اُن سے ملتے تھے اور اُن سے گفتگو کرکے خوش
ہوتے تھے۔ دوسرے میان آزاد یورپین لیڈیون اور
جنٹلمینون کی طرزِ معاشرت اور طریق گفتگو اور واب و
آداب سے بھی خوب واقف تھے لہذا جب کسی لیڈی یا
جنٹلمین سے ملتے تو مغایرت یا اجنبیت نہین پائی جاتی تھی
وِنیشیا کو آزاد سے پاک اور دلی محبت تھی۔ اور کیونکر نہوتی
اپلیٹن کی جان بچائی تھی۔ علاوہ برین جو سچی جوانمردی
اور پکّی ہمدردی میان آزاد نے جہاز ڈوبنے کے وقت ظاہر
کی تھی اُسکا نقش وِنیشیا کے لوحِ دل پر بخوبی منقوش
ہوگیا تھا۔ وِنیشیا کا دل اسقدر بھر آیا کہ جہاز پر جانا اور
میان آزاد کو مالٹا مین اکیلا چھوڑ دینا ازبس شاق گذرا
اور اپلیٹن سے کہنے لگی کہ اگر تمھاری راے ہو تو جب آزاد
ہمارے ساتھ روانہ ہوجائین تب ہم لندن جانے کا
خیال دل مین لائین۔ مین کیا کرون مجبور ہون۔ دل کو
لاکھ لاکھ سمجھاتی ہون بہلاتی ہون مگر دل نہین مانتا۔ کسی
پہلو قرار نہین۔ میرا دل گواہی دیتا ہی کہ آزاد کی مفارقت
مین جان جائیگی۔ حیرت ہی کہ اب ہم کرین تو کیا کرین
اپلیٹن نے آزاد سے کہا کہ اب اسوقت مجھسے اور کچھ
نہین کہا جاتا صرف اسقدر کہتا ہون کہ ضرورت کے
وقت جان حاضر ہی کام کے وقت مجکو ضرور یاد کرنا۔ اپلیٹن کو
اب اپنا درم ناخریدہ غلام سمجھو۔
وِنیشیا۔ آزاد جیسے بہن کو اپنے بھائی کی محبت ہوتی ہی
ویسی ہی مجکو تمھاری محبت ہی۔
آزاد۔ اب اس وقت کوئی اس قدر تشفی کردے
کہ مین تم کو اور تمھارے پیارے شوہر کو پھر بھی دیکھونگا
تو مین بھی اُٹھون۔ مین سوچتا ہون کہ دو تین دن تک نے

مین یہان اکیلا کیونکر رہ سکون گا- ایک ایک گھنٹہ ایک ایک سال کے برابر گذریگا- طرح طرح کے خیالات دل مین جگہ پائینگے-

اسمتھ- بیشک- بیشک-

ص- آزاد-

آزاد- یار زندہ وصحبت باقی-

م- اب ہندوستان ہی مین ملینگے یا شاید یورپ مین ملاقات ہو-

آزاد- مسٹر اپلیٹن- مین ہندوستان مین رہون یا جہان رہون ملونگا ایک مرتبہ ضرور- مگر یہ دو دن کس طرح کٹینگے-

م- یہ اقرار کرو اور حتمی وعدہ کرو کہ خط برابر بھیجتے جاؤ گے-

آزاد- برابر! اسمین کیا فرق پڑے گا-

ص- ہمارے نام خط اس پتے سے بھیجنا- سی اپلیٹن اسکوائر قریب کوٹھی شٹیورکاکس اینڈ کمپنی آرمی ایجنٹس- پکاڈلی- لندن-

آزاد نے یہ پتہ ایک کاغذ پر لکھ لیا- اور حفاظت کے ساتھ جیب مین رکھا-

م- مسٹر اپلیٹن نے چودہ مہینے کی رخصت لی ہے چودہ مہینے کے بعد وہ اپنی رجمنٹ مین ہون گے خدا نے چاہا تو اس عرصے مین آپ بھی واپس آگئے ہونگے-

آزاد- دیکھیے-

م- خدا جانے لڑائی کب تک رہے-

آزاد- اور کیا کیا واقعے پیش آئین-

ص- جنگ طول کھینچے گی-

آزاد- اکثر افسرون کو امید ہی کہ برٹش گورنمنٹ ٹرکی کا جنبہ کریگی-

ص- ول ہم نہین کہ سکتے- لیکن اگر ایسا ہو تو خدا کرے ہم بھی بھیجے جائین- پھر ہمارا آپکا ساتھ ہو- برٹش گورنمنٹ کی حکمت یہ ہی کہ کسی کا جنبہ نہ کرین مگر اپنی چال سے بھی ہم غافل نہ رہین گے- ٹرکی کی حالت اچھی نہین ہی- انتظام بھی خراب ہی اور زر دار نہین- جنرل اغناٹیف نے ٹرکی کا نام مریض رکھا ہی اور ہم بھی اُن سے اتفاق کرتے ہین-

آزاد- مانا کہ انگلستان کی طرح یا فرانس اور جرمنی کی طرح وہان شائستہ طور پر حکومت نہوتی ہو مگر وہان کی بدنظمی کو لوگ بہت مبالغے سے بیان کرتے ہین-

الغرض ونیشیا اور اپلیٹن میان آزاد سے بحسرت تمام رخصت ہوے- وقت رخصت ونیشیا کی آنکھین اسقدر اشکبار تھین کہ وہ بیچاری آزاد کی صورت بھی اچھی طرح نہ دیکھ سکی- اپلیٹن نے مصافحہ کیا- اور میان آزاد مالٹا مین اکیلے رہ گئے-

اُستانی جی کا آنا اور دل لگی دل لگی مین پند سود مند سنانا

اُستانی جی حسب وعدہ بڑی بیگم کے ہان گئین ڈولی سے اترین بیگم سے ملین- حسن آرا سپہر آرا روح افزا اور

بہار النسا کو کوٹھے پر سے بلوایا۔ یہ ادب کے ساتھ آئین اور سلام کرکے بیٹھین مزاج پرسی کی اِدھر اُدھر کی باتین ہونے لگین۔ شہر کی عورتون کا ذکر ہونے لگا تو اُستانی جی نے کہا بڑی بیگم ہمکو بیوہ ہوے کوئی پچیس برس ہوئین تب سے ہم برابر اسی ٹوہ مین رہتے ہین کہ کوئی بہو بیٹی بگڑنے نہ پائے۔ جہانتک ہمارے امکان مین ہو ہم کبھی اِس بات مین دریغ نہ کرینگے۔ ہمنے آجتک کبھی نہین دیکھا کہ کوئی عورت بدراہ ہوکے بھلی پھولی ہو۔ چار دن کی چاندنی پھر وہی اندھیرا پاکھ۔ اکثر آدمی آن آن کے میرے قدمون پر ٹوپی رکھتے ہین کہ فلان عورت ہمکو ملجائے حضور دعا دین کیونکہ یہ مشہور ہو گیا ہو کہ اُستانی جی کی دعا مین بڑا اثر ہو مین اُس سے سارا کچا چٹھا پوچھ کر اُس عورت کو اور اُسکے عزیزون اور رشتہ دارون کو اطلاع دیدیتی ہون۔ پھر وہ جانین اُنکا کام جانے۔ مجھ سے واسطہ نہین۔ مین کسی طرح سے جانچ لیتی ہون چودہ پندرہ برس کا میرا ایک عزیز ہے اُسکو مین زنانے کپڑے پنہا کر بٹھا دیتی ہون۔ جو آتا ہو پہلے اُس سے ملاقات ہوتی ہو اگر بدوضع ہوا تو اُسکو چھیڑتا ہو اور وہ عورت کے بھیس مین پھسلا پھسلا کر اُس سے کچا چٹھا شراب پلاکر پوچھ لیتا ہو یہ ترکیب مین نے نکالی ہو۔ ہو نہ اچھی ترکیب۔ اور بھلا مانس ہوا تو اُسکی طرف نظر بھی نہین کرتا بس وہ پھر مجھ سے ملتا ہو اور اگر بھلے مانس کا کوئی کام میرے ذریعے سے نکلتا ہو تو مین جان لڑا دیتی ہون اور ہزار بات کی ایک بات یہ ہو کہ عورت اگر نیک ہو تو مرد کیا کر سکتا ہو۔ اور اگر بد ہو تو لاکھ پردے مین رکھو وہ اپنی ہی سی کر جائیگی۔ مگر شریف خاندانون کی بہو بیٹیان تو آگ مین جل جائین بھاڑ مین کود پڑین مگر اپنی آبرو ضرور بچائین۔ اور یہ ہو نہین تو آخرش دنیا کیونکر قائم ہو نہین تو دنیا تہ و بالا ہو جائے۔ پرسون ایک جوان آدمی گورا چٹا گھوڑے پر سوار دروازے پر آیا۔ تین بار حسب معمول دستک دی۔ لونڈی باہر گئی دیکھ آئی۔ اور اُنکو اندر بلالائی وہ لڑکا دُلھن بنا ہوا بیٹھا تھا۔ اُس سوار نے جو رئیس زادہ معلوم ہوتا تھا گھورنا شروع کیا سمجھا کہ چودہ پندرہ برس کی کوئی جوان عورت ہو اور نور حسن تو اُس کے چہرے سے برستا ہی ہو شیدا و دلدادہ اور از خود رفتہ ہو گیا پہلے تو اُسنے ذرا رکاوٹ کی پھر کھل کھل کے باتین کرنے لگا حضرت تو مفتون ہو ہی چکے تھے لگے عشق کی باتین کرنے جب خوب آزما لیا کہ شمع رُخ انور کا پروانہ اور عاشق دیوانہ ہو تو شراب ناب پلائی اور اُسنے بھی بلا عذر چسکی پر چسکی لگائی خوب سرور گٹھے اور نشے جمے تو پوچھا کہ یہان آنیکی صاف صاف غرض بتاؤ۔ القصہ شراب کی ترنگ مین صاف صاف راست براست بلا کم و کاست بک اُٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مین نے لونڈی کو اشارہ کیا اُس نے زور سے دروازہ دھم دھمایا تو اُس طفل عروس نمانے کہا کہ بس اب خیر اسی مین ہو کہ دوسرے دروازے سے بھاگ جاؤ ورنہ یہ جو آیا ہو تم کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ یہ سُنکر اُنکا نشہ ہرن ہو گیا اور بگٹٹ بھاگے تو اب تک آتے ہی ہین۔

ب۔ تم بڑا ثواب کرتی ہو کس کس گھر کی بہو بیٹیون کو تم نے بچایا۔

اُستا۔ یہان سے سات کوس پر ایک گانون ہو۔ مانکپور اُسکے چودھری کی بہو پر ایک تھانہ دار عاشق ہوا اگر دال نگلی

تو میرے پاس آیا کہا کہ بس مین یہ چاہتا ہون کہ میری آرزو پوری ہو شراب کے نشے مین تھوڑی دیر کے بعد آپ ہی آپ سارا حال کہدیا۔ سانحہ یہ گذرا کہ وہ عورت ایک دن راستے مین ڈولی پر سے گر پڑی اتفاق سے اُسوقت تھانہ دار صاحب بھی سامنے سے گھوڑا کڑکڑاتے چلے آتے تھے آنکھی اور اُس نیک نوجوان بی بی کی جو چار آنکھین ہوئین تو عاشق ہو گئے عورت بہت جمیلہ و حسینہ ہی۔ تھانہ دار نے لاکھ لاکھ کوشش کی مگر ایک بھی نہ چل سکی آخر کار اُسکے خسر پر زور ڈالا اور اُس زن نیک و پارسا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا کہا نہ مانوگی تو ہم تمہارے خسر کو قید کرا دینگے۔ اُسنے جواب دیا کہ مونڈی کاٹے سے کہدینا کہ کسی بھروسے پر بھولے نہین ایک سُسر اکیا کنبے بھر کو اگر تو قید کرا دیگا تو بھی تیرا مُنھ کالا ہی رہیگا۔ مین نے تھانہ دار کو ظاہر مین تشفی دی اور دوسرے دن اُس گانون مین جا کر اُسکے خسر سے سب حال کہدیا اُسنے اُسی دم بہو سے پوچھا۔ جوان عورت اور ہر طرح کی خوبرو شرمائی ولجائی مگر اصل کیفیت کہہ سنائی کہ موئے تھانہ دار نے خدا اُسے غارت کرے مجھے فلان مقام پر اتفاق سے دیکھ لیا تھا تب سے گرد گھما ہی بیسون مرتبہ پیغام بھیج چکا ہی میرا ناک مین دم آگیا مگر مارے لحاظ کے کہہ نہ سکی اب حال کھل گیا تو صاف صاف بیان کر دیا۔

چودھری ناک پر مکھی نہین بیٹھنے دیتا تھا۔ گو اب بوڑھا ہو گیا ہو مگر بڑا اینٹھا بوڑھا ہی۔ شاہی مین کئی خانہ جنگیان لڑا ہی اور کئی مرتبہ گڑھی فتح کر چکا ہی۔ اُسکی آنکھون سے خون ٹپکنے لگا ایک معتمد خدمتگار سے پوچھا کہ تھانہ دار کون قوم ہی معلوم ہوا کہ پاسی ہی۔ افسوس کے ساتھ کہا کہ ہاے کمینے کے منہ کیا لگون مگر سزا ضرور دونگا۔ ایک دن شمشیر عریان لیکر تھانہ دار کے مکان پر شب کے وقت گیا۔ سپاہی اونگھ رہا تھا۔ تلوار ٹیک کر کھپریل پر ہو رہا۔ کھپریل کی دیوار البتّہ پست تھی نیچے کودا دیکھا تھانہ دار سو رہا ہی۔ جاتے کے ساتھ ہی ایک کان کاٹ لیا اور تمنچہ لگا کر کہا کہ سُن لے ہم وہی چودھری ہین جسکی بہو پر تو بُری نظر ڈالتا تھا اور بچہ یاد رکھو ہم سپاہی زادون کے اگر منہ چڑھوگے تو اور بھی بُرا ہو گا۔ خیر اسی مین ہی کہ یہان سے چل دو نہین تو اگر کسی روز حرارا آیا تو جان لے لونگا اب مین تمہارا کان لیے جاتا ہون۔ بولا اور مین نے پلٹ کر ایک تُلا ہوا ہاتھ دیا لاش ابھی پھڑک رہی ہوگی یہ کہکر چودھری صاحب نے طرارہ بھرا تو اُس پار تھے۔ پھر تو بادئے بھرتے ہوئے یہ گئے وہ گئے۔ تھانہ دار پر ایسا کچھ رعب جم گیا کہ رِسکا تک نہین۔ صبح کو کان کا علاج ہونے لگا۔ اب جو کوئی پوچھتا ہی کہ آخر یہ ہوا کیا کوئی چور آیا تھا۔ یا کسی سے لاگ ڈانٹ تھی آخر ماجرا کیا ہی۔ تو دبے دانتون کہتے کیا ہین کہ نہ معلوم کیا ہوا۔ ایک کتّا تو شب کے وقت البتہ آیا تھا مین خواب مین تھا تو مارے درد کے آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ کتّا پلنگ سے اُتر کر بھاگا مجھے غش آگیا۔ پھر نہ معلوم کیا ہوا مجھے ہوش نہ تھا۔

چودھری وہ کان لیکر چپت ہوا تو گھر مین دم لیا۔ بہو کے پاس آن کر کان بہو کی گود مین ڈالدیا اور کہا لو یہ اُسی تُخمی بدمعاش کا کان ہی چاہا تھا کہ وہین تہ تیغ کرون مگر ہاتھ جیسے کسی نے روک لیا۔ قتل نہ کیا گیا۔ پھر چاہا کہ ناک اُڑا دون مگر پھر ہاتھ نہ اُٹھا آخر کار مین نے کان صاف اُڑا لیا۔ مگر شاباش شرفا کی بہو بیٹیان ایسی ہی ہوتی ہین۔ عصمت کو ہاتھ سے نہین دیتین زندہ باش

بہو نے بکمال دانائی و بخردی کہا کہ اب مجھکو میکے بھیجدو ورنہ خوف ہی کہ مبادا وہ بدوضع انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے اور مجھپر آنچ آجائے۔ چنانچہ راتون رات چالیس آدمیونکے ساتھ وہ اپنے میکے بھیجی گئی۔

مین نے ایسے ایسے کام کیے ہین یہ ایک دفتر بے پایان ہی کوئی کہانتک بیان کرے۔ ایک مرتبہ آدھی رات کیوقت ہمارے مکان پر کسی نے تین دفعہ دستک دی حسب معمول دروازہ کھولا گیا تو ایک ہندو سپید پوش مگر گھامڑ اور بدتمیز اندر آیا۔ پوچھا کیا کام ہی کہنے لگا کہ ایک فقیر میری جورو کو روز بہکاتا ہی اور عورت کو فقیر سے ایک قسم کا دور دور کا لطف سا ہو گیا ہی۔ کوئی دعا ایسی دیجیے کہ عورت کا دل فقیر کیطرف سے پھر جائے اسکی درخواست کو مین نے قبول کیا دوسرے دن مین کسی بہانے سے اُس عورت کے پاس گئی اور باتون ہی باتون مین مین نے اُس فقیر کا ذکر چھیڑا نام سنتے ہی کھل گئی تب تو مینے کہا کہ وہ ایک ہی کائیان ہی اُسنے شہر بھر مین تمکو بدنام کر دیا کہ مجھ سے الفت ہی اور لوگ تمھاری عقل پر ہنستے ہین وہ تو دن بھر صبح کو گدڑی بازار مین بٹھیار رہتا ہی شام کو بھیک مانگتا ہی

عورت۔ (ع) ہان! بھیک مانگتا ہے!!!! ای نہین۔

استا۔ نہین سہی۔ دکھادون؟ کہو تو کسی روز دکھادون۔

ع۔ مین جانون بڑا سدھ ساد ہو ہی۔

استا۔ واہ سدھ ساد ہو کہین ہو نہین۔

ع۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ یہ تو آج کھلا۔

استا۔ لے بہن اب آج سے تو اُسسے بات چیت نہ کرنا۔ ہان اتنا اب خیال رہے۔ ناحق کیون بدنام ہو گی مفت مفت مین گناہ بے لذت سے فائدہ۔

ع۔ او ماسکا پاجی پن تو اسی سے ظاہر ہی کہ مجھکو جھوٹ موٹ بدنام کر دیا۔

استا۔ ارے غضب کھڑا چنوا دے موے کو۔

ع۔ اور کیا۔

استا۔ اور اوپر سے تیر اندازی کرے۔

ع۔ ایسی جگہ مارے کمبخت کو جان پانی نہ ملے۔

اُستا۔ ہی ہی جو تمھارے میان سن لین تو کیا جانے کیا کرین اور تم کو تو مین جانون مار ہی ڈالین۔ صورت دیکھنے کے روادار نہ رہین۔

ع۔ ہو ہو کیا جانے کیا کر ڈالین۔

استا۔ ایسے نگوڑے شہدون کو کوئی بھلا منہ لگاتا ہی۔ تم بھلے مانسون کی بہو بیٹی ساد ھو اور فقیر سے تمھین کیا کام خبردار خبردار آج سے نہ جانا وہان۔ دیکھو بہن آبرو بڑی چیز ہی۔

ع۔ ہان پھر جگ مین اور رہی کیا۔

استا۔ تمھین رنج تو ہو گا مگر سچ کہتی ہون اور بغیر کہے رہا بھی نہین جاتا کہ دو تین عورتین مجھسے تمھارا حال کہہ چکین

ع۔ قسم لو جو مین نے کوئی ایسی بات کی ہو جس سے آبرو جائے تمھارے یہان مذہب مین خدا۔ ہم لوگ پرمیشر کہتے ہین تم نجان ہو مین اسوقت دیے (دیا) کے سامنے کہتی ہون کہ جیسی کہ پیدا ہوئی ہون ویسے ہی اب بھی ہون اب صاف صاف بتا دو کہ وہ عورتین کیا کہتی تھین۔

اُستا۔ لبت کا بتنگڑ تو بنتا ہی ہی۔ لوگونکا قاعدہ ہی جتنے منہ اُتنی ہی باتین بڑی بیگم نے کہا بہن تمھین خدا ایسی ہی توفیق نیک دے اور اب تو ہم نیل کا ماتھہ جی بگڑا ہی۔

اُستا۔ وہ وہ باتین ہمنے دیکھی ہین کہ کہنے اور یاد کرنے

سے رونگٹے بدن کے کھڑے ہوتے ہین۔

ب۔ یہ اس گناہی کے سبب سے تو اتنا مہنگا سمان ہی جب دیکھو کال آتا ہی۔ تمنا دور دور تک قحط نے لاکھون آدمی مار ڈالے گھر کے گھر خالی محلّے کے محلّے اُجاڑ پڑے ہین گانؤن کے گانؤن مین جیسے جھاڑو پھیر دی یہ جو بھونچال آتا ہی۔ یہ کیا ہی۔ یہ بھی گناہ کے سبب سے۔ پرسون دو دفعہ بھونچال آیا۔ رات بھر مین قرآن ہی پڑھا کی۔ آگے سو سو برس کے ہو کر آدمی مرتے تھے اب جوان جوان چٹ پٹ مرتے جاتے ہین۔ تو کاہے سے گناہ کے مارے جب دیکھو ہیضہ ہی ہر فصل مین وبا۔ مینہ وقت پر برستا ہی نہین گرمی پڑتی ہی تو جھلسا دیتی ہی۔ یہ بخار کیا جانے اسے کیا کہتے ہین وہی لال بخار جسمین بند بند ٹوٹتا ہی وہ پہلے کب آتا تھا۔ پانی کے مزے کو تو دیکھو روز بروز کھاری ہوتا جاتا ہی۔ آگے گھر گھر میٹھے کنوئین تھے اب محلے مین دو چار میٹھے کنوئین ہین باقی سب کھاری۔ کلّی تک نہ کیجائے۔ ہمارا کنوان ابھی تک ویسا ہی شیرین ہی اور باہر کی باؤلی بھی۔

اُستا۔ یہ تمہاری نیک نیتی ہی۔

ب۔ ابھی دم نبھائے چلے جاتے ہین۔ جبتک چل سکے کچھ اپنا بس تھوڑا ہی ہی اسمین۔

اُستا۔ ہم تو بچپنے سے یہی باتین دیکھتے بھالتے آئے ہین ہم تو سمجھتے ہین کہ زیادہ پردہ بھی خراب ہی اور زیادہ آزادی بھی بُری بُری پردہ والیان جنکے میان ناک پر مکھی نہین بیٹھنے دیتے تھے انکی وہ گت دیکھی ہی کہ توبہ ہی بھلی۔ پردہ دل کا مقدم ہی سب سے بڑا یہی پردہ ہی گھونگھٹ اور برقع سب دکھانے بھر کا ہی۔ بھلا کپڑے کے پردے سے کہین دل ملتا ہی۔ اپنا اپنا خیال ہی

ب۔ ہان یہ تو ٹھیک کہتی ہو۔

اُستا۔ ابھی پانچ ہی چھ روز ہوے کہ ایک عورت کوئی ساٹھ ستر برس کی ہی وہ مکان کیطرف سے کوئی بارہ بجے رات کو روتی ہوئی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ کل سے کھانا نہین کھایا کوئی اللہ کا بندہ ایک ٹکڑا کھلوا دے پہلے مین سمجھی کہ جسطرح اور فقیر اور فقیرنین جھوٹ موٹ کہا کرتی ہین کہ ہم نے چار روز سے کھانا نہین کھایا بھوکون مرتے ہین اسیطرح اِسنے بھی چلّانا شروع کیا۔ لیکن اُسکی آواز ایسی بھیانک تھی اور ایسی رقت برستی تھی کہ مین نے دروازہ کھلوا کر اُسکو اندر بلوا لیا۔ یقین مانو چلنا دوبھر تھا۔ مین نے ایک باسی روٹی اور ایک بوٹی دی پھر دال موٹھ کھلائی جب اُسنے کھا کر پانی پیا تو جان مین جان آئی اور اپنی بپتی کہ سنائی کہ مین ایک بھلے مانس کی لڑکی ہون۔ چودہ برس کی تھی جب میرا نکاح ہوا۔ نکاح ہوا تو مین میان کے ہان اپنی سسرال مین رہنے لگی مگر میان کو پردے کا مرض حد سے زیادہ دن رات ڈنڈا لیئے موجود کہ دروازہ کیون کھلا۔ کھڑکی سے کیون جھانکی۔ یہ کیون کیا۔ وہ کیون کیا۔ اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات۔ ناک مین دم آگیا۔ مگر اشرفی کا لقمہ کھلاتے تھے۔ اچھا کپڑا پہناتے تھے۔ زیور سے مین گوندنی کیطرح لدی ہوئی تھی میری خاطرداری بہت کرتے تھے اور میرا دم بھرتے تھے مگر پردے کا جنون تھا۔ ایک روز مجھے کچھ ایسی سوجھی کہ بس مین تباہ ہو گئی۔ اِنکے پردے کے خیال نے کچھ نہ کیا اور مین خیر کچھ دن تو میان کے فرشتہ خان کو بھی خبر نہوئی۔ کچھ نہ سمجھے۔ مگر پاپ کہین چھپا کیا ہی۔ ای تو یہ خون کی طرح سر پر چڑھ کے بولے۔ کوئی لاکھ کھیا مین گڑ پھوڑے مگر پاپ چھپیگا نہ چھپیگا۔

شدہ شدہ میان سے بھی گوئیندون نے باتون باتون مین کہنا شروع کیا۔ اُنکو یقین نہ آیا۔ مگر تُوہ مین رہے۔ اتنے مین بندی اور بھی کھُل کھیلی۔ مگر میان گو تُوہ مین تھے لیکن اُنکو پتا نہین ملتا تھا۔ ایک دن شدنی امر گھر کی لونڈی سے اور مجھ سے جو تکرار ہوئی تو وہ تنک کر چلی گئی۔ مگر چلتے وقت اتنا کہہ گئی کہ بیوی تمنے میان کا نام ڈبو دیا۔ میان جو اتنا سُنا بس آگ ہوگئے دو دن تک کھانا نہ کھایا اور مجھ سے گھڑی گھڑی پوچھین کہ کل حال صاف صاف بتاؤ آخر یہ کیا ماجرا ہے اُسنے کہا کیا اب مین صاف کیا اپنا سر بتاؤن۔ یہ مین نے پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا۔ دو دن تک گھر مین وہ بم چخ مچی کہ بس کچھ نہ پوچھو تین چار مرتبہ میان نے مجھکو مارا اور خوب للکارا مار کھانے کا تو مین نے کام ہی کیا تھا بلکہ کام تو مین نے ایسا کیا کہ قتل کیجاتی میری بوٹیان چیل کوؤن کو دیجاتین تو بھی سزاوار تھی۔ خیر تیسرے دن میان گئے باہر خربوزہ نکی کھانچی چکانے۔ بندی نے جو موقع پایا تو زیور لیکر نکل کھڑی ہوئی چیلے سے کہی بدی تو تھی ہی ساتھ ہوکر بھاگ گئی۔ کچھ دن تو خیر اچھی طرح رہی سہی مگر دوسرے ہی مہینے وہ زیور لیکر چلدیا مین صبح کو جو اٹھی تو ندارد۔ اودھر دیکھا اُدھر دیکھا کہین پتا ہی نہین زیور کو جو صندوق مین جاکے دیکھتی ہون تو غائب۔ ہی ہی سر پیٹنا شروع کیا ایک چھلا تک نہ رہا۔ رات کو مجھ سے کہا تھا کہ آج کل چوری چکاری بہت ہوتی ہی گہنا رتی رتی اُتار رکھو۔ ایسا نہو رات کو چور آکے گلا گھونٹ کر سب لیجا سکے اور تم مُنہ ہی تکتی رہو۔ مین سادی کیا جانون کہ اُسکے پیٹ مین کیا ہی۔ گہنا مین نے سب اُتار کر صندوق مین رکھدیا صبح کو چھلا تک پاس نہ رہا۔ بس ہاتھ ملکے رہ گئی۔ کچھ دن ادھر اُدھر آوارہ پھرا کی۔ اب برسون سے بھیک مانگتی ہون ہاے جو مین راہ راہ چلتی تو گڑھے مین کیون گرتی۔ مگر میری تو یون ہی بدی ہوئی تھی۔ قسمت مین یہی لکھا تھا کہ ٹھوکرین کھاؤن تو پھر ٹلتی کیونکر۔ اگر میان کے کہنے پر چلتی تو آج خانی بیگم بنی ہوتی۔ ہاے میرے نصیب مجھے کیا سوجھی یہ کہکر وہ پھوٹ پھوٹ کے روئی۔ مین نے اُسکو دو روپے دیے اور رخصت کیا۔

ب۔ بُری چال کے یہی نتیجے ہین۔

اُستا۔ ہمنے تو آجتک نہین دیکھا کہ کوئی بھلے مانس کی بہو بیٹی بگڑکے بنی ہو پھر۔ یا آوارہ ہوکر فیل نشین ہوئی ہو۔

ہمنے تو اُلٹے ہی پاتھے دیکھا۔

ب۔ بُرے کام کا بُرا ہی نتیجہ ہو۔

اُستا۔ ہونا ہی ایسا چاہیئے۔

ب۔ مغلانی گلوری تو بنا لاؤ۔ باتون مین تمھاری خاطر ہی کرنا بھول گئی۔

اُستا۔ اے آپس مین اِسکا کیا خیال ہو۔

ب۔ ہی ہی جب مین اُس عورت کی باتین یاد کرتی ہون تو کانپ اُٹھتی ہون۔

اُستا۔ کس عورت کی؟

ب۔ یہی جو تم نے بیان کی ابھی ابھی۔

اُستا۔ اور جو اُسکی زبان سے اُسوقت سنتین تو دیکھتین کہ قلب کی کیا حالت ہوتی ہو۔ سننے سے حیرت ہوتی تھی رات بھر مجھے نیند آئی ہو تو قسم لو۔ مگر مین بڑی خوش ہون کہ تمھاری صاحبزادیان پڑھی لکھی ہین جو مین اُنکے کام آؤن تو ایسی خوش ہون کہ میرا اللہ ہی جانتا ہی۔ اور مین تو غیرون کی لڑکیون کو تلقین و تعلیم دینے کو اپنا فخر اور

اپنی سعادت اور اپنا زاد راہ سمجھتی ہون بھلا اُسسے جی چراؤن گی اُن کو تو ایسا بتاؤن کہ جسکا حق ہو مگر بات یہ ہو کہ چھوٹی لڑکیان کچھ اپنے برابر والیون ہی سے خوب گھل مل کے باتین کرتی ہین ہم سے باتین کرنے مین اُن کو لطف نہ حاصل ہوگا۔

ب۔ اور اُنکے برابر والی ایسی کوئی ہو نہین جو اُنھین کچھ سمجھائے یا آوارہ عورتون کا ذکر کرکے ایسا نتیجہ نکالے اور وہ بات پیدا کرے کہ سننے والے کے دل پر نقش ہوجائے اور ایسا نقش ہوجائے کہ مٹائے نہ مٹے۔

اُستا۔ اُنکی صحبت مین کوئی اُنکی ہمجولی اور بھی بیٹھتی ہو۔

ب۔ بیگم نے کہا بس آجکل تو یہی چار بہنین ہین اور اِدھر اُدھر محلے کی پاس پڑوس کی بہو بیٹیان یا رشتے ناتے کی عورتین آتی جاتی رہتی ہین۔

اُستانی جی نے کہا یہان ایک لڑکی ہو جانی بیگم اُسکی صحبت مین نہ بیٹھنے پائین۔ بڑی بیگم بولین کون جانی بیگم وہ تو یہان نہین آتی جاتی۔

اُستا۔ مین خبر پا چکی ہون کہ جانی بیگم بھی دو تین دفعہ آئی تھی

ب۔ ذری حسن آرا کو تو بلا لانا کوئی۔ کہنا کچھ پوچھنا ہو آپ سے۔

اُستا۔ کیا حسن آرا سے پوچھو گی۔

ب۔ ہان دریافت کرلون۔

اُستا۔ ہنستے ہنستے پوچھیے گا۔ ڈانٹ نہ بیٹھنا۔

ب۔ نہین۔

لونڈی نے جاکر حسن آرا بیگم سے کہا کہ چلیے آپکو بڑی بیگم صاحب نے یاد فرمایا ہو حسن آرا اسوقت ایک پائجامہ کاڑھ رہی تھی پوچھا خیریت تو ہو لونڈی نے کہا ہان سب خدا کا فضل ہو ذرا چلی چلیے۔ حسن آرا نے گٹھری باندھی اور چلین۔

حسن۔ کیون امانجان۔ کاہے کیواسطے یاد کیا۔

ب۔ یہان آؤ تو بتائین۔ پاس آؤ۔

حسن۔ حاضر ہوئی فرمائیے۔

ب۔ ہمارے یہان کوئی وہ لڑکی آتی ہو۔ اجی دیکھو بھولی جاتی ہون لڑکی سی ہو۔ ابھی کم سن بالکل۔

حسن۔ کون! کچھ پتہ بتائیے تو معلوم ہو۔

ب۔ اہ وہ جانی بیگم کہلاتی ہو۔ چلبلی سی لڑکی۔

حسن۔ ہان دو چار دفعہ آئی تھی۔

ب۔ اب نہ آنے پائے۔

حسن۔ کیون امانجان کیون۔

ب۔ وہ بڑی چلبلی لڑکی ہو۔ اُنھون نے پہلے پوچھا تو ہم سمجھے نہین اب یاد آگئی۔

حسن۔ ہان! اب یہ ہمین کیا معلوم تھا کہ گن کیسے ہین اُسکے دو گھڑی آکے ہنس بول لیتی تھی مگر ایک بات ہماری سمجھ مین نہ آئی وہ یہ کہ زمانہ بھر اُسکو بدوضع کہتا ہو مگر وہ انتہا کی خوش خلق اور وضعدار آدمی ہو ہان بات چیت مین البتہ برق ہو

بات کو ٹال کر بڑی بیگم نے کہا اُستانی جی اب کس روز آؤ گی۔ اب کی جمعرات کو آؤ تو اچھی اچھی کہانیان لڑکیون کو سناؤ جسمین اُنکا دل بہلے۔ دو چار دن یہین آن کے رہو۔ اُستانی جی نے کہا بیگم صاحب مجھکو تو ہلوکے گانون جانا ہو شاید دو دن مین وہان سے آنا ہو دو دن بعد پھر جو پلٹین گے تو ایک دو دن یہان رہینگے ہان اگر کہو تو بدھ کو ضرور آؤن۔ یہ کہکر اُستانی جی رخصت ہوئین

خوجی

اخاہ۔ بعد مدت۔ مگر بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ یہ خوجی کیا معنی۔ خوجی ہے کون مردک۔ خوجی خوجی۔ خاصہ بھلا چنگا نام ہے خواجہ بدیع صاحب یہ کہنے لگے خوجی۔ واہ نہ ہوئی قرولی ورنہ اپنے آپ اپنے پیٹ مین خواجہ صاحب بھونک دیتے۔ خوجی خوجی کی دم مین نمدا مردک کی۔ جزیرہ مالٹا مین مختلف ملکون کے آدمی ہین۔ آرمینین۔ عرب۔ انگریز۔ اسکاچ۔ آئرش۔ اہل ہسپانیہ۔ یونانی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دو دن سے اس جزیرے مین ایک بڑے گران ڈیل جوان کا گذر ہوا ہے۔ قد کوئی آدھ گز کا ہاتھ پاؤن دو دو ماشے کے۔ ہوا ذرا تیز چلے تو پتا ہو جائین۔ کنّی لگانے کی ضرورت پڑے۔ مگر بات بات پہ تیکھے ہوئے جاتے ہین، کسی نے ذرا ترچھی نظر سے دیکھا اور حضرت نے قرولی سیدھی کی۔ بھولکر دن انکو کسی امر کا خیال ہی نہ تھا۔ دنیا کی فکر نہ دین کی کچھ کسی سے واسطہ ہی نہین۔ بس افیم ہو اور چاہیے کیا ہاتھو۔ اس وحشت کے صدقے۔ کہ میان آزاد نے تو جہاز سے وائیٹ بوٹ مین بھجوایا۔ آپ غل مچاتے ہین کہ ارے یار و افیم کی ڈبیا لیک سکے لے آنا اے صلّ علی۔ چہ خوش پرانا شد۔ کوئی بگڑے دل ہوتے تو ڈبیا لانے کے عوض حضرت ہی کو جہاز پر پھر اُچھال دیتے کہ لیجیے خواجہ بدیع صاحب اب افیم گھولیے۔ سمندر بھر پڑا ہے۔

آزاد نے کہا بھئی تمہارا یہ فقرہ عمر بھر نہ بھولیگا کہ پیرم سے باشندے اور اسباب بش بہا تو پاوین ہی گے لیکن دیکھین ہماری افیم کی ڈبیا کس خوش نصیب کے ہاتھ لگتی ہے۔

خ۔ پھر اسمین ہنسی کی کیا بات ہے۔ آخر چلیے آپ کس بات پر ہماری تو جان پر بن آئی اور آپکو دل لگی سوجھی ہے۔ یہان خدا جانے کیسی کیسی منتین مانین تب کہین خدا خدا کرکے افیم ہاتھ لگی۔ وہ افیم یہانتک ساتھ آئی۔ وہ وہانتک۔ وہانتک۔

آزاد۔ این یا وحشت۔

خ۔ اگن۔ واللہ جہاز کے ڈوبنے کا کس مردک کو رنج ہوا ہے حساب۔ مرگ انبوہ جشنے دارد مگر افیم ہاے افیم۔ جینیا بیگم کے ڈوبنے کا البتہ کمال رنج ہے اُس دن سے جائیون پر جائیان آئی ہین۔ وہ تو کہیے ملاح بیچارے نے رحم کھا کر دو دن کا سہارا کر دیا اب اسوقت کیا کیا جائے۔

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔

میان آزاد سے دو پیسے لیے اور ایک دوکان پر پہونچے۔

خ۔ افیم دو۔ افیم۔

دُکاندار مُنھ تاکتا ہے کہ یہ بک کیا رہے ہین۔

خ۔ ہم افیم مانگتے ہین۔ ارے میان افیون۔ افیون۔

دُکاندار نے ہاتھ سے کہا کہ ہم سمجھتے نہین۔

خ۔ عجب جانگلو ہے۔ ابے ہم افیم مانگتے ہین۔

دُکاندار ہنسنے لگا۔

خ۔ کیا بھُتنی جرنی کی طرح دانت نکالتا ہے۔ ابے گیدی نہوئی قرولی ورنہ دھوان اُس پار ہوتا۔

ہادی۔ کیا خوب۔ قرولی ہوتی تو دھوان اُس پار ہوتا ماشاء اللہ۔

خ۔ لے بس اب دل لگی ہو چکی لاؤ افیم لاؤ۔

پیسے حضرت دو ساہی دکھاتے ہین اتنے مین میان آزاد پہونچے۔

آزاد۔ این خوجی۔

خ۔ جھک مارتے ہین آپ خوجی پر لعنت مرزدک پر

آزاد۔ ارے غضب۔ لاحول ولا قوۃ۔ معاف فرمایئے گا جناب خواجہ بدیع صاحب۔

خ۔ ارے دو کرور مرتبہ سمجھا چکا کہ خوجی مجھ بدبخت کا نام نہین مین خواجہ صاحب الشہیر بہ خواجہ بدیع صاحب ہون۔ خوجی۔ خوجی۔ اور دوہی کرور بار معاف بھی کر چکا۔

آزاد۔ یہان کیا خریداری ہوتی ہے۔

خ۔ اجی یہان تو سب جانگلو ہی جانگلو رہتے ہین جی ایک گھنٹے بھر سے افیم مانگ رہا ہون۔ سنتا ہی نہین ہے

آزاد۔ پھر کہنے سے تو آپ برا مانتے ہین۔ بھلا یہ بارود بیچتا ہے یا افیم۔ اور یہ بدو سا ہی پیسے کیا ہونگے۔ بالکل گونگے ہی رہے اب بتاؤ جانگلو تم ہو یا وہ ہے۔

خ۔ بھئی یہان پر تو ہم بھی قائل ہو گئے۔

اس فقرے پر میان آزاد بے اختیار ہنس پڑے اور خوجی بہت ہی خفیف ہوے۔

خ۔ لاحول ولا قوۃ۔

آزاد۔ عقل سے تو تم کام ہی نہین لیتے۔

خ۔ ہمنے تو خود ہی کہدیا نہ کہ یہانپر ہم بھی قائل ہو گئے

آزاد۔ چلو ہم افیم دلوا دین۔ آؤ۔ اٹھو۔

خ۔ قربان۔ قربان۔ واللہ تن مردہ مین از سر نو جان آ گئی۔

آزاد۔ پیسے باندھ رکھیے۔ جب ٹرکی سے پلٹ کر جایئے گا تو بیوی کو دیجیے گا۔

خ۔ ہمارا تو دل یہی گواہی دیتا ہے کہ اسکندریہ تک بھی پہونچنا محال ہے جہاز کا حال تو ہم دیکھ چکے اور آپنے ٹھیکہ لیا ہے کہ دنیا بھر کو ڈوبنے سے آپ بچا لینگے۔ کوئی پانی مین گرا اور آپ جھم سے کود پڑے ایک نہ ایکدن آپکی جان ضرور جانی ہے۔ پوچھیے کوئی جیے کوئی مرے آپ کو اس سے کیا واسطہ مگر خبط۔

میان آزاد نے کہا بھئی اب ہمارا کہا مانو ہمکو تو ٹرکی جانے دو اور تم چلدو ہندوستان۔ خوجی نے اپنا منھ پیٹ لیا واہ۔ وا۔ واہ۔ واللہ مین نہ مانونگا ؎

ازمن جدا مشو کہ توام نور دیدۂ	آرام جان و مونس قلب رمیدۂ
از دامن تو دست ندارند عاشقان	پیراہن صبوری ایشان دریدۂ
پایم نمیرسد بزمین دیگر از نشاط	تا سوے من بلطف و عنایت تپیدۂ

اور اب تنہا واپس کس سے جایا جائے گا۔ نا حضرت بندے کو معاف کیجیے۔ اب مین ساتھ چھوڑنے والا نہین ہون بھئی افیم البتہ دلوا دو۔ اور مین چلا جاؤنگا تو تم لڑوگے کس کے برتے پر۔

آزاد۔ چہ خوش۔ آپ ہی کے برتے پر تو مین لڑنے جاتا ہون نہ۔

خ۔ کون قسم کھا کے کہتا ہون۔ جب سنیے گا یہی سنیے گا کہ خواجہ بدیع صاحب نے توپ مین کیل لگا دی۔

آزاد۔ جی اسمین کیا شک ہے۔

خ۔ شک وک کے بھروسے بھی نہ رہیے گا۔ گیلی لکڑی چولھے مین بھی نہین جلتی دیکھیے جسوقت بدیع صاحب اسپ باد رفتار پر سوار ہوتے ہین اور اکڑ کر بیٹھتے ہین او پچی بنے ہوے اسوقت اچھے اچھے جنڈیل اور کنڈیل جھجک جھجک کے

تنظیم کرنے لگتے ہین۔

آزاد نے مسکرا کر کہا بھئی واللہ جنڈیل اور کنڈیل کی تم نے ایک ہی کہی مگر واسطے خدا کے میدان جنگ مین میرے ساتھ نہ جائیے گا۔ بلّی بخشتے جو بیچارہ لنڈورا ہی بھی جائے گا۔

خوجی بہت ہی بگڑے اور اکڑ کر بولے: واللہ ایک کٹاری سے لشکر کے لشکر اور پرے کے پرے نہ صاف کر دیے ہون تو خواجہ بدیع نہین پھر مونچھون کو تاؤ دیکر کہا انشاء اللہ دیکھے تو جائیے مگر یار جاب کی جہاز غرقاب ہوا تو بس گئے ہی گذرے

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ایک حبشی سامنے سے آنکلا ڈنڈیل جوان مچھلیان بھری ہوئین سینہ چوڑا۔ میان خوجی نے جو دیکھا کہ ایک شخص اکڑتا ہوا برتا سامنے سے آرہا ہی تو حضرت بھی اینڈنے لگے۔ میان آزاد کو بے اختیار ہنسی آئی حبشی نے قریب آنکر شانے سے ذرا دھکا دیا تو میان خوجی نے میں لڑھکنیان کھائین اور دھم سے منہ کے بل گرے۔

آزاد نے قہقہہ لگا کر کہا دیکھیے سنبھلیے میان خواجہ بدیع صاحب خواجہ صاحب بیچا تو تھے ہی جھاڑ پونچھ کر اُٹھ کھڑے ہوے اور حبشی کو للکار کر کہا او گیدی نہ ہوئی قرولی اسوقت ورنہ بدن کو چھلنی کر دیتا اتفاق سے مین اپنے زعم مین آپ ہی آرہا نہین تو وہ تخنی دیتا کہ انجر پنجر ڈھیلے ہو جاتے۔ میان آزاد نے کہا افسوس تو یہی ہی کہ آپ اپنے ہی زعم مین ہمیشہ شخنی کھا جاتے ہین بھلا اس حبشی سے تم کیا تمھارا بگانون بھر مقابلہ کرے۔ خوجی چین بہ جبین ہو کر بولے اچھا لڑا کر دیکھو تو

چھاتی پر نہ چڑھ بیٹھون تو خواجہ بدیع نام نہین۔ اور ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی۔ کہو تو للکار دون جا کے۔ آزاد نے کہا بس جانے دیجیے اب کیون ہاتھ پانون کے دشمن ہوے ہو

میان آزاد اور خوجی دوسرے دن جہاز پر سوار ہوے اور اسکندریہ چلے۔ میان آزاد کو نہ سیر بحر بھاتی تھی نہ منظر اسپلیش کی اُسوقت یاد آتی تھی۔ اُنکی آرزو دلی یہ تھی کہ جس طور پر ممکن ہو فوراً اُڑ کر پہونچون میدان کارزار مین تیغ حمیت کے جوہر دکھاؤن اور مہم مین سرخروئی حاصل کر کے ہندوستان واپس آؤن اور حسن آرا بیگم کو عقد نکاح مین لاؤن۔ جب محبوب مطلوب کا خندۂ نمکین یاد آتا تھا۔ تو اُنکے دل پر بجلیان گراتا تھا۔ خیال کیا کہ قسطنطنیہ جانا اور روم کے افسران فوجی کی خدمت مین بار پانا اور رسوخ بڑھانا اور میدان جنگ مین قابلیت اور بسالت دکھانا آسان امر نہین ہی خدا جانے اہل روم ہمسے کسطرح پیش آئین صیغہ جنگی مین ہم عہدہ پائین یا نہ پائین۔ کیا افتاد پڑے۔ ہاتھی چھوٹے گھوڑا چھوٹے۔ یہ سوچکر اُنکا دل اسقدر بھر آیا کہ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے۔ میان خوجی نے سمجھایا کہ دیکھو بھئی آزاد ہماری تمھاری حالت اب ایک ہی تم معشوق صبیح ہم محبوب ملیح کی مفارقت مین سر دُھنتے ہین تم روتے ہو ہم دیوانون کیطرح تنکے چنتے ہین تمھین حسن آرا بیگم ہمین ضیا بیگم نے کہین کا نہ رکھا دونون کی کیفیت ایک ہی اسوقت ذرا دل بہلاؤ۔ دو گھونٹ پانی پیو کھانا کھاؤ۔ آزاد نے کہا سبحان اللہ غم غلط کرنے کی کیا خوب تدبیر بتائی ہی۔ ہماری تو جان پر بن آئی ہی آپ فرماتے ہین کھانا کھاؤ۔ دل بہلاؤ۔ خوجی نے کہا بھئی دادی جان ایک مثل کہا کرتی تھین کہ ٹکڑے کھائے دل بہلائے پیٹ بھرا

تو گھر کو آئے۔ میان چند روزہ زندگی کے لیے کون بھئی رنج کرے۔ بجز غم حسین کوئی غم ہی نہ کیا۔ ؎

بھڑنی لڑنے کو جب اکبر چلے
بولے سرور قتل ہمکو کر چلے

تشنگی بیٹے کی سُنکر خلد سے
جام لے کر ساقی کوثر چلے

رو کے اکبر نے کہا ہنگام قتل
خشک لب تھے ہم بچشم تر چلے

کیا کہون مین وادی پرخار مین
کسطرح سے عابد مضطر چلے

ایسے گلگون جنکے نازک گل سے ہون
پھر بھلا کانٹون پہ وہ کیونکر چلے

برق سان دیکھا جو اکبر کو طپان
شاہ گریان مثل ابر تر چلے

دوست سیر شاہ کے گویا ہون شاد
تیر اور تلوار دشمن پر چلے

آزاد۔ حضرت خواجہ صاحب اسوقت دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہی۔ کلیجہ مُنھ کو آتا ہی۔ اپنے مرنے کا رنج نہین۔ آج نہین کل مرے۔ کل نہین پرسون مرے۔ یون نہ مرے زخم کھا کر مرے۔ ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید
زجام دہر مئی کل من علیہا فان

مگر افسوس تو یہ ہی کہ حسن آرا بیچاری کڑھے گی اور ہمارے حال زار سے اُنکو کوئی بھی مطلع نہ کریگا۔ ستم تو یہ ہی۔ وہ اپنے دلمین سوچینگی کہ آزاد دغا دیگیے۔ روم نہ جا سکے عاشق صادق نہ تھے زمانہ ساز تھے کسی اور مہ وش پر دل آیا ہوگا کسی اور کو عقد نکاح مین لایا ہوگا۔ ؎

نشاید ہوس باختن با گلے
کہ ہر بامدادش شود بلبلے

اگر اتنی تشفی ہو جاے کہ آزاد کا حال حسن آرا بیگم کو معلوم ہو جائیگا تو دل کو بڑی تقویت ہو ورنہ خیر۔ ؎

اب تو چل ہی نکلے ہوے آزاد
پھر ملین گے اگر خدا لایا

خ۔ بھائی چاہے ملاقات ہو چاہے خدانخواستہ نہو مگر یہ خیال دل سے دور کر دو کہ حسن آرا تمھاری طرف سے بدگمان ہونگی۔ یہ تمھاری بدگمانی ہی۔ حسن آرا اور یہ خیال ا ہی لاحول کیا مجال۔

آزاد۔

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

خ۔ نیش کے بعد نوش ہی۔

آزاد۔ اور جو یہ معلوم ہو جائے کہ نیش کے بعد بھی نوش نہین تو۔ فرہاد نے نیش کے بعد کیا پایا۔

خ۔ مشہور ہی کہ گو یہان وصال نہوا۔ مگر وہان ہوگا۔

آزاد۔ اس عشق کا بُرا ہو جس نے ہمین دین کا رکھا نہ دنیا کا۔

خ۔ ہی تو ایسا ہی مگر۔

آزاد۔ اب تو چاہے جیسی سختی پڑے جھیلین گے ضرور اگر ہم مر گئے تو تم حسن آرا کو ہماری وفات کی اطلاع دوگے یا نہین۔

خ۔ تم مروگے۔ کیا طاقت۔

آزاد۔ یہ بھی اختیاری امر ہی کچھ۔

خ۔ کیا مجال مرنا نہوا ہنسی ٹھٹھا ہوا۔ اور وہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہ تھی۔

آزاد۔ این کیا خوب۔

خ۔ کیا خوب سمیت۔

آزاد۔ سُن تو لو۔

خ۔ غیر ممکن بات کوئی اور سنتے ہونگے۔ دعوی بے دلیل

سہل ہوتا ہی ثبوت دو کہ تم مرجاؤ گے۔

آزاد۔ کیا کوئی مرنے سے انکار بھی کر سکتا ہی۔

خ۔ تو مرتے ہم ایسے ہین ہم ایسے دُبلے پتلے بڑھے اَنمی نہ کہ تم ایسے ہٹے کٹے چاق چوبند

آزاد۔ اور شاید ہم ہی تمھارے پہلے مرجائین۔

خ۔ واہ اجی تم ہمکو مار کے مروگے۔

آزاد۔ خیر۔

خ۔ خیر کیا معنی۔ کچھ زبردستی ہی۔ ہم تمکو مرنے نہ دینگے اِدھر تمکو نزع کی حالت مین دیکھا اور ہم نے زہر کھالیا اب فرمایئے پہلے کون مر گیا۔

آزاد۔ اچھا جو ہم ڈوب گئے۔

خ۔ سنو میان ڈوبنے والے اور ہی ہوتے ہین۔ اُنکی ایسی صورت ہی نہین ہوتی۔ اس تیرہ صدی مین معدودے چند ہی ڈوبنے والے ہین اور ڈوبنے والے سمندرون مین ڈوبنے نہین آیا کرتے ہین اُنکے لیئے ایک چلو کافی ہی بس۔

آزاد۔ اگر بفرض محال (جیسا کہ تم سمجھتے ہو) ہم مرگئے تو حسن آرا بیگم کو ضرور اطلاع دینا۔

خ۔ کیا مجال۔

آزاد۔ نہ اطلاع دوگے۔

خ۔ ہرگز نہین۔

آزاد۔ آخر وجہ۔

خ۔ اگر ہم ڈوبتے ترتے لڑھکتے پڑھکتے وہانتک ہو بھی تو جاکے کہین گے کہ ایک عورت کو میان آزاد عقد نکاح مین لائے اب مزے سے روم مین دندناتے ہین ہم یہ نہ کہینگے کہ آزاد جان بحق تسلیم ہوئے۔ ہم صاف یہی کہینگے کہ میان آزاد وہان گلچھرے اڑا رہے ہین۔ ایک حسین عورت کے ساتھ شادی کر لی۔ یہ چین ہی چین لکھتا ہی۔ مین نے ایکدن تذکرہ کیا کہ حسن آرا بیگم بھی یاد ہین۔ بس نام سنتے ہی ایک چپت جمائی مجھ سے۔ مین اسوقت تو کچھ نہ بولا۔ مگر دوسرے روز بھاگ کے چلا آیا

آزاد۔ تسلیم خوب حق دوستی آپ ادا کرینگے۔

خ۔ یہ فعل بھی خالی از حکمت نہین ہی۔

آزاد۔ اور وہ حکمت کیا ہی ہم بھی سُنین۔

خ۔ اگر آپکا کوئی دوست بیوقوف احمق گھامڑ آپکے مرنے کے بعد حسن آرا کو لکھ بھیجے کہ میان آزاد عالم جاودانی سے پدرود کر گئے۔

آزاد۔ کس سے کس سے پدرود کر گئے۔

خ۔ عالم جاودانی سے۔

آزاد۔ بہت ہی خوب۔

خ۔ کیون۔ یعالم جاودانی سے پدرود کرنا یعنی مرجانا

آزاد۔ درست۔ بجا۔ عالم جاودانی سے پدرود کرکے گئے کہان عالم فانی ؟

خ۔ لاحول ولا قوۃ۔ مطلب یہ کہ عالم فانی سے پدرود کر گئے۔ خیر اگر لکھ بھیجین کہ میان آزاد مر گئے یون ہی سہی تو حسن آرا کی جان پر بن آئے یا نہین۔ اس بیچاری کے دل پر کیسی گذرے۔ ای ہی۔ زندہ در گور۔ مرثیہ ٹیک کردم کردم اور جو سنے کہ آزاد ہین تو جیتے جاگتے مگر عاشق صادق نہ تھے جھوٹے اور بدمعاش نکلے۔ ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی اور قول کا خیال نہ رکھا تو قسم خداے پاک کی تمھارے نام سے نفرت ہو جائے۔ اور رنج تو قریب پھٹکنے نہ پائے

اب بولو ہو اچھی ترکیب یا نہین۔ نہ کہوگے۔

آزاد۔ ہان ہو تو اچھا۔

خ۔ (اکڑکر) دیکھا۔ پیر شو بیاموز۔ بوڑھے آدمی ڈبیا مین بند کر رکھنے کے قابل ہوتے ہین۔ سکندر اعظم جب مقدونیہ سے چلے تو حکم دے دیا کہ فوج کے ساتھ سب جوان ہی جوان چلین۔ اگر کوئی بوڑھا چلا تو قتل کیا جائیگا۔ ایک سپاہی نے اپنے بوڑھے باپ کو چپکے سے پٹارے مین بند کیا اور ساتھ لے چلا۔ بس حضرت سلامت ایک موقع پر بوڑھے کی ضرورت ہوئی۔ بڑے اچھے اچھے حکیمون کی عقل دنگ تھی کہ یہان پر کیا کرین آخر کار سپاہی اپنے بوڑھے باپ کو لے گیا۔ اور کہا جہان پناہ سے جان بخشی کا مستدعی ہون کہ خلاف حکم شاہنشاہی اسکو بمقتضاے محبت فرزندی ساتھ لایا۔ سکندر نے اُسکا قصور معاف کیا اور پیر فرتوت نے میدان فکر مین جو عقل کے گھوڑے دوڑائے تو وہ بات پیدا کی کہ حکیمون تک نے پسند کی مشفق۔ تجربہ بڑی چیز ہو۔ تم لاکھ پڑھ جاؤ پھر لونڈے ہی ہو ہمارے سامنے۔

آزاد۔ ؎

کوئی ہمسا دیوانہ پیدا نہ ہوگا
ہوا بھی تو پھر ایسا رسوا نہ ہوگا

خ۔ بس استنے ہی مین رو دیے۔ ؎

عاشق بھی ہوے تو میر نرالی نہ رہ گئی
بس ایک کڑی دلا کہ اٹھائی نہ گئی

ہم تو کہتے تھے کہ ٹرکی جانے کا خیال دل مین نہ لاؤ مزے سے ہندوستان مین دیتا کُو۔ تم نہ مانو تو کوئی کیا کر سکتے تھے کہ عشق کے جھگڑے مین نہ پڑنا۔ نہ مانا نہ مانا۔ اب بھگتو۔

آزاد۔ ؎

منع کرتا ہو مجھے یار کے گھر جانے کو
ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو

خ۔ آگ لگنا کیا معنے یہان تو ڈوبنے کا ڈر ہے۔

آزاد۔ ؎

جی مرا تن سے سفر کر ہی گیا
مین موا کون کریگا وان شور
او مسیحا نہ خبر لی تو نے
وہ تو گھر مین ہو یہان گھر ہی گیا
آپ کے کوچے سے اب سر ہی گیا
وہ جو بیمار تھا لے مر ہی گیا

میرے قاتل کا لڑکپن دیکھو
دیکھ کر خون کو مرے ڈر ہی گیا

خ۔ اب سنیے۔ معاملے کی بات یہ ہو۔

آزاد۔ معاملہ گیا ایسی تیسی مین۔ یہان تو۔ ع

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہو فیصلہ دل کا

خ۔ ہمین آجتک یہی نہ معلوم ہوا کہ آپ کا دولتخانہ کہان ہو وطن کہان ہو۔ اتنا تو بتا دو۔

آزاد۔ خانہ بدوش۔ وطن کا پتا ہی نہین ہو ؎

مین نے ہاتھون سے اُٹھایا ہو مکان بالاے سر
ہون مین وہ بلبل ہو میرا آشیان بالاے سر

خ۔ یہ کہیے تو معلوم ہوا کہ کوئی رونے والا نہین ہو چلو سستے چھوٹے۔ رہین ایک حسن آرا اُنکو ہم سمجھا لینگے بس وہی ترکیب کہ تمھاری غیبت کرینگے۔ ہزارون تدبیرون کی ایک تدبیر تو بس یہ ہو۔

خوجی نے کہا کہ بھائی دل بہلانے کے لیے تو مین اشعار پڑھتا ہون ایسی حالت مین یہی لازم ہو کہ طبیعت کو اود طرف

مخاطب کرو۔ مین نے دیکھا کہ تمکو شعر و شاعری کا از بس
شوق ہی لہذا شعر پڑھنے شروع کیے حسن آرا کو تم چندروز کے
لیے دل سے بالکل بھلا دو۔ ورنہ دل ہاتھ سے جاتا رہے گا
اور سفر کی سختی تم کو خون رولائیگی۔ ہنسو بولو۔ سیر
دیکھو۔ اِدھر اُدھر لوگون سے ملو تم یہان اجنبی ہو۔
کل آدمیون کی نظر تمہاری ہی طرف ہی۔ سب سے ملو
بولو چالو ہنسو۔ غم غلط کرو۔ یہ کیا کہ ٹھنڈی سانسین بھر
رہے ہو۔ ہاے ستم۔ ہاے غضب۔ ع۔

نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہیے

یا تو اس درجہ جوانمردی کی کہ ذرا سے اشارے کی دیر تھی
دن سے جہاز پر سوار ہوگئے۔ وطن مالوف کو خیرباد کہکر
روم چلے اور یا اب اسقدر پریشانی اور حیرانی اور
سرگردانی ہی کہ بات کرنا تک دوبھر ہی۔ یہ کیا بات۔
دل کو خوب مضبوط رکھو۔ کوئی کتاب پڑھو۔ تم اتنے
لائق فائق آدمی ہو تمنے دس بارہ دن سے تم کو پڑھتے
نہین دیکھا اُن دنون مین دن رات مطالعہ کتب کرتے
تھے دل بہلتا تھا اب آجکل یکقلم پڑھنا القط کردیا وحشت
نے آن دبوچا عشق نے ٹیٹوا لیا۔

آزاد۔ ہان سچ کہتے ہو سڑی ہو تو کیا ہو اگر اسوقت
ٹھکانے کی بات کہی۔

خ۔ کوئی کتاب پڑھو۔ مالٹا کی خوب سیر کرو۔ اے یار
اول تو ہمین امید ہی نہین کہ ہندوستان واپس جائین
اور اگر خوش قسمتی سے زندہ بچے اور ہندوستان کی صورت
دیکھی تو زمین پر قدم نہ رکھینگے۔

آزاد۔ (مسکراکر) زمین پہ تو آپ اب بھی قدم
نہین رکھتے ہین۔

خ۔ ہم کہینگے تم لوگ کیا جانو مالٹا کہان ہی۔ بھلا بتاؤ
جزیرہ پریم کدھر ہی۔

آزاد۔ پریم نہین پیرم۔

خ۔ بس یہی تم مین سخت عیب ہی۔ وہ پریم کہا تو کیا اور
پیرم کہا تو کیا۔

آزاد۔ ہان تو پھر خوجی کہا تو کیا اور خواجہ بدیع صاحب
کہا تو کیا۔

خ۔ (مسکراکر خاموش)

آزاد۔ ہنسے مچھلی ہنسے۔ ہنسے خوجی۔ وہ تو یہ تو یہ
خواجہ صاحب جناب خواجہ بدیع صاحب۔

خ۔ اجی تمنے کیدانی کی حالت مین ہمکو نہین دیکھا تھا
واللہ انگلیان اٹھتی تھین۔ جدھر سے نکل گئے انگلیان
اٹھنے لگین۔ سہ

مرا ہم چنین چہرہ گلفام بود	بلورنیم از خوبی اندام بود

آزاد نے کہا خواجہ صاحب اب آپ یہان شادی کر لیجیے
اور مزے مزے رہیے۔ یہان عورتین بہت ہین اور حسین
اور آپ ہی کی سی گران ڈیل کہو تو کوشش کیجائے
کسی سے کہین سنین۔ خوجی نے کہا اب روم سے واپس
آئین تو پھر شادی کی فکر کرین۔ ابھی نہین مفت
مین شادی کرکے آ تو بنین۔ جورو الگ چپتیلئے ناک
مین دم کردے۔ یہ پردیس ٹکا پاس نہین۔ آپکو شادی
کی دھن سمائی ہی واہ واہ صاحب واہ ہان ٹرکی سے
واپس آئین۔ تو پھر بیاہ رچے۔ میان خواجہ بدیع
بھی دولہا بنین۔ سہ

آنچل ہو وہان نقاب عارض سہرا ہو یہان حجاب عارض
وان گل سے بہار بوستان ہو آرایش تخت گل یہان ہو
الماس کے وان ہون جھاڑ فانوس یان جلوہ فروش تخت طاوس
مہتاب سے چاندنی کا وان فرش یان چرخی سے چرخ مین سر عرش

آزاد - اہو ہو ہو - مزے مین آئے میان خوجی -

خ - (مسکراکر) چھیڑ خانی سے آپ باز نہین آتے پھر وہی خوجی خوجی - بھائی خواجہ صاحب کیون نہین کہتے خواجہ بدیع کہو نہ -

میان آزاد خوجی کو لیکر ایک کوٹھی مین گئے اس کوٹھی مین قہوہ کی سوداگری ہوتی تھی - آزاد نے اپنے دوست کو وہان بٹھایا - اور ایک آدمی کے ہاتھ افیم منگوائی افیم دیکھتے ہی میان خوجی کھل گئے سیکڑون دعائین دین - بھائی آزاد واللہ اسدم تو تو نے مسیحائی کی خدا گواہ ہو جلا لیا - جلا لیا - مصرعہ -

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

واہ بھئی واہ - خدا کرے کہ چار ہی پانچ مہینے مین حسن کا سے ملو اور فائز بمرام ہو -

افیم ہاتھ مین لیکر ایسے خوش ہوے کہ جامے مین پھولے نہ سمائے - ایک چینی کی پیالی لیکر دکان ہی مین افیم گھولی اور چسکی لگائی واہ آزاد کیون نہو - دوست صادق ہو سچے واللہ کے محسن تمھین ہو - شاباش - شاباش - کیون نہو واللہ یہ احسان عمر بھر نہ بھولون گا بھئی افیم پینا بُرا ہی مگر لت کو کیا کرین مجبوری ہی - قسم خدا کی افیم کی ڈبیا جسوقت سے جہاز پر چھٹ گئی - ہمین یہ معلوم ہوا کہ تیر غم کلیجے کے پار ہو گیا جیتے ہی مر مٹا ؛ وہ بے کا اسقدر رنج نہوتا - دو تین بار چاہا کہ کود پڑون اور کود کے لاؤن مگر ہاتھ پانون پھول گئے - اسوقت ہم بھی اپنے وقت کے بادشاہ ہین - ع

نے غم دزد نے غم کالا

لے آؤ اب مذاق کی باتین ہون - سہ

فکر کونین کی رہتی نہین مے خوارون مین
غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے یارون مین

اسیلیے افیون نوش بھی کونین کی فکر سے آزاد ہو جاتے ہین - ایک گنڈے کی افیم گھولی - گھولتے ہی گھوسے سر در جم گیا - پی تو لگی دور کی سوجھنے دنیا و ما فیہا سے واسطہ ہی نہین - سہ

اے نسیم سحری کہیو مرا عرض نیاز
گلشن یار مین گر ہووے رسائی تیری

آزاد - اب تو واقعی دور کی سوجھنے لگی -

میان خوجی اُس دُکان مین حسب اجازت مالک مکان لیٹے - آزاد نے کھانا کھایا اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے تو دیکھا کہ کئی کتابین ایک کونے مین چُنی ہوئی ہین - ایک ایک کتاب کو دیکھنے لگے - کچھ یونانی تھین کچھ عربی مگر دیکھتے دیکھتے ایک انگریزی کتاب اُنکے ہاتھ آئی - کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگے - مالک دکان نے دیکھا کہ ایک خوش رو جوان ہی چہرے سے شہزادگی کے آثار عیان ہین - پوچھا کہان کے قصد ہین - ماشاہی تک آئے ہو یا کہین اور جاؤ گے - آزاد نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا کہ جی نہین اسکندریہ جانے کا عزم ہی - کل جہاز پر سوار ہونگا اور وہان سے ٹرکی جاؤنگا - مالک دوکان نے کہا وہان ہماری بھی ایک کوٹھی ہی - آپ اُسی کوٹھی مین فرو کش ہون اور اگر کسی

دوست کے پاس جاتے ہین تو خیر۔ آزاد بہت خوش ہوئے سوچے یہ خوب ملے۔ چلو بالفعل رہنے کا تو سہارا ہو گیا کہا آپ ایک خط لکھدین تو کیا مضائقہ۔ مالک مکان نے کہا بصد خوشی ابھی ابھی لکھونگا آپ وہان بلطف و آرام بسر کیجیے۔ بندہ زادہ آپ کو قسطنطنیہ کی سیر دکھا دیگا لیکن آج کل تو وہان جنگ چھڑی ہو۔ آزاد آہ سرد کھینچکر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اخبار ٹائمز آف اس کوٹھی کے مالک نے انکو دیا اور یہ پڑھنے لگے۔

آزاد۔ اخاہ چھڑ گئی۔

مالک کوٹھی۔ (مالک) ہان اور کیا۔

آزاد۔ مگر جنگ عظیم ہو گی۔ لوہے سے لوہا لڑے گا دیکھیے انجام کیا ہوتا ہو۔

مالک۔ ہم کئی بار ٹرکی جا چکے ہین۔ دو دو تین تین برس وہان رہے ہین اسپین مین نوکری کی۔ جرمنی مین برسون رہے۔ یورپ کا کوئی ملک ایسا نہین جو ہمنے نہ دیکھا ہو۔ اسپین کی لیڈیان سب ملکون کی لیڈیون سے زیادہ نیک ہین مگر مرد بڑے شورہ پشت خون کے مقدمے کثرت سے ہوتے ہین۔ ٹرکی کے جتنے ماتحت صوبے ہین سب اس کے دشمن ہین سرویا اور مانٹی نیگرو اور البانیا اور ہرزیگونیا اور بلگیریا سب خلاف۔ در پردہ روس کی مدد تھی اس سبب سے وہ سبکے سب شیر تھے۔ سنا کہ یونان بھی ہتھیار اٹھانیوالا ہو۔ اگر انگلستان نے ٹرکی کا جنبہ کیا تو جرمن اور آسٹریا روس کا ہاتھ بٹائیگا اور پھر شاید فرانس انگلستان کی طرف ہو۔ مگر بڑی جنگ عظیم ہو جائے۔ بس یورپ بھر کی جنگ ہو لیکن ہم کو یقین نہین کہ انگلستان کسی کا ساتھ دے۔

آزاد۔ کیا انگلستان ٹرکی کی شکست سے خوش ہوگا ٹرکی کی فتح و شکست سے انگلستان کا نفع و نقصان برابر ہو۔ ہم جانتے ہین ٹرکی کا کچھ نہ کچھ جنبہ انگلستان ضرور کریگا اور انگلستان پر فرض بھی ہو کیونکہ ٹرکی ہمارا قدیم دوست ہو

مالک۔ اگر ایشیا مین روس نے فتح پائی تو برٹن کو سخت ناگوار ہو گا۔ اور اگر یورپ مین فتح پائی تو کچھ لے دیکر روس چل دیگا۔ مطلب یہ کہ ٹرکی مین عملداری ترکون کی رہیگی۔ روسی چاہین کہ وہ حکمرانی کرین یہ محال ہو ایسا نہین ہو سکتا۔

آزاد۔ اچھا پھر اتنے صوبے روم سے نکل گئے تو پھر باقی کیا رہا۔

مالک۔ پھر جنگ کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور ہی ہوتا ہو ٹرکی لڑینگے خوب۔ اور روس کے سپاہی بھی بڑے جری ہین لیکن روس کے پاس سامان بہت لیس ہو۔ ٹرکی کے پاس کچھ بھی نہین ہو۔ ہان اگر افسر بسالت کے ساتھ لڑین تو روس سے البتہ مقابلہ کر سکتے ہین۔ آپ تو کبھی ٹرکی گئے نہین۔ مین بخوبی واقف ہون۔ وہان باہمی ناچاقی انتہا سے زیادہ ہو جتنے بادشاہ ہین سب اپنا اپنا بھلا چاہتے ہین مگر ایک بات ضرور ہم کہینگے کہ ترکی سپاہیون سے زیادہ جری اور شجاع شاید کوئی قوم ہو۔

آزاد۔ بیشک ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ ہم فتح حاصل کرینگے۔ لیکن ہان خیال اسقدر البتہ ہو کہ جرمنی روس کی کمک نہ کرے اور ہمارا سامان کم ہونے پائے اور ہمارے

جنرل ملک کے نام پر جان دین باہمی شکر رنجی اور خود غرضی
کو چھپر پر رکھین۔
مالک۔ ہان یہ مشکل ہو۔
آزاد۔ پھر مشکل ہو تو فتح بھی مشکل ہو۔ روس کے جنرل
کوئی لونڈے تو ہین نہین کہ فاش غلطیان کرنے لگین جیسے
جری ٹرکی کے سپاہی ہین ویسے ہی اگر افسر بھی
ہون تو روس سے خوب مقابلہ ہو۔ شکست اور فتح کا حال
تو کوئی کہہ نہین سکتا۔ مگر افسرون نے اگر خود غرضی کی تو
مار لیا ہو۔ پھر کچھ خوف کا مقام نہین۔
مالک۔ آپ بھی سُنّی ہین۔
آزاد۔ جی ہان مگر مجھے تعصب مذہبی نہین ہو۔
مالک۔ لیکن آپ یہ تو ضرور دعا مانگتے ہونگے کہ ٹرکی
فتح پائے۔
آزاد۔ مین! دعا بالضرور بالضرور۔ مین تو جاتا ہی اسلیے
ہون کہ جان دون اور جان لون۔ شیعہ اور سُنّی اسوقت
مین سب ایک ہین۔
مالک۔ شاباش۔
آزاد۔ آپ مجھے ایک خط اپنے لڑکے کے نام لکھدیجیے گا۔
مالک۔ ضرور۔
آزاد۔ وہان ہوٹل بھی ہو یا نہین۔ ہوٹل تو ضرور ہونگے
مگر مین چاہتا ہون کہ کسی سے ملاقات تو ہو۔ رہون چاہے
جہان مگر آپ کے لڑکے کی ملاقات ہو جائے۔
مالک کوٹھی ایک لائق اور معاملہ فہم تجربہ کار اور سن آدمی
تھا۔ میان آزاد سے جو گفتگو کی اور دیکھا کہ ملکی معاملات
کو خوب سمجھتے ہین تو خوش ہوا اور ان کی بڑی خاطر کی
یہ ایک طرار آدمی۔ لائق۔ فائق۔ تربیت یافتہ پولٹیکل امر سے
واقف۔ علم مناظرہ مین طاق۔ شاعری نثاری مین شہرۂ آفاق
مالک کوٹھی کو آنھون نے اپنی تقریر سحر تخمیر سے بہت خوش کیا
مالک کوٹھی نے انکو انواع و اقسام کی اشیاء دکھائین ایک
چاقو دکھاکر کہا یہ چارڈ میتھوز کے ہاتھ کا بنا ہو انگلستان
کے چاقو اسقدر خوشنما اور تیز اسی شخص کی کوشش سے
بننے لگے۔ ورنہ اِسکے قبل بھدے بنتے تھے۔ یہ سولہ صدی
مین تھا سنہ ۱۵۶۳ء سے اسنے چاقو بنانے شروع کیے آزاد
نے اس چاقو کو بغور دیکھا اور کہا اب تو شفیلڈ کے چاقو
اس سے اچھے بننے لگے۔ مالک کوٹھی نے جسکا نام رستم جی
بھائی تھا میان آزاد کو ایک نہایت لذیذ نارنج
دیا اور کہا نوش جان فرمائیے۔ یہ میرے باغ کا ہو آزاد
نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔
آزاد۔ ایک سال مین کسقدر پھل لگتے ہونگے۔
رستم جی۔ (رس) اِسکا تخمینہ ذرا مشکل ہو۔
آزاد۔ فینسل ایک مقام ہو۔ سنا وہان سال بھر مین
آٹھ آٹھ ہزار پھل اُترتے ہین۔
رس۔ آپکو خوب تحقیقات ہو۔ اِسقدر تو ہمکو بھی معلوم ہو
کہ سنہ ۱۲۵۰ء مین بمقام سنیٹ سے بنا واقع (روم الطالیہ) اسکا
ایک درخت تھا۔ اِس سے قبل شاید یورپ مین نارنج کا
درخت نہ تھا۔ ایک سیاح تھا وسن اُسنے لکھا ہو کہ ہندوستان
مین پانچ ہزار برس کا ایک درخت اُسنے دیکھا تھا۔
آزاد۔ اور بلہارڈی مین ایک درخت ہو جولیس سیزر
کے وقت کا۔
رس۔ جولیس سیزر حضرت عیسیٰ کے کوئی چالیس بیالیس

برس قبل کا۔

آزاد۔ اور کیا۔

رُس۔ ایک فرانسیسی مجھ سے کہتا تھا کہ لیٹبانیا میں ایک پیڑ ہے۔ کوہ ولنگٹن دو سو پچاس فیٹ اونچا۔

آزاد۔ اللہ اللہ۔ ڈھائی سو فیٹ کی بلندی۔ درخت کیا! ابوالاشجار ہے ہزار ہزار اور سات سات سو اور آٹھ آٹھ سو برس کے تو اکثر درخت ہیں مگر اسقدر ارفع نہیں سنا تھا آجتک۔ ڈھائی سو فیٹ۔ اُف فوہ کچھ ٹھکانا ہے۔

خ۔ بھئی واللہ افیمی اور چانڈو باز بیچارے ناحق ہی بدنام ہیں۔ اِس گپ کے قربان کہنے لگے پانچہزار برس کا پیڑ ہے اور آسمان تک اُسکی شاخیں پہونچ گئی ہیں معلوم ہوا فرشتے ہاتھ بڑھا کر اُسکے پھل توڑتے ہونگے اُف رے کذب۔ اور کیسے معتبر معتبر آدمیوں کے نام لیے۔ فلانا سیاح آیا تھا۔ فلانا فرانسیس کہتا تھا جھوٹے پر۔ کہو بشیں باد۔ ابھی ہم جو کوئی بات کہیں تو کسی کو یقین ہی نہ آئے۔ لاحول ولاقوۃ۔ پانچہزار برس کا درخت! اللہ ری گپ۔

آزاد۔ آپ جی اُٹھے۔

خ۔ میاں خدا کے لیے اِسقدر جھوٹ تو نہ بولا کرو۔ کچھ خوف خدا بھی ہے یا نہیں۔

آزاد۔ (رستم جی سے) آپ نے افریقہ کی بھی کبھی سیر کی ہے

رُس۔ مرتے مرتے بچا۔

خ۔ وہ تو ہم سمجھے ہی تھے۔ کیا زمانہ ہے۔ سچے مرتے جاتے ہیں۔ اور ان ایسے جھوٹے مر مر کے بچ جاتے ہیں

رُس۔ افریقہ اور یورپ تو زمانۂ باستان میں باہم ملے ہوئے تھے

آزاد۔ ابھی ہاں۔ سمندر حائل نہ تھا۔ علما کا قول ہے کہ رفتہ رفتہ سمندر کا وہ ٹکڑا جو ان دونوں براعظم کے درمیان حائل ہے چوڑا ہوتا جائیگا۔ علماء علم جیالوجی نے اِسکی خوب کامل تحقیقات کی ہے۔ انگلستان اور فرانس بھی باہم ملے ہوئے تھے۔

رُس۔ ہاں مگر یہ شاید ابتداء آفرینش کا ذکر ہے کیونکہ مورخ صرف جیالوجی کے سبب سے ایسا سمجھتے ہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس زمانے سے یہ دونوں ملک باہم جدا ہو گئے۔ سر چارلس لائیل کی رائے صحیح ہے کہ اِسکا پتا نہ معلوم ہو

آزاد۔ بیشک۔

رُس۔ جیالوجی نے بہت کچھ سکھایا۔ نئی نئی باتیں اِس علم کی بدولت ظاہر ہوئیں۔ اور طوفان نوح کو تو علمائے جیالوجی مانتے ہی نہیں۔

آزاد۔ مگر ہمارے یہاں تو ثابت ہے۔

رُس۔ اور بائبل (انجیل) کی رو سے بھی۔

آزاد۔ (خوجی سے) کچھ سمجھے یہ کیا کہتے ہیں۔

خ۔ خدا جانے کیا گٹ بٹ کر رہے ہیں۔ وہ تو اردو میں جب گفتگو ہوتی تھی تب ہم بھی سمجھے تھے۔ مگر ماشاءاللہ یہ ہی جی بھی بڑے محقق ہیں۔ اژدہے بیچارے کا ناحق خون کرتے ہیں

آزاد۔ یہ طوفان نوح ہی کے قائل نہیں۔

خ۔ بجا۔

آزاد۔ واللہ نہیں قائل ہیں۔

خ۔ ابھی جھک مارتے ہیں۔ طوفان نوح کے قائل نہوں تو کیا معنی۔

رئس - اُنکو ایک عالم تھے - اُنکا مقولہ ہو کہ اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ کرۂ شمس مین آبادی ہو یا نہین - تو مین جواب دون کہ مجھے اِسکا حال نہین معلوم - لیکن اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ جسطرح ہمارے کرے کی مخلوق ہین اِسیطرح اُس کرے کے موافق بھی ذی روح ہونگے یا نہین تو مین کہون کہ ہان ہون گے - ہرشل کا مقولہ ہو کہ کرۂ شمس مین آبادی ضرور ہو -

آزاد - ہم علماے اجل کی راے مین تو دخل نہین دے سکتے مگر اسقدر ضرور کہینگے کہ ہمارے ناقص علم و یقین مین کرۂ شمس ضرور بالضرور آباد ہو - ممکن نہین کہ اتنا بڑا کرہ جناب باری نے بیوجہ بنایا ہو - آبادی ضرور ہو - اور جو یہ کہا جائے کہ صرف کرۂ زمین کے فوائد کے لیئے کرۂ شمس کی ضرورت لاحق ہوئی تو ہمارے نزدیک یہ کلمۂ کفر ہو - بھلا عقل سلیم کبھی تسلیم کر سکتی ہو کہ اتنا وسیع کرہ جناب باری نے صرف اسقدر ناچیز کرے کے فوائد کی غرض سے پیدا کیا ہو - ایک صاحب کی راے ہو کہ کرۂ قمر مین آبادی غیر ممکن ہو اور خیر سے اِسکا سبب کتنا عمدہ فرماتے ہین اُن حضرت کا قول ہو کہ کرۂ قمر مین پانی نہین ہو اور پانی کے بغیر ذی روح کی زندگی محال ہو یہانتک کہ نباتات بغیر پانی کے نشو و نما نہین پا سکتے - مگر یہ دلیل بھونڈی ہو مسکت خصم نہین ہم کہتے ہین کیا فرض ہو - کہ کرۂ قمر کی مخلوق بھی پانی ہی کے ذریعے سے زندگی بسر کرین - ممکن ہو کہ وہ پانی ہی نہ پیئین - علاوہ برین اکثر علمانے ثابت کیا ہو کہ کرۂ قمر مین بھی پانی ہو -

رئس - انھین سے اکثر باتین فرضی ہین بالکل خیالی لوچ یاد رہوا - ایک حضرت فرماتے ہین کہ دوربین کے ذریعہ سے اُنھون نے دس منٹ مین ڈیڑھ ہزار ستارے گن لیے -

آزاد - (قہقہہ لگاکر) واہیات -

رئس - اور کیا - کٹری مین البتہ یہ باتین نہین ہین جو کہو اُسکا ثبوت دو - ورنہ کچھ بھی نہین -

اتنے مین مالٹا کا ایک روزانہ اخبار رستم جی کو ہرکارے نے لاکر دیا رستم جی پڑھنے لگے - تو لوکل مین ایک خبر دیکھکر میان آزاد سے پوچھا کہ آپ کا اسم شریف -

آزاد - مجھے میان آزاد کہتے ہین -

رئس - اخاہ آپ تو بہت بڑے شخص ہین - مین نے جسوقت آپکو دیکھا تھا اُسیوقت سمجھ گیا تھا کہ ذکی الطبع اور جری آدمی ہین - آپکی اخبار مین بڑی تعریف چھپی ہو -

آزاد - (متحیر ہوکر) میری تعریف -

رئس - جی ہان -

آزاد - میری تعریف کیسی -

رئس - آپکی تعریف - آپکی تعریف -

آزاد - گستاخی معاف - آپکو دھوکا ہوا ہو -

رئس - پھر خود ہی نہ ملاحظہ کر لیجیے -

آزاد - لائیے دیکھون تو -

میان آزاد نے اخبار لیا اور لوکل کی خبر پڑھنے لگے

افسوس صد افسوس کہ جنی ڈینس نامے جہاز پرسون جزیرۂ پیرم کے قریب شب کے وقت غرق ہوگیا اس سانحۂ جانکاہ کی کیفیت ہمکو ایک معتبر آدمی کی زبانی جو اُسی جہاز پر تھے یون معلوم ہوئی ہو کہ شب ماہ تھی اور باد شرطہ چل رہی تھی کہ دفعتًہ جہاز کے ناخدا نے اطلاع دی کہ طوفان عظیم آنے والا ہو

لوگ سٹی پٹی بھول گئے۔ حیران و پریشان۔ تھوڑی دیر
مین طوفان آہی گیا۔ کپتان اسمتھ ناخدا نے بڑی پھرتی
اور جرأت اور لیاقت سے کام کیا۔ مگر طوفان سے کچھ
بس نہ چلا۔ تین لائیف بوٹون کے ذریعہ سے ستر اسّی آدمیون
کی جان بچی۔ میان آزاد نامے ایک جنٹلمین باشندہ
ہندوستان نے اس طوفان کے وقت بڑا کارنمایان کیا۔
تین بار لائیف بوٹ سے جہاز مین کودا اور لوگون کی جان
بچائی خود کپتان اسمتھ نے ہمسے بیان کیا کہ ایسے نازک موقعون پر
کِسی نے اپنی جان اغیار کے لیے معرض خطر مین نہ ڈالی ہوگی
اِس جنٹلمین نے اپنی جان کا ذرا خیال نہ کیا۔ کپتان اسمتھ اور اُنکے
لفٹنٹون کو خوب مدد دی۔ جہاز تھوڑی دیر مین ڈوب گیا
ایک لائیف بوٹ کو باد مخالف دوسرے رُخ لیچلی اور لفٹنٹ ایلیٹن
نامے ایک حسین اور جری انگلشمین سمندر مین گر پڑے۔ میان
آزاد نے اُس شخص کو ڈوبتے ہوئے جو دیکھا تو آتش ہمدردی
انسانی جوش زن ہوئی۔ خود کود پڑے اور اُس شخص کو ڈوبنے
سے بچایا۔ مگر لائیف بوٹ ہاتھ نہ آیا۔ مسٹر ایلیٹن تو لائیف بوٹ
پر پہونچ گئے مگر میان آزاد بیچارے کو سمندر پیر کر جزیرۂ
پیرم تک جانا پڑا۔ جزیرے کے باشندے دعا مانگ رہے
تھے کہ یا الٰہی اس جوان کو بچا۔ خدا خدا کرکے میان آزاد
جزیرے تک پہونچ گئے۔ اِس شخص کی بسالت اور سچّی
شجاعت اور ہمدردی یادگار رہیگی۔

آزاد نے مسکرا کر کہا۔ بس اخبار ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ ادھر
جہاز ڈوبا اُدھر چھپ سے خبر چھپ گئی۔ میری نسبت جو لکھا ہی وہ
اُنکی عنایت ہی۔ مگر اور واقعات تو خوب لکھے ہین مختصر اور جامع
رُس۔ آپ نے واقعی کارنمایان کیا۔

آزاد۔ جی کیا کارنمایان کیا۔ فرض ادا کیا۔
رُس۔ آپکے ہندوستان مین اخبار پانیر کی اشاعت سبسے
زیادہ ہوتی ہی۔ مین آج ایک آرٹکل لکھکر ابھی بھیجتا ہوں۔ اہل ہند
کو خوش ہونا چاہیئے کہ اُن کے ایک ہموطن نے اس درجہ نام
نیک حاصل کیا۔
آزاد۔ ان کلمات کو مین آپ کے حسن اخلاق پر محمول
کرتا ہون۔
خ۔ ارے میان آزاد ہوت۔ یہان سے بھلا کم سے کم چار پانچ
روپیے کی تو افیم لے چلو۔ ورنہ راہ مین انتہا کی تکلیف ہوگی
اور مین مرہی جاؤنگا۔ مفت مین کسی مسلمان کی جان لوگے
خدا کے لیے بھائی خرید لو۔
رُس۔ جی کیا چاہیئے۔
خ۔ افیم ساتھ نہین ہی۔
رُس۔ ہم آپکو عمدہ سے عمدہ افیم دینگے۔ سیر بھر۔
خ۔ ع۔ ای مین تیری زبان کے قربان۔
واہ میری جان۔

آزاد نے قہقہہ لگا کر کہا کیا خرافات بکتے ہو۔ عجب
گوکھا ہی۔ بھئی بھلا اس بے تکے پن کے کیا معنے۔ خواہ مخواہ
بیہودہ میری جان اور زبان کے قربان۔

پانچوین دن میان آزاد جہاز پر سوار ہونے کو تھے۔
رستم جی نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط لکھدیا اور آزاد کو
اُنکی تشفی کے لیئے سنا بھی دیا۔ اسمین لکھا تھا کہ جسقدر اُنکی خاطر
کروگے اسقدر تمھاری سعادت ہی یہ میرے معزز دوست ہین
تم اُنسے باادب پیش آنا اور اُنکی مدد کرنا۔ خط لیکر میان
آزاد اور خوجی رستم جی سے رخصت ہوکر اسکندریہ مین داخل ہوے

آتش زنی !!!

جمعرات کے دن اُستانی جی کی آمد آمد کی خبر سُنکر حسن آرا اور انکی بہنین خوش تھین کیونکہ اُستانی جی کو ان سب سے دلی محبت تھی بڑی بیگم نے کہا بیٹیا آج جمعرات ہی اُستانی جی وعدہ کر گئی ہین آتی ہونگی وہ مثل اپنی خاص بیٹیون کے تمکو سمجھتی ہین۔

اتنے مین اُستانی جی ڈولی سے اُتر کر آئین اور بولین کہ اگرچہ آج مجکو آنا نہ تھا کیونکہ ایک جگہ جانیکا اقرار کر لیا ہی مگر وعدہ کے موافق چلی آئی۔

بڑی بیگم۔(ب) اب تم دو چار روز یہین رہو ذرا لڑکیونکا دل بہلے۔

اُستانی جی۔(اُستا) اب پرسون سے آکر کہانیان شروع کرونگی

ب۔(حساب لگاکر) نا بہن۔ پرسون تو سنیچر ہی۔ ہم سنیچر کو کوئی کام نہ شروع کرنے دینگے۔

حسن۔امی جان یہ ہفتے کے دن بیچارے نے بھلا کیا قصور کیا ہی سب دن اسی کے ہین۔

ب۔بابا ابھی ناکردہ کار ہو جب بوڑھی ہو گی تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائیگا۔

حسن۔خیر۔

اُستا۔(مسکراکر) ہم بھی کچھ کہین۔

حسن۔کہیے کہیے ضرور کہیے۔ مگر مُنہ دیکھے کی سند نہین۔

ب۔یہ مجھ سے لڑتی رہتی ہی کہ یہ بھی غلط ہی وہ بھی غلط ہی انکے نزدیک جو کچھ ہی سب غلط ہی۔ بس یہ ایک سچّی ہین اور نہین!

حسن۔بولیے اُستانی جی۔

اُستا۔ہم تو تمھاری سی کہتے ہین۔

حسن۔صاف صاف کہیے۔

اُستا۔کیسا سنیچر اور کسکا ہیہ۔ سب دن اللہ کے ہین۔ سنیچر نے کیا بگاڑا ہی اور پیر مین کونسے لڈو رکھے ہین سوائے اسکے یہ دقیانوسی باتو نکے

ب۔ ہان۔ !۔

اُستا۔جی ! اور آپ سمجھین کیا تھین ہمین۔

ب۔(ہنسکر) یہ یک نشد دو شد۔

اُستا۔بھئی ہم تو اِن باتون کو ڈھکوسلا سمجھتے ہین۔

ب۔حسن آرا تو بھلا بچہ ہی ہین ابھی۔ وہ بچہ ہنکے چھوٹ جائینگی تم بڑی بوڑھی ہو کیون مفت عذاب مین پڑتی ہو۔

اُستا۔(مسکراکر) خیر چلو ہم اپنی بھگت لین گے۔

ب۔بھلا سنیچر کے دن کوئی کام شروع کرکے دیکھ نہ لو۔

اُستا۔اے واہ۔ کیا ہو گا کیا۔

اتنے مین پانچ بجے اور اُستانی جی گھبراکر بولین کہ ہمکو جانے دیجیے

ب۔یہ کیون یہ کیون۔

اُستا۔کسی سے اقرار ہی۔ سمجھ جاؤ کل ضرور آؤنگی اور یا اگر کہین چلی گئی تو پھر پرسون۔

ب۔اچھا جاؤ۔ اللہ کرے جلد آؤ۔

کوئی چھ بجے کے وقت حسن آرا اور سپہر آرا اور بہار النسا اور روح افزا نے گھر کے حمام مین خوب غسل کیا اور نکھر کر مہتابی پر جا آئین تو معلوم ہوا کہ چار چاند سر شام نظر آئے۔

حسن۔اسوقت اُستانی جی نے ہماری بڑی مدد کی۔

بہار۔کیا۔ کیا مدد کی۔

حسن۔اماجان نے کہا کہ اُستانی جی یہان ہی دو چار روز رہو فوری لڑکیون سے دل بہلا لیکے لیئے تو کیا ہرج ہی۔ اُستانی جی نے کہا کہ پرسون سے کہانیان کہونگی۔ ای ہی بس پرسون کا نام لینا تھا کہ آپنے دن گننے جمعرات۔ جمعہ۔ سنیچر۔ نا بہن سنیچر برا دن ہی ہم سنیچر کے دن کوئی کام شروع نہ کرنے دینگے۔ اسپر مین بولی کہ واہ سنیچر اور جمعہ کیا سب دن

یکسان ہین۔ اُستانی جی نے بھی میری تائید کی تب تو اماں جان بھی
چکر مین آئین کہ اچھا یہ بڑی بوڑھی عورت ہو کر اُسکا جنبہ کرتی ہین۔
بہار۔ ہان لوگ مانتے تو ہین۔
روح۔ پھر مانا کرین۔
سپہر۔ لوگون کے ماننے سے ہمین واسطہ۔
روح۔ ای ہین! سد جانتا ہو اس بارے مین یہ بڑی ڈرپوک ہین۔
حسن۔ واہ ہماری بہن اور ایسی ڈرپوک ارے توبہ توبہ۔
روح۔ ہمین شرم آتی ہی۔
بہار۔ بھلا ہم تو بڑا ایسا ہی جب جانین کہ آج شام کو جہان پر چراغ
رکھدین وہان تم تین بار اپنا نام ور زور لو اور چراغ کو گل کرکے چلی آؤ۔
روح۔ کیا کیا بدتی ہو۔
سپہر۔ ہم جاتے ہین۔
حسن۔ ہان اگر ہم تینون مین سے کوئی چلی جائے تو اُنسے پوچھو کیا کھلاؤگی ہمین۔
بہار۔ اور تو نہین سو سو روپے بدتے ہین۔ جسکا جی چاہے
ہاتھ پر ہاتھ مارے۔ بس چھوٹی باتون پر ہمین غصہ آجاتا ہی۔
روح۔ دو دو روپے تو ہم بدتے ہین۔
حسن۔ ہم کہتے ہین۔ یہ جیتین تو ہمین چار روپیے دین اور
ہم ہارین تو انھین آٹھ دین۔
بہار۔ منظور۔
سپہر۔ ایک سے شرط منظور کی یا دونون سے۔
بہار۔ دونون سے بلکہ تم بھی بدلو چاہو۔
سپہر۔ (روپیہ پھینک کر) تم بھی بسا دو۔
بہار۔ (روپیہ پھینک کر) لو ہمنے بھی بسا دیا۔ بس؟۔
حسن۔ تو دو اور چار چھ اور ایک سات۔ سات روپیہ بہار النسا
بہن کی گرہ سے آج گئے۔

بہار۔ ای واہ ای واہ۔ کہین سگئے نہ ہون۔
روح۔ اچھا پھر ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی دیکھ لینا کب
چراغ رکھو گی۔
بہار۔ بس شام کے وقت۔ اور کب۔ مگر تم ایک ایک جانا
اور چراغ کو گل کرکے تین تین بار اپنا اپنا نام لینا۔
سپہر۔ ایک ایک دفعہ نہین دو دو دفعہ جائین۔
حسن۔ اور تین تین دفعہ نہین دس دس دفعہ نام لین گے
روح۔ اور چراغ کو گل ہی نہ کردین بلکہ اور ساتھ لیتے
آئین اور اُسی چراغ کو پھر جلائین تو سہی۔ یہان کوئی ڈرپوک
نہین ہے آپکا سا۔
بہار۔ ای تو ہم کاہے سے ڈرپوک ہین بھلا۔
اتنے مین بڑی بیگم صاحب تشریف لائین۔
سپہر۔ اخاہ اسوقت تو اماں جان کوٹھے پر آئی ہین۔ کہان
تکلیف کی اسوقت۔
ب۔ یہ کیا شرط بدی جاتی ہی۔ ہم بھی تو سنین ذری۔
حسن۔ بہار النسا بہن کہتی ہین کہ ہم رات کو ایک دیا
روشن کرین کوئی اُسکو بجھا نہین سکتا۔
بہار۔ ہان کیا کچھ جھوٹ کہتے ہین۔ آزما لو نہ آج ہی سہی
روح۔ ای کیا ہوگا کیا آخر شش۔ ایک نہین ہزار دفعہ
آزماؤ تو کیا۔
سپہر۔ سب کے پہلے ہم جا کر چراغ کو بجھائینگے۔ وہ
بات ہی کیا ہی۔
بڑی بیگم نے جریب سیدھی کی اور اُٹھ کھڑی ہوئین۔
ب۔ لو مین تو جاتی ہون اب۔
حسن۔ ہائین ہائین۔ کہان کہان۔ اماں جان کہان چلین

آئین کیا چلین کیا۔ ای ذری بیٹھیے نہ۔

بہار۔ اتنی تکلیف کی اور ایسی جلدی چلین۔

بڑی بیگم انتہا کی ضعیف الاعتقاد پرانے فیشن کی عورت تھین جادو ٹونے گنڈے تعویذ بھوت پریت ان سب باتون کی دل سے معتقد انھون نے جو یہ باتین سنین تو سخت ناگوار ہوا۔

ب۔ اب تم لوگون کے بیچ مین کون بیٹھے بھلا۔

بہار۔ (متحیر ہوکر) کیا۔ کیون؟

ب۔ یہان تو کفر کی باتین ہوتی ہین۔

بہار۔ واہ امان جان۔ کفر کی باتین کیسی۔ اللہ نہ کرے کفر کی باتین ہمکو آئین۔

ب۔ اب یہ کفر کی باتین نہین تو کیا ہین۔ بھلا رات کے وقت کیا جانے کیسا چراغ ہو تم جو وہان جاکر نام لو اور جان کو خدانخواستہ ہتیلی پر رکھ کے جاؤ تو اچھا کہ برا۔

سپہر۔ ای تو امان جان۔ وہان کیا کوئی بیٹھا ہوگا کہ ہم گئے اور وہ نگل گیا۔

حسن۔ اجی یہ سب باتین ہین۔

ب۔ باتین ہین!۔ اللہ نہ کرے کہ کسی دن جھپیٹ مین آجاؤ۔

بہار۔ ناحق بن ناحق حجت کرتی جاتی ہین۔ ایسی بڑی بہادر بنی ہین۔

ب۔ تم تو بڑی ہو۔ تمکو یہ بیٹھے بٹھائے کیا سوجھی بھلا کہ چھوکریون سے بدنے بیٹھین۔

بہار۔ تو وہ تو حجت کرتی ہین خواہی نخواہی۔ مانتی ہی نہین

ب۔ اور جو ڈر جاتین تو کیسی ہوتی۔

سپہر۔ ہان دیکھیے تو سہی۔ ہم لاکھ حجت کرتے تھے تو کیا تھا انکو تو سمجھنا چاہیئے تھا۔ یہ سب سے بڑی ہو کے سب سے چھوٹی بنی جاتی ہین۔

بہار۔ ہان اب تو باتین بناؤہی گی۔ اب تو چڑھ بنی ہے۔

ب۔ ایک دفعہ میرا کوئی سولہ سترہ برس کا سن ہوگا جب دو تین ہمجولیون نے آپس مین بحث کی کہ ہم اندھیاری رات مین مہتابی پر چڑھکر پیپل کے پتے توڑینگے۔ وہ دو تین ایکطرف تھین اور مین اور جعفری بیگم ایک طرف۔ خیر جب رات ہوئی تو ہمنے کہا اچھا اب توڑو پیپل کے پتے تو جانین۔ وہ ڈھیٹ تو تھین ہی۔ مہتابی پر جھٹ چڑھ گئین۔ اور بہت سی پتیان ٹہنیان کو پلین توڑکر نیچے کی چھت پر آرہی تھین۔ بس زینون پر ایک نے دیکھا کہ ایک ذری سا را بچہ کھڑا ہنس رہا ہے۔ دوڑکر اس نے دوسری کو دکھایا بس دیکھتے ہی دیکھتے بچہ نہ جانے کہان غیب (غائب) ہوگیا۔ ای بس اتنے مین دیوار مین سے ایک ہاتھ نکلا۔ پھر تو یہ چیخ اٹھین۔ اور جب تک ہم اور ون کو بلائین اور جائین جائین تب تک یہ بیہوش ہوگئین۔ ہمسے اسوقت اکیلا نہ جایا گیا۔ نہ ہماری ہمجولی کی جرأت ہوئی مگر نیچے آواز دی تو وہان سے دو چار عورتین آئین اور ایک خواجہ سرا زینے پر جو پہونچا۔ تو دیکھا کہ دونون کی دونون بیہوش پڑی ہوئی ہین اور بدن بس کچھ نہ پوچھو ہاتھ پاؤن بالکل ٹھنڈے جیسے برف کے مثال اور پیپل کا پیڑ یہ معلوم ہوتا تھا جیسے جڑ سے ہل جائیگا۔ اب ایک تو گھبرا اور رات اور تپے ایسے بولین کہ اف میری تو جان نکل گئی اور میری ہمجولی جعفری بیگم تھر تھر کانپتی تھی۔ مگر خواجہ سرا اور ایک سیدانی نے انکو اٹھا کر بٹھایا۔ کیوڑا اور پانی پلایا اور منہ پر خوب

پھینٹے دیے۔ جب ذرا ہوش آیا تو نیچے اُتریں۔ مگر ایسی سہمی تھیں کہ رات کو چونک پڑتی تھیں ایک نے بڑے اصرار سے مجھکو اپنی چارپائی پر سلایا اور دوسری کی یہ کیفیت تھی کہ لحاف میں لپٹی لپٹائی چپ چاپ پڑی تھی۔ رات کو کوئی دو تین بار چیخ چیخ اُٹھیں اور تڑکے جو جا کر دیکھا تو پیپل کے پتون کی رنگت ہی اور تھی۔

سپہر۔ یہ ہوا کیا تھا امان جان۔

ب۔ ہوا کیا تھا۔ اب تمھین کیا بتاؤن کیا ہوا تھا۔

مغ۔ کوئی شی ہوگی اُسیر۔ اللہ بچائے اِن مصیبتون سے۔

بہار۔ یہ ہیکڑی کی لیتی ہین۔ ابھی جما جما (جمعہ) آٹھ دن کی پیدائش ہو۔

سپہر۔ اونہہ اونہہ اتمھارا تو سر ہلنے لگا ہو۔ اور نہین ؟۔

مغ۔ ای بیوی ہم کوئی آٹھ برس ہوئے ہونگے گونڈے سے آتے تھے۔ مین تھی۔ پیاری کے ابا تھے اور حسینی تھی اور ایک منہار چھکڑے پر رات کو راہ راہ اپنے چلے آتے تھے۔ تو بیوی مین کیا کہون۔ یہ معلوم ہوا کہ جیسے بن مین ہزارون منسیری لکڑی کسو نے پھونک دی ہو اور وہ روشنی کہ افوہ۔ بعض بعض درخت تو ایسے لوکین جیسے سچ مچ بجلی ہو۔ ای میری شاہمت (شامت) مین نے پیاری کے ابا سے پوچھا کہ یہ کیا ہو۔ انھون نے کہا بن مانس سارے جب تو مین ڈر گئی۔ اور پیاری کے ابا بولے کہ یہ انکی آنکھین چمکتی ہین۔ ای بیگم صاحب مین کیا کہون جیسے دونون آنکھین تو مین نے بند کرلین اور پیاری کو زور سے چھاتی سے لگایا اور اللہ اللہ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر مین وہ روشنی دکھائی نہ دی تب مین نے آنکھین کھول دین ای بس آتے مین ایک پیڑ سے منہار نے ایک چھوٹی سی کیری توڑلی پیاری کے ابا نے کہا کہ جو رکھوالا نہ دیکھتا ہو تو دس پانچ اور توڑ لو چکیے سے۔ کل جتنی بنا مینگے منہار نے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا تھا کہ ٹہنی اونچی ہوگئی۔ اسنے اور ہاتھ بڑھایا ٹہنی اور اونچی ہوگئی اب ہم سب دیکھتے جاتے ہین کہ وہ نگوری ٹہنی اونچی ہوتی چلی جاتی ہو تب تو مین نے منہار سے کہا کہ اب خدا کیلیے چلے آؤ اور وہ بچارہ (بیچارہ) مارے ڈر کے گر پڑا پیاری کے ابا نے چاہا کہ اتریں۔ مگر مین نے روک لیا وہ زور کرنے لگے مین چمٹ گئی اتنے مین گاڑی بان کودپڑا اور پیاری کے ابا بھی کود ے دونون نے جاکے اُٹھایا تو منہار اُٹھا مگر اپنے آپے مین نہین۔ اور ڈر کی بات ہی تھی۔ پھر بیگم صاحب وہان سے چلے تو ایک بڑا گھنا باغ ملا۔ اب گھر کو پورا وہان سے دو کھیت تھا۔ باغ جو ملا گھنا گھنا تو بیل آپ ہی آپ ٹھہر گئے چودھری کمبخت اونگھتا تھا۔ منہار نے جگایا کہ میان کیا سورہے ذری زور سے آواز دی تھی۔ بس اوپر سے کوئی اور بھی بول اُٹھا کہ کیا سو رہے۔ ہی ہو میری تو بس جو کوئی بوٹی بوٹی کاٹتا تو بھی لہو نہ نکلتا۔ وہان سے چلے تو راہ مین ایک پیڑ پر آوازین آنے لگین۔ پیاری کے ابا تو کہتے ہین کہ انکا نام لیا تھا مگر میری جان مین میرا نام تھا اور گاڑی بان کہتا تھا کہ منہار کا نام لیا تھا اور منہار کہے کہ گاڑی بان کا نام لیا۔ جون تون کر کے وہان سے بھاگے۔ لیکن ہم سب ڈر گئے تھے ہان گاڑی بان موا البت (البتہ) بڑا ڈھیٹ تھا۔

سپہر۔ ای ہو جو مین ہوتی تو گھٹ گھٹ کے مرہی جاتی۔

روح۔ ای یہ سب باتین ہین بس۔

حسن۔ اور نہین کیا۔ جھوٹی باتین تو ہین ہی۔

مغ۔ حضور وہ چھل پائیان تھین۔

حسن- سنا ہوا ہی چھل پائیان نہین وہ تمھین اور نہین ج
سوائے وہی واہیات بات کے اور کچھ نہین۔
مغ- تو بیوی مین جھوٹ کیون بولتی آپ سے بھلا
اتنا تو سوچیے۔
ب- یہ ایک نہ مانینگی۔ اللہ نہ کرے کہ کبھی انکو مجبور
ہو کر ماننا پڑے۔
روح- ہمین ان باتون پر ہنسی آتی ہی- کوئی جانے
مغلانی نے سب سچ ہی تو کہا۔
مغ- چلو جھوٹ ہی سہی- کوئی جانے جھوٹ بولنے
سے کچھ مل جائیگا جیسے۔
حسن- جھوٹ نہ سہی- مانا- مگر تم ڈرین تو اپنی بیوقوفی
سے- ابھی اُسی دن دولھا بھائی کہتے تھے کہ ہڈیان جب
مہینون پڑی رہتی ہین تو ان مین سے آگ روشن ہونے
لگتی ہی- تم اسکو غول بیابانی سمجھین پھر کوئی اسکو کیا کرے
فقط سمجھ کا پھیر ہی اور کچھ نہین۔
مغ- جی ہان سمجھ کا پھیر ہی- کوئی جانے دنیا بھر دیکھ
آئی ہین- ہونہہ!۔
بہار- اچھا وہ آواز کیسی آتی تھی- یہ بتایئے- اسمین بھی
ہڈی روشن تھی۔
حسن- آواز زور سے دی تھی یا آہستہ سے۔
مغ- منہار نے اُسے زور سے آواز دی تھی- گاڑیبان کو
للکارا تھا۔
حسن- بس پھر اسمین ڈر کا ہیکا تھا- اوی جنگل مین جب
آواز زور سے دوگے تب دوسری آواز پیدا ہو جائیگی اوی
بازگشت کسی خالی مکان مین ذری بڑا مکان ہو یا مسجد مین
جاکے پکارو دیکھو آواز آتی ہی یا نہین۔
بہار- واہ مسجد تو خانۂ خدا ہی وہان چھل پائیان مردار یان
کیسے جانے پا سکتی ہین۔
حسن- بس تو اچھا یہی آزماؤ جو مسجد مین آواز پھر کے
معلوم ہوئی تو ہم سچے نہین تم سچی ہو نہ- بولو- جاؤ ابھی بھی
آزماؤ۔
مغ- بیوی مسجد مین ان کا کہان گذر- وہ تو اللہ کا گھر ہی
حسن- ہائے ہائے کیسی پگلی سے سابقہ پڑا ہی- یہی تو مین بھی
کہتی ہون- جو مسجد مین بھی آواز آسکے تو ہم جیتے اور نہ آئے
تو سمجھنا کہ وہ آوازین چڑیلون ہی کی تھین نہین تو مسجد
مین بھی آتین۔
مغ- ہان مگر بیوی۔
ب- اوی تو کیون حجت کرتی ہو بیکار بکار کو وہ نہ مانینگی ج
بہار- اوی ہان چپ بھی رہو۔
سپہر- اچھا استانی جی سے پوچھینگے- بس جو وہ کہدین
وہی ٹھیک ہی- ہی کہ نہین۔
بہار- ہان بس مانا۔
ب- وہ تو زمانہ دیکھے ہوے ہین- وہ کبھی نہ تمھاری سی
کہینگی- چاہے پوچھ دیکھنا۔
حسن- جی ہان کل بھی تو آپ ہی کی سی کہی تھی نہ- ایسی
جلد بھول گئین۔
ب- کل کونسی بات ہوئی تھی۔
حسن- جب آپ نے کہا تھا کہ سنیچر کا دن برا- اتوار اچھا
تو انھون نے کیا کہا تھا بھلا۔
ب- اوہ وہ تمھاری خاطر سے کہا تھا- اچھا اب مین تو

پوچھ لینا۔ وہ ضرور یہ باتین مانتی ہونگی۔ اور مین تو اللہ
کے فضل سے لڑکوری ہون مین تو پھونک پھونک کے قدم رکھونگی
اللہ نہ کرے تمھارے پاؤن مین کانٹا چبھے۔ میری دونون
آنکھین تم دونون اور یہ دونون ہین (حسن آرا سپہر آرا
اور بہار النسا اور روح افزا)۔

بہار۔ واہ امان جان سبطے یہ دونون پھر ہم دونون سچ ہی
آنکھون سے گھٹنے دور ہوتے ہین۔

روح۔ (مسکرا کر) ہم کہنے ہی کو تھے۔

حسن۔ اسوقت کیا بہنین بہنین ایک ہوگئین۔

بہار۔ اچھا پھر تم بہن روح افزا۔ کہتی ہین کہ بہنین بہنین
کیا ایک ہوگئین۔ اسوقت تو تم ہماری بہن نہین ہو۔
لو اب تو صاف صاف کہنے لگین امان جان رخصت۔
(مسکرا کر) بندگی۔ اب رخصت ہون نہ۔

ب۔ تم جانو تمھاری بہنین جانین۔ ہمکو جیسی حسن آرا
ویسی روح افزا جیسی بہار النسا ویسی سپہر آرا ایک آنکھ
تم دونون ایک آنکھ یہ دونون۔

بہار۔ ہان مگر داہنی بائین کا فرق ہی۔

حسن۔ آنکھون مین دایان بایان کیا معنی دونون یکسان
ہین۔ کیا فرق ہی۔ آنکھ بھی کیا کچھ ہاتھ ہی۔ جیسی روشنی
داہنی آنکھ کی ویسی روشنی بائین آنکھ کی ہی کہ نہین پھر بائین
بائین کیسی۔

روح۔ دایان پھر دایان ہی۔ بایان پھر بایان ہی۔

ب۔ چارون داہنی آنکھ ہو۔

رات کو گیارہ بجے کے وقت چارون بہنین چاندنی کے
لطف اٹھا رہی تھین اور بڑی بیگم بھی خلاف معمول حسن آرا
کے پلنگ پر لیٹی ہوئی باتین کر رہی تھین کہ دفعۃً مغلانی نے کہا
ای حضور ذری چپ تو رہیے یہ غل کیسا ہو رہا ہی۔

ب۔ ہان غل تو بہت ہی۔ کہین چور آیا۔

سپہر۔ ای یہ روشنی کیسی ہی۔

روح۔ آگ لگی ہی کہین۔

حسن۔ (پلنگ پر کھڑی ہو کر) ارے وہ شعلے نکل رہے
ہین اُف بڑی آگ لگی ہی کہین۔

بہار۔ بی مغلانی ذرا تم بلا تو لاؤ (ہاتھ ملکر) ہائے اب کیا کرین

ب۔ گھبراؤ نہین گھبراؤ نہین۔ ذری خورشید دولھا کو بلاؤ
ارے یہ تو بالکل قریب ہی۔

نواب۔ (ن) کہان ہو سب کی سب واسطے خدا کے
ضروری ضروری اسباب باندھ کر الگ کرو پڑوس مین شہزادے
کے ہان آگ لگ گئی اور ہوا تیز ہی۔ اسوقت خیریت نہین
نظر آتی۔ جلد زیور اور جواہرات الگ کر لو۔ اسباب وسباب
کپڑے کو جہنم مین ڈالو۔ (خدمتگار کو پکار کر) دیکھو ابھی گھوڑے
کھلواؤ اور کہو گاڑیان ابھی ابھی کھپریل سے نکالکر میدان
مین باہر کھڑی کر دین۔

بہار۔ (ہاتھ ملکر) ہائے اُف کیا ہوگا۔

ن۔ (گھبرا کر) اُف غضب ہو گیا۔

حسن ہائے ہائے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔

نیچے اتر کر حسن آرا اور بہار النسا نے بڑی پھرتی سے زیور
اور جواہرات کے ڈبے اور صندوقچے باہر نکالے سپہر آرا اور
روح افزا سے کہا کہ خبردار یہان سے ہٹنا نہین۔ بڑی بیگم
چپ چاپ دیکھتی جاتی تھین انکو حیرت سی تھی کہ ہو کیا رہا ہی لونڈیان
اصیلین مغلانیان ادھر ادھر کی چیزین یکجا کرتی پھرتی

تھین۔ اتنے مین تین بہنین سب انتظام کرکے پھر کوٹھے پر
گئین۔ مگر روح وہین کھڑی رہی۔ کوٹھے پر جو گئین تو رنگ
فق ہوگیا۔ دیکھا کہ شہزادہ ہمایون فر کی کوٹھی مین چوطرفہ آگ
لگی ہو اور ہر سمت سے شعلے بلند ہین یہ اتنی دور پر کھڑی تھین مگر
گرمی اثر دکھاتی تھی معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایسے مقام پر ہین جہان
چوطرفہ بھٹی ہی بھٹی ہو۔ دھنیان جو چٹخین تو بس یہی معلوم ہوا
کہ گویا رعد گرج رہا ہو تڑ تڑ چٹاخ چٹاخ۔

بہار۔ ہاے لاکھون پر پانی پڑ گیا۔

حسن۔ اِسوقت کوئی اُس بیچارے کے دل سے پوچھے
ہاے کیا گذرتی ہوگی۔

سپہر۔ بہن اِدھر تو آؤ۔ افوہ۔ دیکھو ہزارون آدمی جمع ہین

بہار۔ اس کھڑکی مین سے صاف معلوم ہوتا ہو صاحب
لوگ بھی ہین۔

حسن۔ پھر بہن شہزادے ہین کہ کوئی ایسے ویسے۔

سپہر۔ اے باجی جان وہ کون ہو۔ ہو ہو وہ کون ہو۔

اتنے مین لوگون نے اِسقدر غل مچایا کہ آسمان سر پر
اُٹھا لیا اور رونے کی آواز آنے لگی۔

بہار۔ کہان کون ہو۔ کون ہو سپہر آرا۔

سپہر۔ بہار النسا سے لپٹ کر اُف باجی (رو رو کر) ہاے
وہ مہتابی پر کون ہو

حسن۔ (ہاتھ ملکر) ارے یہ تو ہمایون فر ہین اے ستم
اب یہ کیونکر بچینگے۔

سپہر۔ (پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی) باجی۔ ہاے باجی
یہ اب ہوگا کیا۔ چوطرفہ آگ ہو۔ بچے بچے۔ بچیگا کیونکر بیچارا
اوف۔ اوف۔ اوف۔

بہار۔ ہاے اِسکی جوانی پر ترس آتا ہو۔

حسن آرا مُنہ ڈھانپ کر خوب روئی۔ سپہر آرا کا یہ
عالم کہ آنسوؤن کا تار نہین ٹوٹتا۔ اور بہار النسا حسرت
کی نظر سے اُس سرو جویبار رعنائی کی مصیبت کو بصد حزن و
ملال دیکھنے اور کف افسوس ملنے لگی۔ میرزا ہمایون فر مہتابی پر
تن تنہا اس تاک مین سوئے تھے کہ شاید ان بتان طناز
وخوبان سراپا ناز کا جھمکڑا بعد مدت نظر آئے لیکن ٹھنڈی
ٹھنڈی ہوا جو چلی تو آنکھ لگ گئی۔ کئی دن سے نیند بھر کر سونے
نہین پائے تھے۔ لہذا سوئے تو گویا گھوڑے بیچ کر۔ دنیا و
ما فیہا سے بیخبر۔ اب سنیے کہ جب چھت پر میرزا ہمایون فر کی سیج
بچھی تو انھون نے خدمتگار خاص کو حکم دیا کہ مہتابی پر لیجا کر بچھا آ
مگر کسی سے ذکر نہ کرنا۔ وہ پلنگ بچھا آیا اور ایک روز کی رخصت
لیکر گھر گیا یہان اور کسی آدمی کو معلوم نہ تھا کہ ہمایون فر کہان ہین
جب آگ لگی۔ تو وہ سب دوڑے آئے کہ شہزادے کو اُٹھائین
مگر بستر خالی پایا تو سمجھے کہ کہین گئے ہونگے یہ کسی کو خیال
نہ ہوا کہ مہتابی پر جا کر دیکھے اور کوئی علم غیب تو پڑھا تھا ہی
نہین یہ بیچارے بیدار ہوئے تو کب جب مہتابی کے
نیچے کے حصے مین چوطرفہ آگ لگ چکی تھی خدمتگارون
اور حاضرین وناظرین کے ہاتھ پاؤن پھول گئے اسباب
وسباب کے بٹورنے کی کسی کو فکر نہ تھی یہی سوچتے تھے کہ
یا خدا کسی طرح سے اسوقت اس بیچارے کی جان بچائین مگر
سب کو مایوسی بالکل ناامیدی ہجوم یاس مین کوئی اس
شہزادے بلند ارادہ کی جوانی اور خوش بیانی یاد کرکے
روتا تھا۔ کوئی سر دھن کے کہتا تھا کہ یارو اِس بیچارے
کی بڈھی مان کے دل پر اس سانحے سے کیسی گذرے گی

خاص شہر سے بھی جوق جوق آدمی جمع ہو گئے اول مین بگل دیا گیا سپاہی اور چوکیدار اور برق انداز اور رؤسا اور باشندگان شہر اُمڈے چلے آتے تھے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوے دریا سے ہزارون گھڑے پانی لایا جاتا تھا۔ سقّے اور مزدور بڑی سرگرمی سے آگ بجھانے مین مصروف تھے۔ کہرام مچا ہوا تھا۔ صاحب کلکٹر انجنیر۔ اور ڈپٹی کلکٹر صاحب اور تحصیلدار اور انسپکٹر پولیس ہزارون آدمی جوق جوق جمع تھے۔ پانی کی یہ کیفیت کہ صدہا مشکین بھر بھر کے آتی تھین اور برابر کوشش کیجاتی تھی کہ آگ بجھائی جائے۔ مگر ہوا اس تیزی پر تھی کہ الامان۔ پانی تیل کا کام دیتا تھا۔

میرزا ہمایون فر اس حالت یاس و نومیدی مین بس یہی سوچتے تھے کہ بار خدایا جن بتون کے نظارے کی فکر مین مجھ پر یہ مصیبت پڑی کہ اب تھوڑی دیر مین جل بھن کر خاک ہو جاؤنگا اُن کو اگر معلوم ہو جائے کہ ہمایون فر نے ہمارے ہی عشق مین اپنی جان شیرین گنوائی تو مین سمجھون کہ جی اُٹھا۔

اتنے مین ادھر نظر پڑی تو دیکھا کہ وہ خوبان پری تمثال مصروف ماتم ہین۔ روح افزا اور حسن آرا اور گھر بھر کی عورتین کوٹھے پر کھڑی ہین اور شور و شیون کرتی ہین سوچے کہ اللہ اللہ ہمارے سوگ کی تیاریان ہوتی ہین۔ خیر شکر ہے کہ جسکے لیے جان دی اُسکو نزع کے قبل اپنا سوگ کرتے تو دیکھ لیا۔ اتنے مین صاحب کلکٹر بہادر نے جسکو شہزادہ ہمایون فر سے بڑی محبت تھی بآواز بلند یون کہا۔

کلکٹر صاحب۔ (ک) شہزادہ ہمایون فر گھبراؤ نہین خدا کو یاد کرو وہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔

میرزا ہمایون فر کو اُسوقت اپنا چھوٹا بھائی یاد آیا۔ اور گو وہ لڑکا اُنکے ساتھ یہان نہ تھا لیکن اُسوقت اجل کو ہم آغوش دیکھکر اُنکے اوسان خطا ہو گئے خیال نہ رہا کہ وہ گھر ہی پر ہے ساتھ نہین آیا۔ کلکٹر صاحب سے پوچھا کہ۔

Is my younger Brother Alive

میرا چھوٹا بھائی تو جیتا بچا۔؟

صاحب کلکٹر نے لوگون سے پوچھا کہ اُنکا چھوٹا بھائی کہان ہے اُنھون نے کہا حضور وہ تو انکے ساتھ نہ تھا گھبراہٹ کے اُنکے ہوش ٹھکانے نہین ہین اسوقت آپ کہدین کہ وہ لڑکا ہمارے پاس ہے

ک۔ *yes, he is Safe*

ہان وہ محفوظ ہے۔

شہز۔ (عجب بھیانک آواز سے)

The I die in piece

ہان! مین آرام سے مرونگا۔

پھر بھائی کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ بھائی گھر بار تمہارے سپرد ہے مان کو تسلی دو کہ ہمایون فر نہین سہی مین تو ہون ہے اس جگرخراش فقرے کو سنکر صاحب کلکٹر اور کل حاضرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اتنے مین میرزا ہمایون فر نے جب دیکھا کہ اب بچنے کی ذرا بھی امید نہین۔ آگ کے شعلے قریب آتے چلے اور ہوا نے اور بھی زور باندھا تو ایک مرتبہ نعرہ بلند کیا اور ایک دردانگیز آواز سے کہا کہ یارو الوداع پھر حسن آرا اور سپہر آرا کیطرف نظر کرکے ٹوپی سر سے اُتاری اور کئی بار بصد حسرت سلام کیا حسن آرا اور سپہر آرا اور بہار النسا دیوار دلان سے سر ٹکرانے لگین کہ ہاے یہ کیا ستم ہوا میرزا ہمایون فر نے جب دیکھا کہ وہ پریان دیوار سے سر ٹکرا رہی ہین تو اُنکے شیشۂ دل پر ٹھیس لگی کہ ہاے دہان یان نازک بدن ہین ایسا نہو

جوٹ آجائے۔ ہاتھ جوڑے اور اشارے سے منع کیا کہ یہ نکرو لیکن وہ دونون بہنین اُسوقت ایسی حالت مین تھین کہ ہمایون فرکو آنکھ بھر کر دیکھ سکتین۔ اشک مانع نظارہ تھے میرزا ہمایون فر نے ایکدفعہ ہی بصد حسرت یہ شعر بآواز بلند پڑھا؎

بجرم عشق توام میکشند وغوغا ئیست	تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

سپہر آرا کھڑکی کے پاس جاکر اور میرزا ہمایون فر کو گویا آخری مرتبہ دیکھ کر سر پیٹنے لگی ہمایون فر کے عشق صادق کا کیا کہنا اپنے محبوب شیرین حرکات کو اس ماتم اور سر کوبی کی حالت زار مین دیکھکر اپنا صدمہ بھول گئے۔ گو اجل ہر سمت سے اُن کو اپنی بھیانک صورت دکھاتی تھی اور دم بدم زندگی سے مایوسی ہوتی جاتی تھی لیکن دست بستہ دور ہی سے کہا کہ اگر یہ کروگی تو ہم اپنی جان دیدینگے۔

حضرات ناظرین کیا غضب کا فقرہ ہے۔ ہاے یہ الفاظ خون رُلاتے ہین۔ (ہم اپنی جان دے دینگے) ہاے کیا دھمکی ہے گویا جان کے بچنے کی امید ہی تو تھی۔ چو طرفہ آگ کے شعلے آسمان تک بلند دھوان ہر سمت ابر کیطرح چھایا ہوا۔ کڑیاں اور دھنیاں تڑاتڑ چٹختی ہین۔ بھاگنے کی کوئی تدبیر نہین آگ بجھاتے بجھاتے لوگ عاجز آگئے ہوا کہتی ہے کہ مین آج ہی تیزی دکھاؤنگی۔ اور حضرت فرماتے ہین کہ اگر یہ کروگی تو ہم اپنی جان دے دینگے۔ اب سپہر آرا اور حسن آرا کے آنسو نہین نکلتے تھے۔ دونون مثل پیکر تصویر خاموش لیکن کلیجا بلیون اُچھلتا تھا اور رونے مین تو بخار چھٹ جاتا مگر انکا غم نہ رونے سے اور بھی بڑھ گیا۔ اب اِس درجہ کو پہونچا جسمین زندگی کے لالے پڑ جاتے ہین حیرت نے دامن پکڑا آنکھون سے حسرت ٹپکتی تھی۔ چال ڈھال سے حیرت کے آثار عیان تھے۔ بڑی بیگم سکتے کے عالم مین کچھ تو خیال کہ ہائے اس نوجوان شہزادے کی جان مفت مین جاتی ہے کچھ یہ سوچ کر لڑکیون سے کہان کی جان پہچان نکلی۔ بڑی بیگم نے خوب دعا مانگی کہ یاالٰہی اِس بیچارے کی جان بچا۔ ہے ہے اسکی سو برس کی مان اِس خبر کو سنکر کیا کریگی سپہر تو بجلی ہی گر پڑیگی۔ بہار النسا برابر روتی جاتی تھی۔ روح افزا کبھی کھڑکی کیطرف جاتی تھی کبھی ہمایون فر کی حالت زار دیکھکر آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی اتنے مین جب آگ بہت ہی قریب آگئی تو میرزا ہمایون فر کا استقلال ہاتھ سے جاتا رہا۔ ادھر اُدھر ساری چھت پر سراسیمگی اور آشفتہ حالی سے گھومنے لگے۔ اتنے مین ایک خدمتگار قدیم نے ایک طرف گھسکر لکڑیون اور جلتے جلتے دروازون اور دھنیون اور بلیون کو ہٹاکر پانی چھڑکوانا شروع کیا۔ ہزارون مشکین پانی کی پڑتی تھین مگر بے سود۔ میرزا ہمایون فر کا بچنا محال تھا۔ ہوا نے اور بھی زور باندھا اب یہانتک نوبت آئی کہ جو لوگ قریب کھڑے تھے وہ آنچ اور حرارت کے سبب سے دور دور بھاگنے لگے۔ اور صاحب کلکٹر بہادر نے زمین پر بیٹھکر فرط بیقراری سے رونا شروع کیا۔ اب آگ میرزا ہمایون فر سے صرف ایک گز کے فاصلے پر ہے اور جھونکے جاتے ہین ایک مرتبہ حسن آرا اور سپہر آرا کیطرف ٹوپی اُتار کر سلام کیا۔ (جسکو وہ مطلق نہ دیکھ سکین) اور بدن کو تولکر اور ایک نعرہ اللہ اکبر بلند کرکے دھم سے کود پڑے۔ اور ساتھ ہی سپہر آرا بھی بآواز بلند چیخ کر کھڑکی سے کود ی ہاے ستم کا سامنا ہے عجیب روح فرسا سانحہ ہے خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ ای توبہ ای توبہ الامان۔ الامان۔

اب سنیے کہ میرزا ہمایون فر نے جب دیکھا کہ مفر کی کوئی صورت نہین اب اجل نے دبوچ ہی لیا تو یہ جان پر کھیل گئے سوچے کہ یون

بھی مرینگے دو دن بھی مرینگے پھر بچنے کی تدبیر سے کیون غافل رہین انھون نے بکمال استقلال بدن کو تولا اور سامنے کی ایک چھت پر کودنے کا قصد کیا۔ مگر وہانتک جانا محال تھا نیچے جا گر پڑے اگر ذرا دو بالشت ہٹ کر گرین تو جل بھن کے خاک ہو جائین۔ مگر زندگی تھی۔ بچ گئے۔ گرے تو گھانس پر یہان زمین بالکل نرم اور نم تھی گرتے ہی بیہوش ہو گئے۔ لوگ چارونطرف سے دوڑ پڑے اور ہاتھون ہاتھ زمین پر سے اُٹھا لیا

ک۔ سول سرجن صاحب کہان ہین۔

سول سرجن سپہر آرا کو کھڑکی پر سے کودتے ہوے دیکھکر ادھر جھپٹے تھے۔ دیکھا تو سپہر آرا کو ذرا بھی چوٹ نہین لگی تھی۔ بلکہ سپہر آرا نے اُٹھتے ہی کہا کہ لوگو اگر ہمارا شہزادہ بچا تو ہمین دکھا دو اور نہین تو اُسی کی قبر مین ہمکو بھی زندہ دفنا دو سود ہودیون نے سپہر آرا کو گھیر لیا اور ڈاکٹرون نے تشفی دی۔

اتنے مین نواب صاحب آ گئے اور سپہر آرا کو الگ لیجا کر سمجھانے لگے کہ تم گھبراؤ نہین شہزادے بخیریت ہین۔

سپہر۔ ہاے دولہا بھائی مین کیونکر مانون۔

ن۔ نہین بہن۔ آؤ انھین ہم ابھی ابھی دکھائے دیتے ہین۔

سپہر۔ پھر دکھاؤ۔ میرے دولہا بھائی۔

ن۔ اک ذرا ٹھہرو۔ بھیڑ ذرا چھنٹ جائے تو دکھا دین تب تک گھر چلی چلو۔

سپہر۔ پھر دکھاؤ گے۔

ن۔ ضرور خدا کی قسم ضرور دکھائینگے۔

سپہر۔ ہمارے سر پر ہاتھ رکھ کے کہو۔

ن۔ (سر پر ہاتھ رکھکر) اس سر کی قسم ضرور دکھا دینگے اب چلی چلو۔ اتنا کہنا مان لو۔

سپہر۔ اچھے کیونکر ہین۔ بچے کس طرح۔

ن۔ کود پڑے۔ اللہ نے بچا لیا۔

بہزار خرابی نواب نامدار سپہر آرا کو گھر لیگئے۔

اب سنیے کہ وہان سپہر آرا کے گرنے سے کہرام مچا تھا۔ مگر جب سپہر آرا اُٹھ کھڑی ہوئی تو سب کی جان مین جان آئی سپہر آرا اور نواب صاحب گھر مین داخل ہوے۔

ن۔ اللہ نے آج دوبارہ زندگی دی۔

ب۔ اُف بڑی عزت رکھی اللہ نے۔

روح۔ کیا جانے ابتک کیا کا کیا ہو گیا ہوتا۔

بہار۔ آؤ سپہر آرا پنکھا جھلین تم پلنگ پر لیٹ رہو۔

ب۔ ڈنکو لٹا دو اب۔ اور مغلانی تم خوب پنکھا جھلوا اور مہری سے کہو ایک طرف سے وہ جھلے۔

ن۔ مین جا کر دیکھون تو ہمایون فر کی کیا کیفیت ہی۔

بہار۔ ای زندہ تو ہے بیچارے۔

ن۔ ہان امید تو ہی۔ ضرور بچ جائینگے۔

صاحب سول سرجن نے جو میرزا ہمایون فر کی نبض دیکھی اور کلیجے اور سینے پر ہاتھ رکھا کہا کہ گھبرانے کی بات نہین ہی صدمہ بہت سخت پہونچا ہی مگر علاج آسان ہی تھوڑی دیر کے بعد انکی سریع التاثیر اور کثیر المنفعت ادویہ سے اسقدر فائدہ ہوا کہ آنکھین کھول دین اور پانی مانگا۔

ک۔ کہین درد ہی۔

شہزر۔ ہان کلیجے کے پاس۔ اور ٹانگ مین۔

ڈاکٹر۔ (یعنی سول سرجن) (ڈ) (ٹانگ کو دیکھکر) ہڈی پر صدمہ پہونچا ہی۔ مگر ہڈی ٹوٹی نہین۔

شہزر۔ اچھا ہو جاؤنگا یا اُمید زیست منقطع ہی۔

ڈ۔ دو دن مین۔ آپ بہت جلد اچھے ہو جائینگے۔
ک۔ آپنے بڑا کار نمایان کیا۔ آپ بڑے بہادر شہزادے ہین ع
شہز۔ نہین۔ وہ تو یون بھی جان جاتی سو چاکہ کود پڑون
شاید بچ جاؤن۔ سو ابتک تو زندہ ہون۔
ڈ۔ نہین نہین آپ گھبرائین نہین آپ پرسون تک گھوڑے
پر سوار ہو سکینگے۔
شہز۔ ہان! شاید۔ درد سخت ہی۔
ک۔ کچھ پروا نہین۔ ڈاکٹر صاحب! ابھی ابھی درد کھو دینگے
(سول سرجن سے) آپ دن بھر مین تین دفعہ آکر ان کو
دیکھیے اور اسسٹنٹ سرجن کو دو پہر یہان رہنے دیجیے
رات کے لیئے ہم بابو انو کول گھوس کو بھیجینگے وہ رات بھر
یہان رہینگے اور ایک نیٹو ڈاکٹر اور ایک کمپونڈر ہر دم
یہان رہین۔
ڈ۔ اچھا ابھی انتظام ہو جائیگا۔
شہز۔ اُف۔ دل قابو مین نہین ہی۔
ک۔ اور آپ کے کودتے ہی آگ بھی بجھ گئی۔
شہز۔ میرے ہی ساتھ عداوت تھی۔ (کوئی ہی) دیکھو ڈیوڑھی
مین جاکر بیگم صاحب کو ہماری طرف سے آداب عرض کرو
اور کہدو کہ آپ بزرگون کی دعا سے مین بچ گیا۔ یا مہری
کو بھیجدو۔ تھوڑی دیر مین بڑی بیگم صاحب کے ہان
ایک مہری پہونچی۔ یہ وہی مہری تھی جسکو شہزادہ ہمایون فر
نے حسن آرا اور سپہر آرا کے پاس پیغام لیکر بھیجا تھا۔ جسکو
حسن آرا نے ڈانٹ بتائی تھی۔ سپہر آرا نے سیکڑون صلواتین
سنائی تھین۔ یا تو وہ وقت تھا کہ ان دونون بہنون کو اسکی
صورت سے نفرت تھی اور یا اب دیکھتے ہی کھل گئین حسن آرا بیگم
مہری کو دیکھکر کسی قدر شرمائین۔ مگر سپہر آرا دیکھتے ہی فرط بیقراری
سے بول اُٹھی کہ (کیسے ہین) مہری آداب بجالائی اور نہایت
ادب کے ساتھ یون کہنے لگی۔
مہری۔ (مہر) اے حضور اللہ نے بڑا فضل کیا۔ کیا جانے
کسکا دیا لیا اِس گاڑھے ذخت (وقت) آڑے آیا۔ شہر بھر
ہاتھ ملتا تھا کہ ایسے لائق و ار شہزادے اور کس بیکسی مین ہین
اللہ جانتا ہی میرے تو اوسان خطا ہو گئے تھے۔ بس جی چاہے
کہ آگ مین کود پڑون بارے اللہ نے بہت بچادیا۔ کیا جانے
کس نگوڑے جہنمی نے یہ شعبدہ کیا۔ ابتو بولتے چالتے ہین ع
لیکن ذری ذری درد ہوتا ہی پھر حضور اِس ہنسائی کو دیکھیے دو
کودنے کو دیکھیے۔
ب۔ شہزادون پر سایہ ہوتا ہی۔ اللہ اُنکا بچانیوالا ہی۔
مہر۔ لونڈی کو حضور کی خدمت مین بھیجا ہی کہ جاکر حضور کو دلاسا
دون کہ اب اچھے ہین۔ فرمایا ہی کہ آپ بزرگون کی دعا سے مین
بچگیا آپ کا بہت خیال ہی۔
ب۔ ہماری طرف سے دعا کہنا اور کہنا کہ اللہ نے آپکو دوبارہ
زندگی دی۔ خدا تمھین خضر کی عمر دے اور خوش و خرم رہو
مگر علاج سے غافل نہ رہنا۔
مہر۔ نہین حضور۔ بھلا علاج سے بے غافل رہ سکتے ہین در گنگا
صاحب تو آپ ڈانکتر (ڈاکٹر) سے کہہ گئے کہ دن رات ایک
گورا ڈانکتر یہان رہا کرے۔
ب۔ دیکھو اللہ کو بچانا ہوتا ہی تو یون بچاتا ہی۔
مہر۔ (سپہر آرا سے) اب آپکا مزاز (مزاج) کیسا ہی۔ آفتاب
پڑوس مین رہنے سہنے سے آپکو بھی حد بھر محبت ہو گئی۔ ابھی
ہماری سرکار کو یہ نہین معلوم ہوا۔

بڑی بیگم (خاموش اور متحیر) حسن آرا چپ چاپ سنتی رہی
بہار النسا نے روح افزا کے چٹکی لی روح افزا مثل پیکر تصویر
خاموش رہی۔ مہری اپنے دل مین خوش کہ سپہر آرا نے سعادت
محبت ظاہر کی کہ کھڑکی پر سے کود پڑین۔
مہر۔ ہو اجازت پھر۔ اب جا کے سرکار کو دیکھون ذری
ب۔ ہماری طرف سے دعا کہنا۔ ہی ہی مین یہی سوچتی تھی کہ
اب ہونا کیا ہی۔ توبہ توبہ۔
مہر۔ ہونا کیا۔ بیگم صاحب ہاتھ پانون پھول گئے تھے کچھ کرتے
دھرتے بنتی ہی نہ تھی۔
ب۔ ای سچ پوچھو تو باقی کیا رہگیا تھا۔ آدھ گز پر تو آگ تھی اُف توبہ
مہر۔ مگر وہ بھی نصیب اعدا جان پر کھیل گئے اور یہ نہ کہتے تو پھر کرتے ہی کیا
بہار۔ چوٹ تو ضرور آئی ہوگی کہین نہ کہین۔
مہر۔ جی ہان ٹانگ مین چوٹ آئی ہی۔ مگر یون ہی سی اور
کلیجے پر بڑا دھچکا لگا۔
بہار۔ ہان پھر کودے بھی تو پہاڑ پر سے۔ کچھ ٹھکانا ہی۔
مہر۔ جی اور کیا حضور جو نیچے سے نظر اٹھا کر دیکھیے تو آنکھین جھپنے لگین
روح۔ یہ آگ لگی کیونکر۔ کھانا وانا پکتا تھا کیا۔
مہر۔ ای بیوی یہ تو کچھ بھید ہی نہین کھلتا۔ اور وہ چوطرفہ سے
ایک دفعہ ہی آگ لگ گئی ایک کونا جلتا تو کہتے حقہ وقہ کوئی پیتا
ہوگا۔ یا چوہا بتی گھسیٹ لیگیا ہوگا وہ تو بس چارون طرف سے
بھک بھک شعلے نکلنے لگے۔ یا کسی دشمن نے آگ لگائی جلے مرے
کا گھر بھر۔ اللہ کرے بجلی گرے جہنمی پر جسنے یہ بدی کی۔
ب۔ کیا چھپا تھوڑا ہی رہیگا۔ چھپ نہین سکتا۔
مہر۔ ای۔ صاحب لوگ بڑا بندوبست کرتے ہین حضور ابھی ابھی
تھانہ دار کو حکم دیا تھا کہ پتا لگاؤ تین صوبہ دار مقرر کیے ہین
کچھ نہ کچھ پتا لگ ہی جائیگا۔

مہری رخصت ہوئی۔ شہزادے سے جا کر کہا کہ حضور کہ
آئی۔ کل پرسون جب حضور بالکل اچھے ہو جائینگے تو ایک
خوشخبری سناؤنگی حضور کو۔ لونڈی نے انعام کا کام کیا مگر
حضور اللہ کرے جلد اچھے ہون۔

(مسکرا کر انعام)

کیا خبر ہی۔

اتنے مین میرزا ہمایون فر نے کہا کہ اب ہم اسوقت سوتے
ہین پنکھا قلی کو بھیجو کہ پنکھا کھینچے۔

شب کو شہزادہ درد کی چمک کے سبب سے تلملایا کیا
اسسٹنٹ سرجن دلاسا دیتے تھے کہ حضور گھبرائین نہین
دو تین دن مین بدستور سابق چلنے پھرنے لگیے گا ٹانگ کی ہڈی
مین چوٹ آئی ہی مگر ہڈی ٹوٹ نہین گئی ہی اور قلب کے صدمے
کا صاحب سول سرجن بہادر نے اچھے طور پر علاج کیا ہی اب
آپ اگر سونے کا خیال کیجیے اور ذرا آرام فرمایئے تو خوب ہی
میرزا ہمایون فر کی یہ کیفیت تھی کہ ذرا آنکھ لگی اور درد کی
چمک نے جگا دیا ذرا پلک جھپکی اور آنکھ کھل گئی کسی پہلو چین نہین
آتا تھا۔ پلنگ پر ادھر ادھر لوٹتے تھے مگر آرام منزلون دور
بارے بہزار خرابی کہین چار بجے صبح کو آنکھ لگی۔

سویرے منہ اندھیرے صاحب سول سرجن تشریف
لائے تو دیکھا کہ شہزادہ بہادر میٹھی نیند سو رہے ہین اسسٹنٹ
سرجن سے دریافت کیا کہ شب کو طبیعت کیسی تھی انھون نے
کل حال بتایا اور ہدایت ضروری کے بعد اور مریضون کو
دیکھنے چلے گئے۔ کوئی دس بجے کے قریب میرزا ہمایون کی
آنکھ کھلی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا (صاحب آئے تھے)

مین نے آپ کا حال کہدیا۔ ایک دوا بدل دی ہی۔ دوا دوکان سے آگئی ہی۔ مُنھ دُھو کے ایک خوراک پی لیجیے انشاء اللہ درد مین بھی کمی ہو جائیگی اور قلب کو بھی تسکین ہو گی۔

اتنے مین رؤسا اور اُمرا اور عمائد شہر اور خوش باش اور مہاجن و عمال عیادت کے لیئے جوق جوق آئے سب نے شب کے سانحہ ہوش ربا سے کمال افسوس ظاہر کیا۔

ن۔ (یعنی نواب تہور علی خان بہادر) خدا نے بچایا ورنہ باقی کیا رہا تھا۔ توبہ ع۔

رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت

راجہ شمشیر بہادر۔ (راجہ) حواس ٹھکانے نہ تھے۔ ہاتھ پاؤن بھول گئے تھے کہ یا الٰہی بچائیو۔

تحصیلدار۔ دیکھنے والون کے ہوش اُڑے ہوے تھے مگر آپ کے استقلال کا کیا کہنا۔ ایسے وقت نازک پر مستقل مزاج رہنا کارے دارد۔

سررشتہ دار۔ اسمین کیا شک ہی۔ آگ بالکل قریب پہونچ گئی تھی۔

نور شاہ۔ (نور) قدم درویشان رد بلا۔ بابا اللہ بڑا مسبب الاسباب ہی۔ ؎

گلستان کند آتشی بر خلیل	گروہے بہ آتش برد آب نیل

وہ بڑا مالک ہی۔ دم کے دم مین آگ کو پانی اور پانی کو آگ کر دے جل جلالہ جل جلالہ۔ مین اپنی کٹی سے دعا دے رہا تھا۔ اللہ نے سن لی اور میری دعا قبول ہو گئی۔

س۔ یہ آگ لگی کیونکر۔

تحصیلدار۔ کسی دشمن کا کام تھا۔

ن۔ اسمین کیا فرق ہی۔ ای صاحب چارون کونون مین ایک دم سے آجتک کہین بھی آگ لگی ہی۔ یہ کسی دشمن کا کام ہی سرکار کو پتا لگانا چاہیئے۔

س۔ کسی پر شک ہی۔ آپکو۔ کیون پیر و مرشد۔

شہر۔ حضرت کسکا نام لون۔ ہان ہی تو شک مگر جس پر شک ہی اُسکا نام ہی نہین معلوم۔

ن۔ (یعنی بہار النسا کے شوہر) این! لاحول ولا قوۃ۔ یہ ٹیڑھی کھیر ہی۔

راجہ۔ حلیہ بتائیے۔ کچھ پتا بتائیے۔ سن کیا ہی کیسے۔ جوان ہی گورا ہی کالا ہی قطع کیا ہی۔ ہندو ہی یا مسلمان ہی۔ دیکھا تو آپ نے ہی اُسے یا دیکھا بھی نہین۔

شہر۔ ہان دیکھا ہی۔ مین عرض کر دونگا۔

مہر۔ حضور سو بھوکون کو کھانا کھلوا دیا گیا۔ کوئی بیس بائیس اور آگئے ہین وہ بھی کھا رہے ہین۔ اور شہر مین دو سو آدمیون کے لیے پکوایا گیا ہی۔

شہر۔ صبح شام دونون وقت دیا جائے! الصدقۃ ترد البلا و تزید فی العمر۔

نور۔ حق ہی۔ حق ہی۔ صدقے سے بلا رد ہو جاتی ہی۔

شہر۔ شاہ جی کے ہان بیس آدمیون کا کھانا بھیجا جائے

نور۔ نہ بیس آدمیون کے لیے نہین۔ ساڑھے انتیس بھولون کے واسطے۔

اتنے مین چٹھی رسان نے خدمتگار کو ایک بیرنگ خط دیا محصول لیا اور روانہ ہوا خدمتگار خط لیکر شہزادے کے پاس گیا۔ مگر چونکہ اُسوقت آغا نے مدار تحصیلدار صاحب سے باتین کر رہے تھے لہذا دخل در معقولات دینا خلاف ادب سمجھکر خاموش ہو رہا

جب میرزا ہمایون فر نے گفتگو سے ذرا فراغت پائی تو خادم
باادب نے تمیز کے ساتھ خط دیا۔ شہزادے نے خط لیا اور
لفافہ دیکھ کر کہا کہ کسی بڑے خوش خط کا لکھا ہوا ہی۔ لیکن
متحیر تھے کہ یہ خط کس نے بھیجا ہی جبھی کھولا اور پڑھنا شروع
کیا حاضرین بلا وقت دیکھ سکتے تھے کہ خط پڑھتے پڑھتے شہزادے
کا رنگ متغیر ہوا جاتا تھا اور چہرے سے ملال و غم و غصے کے آثار
صاف پائے جاتے تھے لوگ سمجھے کہ اُنکے گھر سے خط آیا ہے
شاید کسی عزیز کی وفات کا حال پُر ملال اسمین درج ہے
چپ چاپ سکتے کے عالم مین بیٹھے تھے کہ اس سانحے کے بعد
دوسرے ہی روز حادثۂ جانکاہ کا حال میرزا ہمایون فر کو اور
بھی ملول و افسردہ کر دیگا۔ شہزادے کا چہرہ مارے غصے
کے سُرخ ہو گیا۔ خط پڑھتے پڑھتے ایک دفعہ ہی دانت
پیسنے لگے بعض آدمی سمجھ گئے کہ اسمین ایسی بات لکھی ہی جس سے
شہزادہ بد دماغ ہو گیا کسی کی وفات کا حال درج ہوتا تو
روتے سر پیٹتے۔ کپڑے پھاڑ ڈالتے۔ دانت پیسنا کیا معنی
اور بعض سمجھے کہ کسی ایسے رشتہ دار کی وفات کی خبر
وحشت اثر سُنی ہی جسنے انھین دیوانہ بنا دیا اور اِس درجہ
صدمہ پہونچایا کہ حالت جوش جنون مین دانت پیسنے لگے
میرزا ہمایون فر نے خط کو پھر بدستور لفافہ مین رکھدیا مگر پھر
کھولا۔ اور پڑھنے لگے۔ پھر چہرہ سے انتہا کی پریشانی اور
غم و غصہ ظاہر ہونے لگا تب تو تحصیلدار صاحب نے قریب
جاکر آہستہ سے پوچھا کہ خیریت تو ہی۔ شاہزادے نے بکمال
افسردگی (ہان) کہکر خط بند کر دیا۔
ن۔ مین اِس خط کو پڑھ سکتا ہون۔
شہزر۔ ابھی نہین۔
س۔ خدا خیر کرے۔ آخر اتنا تو فرما دیجیے کہ خیریت تو ہی
شہزر۔ ہان جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ بس یہی اسکا مضمون ہی
مصاحب۔ این! الٰہی خیر۔ کیا رات کے حادثہ سے
اس خط کو کوئی تعلق ہی۔
تحصیلدار۔ ہان معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہی۔
شہزر۔ تخلیے مین کہدونگا۔ آج تو آپ کو چھٹی ہی نہ یا کچہری
جانا ہی۔
تحصیلدار۔ جی نہین آج تعطیل ہی۔ از براے خدا یہ خط
ہمکو دکھا دیجیے۔
شہزر۔ مین اِسکا ایک حصہ خود پڑھکر سنا دونگا۔
یہ کہکر شہزادہ ہمایون فر نے وہ خط نواب صاحب
(شوہر بہار النسا) کو دیا اور قریب بلا کر کہا کہ آپ اِس خط کو
چپکے سے پڑھ لیجیے۔ لیکن آپکو قسم ہی کہ کسی شخص سے تذکرہ
نہ کیجیے گا۔ بس ایک نظر دیکھ لیجیے اور میرے حوالے کیجیے
نواب صاحب نے خط پڑھنا شروع کیا۔ اب
دل لگی دیکھیے کہ اُنکے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا اور
حاضرین سمجھ گئے کہ اسمین کوئی بات ایسی ضرور درج ہی
جس سے نواب صاحب کو بھی کسی قدر تعلق ہی حیران و
ششدر کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہی۔ خط کا مضمون درج
ذیل ہی۔

مضمون خط

ہم سے کھلجاؤ بوقت مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھ کر عذر مستی ایک دن

اجی حضرت تسلیم۔ کیون سچ کہنا کیسا بدلہ لیا۔ بات
تیرے کی۔ لاکھ لاکھ سمجھایا۔ اونچ نیچ دکھائی ہاتھ جوڑے

خوشامد کی۔ قدموں پر ٹوپی رکھی۔ منت سماجت کی نہ مانا نہ مانا۔ خیر نہ مانو۔ ہمارا کیا بگڑا۔ تم خود ہی مصیبت مین پڑے آج رات کو گھر بھر نہ پھونک دون تو سہی تم نے ہمارا دل جلایا ہی ہم اتنا بھی نہ کرین کہ تمھارا گھر جلا دین۔ ؎

پھونک دین نالۂ سوزان سے اگر چاہین قفس
ہم فقط خاطر صیاد کیا کرتے ہین

کل صبح کو ہم پوچھینگے کہ مزاج شریف جسوقت یہ خط تمھارے پاس پہونچیگا مکان جل بھن کے خاک ہو گیا ہوگا۔

راقم شہسوار

ایک جوان خوبرو کا عشق کے جھگڑے مین جان کھونا اور شہسوار دلفگار کا تارک الدنیا ہونا

زہر گلے کہ ہوئے دلم نقاب کشاد
ہر آن گرہ کہ در و نقیمہ حاابستند
زمانہ غیر الم نامہ نیست تصنیفش

فلک بگلشن حسرت نوشتۂ زعبی
بدامن طلب مدعی نہاد و کشاد
دلم ز صفحۂ فہرست او گرفتہ سواد

شہسوار دلفگار باحالت زار در د فراق اصنام گلعذار سے سر دھنتا جوش جنون کے طفیل مین تنکے چنتا حیران و پریشان فرس آہو شکار و باد رفتار کو کڑکڑاتا اور چمکاتا ہوا اُس شہر مینو سواد غیرت بہشت شداد سے راتون رات گٹ بھاگا دل مین چور تھا کہ مبادا گرفتار ہو جاؤن جیلخانہ جھیلون سزا پاؤن۔ خیال جرم آتش زنی سے زہرہ آب آب تھا از بس بیقرار و بیتاب تھا۔ شہزادۂ با ذل دریادل کے گھر مین آگ لگائی تو شامت کی صورت مجسم نظر آئی۔ مارے خوف کے قدم قدم پر تھرایا۔ آنکھین پُر نم ہوئین دل بھر آیا ٹھیک دوپہر کو اشجار پُر بہار کے سایہ مین ذرا سستایا پھر جو باگ اُٹھائی اور راشہب شبک خیز کو کڑکڑایا تو وقت شام جبکہ دن قریب اختتام اور آفتاب لب بام تھا ایک چھوٹا سا گانون نظر آیا۔ پڑاو پر پُشت توسن سے اُتر کر زین پوش کو ہری ہری گھانس پر بچھایا ہی تھا کہ ناگاہ بستی کیطرف سے غل غپاڑے کی آواز آئی اور دیکھا کہ بستی کے آدمی ادھر اُدھر آدمی کے سافر دوڑے چلے جاتے ہین شہسوار گو دن بھر کا بھوکا پیاسا ماندہ تھا لیکن طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ اس ہنگامے کی خبر نہ لے اُٹھکر یہ بھی اُسی سمت چلے جدھر غل ہو رہا تھا۔ پہونچے تو کیا دیکھتے ہین کہ گانون بھر کے باشندے کوری نالی باری چمار کسان برہمن چھتری مغل پٹھان جوق جوق بہ تمع بہ بھیڑ ٹھٹ لگائے کھڑی ہین۔ بھیڑ کو کاٹ کر یہ بھی قریب گئے تو دیکھا کہ دو گنوار باہم لڑ رہے ہین مگر گانون والے بیچ بچاؤ کرنا تو بالائے طاق اور شہ دیتے جاتے ہین کہ دیکھو پھینڈی نہ رہ جانا ہان شاباش جو پڑھکے ہاتھ لگانا۔ ایک آدمی گرانڈیل ڈنڈپیل کشتی گیر چٹ لنگوٹ باندھے کچ لوہیا تلوار ہاتھ مین لیئے بھونڈے پینترے بدل بدل کر حریف پر وار کرتا ہی۔ دوسرا جوان گبھرو خوش رو گنگ کے لٹھ چلاتا ہی دونون اپنی اپنی گھات مین ہین۔ شہسوار نے چاہا کہ بیچ بچاؤ کر دین مگر اردگرد سے حوالی موالی نے بمنت و سماجت کہا کہ حضور رئیس ہین ان دونون بدمعاشون کے بیچ مین نہ بولین۔ یہ خود ہی آپس مین نپٹ لینگے۔ شہسوار سے نہ رہا گیا۔ اُنھون نے آگے بڑھکر چاہا کہ ایک کے ہاتھ سے تلوار چھین لین مگر اُسنے ڈانٹ بتائی کہ تلوار میرے ہاتھ سے تمھارے پاس آئی تو دم میری لاش پھڑکنے لگیگی۔ یہ فوراً ہی لٹھ چلائیگا اور مین کہین کا نہ رہونگا۔ شہسوار نے بصد الحاح لٹھ باز سے کہا کہ میان گبھرو کیون

جان کے دشمن ہوے ہو۔ کچھ دن دنیا کی سیر تو کرلو۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک ذرا پیچھے ہٹا اور ہٹتے ہی جھپٹ کر اس زور سے اپنے دشمن پر لٹھ رسید کیا کہ سر پھٹ گیا۔ اور خون کے تراڑے بہنے لگے۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی اور تیورا کر دھڑ سے زمین پر آ رہا۔ لٹھ باز لٹھ وٹھ چھوڑ کر بھاگنے ہی کو تھا۔ کہ لوگون نے ٹیٹوا لیا۔ اور حضرت گرفتار ہو گئے۔ صدر مقام اس گانون سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر تھا۔ چوکیدار نے مقاتھانے پر رپٹ بھیجی اور سب انسپکٹر پولیس بارہ جوانون کو لیکر اُسی دم گانون مین آن موجود ہوے۔ دیکھا تو اُس بیچارے کو نیم جان پایا۔ فوراً چارپائی پر ڈالکر اسپتال بھجوایا۔ اور مجرم کو مع موقع واردات کے گواہون کے تھانے پر لیچلے۔ منجملہ ور گواہون کے حضرت شہسوار بھی تھے۔ اُنھون نے گھوڑا کسا اور سب انسپکٹر کے ساتھ تھانے چلے۔ گانون کے دس بارہ آدمی بھی ساتھ تھے شہسوار نے پوچھا کہ آخر یہ ہوا کیا۔ اس کلخپ ور عناد و فساد کا سبب تو بتاؤ جو صحیح صحیح امر ہو مو بمو کہ سناؤ۔

ایک مولوی صاحب نے جو گانون بھر کے قاضی تھے کہا کیا حضرت زر زمین زن کے سوا اور کسی بات پر جھگڑا ہوتے دیکھا نہ سنا۔ مجروح نائی ہی اور مجرم شہر کا نانبائی۔ اس گانون سے آدہ کوس پر ایک جوان اور پری چہرہ عورت رہتی ہی جسکو یہان کے باشندے جوگن کہتے ہین۔ اس جوگن کی لگاوٹ باز نظرون نے ایک عالم کو قتل کر رکھا ہی۔ ایک ایک عضو بدن سانچے کا ڈھلا ہوا ہی۔ چال مد متانہ کہ انسان دیوانہ ہو جائے۔ ہر کس و ناکس کی وہان تک رسائی ہی۔ مگر اُس کا فریب کش نے عجیب طبیعت پائی ہی کہ لگاوٹ کرتی ہی مگر پھر بھی الگ رہتی ہی۔ جو گیا خوش آیا اور اترایا کہ جوگن ہم پر مرتی ہی۔ ہر ایک سے گھل گھل کے باتین کرتی ہی۔ مگر سب ناکام و نامراد سے گوشت اور جوان طناز ہی۔ گو عاشق تن اور لگاوٹ باز ہی مگر تنہائی کی پابند ہی۔ یہ دونون سودائی نانبائی اور نائی بھی اُسکے ہان جانے لگے اور بڑھ بڑھ کر باتین بنانے لگے۔ نان بائی کو یہ خبط کہ میرے ساتھ اُسکا اب نکاح ہوا اور اب نکاح ہوا کئی بار مجھ سے آنکر کہا کہ پرسون نکاح پڑھنے ضرور چلیے گا۔ مین دل ہی دل مین ہنستا تھا کہ یہ خود دیوانہ ہی یا مجھے دیوانہ بناتا ہی آپ اور اُس مہوش نازنین گلفام زہرہ جبین کو عقد نکاح مین لائین۔ پہلے گڑھیا مین منہ دھو آئین۔

میان خلیفہ کا حال سنیے کہ اُنکی آنکھون پر بھی پٹی باندھکر شیطان نے پٹی پڑھا دی تھی کہ ہم پر جوگن کی جان جاتی ہی۔ کئی بار گانون مین کہ چکے کہ جوگن ہمکو پیار کرتی ہی۔ منہ سوڑ آدمیون نے کہا اب پہلے منہ تو بدقطع نکھامڑ آدمی ذات کا نائی۔ یہ منہ کھائے چولائی۔

اب سنیے کہ ایک روز نان بائی شہر سے دو بجے رات کو اُس جوگن کے پاس گیا تو اثنائے راہ مین میان خلیفہ بھی ملے۔ لاگ ڈانٹ تو تھی ہی اُنھونے اُنکو للکارا۔ اُنھونے اُنکو ڈانٹ بتائی۔ کلخپ سے تکرار ہوئی۔ تکرار سے جوتی پیزار۔ حتی کہ آج خون خرابے کی نوبت آئی۔ کئی مہینے تک ناچاقی رہی۔ یہ اُسکے خون کا پیاسا وہ اِسکی جان کا دشمن۔ نان بائی نے نائی کا گھر پھونکدیا۔ چھ مہینے کی قید پائی۔ نائی نے نان بائی کی دوکان جلائی۔ دونون نے گھر پھونک تماشا دیکھا۔

اِس تقریر خصوصاً آتش زنی کے ذکر نے شہسوار کے لیے عجب طرح کا اثر کیا۔ کبھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کبھی آنکھون کے تلے اندھیرا سا چھا جاتا تھا۔ کبھی اپنا فعل مجنونانہ یاد آتا تھا۔

دوسرا گنوار بولا کہ یہ جوگن کیا جانے کون ہی۔ اُسنے کئی خون کرائے

سب انسپکٹر۔ (س) حضرت مین بھی دو چار بار اس ہمہ پارہ عابد فریب پاس گیا ہون پردہ جو اُٹھایا تو واللہ نور کا بکا نظر آیا۔ حور طلعت پری پیکر سیم بدن رشک قمر۔ مزاج مین اس

شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہو کہ ایک ایک عضو مجسم کان لبری
ہو۔ عورت کیا پرستان کی پری ہو۔ دم تقریر مُنہ سے پھول
جھڑتے ہین۔ گر تاڑنے والے تاڑ گئے کہ کسی ترک ستمگر کے تیر نگہ نے
گھائل کیا ہو۔ معلوم ہوتا ہو کہ مطلوب کی جدائی اسقدر شاق گذری
کہ دنیا ہی کو چھوڑا۔ عیش و عشرت سے مُنہ موڑا۔ کنج تنہائی سے
ناتا جوڑا دور دور تک اُسکے جمال مبین کا شہرہ ہو۔ منزلون سے
مرد عورت بوڑھے جوان الغرض ایک جہان اِسکی زیارت کو
آتا ہو۔ کوئی حسن گلو سوز و نور عالم افروز دیکھکر عش عش کر جاتا
ہو کوئی عنفوان شباب اور اُٹھتی جوانی کی آب و تاب اور
مستانہ چال اور پیاری ادا کا شیدا ہو۔ القصہ ایک عالم مبتلائے
بلا ہو۔ جو جاتا ہو یہی کہتا آتا ہو کہ۔ ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام الا تو چیزے دیگری

شہ۔ یہ جوگن کیون ہو گئی۔
س۔ واللہ اعلم۔
شہ۔ کچھ ٹوہ تو لی ہوتی۔
س۔ اجی حضرت وہ بہت دور ہین۔
شہ۔ سن کیا ہوگا بھلا۔
س۔ ح۔ برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن۔
شہ۔ بس!!!۔
س۔ اٹھارہ یا انیس سے کسی صورت مین زیادہ نہین ہو۔
شہ۔ اوہو ہو۔ تو یہ کہیے قیامت ڈھائی ہو اچھا یہان کسی سے
یاد اللہ بھی ہو۔
س۔ ای توبہ۔ کہا نہ کہ لگاوٹ کی باتین سب ہی سے کرتی ہو مگر
ممکن کیا کہ کسی کے پھندے مین پھنس جائے۔

شہ۔ اِسمین کچھ اسرار ضرور ہو۔ سترہ اٹھارہ برس کا سن
جوانی کی راتین۔ مرادون کے دن۔ اور دنیا سے الگ تھلگ
بستر جمانا جوگن کے بھیس مین عمر گنوانا بے وجہ نہین۔
گنوار۔ اتنی عمر آئی ایسی جوگن ناہین دیکھی تھی۔
دوسرا گنوار۔ شہرن جو تماشا ہوت ہو اسمین البتہ جوگن
نبت راہو۔
س۔ (چوکیدار سے) یہ آج کس بات پر جھگڑا ہوا جی۔
چوکیدار۔ (چ) ہجور۔ وہ ساس جون جوگن نبی ہی
س۔ چپ۔ گدھا۔
شہ۔ کیا واہیات بکتا ہو۔
چ۔ صوبہ دار صاحب۔ اب لے تمسے کا کہی۔
س۔ ہم تم سے فقط اتنا پوچھتا ہو کہ ان دونون بد معاشون
مین کس بات پر لڑائی ہوا تم ہمارے سوال کا جواب دو
بس بیہودہ مت بکو۔
چ۔ جیسے یہ جہانگیر بھی دہان جات رہے اور حلوائی بھی
س۔ یہ حلوائی کون ہے۔
کانسٹبل۔ (کا) حضور اسی نانبائی کو کہتا ہو۔
چ۔ تون آپس مین لاگ ڈانٹ ہوے گئی۔ ای بس
ایک روج مار دھاڑ ہوسے گئی اور گانؤن مین ہلا مچا تو پورن
اُس روج ہمری یوجی (عوضی) تھے۔ دوڑ گئے۔ دیکھین تو
لٹھ چل رہا ہو۔ پھیر (خیر) پھیسلا (فیصلہ) بھیا دھن مل یہ
اُنکے دشمن وہ اُنکے دشمن۔ بس آج تلوار اور لٹھ چلے لاگ
گنوار۔ موڑ سے رکت بہت ہو۔
مولوی۔ (م) صوبہ دار صاحب آج نائی نے کئی کچیان
چڑھائی تھین۔ دارو بہت پیے ہوسے تھا اور اتفاق وقت

نان بائی بھی آ گیا۔ تو نائی نے عمداً اور قصداً چھیڑ کے کہا کہ آج ہم اپنے ٹیپت کو اُلٹے اُسترے سے مونڈ لینگے نان بائی بولا اللہ نے چاہا تو تنددرہی مین جھونک دیا ہو گا بس ت وسبت سب تھنک تھنکا کے رہجائے۔ نائی نے کہا بھیرڈھون مین۔ نان بائی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بڑھکے دھول جمائی تڑ سے۔

شہ۔ کیا آپ بھی اُسوقت سیر دیکھ رہے تھے۔

م۔ جی ہان۔ مین قاضی ہون۔

شہ۔ اور آپ کے گھر کے چوہے۔

م۔ (مسکراکر) سیانے۔ یہان گانون بھر مجھکو مانتا ہی مولوی مولوی کہلاتا ہون۔ مولوی بننے کی لیاقت تھی کہان پائی مگر خیر بزرگون کی عنایت ہی۔

شہ۔ دولتخانہ قدیم سے یہین ہی۔

م۔ جی ہان خداوند۔ میرا دولتخانہ یہین ہی پرانا رئیس ہون۔

س۔ (ہنسکر) بجا۔

شہ۔ (مسکراکر) واللہ شہر کی بھی کیا بات ہی۔

س۔ بندہ پرور ابھی کوئی دس بارہ دن ہوے ہونگے ایک مشاعرے مین جانے کا اتفاق ہوا۔ خواجہ صاحب اور شیخ صاحب مغفور کے تلامذہ اور اُنکے خوان لیاقت و فصاحت کے زلہ رُبا کئی شعراے عزا اور سخندان بے ہمتا کا کلام سنکر روح وجد کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دیہاتی بھائی کے پڑھنے کی باری آئی۔ اہل شہر اُنکی قطع ہی سے بھانپ گئے کہ گنوار کے لٹھ ہین۔ کئی بار شتر غمزے کر کے حضرت نے شعر پڑھا تو آخر مین فرماتے ہین۔ (بیمار ہون) سامعین متحیر کہ بھئی یہ (ہون) چہ معنی دارد ہم حضرت نے فرمایا (سرشار ہون) یا الٰہی یہ (ہون) کون لغت ہی کون بلا ہی۔ غزل غیر طرح پڑھی تھی۔ اب سب چکر مین ہین کہ یہ (ہون) کون لغت ہی۔ آخر کار ایک شاعر بذلہ سنج و لطیفہ گو نے یون پوچھا

شاعر۔ یا حضرت غزل تو چشم بد دور مرصع ہی۔ مگر یہ (ہون) کس جانور کا نام ہی۔

دوسرا شاعر۔ قبلہ یہ (ہون) جانور نہین ہی۔ یہ حضرت ہی جانگلو ہین۔ دیہاتی بھائی شعر پڑھنا کیا جانین یہ (ہون) کی خرابی ہی۔

چ۔ پہل کھلیپھا۔ (خلیفہ) ہی کہن۔

س۔ ہان قاضی صاحب پھر کیا ہوا۔

م۔ بس خداوند پھر دونون مین کُشتی ہوئی۔ کبھی یہ اوپر وہ نیچے کبھی وہ نیچے یہ اوپر۔ بڑی دیر تک داؤ پیچ اور چت پٹ ہوا کی۔ اتنے مین رنگی اہیر نے لائے کے نائی کو ایک تلوار دی اور کہا کہ بھرپور ہاتھ لگانا۔ ایک اور بدمعاش بولا کہ خبردار تسمہ تک نہ باقی رہے۔ تب تو مین بھاگا کہ چوکی۔ ارسے کہون دھوڑتا گیا۔

شہ۔ انسپکٹر صاحب اُس محاورہ کو یاد رکھیے گا۔

س۔ اُف واللہ مارے ہنسی کے پیٹ مین بل پڑ پڑ گئے

م۔ بس مین دھوڑ کے پورن چوکیدار کے مکان پر گیا اُسکی جورڑو بولی۔

شہ۔ کون بولی۔

س۔ (ہنسکر) جوڑو۔

م۔ حضور حکام ہین آپ کو ہنسانہ چہیئے۔

س۔ جی ہان مین حکام ہون۔ مگر آپ بھی تو امرا ہین ہان فرماؤ (ہنسکر) فرماؤ جی۔

م۔ دیکھیے فرماتا ہون۔

شہ۔ اوف۔ خدا کی قسم۔ ہنسی ضبط نہین ہوسکتی۔

م۔ اب آپ لوگ ہنس لین تو مین فرماؤن پھر۔

شہسوار کا مارے ہنسی کے بُرا حال تھا اور سب انسپکٹر بھی ہنستے ہنستے عاجز آگئے۔

م۔ بس جناب من وہان سے مین اس چوکیدار کو لایا۔ یہان دیکھا تو خون کے دریا بہ رہے تھے۔ الغرض تھانے پر پہونچے۔ دوسرے دن مجرم کا چالان ہوا اور گواہون کے بعد مجرم دورہ سپرد کیا گیا۔

اتنے مین نائی بیچارہ راہی ملک بقا ہوا۔

کانسٹبلون نے مجرم سے کہا کہ اب پھانسی پاؤگے جہانگیر کے مرنے کی خبر ہوگئی۔ اس فقرہ ہوش باکے سنتے ہی قاتل کا خون خشک ہوگیا۔ ع۔

	کاٹو تو لہو نہ تھا بدن مین

رنگ فق۔ اجل ہر در و دیوار سے اپنی بھیانک اور مہیب صورت دکھاتی تھی۔ پندرہ منٹ تک اسکی یہ کیفیت رہی کہ کوئی ہاتھ پاؤن بھی جلا دیتا تو اسکو اصلا خبر نہوتی حیرت سی حیرت تھی۔ طرح طرح کے خیالات دل مین جگہ پاتے تھے ہاے اِس جوگن سے آشنائی کرنے کا شوق کیون چرایا۔ اُف۔ ہاے یہ ہمین کیا سوجھی۔ اپنے آپ اپنے پاؤن مین کلہاڑی ماری۔

کا۔ یہ ہوا کیا تھا بھائی۔

قاتل۔ (قا) (مایوسی کے ساتھ) کیا بتائین۔

کا۔ آخر کچھ تو کہو۔ یہ ہوا کیا۔

قا۔ ہوا کیا۔ مفت مین جان گنوائی۔ اوف۔ اسوقت باتین کرنے تک کو جی نہین چاہتا۔

جمعدار۔ (جمع) وہ جوگن کے پھیر مین تھے بجرو۔

قا۔ ارے بھیّا۔ ہم تو مرٹے اُسنے ہمسے اور جہانگیر سے کہا کہ تم دونون آپس مین جھگڑا چکا لو۔ جھگڑا چکانا گیا جنم مین کا را ہی جھگڑا پاک ہوگیا۔

جمع۔ شادی ہوگئی ہی۔

قا۔ ہان۔

جمع۔ ہاے ہاے۔

قا۔ مرگئی بیچاری۔ اتنی ہی تو خیریت ہی۔

کا۔ اور کون کون رشتہ دار ہی۔

قا۔ یہ نہ پوچھو۔ کیا بتاؤن۔ ہاے کیا ہوا۔

جمع۔ مان تو جیتی ہی۔ یہ بتاؤ۔

قا۔ دھم سے زمین پر گر پڑا۔ اور بہ آواز بلند چیخ اٹھا ہاے ماں

جمع۔ (ہاتھ ملکر) ارے معلوم ہوتا ہی اُسکی مان بوڑھی ہے۔

قا۔ اور اندھی بھی ہی۔

جمع۔ ارے توبہ توبہ۔ یہ بڑی بُری سنائی۔

کا۔ ہان یہ دنیا کا لیکھا ہی ہی۔ ؎

کہین کھوب کھوبا کہین ہاے ہاے	دنیا دو رنگی کا نا سراے

جمع۔ بھائی صاحب اب اسوقت اپنے اللہ کو مولی کو یاد کیجیے اور مرنا تو ایک دن بدا ہی ہی اور یہ کیا ضرور رہی کہ پھانسی ہی ہو۔

قا۔ جو حکم حاکم دے۔

جمع۔ برس چھ مہینے کی سزا ہوجائے تو اچھے رہے۔

قا- جی سے گئے سمجھیں کہ جی گئے۔

جمع- اللہ میں سب کچھ قدرت ہے۔

قا- ہان مگر بُرے کام کا بُرا ہی نتیجہ ہے۔

جمع- گھبراؤ نہیں خدا مالک ہے- ابھی پرسون ہی ایک مقدمہ ہوا تھا- ایک کوری نے اپنی بہو کو مار ڈالا تھا- صاحب نے پوچھا اول کیون مار ڈالا- اُس نے صاف صاف کہدیا کہ حضور وہ بدراہ چلتی تھی مجھ سے نہ دیکھا گیا اور بس دوسرے دن صاحب نے دو برس کی قید کا حکم سنا دیا

کا- ہان- اسب سمجھتے تھے کہ پھانسی ہوگی یا کالے پانی جائیگا۔

پھانسی! پھانسی!! پھانسی!!!

چون حاصل آدمی درین جای دو در	جز درد دل و دادن جان نیست اگر
خرم آنکس که یکنفس زنده نبود	وآسوده کسی که او نزاد از مادر

تاریخ معینہ کو صاحب سشن جج کے روبرو مقدمہ پیش ہوا اور محمود قاتل بلوایا گیا- اجل سے دو چار ہونا دل لگی نہیں ہے محمود کی اُسوقت عجب حالت تھی- ہر فرد بشر کو حیرت اور حسرت کی نظر سے دیکھتا تھا- اور صورت اسقدر ڈراؤنی ہوگئی تھی کہ الامان الامان- سوچتا تھا کہ ہاے دنیا اسی کا نام تھا اسی دنیا پر ہم لٹو تھے- اسی زندگی پر ہمین اس درجہ بھروسا تھا واے نادانی- پاؤن خواب آلودہ ہوگئے ایک قدم چلنا بھی دوبھر تھا خوب جانتا تھا کہ پھانسی ضرور پاؤنگا- اب مردون مین میرا شمار ہے ارد گرد ٹھٹ کے ٹھٹ آدمی جمع تھے- کوئی افسوس کرتا تھا کہ بیچارے کی جان جائیگی رقیق القلب آدمی آبدیدہ ہوگئے صاحب سشن جج نے بعد ملاحظہ اظہارات گواہان و یادداشت سپردگی صاحب مجسٹریٹ و رپورٹ پولیس صاحب عمل سرجن کا بیان پڑھنے کا حکم دیا بعد ازان گواہ طلب ہوئے اور اظہارات قلمبند کئے گئے- مجرم اقبالی تو تھا ہی عدالت سشن مین بھی اُسنے باستقلال تمام اقبال جرم کیا- اُسوقت عدالت کے کمرے مین تل رکھنے کی جگہ نہ تھی مستغیث اور اہل علم اور بعض حکام اور اہل شہر جوق جوق جمع تھے- صاحب سشن جج نے اسیسرن کی راے طلب کی تو اُنھون نے بھی عدالت کی راے سے اتفاق کر لیا اور عدالت نے پھانسی کا حکم دیا- مجرم کا رنگ زرد ہوگیا- خون خشک- کارروائی عدالت سشن مع مثل مقدمہ عدالت ماتحت منظوری سزا کے واسطے بحضور صاحب جوڈیشل کمشنر بہادر روانہ کی گئی! اور صاحب ممدوح نے سزاے مجوزہ عدالت سشن منظور کر کے مقدمہ واپس کیا

مجرم کو آٹھ روز کی مہلت دی گئی کہ اپیل کر لے- مگر اپیل و بیل کیا ہوتی جب میعاد اپیل گذر گئی تو مجسٹریٹ ضلع کے نام جنکی عدالت سے مقدمہ سپرد سشن ہوا تھا حکم بھیجا گیا کہ تعمیل حکم عدالت سشن کیجائے۔

صاحب مجسٹریٹ بہادر نے حسب عدہ آرڈر بُک مین ایک حکم اس مضمون کا تحریر فرمایا کہ ازانجا کہ محمود ولد پیر بخش ساکن موضع بکریا بتاریخ فلان ۷ بجے صبح کے وقت بمقام جیل پھانسی پائیگا لہذا ایک مجسٹریٹ درجۂ اول اور صاحب مہتمم جیل اور صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس موقع پر موجود رہین اور جلاد مع ریشم کی رسی اور ٹوپ کے حاضر رہے۔

اس حکم کے پہونچنے کے بعد صاحب مہتمم جیل نے جملہ سامان تیار کیا اور تاریخ مذکور صبح سے جیلخانے کے دروازے پر لوگ جمع ہونے لگے۔ سات بجے کے وقت وہ ہجوم تھا کہ دور تک سر ہی سر نظر آتے تھے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل نے محمود سے پوچھا کہ کیا کھائیگا

محمود تو اسوقت خون جگر کھا رہا تھا کسی چیز کا نام اُسکی زبان پر نہ آیا۔ پھر پوچھا کیا کھائیگا۔ اُس نے گردن کے اشارے سے بتایا کہ کچھ نہیں صرف اِسقدر بیان کیا کہ مجھکو نہانے اور نماز پڑھنے کی اجازت دیجائے۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل کو شک تھا کہ مین اِس قسم کی اجازت دیسکتا ہون یا نہیں اُنھون نے صاحب مجسٹریٹ اور صاحب سول سرجن سے بطور خود دریافت کیا کہ مین ایسا حکم دینے کا مجاز ہون یا نہیں۔ آخر کار بہ صلاح و اتفاق راے یہ تجویز قرار پائی کہ اس مین کسی طرح کا ہرج نہین ہو لہذا محمود کو نہانے اور نماز پڑھنے کی اجازت دیگئی میدان جیل کے چارون طرف ہزارہا آدمی اس حیرتناک واقعہ روح فرسا کے دیکھنے کو کھڑے تھے۔ محمود کی حالت دیکھ دیکھ کر سب کانپ رہے تھے اُس وقت جو کیفیت لوگون کے دلون پر گذری اُسکا بیان محال ہو۔ ناظرین مین سے شاذ ہی ایسے ہونگے جنھون نے پھانسی پر چڑھتے عمر بھر کسی کو نہ دیکھا ہو۔ وہ خود اپنے دل مین اُس وقت کی کیفیت کو سوچ سکتے ہین۔ ایک میدان وسیع مین پھانسی بہ شکل اجل مجسم نمایان ہو۔ اِدھر اُدھر تلنگے وردیان ڈانٹے سنگینین چڑھائے ڈٹے کھڑے ہین اور میدان کے اردگرد ہزارہا آدمی چشم عبرت سے اِس سانحہ ہوش ربا کے دیکھنے کے منتظر ہین۔ اور ایک بدبخت آدمی اپنی قضا کا نوحہ خوان ہو۔ جسکے چہرے سے مایوسی اور حسرت برستی ہو۔

محمود مقتل کی طرف روانہ ہونے ہی کو تھا کہ ایک اور گل کھلا اور لوگون نے دیکھا کہ اسّی برس کی ایک ضعیفہ نابینا ایک بچّے کے کاندھے پر ہاتھ رکھے سامنے سے چلی آتی ہو یہ بوڑھی عورت محمود قاتل کی دادی تھی اور یہ بچہ اُسکا پالا لڑکا تھا۔ جسکی مان نے چھ دن ہوے قضا کی تھی لڑکے کی عمر سات برس کی بالکل معصوم۔ جب قریب پہونچی تو محمود نے اُنکو بغور دیکھا اور مُنھ پھیر لیا۔ لڑکا کیا جانے کہ باپ پر اسوقت کیا مصیبت ہو۔ سمجھا کہ مجھ کو دیکھ کر پیار کے سبب سے مُنھ پھیر لیا کہا۔ ابّا ہمنے دیکھ لیا۔ واہ ہمین دھوکا دیتے ہو۔

ضعیفہ۔ محمود۔ محمود۔

محمود اس ضعیفہ کی آواز کا جواب دینے ہی کو تھا کہ زبان بند ہوگئی

لڑکا۔ ابّا بولو اتنے دن کہان رہے۔ دو دن سے ایک ٹکڑا روٹی کا بھی ہمین نہین ملا۔

محمود کا دل بھر آیا اور حاضرین مین سے اکثر آدمی آبدیدہ ہوگئے لڑکا ہنستا ہوا اپنے ستم رسیدہ باپ کے پاس گیا۔ اور جاتے ہی چمٹ کر یون کہنے لگا۔

لڑکا۔ ابّا اب چلو گھر۔

محمود نے لڑکے کو پیار کیا۔ اور گو بڑا ضابطہ آدمی تھا مگر آنسو بے اختیار نکل پڑے۔ لڑکے نے جو روتے دیکھا تو کہا۔ ابّا۔ روتے کیون ہو بتاؤ کاہے کے واسطے روتے ہو۔ ابّا

صاحب سول سرجن معمر اور بڑے رحم دل آدمی تھے۔ اس کیفیت دردانگیز کو دیکھکر ایک کونے مین جا کے خوب روئے صاحب مجسٹریٹ سکتے کے عالم مین تھے اور اردگرد کے حاضرین مین شاذ ہی کوئی ہو گا جو زار زار نہ روتا ہو۔

اس معصوم بچّے نے جو اپنے باپ کو اتنے دن بعد دیکھا تو مارے خوشی کے چمٹ ہی گیا۔ اب جو ہتکڑی اور بیڑی پر نظر پڑی تو متحیر ہو کر یون پوچھا۔

لڑکا - ابا لوبا کیون پہنے ہو - اسکو اُتار ڈالو - میرے ابا اسے پھینکدو اور گھر چلو - امان کل سے بھوکی ہین -

محمود - (کچھ کہنے کو تھا مگر آنسوؤن کا تار جو بندھا تو ایک ایک اشک گلوگیر ہوگیا) -

لڑکا - ابا ابا (حیرت سے باپ کو دیکھ کر) روتے کیون ہو بولو

جب محمود نہ بول سکا تو لڑکا بھی زار زار رونے لگا - ضعیفہ ابتک چپ چاپ کھڑی تھی جب محمود اور اُسکے ننھے سے بچے دونون کے رونے کی آواز سنی تو بھیانک آواز سے یون بولی

ضعیفہ - یا اللہ مین اب کچھ اور نہین مانگتی - بس اتنا چاہتی ہون کہ ذری دیر کے لیئے میری آنکھین کھل جائین تو مین محمود کو نظر بھر کر دیکھ لون -

یہ کہکر ضعیفہ محمود کو چمٹ گئی مگر جیسے ہی ہتکڑیون پر ہاتھ پڑا فوراً چیخ اٹھی اور غش کھاکے گر پڑی - لڑکے نے اِدھر تو محمود کو روتے دیکھا اور اُدھر ضعیفہ کی حالت زار دیکھی تو خوب چلا کر رونے لگا -

لڑکا - ابا دیکھو امان کو کیا ہوا -

محمود نے اپنی بوڑھی دادی کو اُٹھایا اور کہا سنو اب تو میرا بچنا غیر ممکن ہی - مگر مجھے افسوس یہ ہی کہ ہاے تمکو روٹی کون دیگا - اور اس بیچارے معصوم کو جسکی مان ابھی ابھی مر چکی ہی کون پالے گا اور اِسکی کون خبرداری کرے گا -

ضعیفہ - ارے محمود - اب مین کیا کرون بیٹا - ہاے گھر تو کل اُس منہار نے جلا دیا جس سے تجھ سے لاگ ڈانٹ تھی اس بچے کو اب روٹی کا ٹکڑا کون دیگا ہاے یہ بلک بلک کر مر جائیگا ارے میرے محمود تو نے اپنی جوانی مفت کھوئی -

محمود - اماں میرا دل اسوقت -

ضعیفہ - ارے کوئی حاکم اِسکو بچا لو - ہاے مجھے اِسکے عوض پھانسی دے دو چاہے - اوف - اوف - اوف -

محمود - میرا - میرا - میرا -

لڑکا - ابا تم روتے کیون ہو گئے امان تم کیون روتی ہو گی

کیا نازک وقت تھا حکام پر فرض تھا کہ ٹھیک وقت پر پھانسی دین - لیکن بوڑھی عورت کا آنا اور لڑکے کا رونا چلانا اور محمود کی بیقراری اور اُسکی دادی کی گریہ وزاری نے سب کو خون رُلایا - آنکھون تلے اندھیرا چھایا - صاحب مجسٹریٹ گریان صاحب سول سرجن کے لب پر آہ وفغان سپرنٹنڈنٹ جیل نوحہ کنان خلق خدا افسردہ دل وحیران محمود کی روح شکل بید لرزان -

ضعیفہ نے ایک دفعہ ہی چیخ کر کہا کہ ہاے ہاے ارے لوگو میرا تو جیسے کوئی کلیجہ ملتا ہو - ارے دوڑو مری - مری - محمود بیا مری مری کہکر تیسری مرتبہ پھر (مری) کہنے کو تھی کہ دم نکل گیا زمین پر گر پڑی لوگ دوڑے کہ اُٹھائین - آنسے آنکھین پھیر لین - صاحب سول سرجن نے سینہ پر ہاتھ رکھا نبض دیکھی اور کہا (سرد ہوگئی) -

اسوقت اُس معصوم پیارے بچے کا ڈاڑھین مار کر دہائی دیتا ڈھاتا تھا محمود گود مین لیکر اسکو بار بار سمجھاتا تھا مگر سوچتا جاتا تھا کہ اسوقت تو مین اپنے لخت جگر نور بصر کو کلیجے سے لگا کر سمجھاتا ہون ہاے ایک لمحے کے بعد جب میری لاش پھانسی پر چڑھی ہوگی تب کون اسکو سمجھائیگا - اِس خیال کو محمود نے عین حالت مایوسی مین باواز بلند ظاہر کیا تو چوطرفہ سے بکا وبین اور شیون وشین کی صدائین بلند ہوئین کہرام مچا ہوا تھا مجمع دو مین سو آدمیون نے ٹھان لی کہ گورنمنٹ کی خدمت مین

درخواست کرین کہ محمود کا قصور معاف کر دیا جائے۔ لیکن یہ خیال خام تھا شہریاری کے لیئے سیاست ضروری ولابدی ہے۔

شہسوار دلفگار بھی کل حال عبرت مآل بصد حزن و ملال دیکھ رہے تھے مارے رنج کے اُنکا دل دس دس ہاتھ اُچھلنے لگا۔ اتنے مین صاحب سول سرجن نے کہ ازبس رحم دل بزرگوار تھے۔ آگے بڑھکر یون کہا۔

ڈ۔ (سول سرجن ڈاکٹر) محمود۔ مین سول سرجن ہون تمھاری حالت دیکھ کر مین سیاب کیطرح تڑپ رہا ہون۔ تمھارے پھانسی پانے مین تو کوئی شک ہی نہین۔ لیکن اب تمکو اپنی جان جانے سے زیادہ افسوس اس بات کا ہی کہ یہ بچہ کِسکا ہو کر رہے گا۔ مین مثل سچے عیسائی کے اقرار کرتا ہون کہ تمھارے بچے کو اپنے لڑکون کی طرح پالونگا اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم دونگا۔ اب تم اسکی طرف سے بالکل بیفکر ہو اور اپنے مرنے کی استقلال کے ساتھ تیاری کرو۔

محمود سول سرجن کی زبان سے یہ کلمے سُنکر اسقدر مشکور ہوا کہ دائے شکریہ اُسکے امکان سے خارج تھا۔ اسلیے خوش ہوا کہ میوہ شکوہ کر دیا

لڑکا۔ ابا۔ ان کو کیا بیاری ہی۔ جیتی ہیں ۔

ڈ۔ ہان ہان تم رووٴ نہین۔

لڑکا۔ پھر ابا تم کیون روتے ہو۔

صاحب مجسٹریٹ۔ (مجسٹر) اب دیر ہوتی ہی۔

ڈ۔ بیشک مگر کیا کیا جائے۔

سپرنٹنڈنٹ۔ کیا نازک مقام ہی۔ توبہ توبہ یہ تو ٹریجڈی ہو گئی۔

ڈ۔ اُف کیسی کچھ۔

محمود۔ ڈاکٹر صاحب۔ اب میرے سامنے میرے بچے کو آپ گود مین لین تو مین اس مرنے کے وقت جی اُٹھون۔

سول سرجن نے لڑکے کو گود مین لیا اور محمود سے کہا کہ ہم اپنے ایمان کی قسم کھا کر کہتے ہین کہ اس لڑکے کو ہم مثل اپنے خاص بچون کے پالین گے۔

محمود۔ بیٹے تم اِنکے پاس رہو۔ اب ہم کام کو جاتے ہین

لڑکا۔ نہین ابا ہم نہ مانین گے۔

محمود۔ ہم جلد آ جائینگے بیٹے۔

لڑکا۔ جاتے کہان ہو۔

محمود۔ ہائے ستم۔ مین اس سے کیا کہون کہ کہان جاتا ہون ابھی آجاؤن گا بیٹا۔

لڑکا۔ ہم کو بھی لیچلو۔ ابا ہمکو بھی لیچلو۔ اِتنے دن سے ہم تمھارے ساتھ کہین نہین گئے۔

محمود۔ ہمکو جانے دو۔ ہم ابھی آئینگے۔

لڑکا۔ ہم بھی وہین چلینگے جہان کو تم جاؤگے میرا ابا لیچلو

محمود نے بوسہ لیکر کہا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہین۔ لڑکے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ابا ہمین ذری گود مین لے لو۔ محمود نے لڑکے کو گود مین لیکر خوب پیار کیا اور کہا کہ بس اب جاؤ۔ لڑکا مچل گیا لاکھ لاکھ جتن کیئے مگر وہ گود سے نہ اُترا صاحب سول سرجن نے چاہا کہ گود سے لین مگر وہ خوب زور سے اپنے باپ کو چمٹ کر رونے لگا۔

لڑکا۔ ابا دیکھو یہ ہمکو لیے جاتے ہین۔ ابا بچاؤ۔ ہائے ابا بچا لو۔

اسوقت محمود نے جی کڑا کر کے لڑکے کو زبردستی گود سے اُتارا۔ ہائے کیا درد انگیز اور حسرت خیز معاملہ ہی۔ ایک لڑکا جان سے زیادہ عزیز۔ پندرہ دن ہوئے کہ اِسکی ماں نے قضا کی

باپ سے چمٹ کر کہتا ہے کہ اب مجھکو لے چلو اور باپ اسدرجہ مجبور کہ اپنے نور بصر کو زبردستی ایسی حالت زار مین خود اپنی گود سے اُتارے دیتا ہے۔

پولیس کے آدمیون نے محمود کو چوطرفہ سے گھیر لیا۔ محمود کے ہاتھون مین ہتکڑی پانون مین بیڑی اور خراماں خراماں باستقلال تمام مقتل کے رُخ جا رہا ہے۔ پھانسی تک ہنوز نہ جانے پایا تھا کہ دفعتہً لڑکے کے رونے کی آواز کانون مین آئی۔ اُسوقت محمود کا دل بھر آیا اور آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہوگئے پیچھے پھر کر بصد حسرت دیکھا اور صاحب سول سرجن سے کہا کہ اگر مضائقہ نہو تو مین اپنے بچے کو ایک دفعہ اور چھاتی سے لگا لون۔ صاحب مجسٹریٹ نے منظور کر لیا کانسٹبل لڑکے کو لے آئے اس مرتبہ وہ معصوم بچہ بڑی خوشی سے اپنے باپ کو چمٹ گیا اور ایسی اور بھی زور سے چمٹا تاکہ کوئی چھوڑا نہ سکے۔ محمود کی آنکھون سے اُسوقت آنسو اس کثرت سے جاری تھے کہ اپنے بچے کو اچھی طرح دیکھ نہ سکا۔ گو محمود کی گریہ وزاری سے لڑکا بیقرار ہوا مگر چونکہ بیچ ابھی ابھی زبردستی جدا کیا گیا تھا لہذا اپنے کو پھر بعد مایوسی اسکی گود مین پاکر نہایت ہی خوش ہوا۔ مگر افسوس کہ اس بیچارے کو یہ نہین معلوم تھا کہ اُس کے باپ کا جسپر اُسکو اسقدر بھروسا تھا دم واپسین ہے وہ پھانسی کو غور سے دیکھتا تھا مگر یہ نہین سمجھتا تھا کہ یہی وہ چیز ہے جو اُسکو یتیم کر دیگی۔

محمود نے پھر جی کڑا کر کے لڑکے کو زمین پر آہستہ سے ٹیک دیا۔ اور مقتل کے رُخ دوڑنے لگا۔ کانسٹبل نے لڑکے کو گود مین اُٹھا لیا اور روتا ہوا لیچلا کہ باپ کو پھانسی پر چڑھتے نہ دیکھے۔ لڑکے کی یہ کیفیت کہ گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہا ہے۔

اتنے مین ضعیفہ کی لاش جو اتفاق سے نظر پڑی تو اور بھی پھوٹ پھوٹ کے رویا ٹوپ چڑھا دیا گیا اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوا محمود پھانسی کے پاس گیا۔ عین جسوقت جلاد نے پھانسی دی محمود نے سنا کہ اُسکا پیارا بچہ رو رو کر کہتا ہے کہ ابا ہمنے دو دن سے روٹی نہین کھائی۔ ہمین کچھ کھلا تو دو یہ جگر خراش فقرہ اپنے لخت جگر کی زبان سے اُس بیکسی کی حالت مین سنا کہ سنتے ہی نصف سکنڈ مین پھانسی پر چڑھا جاہتا تھا چاہا کہ صاحب مجسٹریٹ سے اتنی اجازت اور چاہے کہ اپنے پیارے لڑکے کو آخری مرتبہ اپنے سامنے کچھ کھلا دے لیکن لاش پھڑکنے لگی۔ اُسوقت حاضرین بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ پھانسی پانے کے وقت بھی محمود کے ہاتھ پانون مارنے سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وہ دس منٹ کی اور اجازت چاہتا ہے۔ لاش سرد ہوگئی اور صاحب سول سرجن نے بادیدۂ مطروح و سینۂ مجروح آنکر لاش کو دیکھا اور کہا (ٹھنڈا ہوگیا)۔

حضرات ناظرین۔ میرا خدا جانتا ہے کہ اسوقت طبیعت قابو مین نہین ہے دل بھر آیا۔ جسوقت محمود کی حالت زار ہم یاد کرتے ہین کلیجہ منھ کو آتا ہے ہائے افسوس وا افسوس۔ اتنی ہی سی دیر مین کتنی دردانگیز باتین وقوع مین آئین محمود کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ بوڑھی عورت آئی محمود کو اس حالت مین دیکھکر مارے صدمے اور غم کے اُسنے اپنی جان گنوائی۔ بچے نے اس گریہ وزاری پر محمود کا چھوڑنا گوارا نہ کیا کانسٹبل نے زبردستی چھین لیا۔ محمود مقتل کے قریب آیا تو اُس معصوم بچے نے ایک جگر خراش فقرہ سُنایا۔ عین پھانسی پانے کے وقت محمود نے بصد حسرت سُنا کہ اُسکا لڑکا بھوک کی شکایت کر رہا ہے ایسے سنگدلون کے دل بھی اُسوقت پگھل کے موم ہوگئے۔ خلق خدا کی یہ کیفیت کہ کوئی شخص زار زار روتا تھا۔ کوئی حیرت

کے ساتھ پھانسی اور نعش پر نظر ڈالتا تھا۔ کوئی اِس ذرا سے بچے کو چمکار کر دلاسا دیتا تھا۔ کوئی ڈاکٹر صاحب کا ذکر زبان پر لاتا تھا۔ کوئی ڈاکٹر صاحب کی تعریف مین رطب اللسان تھا۔

شہسوار دلفگار جو یہان سے چلے تو قدم قدم پر یہی سوچتے جاتے تھے کہ تارک الدنیا ہو جائین۔ ہوا و ہوس سے مُنہ موڑین۔ حسد اور بغض سے کچھ واسطہ ہی نہ رکھین دل کی صفائی کو مقدم سمجھین۔ سوچے کہ ہم بھی اس محمود کی طرح پھانسی پانے ہی کو تھے۔ خدا نے بہت بچایا۔ ایک دفعہ ہی انھین یاد آیا کہ میرزا ہمایون فر کے گھر مین آگ لگائی ہی۔ رنگ فق ہو گیا۔ جسم تھرّانے لگا۔ اللہ اللہ آتش زنی کا جرم!!! ہم بھی مجرم ہین جسوقت جسکا جی چاہے ہمین پکڑوا بلائے اور ہمنے تو اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیے۔ شہزادہ ہمایون فر کو لکھ بھیجا کہ لو ہم نے آگ لگا دی۔ اقبالی مجرم ہو گئے وہ شہزادہ صاحب جاہ و منال ہم درویش مینوا بیٹھے حال ہمارا اُسکا مقابلہ کیا۔ ابھی دس پانچ آدمی اِدھر اُدھر روانہ کر دے۔ چلیے ہم فوراً گرفتار ہو جائین۔ ہمچشمون مین بے آبروئی ہو ذلیل ہون خوار ہون سزا پائین قید خانے مین جائین۔

شہسوار اور جوگن کی ملاقات

دل مین ٹھان لی کہ اسی جوگن کے ہان چل کر رہین۔ گھوڑے کی باگ اٹھائی اور چلے۔ چلتے چلتے اُس گانون کے قریب پہونچے تو لوگون سے جوگن کا حال اور پتہ پوچھنے لگے۔

شہ۔ (ایک کسان سے) کیون جی یہان کوئی جوگن رہتی ہی

کسان۔ (گنوار کا لٹھ) ہان رہت ہی۔

شہ۔ کہان پر۔

گنوار۔ ساوی کیتی۔

شہ۔ یہان سے کسی قدر فاصلہ ہی۔

گنوار۔ ہان۔

شہ۔ ہان! ہان کیسا۔ ہم پوچھتے ہین یہان سے کسقدر بعد ہو گا۔

گنوار۔ ناہین۔

شہ۔ (جھلا کر) پاگل ہی کون۔ ابے یہان سے کتنی دور ہی۔

گنوار۔ جیسے ہم تمھاری بولی سمجھے ناہین۔

شہ۔ لاحول ولا قوۃ۔

گنوار۔ ارے اب ہم (بلاکوٹ) کا جانی کہ کا کہت ہین

شہ۔ (آگے بڑھ کر) اریان کہار۔ یہان کوئی جوگن رہتی ہی۔

کہار۔ (کہ) سنگھاڑے بوئے ہین۔

شہ۔ کیا خوب۔

کہ۔ پہلے پاہمن کھوایا جاتا ہی ڈھونی اکاوس کے دن توڑے جاتے ہین۔

شہ۔ (ہنسکر) ارے یہان کوئی جوگن رہتی ہی۔

کہ۔ اب لے صاحب آپ حاکم ہین چاہے اپنے ہاتھ سے توڑ لین۔ کیڑے پڑ جائین گے۔

شہ۔ (آگے بڑھکر) او مزدور۔

مزدور۔ (پیچھے پھر کر) ہان صاحب۔

شہ۔ ادھر آؤ۔

مزدور نے دیکھا کہ ایک جوان رعنا کمیت خوش خرام پر آسن جمائے آن بان کے ساتھ آرہا ہی سمجھا کہ مجھے بیگار پکڑیگا۔ شہسوار نے جیسے ہی کہا اِدھر آؤ وہ جوتیان چھوڑ کر بھاگا۔ انکو جو دل لگی سوجھی تو انھون نے بھی گھوڑا تیز کیا مزدور کے ہوش پران کہ آج قتل ہی کیئے گئے۔

شہ۔ (ایک عورت سے) کیون نیک بخت یہان کوئی جوگن رہتی ہی۔

عورت۔ ہان ہان رہت ہی۔

شہ۔ کہان پر مکان ہی۔

ع۔ بستی سے تنک دور۔

شہ۔ یون چلا جاؤن نہ۔

ع۔ سامنے جاے کے وہ جون کھری ہی اوی النگ وہان گھوم جاؤ۔

شہسوار عورت کے شکر گزار ہوے اور جس طرف اُسنے بتا دیا تھا اُسی سمت اُنھون نے فرس بادرفتار کو سبک عِنان کیا۔ راستے مین ایک سفید پوش اُن کو ملے۔ اُن کی ملاقات کو غنیمت جان کر انھون نے سوالات کرنے شروع کئے۔

شہ۔ کہان کا عزم ہی حضرت۔

سفید پوش۔ (سفید) ذرا کمیت دیکھنے جاتا ہون۔

شہ۔ یہان کوئی جوگن رہتی ہی۔

سفید۔ (مسکرا کر) خیر۔

شہ۔ یہ مسکرانا اور خیر کہکر خاموش رہنا کیا معنی بندہ پرور

سفید۔ اِس پھیر مین نہ پڑیے۔

شہ۔ نہین یہ بات نہین ہی۔

سفید۔ شریف اور مرد آدمی سمجھ کر عرض کیا اب آپکو اختیار ہی

شہ۔ واللہ مین کمال مشکور ہوا مگر۔

سفید۔ اگر مگر سب رکھا رہیگا۔

شہ۔ اچھا کچھ حالات تو بتائیے۔

سفید۔ نہایت کمسن عورت ہی۔ اور پری چہرہ۔ بے اختیار جی چاہے کہ بوسہ لے لیجیے۔ چھریرا بدن۔ چال مستانہ۔ کمر نازک اور ادا وہ بانکی کہ ہاے ستم واے ستم۔

شہ۔ ہان۔

سفید۔ پوری بات تو سن لیجئے۔

شہ۔ فرمائیے فرمائیے۔

سفید۔ مگر کی لگاوٹ باز ہی۔

شہ۔ پھر اسمین ہرج ہی کیا ہی اپنا۔ زہے طالع۔

سفید۔ مگر ؎

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

ایک لالہ نے دور سے بتایا کہ وہ مکان ہی شہسوار نے اشہب بادرفتار کو کڑکڑا دیا اور دن سے داخل منزل مقصود ہوے دیکھا کہ ایک فرح بخش و دلکش باغچہ ہی اور ایک چھوٹا سا خوشنما بنگلہ مکان کی صفائی مکین کے سلیقے پر دال ہی مکان کیا پریخانہ تھا پشت توسن سے اُترے۔ جوگن اُنکو دیکھ رہی تھی قریب جاکر سلام کیا اور حسب اجازت ایک تپائی پر بیٹھے دیکھا تو لوٹ ہوگئے اُس نگار مہ وجہ کی پور پور پہ جوبن تھا۔ جوانی پھٹی پڑتی تھی خاک کف پاے زیبا کحل الجواہر چشم حور۔ از سر تا پا عالم نور زیبا پیکر۔ نازک کمر۔ خوش ابرو۔ عنبر موسہ ؎

چون ہلال ابروش با ماہ نوازدہ شد
خم شد از تعظیم تا گوید مبارکباد عید

یہ ناز فروش وستم کوش از سر تا پا صندلی پوش تھی - یکرنگی ایسی بھائی کہ کل پوشاک صندلی ہی رنگوائی جسوقت وہ پری بصد شان دلبری قدم اٹھاتی تھی۔ کمر نازک زلف چلیپا کے بوجھ سے لچک جاتی تھی۔ مخلص کاشی سے

گرد آن تاب کمر گردم کہ با این نازکی	این ہمہ بار لطافت را بیک موے کشد

شہسوار ہزار جان سے عاشق زار ہوگئے۔ سوچے کہ بس اب یہ سر ہی اور یہ در ہی۔ سے

جز آستان توام در جہان پناہی نیست	سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست

جوگن اِنکی چتونون سے تاڑ گئی کہ حضرت کا دل آیا ہی عشق چرایا ہی۔ شہسوار دلفگار نے اٹھکر اُس مہ لقا کے قدمون پر ٹوپی رکھدی اور لسان الغیب حافظ شیرازی کا یہ کلام زبان پر لائے۔ سے

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم	دولت غلام من شد و اقبال چاکرم
شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود	از دولت وصال تو باز آمد از درم
من عمر در غم تو بپایان برم ولے	باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم

اُس بت سنگدل نے ترچھی چتون سے آتیز نظر ڈالی تو۔ سے

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ	صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

شہ۔ بڑی دور سے آپکا شہرہ سُنکر آیا ہون۔

جوگن۔ (ج) ہان اکثر صاحب تشریف لاتے ہین۔ اور شریف زادیان بھی آتی ہین۔ کوئی آئے تو خوشی نہین نہ آئے تو خواہش نہین۔

شہ۔ مین چاہتا ہون کہ عمر بھر آپ کے قدمون کے تلے پڑا رہون۔

ج۔ فقیرون کے پاس کیا ہی۔

شہ۔ چاہے جو کچھ ہو۔

ج۔ ایک بوریا۔

شہ۔ سے

روے مقصود کہ شاہان بدعا می طلبند	سببش بندگی حضرتِ درویشان ست

ج۔ آپ کا مکان کہان ہی۔

شہ۔ سے

گھر بار سے کیا فقیر کو کام	کیا لیجئے چھوڑے گانون کا نام
گل ہون تو کوئی چمن بتاؤن	غربت زدہ کیا وطن بتاؤن

ج۔ یہان کس مقصد سے آئے۔

شہ۔ رستے جوگی تو ہین ہی ادھر بھی آنکلے۔

ج۔ اچھا بیٹھیے۔ اچھی طرح۔ جو چونی بھوسی حاضر ہی اُس مین عذر نہین۔

شہ۔ چونی بھوسی! (مسکرا کر) کیا بکری مقرر کیا ہی۔

ج۔ جو سمجھیے۔

شہ۔ جب دنیا سے دونہی کو چھوڑ بیٹھے تو کس کا کھانا اور کس کا پینا۔

ج۔ دنیا کوئی لاکھ چھوڑے تو کیا۔ کھانا پینا بھلا چھوڑا جاتا ہی۔

ج۔ آخر اتنا تو بتاؤ کہ تم کون ہو۔

شہ۔ آشفتہ حال پریشان روزگار۔

ج۔ کیون۔

شہ۔ نتیجۂ اعمال۔

ج۔ (آہ سرد بھر کر) افسوس۔

شہ۔ اعمال بد اور افعال بد کا نتیجہ بھی بد ہی دیکھا۔

ج۔ (ٹھنڈی سانسین بھر کر) سچ ہی سچ ہی۔

شہ۔ مجھے اس عشق نے غارت کر دیا۔ ادھر کا رکھا نہ اُدھر کا رکھا۔

ج۔ عاشق کس پر ہوئے تھے۔

شہ۔ ایک بیگم کی دو مہ پارہ لڑکیان ہین اُن سے آنکھ لڑی تو بس قتل ہی ہو گیا۔ جیتے جی مر مٹا۔ ؎

عشق آیا قیامت آئی ہی — پارسائی پہ آفت آئی ہی
اک پری رو پہ جان کھوتا ہون — سر بازار قتل ہوتا ہون

ج۔ پھر وہ بیگمین ہتے نہین چڑھین۔

شہ۔ وہان ایک رقیب پیدا ہو گیا۔

ج۔ وہ کون۔

شہ۔ ایک جوان رعنا ہی۔ نہایت ہی حسین آدمی۔

ج۔ نام یاد ہی۔

شہ۔ میان آزاد نام ہی۔ بڑا طرار۔ گلعذار۔ خوبرو۔ قوس ابرو۔

میان آزاد کا نام سنتے ہی جوگن کے چہرے کی رنگت کافور ہو گئی۔ سرخی کے عوض زردی چھائی۔ آفت آئی قیامت آئی۔ ؎

دل مین اک درد اُٹھا آنکھون مین آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانیے کیا یاد آیا

شہسوار دنگ کہ بار خدایا یہ ماجرا کیا ہی۔ ابھی تو بلبل ہزار داستان کی طرح بصد زبان چہک رہی تھی اور ایکدفعہ ایسی خاموش ہو گئی کہ گویا زبان ہی نہین۔ میان آزاد کا نام جو شہسوار کی زبان پر آیا تو اس پیارے نام نے اس حسین غمگین مہ جبین کو خون رُلایا۔ نائرۂ غم تنور سینہ مین جوش زن ہوا تھوڑی دیر تک سکتے کا عالم رہا۔ انواع و اقسام کے خیالات درد انگیز نے دل مین جگہ پائی۔ آزاد کیا یاد آئے کہ آفت آئی۔ سوچی کہ ہاے یہ مین کس امید پر دھونی لگائے سب الگ تھلگ بستر جمائے جوگن کا بھیس بنائے یہان بیٹھی ہون آزاد آئے نہ آئے۔ جذبۂ دل کا اثر اُسکو میرے پاس تک لائے نہ لائے۔ اور اگر آیا بھی تو آزاد کے ساتھ نکاح ہونا خواب و خیال ہی۔ وہ دلدادۂ حسن و جمال ناظورۂ پری تمثال ہی۔ قول ہارا ہی۔ روم سدھارا ہی۔ ہاے یہ مین نے کیا کیا بیٹھے بٹھائے مفت کا دردسر مول لیا۔ ؎

ہی ظلم اُسکو یار کیا ہمنے کیا کیا — کیا جبر اختیار کیا ہمنے کیا کیا
اُس رشک گل کی خواہش بوس و کنار کی — اپنے گلے کا ہار کیا ہمنے کیا کیا
آزادگی کو سلطنت ملک عشق کا — مختار کاروبار کیا ہمنے کیا کیا

راحت کھوئی آرام کھویا۔ دین و دنیا سے ہاتھ دھویا خیر پھر ا تھو لکیر پر فقیر ہوئی سو ہوئی۔ جان کھپا ڈالونگی۔ اور یہین دُھنی دیے بیٹھی رہونگی۔ رنج و مصیبت سہونگی۔ تا دم مرگ آزاد ہی کے عشق کا دم بھرونگی۔ مر جاؤن مگر اُف تک نکرونگی آزاد کو کوئی بندۂ خدا میرے درد دل سے آگاہ کرے تو اُسکی لونڈی ہو جاؤن۔ ؎

ای باد صبا محفل احباب مین کہیو — دیکھا ہی جو کچھ حال تہ دام ہمارا

شہسوار کی عقل دنگ کہ یا اللہ بیٹھے بٹھائے یہ دفعۃً اس درجہ افسردہ پژمردہ کیون ہو گئی۔ ابھی تو چشم فسون ساز کو تعلیم ناز دیتی تھی اور ابھی ابھی آنسوؤن کا تار بندھ گیا۔ جی کڑا کر کے اُنھون نے پوچھا کہ اگر ناگوار نہ گذرے اور بدل اجازت دیجئے تو ایک سوال کرون۔

جوگن نے ٹھنڈی سانسین بھر کر پھر رونا شروع کیا شہسوار اور بھی متحیر ہوا مگر سمجھ گیا کہ حسن و عشق کا جھگڑا ضرور ہی۔ معلوم ہوتا ہی کسی جوان سیمتن پر اسکا دل آیا تھا لیکن دل کی دل ہی مین رہ گئی۔ سہ

فرقت مین اک صنم کی یہ تفرقہ پڑا ہو
دل ہمکو ڈھونڈھتا ہی ہم دلکو ڈھونڈھتے ہین

چوٹ کھایا ہوا تو تھا ہی جوگن کی حالت زار پر کمال افسوس کیا۔

شہ۔ آنکھین لہو کی بوٹیان ہو گئین۔ ذرا دل کو ڈھارس دو۔

ج۔ سہ

پیتم جو مین جانتی کہ پیت سکیے دکھ ہوسے
نگر ڈھنڈھورا پیٹتی کہ پیت کرے نا کوسے

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را
نمیکردم بدل روشن چراغ آشنائی را

جوگن عورت تھی دور اندیش شہسوار کو درد دل کی اطلاع دینا اور میان آزاد کا نام لینا مصلحت وقت نہ سمجھی سوچی کہ آزاد کا رقیب ہی خوف تھا کہ مبادا اُسکا عاشق زار سمجھکر مجھے صدمہ پہونچاسے بات ٹال دی گو دل قابو مین تھا مگر ضبط گریہ کیا۔ دل ہی دل مین آزاد فرخ نہاد کو یاد کرنے لگی۔ سہ

خوف سے لیتے نہین نام کہ سن لے نہ کوئی
دل ہی دل مین تمھین ہم یاد کیا کرتے ہین

شہ۔ مین نے کل سے دل مین ٹھان لی ہی کہ تارک الدنیا ہو جاؤن۔

ج۔ تارک ہونا خالہ جی کا گھر نہین۔

شہ۔ یہ سچ مگر مین بوالہوس نہین ہون۔

ج۔ شاید۔

شہ۔ خوب یاد رکھیے مجھے دنیا سے نفرت ہو گئی جس کا ہر گویا کرتا تھا اور جسکے عشق کا دم بھرتا تھا اُسنے میرے سامنے میرے رقیب کو منہ لگایا اور مجھے آتش غم مین جلایا۔ سہ

رقیبا ز آتش ہجرش من مہجور مے سوزم
نمی سوزی تو از نزدیکش من از دور مے سوزم

ج۔ رقیب کون۔

شہ۔ وہی نوجوان رعنا جسکا نام آزاد ہی۔

جوگن آزاد کا نام سنکر پھر ملول ہو گئی شہسوار سے پوچھا کہ وہ آجکل ہین کہان شہسوار نے کہا واللہ اعلم۔ مگر سنا روم گیا ہی۔

ج۔ وہ کون ایسا پرکالۂ آتش خوبرو جوان ہی جسکے سامنے تم ایسے گلبدن کی دال نہ گلی۔

شہ۔ ایمان سے کہون یا لگی لپٹی۔

ج۔ لگی لپٹی کیا معنی۔

شہ۔ مجھ سے وہ کمبخت ہر طرح اچھا تھا۔

کمبخت کا لفظ جو آزاد فرخ نہاد کی شان مین شہسوار کی زبان سے نکلا تو جوگن آگ بھبوکا ہو گئی۔ قریب تھا کہ شہسوار کو نکلوا دے مگر سوچی کہ جھگڑے فساد سے کیا واسطہ جب جوگن کے بھیس مین رہنے اور انواع اقسام کے مصائب سہنے لگے تو اب غم و غصہ کیسا۔ شہسوار بولا کہ روم گئے تو مین چند اگر خدا ہی ہی جو واپس آئین۔ جوگن کے شیشۂ دل کو اور ٹھیس لگی مگر اظہار ملال خلاف وضع سمجھی۔

شہ۔ سہ

بھری وہ آتش عشق اس دل فگار مین ہی
کہ لاکھ برق نہان جسکے ہر شرار مین ہی

ج۔ آزاد ہائے آزاد۔ ٹھنڈی سانس بھر کر

شہسوار نے بگڑ کر جوگن پر نظر ڈالی تو اُس شوخ ستمگر نے بات ٹالی اور کہا آزاد ہی نے تمھیں خراب کیا۔ یہ کانٹے اُسی کے بوئے ہوے ہین شہسوار دل مین از بس خوش ہوا کہ اِس مہ لقا نے میرے ساتھ ہمدردی کی اور میری بیقراری دیکھ کر آہ سرد کھینچی مسرور ہو کر مزید آزمایش کے لیے یہ شعر پڑھا ؎

مل گئے پر حجاب باقی ہی	فکر ناز و عتاب باقی ہی
بات سب ٹھیک ٹھاک ہی لیکن	کچھ سوال و جواب باقی ہی

ج۔ اب کی عشرہ آئے اور تمھاری مراد پوری ہو جائے تو جوگی کی بھرنا۔

شہ۔ (اور بھی ریشہ خطمی ہو کر) ؎

ہم اپنے نالۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین
وہ دیکھین بزم مین پہلے کدھر کو دیکھتے ہین

ج۔ تمھاری طرف اللہ نے چاہا تو پہلے تمھاری ہی طرف نظر پڑے۔

شہ۔ (خوش ہو کر)۔ ع

اِی وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

ج۔ جو چاہتے ہو کہ دل کی آرزو بر آئے تو ہماری صلاح پر چلو۔

شہ۔ (ہاتھ جوڑ کر) جو حکم ہو۔

ج۔ دل صاف رکھو۔

شہ۔ صاف ہی۔

ج۔ جہان عورت پر بُری نظر نہ ڈالو۔

شہ۔ (آہستہ سے) تمھارے سوا اگر کسی اور پر نظر بد پڑے تو خدا کرے آنکھین ہی پھوٹ جائین۔

ج۔ یہی دل کی صفائی ہی۔

شہ۔ خطا کی ہو تو سزا دو۔

ج۔ ذری بہت چل نہ نکلو۔

شہ۔ کیا مجال۔

ج۔ زمانہ نازک ہی۔

شہ۔ ہمارا عشق بھی پاک ہی۔

ج۔ تو خیر اِسکا مضائقہ نہین۔

شہ۔ کنٹر سے گلاب نکال لو مگر بوے گلاب باقی رہیگی دنیا کو ترک تو کر بیٹھے مگر عشق دل سے نہ جائیگا۔ اب تک عشق خام تھا اب عشق پاک ہی۔

ج۔ مانا۔ مگر بدلنے کی سند نہین۔

شہ۔ قول مردان جان دارد۔

ج۔ واہ مردون کی بات کا اعتبار کیا۔ گھڑی مین کچھ گھڑی مین کچھ

شہسوار تھکا ماندا تھا سو رہا۔

جوگن کا خوشنما بنگلہ

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت	چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

لب جوئبار ایک فراخ و وسیع میدان پُر بہار ہی یہ سر سبز و شاداب مقام کسی زمانے مین تاجداران ثریا جاہ و خسروان کجکلاہ کا عشرتکدہ تھا اور گولب رود بار واقع ہونے سے اب بھی پر فضا اور نزہت افزا ہی لیکن جو لطف پیشتر تھا وہ اب کہان ممکن کیا تھا کہ پرندہ پر مارتا۔ اب یہ حال ہی کہ جابجا کھنڈل اور پرانی عمارات عالیشان کی گری پڑی دیوارون کے ڈھیر ہین۔ کہین اونچا کہین نیچا۔ اگلے وقتون کے لوگ بیان کرتے ہین کہ زمانہ سابق مین خاص اس مقام پر نور کا عالم تھا۔ ایک احاطۂ فراخ مین جسنے دو میل زمین گھیر لی تھی سو کمرے ایک دوسرے سے ملے ہوے بنے تھے جنکی تعمیر مین

شاہ فردوس آرامگاہ نے کم سے کم کروڑ روپیہ صرف کیا تھا عمارت قابل دید تھی بلکہ دید تھی نہ شنید تھی۔ شاہ کجکلاہ کو صفائی کا انتہا سے زیادہ خیال تھا اور لوگ بیان کرتے ہین کہ اُن سو کمرون مین سے اگر کسی مین ایک پرکاہ بھی نظر آتا تو خسرو ذیجاہ از بس بد دماغ ہو جاتے اور جب تک کامل طور پر چپہ چپہ صاف نظر نہ آتا کھانا نہ کھاتے۔ خدام باادب مزاجدان اور خوش سلیقہ تھے۔ ہزارہا آدمی خاص اِس غرض سے نوکر تھے کہ صفائی کی طرف بدل متوجہ رہین۔ ایک ایک کمرے مین لاکھون کا اسباب اور سامان شاہی ہر دم مہیا رہتا تھا۔ نقل ہی کہ ایک مرتبہ ایک شعبدہ باز نے جو امریکہ کے ملک سے آیا تھا اور اپنے فن مین ید طولیٰ رکھتا تھا شاہ عالی مقام ذوی المجد والاحترام کو انواع و اقسام کے نادر نادر شعبدے دکھلائے۔ اور خلعت پر خلعت پائے ایک روز خسرو عالی پائگاہ نے حکم دیا کہ ہم کو کوئی ایسا شعبدہ دکھاؤ جو کسی خاقان جہان و شہنشاہ زمان نے نہ دیکھا ہو شعبدہ باز نے کہا خدا کے فضل سے مجھے اس فن مین وہ ملکہ حاصل ہو کہ اگر پیٹ بھر کھانا پاؤن اور حضور میرے کمال کی قدردانی فرمائین تو تمام عمر روز ایک نیا شعبدہ دکھاؤن۔ تین دن کی مہلت کا طالب ہوا اور اقرار کیا کہ تیسرے روز وہ شعبدہ دکھاؤن کہ ساری خدائی مین کسی نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو تیسرے روز شعبدہ باز کامل فن بحضور شاہ حاضر ہوا اور بعد آداب عرض کی کہ غلام حسب اقرار حاضر ہوا ہو جس وقت حکم ہو شعبدہ دکھاؤن شاہ عالی مرتبت نے بہ طیب خاطر فرمایا کہ آج سہ پہر کو ما بدولت واقبال ملاحظہ فرمائینگے۔

حسب الحکم سلطان شہر بھر مین منادی کی گئی کہ آج سہ پہر کو ایک شعبدہ باز چابکدست جو اپنے فن کا مسلم الثبوت استاد ہو اور جسکی شعبدہ بازی کے تمام عالم مین جھنڈے گڑے ہین حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی کی فرمایش کے بموجب ایسا شعبدہ دکھانے کو تیار ہوا ہو جو دنیا سے نرالا ہو جس کسی کو دیکھنا منظور ہو حاضر آئے گرم دم گرم دم۔ اہل شہر وقت معینہ پر جوق جوق آئے اور تھوڑی دیر مین کئی میل تک ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔ ایک عالم مشتاق نظارۂ شعبدۂ دلربا تھا جب جہان پناہ کے حضور مین باریابان دربار سلطان نے گذارش کی کہ پیر مرشد لکھوکھا آدمی جمع ہین تو جہان پناہ نے فرمایا کہ شعبدہ باز کو ہمارے حضور مین حاضر کرو شعبدہ باز فوراً حاضر آیا۔ جھک کر سات بار آداب بجا لایا شاہ گیتی پناہ نے فرمایا کہ ساری خلقت ما بدولت واقبال کے فرمان واجب الاذعان کے بموجب حاضر آئی ہی کوئی ایسا شعبدہ دکھاؤ کہ حاضرین و ناظرین مین سے ایک آدمی بھی محروم نہ جائے شعبدہ باز نے دست بستہ عرض کی کہ جہان پناہ کے ارشاد واجب الانقیاد کی بجا آوری بسر و چشم منظور۔ لیکن جان جوکھم ہی۔ بس اتنا خیال رہے۔

یہ کہکر شعبدہ باز جو ایک خوبرو جوان طرار تھا شعبدہ دکھانے کے لیئے آمادہ ہوا بام فلک احتشام پر بیش بہا شال کا بلند وسیع و فراخ و فسیح خیمہ نصب ہوا اور خسرو ذیشان مع شاہزادگان عالم عالمیان بعد آن بان متمکن ہوے۔ شعبدہ باز نے قسم قسم کے زرق برق کپڑے پہن کر اپنی جھولداری سے باہر آیا اور خوشنما پٹارا کھول کر حاضرین کو دکھایا کہ اگر کسی شخص کو شک ہو تو بغور دیکھ لے اِس پٹارے سے ایک کم سن حسین و مہ جبین عورت نکلیگی۔ جہان پناہ نے حکم دیا کہ پٹارا ہمارے پاس حاضر کیا جائے اسی دم چوبدارون نے چلیون مین پٹارا جہان پناہ کے پاس پہونچایا۔ اور بادشاہ نے مع شہزادگان نامدار کے چو طرفہ بہت غور سے

دیکھا - مگر پٹارے مین ایک سوراخ بھی نہ پایا - متحیر ہو کر وزرا ے سلیقہ شعار اور ارکین با وقار سے کہا کہ ذرا سوچو اِس پٹارے مین کیونکر انسان چھپ سکیگا - وزرا نے بغور دیکھ بھال کر عرض کی کہ جہان پناہ بجز حیرت کے اور کیا گزارش کرین اتنا سا پٹارا اس مین بلّی کا بچہ تک نہ بیٹھ سکے - بھلا عورت کیونکر چھپ رہیگی - ایک ضعیف الاعتقاد آدمی نے کہا جہان پناہ یہ سب جادو کا کھیل ہی - مگر شاہ ثریا جاہ جادو ٹونے کے قائل نہ تھے مسکرا کر خاموش ہو رہے اور پٹارا شعبدہ باز کے پاس بھیجدیا - اُسنے پھر بآواز بلند کہا کہ جس کسی کو شک ہو خود دیکھ لے - ایسا نہ ہو کہ جب اس پٹارے مین سے عورت نکلے تو لوگ اپنے اڑھائی چاول گلائین جس کا جی چاہے اسی دم عقل دوڑائے اور جو کچھ کہنا ہو کہہ لے اتنا ذرا سا پٹارا اور ایک سوراخ تک نہین اور ہلکا پھلکا - پچاس ساٹھ آدمی بھیڑ کاٹ کر شعبدہ باز کے پاس آئے - اِدھر اُدھر ہر سمت پٹارے کو دیکھا مگر اپنا سا مُنھ لیکر چلدیے ایک شہزادۂ گردون مدار نے حکم دیا کہ دس معتبر اور ذی شعور آدمی پٹارے سے دس دس قدم کے فاصلہ پر علٰحدہ کھڑے دیکھتے جائین کہ عورت اسمین سے کیونکر آتی ہی - شعبدہ باز نے پٹارہ بند کر دیا - اور تھوڑی دیر تک زبان انگریزی مین کچھ کہا - اسکے بعد بآواز بلند للکارا کہ پٹارے کی طرف دیکھتے رہو عورت اِسمین موجود ہی وہ آئی - وہ آئی - نکل - نکل - نکل - ایک دفعہ ہی بندوق سرکی - دائین - پلک جھپکنے کی دیر بھی نہین ہوئی تھی کہ پٹارے کا ڈھکنا از خود اُچک کر دو گرا اور چودہ پندرہ برس کی ایک گلبدن غنچہ دہن یورپین لیڈی کا جھمکڑا نظر آیا -

جلوۂ حسن رشکِ شعلۂ طور
لب وہ نازک کہ جان دیجیے

چشم بد دور آنکھیں موتی چور
دہن ایسا کہ چھپا لیجیے

تماشائی دنگ کہ یہ مہ پارہ پری چہرہ اس پٹارے میں کیونکر آئی شعبدہ باز نے کیا آفت ڈھائی کہ لاکھوں آدمیون کی آنکھون مین خاک جھونک کر پٹارے مین سے یہ صورت پیدا دکھائی جہان پناہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ ایک کمرے کا کل سامان تمکو بخشدیا - شعبدہ باز نے فرط غرور سے کہا کہ جہان پناہ ابھی میرا شعبدہ ختم نہین ہوا ہی - یہ تو فقط ایک چٹکلا تھا - شاہ عالی مقام اور بھی محظوظ ہوئے - اور بصد شوق تماشا دیکھنے لگے شعبدہ باز نے ایک ہاتھ بھر کی رسّی سب کو دکھائی - اور کہا کہ یہ ہاتھ بھر کی رسّی کائنات الجو کی حد تک پہونچیگی - جو یہان سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہی - وہان ایک دیو رہتا ہی جسکا نام ڈنٹوسس ہی - وہ دیو اِس رسّی کے دیکھتے ہی از بس خشمگین ہوگا اور طیش کھا کر چاہے گا کہ کل رسی کو گھسیٹ لے - مین اسکا سرا نہ چھوڑونگا - اگر وہ زیادہ زور کریگا تو مین بھی اِس رسّی کے ساتھ ساتھ چلا جاؤنگا - وہان مجھ سے اور دیو سے لڑائی ہوگی - اور خدا نے چاہا تو مین سُرخرو آؤنگا لوگون نے اس بیان کو غور سے سُنا اور حسب درخواست شعبدہ باز پانچ سو آدمیون کو حکم دیا گیا کہ بآواز بلند کل حاضرین کو اس بیان سے مطلع کرین - رسّی جو دیکھی گئی تو بس ایک ہاتھ بھر کی تھی بڑھتی تھی نہ گھٹتی تھی - رسّی لیکر شعبدہ باز نے پھر انگریزی مین کچھ کہا اور ایک مرتبہ بندوق داغ کر رسّی جو پھینکی تو بڑھتی ہی چلی گئی - کوئی آدھ گھنٹے کے عرصہ مین لوگون نے دیکھا کہ آسمان سے جا لگی - اور کھٹ کی آواز آئی - حاضرین مقام مذکور کے علاوہ ان لوگون نے بھی یہ انوکھا شعبدہ دیکھا جو شہر مین تھے - اُسوقت یہ کیفیت تھی

کہ کوٹھے بیٹھے پڑھتے تھے۔ ہر محلے کے زن و مرد کوٹھون پر سے سیر دیکھتے تھے۔ جبتے دیکھو آسمان کی طرف نظر ہو ادھر کھٹ کی آواز آئی اُدھر آسمان پر گل لالہ کھل گیا۔ تماشائیون کی آنکھین جھپک گئین۔ شرق سے غرب تک آسمان سرخ نظر آتا تھا اسکے بعد گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا۔ اب لوگ متوحش ہوئے کہ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تاریکی بھی دور ہو گئی مگر ایک سیاہ فام آدمی نظر آیا ٹانگین بیس بیس گز کی ساتھ پائون آنکھ ناک سب بھیانک۔ سہ

دانت اُسکے تھے گورکن قضا کے	دو نتھنے رہ عدم سے نا کے

رسّی کو شعبدے باز نے بہت زور سے پکڑا مگر دیو نے اس زور سے کھسیٹی کہ شعبدہ باز بھی ساتھ ہی چلا گیا۔ دم کے دم مین رسّی اور شعبدہ باز اور دیو سب غائب۔ تب تو تماشائی اور بھی متحیر ہوے کہ یہ عجب بات ہے ہاتھ بھر کی رسّی اور آسمان تک بڑھتی چلی گئی۔ اور سرخی اور سیاہی آسمان بھر پر نمودار ہوئی اور پھر مطلع صاف۔

دیو کا نظر آنا اور شعبدہ باز کا جانا اور دونون کا غائب ہونا اور رسّی کا کھونا ان سب واقعات سے نہایت ہی حیرت ہوتی تھی۔ کل تماشائی مضطر و ششدر تھے مگر شعبدہ باز کی حور طلعت بیوی مسکراتی جاتی تھی۔

جہان پناہ نے حکم دیا کہ اس زن ملک فریب کو یہان لے آؤ۔ مقربان بارگاہ سلطانی نے جاکر کہا کہ لو اب تمھارا بخت خفتہ بیدار ہو گیا۔ حضرت سلطان عالم نے تمھین یاد فرمایا ہی۔ اس غیرت خوبان فرخار نے نہایت کج ادائی سے کہا کہ کیا مجال۔ جبتک میرا شوہر نہ آئیگا اس جگہ سے ہرگز نہ ٹلونگی سکیا خوب آپکے بادشاہ تو بڑے رسیا معلوم ہوتے ہین کہ جوان کم سن خوبصورت حسین عورت کو اُسکے شوہر کی عدم موجودگی مین اسپنے پاس بلاتے ہین۔

شعبدہ باز کی مہوش بیوی نے اسی طرح چمک چمک کر کہا کہ حضرت سلطان اور بھی ریجھے مگر لاکھون آدمی کے سامنے اُس حسینہ و جمیلہ کو زبردستی اپنے پاس بلوانا خلاف داب شاہی سمجھ کر خاموش رہے کنکھیون سے اِس زہرہ تمثال جادو جمال کے رخسار تابان پر نظر ڈالتے تھے اور خدا سے دعا مانگتے تھے کہ شعبدہ باز مفقود الخبر ہی ہو جائے تو شاید یہ پری وش ہمارے عقد نکاح مین آنا منظور کر لے یہ سوچ ہی رہے تھے کہ وہ غیرت حور دور از قصور بصد شان دلربائی چمک ٹمک کر بغیر کسی چیز کے سہارے کے ہوا مین کھڑی ہو گئی۔ تماشائیون نے نعرۂ سبحان اللہ بلند کیا اسوقت اُس نازنین کا جمال مبین دیکھنے کے قابل تھا۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ حسن کی تصویر کاتب قدرت نے ہوا پر کھینچدی ہی۔ وہ ناز و انداز کہ دیکھا نہ سنا اسپر ستم یہ ڈھایا کہ ہوا ہی پر ناچنے لگی۔ تماشائی ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ حضرت شاہ جمجاہ کی تو یہ کیفیت ہوئی کہ جان پر بن آئی تھی بے اختیار جی چاہتا تھا کہ چاہے فقیری نصیب ہو مگر یہ حور شمائل ضرور ہتھے چڑھے۔ بار بار آسمان کیطرف دیکھتے تھے اور دیکھ دیکھکر خوش ہوتے تھے کہ مطلع صاف ہی۔ گرد و غبار سرخی تاریکی کچھ بھی نہین۔ شک کی جگہ یقین ہوا کہ شعبدہ باز کو دیو نے قتل کر ڈالا۔

بادشاہ کی تو یہ کیفیت تھی اب ولیعہد تاج و تخت کا حال سنیے کہ آنکو جو عشق نے آ دبایا تو جنون کی سی حالت ہو گئی۔ اپنے آپے مین نہ تھے بے اختیار جی چاہتا تھا کہ گلے لگا لین۔ مگر خون جگر پی پی کر رہجاتے تھے۔ اِنکے چہرے سے جنون کی کیفیت نمایان

ظاہر ہوتی تھی سہ

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

تماشائیون مین بھی اکثر نوجوان عاشق تن چوٹ کھا گئے اِتنے مین اُس بت طناز و سراپا ناز کی زلف عنبر بار کھل گئی تو لٹین کمر کی خبر لائین اور رخ تابان کے ارگرد مارسیہ کیطرح لہرائین۔ امیر خسرو سہ

عجب پر پیچ و تاب اُفتاد زلف ہمچو زنجیرش
مگر دست قضا لرزید در ہنگام تحریرش

آخر وہ ناظورۂ دلفریب حاضرین ناظرین اور ارکین و شہزادگان تمکین کو اپنے جمال مبین کا فریفتہ و شیدا کر کے ہوا ہی پر اٹھکیلیان کرتی ہوئی زمین پر آئی۔ اِدھر زمین پر اس عیار بد فریب عدو شکیب نے قدم رکھا۔ ادھر آسمان پر حشر بپا ہوا۔ بادل کے ٹکڑے ہٹتے ہی دیو دنٹوسس نمودار ہوا۔ اور دوسرے ٹکڑے سے شعبدہ باز نکلا۔ شعبدہ باز کے دیکھتے ہی تماشائیون نے خوب غل مچایا۔ ادھر دونون مین لڑائی ہونے لگی دیو اس زور سے چیخ اُٹھا کہ گہوارۂ زمین ڈانواڈول ہو گیا۔ شعبدہ باز بھی رعد کی طرح گرجنے لگا۔ دیو نے اپنا منہ جو قعر جہنم کا نمونہ تھا کھولا اور شعبدہ باز کی طرف جھپٹا۔ شعبدہ باز کی بیوی نے ایک سبز کپڑا دیو کی طرف پھینکا۔ وہ کپڑا سیدھا اُڑتا ہوا دیو کے سر پر پہونچا اور وہان گولا بنکر پھٹا تو دیو نظر سے غائب ہو گیا اور ایک اور پارۂ ابر سے نکلا۔ اس مرتبہ دیو کے ہاتھ مین ایک بانس تھا جس سے وہ شعبدہ باز کے سر پر چوٹین لگاتا تھا۔ مگر شعبدہ باز ہر بار بچ بچ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ شعبدہ باز نے بانس کو پکڑ لیا۔ اب دل لگی دیکھیے کہ ایک طرف سے شعبدہ باز دوسری جانب سے دنٹوسس زور کر رہا ہے۔ جب دنٹوسس کسی قدر غالب آیا اور شعبدہ باز کا دم بھول گیا تو اُس حور طلعت نے ایک چاقو آسمان پر پھینکا۔ چاقو نے اُس بانس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ آدھا دیو کے پاس اور آدھا شعبدہ باز کے ہاتھ مین

ولیعہد نے اُس عورت سے پوچھا کہ لڑائی کا انجام کیا ہوگا۔

لیڈی۔ (ل) (یعنی شعبدہ باز کی ہمراز) خدا جانے۔

ولیعہد۔ آخر کچھ تو معلوم ہو۔

ل۔ (ترش ہو کر) فتح یا شکست۔

ولیعہد۔ شکست کا انجام کیا ہوگا۔

ل۔ موت۔

ولیعہد۔ تو لڑتے کیون ہین پھر۔

ل۔ انکی مرضی۔

ولیعہد۔ تم انکو منع کیون نہین کرتین۔

ل۔ (مسکرا کر) وہ آسمان پر مین زمین پر منع کیونکر کرون۔

بادشاہ۔ ہماری عقل دنگ ہے۔

ل۔ ہماہی چاہیے ان کے شعبدون سے دنیا بھر کی عقل دنگ ہے۔

بادشاہ۔ خدا کرے زندہ آئین۔

ل۔ بس اب باتین نہ کیجیے۔ مجھے اُدھر دیکھنے دیجیے۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ دیو اور شعبدہ باز مین تلوار چل گئی۔ ادھر دیو تیغ دو پیکر سوت کر جھپٹا اور اُدھر شعبدہ باز نے سبز کاشانی مخمل کے غلاف سے شمشیر خاراشگاف کھینچی۔ دونون پیترے بدل بدل کر وار کرنے لگے دیو سے ایکبارگی تلوار چھٹ گئی مگر دوسرے ہاتھ سے اُسنے فوراً روک لی۔ شعبدہ باز نے کڑک کر مونڈھے پر تلوار لگائی مگر ہاتھ چھچھلتا ہوا پڑا۔ دیو نے خشمگین ہو کر

ایک اور تلوار دست چپ مین لی اور دونون تلوارون سے حملہ کرنے لگا۔

اس سانحہ ہوش ربا کو دیکھکر وہ زن خوبرو ڈاڑھین مار مار کر رونے لگی۔ ادھر آسمان پر وہ ہنگامہ بپا تھا۔ ادھر زمین پر یہ شور و بکا تھا۔ اُس معشوق شیرین حرکات کے رونے سے کل تماشائیون کا دل بھر آیا۔ ہر فرد بشر زار زار رونے لگا۔

اتنے مین دیکھتے کیا ہین کہ دونون نے تلوارین پھینکدین اور دور دور کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ آخر اس ستم زدہ نے بآواز بلند کچھ کہنا شروع کیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے شوہر کو کچھ سمجھاتی ہی۔

ل۔ بائین آنکھ۔ بائین آنکھ۔ چرب۔ چرب۔ چرب

لوگ متحیر کہ یا الٰہی بائین آنکھ سے کیا مطلب ہی اور یہ چرب چہ معنی دارد۔

اُسنے اشارے سے کچھ پوچھا۔

ل۔ فول۔ آن۔ آن۔ آن۔

لوگون نے دیکھا کہ لیڈی کے آن۔ آن۔ کہنے سے شعبدہ باز آگے کی طرف بڑھتا جاتا ہی۔

ل۔ رائٹ ہینڈ۔ یو فول۔ رایٹ ہینڈ۔

شعبدہ باز دائین طرف آگیا۔ اور آتے ہی دیو کے سر پر اس زور سے دوہتڑ لگایا کہ دیو پیچھے ہٹا۔

ل۔ ہولڈ آن ہولڈ آن۔

شعبدہ باز اُسی مقام پر کھڑا رہا تو دیو نے جھپٹ کر ایک چپت لگائی اور شعبدہ باز کی زبان سے ہائے کا لفظ بے اختیار نکل گیا۔ اسپر لیڈی نے زمین پر مارے غصے کے پانوئن کو زور سے دبے ٹپکا۔ شعبدہ باز اس صدمہ سے نیم جان ہوگیا تو دیو خوب ہی کھلکھلا کر ہنسا۔ اور اُسکے بڑے بڑے دانت دیکھکر تماشائیون مین سے کوئی دو تین ہزار بزدلون نے مارے ڈر کے آنکھین بند کرلین

ل۔ ڈون اپان ہم۔ ڈون اپان ہم۔

شعبدہ باز یہ سُنکر دنوٹسس پر جھپٹا اور جھپٹتے ہی چپت دی تو دیو سر سہلاتا ہوا پیچھے ہٹا۔ پھر لیڈی نے غل مچایا کہ ہولڈ آن ہولڈ آن۔ یعنی آگے بڑھکے ایک اور دے لیکن شعبدہ باز پھر رُک رہا۔ اسپر لیڈی بہت ہی جھلائی۔

اِتنے مین دیو نے جھپٹ کر شعبدہ باز کی گردن ہاتھون سے پکڑ لی اور کئی بار جھٹکے دیے۔ شعبدہ باز بالکل بے قابو ہوگیا اتنے مین دیو نے ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور کٹا ہوا ہاتھ سیدھا اس چھولداری کے قریب گرا۔ بڑا غل مچا۔ لاکھون آدمی ایک دفعہ ہی چلّا اُٹھے اور وہ بُت پندار فرط الم سے زمین پر گر پڑی حضرت جہان پناہ نے حکم دیا کہ اِسکو بہ آرام تمام کمال ادب و تعظیم کے ساتھ اُٹھا لاؤ چنانچہ خدام ذوی الاحترام نے ویسا ہی کیا۔

لیڈی نے جو ولیعہد پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ۔ ؎

بالاے سرش ز ہوشمندی	می‌تافت ستارۂ بلندی

بادشاہزادہ اور جوان کوئی بیس برس کا سِن۔ اور خوبرو۔ مرغولہ مو۔ چہرے سے رعب داب شاہی نمودار تھا ریجھ گئی اور بے دھڑک ہاتھ پکڑ کر کُرسی پر جا بیٹھی۔

اب دیو اور شعبدہ باز دونون تھک گئے۔ کچھ یہ سمجھے کچھ وہ سمجھے۔ دونون ذرا استانے لگے۔ ولیعہد کو خوب موقع ملا اس بت رنگین ادا کے نازک نازک ہاتھون کو پیار سے اپنے ہاتھ مین لیکر بے دھڑک گھل گھل کے باتین کرنے لگے سچ ہے۔ ؎

عشق تا خام ست باشد بستۂ ناموس ننگ
پختہ مغزان جنون راکے حیا زنجیر پاست

ولیعہد اِسوقت اِسقدر محظوظ و مسرور ہوا کہ گویا جامے مین پھولا نہ سمایا۔ مارے خوشی کے آنکھون سے آنسو ٹپ ٹپ جاری ہو گئے۔ اُس مہ رو نے اپنے ریشمی رومال سے اپنے عاشق زار کے آنسو پونچھے اور کہا اب کسی اور امر کا خیال کرو۔

اتنے مین دیو اور شعبدہ باز پھر جُٹ گئے دیو نے مُنھ کھولا اور لپک کر شعبدہ باز کو کاٹ کھایا تھوڑی دیر مین اُس بیچارے کا دوسرا ہاتھ بھی کٹ کے گر پڑا اور پھر غُل مچا دس منٹ تک برابر اسقدر غُل مچتا رہا کہ کان پڑی آواز کسی کو سُنائی نہین دیتی تھی۔

دیو کے ہاتھ مین ایک خارا شگاف تیغ نظر آیا۔ اور لوگون نے دیکھا کہ اُسنے ایک ہاتھ ایسا بھر پور لگایا کہ شعبدہ باز کی دونون ٹانگین کٹ کر گر پڑین اسکے بعد دھڑ کے بھی کوئی بہتر ٹکڑے کر ڈالے۔ اور سر دیو لے بھاگا۔

خلق خدا اس انوکھے شعبدہ کو حیرت کی نظر سے دیکھتی تھی جو شعبدہ باز کی یہ گت بنی تو وہ پری جسم بجلی کی طرح چمک دمک کر بادشاہ کے سامنے آئی اور دونون ہاتھ اونچے کرکے کچھ کہا تو چند بونے نظر آئے اور وہان خود بخود آگ پیدا ہو گئی۔ اُس آگ مین کے شعلے آسمان کی خبر لاتے تھے وہ شعلہ رو جل بھن کر خاک ہو گئی اور بونون نے اُس خاک کو اُٹھایا تو وہ ہوا سے باتین کرنے جانے لگی۔ دم کے دم مین نظر سے اوجھل۔

شاہ زمان انگشت حیرت بدندان۔ خلق خدا گریہ کنان ایسا شعبدہ کسی نے کبھی کاہے کو دیکھا تھا۔ مین مایوسی کی حالت مین لوگ اپنے اپنے گھر جاتے ہی کو تھے کہ آسمان پر ایک شعلہ نمودار ہوا دیکھتے دیکھتے اُس شعلے سے ایک ہاتھ نکلا پھر دوسرا ہاتھ ظاہر ہوا۔ اسکے بعد ایک ٹانگ دکھائی دی۔ تماشائی نجوم و تمسق دیکھتے جاتے تھے۔ ان لاکھون آدمیون مین ایک بھی ایسا نہ تھا جسکی نظر آسمان کے رُخ نہو۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد اُس شعلے مین سے ایک آدمی نکلا۔ دیکھا تو وہی شعبدہ باز ہے اُسوقت وہ شور مچا کہ الامان۔ شعبدہ باز فوراً زمین پر آیا اور شاہ کی خدمت مین حاضر ہو کر آداب بجا لایا۔ تماشائی متحیر کہ یا الٰہی یہ بشر ہے یا فرشتہ۔

شعبدہ باز۔ (ش) (بادشاہ سے) جہان پناہ اسوقت مین بالکل شل ہو گیا ہون۔

با۔ کارے کردہ شاباش۔

ش۔ گھنٹون لڑائی رہی۔ طرح طرح کی مصیبت سہی

ولیعہد۔ بارے صحیح و سلامت تو آ گئے۔

ش۔ حضور کے اقبال سے۔

وزیر۔ تم باکمال آدمی ہو۔

ش۔ جہان پناہ وہ میری برق دم جورو کہان ہے۔

با۔ کمال افسوس ہے کہ تمہاری حالت زار دیکھکر وہ بیچاری جل گئی

ش۔ کیا! جل مری!!! ای نہین حضور۔

ولیعہد۔ (آبدیدہ ہو کر) ہاے افسوس واے افسوس۔

ش۔ حضور میری بیوی مجھکو ملجائے ورنہ مین اپنی جان دونگا اور چاہے حضور توپ کے تھہے اُڑا دین مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مرزا ولیعہد بہادر نے اُسکو گھر ڈال لیا۔

با۔ اِسوقت تم جو چاہے کہو تمہارا [illegible] قابل معافی ہے۔

ش۔ حضور میری جورو تمام امریکہ کی لیڈیون مین سب سے

بڑھ چڑھ کر ہو حسن و جمال مین اپنی آپ ہی نظیر ہو- میرزا ولیعہد بہادر نام خدا ابھی جوان ہین اور جوان کیا معنی عنفوان شباب ہو- اُس سے سانٹھ گانٹھ کر لی ہو گی-

ولیعہد- یہ لاکھون آدمی دیکھ رہے تھے کہ وہ جل کے خاک ہو گئی اور اُس تودہٗ خاک کو چھچھوندرون نے اُٹھا لے گئے-

ش- جہان پناہ غریبون پر کرم کرنا چاہیئے-

با- تم سب سے پوچھ دیکھو کہ کیا ہوا-

ش- حضور یہ سب حضور کی رعایا ہو- میری سی کون کہیگا بھلا بس صاف ظاہر ہو کہ اُسکی اُٹھتی جوانی اور اُسکا چہرۂ نورانی میرا دشمن ہوا اور میرزا ولیعہد بہادر کو بادشاہ ذی جاہ کا نرگا اور سنے بھلے کا گھر دیکھ کر ریجھ گئی- اب مین اُس سے ہاتھ دھو بیٹھا

با- بولو تم کو کیا انعام دین-

ش- جہان پناہ جبتک میری بیوی مجھے نہ ملیگی مین کچھ نہ کھاؤنگا اور اپنی جان دے دونگا-

ولیعہد- یا الٰہی اِسکو کیونکر کوئی سمجھائے-

وزیر- بڑی خرابی ہو-

ش- ہان جسکی خرابی ہو اُسکی ہو- میرزا ولیعہد بہادر کی تو بغل گرم ہو گئی- مجھ پر البتہ اوس پڑ گئی- ہائے ایسی پیاری اب مجھے بھلا کہان ملیگی-

وزیر- تم ذرا دم تو لو ہم کل باتین تمکو سمجھا دینگے-

ش- بس مین سب سمجھ گیا- فیری فیری- ڈیر فیری-

شعبدہ باز نے جو اپنی پیاری بیوی فیری کو تین بار آواز دی تو فیری نے کہا (ہیلو ڈیر) یہ کہکر وہی برق وش جو ابھی ابھی جل کے خاک ہو گئی تھی بصد ناز و انداز میرزا ولیعہد بہادر کی کرسی کے نیچے سے نکلکر سامنے آن کر کھڑی ہوئی اور شعبدہ باز نے قہقہہ لگا کر اُسکو گلے لگا لیا-

ش- دیکھا مین تو کہتا ہی تھا کہ میرزا ولیعہد بہادر کا اسپر دل آیا ہو گا-

ل- یہ تو مجھ کو اپنے گھر ڈالے لیتے تھے-

ش- مین پہلے ہی سمجھ گیا تھا-

اس شعبدے سے خسرو گیتی پناہ از بس محظوظ ہوے- اور بہ طیب خاطر فرمایا کہ جو انعام مانگے دیا جائے شعبدہ باز نے عرض کی کہ جہان پناہ مین تو ایک غریب آدمی ہون لیکن حضور کے غلامون کو مین نے خوش کر دیا ہو اب حضور ہی زبان مبارک سے کچھ فرما دین-

با- دس کمرون کا پورا سامان دے دیا جائے-

ش- (آداب بجا لا کر) حضور نے میری بڑی قدردانی کی مشہور ہو کہ دس کمرون کا سامان تخمیناً اٹھاسی کرور روپے کا تھا شعبدہ باز مالامال ہو گیا- واللہ اعلم بالصواب-

یہ وہ مقام دلکش ہو جہان سڑکون پر پانی کے عوض کیوڑا چھڑکا جاتا تھا اور جہان فوارون اور آبشارون مین عطر ہی عطر نظر آتا تھا لوگ بیان کرتے ہین کہ ایوان خاص مین وہ تیاری تھی کہ شاہان ہفت اقلیم نے وہ سامان آرائش کبھی خواب مین بھی نہ دیکھا ہو گا- دو ہزار نوخیز و نوجوان خواصین از سرتاپا عالم نور غیرت پری رشک حور عجب ٹھسّے کے ساتھ رہتی تھین- روایت ہو کہ ایک خواص نے کسی فقیر کو اپنا نصف زیور بخش دیا تو اُس کو بیچکر فقیر ستائیس مرتبہ حج عتبات عالیات کیلیے گیا اور ہندوستان کے دو ہزار شہرون مین اُسنے مسجدین بنوائین (واللہ اعلم) ایک ایک خواص کا ادنی سا خرچ یہ تھا کہ سات آٹھ من لائچی سے کم ہر روز صرف مین نہین آتی تھی خواصونکی سواری کے ساتھ

دو دو سو خاص بردار نکلتا تھا- اور ہٹو بچو دور باش و ادب کی آواز کوسون جاتی تھی-

یہ اُس خسرو گیتی پناہ کے قیام کا مقام ہر جسکے رعب سے شیرون کے کلیجے دہل جاتے تھے-

نقل ہر کہ ایک مرتبہ اِس طرف سے ایک بدتمیز سانڈنی سوار جاتا تھا- جہان پناہ نے پوچھا یہ سانڈنی کسکی ہر بادشاہ کو دیکھ کر ساربان کے ہاتھ پاؤن پھول گئے- گھبرا کر بولا (جہان پناہ یہ اونٹ چند کی دیتی ہر) یہ سانڈنی دیپ چند نامے خزانچی کی تھی- ساربان ایسا گھبرایا کہ دیپ چند کو اونٹ چند داتنی کو دیتی کہہ اٹھا-

نقل ہر کہ ایک بار جہان پناہ کی سواری نکلی- شہر مین پیشتر ہی سے آئینہ بندی ہو چکی تھی جلوس عظمت مانوس اور حشم و خدم کے ساتھ حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی فیل کوہ شکوہ پر تخت شہریاری و دبدبۂ جہانداری سوار تھے- خلق خدا کا وہ ہجوم اور بادشاہ وقت کی سواری کی وہ دھوم کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا چھتین پھٹی پڑتی تھین- جہان پناہ نے ایک چھت پر نظر جو ڈالی تو ایک حلوائی کی عورت سے چار آنکھین ہوئین وہ اسدرجہ خائف ہوئی کہ وضع حمل ہو گیا- جب جہان پناہ کو خبر ہوئی تو چھ لاکھ کی جاگیر اُسکو بخشدی واللہ اعلم-

روایت ہر کہ شاہ ذوی الاحترام باشان و شکوہ ایکبار فرس باد رفتار پر سوار رمنے کیطرف ہوا کھا رہے تھے- تو دیکھے کیا ہین کہ ایک بد مست ہاتھی سامنے سے جھومتا ہوا آتا ہر اور جس کسی کو راہ مین پاتا ہر سونڈ سے فوراً اُچھال دیتا ہر- لوگون نے ڈرتے ڈرتے سمجھایا کہ حضور اسوقت گھوڑے کی باگ پھیرین بادشاہ نے اپنے رعب کے زعم مین گھوڑا بڑھایا اور جب ہاتھی قریب آیا تو للکار کر کہا کہ بس خبردار آگے نہ بڑھنا- بس رُک جا ہاتھی فوراً بیٹھ گیا اور جہان پناہ پشت توسن سے اُتر کر گردن پر جا بیٹھے یہ رُعب جاتا تھا کہ انسان تو انسان حیوان تک اُنکی ڈانٹ مین آجاتے تھے اور نام سننے سے مارے خوف کے تھرا جاتے تھے مشہور ہر کہ ایوان خاص مین دو سو من عطر روز جھڑکا جاتا تھا اور کئی ہزار گندھی شاہی ملازم تھے- واللہ اعلم-

اسی مقام پر جوگن کا چھوٹا سا خوشنما بنگلہ تھا- اور شہسوار اور جوگن دونون بیٹھے باتین کر رہے تھے-

نئی روشنی والے اس مقام کے پرانے تاریخی حالات کو ڈھکوسلا سمجھتے ہین- وہ اسکے معتقد نہین کہ شعبدہ باز نے یہ کرتب دکھائے اور اتنا روپیہ پایا اور خواصین اس ٹھٹے سے رہتی تھین- یہ ان باتون مین سے کسی بات کو نہین مانتے- اور نہ کسی کو سچ تصور کرتے ہین- مگر پرانے فیشن والے عموماً ان سب باتون کو آمنّا و صدقنا تسلیم کرتے ہین-

شہسوار- اب ہم چاہتے ہین کہ تمھارے ہی ساتھ زندگی بسر ہو

جوگن- زہے نصیب-

شہ- آزاد اُسکے ساتھ رہین- ہم تمھارے ساتھ-

ج- آزاد کو وہ اور ہم کو تم مبارک ہو-

شہ- آمین-

ج- بھلا تم آزاد کو پاؤ تو کیا کرو-

شہ- کچا چبا جاؤن-

ج- (گھبرا کر) ہان تو پھر ہمسے نہ بنیگی-

شہ- کیون-

ج- دل صاف رکھو تو ہمسے تم سے بنے ورنہ اپنی راہ لگو-

شہ- اب آج سے آزاد کا ذکر بھی نہ کرین گے-

ج۔ اگر اسوقت آزاد ملے تو کیا کرو۔

شہ۔ جھک کر سلام۔

ج۔ اُس سے ہاتھا پائی کرنے مین تمھارا ہی نقصان ہو۔

شہ۔ بیشک اب یہ ذکر جانے دو۔

ج۔ شہ آج سے تم یہین رہو۔ مگر دل کی صفائی مقدم ہی۔

شہ۔ حکم کا تابع ہون۔

ارد گرد کے گنوار اَن پڑھ جاہل ضعیف الاعتقاد تو تھے ہی شعبدہ باز کے کرتب اُنکو بخوبی یاد تھے۔ اِدھر بچہ بیمار ہوا۔ اور اُنھون نے کہنا شروع کیا کہ وہی نٹ اس کے سر پر آیا ہی۔ چاہے کوئی عارضہ ہو مگر وہ جھاڑ پھونک سے باز نہ آتے۔ مہینے مین دس پانچ عورتون کے سر پر نٹ ضرور آتا تھا۔ جوگن نے مشہور کیا کہ بھوت پریت آسیب کے دفعیے کے اُنکو اپنے اچھے گُر یاد ہین صدہا گنوار دور دور سے اُسکے پاس آتے تھے۔ یہ جھوٹ موٹ جھاڑ پھونک کر کے اُنسے کچھ نہ کچھ اینٹھ لیتی تھی۔ ایک گھوسی کا لڑکا جوگن کی دعا سے اچھا ہو گیا تھا اُسنے قسم کھائی تھی کہ ہر روز صبح و شام آدھ سیر دودھ جوگن کے پاس ضرور لیجاؤنگا۔ ایک کسان عین نزع کی حالت مین تھا اُسنے لوگون سے کہا کہ جوگن کو لاؤ۔ شاید وہ کوئی ایسی دعا دے جس سے مین صحیح ہو جاؤن جوگن حسب الطلب گئی اور حسن اتفاق سے وہ کسان بچگیا۔ کسان کمال ممنون ہوا اور اُس دن سے مہینے مین دس بارہ سیر غلہ برابر جوگن کے ہان بھیجنے لگا۔ اِسطرح جوگن کو کھانے بھر کا بخوبی سہارا ہو گیا۔ کسی بات کی پروا نہ تھی ایکدن جوگن اور شہسوار صبح کیوقت بیٹھے باتین کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے کھوسٹ نے آنکر کہا کہ بڑا غضب ہو گیا۔ ہاہ اگر یہ ہمارے گانون کی جوگن وہان ہوتین تو اس بیچاری پر تباہی کیون

پڑتی۔ شہسوار نے پوچھا کیا ہوا۔ پیر فرتوت پوپلے منہ سے یون بولے کہ دریا کے کنارے ایک بڑا عالیشان مکان ہو اُسمین کئی بیگمین رہتی ہین ایک سے ایک خوبرو اور ایک سے ایک زیادہ عنبر مو

شہ۔ آپکا قطع کلام ہوتا ہو۔ کس دریا کے کنارے۔

پیر فرتوت۔ (پیر) گومتی کے کنارے۔

شہ۔ مکان بستی سے دور ہو۔

پیر۔ ہان کوئی گولی بھر کے ٹپے پر۔

شہ۔ گولی بھر کے ٹپے پر ہو۔ یا تین کوس کے فاصلے پر بھلا اُس مکان کی قطع تو بیان کیجئے۔

پیر۔ زرد کوٹھی ہو اور دریا اُس مکان سے کوئی پچاس قدم کے فاصلے پر ہو۔ مکان ایک بہت بڑے اونچے ٹیکرے پر ہو۔

شہ۔ تو کوئی اور ہوگا۔ خیر ہان فرمایئے۔

جوگن بھی کان دھر کے سنتی جاتی تھی۔ اُسکے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ شہسوار جس مکان کی نسبت پوچھتا ہو اُس سے وہ خود بھی واقف ہو۔ پیر فرتوت نے یون بیان کیا۔

یہ بیگمات مخدرات و عصمت سمات ایک روز اپنے بام فلک احتشام پر مصروف خرام تھین کہ دفعتہً ایک گر پڑی اور بیہوش ہو گئی پاس پڑوس کی عورتون نے آتے ہی فتویٰ دیا کہ آسیب ہو۔ مگر وہ بیگمین آسیب و اسیب کی قائل نہین تھین اُنھون نے فوراً ڈاکٹر کو بلایا۔ اور علاج کرنے لگین۔ آج سُنا کہ اُس بیگم کی طبیعت اور بھی ناساز ہو گئی ہو۔ اور ایک آدمی کہتا تھا کہ بچنے کی کوئی صورت نظر نہین آتی۔ اگر آپ وہان ہوتین تو وہ فوراً صحت پا جاتی۔

اس فقرۂ ہوش ربا نے شہسوار کو افسردہ کر دیا۔ مگر قلب کو تشفی دی کہ مکان کا پتہ جو اس پیر فرتوت نے دیا وہ مختلف ہی

وہان نہ زرد کوٹھی ہی اور نہ دریاے گومتی ہی کوئی اور بیگم ہونگی- جوگن نے مضطر و بیقرار ہو کر پوچھا کہ بھلا اُس بیگم زادی کا نام بھی سُنا ہی- پیر فرتوت نے کہا ہان سُنا تو تھا- مگر اِس وقت بھولا جاتا ہون- بھلا ہی سا نام ہی- جوگن نے کہا حسن آرا تو نہین نام ہی شہسوار نے جوگن کو غور سے دیکھا اور پوچھا تم حسن آرا سے واقف ہو- جوگن نے کچھ جواب نہ دیا- پیر فرتوت نے کہا حسن آرا تو نہین مگر نام کے آخر مین آرا ہی ہی- آپ کوئی اور نام لین جسکے آخر مین آرا ہو تو شاید وہ نام مجھے یاد آجائے جوگن نے کہا سلطنت آرا- جہان آرا- سپہر آرا-

پیر- ہان ہان سپہر آرا- سپہر آرا- افسوس کہ اُس بیچاری کی جان مفت مین جاتی ہی- اور کوئی فکر معقول نہین کرتا- ہمسے پوچھین تو ہم یہی صلاح دین کہ آپکو یہان سے لیجائین-

شہ- ہم آج جاتے ہین- مگر پرسون تک واپس آئینگے

ج- ذرا ٹھہرو-

پیر- کیا وہین جائیے گا-

شہ- نہین وہان کیا کام ہی- ایک اور ضرورت ہی-

ج- ہمین تمسے تخلیے مین کچھ کہنا ہی-

شہ- اچھا ذرا تھم کے جاؤنگا-

حسن آرا بیگم کی بیماری کا بیان حسب تجویز ڈاکٹر نقل مکان اور حاضرات کا سامان

آتش زنی کے پندرہ بیس روز بعد ایک دن خاتون مہ لقا سپہر آرا بیگم تڑکے گجردم خواب ناز سے بیدار ہولین حسن آرا بیگم کو جگایا کہ باجی جان اُٹھیے اذان ہو چکی- نماز پڑھ لیجیے- حسن آرا نے کہا اسوقت مارے درد کے سر پھٹا پڑتا ہی- اور جی بیچین ہی سپہر آرا نے روح افزا بیگم کو جگایا اور دونون بہنون نے نماز صبح پڑھی- اِسکے بعد روح افزا نے پوچھا کہ حسن آرا کیسی ہین- سپہر آرا بولین رات تو اچھی تھین اسوقت نماز نہین پڑھی- کہتی ہین کہ سر درد کرتا ہی اور طبیعت اچھی نہین ہی- اتنے مین بہار النسا بیگم بھی بصد ناز و انداز آئین اور آتے ہی مسکرائین روح افزا بولی- باجی اِسوقت حسن آرا بیچین ہین- ذرا دیکھیے تو-

بہار النسا- این! کیون کیسی ہین-

سپہر آرا- مین نے کہا باجی اُٹھو- نماز صبح پڑھ لو- بولین اسوقت درد سر ہی اور طبیعت بے چین-

بہار النسا نماز پڑھکر حسن آرا کے پلنگ پر جا بیٹھین اور آہستہ سے پوچھا کیسی ہو حسن آرا- حسن آرا نے کہا بہن کیا بتائین- چار بجے سے مارے درد کے سر پھٹا پڑتا ہی- اور اسوقت دل سنبھالے نہین سنبھلتا-

بہار- کچھ بدہضمی کی شکایت تو نہین ہی-

حسن آرا- ہان کھٹی ڈکارین تو آتی تھین-

روح افزا- پیشانی ذرا ذرا گرم ہی-

سپہر- اور پاؤن جیسے یخ-

بہار- یہی تو برا- بھلا ڈکارین کتنے وقت سے آتی ہین-

حسن- کوئی دو بجے ہونگے- ہان بس تین کا عمل ہوگا اسوقت بات کرنا برا معلوم ہوتا ہی- اور ہونٹھ سوکھکے کانٹا ہو گئے ہین

بہار النسا بیگم نے سپہر آرا سے کہا کہ جاکے ابا جان کو تو بلا لاؤ- اور مہری سے کہو انکو بھی باہر سے بلا لائین- سپہر آرا بڑی بیگم کو اور مغلانی نواب صاحب کو بلانے گئین-

سپہر۔ اباجان بندگی۔
بڑی بیگم۔ جیتی رہو نماز پڑھی۔
سپہر۔ جی ہان پڑھ چکی۔ اِسوقت باجی جان کا بِنڈا ذری ذری پھیکا ہی۔ اور سر مین درد بتاتی ہین۔
ب۔ رات کیسی تھین۔
سپہر۔ کہتی ہین کوئی تین کے عمل مین کھٹی ڈکارین آئین اور چار بجے سے طبیعت بے لطف ہی۔
ب۔ اور جگایا نہ کسی کو۔
سپہر۔ جی ہان روح افزا بیگم کو بھی نہ جگایا۔ مجھ سے بھی نہ کہا چُپ چاپ لیٹی رہین۔

بڑی بیگم آہستہ آہستہ حسن آرا کے پاس آئین۔ اور نوابصاحب بھی تشریف لائے۔ بڑی بیگم نے حسن آرا سے پوچھا کہ کھٹی ڈکارین کتنے وقت آئی تھین حسن آرا بیگم نے کہا۔ جی دو بجے کے وقت۔

بڑی بیگم پرانے فیشن کی ضعیف الاعتقاد عورت تو تھین ہین۔ بولین کہ نظر کا اسرار ہی۔
حسن۔ ای نہین امی جان۔ اسرار وسرار سب باتمین ہین۔
ب۔ تم تو دانست دار ہوکے نادان بنتی ہو۔ ہزار دفعہ کہدیا کہ بابا عطر مل کے شام کو مہتابی پر نہ جایا کرو۔ مزاج مین لڑکپن ہی۔ مانتی ہی نہین۔
سپہر۔ اچھا تو امی جان ہم کیون اچھے ہین۔ ہم بھی تو عطر لگاکے کوٹھے پر گئے تھے۔
ب۔ مغلانی سے کہو فال کھلوائے۔
سپہر۔ ہان یہ بات مانی۔ لائیے ہم خود فال دیکھین گے
ب۔ نظر کا اسرار ضرور ہی بیٹی۔ تم ناحق کو حجت کرتی ہو۔
روح۔ اِسکے تو ہم بھی قائل نہین۔
ب۔ پیاری کی مان۔ جاکے حافظ جی سے تعویذ تو لاؤ۔
پیاری کی مان۔ بہت خوب وہی نہ جو ہجبت (مسجد) مین رہتے ہین۔
ب۔ ہان۔ ہان۔ کہنا تعویذ لکھدیجیے۔
حُسن۔ اماجان نہ منگوائیے۔ ہمکو تعویذ دعوید کا اعتقاد نہین
بہار۔ ای واہ۔ کیسی بچون کی سی باتین کرتی ہو۔
روح۔ اچھا اعتقاد جاہے نہو۔ مگر ہرج ہی کیا ہی۔
سپہر۔ لو مین دیوان حافظ لے آئی۔
ب۔ پھر فال دیکھو۔ خورشید دولھا مطلب بتا دینگے۔
نواب۔ یہ گنڈا تعویذ تو ہوا ہی کریگا۔ علاج کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیے تو ڈاکٹر کو بلا لاؤن۔
ب۔ نہین بیٹا۔ ڈاکٹر واکٹر نہین حکیم صاحب کو بلاؤ۔ ڈاکٹرون کی دوا گرم ہوتی ہی آگ۔ (حسن آرا کی پیشانی نورانی پر ہاتھ پھیر کر) اُف پسینے مین ڈوبی ہوئی ہی۔

سپہر آرا نے۔ ؎

قسم شاخ نبات ست ترا اسے حافظ
فال ما راست بگو تا شودم با تو یقین

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ ای حافظ شیرازی میری فال صحیح صحیح بتا دو تو تمہارے دیوان کو مٹھائی سے تولون یہ کہکر دیوان کو کھولا۔ تو یہ مطلع نظر سے گذرا۔ ؎

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد
زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

بڑی بیگم پڑھی لکھی تو تھین ہی نہین (آخر شد، جوانہ سنتی تھا

تو ہوش اُڑ گئے۔ منہ پر ہوائی چھٹنے لگی۔ گردن جھکائی اور
ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

حسن۔ ہائین ہائین۔ اماجان۔

روح۔ دولہا بھائی۔ اِنھین سمجھائیے تو ذری۔

ن۔ آپ سمجھین نہین اِسکے معنی تو سمجھ لیجیے۔

بڑی بیگم کو (آخر شد) نے خون رُلایا سمجھین کہ بس اب
حسن آرا آخر ہوگئی۔ یہی دم واپسین ہو۔ ہاے دلکی حسرت
دل ہی مین رہی نواب صاحب نے بڑی بیگم کو بغور دیکھا
تو چہرہ کا رنگ زرد پایا۔

ن۔ ایک التماس ہو سنیے تو عرض کرون۔

ب۔ (آبدیدہ ہوکر) اِسوقت اِنھون نے کیا پڑھا۔

ن۔ انھون نے جو پڑھا اُسکے یہ معنی کہ جدائی کا دن اور
دوست کی فرقت کی شب گئی گذری۔ اب کار غم تمام ہوا
لو شادیانے بجاؤ۔

ب۔ رات حاضرات کرینگے۔

حسن۔ کوئی فال دیکھتا ہو۔ کوئی حاضرات کرتا ہو۔ کوئی
گنڈا تعویذ لاتا ہو۔ کوئی حافظ جی کے پاس جاتا ہو۔ اور حکیم
کی فکر ہی نہین اور میرا برا حال ہو۔

ن۔ مین جاکر حکیم صاحب کو بھی پر اپنے ساتھ لیے
آتا ہون۔

حسن۔ (آہستہ سے) ہان بھائی۔ بڑا احسان کروگے یہ
لوگ گنڈے تعویذ ہی کے پھیر مین پڑے رہینگے۔

روح۔ جائیے اور ساتھ ہی لے آئیے۔

بہار۔ مگر ڈاکٹر کو نہ لانا کہین۔ انکو ڈاکٹرون کا بڑا
اعتقاد ہو۔

ب۔ اب اِنکو اختیار ہو جسطرح چاہین اپنی سالی کا علاج کرین

نواب صاحب تو حکیم کو بلانے گئے اور یہان بڑی بیگم نے
تھوڑی دور سے ایک عورت کو بلوایا جسکے جھاڑنے پھونکنے
کی دھوم تھی۔ کوئی اٹھتیس برس کا سن۔ یہ عورت ایک ہی
کائیان تھی۔ آئی اور مسکراکر بڑی بیگم کو سلام کیا۔ اور پوچھا
کہ خیریت ہو بیگم صاحب۔ بڑی بیگم نے کہا حسن آرا کا پنڈا
پھیکا ہو اور جی گھبراتا ہو۔ رات دو بجے سے بےچینی بتاتی ہین۔
پسینون سے رومال تر ہوگیا۔ ڈوب پر ڈوب آرہا ہو۔ اُسپینے
آتے بھی کسی کو نہین دیکھے تم ذری اچھی طرح دیکھو تو محمدی خانم
کھل گئین کہ اچھا شکار ہاتھ لگا۔ اِنکے آنے سے بڑی بیگم کو تو ڈھارس
ہوئی مگر حسن آرا بد دماغ ہوگئین۔ اِس خاتون پری پیکر کو
ضعیف الاعتقادی اور دقیانوسی خیالات سے بڑی نفرت
تھی۔ بس چلتا تو کھڑے کھڑے محمدی خانم کو نکلوا دیتین خانم صاحب
نے تھوڑی دیر تک بڑی بیگم سے باتین کین اسکے بعد حسن آرا
کے قریب جاکر بیٹھین۔

محمدی خانم۔ (م) کل رات کو دہی کھایا تھا۔

حسن۔ (منھ بناکر) نہین۔

م۔ دودھ کھایا تھا آسمان کے تلے۔

حسن۔ نہ۔

م۔ ہون۔ (بڑی بیگم سے) ہو وہی بات جو آپ
سمجھی ہین۔

ب۔ دیکھا نہ مین تو پہلے ہی سمجھی تھی۔

م۔ جی ہان جن کا سایہ ہو۔

ب۔ اللہ مالک ہو۔

م۔ معلوم ہوتا ہو۔ بیگم صاحب کسی دن فری نہائی ہائی

ہونگی اور روزی نگر کے اتفاق سے کوٹھے دوشھے پر
گئی ہونگی۔
ب۔ اور عطر مین بسی ہوئی تھین۔
م۔ ای ہے۔ کہین ایسا غضب کرتے ہین۔ عطر کی خوشبو
پر تو جن عاشق ہوتے ہین۔ اور پھر حسین اور نام خدا
جوان عورت کم سن اللہ خیر کرے۔
خانم صاحب نے جو بڑی بیگم کو اس درجہ ضعیف الاعتقاد
اور ڈرپوک پایا تو خوب ہی بنایا۔ روح افزا کو کمال شاق
گذرتا تھا مگر بہار النسا بھی بڑی بیگم کی طرح اُس کے دم
مین آگئین۔
حسن۔ (بیقرار ہوکر) ابھی دولھا بھائی نہین آئے
سپہر۔ آتے ہی ہونگے اب۔
حسن۔ دم نکلا جاتا ہے۔ اُف۔ کسی پہلو چین نہین آتا۔
روح۔ اب تپ بھی تیز ہے۔
حسن۔ آنکھین جل رہی ہین مین جھنکی جاتی ہون ای مغلانی
کبریا کے لیئے ایک آدمی اور دوڑا دو۔ امی جان پیر توڑ بخار
ہے اسدم کیا جانے بخار نے کب کی عداوت نکالی۔ سپہر کے ساتھ
بہار النسا نے دو کھیرے منگوائے۔ اور کاٹکر حسن آرا کو
سنگھائے۔ مگر چین نہ آیا۔ پاؤن بالکل سرد تھے پیشانی گرم
دماغ کیطرف انجرے جانے لگے تو ہذیان بکنا شروع کیا۔ اُف
وہ جاتا ہے۔ وہ جاتا ہے۔ بہار النسا بہن تم تو سوئی چبھوئے دیتی
ہو۔ بڑی بیگم حسرت سے منہ تکتی تھین انگوشک کی جگہ یقین
کامل ہو گیا کہ جن کا سایہ ہے۔ محمدی خانم نے چپکے سے کہا کہ
بیگم صاحب ایک بات یاد رکھیے گا۔ تین دن تک حکیم وکیم کا
علاج نہو۔ حکیم نے علاج مین ہاتھ ڈالا اور نصیب اعدا بس

کچھ کہنے کی بات نہین ہے جو مین کہون وہ کیجیے۔ اللہ چاہے
کل تک آرام ہو جائے۔ بہار النسا نے بھی اس لے سے
اتفاق کر لیا۔ مگر سپہر آرا اور روح افزا دونون کو محمدی خانم
کی تقریر بُری معلوم ہوئی حسن آرا نے درد اور بےچینی کے
سبب سے یہ تقریر نہین سُنی تھی ورنہ نہایت ہی ملول ہو جاتین۔
روح۔ اما جان یہ بات تو اچھی نہین۔
ب۔ آجکل کے زمانے کی لڑکیان بڑے بوڑھونکو بھی سبق دیتی ہین
سپہر۔ پھر اما جان ہم بھلا کیسے چُپ رہین۔
روح۔ دیکھو تو سہی بھلا۔
ب۔ اچھا خورشید دولھا کو آنے دو۔ اگر وہ منظور کر لین تو
مانو گی یا تب بھی نہ مانو گی۔
بہار۔ وہ بھی انھین کی سی کہینگے۔ وہ تو کہتے ہین بھوت
پریت سب ڈھکوسلا ہے۔
م۔ جن کا ہونا تو قرآن کی رو سے ثابت ہے۔
سپہر۔ ہان! بھلا یہ بھی ثابت ہے کہ جو کوئی عطر ملکے کوٹھے پر
جائے تو جن اُسکے سر پر سوار ہو جائے۔
ب۔ ای محمدی خانم تم اُنسے بحث نہ کرو۔
حسن۔ دولھا بھائی آئے۔ بھئی اللہ اُف ذری سا پانی
پی لون امی جان۔
ب۔ ہان تازہ پانی ایک دو گھونٹ پی لو۔
بہار۔ بلکہ کلی کر کے پھینکدو بہن۔ ذری زبان اور لب
تر کر لو۔ پیو نہین۔
حسن۔ ای ہے۔ مین تو جھنکی جاتی ہون۔
اتنے مین مغلانی نے آنکر کہا حضور حکیم صاحب آ گئے پردہ ہو جائے
تو آئین۔ بڑی بیگم کو تو محمدی خانم پٹی پڑھا چکی تھین کہ خبردار

حکیم کا علاج تین دن تک نہ کرنا اُنھون نے چُپکے سے مغلانی کو ایک کونے مین بلایا اور کہا ذری خورشید دولھا کو بلا لاؤ مغلانی نے جاکر کہا کہ نواب صاحب چلیے بیگم صاحب کو حضور سے کچھ کہنا ہی۔ نواب صاحب اندر تشریف لائے تو بڑی بیگم نے آہستہ آہستہ یون گفتگو کی۔

ب۔ محمدی خانم کہتی ہین کہ تین دن تک علاج نہ ہونا چاہیئے جن کا سایہ ہی۔

ن۔ محمدی خانم کون؟

ب۔ ہین ایک اُدھر مکان ہی۔ وہ ان باتون کو خوب جانتی ہین۔

ن۔ اجی کچھ خیر ہی۔ آپ ذرا پردے مین بیٹھین اب آئی دور سے جائے حکیم صاحب کو لایا ہون۔ نبض تو دکھنے دیجیے

روح۔ یہان پردہ ہی آپ بُلا لیجیے۔

حکیم صاحب تشریف لائے۔ میانہ قامت۔ گول بدن بیالیس چوالیس برس کا سن۔ سفید ڈھیلے پانچون کا پائجامہ چکن کا کرتہ۔ شربتی کا انگرکھا۔ چوگوشیہ ٹوپی سر پر عقیق کا کنٹھا ہاتھ مین۔ کپڑے صاف ستھرے۔ آنکر کرسی پر متمکن ہوے۔

ن۔ دو بجے کھٹی ڈکارین آئین۔ اور چار بجے سے بخار ہی اور بے چینی۔

ن۔ (پردے کے پاس سے) نبض دکھاؤ۔

ح۔ (نبض دیکھ کر) شب کو کوئی ثقیل چیز تو نہین کھائی تھی۔

حسن۔ (بہت آہستہ سے) نہین۔ معمولی غذا تھی۔

ح۔ حرارت شبینہ جو باعث تحریک ہوئی سبب حدوث ان شکایات کا ہی جو آپ نے فرمائین۔ ہنوز کوئی مرض ان اسباب سے پیدا نہین ہوا۔ تغیر اوقات سے اختلاف واقع ہو گیا ہی۔

حسن۔ پیاس کے مارے کلیجہ مُنھ کو آتا ہی۔

ح۔ آلو کا پانی استعمال مین لائیے۔ شیخ الرئیس نے جناب نواب صاحب ساٹھ فائدے آلو بخارا کے لکھے ہین اکسیر ہی اکسیر ڈاکٹرون کے ہان یہ مسکن ادویہ نہین ہین وہ سوا کنین کے اور کچھ نہین جانتے۔

ن۔ مگر کنین ہی تو مفید۔

ح۔ لاریب۔ مگر ہر قسم کے بخار کو فائدہ نہ بخشیگی۔

ن۔ بے چین بہت ہین۔

ح۔ ضیافت طبع اور سکون باعث رفع خفقان و وحشت دل و حرارت دماغ ہوگا۔

حسن۔ (چپکے سے) دولھا بھائی نسخہ جلد لکھوا لیجیے۔

ح۔ بس آب آلو نے بخارا اور عرق کیوڑا استعمال مین لائیے

ن۔ بہت خوب۔

ح۔ بس عرق کیوڑا اور آب آلو کہ بہت بڑا مفرح اور مسکن ہی نوش فرمادین۔ غذا مین تقلیل کیجیے۔ اور اسباب راحت مین زیادتی۔ فوراً حرارت دماغ کم ہو جائیگی اور وحشت دل بھی دور ہو گی چونکہ ڈکار کھٹی آ چکی ہی لہذا بقول معروف اطبا صوم و نوم دونون ازالۂ مرض کے لیئے کافی ہین۔ مگر صاحبزادی کی تشفی کے لیئے احتیاطاً نسخہ بتا دیا۔ واسطے انشراح طبیعت کے اس امر پر توجہ ہونی چاہیئے کہ جس حیلہ سے طبیعت بیدار ہو اور طبیعت مرض سے غافل ہو جائے۔ شیخ الرئیس نے آداب خلوت لطیف مزاجان خصوصاً نسوان کیواسطے راحت اور سکون کو بھی ادویہ کہا ہی

ب۔ خورشید دولہا پوچھو کہ پانی دیا جائے۔ پیاس کی بڑی شدت ہی۔

مغلانی۔ (حکیم صاحب سے) حضور اسقدر کی پیاس ہی کہ پانی پیا اور بس ہونٹھ سوکھ گئے۔

ح۔ آب آلو دیجیے۔ از بس نافع۔

مغ۔ کل صاحبزادی نے امرود کھائے تھے۔

ح۔ آج کل فصل خراب ہی۔ امرود وغیرہ سے احتیاط کامل لازم ہی۔ ہرگز گھر مین امرود نہ آنے پائین۔ اِس کا خیال رہے۔ ایسا نہ ہو گھر مین اور بچے بھی امرود و مرود کھائین السعید من وعظ بغیرہ۔ پان الائچی نوش جان فرما کر حکیم صاحب تو رخصت ہوئے۔

نوابصاحب نے پانچ روپیہ نذر کیے۔

حسن۔ پھر آب آلو پلوا سیکے۔

ب۔ پھر اب کیا کہتے ہو خورشید دولہا۔ جو تمھاری اور تمھارے ساتھیون کی راے مین آوے وہ کام کرو۔

ن۔ نہین مقدم تو آپ کی راے ہی۔ آپ بزرگ ہین مگر میری طبیعت گوارا نہین کرتی کہ تین دن تک تبرید کے عوض جھاڑ پھونک ہی کے پھیر مین رہین۔ آیندہ جو آپ مناسب سمجھیے وہ اولیٰ ہی۔

م۔ آب آلو اور کیوڑا دینے مین کیا قباحت ہی۔

ب۔ پلائین پھر۔

م۔ ہان ہان شوق سے۔

تھوری دیر بعد آب آلو اور عرق کیوڑا حسن آرا بیگم کو پلایا گیا اور دس منٹ کے بعد پھر دیا گیا۔ تو تھوڑی دیر مین ذرا تسکین ہوئی بڑی بیگم سے کہا۔ امی جان دیکھیے پہلے ہی قلب کو سکون ہوا۔ آپ جو سایے اور حاضرات اور گنڈے تعویذ ہی کی فکر مین رہتین تو مین ادھ مری ہو جاتی۔ سر کے درد کی دوا حکیم صاحب نے کچھ نہ دی۔ اتنی دیر بیٹھے رہے تمام جہان بھر کا حال کہہ سنایا۔ مگر درد سر کی دوا نہ بتائی۔ حکیم تو حاذق ہین مگر بکتے بہت ہین۔ نوابصاحب نے مسکرا کر کہا کہ حکیم کے حکیم اور مصاحب کے مصاحب لیکن بلا کا مقرر آدمی ہی زبان رکتی ہی نہین۔ تڑ تڑ۔ تڑ تڑ۔ اور لطف یہ کہ ایک لفظ بھی بے مطلب منھ سے نہین نکلتا۔ ایسی مسلسل تقریر ہی کہ صل علیٰ۔ اِنکے والد بزرگوار بھی بڑے نامی گرامی حکیم تھے۔

حسن۔ ہان فال مین کون شعر نکلا تھا۔

ن۔ (ہنسکر) مضمون خیز شعر ہی۔ ؎

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد
زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد

حسن۔ (مسکرا کر) اما جان کے تو ہوش اڑ گئے کہ اتنی بڑی لڑکی گئی ہاتھ سے۔

بہار۔ اللہ نہ کرے۔ کیا واہیات باتین زبان سے نکالتی ہو

حسن۔ (ہنس کر) بہار النسا بہن وہ دیکھو جوڑ اکھلا جاتا ہی۔

بہار۔ (تنک کر) خیر آپ کی بلا سے۔ ہم اپنے سمجھ لینگے سوا وہی چھیڑ خانی کے۔

ب۔ محمدی خانم۔ تم کل آنا اب گھر آنا ضرور۔

حسن۔ (مسکرا کر) ضرور ضرور جن کا سایہ ہی جن کا۔

م۔ اے بوی مین نے پچاسون باری کہا کہ جھٹپٹے مین دونون وقت ملتے کوٹھے پر نہ جائیے۔

سپہر۔ بی مغلانی تم پر بھی کبھی کوئی جن عاشق ہوا ہی۔

م۔ ای اب ہم پر کوئی موا کیا عاشق ہوگا۔ چونڈا سفید ہو گیا۔ سر ہلنے لگا۔ گالون پر جھریان پڑ گئین۔ تمہ پوپلا ہو گیا۔

ب۔ جب ہماری طرح بوڑھی ہوگی تب قدر عافیت معلوم ہو جائیگی مین سنے ہزارون منتین مان کے پالا۔ گرمی سردی ایک کو دھیان مین نہ لائی اب یہ ہمکو چٹکیون پر اُڑاتی ہین

م۔ ہم حسن ارا بیگم کو کچھ باتین بتائین گے۔

حسن۔ دور ہی سے سلام ہی۔ ایسی ایسی باتین ہمارے ناخونون مین ہین۔ اُف پھر جی نڈھال ہی۔

سپہر۔ آلو کا پانی لاؤن باجی جان۔

روح۔ ہان ہان لاؤ اسمین پوچھتی کیا ہو۔ آلو اور کیوڑا تو کوئی گھڑے مین ون بھر سپئیے جاؤن۔

بہار۔ مین اُٹھا لاتی ہون۔

سپہر۔ جلد لائیے۔ مگر آپکی تو نستعلیق چال ہی۔

بہار۔ اب ہم تمہاری سی پھرتی کہان سے لائین۔

حسن۔ آج تو بخار نے ہلکان ہی کر دیا۔

ب۔ ایک ہی پہر مین دیکھو کیا حال ہو گیا۔ چہرہ زرد ہو گیا۔

اِتنی ہی دیر مین حسن آرا پھر بیچین ہوئین اور مارے درد سر کے تڑپنے لگین۔ نوابصاحب کو اطلاع دی گئی۔ محمدی خانم بیگم پردے مین بیٹھین اور نوابصاحب تشریف لائے حسن آرا نے کہا دولہا بھائی۔ مین تو ہلکان ہو گئی اب اسوقت سر کا درد مارے ڈالتا ہی۔ حکیم صاحب کو لکھ بھیجو کہ شام کو ضرور آئین۔ بس ایسا کہ کوئی پانچ اور چھ کے عمل مین آئین۔

ن۔ درد سر کا جو علاج ڈاکٹرون کے پاس ہی حکیم بیچارے کیا جانین مین اسپتال سے ایک شیشی ابھی منگوا تا ہون دیکھو چٹکیون مین درد سر جاتا رہے۔ بات کرتے خدا کی قسم۔ نوابصاحب نے اسسٹنٹ سرجن کے پاس چٹھی بھیجی۔ اور آدھ گھنٹے مین شیشی آئی۔

ن۔ (شیشی دیکر) لو بہت دیر تک نہ سونگھنا سونگھو اور بند کر دو۔ پھر دس منٹ بعد سونگھو اور ہٹا دو۔ پھر چار پانچ منٹ بعد سونگھو اور ہٹا لو۔ دیکھو دم کے دم مین درد سر کافور ہو جاتا ہی کہ نہین۔

حسن آرا نے شیشی کی دوا سونگھی تو کوئی بیس منٹ مین کہا کہ اب درد بہت کم ہو گیا۔

روح۔ یہ لٹکے ڈاکٹرون ہی کے ہین۔ حکیم کیا جانین بچارے۔

ب۔ جب ڈاکٹر نہین تھے تب تو کوئی بیمار ہو کے بچتا ہی نہ تھا۔

حسن۔ اس سے کیا مطلب۔ یون تو گانون مین برسون حکیم کا گذر ہی نہین ہوتا۔ پھر کیا وہ لوگ بیمار ہوتے ہی مر جاتے ہین۔ ایسا ہوتا تو کوئی گنوار نظر ہی نہ آتا۔

ب۔ چلو اچھا ڈاکٹر ہی اچھے سہی۔

بہار۔ پھوڑے پھنسی کے علاج مین تو ڈاکٹر بہت اچھے ہین مگر اور باتون مین کچے۔

روح۔ بجا۔ آپ سب باتین جانتی ہین۔

سپہر۔ کیون دولہا بھائی جو حکیم بیمار ہو اور ڈاکٹر کے پاس جائے اور ڈاکٹر علیل ہو کے حکیم سے نسخہ لائے تو آپس مین روپیہ لین یا نہ لین۔

ن۔ کہین ٹھٹھیرے ٹھٹھیرے بھی بدلائی ہوتی ہی۔

شام کے وقت باغ سے باغبان ہٹا دیے گئے اور پردہ ہو گیا۔ حسن آرا نے مسہری پر وہین آرام کیا۔ سپہر افزا اور بہار النسا اور سپہر آرا اور بڑی بیگم صاحب اور نواب صاحب کرسیون پر متمکن ہوئے۔

حسن۔ کیا فرحت ہی اسوقت ہوا مین ٹھنڈی ٹھنڈی آ رہی ہین۔ اور پھولون کی بھینی بھینی مہک مشام روح کو مست کرتی ہی۔

روح۔ یہ خوشبو روح افزا ہی۔

حسن۔ (مسکرا کر) اخاہ۔ اب تو تمہاری بہن بڑی باتونی ہو گئی ہین۔

بڑی بیگم صاحب جریب ٹیک کر باغ کی سیر کرنے لگین۔ مغلانیان اصیلین ادب کے ساتھ ہمراہ۔ حضور یہ کیاری خوب سینچی گئی ہی۔ دیکھیے یہ درخت میوے سے کیسا لدا ہی۔ اری بیگم صاحب اس چھوئی موئی کو بھی اللہ نے کیا بنایا ہی۔ اوہ اوہ! اری واہ۔ ذری چھو لو بس اینٹھ گئین۔

اتنے مین ایک روش کے قریب سانپ نکلا۔ مغلانیان اصیلین بھاگین۔ نواب صاحب دوڑ پڑے۔ اور لکڑی لیکر سانپ کو مار ڈالا۔

ب۔ یہ سانپ نہین تھا۔ یہ بلیات مین سے ہی۔ بلا اکثر چھپکلی یا کتے کی صورت مین رہتی ہی۔ بلیان اکثر انسان کو دق کرتی ہین۔ ایک آدمی کے سرھانے ہر روز دو بلیان لڑا کرتی تھین وہ بیچارہ کچھ سمجھا نہین مہینون برابر روز رات کو بلیان اسکے سوتے وقت چارپائی کے پاس لڑتی رہین جب اسکی آنکھ کھلتی تھی تو وہ بلیان بھاگ جاتی تھین ایک دن آدھی رات کے وقت اسنے کیا دیکھا کہ چار بلیان اسکی چارپائی سے کوئی تین گز اونچی ہوا پر لڑ رہی ہین بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہی۔ ایسا سہما ایسا سہما کہ آنکھین بند کر کے چپ چاپ پڑا رہا۔ رات کو خواب دیکھا کہ ہزارون بلیان آئین۔ ڈر کے مارے غل مچایا تو آنکھ کھل گئی۔ فجر کو اُسنے لوگون سے کہا کہ رات کو یہ کیفیت ہوئی۔ ایک آدمی نے کہا کہ آج رات کو یہ طباق اپنے سرھانے پر رکھ دینا اُس دن سے بلی دلی ایک بھی نظر نہ آئی۔ تم ابھی لڑکی ہو۔ یہ باتین بھلا کیا جانو۔

رات کو ممدی خانم آئین اور چپکے چپکے بڑی بیگم سے کچھ باتین کر کے کہا کہ بس اب بلائیے۔ بڑی بیگم نے بہار النسا کو آواز دی۔ بہار النسا نے حسن آرا سے کہا کہ وہ اِسوقت حاضرات کرینگی۔ تم ان باتون کو مانو یا نہ مانو مگر اماجان کا حکم تو نہ ٹالو۔ کہنا ماننے مین تمہارا کیا ہرج ہی۔ اِسمین حسن آرا نے کہا چاہے جو ہو ہم تو نہ مانینگے۔ بہار النسا تنک مزاج تو تھی ہین تنک کر چلی گئین سپہر افزا اور سپہر آرا نے منت و خوشامد سے بہت سمجھایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ تم اپنی چپ بیٹھی رہنا چلو چھٹی ہوئی۔

روح۔ وہ لا بھائی۔ ممدی خانم گھر مین آئی ہین اماجان نے باجی کی زبانی کہلا بھیجا کہ حاضرات کرینگی۔ حسن آرا کو بھیجو اور یہ کہتی ہین ہم نہ جائینگے۔ آپ سمجھائیے انھین۔

اتنے مین بہار النسا بیگم چھم چھم کرتی ہوئی پھر آئین اور بڑی تیکھی ادا سے پوچھا کہ آخرش اسمین فائدہ کیا سوچی ہو کہ ایک بڑی بوڑھی کو آٹھ آٹھ آنسو رلاؤ۔ اور نہ چلو تو اچھا پھر ممدی خانم سے کہ دین کہ اپنے گھر کی راہ لین۔ بس جب اس قدر کی خود رائی مزاج مین سمائی تو پھر کہنا اور سننا کیا جو جی چاہے وہ کرو۔ نواب صاحب نے مسکرا کر کہا افسوس

ان بہنوں میں ایک ہی بے شعور رہیں۔ بہار النسا بہت تیکھی ہو گئیں۔ چلیے آپ کی بلا سے۔ ہم بے شعور رہی سہی۔ پھر کسی کو کیا۔ چاہیے تھا کہ اسوقت حسن آرا کو سمجھاتے وہ سمجھا تو رہا چھپر پر اور پٹی پڑھاتے ہیں۔ کہ نہ جانا۔ خیر نہ چلیں۔

حسن۔ اچھا چلو صاحب چلیں۔

محمدی خانم نے کہا کہ حسن آرا بیگم ذری غسل کر ڈالیے صاف پاک ہو کر آئیے۔ حسن آرا سوچی کہ ابھی شام تک تو بخار میں پھنک رہی تھی اس وقت نہاؤں تو چار دن تک چارپائی سے اٹھنا دوبھر ہو جائے۔ روح افزا نے حسن آرا سے کہا کہ بہن واسطے خدا کے کہیں نہانا وانا نہیں۔ یہ تو دیوانی ہو گئی ہیں۔ تم انکے کہنے میں نہ جانا۔ سپہر آرا اور روح افزا اور حسن آرا نے باہم صلاح کی کہ نہائیں وہائیں نہیں اور آن کر کہہ دیں کہ نہا چکے سفید کپڑے بدل کر حسن آرا اپنی بہنوں کے ساتھ آئیں۔ محمدی خانم نے انکو ٹکٹکی کے سامنے بٹھایا۔ سوہے کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں۔ سر تا سر سرخ مہین لباس اور اسپر عطر سہاگ کی بو باس گلے میں بیلے کا طوق۔ ہاتھوں میں بیلے کے گجرے ڈنڈوں پر بھج بند۔ کانوں میں پھولوں کی بجلیاں اور حلقے۔ سر پر بہت گھنا چھپکا۔ چادر پھول والے کے ہاتھ کا بنا ہوا۔ اور چھپکے کے سامنے موگرے کی جھالر۔ زیب سر۔ طرہ۔ اسپر یہ کہ جوہی کا طرہ شانے پر بصد شان لٹکایا تھا اور گلے میں ہار اور بدھیاں کھلے ہوئے بال کمر کے نیچے تلک رہے تھے۔ اس ٹھاٹھ سے حسن آرا بیگم آئیں۔ اس گلبدن نے جو پھولوں کا گہنا پہنا تو کھل گئی۔ از راہ مذاق ہنستے ہنستے کہا کہ میرے دونوں شانے بھاری معلوم ہوتے ہیں یہ کہکر عمداً ایکبار انگڑائی لی۔ روح افزا یہ کیفیت دیکھکر ہنس پڑی۔

بہار۔ دکھانا۔

حسن آرا نے سر نیچا کر کے ذرا دو منٹ تک سکوت کیا محمدی خانم آنکر بیٹھیں۔ ایک ٹوکری میں مٹھائی رکھی گئی پنچ میل کوری رکابی میں اکیس پان وساوری۔ تاکید کر دی تھی کہ تنبولی نے قینچی نہ لگائی ہو۔ پانوں پر چنبیلی کے پھول رکھے تھے اور پھولوں پر دو سینکیں عطر کی۔ محمدی خانم نے چھوئی مٹی سے زمین کو لیپا تھا اسپر لوبان جلایا۔ ایکطرف عطر سہاگ کی شیشی اور دوسری جانب حنا کے تیل کی کپی صفائی کے ساتھ نپی سے منڈھی ہوئی۔ گوٹے سے منہ بندھا اور پھندنا سرخ لٹکا ہوا تھا۔ ایک سمت کلاوں کی لچھی دو کوری کلھیاں اسپر دو کورے سکورے رکھے ہوئے۔ حسن آرا بیگم کہاروں کی لنگی پر بٹھائی گئیں۔ محمدی خانم نے ماش ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھنا شروع کیا۔ اور ایک دفعہ ہی منہ کے قریب لیجا کر اور دم کر کے سر پر کھینچکر مارے اور کہا کہ (حاضر شو بر سر این حسن آرا ہر کہ سحر باشد ہر کہ جادو باشد پری باشد ہر کہ سایہ باشد بر سر این حاضر شود و جواب گوید) حسن آرا کو بے اختیار ہنسی آئی۔

حسن۔ چہ خوش چرا نباشد۔

روح۔ جواب گوید۔ جواب گوید۔

تھوڑی دیر میں حسن آرا نے گردن ہلا کر محمدی خانم کو ایک ٹکر دی محمدی خانم چیخ کر بھاگیں اور ادھر روح افزا اور بہار النسا نے ہنسی ضبط کیا

م۔ دیکھا ہم تو کہتے تھے۔ وہی ہوا نہ آخر۔

حسن۔ (مسکرا کر) حاضر شود۔ حاضر شود۔

روح۔ (قہقہہ لگا کر) ہر کہ باشد۔ ہر کہ باشد۔

حسن۔ (ہنسکر) سایہ باشد یا پری باشد۔ اُف بہن مارے ہنسی کے بُرا حال ہی۔

ن۔ (زینے کے پاس سے) کہو کیا حال ہی۔

روح۔ اچھا حال ہی۔ حاضر شو و جواب گوید آف خوب (خوب زور سے قہقہہ لگاکر) آ گئے۔ اور آتے ہی ایک ایسی ٹکر دی کہ محمدی خانم بیس قدم کے فاصلے پر جا گرین۔ اب سامنے آتے ڈرتی ہین۔

روح افزا اور بہار النسا اور سپہر آرا خوب کھلکھلا کر ہنس پڑین بڑی بیگم بھی مُسکرا دین مگر ہان محمدی خانم البتہ دل ہی دل مین حسن آرا کو بُرا بھلا کہہ رہی تھین جس وقت حسن آرا نے ٹکر دی تھی گو چوٹ تو بہت آئی تھی مگر محمدی خانم کھل گئی تھین کہ مار لیا ہی۔ لیکن قہقہہ پڑتے ہی دھک سے رہ گئین۔ ارے یہ تو ان لڑکیون نے ملکے بناؤ الا ہم کیا سمجھے اور ہوا کیا۔

روح۔ حاضر شو د حاضر شود۔

حسن۔ ہر کہ باشد۔

سپہر۔ دیو باشد یا پری باشد یا۔ کیا باجی؟

حسن۔ سایہ باشد یا پریت باشد۔

محمدی خانم نے کہا کہ اچھا اب ہم اور تدبیر کرینگے۔ یہ کہکر پندرہ کا نقش ایک کاغذ پر لکھا۔

	پندرہ کا نقش	
۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

ب۔ یہ پندرہ کا نقش ہی۔ پندرہ کا نقش تو نہین ہی۔

م۔ (چین بہ جبین ہوکر) خیر نہ سہی۔ گن لیجیے۔

ب۔ آٹھ اور ایک نو اور چھ پندرہ۔

تین اور پانچ آٹھ اور سات پندرہ
چار اور نو تیرہ اور دو پندرہ
آٹھ اور تین گیارہ اور چار پندرہ
ایک اور پانچ چھ اور نو پندرہ
چھ اور سات تیرہ اور دو پندرہ
پانچ اور دو سات اور آٹھ پندرہ
چار اور پانچ نو اور چھ پندرہ

م۔ ہی۔

ب۔ بیشک ہی گن لیا۔

م۔ (جھلاکر) نہین پھر گن لیجیے۔

ب۔ کیا خبط ہی مجھے۔

اِدھر بڑی بیگم اور محمدی خانم مین جو یہ باتین ہوئین اور ذرا دیر لگی تو روح افزا اور سپہر آرا نے حسن آرا بیگم کو پٹی پڑھا دی کہ ایکی تھوڑی دیر جھوم جھام کر پھر ایکدفعہ محمدی خانم کو ایسی ٹکر دو کہ ذرا کچھ دن سیکین۔ یہ نقش حسن آرا کو دیا گیا محمدی خانم نے کہا اِسکے سوراخ مین سے چراغ کو دیکھو۔ دیکھتے ہی حسن آرا جھومنے لگی۔ محمدی خانم نے پوچھا تم کون ہو۔

حسن۔ (جھومتی ہوئی) تم خود کون ہو۔ عورت ذات اور حاضرات۔

م۔ اِنکو آپ کیون ستاتے ہین۔

حسن۔ ہم اِنپر عاشق ہین۔

م۔ اِنکو چھوڑ دیجیے۔

حسن۔ (خوب جھوم کر) کبھی نہ چھوڑینگے۔ ہرگز نہ چھوڑینگے۔

م۔ اِنسے کیا خطا ہوئی۔

حسن۔ یہ حسین ہین۔ جوان ہین۔ پریچہرہ ہین۔ رنگین ہین۔

یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہوے حسن آرا لجاتی تھی اور محمدی خانم جامے مین پھولے نہین سماتی تھی۔

م۔ اِنکو آپ نے کہان دیکھا۔

حسن۔ دونون وقت ملتے ہماری سواری نکلی تو ہمنے دیکھا کہ ایک ماہرو کمسن عورت لب بام نکھر کر کھڑی ہے عطر کی خوشبو سے ہم مست ہو گئے۔

م۔ لاؤ فلیتہ۔

ب۔ فلیتہ لاؤ۔

بہار۔ ای مغلانی وہ فلیتہ اُٹھا دو۔

حسن۔ (کھلکھلا کر) امی جان بندگی۔ یہ فلیتہ کیا ہوگا۔

روح۔ خانم صاحب سلام۔

سپہر۔ جلوبس حاضرات واضرات سے فراغت پائی۔

محمدی خانم سخت خفیف ہوئین۔ اور جھلا کر بولین کہ اک ذری اور تامل کیجیے۔ بڑی بیگم لڑکیون پر بہت خفا ہوئین واہ ہر بات مین خود رائی اچھی نہین ہوتی کوئی اپنے گھر آئے تو اُسکی خاطر کرنا چاہیے یا ہنسنا چاہیے اُسکو ہمین یہ بیہودگی ایک آنکھ نہین بھاتی۔ حسن آرا اور روح افزا خاموش ہو رہین۔ مگر سپہر آرا نے شیرین ادائی کے ساتھ کہا کہ امان جان آپکا حکم تو باجی جان بجا لائین مگر ہمین ہنسی آئیگی تو ہم ضرور ضرور ہنسینگے۔ بی مغلانی بولین۔ ای تم جم جم ہنسو۔ ہنسی کو کون منع کرتا ہے ہنستے ہی ہنستے گھر بستے ہین مگر کہنا ایک دفعہ اور مان لو۔

محمدی خانم نے بڑی بیگم کی اتنی شہ پائی تو ایک تختی دیوار مین لگائی اور خود اُسکے پاس جا کر مؤدب بیٹھین۔ اور حسن آرا سے کہا کہ اِس تختی کو جو دیوار مین لگی ہے دیکھتی جاؤ حسن آرا نے بڑی بیگم کے تیور جو بیڈھب دیکھے تو ناچار تختی کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد محمدی خانم سے کہا۔ اخاہ۔ یہان تو ایک میدان نظر آتا ہے۔

روح۔ دیکھون۔ افوہ۔ لق و دق میدان ہے مینے بھی دیکھا

حسن۔ ہمین تو کاندو کا نالہ نظر آتا ہے۔

بہار النسا سمجھ گئی کہ یہ تینون بہنین بناتی ہین۔ محمدی خانم نے کہا وہ دیکھو وہ خاکروب آیا۔

سپہر۔ ہان ہان مگر کانا ہے۔

اِسپر ایک فرمایشی قہقہہ پڑا اور محمدی خانم کٹ کٹ گئین

روح۔ موا خاکروب تو ہیرو بھنگی کا چچا معلوم ہوتا ہے

م۔ اب سقہ آیا۔

روح۔ ہان مجھ پر بھی ایک چھینٹ پڑ گئی۔

نواب آڑ مین کھڑے ہو کر سارا تماشا دیکھتے جاتے تھے اور دل ہی دل مین ہنستے تھے کہ بڑی بیگم بھی ماشاءاللہ کیسی خوش اعتقاد ہین۔

سپہر۔ ای مغلانی ذری اِس سقے سے تازہ تازہ پانی تو لے لینا۔

ب۔ تم اِنکو لکھنے دو محمدی خانم۔

م - نواب فرش بچھنے لگا۔

سپہر - اہو ہو - کیا کیا غالیچے ہین - ایک سے ایک بڑھکر -

حسن - ای واہ چاندنی مین تو شکن رہی جاتی ہی -

روح - مسند تکیہ بھی ہی -

م - سواری آئی سواری آئی - وہ سوار آئے -

حسن - اب سوار پھر آئے -

روح - تانتا لگا ہوا ہی -

حسن - امان جان اب ہم جاتے ہین -

ب - نہین بابا - ذرا سی دیر کے لیئے کام ادھورا چھوڑنا کیا معنی -

حسن - ای پرائے مردون کے سامنے اسطرح ہم سے نہ بیٹھا جائیگا کہتی جاتی ہون کہ خاکروب آیا - مواہشتا آیا سوار آئے - پیادے آئے اب ہم کس کس کو منہ دکھائین اِسپر بہارالنسا تک کو ہنسی آئی - اور دیر تک قہقہہ لگا محمدی خانم تو آٹھ کے چلدین مگر یہان بارہ بجے رات تک حاضرات ہی کی باتین ہوتی رہین - خوب قہقہے پڑے حسن آرا اور روح افزا اور سپہر آرا اور نواب صاحب ایک طرف تھے - اور بڑی بیگم اور بہارالنسا اِنکی راے کے خلاف حسن آرا نے کہا امان جان خاتون جنت کی قسم جو ہمین ذرا بھی کچھ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی سر پر آیا ہی - اور پھولون کا گہنا پہنکر جو ہم نے کہا کہ شانے بھاری معلوم ہوتے ہین وہ تو فقط محمدی خانم کے چھیڑنے کو تھا - روح افزا تنک کر بولی اس جھوٹ پر پٹکی پڑ جاے بہن - کبھی کہتی تھی میدان نظر آتا ہی - کبھی کہا سوار آیا - تو یہ - سنتے سنتے کان تھک گئے بھلا کوئی بات بھی ہی - اِسطرح تو جسکا جی چاہے بیٹھ جائے اور بھان متی کیطرح ہتھ پھیر کرنے لگے - ہم سے کہو ہم بھی کہنے لگین کہ وہ میدان ہی - وہ چٹیل میدان نظر آیا وہ سقہ آیا - وہ فرش فروش بچھا - ای ہان اسمین کونسا پہاڑ اُٹھانا ہی - یہ امان جان کو یقین کیونکر آگیا بڑی بیگم نے کہا تم ابھی یہ باتین جانو کیا - جمعہ جمعہ آٹھ دن کی تو پیدائش تم کو لڑکپن کے سبب سے یہ باتین بھلا کیا سمجھ مین آئین - بہارالنسا تم سے نام خدا کچھ دن بڑی ہین - برس دو برس وہ سمجھتی ہین - جب تم بھی تمیز دار ہوگی تو سمجھوگی پھر نواب صاحب نے سپہر آرا کے کان مین چپکے سے کہا کہ تم اپنی امان جان سے پوچھو کہ آپ نے بھی میدان دیکھا لق و دق سپہر آرا تو اور سب بہنون کی نسبت بڑی بیگم کی خدمت مین زیادہ گستاخ تھین بھولے پن کے ساتھ پوچھا کہ کیون اماں جان سچ بتلایئے آپ نے بھی میدان دیکھا تھا - بیگم مُسکرائین بیٹا ہر کوئی تھوڑا ہی وہ میدان دیکھ سکتا ہی - وہ تو جو کوئی عامل ہو جو کوئی حاضرات کرے اُس کو نظر آئے تم اور روح افزا جو بڑھ بڑھ کر باتین بناتی تھین ایک بولی ہان ہان ہم نے بھی میدان دیکھا - دوسری نے کہا اُف اللہ کیا چٹیل میدان ہی - تیسری نے حامی بھری ہان وہ سقہ آیا ہی - مین سب سمجھتی جاتی تھی کہ تم محمدی خانم کو بنا رہی ہو - تینون بہنین ایک ہو رہی ہو - مگر یہ سایہ دایہ نہ تھا پہلے تو مجھے دھوکا ہوگیا مگر پھر جو دیکھا تو واہیات سے بھی واہیات پایا - ای ہی جو سایے کا پھیر ہوتا اللہ نہ کرے تو ابتک بھی رہتین اور تمہارے ساتھ قہقہے لگاتین - واہ

ابتک تو مارے ہلکان ہو گئی ہوتین۔ شعلے کی طرح بدن
تھر تھر کانپنے لگتا ہو سارے جسم مین تھر تھری ہوتی ہو اور
رنگ فق ہو جاتا ہو اللہ بچائے مگر حسن آرا دیکھو گبھرا یا
کے لئے آج سے دونون وقت ملتے ہرگز ہرگز کوٹھے پر جانے
کا قصد نکرنا۔ خبردار۔ خبردار۔ بہار النسا بیگم بولین ای ماں جان
جھٹپٹے وقت تو اللہ جانتا ہو ہم بھی سیکڑون بار مہتابی پر جاکر
کھڑے ہوے اور عطر مین بسے ہوے کچھ بھی نہ ہوا۔ بڑی بیگم
نے اسکا جواب سوچ سمجھ کر یون دیا۔ بیٹی کیا کچھ ضرور ہو کہ
ہر وقت انکی سواری ہی نکلے۔ وہ تو ہوا ہین۔ جسوقت ادھر
نکل آسئے سیر کر لی۔ شام کے وقت کوٹھے پر جانا اور نہا دھو کے
جانا بُرا ہی۔ اور جو پھولون کے ہار ہون اور عطر کی لپٹین
آتی ہون تو جاسے جس دن کسی پر آ رہا لا بخار تو ضرور ہی
آجائیگا آخر ہنسنے کیا دھوپ مین چونڈا سفید کیا ہو۔

روح۔ حسن آرا بیگم اب کیسی ہو۔

حسن۔ اب تو آرام ہو اللہ کے فضل سے۔ مگر اسوقت
محمدی خانم سے بکنا بہت پڑا۔

بہار۔ نہین عقیدہ نہین ہوا پہلے وہ سمجھی تھین کہ سچ مچ سایہ ایک
ہو۔ اب کہتی ہین کہ سایہ وایہ نہین بیماری تھی۔

روح۔ اچھا اتنا تو معلوم ہو گیا کہ محمدی خانم جھوٹ موٹ
بکتے دیتی تھین۔

بہار۔ اب تم سمجھتی ہو کہ بس ایک تم اور دوسری حسن آرا
دو ہی کو اللہ نے عقل دی ہو۔ بس اب اان جان ایسی کوئی بچہ ہین
دودھ پیتی ہین کہ اتنا بھی نہ سمجھ سکین۔

حسن۔ دولھا بھائی نے تمھین کچھ بھی نہ سکھایا ہن۔
ہمین تو اِس بات کا افسوس ہو۔

بہار۔ چلو خیر ہم نادان ہی سہی۔

سپہر۔ نہین نادان نہین۔ مگر سست اعتقاد تو ضرور ہین آپ۔

روح افزا اور سپہر آرا مین بڑی دیر تک ہنسی مذاق کی باتین
رہین ایک نے کہا باجی وہ سقہ آیا۔ دوسری بولی بہار النسا بہن
ذری آنچل سے مُنہ ڈھانپ لو شاہ جن کی سواری آتی ہو۔ ای لو
وہ دیکھو دروازہ اپنے آپ ہی بند ہو گیا۔ بھئی ہمسے آج پلنگ پر
یون نہ سویا جائیگا رات کو بڑے بڑے خواب دکھینگے بہار النسا
جھلاتی بھی تھین۔ مسکراتی بھی تھین۔ الغرض آدھی رات تک
یہی چہل پہل رہی۔ اسکے بعد بہار النسا نے کہا حسن آرا بہن
اب تم سو رہو۔ نہین اور ہلکان ہو جاؤ گی۔

سویرے مُنہ اندھیرے سپہر آرا خواب ناز سے بیدار ہوئین تو
حسب معمول روح افزا بیگم اور حسن آرا بیگم کو جگایا۔ روح افزا بیگم
کرکے اُٹھ بیٹھین۔ مگر حسن آرا کی کیفیت دگرگون پائی۔ تپ شدید
ضعف انتہا کا۔ تشنگی کا غلبہ۔ لب خشک۔ تالو مین کانٹے پڑے
ہوے بیچینی اُسدن سے بھی زیادہ۔ بات کرتے مین تکلیف
ہوتی تھی۔ آواز سے نقاہت صاف برستی تھی۔ روح افزا اور سپہر آرا
تھوڑی دیر تک پلنگ کے پاس سرہانے بیٹھی ہین کہ اتنے مین مؤذن
کی آواز آئی۔ دونون نے اٹھکر نماز صبح پڑھی۔ نماز سے فراغت
پائی ہی تھی کہ بہار النسا بیگم تشریف لائین۔

روح۔ باجی آج حسن آرا کل سے بھی زیادہ بیچین ہین۔

بہار۔ کیون کیون۔

روح۔ بنڈے پر ہاتھ رکھو تو معلوم ہوتا ہو جیسے پھنک گیا اسقدر گرم ہو۔

بہار۔ پھر شگوفہ لائین۔

سپہر۔ کل جاگی بھی دیر تک تھین۔

بہار النسا نے نبض پر ہاتھ رکھا تو تپ شدید حسن آرا بیگم

آہستہ سے بولین باجی آج تو مارے ضعف اور پیاس کے ناک مین دم آگیا۔

بہار النسا نے پیاری سے کہا (پیاری جا کے اُن کو تو جگا لا) پیاری نے نوابصاحب کو جگایا۔ اُٹھیے چلیے آپ کو بلاتی ہین۔ نوابصاحب انگڑائی لیتے ہوے اُٹھے پوچھا کیون خیریت تو ہی۔ پیاری نے کہا جی آج بھی ماندی ہو گئین۔ نوابصاحب نے اُٹھ کر منھ دھویا اور تشریف لائے حسن آرا بیگم اپنی نازک پلنگڑی پر لیٹی ہوئی بہار النسا سے کہ رہی تھین کہ ذری ذری سردی سی معلوم ہوتی ہی۔ کچھ اُڑھا دیجیے۔ اتنے مین نوابصاحب کی جو آمد آمد سُنی اور پیاری نے آنکر کہا کہ آتے ہین تو حسن آرا بیگم نے اپنا ڈوپٹہ پائجامہ سنبھالا۔ اُسوقت سر کے بال بکھرے ہوے کچھ کچھ سرھانے کے اِدھر اُدھر لٹک رہے تھے اور دوپٹا کھسک کر سینے کے نیچے آگیا تھا۔ روح افزا نے ایک دولائی اُڑھا دی اور حسن آرا نے سر کو ڈوپٹے سے ڈھانپ لیا نوابصاحب تشریف لائے۔

بہار۔ اے آج پھر رنگ لائین۔

ن۔ لاحول ولاقوۃ۔ کل کچھ بے احتیاطی تو نہین ہوئی تھی؟

روح۔ رات بارہ بجے سوئی تھین۔ مگر روز دس گیارہ بجے تو یون بھی سوتی ہی تھین۔

بہار۔ بہن روز کی بات اور ہی۔

ن۔ کھانے مین تو بے اعتدالی نہین ہوئی تھی۔

سپہر۔ کھانا کھایا کہان گیا انسے۔ دو ذری ذری ساری چپاتیان لائی تھی۔ اُن مین مین چار نوالے شاید اُنھون نے کھائے ہون تو کھائے ہون۔

روح۔ منھ کا ذائقہ بدلا ہوا ہے۔

اتنے مین بڑی بیگم صاحب کو بھی کسی نے خبر دی۔ اولاد کی محبت۔ بیتاب و مضطر ہو کر جریب ٹیکتی ہوئی آئین۔ نوابصاحب اور بہار النسا بیگم اور روح افزا اور سپہر آرا سب نے جھک کے ادب کے ساتھ آداب عرض کیا بڑی بیگم نے حسن آرا کی پیشانی نورانی پر ہاتھ رکھکر کہا کہ اللہ۔ اِسوقت تو میرا ہاتھ جلا جاتا ہو کیا رات بھی بنڈا اچپکا تھا۔

سپہر۔ جی نہین۔ جب بارہ کا گجر بجا ٹھن ٹھن تب تک باتین کرتی تھین خاصی اچھی تھین۔

بڑی بیگم نے اُسوقت کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔ صدقہ بھی اُتارا۔ قرآن کی ہوا بھی دی۔ منت بھی مانی کہ یہ اچھی ہو جائین تو مسجد مین گھی کے چراغ جلاؤن۔

نوابصاحب پھر حکیم جی کو بُلا لائے۔ الغرض دس دن تک حکیم صاحب کا علاج ہوا کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ گیارھوین روز ڈاکٹر صاحب بلائے گئے چھ دن تک وہ معالج رہے۔ بعد ازان صاحب سول سرجن اور اسسٹنٹ سرجن دونون کی صلاح و اتفاق رائے سے معالجہ ہوا تو سوا مہینے مین حسن آرا بیگم نے آرام پایا۔

سول سرجن نے صلاح دی کہ تغیر آب و ہوا از بس ضروری ہی مہینے ڈیڑھ مہینے کے لئے بیگم صاحب کو کہین اور لیجایئے۔

روح۔ امان جان ڈاکٹر کہ گئے ہین۔ کہ ——

ب۔ ہان یہان تو اب مہینا دو مہینا نہ رہنا چاہیے

ن۔ اگر آپکی مرضی ہو تو اپنے ہان لیجاؤن۔ وہان ایک مکان خالی ہی۔ اُسمین رہا کرین۔

ب۔ کیا بتاؤن۔

روح۔ اُسمین کہنا سُننا کیا ہی۔

ب۔ تم سمجھتی نہین ہو بیٹی۔ بھیجنے مین تو کچھ ہرج نہین ہی

مگر بہار النسا اور اُنکی ساس مین دم بھر تو بنتی نہین۔ مین بھیجون تو کیسے بھیجون۔ ساس ساس کیطرح اور بہو بہو کی طرح رہے تو بات بنے۔ اور جب ساس اور بہو دشمن کیطرح رہین تو دن رات تو تو مین مین ہوا ہی چاہے لڑکی خدا خدا کرکے اتنے دنون ذرا اچھی ہوئی اب وہان بھیجون جسمین اور کڑھے روز روز کی ٹھائین ٹھائین سے نہ علیل ہوتی ہو تو خدانخواستہ اُسکے دشمن علیل ہو جائین۔

روح۔ ہان یہ تو ہے۔

سپہر۔ دولھا بھائی تو کہتے ہین مکان سے ملا ہوا مکان ہے

بہار۔ ہان خاصہ بڑا مکان۔ مکان کیا اچھی خاصی سی بارہ دری سی ہے۔ تجویز دو گھر رہ سکین۔ خاصے طور سے وہان حسن آرا چلکے ایک مہینے رہین تو پھر ویسی ہی ہو جائین جیسی تھین

ب۔ یہ مکان بڑا اچھا ہے اور کھلا ہوا بھی ہے اور پھر میدان مین ہے۔ یہ نہین کہ گلی کوچون مین ہو۔ مگر بیماری سے کچھ بس نہین چلتا انسان کا۔

حسن آرا۔ اماں جان۔ بہار النسا بہن کے ہان دریا بھی پاس ہے

ب۔ اور یہان کیا دور ہے کچھ۔

بہار۔ نہین اماں جان۔ وہان تو بالکل ملا ہوا ہے۔ یہان تو پھر بھی دور ہے۔

ب۔ ہان ہان کیا تمنے وہ مکان دیکھا ہی نہین ہے مگر بہار النسا کی ساس تو کٹی مرتی ہے حسن آرا کے جانے سے بھلا وہ خوش ہونگی

سپہر۔ اچھا بہار النسا بہن دو مہینے کے لیے نہ لڑین جھگڑین تو

روح۔ ہونہہ۔ یہ ان ہونی بات ہے۔

بہار۔ اب تم سے جھگڑے کون۔ دو دن رہ کے دیکھ لو کہ کیسا کیسا کوستی ہین۔

ب۔ بیٹا کہے سے تو بُرا مانوگی۔ جو تم دو چار دن اُنکی باتین سنو تو وہ خواہی نخواہی کیون بُرا بھلا کہین۔

بہار۔ اچھا صاحب ہم ہی بُرے سہی۔

اتنے مین نواب صاحب جو چھت پر ٹہل رہے تھے تشریف لائے۔

ن۔ کہیے کیا راے قرار پائی۔ سواری کی فکر کرون

حسن۔ واہ۔

روح۔ ہو چکی فکر۔

سپہر۔ جا چکین۔

ن۔ یہ کیون یہ کیون۔

بہار۔ یہ کیون! ہونہہ (چپکے سے) تمھاری والدہ شریفہ کے سبب سے۔ اور کیون۔

ن۔ اچھا چلو اِسکا بھی امتحان ہو جائیگا۔ بس خاصی بات ہے خود چلکے دیکھ لینا کہ کِسکا قصور ہے۔

ب۔ یہ بہار النسا جانین اور تمھاری ماں جانین ہمین ان جھگڑون سے کیا واسطہ ہم تو انھین کو بُرا کہینگے ہم تو یہی کہینگے کہ انھین کا سارا قصور ہے وہ بڑی بوڑھی جہاندیدہ عورت ہین وہ جو کہینگی انھین کے فائدے کے لیے کہینگی۔ یہ الڑھ پن کے سبب سے چاہے نہ مانین۔

ن۔ ہان ہے تو ایسا ہی جیسا آپ نے فرمایا۔

بہار النسا تنک کر اُٹھین اور پائینچے ایک ادا سے لچک کے ساتھ اُٹھا کر اٹھلا اٹھلا کے جانے لگین تو نواب نے روح افزا کو اشارہ کیا کہ اِنکو روک لو۔ جانے نہ دو۔ روح افزا نے پھرتی کے ساتھ دوڑ کر بہن کو گلے لگا لیا۔ بہار النسا نے کہا اُمین ہائین بالکل بے شرم ہوتی جاتی ہو روز بروز۔ دیکھو کوئی بیٹھا ہے کہ نہین

روح۔ اچھا چلیے بیٹھیے ذرا سی بات مین روٹھنا اچھا نہین ہے۔

بہار۔ نہین ہمین جانے ہی دو۔ بڑے بوڑھون کے سامنے مفت کا جھگڑا ہوا اس سے کیا فائدہ۔

نواب صاحب نے سپہر آرا کو اشارہ کیا کہ تم جا کے لے ہی آؤ۔ سپہر آرا نے جا کر قسمین دین کہ چلیے چلیے بہار النسا بیگم ناز و انداز کے ساتھ آ کر بیٹھین مگر چتون ابھی تیکھی ہی ہے۔

الحاصل بحث اور مشورے مین دو دن گذر گئے اور سب تو راضی تھے مگر بڑی بیگم کی مرضی نہ تھی۔ وہ کہتی تھین کہ اگر بہار النسا کی ساس سے اسنے منتی ہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ تیسرے دن نواب صاحب اپنے گھر گئے دیوانی کی تعطیل مین یہان آ کر رہے تھے۔ جب تعطیل ختم ہو گئی تو قصد روانگی کیا۔ حسن آرا بیگم کی طبیعت جو ناساز پائی تو جانا مصلحت کے خلاف سمجھے۔ وکالت کا حرج کیا اور سوا مہینے کامل یہین مقیم رہے۔ اب بہار النسا بیگم کو لیکر بڑی بیگم سے رخصت ہوے اور چلے گئے۔ صبح کو تو نواب صاحب اور بہار النسا رخصت ہوے اور شام کو حسن آرا کی طبیعت پھر ناساز ہو گئی۔ ۱۱ بجے دن تک یون ہی سی حرارت تھی مگر بارہ بجے سے شدید تپ چڑھی۔ یہانتک کہ ہذیان بکنے لگین۔ اور کئی بار پٹی پر سر دے مارا۔ اب سنیے کہ حسن آرا کی تو یہ کیفیت اور مینہ کہتا تھا کہ مین آج ہی برسونگا۔ وہ موسلا دھار مینہ برسا کہ چار گھنٹے کامل پر نالے چلا کیے۔ رات ایسی تیرہ و تار کہ الامان بجلی کا بار بار کوندنا اور بھی ستم ڈھاتا تھا اور رعد اس زور سے گرجتا تھا کہ کان کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ ایسے ملیے ڈاکٹر کو کون بلائے اور حکیم کے ہان کون جائے۔ بڑی بیگم کے ہاتھ پائون پھول گئے۔

حسن۔ اُف اماں جان ذرا ہاتھ تو دو۔

ب۔ (ہاتھ دیکر) اوہو۔ کیسا جل رہا ہے۔

سپہر آرا نے اپنی پیاری بہن کی جو بیقراری دیکھی تو آبدیدہ ہو گئی۔

روح افزا سناٹے مین کہ بار بار بخار آنا اچھا نہین۔ بڑی بیگم کو اب کلی یقین ہو گیا کہ اِس سایہ کا آثار محمدی خانم سے محال ہے اِسکے لیے کوئی بڑا عامل چاہیے۔ سوچین کہ کل اُستانی جی کو بلاؤنگی دو دن کا اقرار کر گئین اور آجتک آئین کوئی وجہ خلص ضرور ہوئی ہو گی۔ سویرے ہی آدمی بھیجونگی۔ تڑکے گجر دم اتنے مین حسن آرا نے جو کئی بار ہچکیاں لین تو بڑی بیگم نے اپنا حال تباہ کیا۔ اور کونے مین جا کر خوب روئین۔ سپہر آرا پلنگ کے پاس بیٹھی ہوئی مایوسی کے ساتھ اپنی بہن کی حالت دیکھتی تھی روح افزا بحسرت منہ تکتی تھی مغلانیان اصیلین دم بخود کھڑی تھین کمرے مین کئی لمپ روشن تھے مگر ہوا جو زناٹے کی چلتی تھی تو گل ہو ہو جاتے تھے۔ بڑی بیگم بار بار آ کر پیشانی اور سینے اور نبض اور تلوون کو دیکھتی تھین اور آبدیدہ ہو جاتی تھین جب حالت نہایت بیقراری کی دیکھی تو سمجھ گئین کہ حسن آرا ہماری آس توڑ کر دغا دیے جاتی ہین ایک عورت نے بڑی بیگم سے کہا حضور اب چاہے مینہ برسے چاہے کہین بجلی گرے حکیم صاحب کے پاس آدمی ضرور بھیجیے۔

ب۔ مغلانی بتاؤ اب مین کیا کرون۔

م۔ حضور اللہ کرے اِنکی آئی ہوئی ہم سب کو لگجائے۔ اللہ اِنکو بچا لے۔

حسن۔ (سر پر ہاتھ دھر کے) اُف اللہ مین اِسی دم مر جاؤنگی

روح۔ اللہ نہ کرے۔ اللہ نہ کرے۔ یہ باتین نہ کرو بہن

حسن۔ روح افزا بہن۔ ہی ہی میرا تو دم گھٹا جاتا ہے۔

ایک آگ سی لگی ہوئی ہو۔

حسن آرا نے چپکے سے سپہر آرا کے کان مین کہا۔ سپہر آرا اب تمہاری باجی جان رخصت ہوتی ہین۔ سپہر آرا کی آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے مغلانی نے جو سپہر آرا کو روتے دیکھا تو کہا (دا) کوئی ایسی بات کرتا ہی سپہر آرا نے آنسو پونچھے تو پھر حسن آرا نے کہا۔ سپہر آرا ایک بات اب ہم واپسین سن لو آزاد کو نہ بھولنا بیارے آزاد نے ہمارے لیئے جان جوکھم کی مگر انکی آرزو نہ بر آئی۔ دلکی دل ہی مین رہی۔ سپہر آرا نے جی کڑا کرکے سمجھایا کہ باجی خدا کے لیے ایسی باتین نہ کرو مجھے ہول ہوتا ہی جو ایسی باتین کین تو صبح تک مین خود ہی نہ ہونگی بہن کی یہ تقریر سنکر حسن آرا دم بخود ہو گئی مگر دل ہی دل مین سوچنے لگی کہ بارخدایا جو مین مر گئی تو سپہر آرا کیا جانے کیا کر گذرے۔ اسکو تو یہ اتنا بڑا مکان کاٹ کاٹ کھائیگا۔ اِدھر یہ باتین ہوتی تھین اُدھر رعد اس زور سے گرجا کہ بڑی بیگم تک نے اس عمر مین کبھی ایسی آواز نہین سنی تھی اور رعد کے گرجتے ہی بجلی چمکی اور چمکتے ہی معمولی روشنی سے کہین زیادہ تجلی ہو کر بڑی بیگم صاحب کی کوٹھی کے اصطبل مین کھپریل پر گری بجلی کے گرتے ہی حسن آرا کو غش آگیا۔ روح افزا کے ہاتھ پانون سرد ہو گئے۔ اور ادھر اصطبل مین ایک سائیس اور ایک گھوڑا بجلی سے جلکر خاک سیاہ ہو گیا اور بارش کی یہ کیفیت کہ ذرا دم نہین لیتی معلوم ہوتا تھا کہ برق و باران نے قسم کھائی ہی کہ آج ہی سارے عالم کو تباہ کر دینگے۔ بڑی بیگم کی خود اُسوقت ردی حالت تھی مگر اولاد کی محبت۔ گلاب کے خوب چھینٹے دیے۔ لخلخہ سونگھایا۔ حسن آرا کو ذرا ہوش آیا مگر روح افزا کے ہاتھ پانون ابھی تک سرد ہی تھے اصطبل کی کسی کو خبر ہی نہ تھی کہ وہان سائیس اور گھوڑے کی جان گئی جو جہان بیٹھا تھا دبس وہان ہی کا ہو گیا تھا۔ رعد پھر گرجنے لگا اور اس مرتبہ اور بھی آواز بلند ہوئی۔ حسن آرا کانپنے لگی روح افزا کو ایک اصیل نے آنکر دولائی اڑھا دی۔ اُسوقت کوئی گرم چیز ہاتھ نہ آئی تو فلالین کا ایک نیا ٹکڑا ادھر اُدھر لپیٹ دیا۔

حسن۔ امان جان دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہین۔

ب۔ بیٹی کیا کرون۔ ہاتھ پانون پھولے ہوئے ہین۔

م۔ کیا بڑا وقت ہی۔ اوئی اللہ۔ ہی ہی۔ جی دہل رہا ہی

روح۔ ہائے ہائے جیسے معلوم ہوتا ہی کوئی کلیجا مسوس رہا ہی

سپہر۔ باجی کیا کرین۔ ہائے تمکو سمجھائین یا اندر والے کو سمجھائین۔

اب ہوا اس زور سے چلی کہ جو دروازے کھلے ہوئے تھے پٹاپٹ بولنے لگے اور تین چار شیشے بھی ٹوٹ گئے ہوا نے ایسا زور باندھا کہ درخت جڑ سے اُکھڑ اُکھڑ گئے۔ اتنے مین زلزلہ آیا اور بڑی بیگم حسن آرا کی پلنگڑی کو آپ ہی آپ ہلتے ہوے دیکھکر زور سے چیخ اُٹھین۔

سپہر۔ ہائین ہائین۔ امان جان جیسے کسی نے کوٹھی کو سر پر اُٹھا لیا مارے ڈر کے سپہر آرا بڑی بیگم سے لپٹ گئی۔

روح۔ ای ڈرو نہین بھونچال تھا۔

م۔ جی ہان کیونکر نہو۔ اب گناہ بہت ہونے لگے نہ۔

بڑی بیگم کو شک کی جگہ یقین تھا کہ کوئی جن یا بھوت پریت ہی جسنے حسن آرا کے پلنگ کے اُٹھانے کا قصد کیا۔ لہذا ملت خوف کے چیخ اُٹھین لیکن جب روح افزا نے بھونچال کا نام لیا تو ذرا دل کو تسکین ہوئی حسن آرا کی طبیعت اب اور بھی ناساز ہو گئی۔ حالت دم بدم زار ہوتی جاتی تھی۔ ایک آنکھ سے نیل ڈھلنے لگا۔

م۔ بیگم صاحب۔ بیگم صاحب۔

حسن۔ (بہت آہستہ سے) ہان۔

سپہر۔ باجی جان پیاری باجی جان۔

روح۔ ای حُسن آرا۔ حسن آرا۔

حسن آرا کو اِسوقت بات کرنا شاق گذرتا تھا۔ اور سانس لینا تک دوبھر تھا ان سب کی باتین سنتی جاتی تھی مگر لب تک نہ ہلاتی تھی۔ جب کئی بار ان سب نے ملکر پکارا تو حسن آرا نے ذرا آنکھین کھول دین اور اشارے سے دکھا دیا کہ لب خشک ہین۔

سب۔ اتنی سردی ہے اِسوقت مگر اِنکے ہونٹھ سوکھے جاتے ہین

سحر کاذب کے وقت مینہ تھما۔ تب بڑی بیگم کو معلوم ہوا کہ ایک سائیس اور ایک گھوڑا شب کو بجلی کی نذر ہوا۔ گھوڑے کے مرنے کا کمال افسوس کیا۔ یہ گھوڑا انکے شوہر کی خاص سواری کا تھا۔ اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا اور گویا پنشن پاتا تھا۔

صبح کو حسن آرا کی طبیعت ذرا ذرا ٹھہری یہانتک کہ نماز صبح بھی ادا کی۔ دفعتہً بڑی بیگم کو بہار النسا یاد آئین۔ مغلانی سے کہا کہ یہ مینہ تو عالمگیر تھا۔ خدا جانے کسقدر فاصلے تک برسا ہوگا۔ خورشید اور بہار النسا نے راہ مین بڑی تکلیف اٹھائی ہوگی۔ ہم اپنے گھر مین تھے لیکن کلیجا منہ کو آتا تھا دل ہاتھون اچھلتا تھا۔ انکی سفر مین کیا حالت ہوئی ہوگی مغلانی نے سمجھایا کہ حضور ریل کی سواری کچھ جھگڑے کی سواری تھوڑی ہی ہے نہین کہ خدانخواستہ کچھ خوف کی جگہ ہو۔ حضور ہین۔ بہار النسا بیگم ہین دو عورتین خدمت کے لیے ساتھ ہین۔ چار سپاہی ہین خدا سنگا ہے۔ اتنے آدمی ہین پھر ڈر کیا ہے۔ بڑی بیگم نے کہا یہ سب ایک ہی درجہ مین تھوڑا ہی بیٹھے ہونگے۔ لوگ کہتے ہین ریل مین درجے درجے بنے ہوتے ہین۔ مغلانی بولی پھر کیا ہوا حضور اور بیگم صاحب اور دونون عورتین تو ایک ہی جگہ پر ہونگی۔ آپ گھبرائیے نہین اللہ مالک ہے۔ وہ بڑا کریم ہے۔ اور حضور خدا جانے ریل اسوقت کتنے اسٹیشن نکل گئی ہو۔

اتنے مین مہری دوڑتی ہوئی باہر سے آئی۔ اُفوہ باہر تو وہ بھیڑ لگی ہے کہ بس کچھ پوچھو نہین۔ صاحب لوگ بھی ہین۔ اور سارا شہر اُمنڈ آیا ہے روح افزا نے کہا مان بجلی گری تھی نہ کل۔

سب۔ بجلی کیا گری ابتک کلیجا دہل رہا ہے۔

سپہر۔ ہے ہے اسوقت کیا کیفیت تھی۔ توبہ توبہ ایسا وقت اللہ نہ دکھائے پھر کبھی۔

روح۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوٹھی اب گری اور اب گری

م۔ آنکھ ایسی جھپکی کہ بس کچھ نہ پوچھیے۔ اللہ نے بہت بچایا۔

روح افزا اور سپہر آرا ایک روشندان سے اصطبل کیطرف دیکھنے لگین دیکھا ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہین۔

نو بجے کے وقت حکیم صاحب تشریف لائے۔ پردہ کیا گیا حکیم صاحب نے نبض دیکھی حال پوچھا نسخہ لکھا اور کہہ گئے کہ کل صبح کو پھر حاضر ہونگا۔ مگر شب کو پھر تپ آ گئی اور پچھلی تپ سے بھی زیادہ ہوئی۔ اسی طور پر ایک ہفتہ گذرا۔ اس عرصہ مین نوابصاحب کے تین خط آئے۔ بڑی بیگم کو تشفی ہوئی کہ نواب اور بہار النسا مع الخیر اپنے گھر پہونچ گئے۔

روح افزا اور سپہر آرا نے باہم مشورہ کرکے نوابصاحب کے نام خط لکھا کہ حسن آرا بیگم کی طبیعت روز بروز بے لطف ہوتی جاتی ہے۔ حکیم صاحب کے معالجے سے ذرا افاقہ نہوا اور ڈاکٹر کا علاج بھی سوا مہینے تک کیا تھا مگر پھر بخار آ گیا۔ اب ہم سب کی صلاح یہی ہے کہ آپ اس خط کے دیکھتے ہی یہان آئین اور ہم سب کو وہان لیجائیین۔ تاکہ ڈاکٹر کی صلاح کے مطابق تغیر آب و ہوا ہو

اور حکیم جی کی بھی یہی صلاح ہی۔

یہ خط نوابصاحب نے پڑھکر بہار النسا بیگم کو سنایا۔ اُنھون نے کہا کہ جاؤ۔ اور جسطرح ممکن ہو سمجھا بجھا کر لے ہی آؤ۔ اب بیماری طول کھینچتی جاتی ہی۔ یہ اچھی بات نہین۔ نوابصاحب نے اپنے پڑوس مین ایک وسیع و دلکشا کوٹھی خالی کردی اور فرش مکلف سے کمرون کو آراستہ کرکے بہار النسا سے رخصت ہوے ریل کے اسٹیشن پر آئے۔ ٹکٹ لیا سوار ہوئے۔

جسوقت مہری نے جاکر خبر دی کہ نوابصاحب آئے ہین روح افزا اور سپہر آرا ایسی خوش ہوئین کہ عمر بھر مین شاید دو ہی تین مرتبہ اسدرجہ محظوظ ہوئی ہونگی۔ بڑی بیگم کو بھی تشفی ہوئی اور نوابصاحب کمرے مین داخل ہی ہوے تھے کہ حسن آرا نے کہا کہ لو اب ہم اچھے ہو گئے نوابصاحب نے بڑی بیگم کو بہ ادب سلام کیا اور بیٹھے۔

ن۔ پھر بخار آگیا۔ یہ بار بار بخار آنا اچھا نہین۔ اسکی جم کر علاج کرنا چاہیئے۔

ب۔ خورشید دولھا۔ اللہ ویسی رات دشمن کو بھی نہ دکھائے مین تو کہتی تھی کہ سویرا کیونکر ہوگا۔

روح۔ دولھا بھائی اُنکی تو یہ کیفیت کہ دم بھر چین نہین بخار الگ۔ ضعف الگ۔ پیاس کے مارے ہونٹھ بالکل کانٹا ہوے جاتے تھے۔ اور تڑپتی جاتی تھین۔ اور اُدھر مینھ کہے کہ مین آج ہی برسونگا۔ اور بجلی ایسی لونکے ایسی چمکے کہ آنکھ تو بہ جسطبل پر گری تو کلیجہ دہل گیا اور آنکو غش آگیا۔ دروازے بند تھے مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی توڑے پھینکے دیتا ہی اسی مین بھونچال بھی آیا۔ اُف ہم سب گھبرا اُٹھے تھے۔

بڑی بیگم صاحب نے نواب نامدار کے لیئے کچھ ولایتی انار اور کشمش اور پستہ بھیجا مغلانی نے آنکر کہا کہ حضور چاے بھی تیار ہی لاؤن۔ نوابصاحب نے کہا نہین۔ اب اسوقت نہین شام کو روح افزا بیگم نے پوچھا۔ دولھا بھائی وہان جائینگے تو رہین گے کہان۔ نوابصاحب تو پہلے ہی سے بندوبست کر چکے تھے۔ کہا کہ ہمکو اسکا خود خیال تھا پڑوس مین ایک صاف ستھری اور وسیع کوٹھی ہی۔ اسکو آراستہ کر دیا ہی۔ نہایت دلچسپ مقام ہی ایک مہینے مین آرام ہو جائیگا۔ انشاء اللہ ڈاکٹر سب دو ہین اور اگر بڑی بیگم صاحب اصرار کرینگی تو حکیم صاحب کا علاج بھی ہوگا۔ وہان ایک سے ایک بڑھکر حکیم ہی۔

بڑی بیگم کو یقین واثق ہو گیا تھا کہ اگر حسن آرا چندے اور اسیطرح علیل رہی تو آنکھین چھت سے لگجائینگی اور پھر کسی طبیب کا بس نہ چل سکیگا۔ لہذا اُنھون نے منظور کر لیا کہ حسن آرا اور سپہر آرا اور روح افزا کو لیکر ایک مہینے کے لئے وہان جا کے رہین۔ بہار النسا اور روح افزا دونون کی سسرال وہین تھی نوابصاحب سے اُنھون نے کہدیا کہ یہ صلاح مجھے پسند ہی۔

دوسرے روز روح افزا و حسن آرا اور سپہر آرا اور بڑی بیگم اور مغلانی اور کئی مشین خدمتین اور نوکر چاکر نوابصاحب کے ساتھ روانہ ہوے۔ نوابصاحب نے پورا درجہ کرایہ پر لیا اور پردہ باندھکر ایک طرف اور سب نوکر بیٹھے اور دو کمپارٹمنٹ مین یہ سب کو لیکر بیٹھے۔

کانسل کی عنایت اور قسطنطنیہ کی زیارت

اب سنیے کہ میان آزاد کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا تھا اور اکثر لوگ اُنکی ملاقات کے شائق تھے۔ مالٹا کے اخبار مین تو اُنکی تعریف درج ہو ہی چکی تھی اسکندریہ کے اخبار بھی اُنکی

توصیف سے مالامال تھے۔ جس اخبار کو کھو لو جس میگزین کو پڑھو آزاد ہی آزاد کا ذکر خیر ہی۔ اسکندریہ کے ایک ہوٹل مین میان آزاد مع خوجی کے فروکش ہوسے کھانا کھانے کا وقت آیا تو خوجی رنگ لائے۔

خوجی۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہان کھانیوالے کی ایسی تیسی۔ ہم کوئی بات خلاف شرع نہ کرینگے۔ چاہے ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ ذرا سی تکلیف کے لیے ہم اپنا مذہب بیچینگے۔ آپ شوق سے جائیں اور مزے مزے کھائین ہم درگذرے

آزاد۔ اور افیم کھانا خلاف شرع نہین ہی۔

خ۔ ہرگز نہین اور اگر ہی بھی تو کیا فرض ہی کہ ایک امر خلاف شرع کرین تو کل امور شرع کے خلاف ہی کرین۔

آزاد۔ اب تو نامعقول یہ کس گدھے نے تجھسے کہا کہ یہان کا کھانا شرع کے خلاف ہی۔ میز کرسی دیکھی اور بک اُٹھے کہ شرع کے خلاف ہی۔ اگر لحم خوک یا شراب ہو تو خیر۔ ہم کہین خلاف شرع ہی اسمین کیا ہی صاف ستھرا طعام۔ مسلمان پکانیوالے مگر خبط کا کیا علاج ہی۔

خ۔ جی وہ خبط ہی سہی آپ رہنے دیجیے۔ ہونہہ!!!

آزاد۔ ہونہہ! ہونہہ کیا معنی۔ کھانا کھاؤ نہین تو جہنم مین جاؤ۔

خ۔ جہنم مین وہ جائینگے جو یہان کھائینگے اور انیجانب سیدھے بہشت مین دندنائینگے۔

آزاد۔ جی اسمین کیا شک ہی۔ اور وہان افیم کہان سے آئے گی۔

خ۔ ہم کسی نان بائی کی دوکان پر کباب اور روٹی یا باقر خانی اور گوشت یا پلاؤ مول لیکے کھائینگے۔ مسلمانون ہی کا تو ملک ہی۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ دو ترکی آئے اور انہی کرسیون پر بیٹھ کر مزے سے کھانے لگے۔ آزاد کی چڑھ بنی۔ پوچھا کیسے خواجہ بدلیعا صاحب مزاج مقطع۔ بول گئی اب شرمایا نہین شرم چہ کتی ست کہ پیش مردان آید۔ کیا اب بھی ہی خم دم ہین جھیپو جھیپو۔ مجھ سے نہ کہو۔ دل مین ذرا شرماؤ۔ بھلے سے نم خوجی نے پہلے تو کہا کہ یہ مسلمان نہین ہین۔ پھر کہا شاید ہون کوئی ایسے ویسے۔ آزاد نے کہا ایسے ویسے نہین۔ خاص لخاصہ ترک ہین۔ اور روم مین سب میز کرسی پر نصاریٰ کے ساتھ کھاتے ہین۔ خوجی کو اتبک اس بات کا یقین نہ آیا غور سے دیکھا کیے کہا شراب ان لوگون نے نہین مانگی اگر مسلمان ہین تو مذہب کے خلاف کرتے ہین۔ ذرا ان سے پر دبال تو ملاؤن۔

خ۔ (ترکون کے پاس جاکر) کیون حضرت آپ کا نام کیا ہی۔

ایک ترکی۔ احمد آفندی۔

خ۔ اور آپ کا اسم شریف۔

دوسرا ترکی۔ عبد الصمد۔

خ۔ دولت خانہ۔ بیت شریف۔

ایک۔ خاص استنبول۔

خ۔ اور آپ۔

دوسرا۔ مین اڈریانوپل کا باشندہ ہون مگر دس بارہ برس سے سفر مین ہون۔ ہندوستان مین دو برس ہاکلکتہ گیا بمبئی لاہور۔ دہلی اور چین مین رہا۔ اور عدن مین بسا فرانس گیا۔ انگلستان مین چھ مہینے رہا۔

خ۔ آپ لوگ یہان ہوٹل مین کھانا کھاتے ہین۔

احمد۔ برابر۔
خ۔ شرع کے خلاف نہین ہے۔
عبد۔ شرع کے خلاف؟ واہ۔ شرع کے خلاف کیون
احمد۔ آپ کا اسم شریف۔
آزاد۔ میان آزاد۔
احمد آفندی اور عبدالصمد دونون اٹھ کھڑے ہوے مصافحہ کیا اور کہا اخاہ میان آزاد تمھین ہو۔
آزاد۔ آپ کہان سے جانتے ہین مجھے۔
عبد۔ آپ شہرۂ آفاق ہین۔
خ۔ (آہستہ سے) شیطان کے بڑے بھائی ہی تو ہین
احمد۔ آپکا بڑا نام ہے۔
عبد۔ بڑی خوشی ہوئی اسوقت کہ آپ سے ملاقات ہوئی آپ بڑے جوانمرد ہین۔
آزاد۔ آخر آپ سے کہا کس نے۔
احمد۔ اخبار نے۔
آزاد۔ ہم کون ہین۔
احمد۔ آزاد جو ایک عروس سرمایۂ ناز کے عاشق زار ہین اور اس بت ترسا کے سبب سے ٹرکی جاتے ہین۔ ہم سے سنیے
خ۔ متحیر ہو کر۔ آپ سے کس نے کہا۔
احمد۔ اخبار۔
عبد۔ آپ چلکر ہمارے ملک کے کانسل سے تو ملیے وہ بھی آپ کے نام نامی سے واقف ہو گئے ہین۔ ضرور چلیے۔
آزاد۔ حاضر ہون۔ مگر رسائی وہان تک محال ہے
عبد۔ آپ کے لیے اور رسائی کی ضرورت۔ آپکا نام نیک ایسا مشہور ہے کہ جہان چاہیے چلے جائیے۔ بے جھجک ہم آپ کو لے چلینگے۔

تھوڑی دیر کے بعد آزاد نے کپڑے بدلے اور اُن دونون رؤسائے ٹرکی کے ہمرکاب کانسل سلطنت روم کی خدمت مین مستفید ہونے چلے۔ آزاد نے اثنائے راہ مین کہا کہ گو مین نے ہندوستان مین ہر قسم کی تعلیم پائی ہے اور ان امور کو خوب سمجھ سکتا ہون لیکن پھر بھی اگر کوئی خاص طرز ملاقات ہو تو اطلاع دیجیے احمد آفندی نے بیان کیا کہ کانسل ممدوح بڑے سادہ مزاج آدمی ہین۔ آپ چاہے سلام بھی نکرین انکو اسکی کچھ پروا نہین وہ خود ایک دن آپکا تذکرہ کرتے تھے۔

میان آزاد جو وہان پہونچے اور احمد آفندی نے جاتے ہی کہا (میان آزاد آپ ہی ہین) تو کانسل ممدوح نے بڑے تپاک سے مصافحہ کیا اور پوچھا آپ عربی بول سکتے ہین۔ میان آزاد نے عربی مین جواب دیا۔
کانسل۔ آپکی ملاقات سے ہم بہت خوش ہوے
آزاد۔ عنایت بندہ پروری۔
کانسل۔ جزیرۂ ہیرم کے پاس آپکا جہاز غرق ہو گیا تھا
آزاد۔ جی ہان۔
کانسل۔ آج ہم نے تار مین پڑھا۔
آزاد۔ بڑی تباہی آئی۔
کانسل۔ آپکی بڑی تعریف ہے۔ اب آپ کب جائیے
آزاد۔ بہت جلد۔
احمد۔ حسن اتفاق سے ہوٹل مین ملاقات ہوئی۔
آزاد۔ اب جنگ کا کیا حال ہے۔
کانسل۔ اب روس نے اشتہار جنگ دیدیا ہے۔ دریائے برتھ سے روسی لشکر عبور کرتا ہے۔ اور ہماری باٹری اکثر

مقامات پر آنپر آگ برساتی ہی۔ خصوصاً اُڈلیسہ کے پاس

آزاد۔ اُف جی چاہتا ہی۔ فوراً پہونچون۔ اب ایک منٹ کا قیام بھی شاق گذرتا ہی۔

کانسل۔ ہان جلد جائیے۔

آزاد۔ دیکھیے جنگ کا انجام کیا ہوتا ہی۔

کانسل۔ اکثر وزراے سلطنت عثمانیہ کو یقین ہی کہ برٹن سے مدد ملیگی۔ مگر مشکل ہی۔ ہمین اِسکی اُمید نہین انگلستان کی حکمت عملی یہ ہی کہ جب تک اپنا نقصان متصور نہو کسی کا جنبہ نہ کرے۔

آزاد۔ اور روس بھی تو تنہا ہی۔

کانسل۔ ہان مگر فرق یہ ہی کہ وہ حملہ کرتا ہی اور ہم حملہ روکتے ہین ہمارے اعضا و جوارح ہی ہمارے دشمن ہو گئے۔

احمد۔ سرویہ کو روس ہی نے ورغلانا تھا۔

آزاد۔ یہ تو ظاہر ہی۔

احمد۔ ہمارے وزرا مین صرف ایک مدحت پاشا قابل وزارت ہی مگر معتوب۔

آزاد۔ افسوس۔

عبد۔ لیکن ترک جان دینے پر آمادہ ہین اور دیکھ لیجیے گا خوب لڑینگے چھکے چھوڑا دین تو سہی۔

آزاد۔ انشاء اللہ۔

کانسل۔ جنگ دو سر دارد۔ شاید خدا ہمین کو فتح دے

آزاد۔ انشاء اللہ۔

کانسل۔ ہمارا ایک ایک سپاہی جان ہتھیلی پر لیے ہی۔

آزاد۔ خدا اُنکو مدد دیگا۔

احمد۔ جرمنی اور روس کی سازش بری ہی۔

آزاد۔ اور آسٹریا بھی دربردہ انھین کا جنبہ کریگا۔

بہت عرصے تک کانسل اور آزاد اور احمد آفندی و عبدالصمد مین ٹرکی کی نسبت گفتگو رہی۔ اس کے بعد میان آزاد سے کانسل نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہون آزاد نے بخوشی منظور کر لیا۔

احمد آفندی اور عبدالصمد شام کے وقت میان آزاد کو اسکندریہ کی سیر کے لیے لیگئے۔ اس شہر مین میان آزاد نے یورپ اور ایشیا کے مختلف اقوام کے لوگ دیکھے۔ ٹرکی کے افسران اعلیٰ اور قسطنطنیہ کے عمائد اور روسا جو وہان تشریف رکھتے تھے۔ اُنکی خدمات ہمایون مین بھی میان آزاد نے نیاز حاصل کیا۔ اور جو شخص انسے ملتا تپاک ہی کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت خواجہ بدیع صاحب کو میان آزاد ہوٹل ہی مین چھوڑ گئے۔

خوجی سوچے کہ بیٹھے بیٹھے کھیان کب تک مارا کرینگے آؤ دیکھین کوئی ہندوستانی بھائی ہون تو گپین اڑین۔ ادھر ادھر ٹہلے۔ آخر کار ایک ہندوستانی سے ملاقات ہوئی علیک سلیک کے بعد چہ میگوئیان ہونے لگین۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کیون بھئی اسکندریہ مین افیم ملتی ہی۔ کوئی چانڈوخانہ ہی۔ کہین مدک اُڑتی ہی۔ چرس کی لو آسمان کی خبر لاتی ہی یا نہین ایکدم سے تین چار سوال کیے اور اُس بیچارے کو دم بھی نہ لینے دیا وہ اِسکے بھی اُستاد نکلے۔ کسی بات کا جواب ہی نہ دیا۔ خوجی تیکھے آدمی۔ اِنکو بھلا یہ تاب کہان کہ کسی سے سوال کرین اور وہ جواب نہ دے۔ بگڑ کھڑے ہوے۔ قسم خدا پاک کی اِس اسوقت لاش پھڑکتی ہوتی واللہ لاش پھڑکتی ہوتی۔ ہو تو خواجہ بدیع کو کیا وہ سمجھے ہین۔ نہ ہوئی قرولی ورنہ تماشا دکھاتا

انھون نے جو اسقدر وحشت کی لی تو وہ بیچارہ سمجھا کہ یہ پاگل ہی۔ اگر بولونگا تو خدا جانے کاٹ کھائے۔ چکت دے۔ چوٹ کرے۔ لڑ پڑے۔ اِس سے بہتر یہی ہی کہ چپکے ہو رہو۔ اِسکے سکوت سے میان خوجی سمجھے کہ دب نکلا۔ اور بھی اکڑ گئے۔ اُسنے جو اس دیوانے کو اکڑتے دیکھا تو سمجھا کہ اب چوٹ کیا ہی چاہتا ہی ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ پیچھے ہٹنا تھا کہ میان خوجی اور بھی قہر ہوئے مگر کندے تول تول کے رہجاتے تھے۔ پوچھا بھلا ٹھنڈا پانی بھی یہان مل سکتا ہی۔ مگر اِسقدر سرد ہو کہ دانتون مین لگے وہ جھٹ پٹ آب سرد لایا۔ خوجی نے پیا تو آب حیات کا مزہ پایا۔ پانی ہی یا آب زندگانی ہی۔ مانگ کیا مانگتا ہی۔

اللہ اللہ۔ اب میان خوجی اپنے وقت کے بادشاہ ہو گئے مانگ کیا مانگتا ہی۔ اُف رے تیری سخاوت اُس آدمی کو اور بھی یقین ہو گیا کہ اِس شخص کو خلل دماغ ضرور ہی۔ حالت تو اس درجہ ردی ہی اور حاتم کی قبر پر لات مارنے کو مستعد ہین اس سے مانگون تو کیا مانگون۔ اِسکے پلے ٹکا تو ہی نہین۔ خوجی نے پھر اکڑ کر کہا کہ مانگ کچھ۔ جو جی چاہے سو مانگ۔ اُسنے ڈرتے ڈرتے کہا یہ جو ہاتھ مین ہی دیدیجیے۔ خوجی کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ ارے غضب۔ او ظالم۔ خدا تجھ سے سمجھے۔ جان تک مانگتا تو مین دریغ نہ کرتا۔ چنیا بیگم نہین دیجاتی۔ اُسکو اگر اتنا معلوم ہو جاتا کہ حضرت خواجہ صاحب کے دست مبارک مین افیم ہی اور افیم پر حضرت ہزار جان سے عاشق ہین تو کچھ اور مانگتا مگر شامت اعمال پھر خوجی تنے ہوئے بولے۔ سہ

جو چاہے سو مانگ آتش درگاہ الٰہی سے	محروم کبھی پھرتے دیکھا نہین سائل کو

اُس شخص سے پوچھا کہ تم یہان کب سے ہو۔ کیا کام کرتے ہو نام کیا ہی باشندے کس صوبے کے ہو اُسنے جواب دیا حضرت مین یہان ہوٹل مین نوکر ہون۔ میرا نام تہور خان۔ امروہے کا رہنے والا ہون۔

خ۔ اخاہ۔ یہ امروہہ۔ یہی امروہہ نہ۔

تہور خان۔ (تہور) یہ کون۔

خ۔ (جھلاکر)۔ اجی یہی۔ لاحول۔ مراد آباد کے پاس جو ہی

تہور۔ جی ہان۔

خ۔ یہان کب سے ہو۔

تہور۔ ابی سینیا کی لڑائی کے وقت سے۔

خ۔ بھلا اِس ہوٹل مین مسلمان لوگ کھاتے ہین۔

تہور۔ برابر کیون؟

خ۔ ہم تو نہ کھائینگے۔

تہور۔ پہلے مین سمجھا تھا کہ آپ کوئی پاگل ہین۔ مگر اب تشفی ہوئی۔

خوجی نے وہ وہ مجنونانہ حرکتین کین کہ ہوٹل والون کو دل لگی ہاتھ آئی۔ بگڑے دل تو ہر شہر اور ہر ملک مین ہوتے ہین دو ایک دل لگی بازون نے سکوٹ کی کہ خوجی کو چھیڑنا چاہیے اِس ہوٹل مین ایک شخص اِس کام پر مقرر تھا کہ پنکھا قلیون کی نگرانی کرے۔ یہ شخص بونا تھا۔ خاص قاہرہ کا رہنے والا لوگ سوچے کہ اُس بونے اور خوجی سے پکڑ ہو تو خوب بات ہی بونا بڑا اشریر آدمی تھا۔ پرلے سرے کا شہدا۔ لوگون نے اُس سے جاکر کہا کہ چلو تمھاری کشتی بدی گئی ہی۔

بونا۔ چلو چلو۔

لوگ۔ وہ دیکھو ایک آدمی ہندوستان سے آیا ہی

بونا- جوڑ تو اچھی ہو-
لوگ- پھر جُٹ جاؤ-

یہ سنکر بونا میان خوجی کے قریب گیا اور جھک کر سلام کیا خوجی نے جو دیکھا کہ ایک شخص ہمسے بھی اونچے ہین تو اکڑ کر اور اینڈ کر آنکھون سے سلام کا جواب دیا- بونا اپنے دلمین سوچا کہ ٹھہر جا جاتا کہان ہو تو سہی جو چچا بنا کر چھوڑون اِدھر اُدھر دیکھکر ایک دفعہ ہی موقع جو پایا تو میان خوجی کی ٹوپی آتار کر چاخ چاخ ایک دھول جمائی اور ٹوپی پھینک کر بھاگا مگر ذرا ذرسے پانون بھاگ کے جاتا کہان- خوجی بھی جھپٹے آگے آگے بونا- اور پیچھے پیچھے میان خوجی- اوگیدی- اومردک نہوئی قرولی واسدم بھونک ہی دیتا شجٍ سے قرولی بھونک دیتا- تھوڑی دیر مین بونے نے کہا کہ اب سانس نہین لیجاتی- اور خوجی نے لپک کر ہاتھ پکڑا-

خ- کیون بے-
بونا- (منہ چڑھانے لگا-)
خ- اب بولو-
بونا- (پھر منہ چڑھایا)-

استنے مین خوجی کو غصہ آیا تو حضرت نے بھی ایک دھپ جڑی تڑسے پڑی اور چٹاخ کی آواز گونجنے لگی-

خ- اور لیگا-
بونا- اپنی زبان مین ا چھوڑ- نہین مار ہی ڈالونگا-
خ- ہات تیرے کی-
بونا- آج رات کو گلا گھونٹونگا-
خ- (دھپ جاکر) اوگیدی-
بونا- دو ہوئین-
خ- دے مارون اُٹھاکر-
بونا- رات ہو اور تم اور مین-
خ- (گھونسا لگاکر) ہات تیرے کی-

خوجی نے جھلاکر بونے کو اُٹھاکے دے مارا- چارون شانے چت-

خ- (اکڑکر) وہ مارا- سه

من آن رستم گرد رومین تنم	که ده پاڑ پخته را بشکنم

اور لیگا- خوجی سے یہ باتین-

میان آزاد احمد آفندی کے ساتھ ہوٹل مین آئے- اسباب لیا اور خوجی سے کہا آج شب کو یہان ٹھہرو مین کاسل کے یہان مدعو ہون جب جہاز پر سوار ہونگا تمکو بلا لونگا خوجی اسوقت زمین پر قدم نہین رکھتے تھے- عمر بھر مین اُنھون نے آج پہلے ہی مرتبہ ایک آدمی کو نیچا دکھایا تھا-

خ- اِسوقت ایک کشتی اور نکالی-
راوی- (اور) کے لفظ نے بھڑکا دیا گویا کئی کشتیان اور بھی نکالی تھین-
آزاد- کشتی کیسی-
خ- کشتی کیسی کیا معنی- کیسی ہوتی ہو کشتی-
آزاد- معلوم ہوتا ہو پٹے ہو-
خ- اُس پٹنے والی کی ایسی تیسی اور سکنے والے کو کیا کہون-
آزاد- کشتی نکالی-
خ- ارے میان بولتے نہین-
تہور- ہان حضور یہ سچ کہتے ہین-
خ- لو-

آزاد۔ (تہور خان سے) کیا ہوا کیا۔
تہور۔ جی یہان ایک بونا ہو۔ اُسنے ایک دھول لگائی
آزاد۔ دیکھا نہین تو سمجھا ہی تھا کہ پٹے ہونگے۔
خ۔ سُن تو لو۔
تہور۔ بس دھول کھا کر یہ لپکے۔ اُسکو کئی چپتین لگائین اور اُٹھا کر دے پٹخا۔
خ۔ وہ پٹخنی بتائی ہو کہ یاد ہی تو کرتا ہوگا۔ دو مہینے تک کھٹیا سے نہ اُٹھ سکیگا۔
تہور۔ بجا ہو وہ دیکھیے سامنے اکڑ رہا ہو۔
آزاد۔ یہی ہو۔ وہ تو اسوقت بھی اکڑ رہا ہو۔ تم کہتے تھے کہ دو مہینے تک اُٹھ ہی نہ سکیگا۔
خ۔ ہوا تو چلنے دو۔

الغرض آزاد اسباب لیکر احمد آفندی کے ساتھ کانسل کے ہان گئے۔ شب کو میان خوجی ہوٹل مین سوئے۔ کوئی نو بجے رات کو اُٹھے تو دیکھا کہ لمپ گل ہو گیا۔ اُنھون نے پکارا کوئی ہو۔ پانی پلاؤ۔ ایک آدمی نے دروازہ کھولا پانی دیا گلاس لیکے خوجی نے پیا۔ لیٹ رہے۔ اتنے مین اُس کمرے مین چٹاخ کی آواز گونجی۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ آواز کیسی تھی۔ یہ میان خوجی کی کھوپڑی پر دھول لگی تھی۔ آگ بھبھوکا ہو کر خوجی اُٹھے تو دیکھا کہ ایک پستہ قد آدمی بھاگا جاتا ہو۔

خ۔ ارے لاحول۔ یہ تو وہی بونا مردک معلوم ہوتا ہو پانی اسی نے پلایا تھا۔ اور چپت بھی اسی نے جڑی۔ او گیدی۔ کیا ترڑ کا تھو گا ذبح کرکے رکھدون تو سہی۔

یہ کہکر خوجی کمرے مین آئے۔ تھوڑی دیر مین ایک شخص نے جسکے ہاتھ مین ایک قیمتی لالٹین تھی خوجی کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ایں! روشنی ندارد اور ابھی نو ہی بجے ہین۔ ایک آدمی پر جرمانہ کیا۔ خوجی اُٹھ بیٹھے۔

خ۔ او گیدی پھر آیا۔

اُس شخص نے تہور خان اور دو تین اور ہمراہیون سے پوچھا کہ یہ کون ہو۔ لوگون نے بیان کیا۔ صاحب کوئی پاگل سا معلوم ہوتا ہو۔ خوجی نے اشارے سے بتایا کہ وہ بونا مجکو دق کرتا ہو۔ تہور خان نے اُس شخص کو حکم دیا کہ جو یہ کہین اُسکا ترجمہ کرکے ہمکو بتاؤ۔ یہ شخص ہوٹل کا منیجر تھا۔ غل کی آواز جو سنی تو آیا کہ دیکھون ماجرا کیا ہو۔ بونا بُلوایا گیا۔ آتے ہی منیجر نے اپنے ہاتھ سے ایک تھپڑ لگایا۔ اب سنیے ادھر تو منیجر صاحب کمرے سے باہر گئے اور اُدھر خواجہ بدیع صاحب کو دست آنے شروع ہوے وجہ یہ کہ پانی مین بونے نے جمال گوٹا ملا دیا تھا۔ اثر دکھایا ہی چاہے۔ ہوٹل کے نوکرون نے منیجر کو جگایا۔

منیجر۔ کیا ہو۔
نوکر۔ ایک آدمی ماندا ہو گیا ہو۔
منیجر۔ کیا ہیضہ ہوا۔
نوکر۔ جی نہین۔ دست آتے ہین۔ ابتک کوئی گیارہ دفعہ گیا ہوگا۔
منیجر۔ وقت کیا ہو۔
نوکر۔ دو بجے۔
منیجر۔ تم لوگ موقوف کردینے کے قابل ہو۔ اب تک کیون نہ اطلاع دی۔
نوکر۔ اُس دن جگایا۔

منیجر- چپ سور- ڈے سے کہو ڈاکٹر صاحب کے نام خط لکھے۔

ڈے کلرک کا نام تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے نام خط بھیجا ایک گھنٹے کے عرصے مین تشریف لائے۔

ڈاکٹر- اِسکو کسی نے جمال گوٹا دے دیا- بُرا حال ہی- دست بہت آئے۔

منیجر- پھر اب-

ڈاکٹر نے نسخہ لکھا- اور حکم دیا کہ ابھی دوا لاؤ- اور پلا دو-

ٹرکی کے کانسل کے یہان میان آزاد فرخ نہاد ایک صاف شفاف اور رفیع وسیع کمرے مین آرام کر رہے تھے کہ دفعتًہ ایک گھنٹی اس زور سے بجی کہ میان آزاد کی آنکھ کھل گئی- اور اُنھون نے سُنا کہ ایک شخص اِنکو کمرے کے باہر بلاتا ہی- پوچھا کون- کہا- حضور کا خادم- ہوٹل سے ایک آدمی آیا ہی- اور آپ کو بلاتا ہی-

میان آزاد نے کہا لاحول ولا قوۃ- مدت کے بعد آرام کے ساتھ سونا نصیب ہوا تھا اِس خوجی مردک کے سبب سے سونے نہ پائے- بلاؤ صاحب بلاؤ وہان پھر جھگڑ ہونگے کسی سے- عجب پاگل ہی نالائق- خدا سمجھے اس سے بھلا اسوقت آدھی رات ڈھل گئی پوچھے یہان کیا کام تھا میان آزاد اُٹھکر باہر گئے- تو دیکھا کہ دو آدمی کھڑے ہین ایک کانسل کا نوکر جسکو اُنھون نے میان آزاد کی خدمت کے لیے مقرر کیا تھا- اور دوسرا کوئی اجنبی تھا جسکو میان آزاد نے پیشتر کبھی نہین دیکھا تھا-

آزاد- (اپنے دل مین) ہا ین سمجھے تھے کہ میان خوجی ہونگے-

اجنبی- ہوٹل سے آیا ہون- منیجر نے بھیجا ہی اور یہ چٹھی دی ہی-

آزاد نے خط لیا پڑھا تو رنگ فق ہو گیا-

مسٹر آزاد- جس شخص کو آپ یہان چھوڑ گئے تھے وہ گیارہ بجے رات سے علیل ہو گئے ہین- ابتک چودہ دست آچکے ڈاکٹر صاحب کی راے ہی- کہ اگر دو چار دست اور آئے تو یہ مرجاینگے- آپ آئیے- آپکے دوست کی بھی یہی خواہش ہی ہمارے نزدیک اب یہ بڈھا آدمی دو ہی چار گھنٹے کا مہمان ہی

(آپکا دوست منیجر ہوٹل الخ)

آزاد- (اپنے دل مین) اور سُنیے اچھا رنگ لائے- چلتے چلاتے دغا دے گئے- اب نہ بچینگے- جب ڈاکٹر نے جواب دے دیا تو پھر کیا ہو سکتا ہی- افسوس-

نوکر- حضور- گاڑی بھی لیتا آیا ہون-

آزاد- ہم کپڑے پہن لین تو ابھی چلتے ہین-

کپڑے پہن کر میان آزاد گاڑی پر سوار ہوے- گھوڑے ہوا ہوے اور دن سے ہوٹل مین داخل- میان آزاد نے دیکھا کہ کمرے مین خوجی لیٹے ہین- اور منیجر اور ڈاکٹر بالین کرسیون پر بیٹھے ہین- آزاد کو دیکھ کر خوجی نے سلام کیا اور کہا الوداع-

خدا کرے تم ٹرکی سے سُرخرو آؤ اور حسن آرا بیگم کو عقد نکاح مین لاؤ- اسکے بعد یہ پڑھنا شروع کیا-

ہیچ دانی کہ ماکسیم و غما — سایۂ نور آفتاب خدا
سایۂ آفتاب سایۂ اوست — تابش نور ہست مین ضیا
نیست خورشید از شعاع بعید — نیست سایہ ز آفتاب جدا

سایہ و آفتاب یک چیز ند — ہست او واحد و کثیر نما
چون یکے بود سایہ و خورشید — یارب این کثرت از چہ شد پیدا
نظر از عین ممکنات بدوز — تا کہ سایہ نمایدت یکتا
بگذر از سایہ زانکہ خورشید ست — انچہ تو سایہ خواہش ہر جا
شئے واحد نگر کہ چون گردید — عین ہستی جملۂ اشیا
ہست یک عین انیہہ اعیان — یک مسمی ست این ہمہ اسما

یہ پڑھکر تین بار کلمہ پڑھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

آزاد۔ (ڈاکٹر سے انگریزی مین) بچنے کی امید ہی یا نہین۔

ڈاکٹر۔ بہت کم۔

آزاد۔ عارضہ کیا ہی۔ ہیضہ ہی۔ یہ ہوا کیا دفعتہً۔

ڈاکٹر۔ جال گوٹا۔

منیجر۔ جی نہین دست آ گئے کسی وجہ سے۔ مگر بچنا محال ہی۔

آزاد۔ افسوس صد افسوس کہان پر ساتھ چھوٹا۔

خوجی نے آزاد سے بہ منت و سماجت کہا کہ اس وقت سورۂ یٰسین کسی سے پڑھوا دیجئے آزاد نے منیجر سے کہا کسی حافظ کو بلوا دیجئے۔ چنانچہ ایک شخص یمن کے باشندے ملا فرقان بلوائے گئے۔ خوجی کے قریب بیٹھ کر انھون نے سورۂ یٰسین قرأت کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔

آزاد۔ لاکھون عیب اس شخص مین ہین۔ مگر اپنے مذہب کا کٹا شرع کا پابند۔ روزہ دار شب زندہ دار۔ مگر افسوس خ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہی۔ ؎

ہو نہ مجھی راحت مجھسے کسی کو اپنے اذیت کوش ہوے
جان پڑی تب بار شکم تھے مر کے وبال دوش ہوے

آزاد۔ ابھی تم دو دن مین اچھے ہو جاؤ گے۔ سمجھے۔

خ۔ ابھی ماہ مین مرون یا جہنم مین جاؤن مگر جاتی واسطے خدا کے ذرا جان کا خیال رکھنا۔ ایسا نہو کوئی جلتا ہو تم آگ مین پھاند پڑو خدا تمھارا حافظ و ناصر ہی۔ ہم تو اب چلتے ہین خطا معاف۔ ابتک ہنسی خوشی تمھارا ساتھ دیا۔ اب مجبوری ہی۔

صبح کے وقت میان آزاد خوجی کو قونسل کے ہان لیگئے اور کہا کہ یہ شخص میرا رفیق قدیم ہی جب مین ہندوستان سے چلا تو اُسنے میرا ساتھ دیا۔ اب یہان آکر سخت علیل ہو گیا۔ ڈاکٹر کی راے ہی کہ چار روز مین اگر بچ گیا تو خیر ورنہ اسکے مر جانے مین شک نہین۔ اگر آپکو تکلیف نہو اور آپ بدل اجازت دین تو اسکو یہان چھوڑ جاؤن۔ اگر صحت پائے تو آپ از راہ نوازش اسکو جہاز پر ہندوستان واپس بھیجے گا۔ کمال ممنون ہونگا۔ کانسل نے کہا یہ بات ہی کون ہی جو آپ اسقدر منت و سماجت کرتے ہین آپ انکو یہان چھوڑ جایئے۔ دو آدمی انکی خدمت کے لئے تعینات رہینگے۔ ڈاکٹرون کی قلت نہین۔ ہر طرح آرام کے ساتھ بقیہ عمر بسر کرینگے۔ آپ مطمئن رہیے اب آپکے لئے یہی بہتر ہی کہ جلد جائیے اور ضرور جائیے دریاے پرتھ پر لشکر روس یہان عبور کرنے کو ہی۔ بڑی سخت جنگ ہوگی خدا خیر کرے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہی۔

آزاد نے خوجی کو سمجھایا کہ اب مجبور ہو کر ہمکو تمھارا ساتھ چھوڑنا پڑتا ہی کل صبح کو جہاز روانہ ہوگا تم یہان ہوا و چین کرو۔ دو آدمی تمھاری خدمت کے لئے مقرر ہونگے۔ ڈاکٹر صبح و شام آکر دیکھینگے۔ تمھارا نقصان ہی کیا ہی خوجی نے کہا بدرجۂ مجبوری رہنا پڑتا ہی ورنہ میرا تو یہی دل چاہتا ہی

بقول۔ ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر ۔ خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

اگر نہ رہون تو کیا کرون۔ آج موا کل دوسرا دن۔ یہ تو بیحیائی کا جینا ہی۔ ایسے جینے پر لعنت خدا۔ یہان چاہے دس خدمتگار ہون چاہے بیس۔ بیکار محض۔ ؎

پاے در زنجیر پیش دوستان
بہ کہ با بیگانگان در بوستان

مگر آب و دانہ کی بات ہی۔ ہمکو یہان کی مٹی گھسیٹ لائی۔

آزاد۔ اجی نہین۔

خ۔ نہین کیا معنی۔

آزاد۔ آج کے چوتھے روز دندناتے ہوگے۔ دیکھ لینا ڈنر پیلتے ہوگے۔

خ۔ خدا کے اختیار ہی۔

آزاد۔ تمہارا مکان کہان ہی خواجہ صاحب۔

خ۔ مین اصل باشندہ گجرات کا ہون۔ مگر لکھنؤ۔ کانپور آگرہ اس طرف رہنے کا زیادہ اتفاق ہوا۔

آزاد۔ ارے یار دیکھیے کب ملاقات ہوتی ہی۔

خ۔ ایک بات یاد رکھنا کہ ٹرکی مین سب سے مل جل کے رہنا شکر رنجی نہ ہونے پائے۔ واسطے خدا کے باتفاق رہنا جو تیز مزاج ہو اس سے لڑائی جھگڑے سے مطلب برآری معلوم۔ اور کبھی خواجہ بدیع کو بھی یاد کرنا ہاے افسوس۔ یار جدائی ایسی شاق گذرتی ہی کہ میں کیا بیان کرون۔

آزاد۔ جب بیماری سے صحت پاؤ تو ہندوستان چلے جانا۔

خ۔ ہونہہ۔ ارے میان دم کا یہان بھروسا نہین ہی۔

خوجی سے رخصت ہوکر میان آزاد روانہ ہونے کو تھے خوجی نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ اب مین بعد صحت کیا کرونگا کانسل نے تشفی دی اور کہا آپ نہ گھبرائین۔ ہم آپکے لیئے ہر قسم کا بند و بست کر لینگے آپ مسٹر آزاد سے کچھ نہ کہیے اگر آپ اچھے ہوگئے تو آپکے وطن آرام کے ساتھ آپکو بھیجدینگے۔ خوجی کو اِن کلمات سے بڑی خوشی حاصل ہوئی آزاد سے ہاتھ ملایا اور روتے روتے کہا کہ اب وقت رخصت دو باتین سن لیجیے۔

ایک یہ کہ وہان سب سے مل جل کر رہنا۔

دوسرے یہ کہ بے وجہ جان کو معرض خطر مین نہ ڈالنا۔

آزاد رخصت ہوکر جہاز پر سوار ہوے۔ اتنے عرصے کے بعد خواجہ صاحب کی مفارقت اِنکو سخت شاق گذری عالم تنہائی مین طرح طرح کے خیالات دلمین جگہ پاتے تھے۔ سوچ کہ ٹرکی تو پہنچ ہی جائینگے اور کانسل نے جو خطوط افسران عالیمقام اور عمائد ذوی الاحترام کے نام لکھ دیے ہین اُنکے ذریعے سے کوئی نہ کوئی عہدہ بھی ضرور پائینگے مگر یقین نہین آتا کہ حسن آرا بیگم کو عقد نکاح مین لائین چنے کے برابر ایک گولی کام تمام کر دیگی۔ تھوڑی دیر کے بعد سو رہے۔ پھر اُٹھے اِدھر اُدھر کی سیر دیکھی۔ صبح ہوئی شام ہوئی۔ ایک مرتبہ سوئے تو خواب دیکھا کہ حسن آرا بیگم کے دروازے پر پہونچے۔ اور حسن آرا نے انکو اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا گلدستہ دکھایا۔ مگر دفعۃً کسی شخص نے توپ داغی اور اِنکی آنکھ کھل گئی تو نہ حسن آرا نہ گلدستہ۔ ناخدا نے کہا لیجیے قسطنطنیہ پہونچ گئے۔ آزاد قسطنطنیہ کے نام سے ایسے خوش ہوے کہ جامے مین پھولے نہ سمائے۔ شکر خدا بجا لائے کہ قسطنطنیہ تک زندہ تو آئے ہاے دیکھیے۔ ؎

یا ہاتھ توڑے جائینگے یا کھولینگے نقاب
سلطان عشق کی یہی فتح و شکست ہے

آزاد کا نام

بڑی بیگم اور اُنکی پری چہرہ و زیبا شمائل صاحبزادیاں مشتری خصائل اور ناظورۂ ماہ سیما روح افزا اور نواب نامدار والا تبار داخل منزل مقصود ہوے خدّام عالیمقام نے فنسون کا انتظام سر شام ہی سے کر رکھا تھا مخدرات عصمت سمات بیش بہا فنسون پر سوار ہوئین نواب باوقار نے سمند سیاہ زانو کی باگ اُٹھائی۔ اُدھر وہ اِدھر یہ دم کے دم مین پہونچ گئے بہار النسا بیگم نے فرط طرب سے درخانہ تک پیشوائی کی روح افزا اور سپہر آرا سے خوشی خوشی ملین بڑی بیگم صاحب کو آداب عرض کیا مگر حسن آرا کو جو دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ اوی اللہ۔ اَیں تمھین ہو کیا گیا بھلے کو روح افزا نے خط بھیجدیا۔ ای اللہ جانتا ہے۔ مین نے جب غور کر کے دیکھا تب پہچانا۔ خدا نخواستہ یہ تو وہان چندے ہی مین تحلیل ہو جاتین۔ چلو خدا نے بڑا فضل کیا کہ یہ یہانتک آگئین۔ اب علاج ولاج ہوتا رہیگا۔ حسن آرا بہن سے ملکر بولین کہ باجی جان جس دن آپ روانہ ہوئی تھین نا اللہ کرے ویسی رات پھر کبھی آئے۔ ہے ہے مین کچھ بیان نہین کر سکتی مینھ تو موسلا دھار پڑ رہا ہے اور بجلی کی یہ کیفیت کہ پلک جھپکنے نپائے اور وہ تین باری لونک جائے اور رعد کی گرج۔ اُف اُف کان کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ اِسی مین زلزلہ آیا بھونچال کے آتے ہی۔ امان جان تو سمجھین کہ حسن آرا کی سہری کو جنون نے ہلایا۔ یہ تو ہاتھ ملکر چیخ اُٹھین مگر روح افزا بہن نے سمجھا کر کہا کہ بھونچال ہے۔ تب ذری ذری ڈھارس ہوئی۔ مگر رات بھر ترپتے رہے۔ سپہر آرا نے کہا ای باجی سامنے ہی تو بجلی گری۔ ایک دفعہ آواز ہوئی زور کی اور بجلی ایسی چمکی کہ عمر بھر ہمنے کوئی چیز ایسی روشن دیکھی ہی نہین اور گری کہان سامنے والے اصطبل مین وہ جو چھوٹے سے کمرے کے سامنے نہین ہے۔ بس اُسی مین اب سنو کہ اتنی بھی مہلت مینھ نے نہ دی کہ پوچھین بجلی گری تو سب بچے یا نہین۔ روح افزا بہن کی طبیعت بھی اسوقت حد بھر سے لطف تھی اور باجی جان تو تڑپ رہی تھین۔ حسن آرا بولی کہ تڑپنا کیا معنی بہن میرا دل تو ٹپک گیا تھا۔ تلملا تلملا کے رہ جاتی تھی۔ رات بھر کسی کی آنکھ تک نہ جھپکی۔ دو ہی تین گھنٹے کی بارش نے تمام شہر کو تلپٹ کر دیا۔ بارے خدا خدا کر کے تڑکا ہوا اللہ بڑا بچانیوالا ہے۔

روح۔ امان جان کو سویرے تم یاد آئین۔ دولھا بھائی یاد آئے خفقان سے جو گھبرا تو سوچین کہ ایک آدمی کو ریل پر ابھی ابھی بھیجدو۔ یہ مینھ دس کوس کے گردے مین ہوگا۔ تب ہمنے سمجھایا کہ آنکے خط کی راہ دیکھ لو اور وہ اِسوقت کیا جانے کتنی دور نکل گئے ہونگے۔ ریل پر سے گئے ہین۔ کچھ چھکڑا تھوڑا ہی ہے کہ نو دن چلے اڑھائی کوس۔

ب۔ مکان تو بڑا کشادہ ہے اور ہوادار پہلے اِسکی اور ہی قطع تھی دیکھون چندربیدی ہے کہ سورج بیدی۔

حسن۔ (مسکرا کر) ہان امان جان یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

روح۔ (ہنسکر) ہا۔ ای لو ضرور ہزار کام چھوڑ کر۔

دونون بہنین خوش و خرم ہنستی بولتی مکان کے دالان اور کمرے اور شہ نشین اور تہ خانے اور چھت کے کمرے دیکھنے لگین۔ روح افزا اور بہار النسا دکھاتی جاتی تھین چھت کے ایک عالیشان اور صاف شفاف کمرے کے دروازے جو کھولے

تو حسن آرا اور سپہر آرا نے دیکھا کہ دریا لہرین مارتا ہی۔ غنچۂ دل کھل گیا۔ حسن آرا بھولے پن کے ساتھ بہار النسا کے گلے ملی ہائی اسوقت جی خوش ہو گیا۔ ہماری پلنگڑی یہین بچھے۔ ایسا مکان کسی کو نصیب کہان واہ واہ۔ برسونکا بیمار یہان رہے تو دو دن مین اچھا بھلا چنگا ہو جائے اور چاہے انسان دن دن بھر اکیلا رہے دل ہی نہ گھبرائے۔ واہ واہ۔ لو بہن مبارک بیماری تو ہمارے پاس پھٹکنے بھی نہ پائیگی۔ کیا طاقت۔

سپہر۔ بہار النسا بہن بھلا کبھی اندھیرے اُجالے دولھا بھائی نہانے دیتے ہین دریا مین۔

بہار۔ ای ہی اسکا نام بھی نہ لینا۔ اُنکو بڑی چڑ ہی اِس بات کی۔

روح۔ اب ان دروازون مین دُہری ڈہری چقین پڑ جائینگی۔ چاہے تمام دن دروازہ کھلا رہے کچھ ہرج نہین۔

حسن۔ ہان بس چقین پڑ جائین۔ جسمین ہوا کی ہوا آئے اور سیر کی سیر دیکھین۔

روح۔ ہم تو اب تھوڑی دیر مین جائینگے۔

سپہر۔ سسرال۔

روح۔ ہان اب جائینگے نہ۔

حسن۔ یہان سے کتنی دور ہی۔

روح۔ ٹکا ڈولی۔

سپہر۔ بس تو پاس ہی۔ کھلے ہوے میدان مین ہی مکان یا گلی کوچون مین۔

روح۔ نہین۔ تین طرف سے میدان ہی میدان ہی۔ ایک طرف تکیہ۔ دو طرف میدان۔ ایک طرف مکانات ہین شریفون کا محلہ ہی۔ کھلی ہوئی کوٹھی ہی۔ اور اندر ہی ایک باغچہ بھی ہی۔

حُسن۔ ہمین حیرت ہی کہ یا اللہ یہ لوگ گلی کوچون مین کیسے رہتے ہین۔ اُف ہمارا تو دم گھٹ جائے۔

بہار۔ عادت کے تعلق ہی۔ ہم تو اس مکان پر لوٹ ہین۔

روح۔ اب یہان ڈاکٹر کا علاج ہوگا یا حکیم کا۔

حسن۔ کسکے لئے ہمارے۔ واہ۔ علاج اب کس بات کا۔ تم دیکھ لوگی کہ دو دن مین مین کیا سے کیا ہو جاتی ہون۔

بہار۔ اللہ کرے تندرست رہو۔

اِس عالیشان کوٹھی کی لطافت و فسحت [illegible] پوچھنا۔ ایک وسیع میدان مین لب دریا واقع تھی۔ دریا کی موج زنی سے ایک عجب دلربا کیفیت نظر آتی تھی سامنے رمنا سرسبز و شاداب زمین فراخ و سیراب ایک سمت دور تک اونچے ٹیلے نظر آتے تھے۔ جنپر ہری ہری دوب جمی تھی۔ اور دور سے ناظرین کو کسی کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی کوئی اونچا کوئی نیچا۔

شام کا وقت تھا۔ آفتاب کی سرخ سرخ کرنین کچھ یون ہی سی دکھائی دیتی تھین شفق کے سبب سے ان چارون بہنون کا جوبن اور بھی دوبالا ہو گیا اٹھلا اٹھلا کر اونچی اونچی چھتون پر ہوا کھانے لگین کہ اتنے مین ایک سمت سے دھوان اُٹھا تو حسن آرا نے پوچھا کہ یہ دھوان کیسا ہی۔

بہار۔ اس طرف سے دھوان اُٹھا ہی۔

روح۔ ای اس گھاٹ پر مردے جلائے جاتے ہین۔

حسن۔ ہندوٗن کے مُردے یہان ہی جلتے ہین۔

بہار۔ ہان۔ مگر یہان سے دور ہی۔

سپہر۔ ہاے کیا جانے کون بیچارہ جل رہا ہوگا۔

روح۔ زندگی کا بھروسا نہین۔

حسن - ایک دم کا نہین - دم آیا آیا نہ آیا نہ آیا -
روح - ہی ہی - مین نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک مزدور بس چٹ پٹ مر گیا دیکھتے ہی دیکھتے - آناً فاناً - گھٹا اُسنے زمین پر پھینکا اور گر پڑا بس ایک دفعہ ہی آنکھین پھیر لین اور ہچکیون مین چل بسا -
سپہر - ہمارے یہان کے سائیس ہی کو نہ دیکھو - بھلا خاصہ چنگا تھا بجلی گری صبح کو جلا بھُنا ملا - راکھ کا ڈھیر -
رفتہ رفتہ اُسی دن بڑی بیگم سے کسی نے کہدیا کہ سامنے مرگھٹ ہی ہندوؤن کے مُردے وہان جلائے جاتے ہین سنتے ہی بڑی بیگم کے ہوش اُڑ گئے -
ب - ارے مُردے جلاتے ہین - ای بہار النسا - تم یہان رہین کیونکر - واہ خورشید دولھا آئین تو مین اُنسے کہون
حسن - فائدہ برسون سے تو وہ یہان رہتے ہین - بھلا تمھارے کہنے سے مکان چھوڑ دینگے -
سپہر - پشت ہا پشت سے رہے کچھ بھی نہوا - ہم جو دو دن رہینگے تو مُردے چمٹ جائینگے آکے - بولیے -
بہار - اماں جان اِس سے کیا ہوتا ہی - مرگھٹ کہان مکان کہان - بھلا کوئی بات بھی ہی - توبہ توبہ - کوس بھر کا ٹپا ہوگا -
بڑی بیگم کا بس چلتا تو کھڑے کھڑے چلی جاتین اور دونون لڑکیون کو ساتھ لیجاتین مگر بوجہ خرابی بصر اور انکار و اصرار بلیغ نقل مکان کیا تھا مجبور ہو گئین بار بار سوچتی تھین کہ چاہے کوئی ہنسے چاہے کوئی کچھ کہے مین چلی ہی جاؤنگی مگر طرح طرح کے خیالات دل مین جگہ پاتے تھے - بقول شاعر - ؎

تنگ آیا تھا نہایت خاطر مشتاق سے
ہر گھڑی کہتی تھی چل ہر وقت سمجھاتی تھی ہان

دوسرے ہی روز حسن آرا بیگم کی طبیعت ناساز ہو گئی ڈاکٹر صاحب نے آکر کیفیت دیکھی تو بیان کیا کہ مہینون سے انکو بخار ہی بڑی بیگم اور نوابصاحب کے ہاتھ پاؤن پھول گئے کہ غضب ہی ہو گیا جوان عورت اور تپ کہنہ - خدا ہی خیر کرے اس تپ کہنہ ہی کے عارضہ مین بڑی بیگم کا ایک جوان لڑکا جاتا رہا تھا - اِنکے شوہر نے بھی اسی عارضۂ مہلک مین انتقال کیا تھا اُنکے والد بزرگوار نے بھی تپ دق ہی سے قضا کی تھی سنتے ہی ہوش ٹھکانے نہ رہے - نوابصاحب نے انگریزی مین پوچھا کہ خطرہ تو نہین ہی - ڈاکٹر صاحب نے کہا عارضہ تو سخت ہی مگر لاعلاج نہین ہی آپ گھبرائین نہین مین بہت اچھا علاج کرونگا اُسی وقت ڈاکٹر بابو نے ایک نسخہ لکھا اور کہا کہ ایک شیشی آپ کو ملیگی تین دن مین صحیح ہو جائینگی - بس ایک ہفتہ احتیاطاً استعمال مین لائین کافی ہی - دو ہی دن مین دوا کے استعمال سے حسن آرا بیگم کی کچھ سے کچھ حالت ہو گئی - کچھ تو دوا کا اثر - کچھ نقل مکان اور آب و ہوا کی خوبی کا اثر بہت ہی جلد رو بہ صحت لائین - تیسرے روز پورا پورا افاقہ ہو گیا - چوتھے روز سے ڈاکٹر نے دوا موقوف کر دی اور مرغ کی یخنی پلانے کا حکم دیا چھٹے روز غسل صحت ہوا اور ڈاکٹر صاحب کو بڑی بیگم نے ایکسو روپیہ اور ایک تھان زربفت کا اور ایک شالی رومال خاص کشمیر کا دیا - اور اس روز عمدہ عمدہ کھانے بھی پکوائے اور فقرا اور مساکین اور سیدون اور سیدانیون کو خیرات بھی دی - غسل کے دوسرے روز صبح کے وقت حسن آرا بیگم جھروکے سے سیر دریا کرتی تھین ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے فرحت بخشتے تھے اور سامنے دریا کی روانی عجب لطف دکھاتی تھی سبزہ چوطرفہ لہلہاتا تھا - غنچۂ دل نسیم طرب کے اہتزاز سے کھلا جاتا تھا

سینہ و فور سرور سے باغ باغ تھا۔ عرش پر دماغ تھا۔ سپہر آرا نے جب مناجات سے فراغت پائی تو بہن کے پاس آئی اور جھروکے سے مشاہدۂ لطف خداداد کرنے لگی۔ دونوں بہنیں بڑی دیر تک لطف طرب انگیز دیکھا کیں جسطرف دیکھتی تھیں خدا کی قدرت مجسم نظر آتی تھی۔

حسن۔ ع

بسیر گلستان در یاد آن سیمین بدن رفتم
در آغوش سمن غلطیدم ، واز خویشتن رفتم
ببوئیت صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم
نہادم روے بر روے گل و از خویشتن رفتم

سپہر۔ باجی جان گل بہار النسا بہن کہتی تھیں کہ یہ جو اس طرف دور تک اونچے نیچے ٹیلے نظر آتے ہین جب گل انس بھی ہو یہان آبادی تھی اور دور تک آبادی تھی مگر اب محلے کے محلے اُجاڑ ہوگئے اور اور طرف لوگ جا بسے اور یہ جہان تم بیٹھی ہو یہان وزیر کا مکان تھا مجال کیا تھی کہ کوئی اسطرف آ تو نکلتا۔ اور جب روز وزیر کی سواری نکلتی تھی دورویہ آئینہ بندی ہو جاتی تھی وزیر کا حکم بادشاہ کے حکم سے بھی زیادہ مانا جاتا تھا۔ اور آج یہان خاک اُڑتی ہو کتے لوٹ رہے ہین۔ اتنے مین ایک کشتی نظر آئی تو سپہر آرا نے کہا باجی جان دیکھو ادھر کشتی آرہی ہو کشتی اسی مقام پر ٹھہری اور دو آدمی اُسپر سے اُترنے لگے ایک مسن آدمی شہتوت کے سایہ مین آنکر کھڑا ہوا۔ خدمتگار نے زمین صاف کرکے دری بچھادی اور اُسپر قالیچہ۔ مرد معمر بیٹھے خدمتگار نے حقہ تازہ کیا پینے لگے۔ مرد معمر نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ارے میان گلباز ادھر آؤ وہان کیا کر رہے ہو گلباز بولے تم اُس درخت کے سایہ مین بیٹھو۔ ہم اس درخت کے سایہ مین بیٹھین۔

مرد معمر۔ (مرد) ع

سینے کو چمن بنا سینگے ہم
گل کھائینگے گل کھلا سینگے ہم

یہ میان آزاد کا شعر ہو۔

حسن آرا نے جو میان آزاد کا لفظ سنا تو چونک پڑی۔ چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ مرد معمر کو جھروکے سے بغور دیکھا سپہر آرا نے پوچھا باجی جان خیریت تو ہو۔ تمھارے چہرے سے اسوقت کچھ عجب بات پائی جاتی ہو۔

حسن۔ میان آزاد کا نام فقط اس بوڑھے کی زبان سے مین نے سنا۔

سپہر۔ اہن! باجی۔ چونکتی ہو۔

حسن۔ خاتون جنت کی قسم۔

سپہر۔ اہو واہ۔

حسن۔ اِس بوڑھے نے کوئی شعر پڑھا اور کہا یہ شعر میان آزاد کا ہو۔

سپہر۔ سچ سچ۔

اتنے مین بوڑھے نے پھر وہی شعر پڑھا۔ ع

سینے کو چمن بنا سینگے ہم
گل کھائینگے گل کھلا سینگے ہم

یہ میان آزاد کا شعر ہو۔ ایک ہی شخص ہو واللہ خدا جانے بیچارہ کہان ہوگا۔ ہاے۔ ع

سینے کو چمن بنا سینگے ہم
گل کھائینگے گل کھلا سینگے ہم

آزاد۔ آزاد۔ پیارے آزاد۔

حسن۔ ؎

سینے کو چمن بنائینگے ہم
گل کھائینگے گل کھلائینگے ہم

یہ شعر پڑھکر حسن آرا کی آنکھین ڈبڈبا آئین اور سپہر آرا بھی بے اختیار رونے لگین۔

مرد۔ آزاد سے تم سے ملاقات نہین ورنہ خدا کی قسم تم خود کہتے کہ وہ واقعی فرد ہو۔ واللہ شیر مرد ہو۔

گلباز۔ (گل) یہ شعر ہماری شان مین کہا تھا۔

مرد۔ خدا جانے زندہ ہو یا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اے۔

اِس فقرے نے سپہر آرا اور حسن آرا کو اور بھی ملول کر دیا۔

گل۔ میان آزاد کون تھے بھئی۔

مرد۔ ایک جوان رعنا ہو۔ نکتہ سنج۔ مرنجان مرنج۔ نازک خیال شیرین مقال۔ شیر مرد۔ جرأت و بسالت مین فرد۔ لائق فائق ہمہ دان۔ سبحان جہان۔ حسین و مہ جبین۔ ؎

بجز بی سرو او چون سرو آزاد	ہنوزش گرد گل نارستہ شمشاد

گل۔ تو وہ گئے کہان۔

مرد۔ کوئی بیگم ہین۔ آنپر یہ عاشق ہوے۔ مگر اُس نے کہا کہ جبتک تم روم جا کر روسیون سے نہ لڑوگے تب تک مین شادی نہ کرونگی۔

گل۔ واہ اچھی بیگم ہین۔

مرد۔ مسلمانون کو تو خوش ہونا چاہیے۔

گل۔ کیون۔

مرد۔ کیون! کیون کاہے کی۔ اے میان ایسی عورتین تو واللہ زیارت اور سجدے کے قابل ہین جو اِس درجہ اسلام کی حامی ہون۔

گل۔ ہو تو ایسا ہی۔ مگر۔ ؎

سجدہ بتون کا مرد موحد سے ہو چکا
کچھ بت بھی تو بہ تو بہ کسی کے خدا ہوے

مرد۔ کہتے تھے کہ اگر شکست پائی تو پھر ہندوستان مین صورت نہ دکھائینگے۔

گل۔ خدا کرے زندہ آئے اور سرخرو آئے۔

حسن آرا نے گلباز کو غور کے ساتھ دیکھا اور سپہر آرا بولی آمین

گل۔ مگر کیون صاحب بیگم ہونگی بلا کی حسین۔

مرد۔ بس ایسی خوبصورت ہونگی کہ شاید لاکھ دو لاکھ مین ایک ہو۔

اِس فقرے پر سپہر آرا نے مسکرا کے کہا باجی خوش تو نہ ہوئی ہوگی۔ حسن آرا نے کہا اِسوقت بڑی خوشی تو یہ ہو کہ آزاد کا نام مشہور ہوتا چلا۔ سپہر آرا بولی۔ باجی اُنکے ساتھ تمھارا نام بھی تو مشہور ہو چلا۔ نام نہ سہی مگر اتنا تو لوگ کہنے لگے کہ وہ بیگم خوب عورت ہو جسنے مذہب اسلام کی اسقدر حمیت کی

حسن آرا بیگم نے شنجرف کی دوات واسطی قلم اور اپنی بیاض منگوائی اور سپہر آرا سے یہ بیت اُسپر لکھوائی۔ ؎

سینے کو چمن بنائین گے ہم
گل کھائین گے گل کھلائین گے ہم

اور کہا کہ جب پیارے آزاد آئینگے تو ہم یہ شعر اُنکو سنائینگے

مرد معمر نے کہا کہ آزاد عالی نژاد کا ایک خاتون پری نژاد سرو قد غیرت شمشاد پر دل آیا اور تیغ نگاہ کا ایسا چرکا کھایا کہ جان پر بن آئی عشق کیا آیا کہ شامت ہی آئی وہ پری رو بھی اس جوان عنبر مو کی عاشق زار ہو رنج مفارقت سے از بس لاچار ہو وہ دونون صید الم و ملال ہین۔ مرزا علی رضا کے یہ اشعار اُنکے حسب حال ہین

گلباز نے پوچھا کون اشعار۔ مرد معمر نے خدمتگار سے کہا کہ ذرا ہماری بیاض تو لاؤ۔ گلباز مسکرا کر بولے کہ واہ لال کتاب ہی کے بھروسے پر رہتے ہو خدمتگار نے بیاض لا کر دی اور پیر مرد نے لحن واؤدی یہ اشعار پڑھنے شروع کیے۔ ــه

بر سرم دیگر ہوائے عشق یار — ریخت طرح آشیان از خار خار
شوق بر گرد دلم پر میزند — از طپیدن حلقہ بر در میزند
شد نمایان تابش برقی زدو — از شرر زو خرمنم افتاد دور
ہمچو فانوسم ز فروغ عشق دوست — جملہ خونم نور شد در زیر پوست

یہ شعر پڑھ ہی چکے تھے کہ درخت سے ایک چھپکلی گری اور مرد معمر چونک پڑے۔

گل۔ درخت پر چھپکلی کم دیکھنے مین آئی ہو۔

مرد۔ چاہے کوئی ہمکو ضعیف الاعتقاد کہے مگر ہم تو چھپکلی گرنے کو منحوس سمجھتے ہین۔

گل۔ اجی جاؤ بھی بوڑھے ہو گئے مگر عقل نہ آئی۔

مرد۔ چلیے ہم اپنی بھگت لین گے۔

عجب اتفاق ہوا۔ حسن آرا اور سپہر آرا یہ اشعار سنکر روتی جاتی تھین۔

اب سنیے کہ ایک دن میان آزاد فرخ نہاد اپنی معشوق ماہ سیما حسن آرا اور انکی پیاری بہن سپہر آرا کو یہی اشعار سناتے تھے کہ دفعۃً چھپکلی دیوار سے گر پڑی تھی اسدن کی صحبت ان دونون بہنون کی آنکھون مین پھر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگین۔ ــه

دل مین اک درد اٹھا آنکھون مین آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانیے کیا یاد آیا

حسن۔ کچھ یاد ہے اے سپہر آرا۔

سپہر۔ (ہچکیان بھر کر) ہائے کچھ نہ پوچھو باجی جان اسوقت دل قابو مین نہین ہے نہین معلوم کون سے خیالات دل مین آ رہے ہین کلیجا تہ و بالا ہے افسوس ہزار افسوس۔

حسن۔ ــه

فلک کے پار ہوئی اپنی آہ نیم شبی — ہمارے تیر سے صیاد ہو گیا نخچیر
وہ کوہکن ہون کہ نہین ہیچ قصد کوہکنی — تو آب تیشہ سے وان ہو بہا چشمۂ شیر
خیال سنبل خط مین چلون جو مین وحشی
قلم کی طرح ترے نقش پا نہین زنجیر

حسن آرا نے مہری کو بلا کر چپکے سے کہا کہ دیکھو وہ بوڑھے سے آدمی وہان کون بیٹھے ہین۔ مہری نے پوچھا وہ جو درخت کے سایہ مین بیٹھے حقہ پی رہے ہین۔ حسن آرا نے کہا ہان وہی۔ جلد جا کے پوچھو مگر کوئی دیکھ نہ لے۔ ایسا نہو کوئی سن لے۔ مہری گئی پردے کے پاس جا کر ایک بہشتی کے لڑکے سے کہا ذری جا کے ان بڑے میان سے پوچھو کہ کیا آپ سلیم پور سے آئے ہین۔ بہشتی کا لڑکا دوڑتا ہوا گیا۔ اور پیر مرد سے پوچھا میان کیا آپ سلیم پور سے آتے ہین پیر مرد نے کہا سلیم پور کیسا۔ مین نے تو سلیم پور کا نام ہی نہین سنا لڑکے نے آنکر کہدیا۔ مہری نے کہا پوچھو کہ آپ آج چلے جائینگے یا یہین رہینگے۔ پیر مرد بولے کہ تم کو اس سے کیا۔

گلباز نے کہا اگر رہینگے تو پانی تمھین سے منگوائینگے۔ ہم دو دن سرا مین رہینگے۔

مہری نے کوٹھے پر جا کر حسن آرا کو اطلاع دی کہ وہ ابھی دو دن یہان رہینگے۔

حسن۔ بہشتی کے لڑکے کو یہ چونی دو اور کہو جہان یہ جائین انکے ساتھ ساتھ جائے اور دیکھ آئے۔

م ۔ بہت خوب ۔

حسن ۔ جلدی جاؤ ۔

م ۔ ابھی ابھی ۔

مہری پردے کے پاس گئی ۔ بہشتی کے لڑکے کو پکارا ۔

م ۔ لو جی نی لو ۔ اور سن ۔ یہ جو بیٹھے ہین نہ ۔ اِنکے ساتھ ساتھ چپکے چپکے جاؤ اور دیکھو یہ کہان ٹکتے ہین ۔

لڑکا ۔ (خوش ہو کر) اچّھا ۔

م ۔ اُنسے کچھ نہ کہنا ۔

لڑکا ۔ واہ کیا کچھ سڑی ہون ۔

دو گھنٹے تک وہ لوگ وہین بیٹھے رہے ۔ اِسکے بعد اسباب باندھا گاڑی کرایہ کی اور کہا تلمسی گنج کی سرا چلو ۔ جب گاڑی چلنے لگی تو لونڈا چپکے سے ایک گاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا تلمسی گنج کی سرا مین وہ لوگ اُتر پڑے اور ایک گوشۂ محل مین دکش ہوے ۔ لڑکا وہان سے واپس آیا ۔ پردے کے پاس سے اُسنے بی مغلانی کو بُلایا ۔

م ۔ کہان ٹکے ۔

لڑکا ۔ وہان جو گنج ہے نہ ۔ اجی بھلا سا نام ہے ۔ وہ تلشی گنج تلشی گنج ۔ وہین سب کے سب صاحب تمھارے ٹھہرے ہین گے

مغلانی نے حسن آرا بیگم سے جاکر کہا ۔ حسن آرا بولی کہ بی مغلانی اس لڑکے کو کھانا دلوا دو باورچی خانے سے ۔ اور اِس سے کہو کہ اِسکو ہمنے آج سے تین روپیہ مہینے پر نوکر رکھ لیا ۔ کل تڑکے اِسکو وہان بھیجنا اور اُس بوڑھے کو ذری بلوانا ۔ مغلانی نے کہا ہان ستّر برس کا تو سن ہے ۔ کہدینگے دریا کے کنارے بیٹھو ۔ بس چھٹی ہوئی ۔ ہرگز نہین ۔ سپہر آرا نے صلاح دی کہ پہلے بلاؤ نہین دریافت کرو کہ ہے کون نام کیا ہے کہان سے آیا ہے کہان کو جائیگا یہان کس مطلب سے آیا ہے اور اگر ممکن ہو تو کسی طریقہ سے یہ بھی دریافت کر لینا ضرور ہے ۔ کہ اِسکو میان آزاد کی نگرانی مین آنسو بھر کر یاد شش بخیر سے کیونکر تعارف حاصل ہوا ایسا نہو کہ ہم اپنا مطلب فرط بیقراری اور اضطراب مین اُس سے بیان کردین اور بے سود ہو جائے ۔

حسن ۔ بہن ہمنے یہ تمھارا مشورہ پسند کیا اور ہمکو بھی یہی حیرت ہے کہ یہ ہے کون شخص میان آزاد کو کہان سے جانتا ہے ۔

بروا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلندست آشیانہ

ای پیک راستان خبر یار ما بگو
تا محرمان خلوت اُنسیم غم مخور
ولہا ز دام طرہ چو بر خاک میفشاند
بر چین چو میشدی سر زلفین مشکبار
مرغ چمن بہ نوحۂ من دوش میگریست

احوال گل بہ بلبل دستان سرا بگو
با یار آشنا سخن آشنا بگو
با آن غریب ما چہ گذشت از ہوا بگو
با ما سرے چہ داشت ز بہر خدا بگو
آخر تو واقفی کہ چہ رفت ای صبا بگو

برا این فقیر نامۂ آن محتشم بخوان
با این گدا حکایت آن بادشا بگو

افشان جبین خوبروئی گیسوئے غدار عربدہ جوئی ۔ سہی سرو بوستان خوبی ۔ نوبادۂ چمنستان محبوبی ۔ صنم شیرین ادا حسن آرا بیگم کا جدائی کی گھڑی سے آزاد فرخ نہاد کے غم مفارقت مین دل بیٹھا جاتا تھا و فور الم سے کلیجا مُنہ کو آتا تھا ۔ تنور سینۂ سوزان مین نائرہ عشق جوش زن تھا ۔ آشیانۂ دل مرغ جنون کا نشیمن تھا ۔ ابھی نام خدا کمسن ناکردہ کار ۔ یہ کیا معلوم تھا کہ زلف چلیپا افعی ہے رہزن ہے ۔ یہ عشق خانہ خراب نوجوانون کا پرانا دشمن ہے ۔ میان آزاد سے آنکھ کیا لڑی کہ فوج حزن و ملال یکایک ٹوٹ پڑی ۔ سہ

فوج اندوہ والم ٹوٹ پڑی دھوکے مین
آرزوئین ہوئین سب قتل پڑا رن کیسا

پیر مرد کی زبانی میان آزاد یار جانی کا ذکر خیر سنتے ہی خبون پھر سر پر سوار ہوا۔ مرغ دل شہباز عشق کا شکار ہوا۔ کچھ بس نہین چلتا تھا۔ تلملا تلملا کر رہ جاتی تھی۔ اُس شعلہ رو کی داتش غم مین جلاتی تھی۔ سہ

قیامت ہو کسی کو پیار کرنا اس کے ملنے مین
قضا کا سامنا رکھا ہوا ہو دل لگانے مین

سپہر آرا نے کہا باجی جان اہا ہا۔ ٹھنڈی ہوا کا اسوقت کیا جھونکا آیا ہو۔ حسن آرا نے آہ سرد بھری اور بصد حسرت و یاس کے

بولی وہ کہ ہونے کو ہوا ہو
جو غنچہ کو گل کرے صبا ہو

ہمارے دل کا کنول بجھا جاتا ہو یہ کھلے تو ہم سمجھین کہ ٹھنڈی ہوا چلی۔ ہائے کیا جانے اِسدم پیارا آزاد کن بلا خیز جنگلوں اور مہیب کہساروں مین سر ٹکراتا ہو گا۔ وہ دشت و ہاموں مین ہمارے لیے جان گنوائے اور ہمکو ہوائے سرد کا جھونکا خوش آئے بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہو۔ وہ تو عین دوپہر کے وقت جب چیل انڈا چھوڑتی ہو جنگی وردی ڈاٹے ہتھیار باندھے پشت توسن آہو شکار پر ان ٹیری جائے دو دو ولائتیان لگائے میدان کارزار مین تشنہ لب مصروف جنگ ہو اور ہم ٹھنڈی ہوا کھائین۔

لونڈی۔ بڑی بیگم صاحب نے کہا ہو یہ پانی پلا آؤ۔ دیکھیے کسقدر ٹھنڈا ہو کہ دانتوں مین لگتا ہو۔

حسن۔ لاؤ بس تم جاؤ۔

سپہر۔ پی لو باجی۔

حسن۔ سپہر آرا بہن۔ اللہ کرے آزاد کو بھی عین معرکہ رستخیز مین برفاب پینا نصیب ہو۔ اسوقت میرا پیارا آزاد آنکھوں تلے پھر گیا۔ سہ

تری باتین جو اے رشک چمن یاد آگئین مجکو
بہت رویا مین سُنکر چہچے بلبل کے گلشن مین

سپہر۔ دیکھو پانی گرم ہوا جاتا ہو۔ اچھا جاؤ ہم بھی نہ پینگے۔ حسن آرا نے آب سرد پی کر کہا۔ بارالٰہا اسوقت ایسا ہی ٹھنڈا ٹھنڈا پانی آزاد نے بھی پیا ہو۔

سپہر۔ باجی اللہ کی قسم تمھاری آہ خالی نہ جائیگی۔

حسن۔ ہو ہو۔ غم کے نشتر نے دل لہو کر دیا۔ جوش اشک سے طوفان آگیا۔

سپہر۔ باجی تم نے کیا اپنا حال کر دیا۔ کوئی دیکھے تو پہچان نہ سکے کہ یہ وہی حسن آرا ہین۔

حسن۔ ہان ہان۔ مگر۔ سہ

گو خاک ہو گئے نہ گئی جستجوے یار
چون گرد راہ پھرتے ہین ہم دربدر ہنوز

ادہر دونون بہنوں مین باہم یہ باتین ہو تی تھین۔ سپہر آرا مناتی تھین۔ حسن آرا رنج مفارقت مین زار زار رو تی تھین۔ اُدھر سُنیے کہ اِنکے ایک عزیز محمد عسکری صاحب تشریف لائے چکن کا کُرتا۔ شربتی کا انگرکھا۔ مشروع کا ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ چو گوشیہ ٹوپی زیب سر۔ رومال اوڑھے۔ عطر مین بسے عقیق کا کنٹھا ہاتھ مین لیے میرزا منش بنے ہوے آنکر بڑی بیگم صاحب کو جھک کے سلام کیا۔

محمد عسکری۔ (ع) کہیے بہن کی آج کیسی طبیعت ہو اب پھر سے علالت تو نہین پائی جاتی۔ مگر ابھی جم کے علاج کیجیے اور غذا مین پرہیز کرتی جایئے گا۔ بھائی کہان گئے ہین جب سے دم آئے

صرف دو بار ملاقات ہوئی۔

بہار۔ آج کوئی خون کا مقدمہ ہے۔ اُسمین وکیل ہین۔

ع۔ تو پھر دیر مین آئینگے۔ صاحب کمشنر کا قاعدہ ہے کہ مقدمات خون کی اپیل مین زیادہ غور کرتے ہین۔ کل ہم ایک مشاعرے مین گئے تھے۔ آج کل ایران سے ایک شاعر غزا آیا ہے خوب شعر سنائے۔ جگرم تہ زمین شد۔ اور قمرم تہ زمین شد۔ اور سپرم تہ زمین شد۔ بڑا عالی دماغ آدمی ہے۔

بہار۔ حسن آرا اٹھتے انار کھائے تو ہرج تو نہین ہے۔

ع۔ بے تکلف نوش جان فرمائین۔ قاطع صفرا ہے اور مفرح قلب۔ آجکل صفرا کی بڑی شدت ہے آب آلو اور شربت لیمن ضرور استعمال مین لانا چاہیئے اور اگر خوشبو اور تفریح طبع کیلیے کسی قدر کیوڑا اور برف ملادے تو نورٌ علیٰ نور۔ مین تو ہر صبح کو آب آلو پی لیتا ہون۔ شب کو دس بارہ دانے بھگو دیے صبح کو منہ دھو کر آب زلال پی لیا اور چار بجے کے وقت دو لیمون کا افشردہ ضرور استعمال مین لاتا ہون۔ آجکل اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے

بہار۔ عسکری کی زبان کترنی کی طرح چلتی ہے۔

ع۔ بجا ہے۔

بہار۔ کچھ جھوٹ بھی ہے کیا۔

اتنے مین بڑی بیگم کسی کام کے لیے گئین۔ محمد عسکری اور بہار النسا اکیلے رہ گئے۔ مغلانیان لونڈیان اصیلین ادھر ادھر اپنے اپنے کام مین مصروف تھین۔ موقع وقت غنیمت جانکر محمد عسکری صاحب نے اپنی کرسی کھسکائی اور بہار النسا کے پلنگ کے قریب جا بیٹھے۔ اتنے مین رات ہوئی۔ چاندنی چھٹکی

ع۔ کیون بہن۔ اب تو حسن آرا سیانی ہوئی ہونگی۔

بہار۔ ہان چشم بد دور۔ اب سیانی ہین۔

ع۔ دونون بہنون مین حسن آرا گوری ہین نہ۔

بہار۔ اے دونون اللہ کے فضل سے خاصی گوری چٹی ہین اور نمکینی کے ساتھ۔ مگر حسن آرا کی سی حسین تو شاید ہزار مین دو چار ہون۔ ہمنے نہین دیکھی۔ اللہ جانتا ہے حسن آرا کی سی خوبصورت ہمنے تو نہین دیکھی گلاب کے پھول کا سا مکھڑا ہے گلاب کے سے لال لال ہونٹھ۔ اور دانست دار لڑکی ہے سپہر آرا بھی سو دو سو مین ایک ہے۔ دونون بہنین نام خدا صورت دار ہین سپہر آرا مین ابھی ذرا الڑھڑپن زیادہ ہے۔

ع۔ یہ تم ہماری بہن کیسی ہو۔

بہار۔ اِسکے کیا معنی۔

ع۔ اب صاف صاف کیا کہون۔ سمجھ جاؤ۔

بہار۔ (مسکرا کر) ہان!۔

ع۔ بہن ہو۔ بڑی ہو۔ اتنے ہی کام آؤ۔ پھر اور نہین تو کیا عاقبت مین بخشاؤ گی۔

بہار۔ محمد عسکری۔ خاتون جنت کی قسم۔ ہمین دل سے تمھاری محبت ہے۔

ع۔ ساتھ کھیلا ہے بہن۔ برسون ساتھ کھیلا ہے۔

بہار۔ اونہہ اونہہ۔ ساتھ کھیلا ہے۔ اے یون نہین کہتے کہ گود یون کھلایا ہے۔

ع۔ یہ ہم نہ مانین گے۔

بہار۔ زبردستی۔ اور جو اماں جان سے پوچھوا دین ہم۔

ع۔ ایسی آپ کتنی بڑی ہین مجھسے۔ برس نہین حد دو برس

بہار۔ اے لو اِس جھوٹ کو دیکھو۔ چھتین پُرانی ہین۔

ع۔ اچھا۔ پھر کوئی بندرہ بیس کی چھٹائی بڑائی ہے۔

بہار۔ ہنجی ہے۔

ع - اچھا پھر اب کس دن کام آؤ گی - جو ہم کہین وہ مان جاؤ مگر از برائے خدا مشہور نہ کر دیجیے گا - تم اسقدر اقرار کر لو کہ مان لو نگی - اور کسی سے کہو نگی نہین - یہ نہین کہ ہو دو کچھ بھی نہین اور ہماری جگ ہنسائی ہو -

بہار - تو بھائی بے سمجھے بوجھے کیسے کہدون - وہ کہو یا نہ کہو - مین پہلے ہی سمجھ گئی -

ع - پھر کیون نہ سمجھو - آخر بہن کسکی ہو -

بہار - لے اب صاف صاف نہ کہے تو ہمارا مردہ دیکھے - ہمین کو ہر کرے -

ع - ہاے غضب مجھے کوئی بیحیا مقرر کیا ہی - مین اپنے منہ سے کیا کہون - کہنا بس اتنا ہی تھا کہ حسن آرا بیگم اب سیانی ہوئین - اور مین بھی تمہارا بھائی ہون -

بہار - ہم تڑسے بھاپ گئے تھے - مین آج امّان جان سے ذکر کرونگی - مگر بھائی حسن آرا سے بھی تو کہ لون - ایجاب قبول شرع کے رو سے بھی مقدم اور ضروری ہی - جو حسن آرا مسکرائین یا خاموش ہو رہین تو منہ مانگی مراد پائی -

ع - تم پہلے بتاؤ کہ اگر ایسا ہو تو تم پسند کرو یا ناپسند اسکا جواب دو -

بہار - اے واہ - چہ خوش - کچھ عقل گئی ہی - بھلا ہمین پسند نہو تی یہ بات تم صاف صاف یون ہم سے کہ بھی سکتے اللہ کرے حسن آرا جُگ جُگ سلامت رہے - اُس سے زیادہ ہمین کون ہے کوئی اپنی بیٹی کو جان بوجھ کے کھاری کنوین مین ڈھکیل دیا کرتا ہے ایسے کا اللہ منہ نہ دکھائے کہ کنواری لڑکی بے سمجھے بوجھے بیاہ دے خاتون جنت کی قسم کھا کر کہتی ہون - دیکھو تار دن بھری رات ہے کہ اگر حسن آرا منظور کر لین تو ہم تو پھولے نہ سمائین -

ع - پھر کوئی تدبیر ایسی کرو کہ حسن آرا مان جائین -

بہار - (مسکرا کر) کون تدبیر کرون - چھو منتر پڑھون - اتنے مین حسن آرا بیگم نے اوپر سے آواز دی - ای باجی نذری ہمکو ہرے ہرے ملائم ملائم سنگھاڑے نہین منگا دیتین - مگر ایسے ہون کہ دانت سے ذرا دبایا اور جیسے کیوڑے کی سی خوشبو آنے لگی - بہار النسا نے کہا - اے نگوڑے سنگھاڑے بھی کوئی بڑی نعمت ہین - ابھی ابھی منگواتی ہون - سپہر آرا بولی باجی جی ترس گیا - وہان تو ملتے ہی نہین نا - محمد عسکری نے رسوخیت جتانے کے لیے خواص سے کہا کہ باہر ہمارے آدمی سے جا کر کہو کہ چار سیر ملائم ملائم تازے تازے سنگھاڑے توڑوا کر لے آئے مگر کئی دن کے رکھے ہوے نہون -

حُسن آرا نے جو اُنکی آواز سُنی تو متحیر ہو کر سپہر آرا سے دریافت کیا کہ کون آیا ہی - سپہر آرا نے کہا وہی آ گئے ہین وہ جو اُس دن بہار النسا بہن کے پاس بیٹھے تھے - جنسے امان جان نے شکایت کی تھی کہ ہم دو دن سے یہان آئے ہین اور تم نے خیر و عافیت تک نہ دریافت کی -

حسن - ہان ہان - وہ عسکری - عسکری - محمد عسکری -

سپہر - وہ جو عطر سے بسے تھے -

حسن - مین سمجھی - ای محمد عسکری - کیا ہم جانتے نہین -

تھوڑی دیر مین محمد عسکری صاحب تو رخصت ہوے اور چلتے وقت بہار النسا سے کہ گئے کہ ہمنے جو کہا ہی اُسکا خیال رہے بہن مگر از برائے خدا کسی غیر کے کان تک خبر نہ ہو نہ پہنچنے پائے - کہ مفت مین ہم نکو بنین - بہار النسا نے کہا - ای تو کیا تم کچھ لڑکی ہو یا دلھن ہو - اور بھائی کی بات بہن کسی سے کہنے کیون لگی - دیکھو اللہ چاہے تو آج کے دوسرے ہی مہینے حسن آرا بیگم کے ساتھ منگنی ہے

محمد عسکری تو چلے گئے۔ مگر حسن آرا نے یہ بات سن لی اور رنگ فق ہو گیا۔ سپہر آرا سے کہا کچھ سُنا۔ وہ بولی ہان ہان غضب ہو گیا یہ بہار النسا بہن نے کہا کیا اسوقت جیسے پاؤن تلے سے مٹی نکل گئی۔ دونون بہنین کمرے مین گئین حسن آرا مارے رنج کے مسہری پر لیٹی اور یہ شعر پڑھکر سو رہی۔ ؎

معرکہ روز کا ہے چرخ ستم پرور سے
یا الٰہی یہ مہم دیکھیے ہو سر کس دن

سپہر آرا کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی رنج کی بات سنتی دیوان حافظ ضرور کھولتی اور فال ضرور دیکھتی چپکے سے دیوان حافظ اُٹھا کر فال دیکھی تو سرے ہی پر یہ شعر نکلا۔ ؎

بر دا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

سپہر آرا اس درجہ مسرور ہوئی کہ ساری کلفت دور ہو گئی شعر پڑھتے ہی اُچھل پڑی۔ واہ واہ واہ کیا شعر نکلا ہے موتیون مین دیوان حافظ کو تولے۔ ؎

بر دا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

مطلع پڑھا تو اور بھی خوش ہوئی۔ ؎

سحرگاہان کہ مخمور شبانہ
گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ

فتح ہے۔ بس اب دل کو ذرا ڈھارس ہو لی۔ پھر یہ شعر نظر سے گذرا تو کہا لو بیڑا پار ہے۔ بحر غم سے عبور آسان ہے ؎

بدہ کشتی می تا خوش برآئیم
ازین دریاے ناپیدا کرانہ

اِدھر بہار النسا اپنے دل مین سوچتی تھی کہ محمد عسکری ہونہار ہوشیار عالی خاندان معالی دودمان۔ نجیب الطرفین شریف النجابتین خوبصورت خوش سیرت شایستہ تربیت یافتہ خوش قطع باوضع نوجوان ہے۔ تین چار سو روپے ماہواری کی آمدنی ہے۔ علاقہ ہے مکانات ہین۔ اور رنگ سک سے درست ہے۔ کوئی عیب کوئی سقم اسمین نہین حسن آرا اگر منظور نہ کرے تو اُس سے بڑھکر کوئی دیوانی نہین آج باتون باتون مین چھیڑونگی۔ دیکھون کہتی کیا ہے اور کہیگی کیا۔ یقین ہے فوراً منظور کر لے۔ محمد عسکری کی بڑھ بڑھ کر تعریفین کرونگی۔ سپہر آرا کو بھی سمجھاؤنگی کہ بہن کو سمجھا بجھا راضی کر دے اور عسکری ابھی ہے بھی کم سن۔ اللہ کرے حسن آرا منظور کرے۔ مگر یہ خبر ہی نہ تھی کہ حسن آرا چاہے زہر کھا لے مگر آزاد کے سوا اور کے ساتھ بیاہ نہ کریگی۔

بر دا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

بہار النسا بیگم نے لونڈی سے کہا کہ ذری جا کے حسن آرا بیگم کو تو کوٹھے پر سے بلا لاؤ۔ لونڈی نے آنکر جواب دیا کہ حضور وہ آرام مین ہین کہیے جگا دون۔ بہار النسا کوٹھے پر تشریف لے گئین کہا تمھارے سنگھاڑے آتے ہونگے عسکری نے اپنا آدمی بھیجا ہے۔ سپہر آرا کا رنگ فق ہو گیا۔ پھر کہا تم دونون کو پوچھتا تھا۔ اور کہتا تھا حسن آرا تو نام خدا سیانی ہوئی ہون گی۔ مین نے کہا ہان اب چشم بد دور سیانی اور خوش سلیقہ ہین عسکری کی باتین خوب ہین اور ماشاء اللہ صوم و ... ہے۔ عطر سے بہت شوق ہے۔ نفاست کا ہر دم خیال۔ دن مین دو دو دفعہ حمام کرتا ہے اور خوش رو بھی ہے جامہ زیب بھی ہے۔ سپہر آرا نے بات ٹالنے کے لیے کہا آؤ باجی تمکو کچھ شعر سُنائین۔ ؎

دل لگانا عذاب ہوتا ہے
آدمی کیا خراب ہوتا ہے

اسپہر بہار النسا بولین۔ اب اسوقت شعر خوانی رہنے دو اُدھر اُدھر کی باتین کرین۔ تم نے عسکری کو دیکھا ہے۔ سپہر آرا محمد عسکری کا نام تک سننا نہین چاہتی تھی۔ بہار النسا بیگم نے جو بار بار عسکری عسکری کی رٹ لگائی تو وہ اور بھی جھلائی مگر سوچ کر ڈر کیا ہے باجی کسی کا کہنا نہ مانینگی اور فال مین تو یہی نکلا ہے مکرہ

بروا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

استنے مین حسن آرا بیگم بھی منہ دھو کر آگئین۔

بہار۔ اے آج بے وقت کا سونا کیسا۔ خدا خیر کرے راگ نہ لانا کہین۔

حسن۔ جی نہین۔ مسہری پر لیٹی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو چلی تو بے اختیار نیند آگئی۔

بہار۔ اے واہ۔ بھلا یہ کون وتیرہ ہے۔ چراغ مین بتی پڑی اور آپ نے لمبی تانی۔ اِس وقت کے سونے سے سستی آتی ہے۔

سپہر۔ (لونڈی سے) این! واہ۔ پنکھا جھلتی ہے کہ اونگھ رہی ہے۔ گری پڑتی ہے۔ شیطان نے ڈھکیل دیا کیا؟

بہار۔ جاؤ منہ دھو کے آؤ۔ ذری زور زور جھلو۔

سپہر۔ یہ موئی اکل کھری جب دیکھو رونی صورت اونگھا کرتی ہے۔

لونڈی۔ ساری مامائین اصیلین بیٹھیں خدمتین تو ما پنکھیان اُڑائین مجھ نصیبون جلی پر جب دیکھیئے آپ سب خفا ہی ہوا کرتی ہین۔

بہار۔ بس انھین تنک مزاجیون کی بدولت تو اِس سے اور اِس کے میان سے ایک دم بھر نہین بنتی۔ نت جھگڑا انت لڑائی آئے دن جھونٹم جھونٹا ہوا کرتا ہے۔ بدمزاجی بھی تو کتنی۔

لونڈی۔ (گردن ہلا کر) ہان حضور مین ہی بری ہون وہ موا مردوا خدائی بھر کا شہدا۔

بہار۔ چلو اب بوڑھا چونڈا نہ ہلاؤ۔ پنکھا لے کے جھلو بس۔

بہار النسا بیگم نے حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے حسن آرا تم نے عسکری کو دیکھا ہے۔ اب جو آئے تو اوٹ مین سے دکھا دونگی۔ خوب آدمی ہے۔ ہنس مکھ ملنسار۔ ہونہار۔ چار پیسے پیدا کرنے کا خیال اور پڑھا لکھا ہے۔ آج کل اُن حکیم سے طب پڑھتا ہے وہ جو ہین نہین دوہرا بدن۔ وہان شفاخانے مین انھین سے۔ تمکو بہت پوچھتا تھا کہ حسن آرا بیگم اب تو چشم بد دور سیانی ہوئی ہونگی کل آئین تو ہم تم کو دکھا دین۔ جس وقت آتا ہے مکان بھر مہکنے لگتا ہے۔ عطر کا بڑا شوق ہے میری بیماری مین بیچارہ دن بھر مین تین تین پھیرے کرتا تھا۔ امان جان کو سمجھایا کہ ڈاکٹر کا علاج کرو۔ خواہ حکیم جی سے رجوع لاؤ۔ دلی محبت ہے بیچارے کو گھر بھر سے اسکو الفت ہے۔ کسی کے پانون مین خدا نا کردہ کانٹا چبھا اور وہ بیقرار ہو گیا۔ اور روز سجیلا جوڑا ہی پہنے دیکھا۔ حسن آرا اس تقریر سے اداس ہو گئی مگر چپ چاپ بیٹھی سنا کی۔ دل ہی دل مین سوچتی جاتی تھی کہ یہ کیا رہی ہین۔ کیسے عسکری۔ یہان آزاد کو دل دے چکے

وہ ٹر کی سدھارے ہم قول ہارے۔ قول جان کے ساتھ ہی
انکو عسکری کی پڑی ہی۔ وہ روز سجیلا جوڑا جو بھر کا مین یا عطر مین
بسے ہوے آئین مگر یہ دل تو آزاد کا ہی۔ کوئی ٹکرے ٹکرے
کر ڈالے تنکے تنکے اُڑا دے۔ مگر آزاد کا خیال مرتے دم تک
دل سے نہ جائے گا۔ اُس گلبدن کی یاد مین بیکلی رہتی ہی۔ راتوں کو زار زار
روتی ہون۔ ٹھنڈی سانسین بھر بھر کے بصد یاس سوتی ہون
یہ آئین وہان سے عسکری کا ذکر چھیڑنے مانا کہ ہنس مکھ ہی۔ پھر ہو
جب بہار النسا نے دیکھا کہ حسن آرا خاموش ہو رہی۔ تو
سمجھین کہ نیم راضی ہی۔ نہایت محظوظ ہو کر یون مخاطب ہوئین
بہار۔ حسن آرا۔ محمد عسکری کو کیسا سمجھتی ہو۔
حسن۔ (لونڈی کی طرف اشارے سے دکھا کر)
چزُپ چزُب۔
بہار۔ ای موئی زرزری بولی ہماری سمجھ مین نہ آئی
نہ آئے گی۔
سپہر۔ ای اسمین مشکل کیا ہی۔ آئیے ہم سکھا دین اسیوقت
فر فر بولنے لگو۔
بہار۔ اچھا عسکری کو زرزری مین کیونکر کہو گی۔
سپہر۔ عزس کزر۔ رزی۔
بہار۔ اور حسن آرا۔
سپہر۔ حزسن ازا۔ رزا۔ حسن آرا۔
بہار۔ ای کچھ ہو گا بھی۔ حسن آرا ہماری بات کا تم نے
جواب نہ دیا۔
حسن۔ مین سمجھی ہی نہین۔
بہار۔ ہم پوچھتے ہین محمد عسکری کو تم کیسا سمجھتی ہو۔ (گدگدا کر)
بتاؤ بولو۔ کیا چُپ بیر کا روزہ رکھا ہی (پھر گدگدا کر) بتاؤ نہین
اللہ جانتا ہی گدگدا کے گدگداتے تڑکا کر دونگی کیا بُرا زمانہ ہی
بہن بہن کی بات کا جواب نہ دے۔ خیر اچھا یاد رکھنا
حسن۔ کیسی میٹھی نیند سو رہی تھی۔ اِنکے غل غپاڑے مین
اُچٹ گئی۔
بہار۔ (خفا ہو کر) پچھتاؤ گی حسن آرا۔
سپہر۔ یہ بات کیا ہی بہن۔ بہار النسا بہن۔
حسن۔ روٹھ گئین۔
بہار۔ جلاؤ اور پھر کہو روٹھ گئین۔
سپہر۔ ای جلین تمھارے دشمن۔ جو تمھاری طرف دیکھ نہ سکین
واہ وہی باتین مُنھ سے نکالتی ہو بس۔
حسن۔ اماں جان سنین تو اسوقت بہت ہی خفا ہون
بہار النسا نے بڑی دیر تک محمد عسکری کی تعریف کی مگر
حسن آرا کب پسیجنے والی تھی۔ حسن آرا کے دل پر بہار النسا کی
گفتگو نے تیر کا کام کیا۔ اِدھر اُدھر ٹہل ٹہل کر یہ غزل پڑھتی اور
روتی جاتی تھی۔ ؎

دل ہی عدد کے رنج جگر ہی عدد کے رنج
حاصل کسی سے کچھ نہین ہوتا سوا کے رنج
آدم سے باغ خلد چھٹا ہمسے کوی یار
ممکن نہین ہی آئے جو بوے گل نشاط
ہم بار عشق کے متحمل نہ ہو سکے
کہتے ہین میر دوست مرا حال دیکھکر

پیدا کیا ہی ہمکو خدا نے برائے رنج
دنیا مین لائی ہی ہمین قسمت برائے رنج
وہ ابتک رنج ہی یہ انتہائے رنج
ایسی دماغ جان مین بھری ہی ہوائے رنج
بس دل پکڑ کے بیٹھ گئے وہ اٹھائے رنج
دشمن کو بھی خدا نکرے مبتلائے رنج

اتنے مین ایک آدمی نے باہر سے پکارا۔ دوا جی اخبار
لیجائیے۔ سپہر آرا نے کہا۔ ای دوا جی اخبار یہان لے آنا
اخبار آیا۔ حسن آرا نے اخبار پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے
ایک دفعہ ہی چونک پڑی۔

سپہر- خیر تو ہی باجی جان-

بہار- این! یہ چونکی کیا-

حسن آرا اخبار کے مطالعے مین اسقدر مصروف تھی کہ اونسے جواب ندیا اور پڑھتی ہی گئی۔ مضمون قابل دید ہی-

اخبار کا مضمون سہ

بلند نام نگردد کسے کہ در وطن ست
ز نقش سادہ بود تا عقیق در یمن ست

یون تو خدا کی خدائی مین ایک سے ایک قومی ہمدردی حب الوطنی اولوالعزمی شجاعت بسالت علم و فضل مین اپنی آپ ہی نظیر ہی- دانایان فرنگ نے علوم و فنون مین علم وحدت بلند کیا- افریقہ کے باشندے اپنی قدرتی اور جبلی شجاعت پر اتراتے ہین- امریکا والے اپنی ترقی خداداد اور دانشمندی پر بغلین بجاتے ہین- ایشیا کے آدمی ظاہر ٹیم ٹام اور تزک و احتشام پر جان دیتے ہین مگر ہندی بھی اکثر امور مین فرد ہین- اکثر اقوام ہندوستان کے آدمی انتہا کے ہمدرد اور شیر مرد ہین- جو بات ہندوستان نے زمانۂ باستان مین حاصل کی تھی وہ اب کہان مگر پھر بھی ہاتھی لٹے گا تو کہان تک- رسالۂ شمس الضحیٰ کے مولف نے دیباچہ مین خوب لکھا ہی کہ- سہ

ای دل شوریدہ خروشت کجاست — خامشی از زمزمہ جوشت کجاست
ملک سخن زیر لوائے تو بود — رامش دلہا ز نوائے تو بود
وہ بچہ پردہ کشائیت کو — طنطنہ نغمہ سرائیت کو
زمزمۂ سینہ خراشت چہ شد — نالۂ الماس تراشت چہ شد

الٰہی یہ کیسی ہوا بندھی کہ پیارے ہندوستان کے علم و فضل کا پھلا پھولا چمن اداس ہو گیا اولوالعزمی کی ہری بھری شاخین ایک ہی جھونکے مین پھٹ پڑین- عظمت کے تناور اور بارآور درخت اُڑا اُڑا کر زمین پر آ رہے- خزان کے لشکر نے ایسا زغہ کیا بہار علم کا عمل کھڑے کھڑے اٹھ گیا- اب اہل ہند مین وہ جوش نہ وہ خروش ہی جسے دیکھو بادۂ غفلت کے نشے مین بیہوش ہی خواب خرگوش مین پڑے خراٹے لے رہے ہین- بلا کی نیندین آئی ہین- خیر خوب نیند بھر کر سو چلے اب بھی جاگین تو ہم سمجھین کہ بخت خفتہ بیدار ہو گیا- سہ

شب ہمہ گذشت و صبح سر زد
ای مرد خدا بخواب تا کے

ابھی کل کی بات ہی کہ کشور تہذیب مین ہندوستان کوس لمن الملک بجاتا تھا- علم و فضل مین اسکا طوطی بولتا تھا- علم ہندسہ مین اسکے جھنڈے گڑے تھے- ریاضی مین اسکی دھاک بندھی تھی- قلمرو شائستگی مین اُسنے اپنا سکہ بٹھایا تھا- میدان علمی مین علم وحدت اٹھایا تھا یہ وہی ہندوستان ہی جسکے شمس لیاقت سے اور ملکون نے نور اقتباس کیا- مصری اسی کے خوان حکمت سے شیرین کام ہوے- یونانی اسی کے خرمن لیاقت کے خوشہ چین تھے- ایک ایک طفل مکتب مجسطی خوان اور اقلیدس بیان تھا- سہ

وقت پیری شباب کی باتین
ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

اب تو بعض حضرات کا مقولہ ہی کہ زیادہ پڑھنے سے انسان پاگل ہو جاتا ہی اسکے سوا ضعف دماغ کا ڈر کا اور فقدان بصارت کا کھٹکا لگا ہے- بفرض محال یہ مصیبت بھی جھیلی تو فائدہ؟- جغرافیہ طبعی پڑھا تو کرۂ باد سے کیا خاک نفع ہوگا- ستارون کی تحقیقات سے کیا پتھر ملیگا- دریا کا بیان کیا موتی رولدیگا ریاضی مین ریاض شاقہ کیا تو کیا نتیجہ شاعری کی طرف متوجہ ہوئے تو دین و دنیا دونون سے ہاتھ دھو کر مجنون ہو جائین کیلون کی

عنایت سے مقدمہ قائم ہوا آٹھی آنتیں گلے پڑین منطق سیکھیں تو
ہر سال فصد کھلوانی پڑے۔ علم الطیور کا مطالعہ کرین تو چڑی مار
جنگ کی پھبتی سنین۔ اِس سے بہتر یہی ہو کہ بانسے کی کنکیاں
چھپکائیں بٹیر لڑائیں۔ چانڈو نوش جان فرمائیں۔ مدک کے
دم لگائیں خوب گلچھرّے اڑائیں۔ ؎

صبح تو جام سے گذرتی ہو	شب دلارام سے گذرتی ہو
عاقبت کی خبر خدا جانے	اب تو آرام سے گذرتی ہو

حاصل اسکا یہ کہ اب اہل ہند کے مزاج سے اولوالعزمی منزلون
دور ہوتی جاتی ہو۔ پس جب کبھی ہم کسی ہندی کی جرأت یا ہمدردی
یا بسالت یا اولوالعزمی کا حال سنتے ہین تو باغ باغ ہو جاتے
ہین۔ حال مین ایک جری اور دلسوز اور جوانمرد ہندی کا ذکر خیر
مختلف اخبارات انگریزی مین ہماری نظر سے گذرا۔ میان آزاد
نامے ایک ہندی آجکل ٹرکی گئے ہین۔ اثنائے راہ مین انکا
جہاز جسکا نام جنی ونیس تھا بڑی مصیبت مین مبتلا ہوا۔
جزیرۂ بیرم کے قریب ڈوب گیا۔

حسن آرا بے اختیار چیخ اٹھی۔ اخبار ہاتھ سے گر پڑا۔ اور
غش آگیا۔

سپہر۔ ای ہو باجی خیر تو ہو۔

بہار۔ ہائین! ارے یہ ہوا کیا۔

لونڈی۔ مرگی تو نہین آئی۔

بہار۔ (تھو تھو) ای نہین اللہ نہ کرے۔

دونون بہنون نے ملکر اٹھایا۔ منہ پر چھینٹے دیے۔ تو
ذرا ہوش آیا۔

حسن۔ ددا خط لاؤ۔

بہار۔ آخر شش اسمین ہو کیا بہن۔

لونڈی۔ بڑی بیگم صاحب کو بلالاؤن۔

حسن۔ نہین نہین۔

سپہر۔ لیجیے اخبار لیجیے۔ پڑھو تو اسمین ہو کیا۔

حسن آرا نے اخبار لیکر پڑھنا شروع کیا۔

"کل بہتر آدمیون کی جان بچی۔ باقی سب لقمۂ نہنگ اجل
ہوے اس موقع پر میان آزاد نے بڑا کارنمایان کیا صرف اپنی ہی
جان نہین بچائی۔ بلکہ اورونکو بھی مدد دی"

حسن۔ شکر خدا۔ شکر خدا۔

دو بار جہاز سے بوٹون مین کود پڑا اور تین بار پھر جہاز پر گیا
بہت سے بندگان خدا کی جان بچائی۔ ع۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

"اِسکے بعد اُس جوانمرد نے جو ہمدردی مین فرد ہو ایک انگریز
لفٹنٹ ایلیٹن کو ڈوبنے سے بچایا۔ سمندر کی موج اُسکو بوٹ پر سے
بہا لیگئی تھی اس واقعۂ جگر دوز کو دیکھ کر آزاد نہایت استقلال اور
جوانمردی کے ساتھ سمندر مین کود پڑا۔ اور ایلیٹن کو بچا دیا
مگر اتفاق وقت سے بوٹ پر نہ چڑھ سکا"

حسن۔ ارے خدا خیر کرے۔

"لیکن واہ رے آزاد۔ پیرتا ہوا ساحل جزیرۂ بیرم تک
پہونچا اُسوقت جزیرۂ مذکور کے مرد و زن کی اس شیر دل کی طرف
نظر تھی سنا ہو کہ کسی نوجوان اور حسین بیگم نے جنپر میان آزاد کا دل
آیا ہو انکو مجبور کیا کہ ٹرکی جاکر ترکون کی طرف سے لڑین۔ اگر
وہ نوجوان اور حسین بیگم صاحب اپنے عاشق زار میان آزاد کو ایسے
کارنمایان کے وقت دیکھتین تو آزاد کی محنت ٹھکانے لگتی۔"

حسن آرا اسوقت ایسی مسرور ہوئین کہ عمر بھر کبھی اسقدر
خوش نہوئی تھین۔ فرط طرب سے آنکھین اشکبار ہو گئین۔

مگر بہار النسا اور سپہر آرا کی تشفی کے لئے مسکرا دین۔

بہار۔ اے! ماجرا کیا ہے۔ ایک آنکھ سے روتی ہو ایک آنکھ سے ہنستی ہو۔

سپہر۔ باجی جان کچھ کہو تو۔

حسن۔ خیریت ہے۔

سپہر۔ پھر آپ روتی کیون ہین۔ ذری اخبار تو پڑھنے دو

حسن۔ ایک جہاز ڈوبنے کا حال لکھا ہے۔

سپہر۔ ہے ہے۔ کیا کہتی کیا ہو۔ ای باجی کسکا جہاز۔ (روکر) ہاے ہاے بتاؤ تو کسکا جہاز۔

حسن۔ ع۔

رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت

سپہر۔ شکر ہے۔

بہار۔ ایک تو پاگل تھی ہی دوسری بھی پاگل ہو گئی۔

حسن۔ اُف۔

سپہر۔ چھوڑو۔ ذری ہم بھی پڑھین۔

حسن۔ لو اللہ نے بہت بچایا۔

سپہر آرا نے بڑے شوق سے وہ مضمون پڑھا۔ اور اُچھل پڑی کہ میان آزاد فرخ نہاد نے ٹرکی پہونچنے کے پہلے ہی نیکنامی حاصل کی۔ سوچی کہ لسان الغیب حافظ شیرازی نے خوب صحیح صحیح بتا دیا تھا کہ ؎

بروا این دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقارا بلندست آشیانہ

حسن آرا اپنے دل مین کہتی تھی کہ کجا محمد عسکری کجا میان آزاد ؎ ع۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بھلا جس شیر مرد نے میرے لیے یہ سختیان سہین ایسی ایسی مصیبتین اُٹھائین۔ جان کو ہتھیلی پر رکھ کر گیا۔ اُسکو دھوکا دیکر اور کسی کو دل دینا کون سی بھلمنسی ہے۔ کیا مجال۔ محمد عسکری چاہے دو تولہ عطر روز ملین۔ اور دن بھر مین دس جوڑے بدلین اور گلاب سے نہائین آزاد اور ہی فشن کا آدمی ہے۔ یہ بات کسی مین کہان۔ اِس مضمون کے پڑھنے سے حسن آرا کسی قدر معذور ہو گئی کہ ہمارے آزاد کی توصیف مین اخبار رطب اللسان اور عذب البیان ہین۔ سوچی کہ ہے ہے جسوقت جہاز ڈوبا آزاد کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ اُف۔ اُف میرا خیال ضرور آیا ہوگا خدا جانے وہ موا خوجی خبیث جیتا ہے یا ڈوب گیا بہار النسا نے اس اخبار کے صفحے مین چپکے سے نشان بنا دیا۔ جسکو حسن آرا اور سپہر آرا نے غور سے پڑھا تھا سوچین کہ محمد عسکری سے پڑھواؤنگی دیکھون تو کیا لکھا ہے۔ کہ دونون بہنون نے چپ چاپ پڑھکر اشارون مین باتین کین۔ اور ہم سے چھپایا۔ حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیون بہن پھر تم ہماری بات کا جواب نہ دو گی۔ محمد عسکری کو آخرش یہ تم برا کیون سمجھنے لگین۔ حسن آرا مسکرائی۔ سپہر آرا تیکھی ہو کر بولی ای بہن کچھ خیر ہے۔ اپنا کام کرو۔ اس پھیر مین نہ پڑو۔ کون عسکری کیسے عسکری۔ یہان عسکری وسکری کا ایک کو نہین جانتے۔ ؎

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

بہار النسا نے کہا خیر صاحب تم جانو تمھارا کام جانے ؎

سمجھانے سے تھا ہمین سروکار
اب مان نہ مان تو ہے مختار

کوہ قاف کی پری

دلبرے بُرد از دلم صبر و قرار | گر زخش بر قع بود صبح بہار
غنچہ از شمع رخش پروانۂ | نافہ از خالش دل دیوانۂ
چشم جادو لیش پے تسخیر جان | در نگہ ساز دتبسم را عیان
غمزہ اش بر سینہ ناوک میزند | خندہ اش بر بوسہ چشمک میزند

سوختہ داغ مہجوری وجفا۔ کُشتہ تیغ عشق و وفا میان آزاد فرخ نہاد شادان و فرحان خوش و خندان دولت رفیعہ روم کے دارالسلطنت رفیع المرتبت مین خدا خدا کرکے داخل ہوئے۔ یہاں کے تاجر باوقار وجم اقتدار کے صاحبزادہ بلند اقبال وخجستہ خصال ہرمزجی بھائی کی کوٹھی کا پتا پوچھتے چلے۔ آدھ گھنٹے مین کوچبین نے یہ مژدہ طرب انگیز سنایا کہ یہ لیجیے ہرمزجی بھائی کا مکان آیا۔ یہ سامنے والی کوٹھی اُنھین کی ہے۔ میان آزاد گاڑی پر سے اُترے اور ہرمزجی بھائی کے پاس ایک آدمی کے ذریعہ سے اپنا کارڈ بھیجا کارڈ پر (میان آزاد) دیکھ کر۔ ہرمزجی بھائی نے اِن کو بلوایا۔ مصافحہ کیا اور بڑے تپاک سے بٹھایا۔ آزاد نے جاتے ہی اُنکے پدر بزرگوار کا نامہ فیض ختامہ دیا۔ پڑھ کر ہرمزجی بھائی اور بھی تپاک کے ساتھ پیش آئے بولے آپکا گھر ہے مین آپکا خادم و نیازمند ہون۔ خدمتگار کو حکم دیا کہ پانچ کمرے آپکے واسطے آراستہ کر دو۔ ایک ڈرائنگ روم نشست اور ملاقات کے لیے۔ ایک بڈروم آرام کرنے کے لیے۔ ایک باتھ روم غسل کیواسطے۔ ایک اسٹڈی روم مطالعہ کتب کے لیے۔ ایک کمرہ گودام کے لیے۔ خدمتگار نے پانچون کمرے آدھ گھنٹے مین آراستہ کر دیے۔

ہرمزجی بھائی نے میان آزاد کی بڑی تعریف کی۔ آپ بڑے اہم کام کے لیے آئے ہین۔ مہم سر کرنا آسان نہین اپنے معشوق مطلوب کے ذرا سے اشارے مین جانبازی پر آمادہ ہونا اور امید موہوم پر جان کھونا آپ ہی سے مردان خدا کا کام ہے۔ ع

آفرین باد برین ہمت مردانہ تو

ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ آپکی مراد دلی بر آئیگی۔ دعائے نیم شبی رنگ اثر جمائیگی نقش مراد کرسی نشین ہوگا تیر دعا بہدف اجابت قرین ہوگا آپ تمغہ پائینگے۔ اور سرخرو ہو کر میدان کارزار سے ہندوستان واپس جائینگے۔ حسن آرا کے ساتھ نکاح ہوگا ہنسی خوشی عاشق ومعشوق کا بیاہ ہوگا۔ آپ کو جس شے کی ضرورت ہو مجھ سے فرمایئے۔ جس امر مین صلاح کی حاجت ہو بے تکلف زبان پر لایئے۔ جناب والد ماجد آپکے از بس مداح ہین۔ میرے پاس کل جناب ممدوح کا ایک والا نامہ آیا تھا اُسمین بھی آپ کا ذکر خیر تھا۔ مگر نام نامی درج نہ تھا۔ ورنہ کارڈ دیکھتے ہی حاضر خدمت شریف ہوتا۔ معاف فرمایئے گا میان آزاد اپنے میزبان باتوقیر تاجزوی عظمت امیر کبیر کی مہربانی اور شیرین بیانی کے نہایت ہی مشکور وممنون ہوے۔ اِس نوجوان پارسی سوداگر نے اپنے باپ کی مرضی اور حکم کے موافق میان آزاد کی بڑی خاطر کی شب کو آزاد بآرام تمام سوئے۔ صبح اُٹھکر غسل کیا۔ کپڑے پہنے اور باغ پُر فضا مین ایک آرام کُرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگے پڑھتے پڑھتے کیا دیکھتے ہین کہ ایک خاتون یوسف لقا محبوب پری چہرہ نرالی سج دھج اور انداز معشوقانہ سے ایک روش مین ٹہل رہی ہے انکی اور اِس خوبرو کی آنکھین چار ہوئین۔ اُس بت عربدہ جو نے کسی قدر لجا کر ایک پھول توڑا میان آزاد اخبار پڑھنے لگے مگر کنکھیون سے اُسی جادو جمال کو دیکھتے جاتے تھے اور وہ بھی دزدیدہ نگہ سے آزاد پر نظر ڈالتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خورشید اٹھلاتی ہوئی اُنکے قریب آن کھڑی ہوئی۔ میان آزاد کرسی

اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور زمین دوز ہو کر ہندوستان کے طریق کے بموجب فراشی سلام کیا۔ خاتون پری پیکر نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور باغ پُر بہار کی انہار لطافت بار کو دیکھنے لگی آزاد پھر کرسی پر بیٹھے۔ اور اخبار ہاتھ مین لیکر اُس سرو روان کو غور دیکھنے لگے۔ یہ خاتون زہرہ تمثال جبار جیا کی ایک نوجوان لیڈی تھی۔ جبار جیا متصل کوہ قاف ایک حُسن خیز مقام ہے۔ اِس شہر مینو سواد کا حُسن خداداد اور اُسکی خواتین پریزاد شہرۂ آفاق ہین۔ دلبری اور رنگین ادائی مین طاق ہین۔ آزاد نے جو اُس رشکِ حور کو از سر تا پا عالم نور دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہوگئے۔ مگر معاً حسن آرا بیگم یاد آئین ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعتِ آن باش کہ آنے دارد

اس لیڈی کا نام میڈ تھا۔ اُنیس بیس برس کا سن۔ مراد کے دن۔ جوانی کی اُمنگ۔ بادۂ شباب کی ترنگ۔ ٹہلتے ہوے حضرت اِس شجر کے سایہ مین جا کھڑے ہوے۔ جہان وہ قوس ابرو لیڈی نہرون کے پانی کی جھلک اور روانی مشاہدہ کر رہی تھی آزاد اور اُس پریزاد کی آنکھین چار ہوئین خاتون عصمت مآب کسی قدر شرمائی۔ گو میان آزاد پر دل آیا تھا مگر اسقدر لجائی کہ رخ پر زلف عرق آلود ہوگئی۔ ؎

عرق آلودہ زلفین ہین رخ رنگین جانان پر
ترشح کا ہے عالم ابر چھایا ہے گلستان پر

میان آزاد نے ایک خوشنما پھول توڑ کر بصد ادب نذر کیا خاتون پری چہرہ پہلے تو پھول لیتے ہوے جھجکی۔ مگر آزاد کے خوش کرنے کی غرض سے پھول لے لیا اور ایک بار چوم کر اپنے جوڑے مین خوبصورتی کے ساتھ رکھ لیا۔ آزاد نہایت محظوظ ہوے۔ قریب تھا کہ مکالمہ شروع کرین مگر لیڈی از راہ شرم و حیا دوسری روش مین جا کھڑی ہوئی۔ میان آزاد سوچے کہ زیادہ مبادرت کرنا خلاف عقل و مصلحت ہے۔ ناچار اپنی کرسی پر جا بیٹھے لیڈی کا اِنپر دل آیا مگر حیرت تھی کہ یہ کون شخص ہے آدمی تو نہایت حسین ہے۔ مگر وضع سے تُرک نہین معلوم ہوتا۔ اتنے مین دھوپ کسی قدر تیز ہوئی اور وہ نازک اندام فرس خوش خرام پر سوار ہو کر چلی گئی۔

آزاد متحیر کہ یا الٰہی یہ انسان ہے یا پری۔ اللہ رے حسن گلو سوز یہ شان دلبری۔ یہ ٹکڑا تھا یا بن گھا چاند۔ افسوس سب سے زیادہ یہ تھا کہ پردیس کا واسطہ۔ نیا مکان۔ کسی سے اچھی طرح جان پہچان اب اِس بتِ سیم بدن کو کیونکر دیکھینگے۔ نام معلوم نہ نشان معلوم واللہ اعلم کس ملک کی لیڈی ہے سمجھے کہ فرانسیسی ہے جب ہی اسدرجہ بانکی وضع اور بانکی ادا ہے۔ اسقدر شیرین حرکات و دلربا ہے۔ جسوقت خیال آتا تھا کہ اُنکے تحفۂ مختصر کو قبول کیا اور مسکرا کر اپنے دستِ رنگین سے پھول لیا تو جامے مین پھولے نہین سماتے تھے مگر جسدم خیال آتا تھا کہ حسن آرا بیگم سے قول ہارے ہین تو میڈ کا خیال دل سے دور ہو جاتا تھا۔ الغرض مختلف خیالات ایکجا دل مین جگہ پاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کوٹھی مین گئے۔ تاجر بڑی وقار کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد دونون مین بات چیت ہونے لگی۔

تاجر۔ اب آج تو آرام کیجیے۔ کل حمید پاشا وزیر صیغۂ جنگ سے ملیے۔

آزاد۔ ہان آج نہ جاؤنگا۔ کل صبح کو ضرور بالضرور ملونگا۔

تاجر۔ اسوقت جی چاہتا ہے کہ آپکو کوٹھی کی سیر کرادون۔

آزاد۔ بسم اللہ۔

تاجر آزاد کو لیکر کوٹھی دکھانے چلے۔ میان آزاد نے کوٹھی کے مختلف کمرون کی سیر کی۔ تاجر نے کہا یہ کمرا لیڈیون کیلیے ہے۔ لیڈیان اسمین چار قہوہ پیتی ہین۔ میان آزاد نے پوچھا وہ کون لیڈی تھین جو آج آپ کے باغ کی سیر کرنے گئی تھین تاجر نے کہا کہ کچھ پتا دیجیے آزاد نے کہا۔ کشیدہ قامت نازک اندام لب سرخ۔ گلفام۔ زلف سیاہ۔ رُخ غیرت ماہ۔ چال مستانہ ناز معشوقانہ۔ بانکی ادا۔ انداز دلربا۔ بلٹ (کمر بند) سے کمر نازک کسی ہوئی۔ عطر گلاب مین بسی ہوئی۔ تاجر نے ذرا غور کر کے کہا۔ اخاہ میڈا ہونگی وہ جبار جبا کی لیڈی ہین نا کتخدا۔ اسکے ایشیا ہی کی ہین۔ کئی ترکون کا اسیر دل آیا ہے ایک فرانسیسی افسر فوجی کو اسکے بیاہنے کا شوق چرایا ہے۔ اسکے جمال مین اور رخ رنگین کا دور دور شہرہ ہے۔ جسے دیکھیے اسکا شیدا ہے۔ صبح شام کوٹھی مین آنکر قہوہ پیتی ہین۔ علم موسیقی کا بدرجۂ غایت ذوق ہے۔ پیانو اور ہارمونیم بجانے کا دلی شوق ہے۔ گھوڑے پر ایسا سوار ہوتی ہے کہ اچھے اچھے شہسوار مان گئے۔ حسن و جمال کے علاوہ بانکپن اور شوخی رگ رگ مین کوٹ کوٹ کر بھری ہے غضب کیا کوہ قاف کی پری ہے۔ آزاد نے جو اسقدر تعریف سنی پوچھا کیا شام کو پھر آئینگی۔ اور سیر باغ کو ضرور جائینگی۔ تاجر نے کہا ہان ضرور تشریف لائینگی۔ اور باغ مین دو گھڑی ضرور دل بہلائینگی یہ نوید بہجت خیز سنکر میان آزاد کی باچھین کھل گئین میان آزاد اپنے کمرے مین گئے اور ایک ناول پڑھنے لگے۔ ایک عاشق نامراد کی ناکامی کا حال پڑھکر کمال افسوس کیا یہانتک کہ بے اختیار رو دیے۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ حضرت بھی ایک ناول کے (ہیرو) ہو جگے۔

سات بجے کے وقت وہ خاتون شیرین ادا حسب معمول آ پہونچی کمرے مین چلے نوش جان کرتے کرتے دیکھا کہ میان آزاد ایک کرسی پر بیٹھے کتاب پڑھ رہے ہین۔

میان آزاد بڑے لطف سے ناول کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک عورت نے جسکا سن کوئی چالیس برس کا تھا اور جسکی وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی لیڈی کی خادمہ ہے آن کے کہا کہ ایک صاحب باہر آپ کی تلاش مین کھڑے ہین۔ میان آزاد نے متحیر ہوکر پوچھا کہ میری تلاش مین! شاید تم کو دھوکا ہوا مین کوٹھی کا مالک نہین مسافر ہون۔ اُس عورت نے کہا ہان ہان مین جانتی ہون۔ آپ ہی کو بلایا ہے۔ آزاد ناول ہاتھ مین لیے ہوئے اٹھے باہر جاکر خادمہ نے کہا حضور ذرا باغ تک قدم رنجہ فرمائین میان آزاد باغ مین گئے دیکھا کہ ماہ منیر جلوہ کنان ہے چاندنی خوب نکھری ہے ستارے چھٹکے ہوئے ہین۔ باد فرحناک کے جھونکے دل کو مسرور کرتے ہین۔ عورت نے اشارے سے کہا کہ اُس درخت تک چلیے۔ میڈا نقاب زرین سے رخ زیبا کو چھپائے ہوئے ایک درخت کے سایہ مین چپ چاپ کھڑی تھی۔ گو میان آزاد نقاب اور کسیقدر تاریکی کے سبب سے اس خاتون پری تمثال کے چہرۂ نورانی کو نہ دیکھ سکے مگر زلف عنبر بار کی خوشبو نے اسکے دماغ کو طبلۂ عطار بنا دیا اور دل مین سوچے کہ یہ تو خوب مقام ہے۔ صبح کو وہ نورانی صورت دکھائی کہ اصل و جل اسوقت ایسی بوے خوش آئی کہ دل کی کلی کھل گئی میڈا نے نقاب اُلٹ کر کہا۔ آزاد۔ ہمین پہچانا؟ میان آزاد ششدر کہ یا خدایا یہ کون ہے ایسی پیاری آواز تو آجتک سُنی ہی نہ تھی۔ میڈا نے پھر پوچھا۔ آزاد ہمین پہچانا؟ میان آزاد نے دبے دانتون کہا۔ جی نہین۔ افسوس ہے کہ مین نہ پہچان سکا میڈا درخت کے نیچے سے چاندنی مین آن کھڑی ہوئی اور ہنسکر

بولی کہ کہو اب پہچانا یا اب بھی نہین پہچانا۔

آزاد۔ (قدمون پر گر کر) خوب پہچانا۔ خوب پہچانا۔

میڈا۔ مین وہی ہون جسکو تم نے پھول دیا تھا۔

آزاد۔ اور آپ نے فرط عنایت سے قبول کیا تھا۔

میڈا۔ آزاد تم جنگ کے لئے جاتے ہو۔

آزاد۔ جی ہان۔

میڈا۔ باشندے کس ملک کے ہو۔

آزاد۔ ہندوستان۔

میڈا۔ قوم۔ مذہب۔

آزاد۔ مسلمان کشمیری۔

میڈا۔ کشمیری ہو۔

آزاد۔ جی ہان۔

میڈا۔ شادی ہو گئی ہو۔ کوئی اولاد ہو۔

آزاد۔ نا کتخدا ہون۔

میڈا بہت ہی خوش ہوئین اور دل مین سوچین کہ بس اب تمنا مانگی مراد پائی۔

میڈا۔ اس کوٹھی مین کب تک قیام ہو

آزاد۔ خدا جانے۔ کل وزیر جنگ کے پاس جاؤنگا

میڈا۔ اس جنگ کا برا ہو۔ جو ہزارون گلبدنون کو کفن پوش کرتی ہو۔ جسکے طفیل مین لاکھون بندگان خدا کی جان گئی۔ اور جسنے کرورون عورتون کو بیوہ اور بچون کو یتیم کر دیا۔ کیسے کیسے جوان رعنا اسکی بدولت نہ خاک ہوے ہاے افسوس واے افسوس۔

آزاد۔ ہان مگر مجبوری ہو۔ کیا کیا جائے۔ مجبوری مجبوری۔

میڈا۔ (دبے دانتون) بھلا اگر نہ جاؤ تو کیا ہرج ہو۔

آزاد۔ غیر ممکن ہو۔ جانا ایسا ضروری ہو کہ نہ جانیکا خیال تک دل مین نہین آنے پاتا۔

میڈا۔ جبتک تم یہان ہو مین ہر روز آؤنگی۔

آزاد تجربہ کار آدمی تو تھے ہی اس خاتون سیم غبغب کی باتون سے تاڑ گئے کہ انپر ہزار جان سے عاشق ہو۔ سوچے کہ اب بڑی مصیبت مین پڑے۔ خوبصورت حور طلعت خاتون اُنیس ۱۹ بیس ۲۰ برس کا سن۔ عنفوان شباب۔ عالم نور ازسرتاپا ایسا تھا کہ ہماری بھی نیت ڈانوان ڈول ہو جائے۔ حسن آرا سے جو قول ہارے ہین بھول جائین میڈا کی پیاری پیاری باتین دل مین کھپ گئین۔ کوئی آدھ گھنٹے تک اس حور لقا کے ہاتھ مین ہاتھ دیے میان آزاد باغ مین ٹہلتے رہے مگر میڈا نے صاف صاف کوئی بات نہ کی۔ اگر آزاد اس سے اسقدر کہدین کہ میری شادی ہو چکی ہو تو وہ اُنسے بات بھی نہ کرے۔ فوراً چلی جائے مگر جب اُنھون نے بیان کیا کہ ابھی شادی نہین ہوئی وہ باغ باغ ہو گئی۔ اِتنے مین تاجر موصوف کو میان آزاد نے باغ کیطرف آتے دیکھا اور اشارے سے میڈا کو بھی دکھایا کہ وہ چلے آتے ہین۔ میڈا اپنی خادمہ کو لیکر چل گئی۔

باغ کے پھاٹک کے پاس میڈا اور تاجر موصوف سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔

تاجر۔ اخاہ آپ اسوقت تک باغ مین سیر کر رہی تھین

میڈا۔ ہان۔ وہ جو مسافر ہندوستان سے آپکے ہان آکر ٹکے ہین انکو اتفاق سے باغ مین دیکھا۔ اُنھین سے باتین کرتی رہی تھی اب جاتی ہون۔

تاجر۔ بہت اچھا۔

هیڈا۔ یہ بڑے لائق اور خوش خلق آدمی معلوم ہوتے ہین
تاجر۔ جی ہان۔ تربیت یافتہ اور ذی علم ہین۔ اور اپنے اخلاق سے ہر شخص کو مسخر کر لیتے ہین۔

هیڈا۔ آپکے ایک نوکر نے مجھ سے کل کہا تھا کہ میدان جنگ مین جانیوالے ہین۔ بڑا اولوالعزم حوصلہ جوان ہے۔ خدا کرے بامراد آئے۔ سرویا کو تو آپ کے روم نے شکست دی۔ اب دیکھیے روسیون سے کیسی نبٹتی ہے۔

تاجر۔ اِس ملک کے آدمی جری تو ضرور ہین۔ مگر باہمی ناچاقی روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ یہ بڑا۔ سرویا کے تو چھکے چھوٹ گئے بھاگتے راہ نہ ملی۔ روسی جنرلون نے کمک بھی کی مگر سرویا کے بزدل آدمی بھاگ کھڑے ہوے۔ ٹرکی جان پر کھیل گئے۔ واقعی بسالت بس اِسی کے معنی ہین۔ سُنا کہ روسی جنرل للکارتے تھے کہ آگے بڑھو۔ آگے بڑھو۔ مگر سرویا کے سپاہی آگے قدم بڑھاتے ہوے ڈرتے تھے۔ اسقدر خائف ہو گئے۔ ترکونکی جرأت تمام عالم مین مشہور ہے۔ اپنے ملک کے نام پر جان تک دینے کے لیے مستعد ہو جاتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ فرانس۔ آسٹریا۔ جرمنی انگلستان۔ اطالیہ وغیرہ ملکون کیطرح طرز حکومت عمدہ نہین ہے۔ پاشاؤن کی باہمی شکر رنجی اور اعیان دولت کی ناچاقی ستم ڈھاتی ہے۔

هیڈا رخصت ہوئین۔ تاجر اور میان آزاد باغ کے ایک چبوترے پر بیٹھے آزاد سے تاجر موصوف نے کہا کہ ابھی اس لیڈی سے ملاقات ہوئی۔ آپکی بڑی تعریف کرتی تھین جنگ کی نسبت بھی گفتگو ہوئی وہ ترکون کا جنبہ کرتی رہین۔ اور دست بدعا ہین کہ خدا کرے ٹرکی ہی فتح پائین۔ اور روسیونکو بھاگتے راہ نہ ملے۔ آزاد بولے کہ حق کی طرف ہین۔ ٹرکی نے روس کو چھیڑا نہین کہ یہ وجہ جنگ قرار دیجاے۔ سرویا کو اسی نے ورغلایا اور جب ٹرکی کے دلاوران صف شکن نے سرویا کی سپاہ کو نیچا دکھایا تو روس اسقدر جھلایا کہ اشتہار جنگ دیدیا۔ اہل یورپ کی نظر اس جنگ کیطرف ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔ مگر لڑائی جلد ختم ہوتے نظر نہین آتی۔ بڑی دیر تک تاجر اور آزاد مین جنگ روس و ٹرکی کی نسبت سرگرمی کے ساتھ گفتگو رہی۔ بعد ازان دونون آرام کرنے گئے۔

میان آزاد کو تنہائی مین خاتون ماہ سیما مس هیڈا یاد آئین سوچے کہ معشوق تو رنگین ادا اور یوسف لقا ہے۔ پری پیکر شکر خوش تمیز۔ ہردلعزیز۔ نازک اندام۔ گلفام۔ مگر حسن آرا بیگم سے قول ہارے ہین اور قول جان کے ساتھ ہے۔ خیر جبتک یہان ہین صبح و شام غم غلط کرنے کے لیے کافی ہے۔ دو گھڑی بات چیت کر لیا کرینگے مگر یہ ممکن نہین کہ حسن آرا بیگم کو چھوڑ کر هیڈا کے ساتھ شادی کر لین۔ کیا مجال۔ انھین خیالات مین آنکھ لگ گئی تو عجیب خواب دیکھا سُنیے۔

میان آزاد پتلون اور جاکٹ پہنے ایک مسہری پر لیٹے ہوئے حقہ پیتے جاتے ہین اور اشعار موزون کرتے جاتے ہین۔ سربالین اِنکی پیاری حسن آرا بیگم آئین اور تالیان بجائین۔ میان آزاد نے اُٹھ کر دیکھا تو حسن آرا۔ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور کہا ایک بوسہ دیجیے حسن آرا بولین بس جائیے جائیے آپکو بھی دیکھ لیا ہماری تو تم پر جان جائے اور تم اورون کو دل دیتے پھرو۔ واہ کیا انصاف ہے۔

آزاد۔ جان من۔ اِس بدگمانی کے صدقے۔ ہاے ہم تو جان بکف ہندوستان سے روم سدھارین۔ اور تم ایسے ایسے بیڈھب خیالات کو دل مین جگہ دو۔ بتاؤ ہین گنجایش شکوہ

کی ہر یا نہین۔ ہمنے تو ٹھان لی کہ چاہے جان جائے مگر تمھارا حکم نہ ٹالین۔ اب ہم ہین اور میدان کارزار ہم ہین او جوش عشق کی گرمی بازار۔ اسوقت کلیجا شق ہو گیا زخم جگر پر تم سنے نمک چھڑکا۔

حسن۔ جی بجا ہی۔ یہ نخرے کسی اور کو دیکھیے۔ ہونہہ۔

آزاد۔ ای ناکامی۔

حسن۔ چلو بس اب بیٹھے رہو۔ صاف صاف نہ کہلواؤ

حسن آرانے ایک گلوری آزاد کو دی آزاد نے کھائی اور کہا۔ ع۔

ای جان من جانان من از من چرا رنجیدۂ

اتنے مین میان آزاد نے ڈرتے ڈرتے کہا ایک ذراسی چار ہمین بھی۔

حسن۔ (تنک کر)۔ ای واہ۔ چہ خوش۔ چرا نباشد۔ منہ دھو رکھیے۔ آپکو کیون دین۔ وجہ؟ آخر سبب۔

حسن آرانے کہا کہتے ہوے شرم نہین آتی۔ جیا رجیا کی نوجوان لیڈی سے چکپے چکپے باتین کرنا اور اسکے عشق کا دم بھرنا اور ہمین جھکیون پر اڑانا اور باتین بنانا۔ یہ فقرہ سنتے ہی میان آزاد کی آنکھ کھل گئی۔ مرگ جان کے ساتھ۔ کفر ایمان کے ساتھ طاؤس مار کے ساتھ۔ خزان بہار کے ساتھ وہ نہین کرتی جو اس خواب پریشان نے میان آزاد کے دل کے ساتھ کیا۔ پلنگ پر اٹھ بیٹھے۔ اندھیرا آنکھون مین چھا گیا۔ جسم تھرانے لگا۔ دل ہی دل مین کہنے لگے کہ پیاری حسن آرا۔ سہ

شوق مشتاق آرزو مشتاق جان مشتاق تست
دیدہ مشتاق آشکارا دل نہان مشتاق تست

مین اور کسی اور کو دل دون۔ کیا مجال۔ دن رات تم ہی کو یاد کیا کرتا ہون۔ اور تمھاری ہی محبت کا دم بھرتا ہون۔ سہ

بر تنم ہر موز باسے جز بیاد یار نیست
مو بمو ظاہر نماید حاجت گفتار نیست

حسن آرا پیاری حسن آرا کیا تم سمجھتی ہو کہ آزاد کسی اور کو دل دیگا ای توبہ۔ یہ دل اب تمھارا ہی۔ تمھاری چیز مین کسی کو دینے والا کون مگر شکر ہی کہ خواب ہی مین تمکو دیکھا سہی۔ سہ

بشبے خیال تو آمد بخواب آسودیم
دگر ز ہم نکشادیم چشم گریان را

لیکن افسوس کہ بخت خفتہ کی بدولت خواب مین تمکو برسر ناز و عتاب دیکھا۔ خدا وہ دن جلد دکھائے کہ ہم اور تم باہم باتین کرین دوری کا پردہ مرتفع ہو۔ عاشق و معشوق مراد دلی پائین بغل گر ہائین ہم یہ شعر پڑھین۔ سہ

وزید امشب نسیم وصل خوش در گلشن جانم
چنان شادم کہ غم با من درین غم خانہ می رقصد

اور تم اس کے جواب مین کہو۔ سہ

تا بہ آن ماہ دل افروز ہم آغوش شدم
از سر ہستی خود رفتم و بیہوش شدم

محمد عسکری

دوسرے روز بہار النسا بیگم نے محمد عسکری کو بلوایا اور چپکے سے کہا کہ کل ہمنے حسن آرا سے تمھارا تذکرہ کیا مگر اللہ جانے کیا سبب ہی کہ وہ ذری بولین تک نہین۔ اور انکے بشرہ سے ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسے کسی پر خدا نا کردہ انکا دل آیا ہی مین تو دھک سے رہ گئی اللہ آبرو رکھے باتین ہوتے ہوتے حسن آرا اخبار پڑھنے لگین اخبار پڑھتے پڑھتے روئین۔ خوب زار زار روئین پھر پڑھا کیا

اب ذری تشفی ہوئی۔ مجھ سے کچھ کہا ہی نہین۔ سپہر آرا نے البتہ پڑھکر مجھسے کہا کہ دلہن شادی وادی کے خیال سے درگذرو کیا جانے کیا بھید ہی۔ اندر ہی اندر ہنڈیا پک رہی ہی دیکھیے کیا ہوتا ہی ذرا حال نہین کھلتا۔ مین نے اِس اخبار مین نشان بنا دیا ہی۔ مگر لاکھ لاکھ تدبیر مین نے کی اخبار اُنھون نے نہ دیا نہ دیا۔ اسوقت مین چوری سے اخبار لے آئی ہون دیکھو یہان پر پڑھ رہی نہین پڑھو تو اسمین لکھا کیا ہی۔ محمد عسکری نے اخبار کا وہ مضمون پڑھکر کہا۔ کسی بے تکے نے لکھا ہی۔ مگر معلوم ہوتا ہی آزاد نامے کوئی شخص ہی اُس سے حُسن آرا بیگم نے وعدہ کیا ہی کہ اگر تم روم جاکر روسیون سے لڑو اور وہان سے سرخرو واپس آؤ تو مین تمھارے ساتھ شادی کرلون۔ اب یہ دریافت کرنا چاہیے کہ میان آزاد ہین کون۔ لکھا ہی کہ ایک نوجوان اور حسین بیگم کی ہدایت کے بموجب گئے ہین۔ جب ہی حسن آرا شادی کا لفظ تک زبان پر نہین لاتین۔ بس ہم سمجھ گئے یہی خاص سبب ہی۔ اب بہن تم ایک کام کرو جب حسن آرا بیگم اور تم پاس بیٹھی ہو تو آزاد کا ذکر ضرور چھیڑو کہنا عسکری ابھی ابھی اخبار پڑھتا تھا۔ اُسکا ایک دوست ہی آزاد۔ اخبار مین آزاد کی تعریف پڑھکر عسکری بہت خوش ہوا پھر کہنا کہتا تھا کہ آزاد نان بائی کا لڑکا ہی۔ اس طعامچی بچے کی خوش قسمتی کو تو دیکھو کہان جاکے شبہ لڑایا۔ اور وہ بیگم بھی کیسی بیوقوف ہی جسنے بیاہ کا وعدہ کیا۔ طعامچی بچے کے ساتھ اور بیگم کا بیاہ۔ واہ۔ مصرع۔

دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست

اب تو بہار النسا بہن کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ آزاد کیطرف سے حسن آرا کا دل پھر جائے۔ آزاد یاد ہی آگئے۔ مین اخبارون مین آزاد کی ہجو چھپواؤن۔ تم زبانی مذمت کرو۔ اور جس اخبار مین طبع ہو وہ کسی ترکیب سے حسن آرا کو ضرور دکھادو خدا نے چاہا تو چٹکیون مین دل پھر جائے۔ مگر حیرت ہی کہ بار خدایا یہ آزاد کون بزرگوار ہین۔ بہار النسا متحیر و ششدر کہ یہ اسرار کیا ہی۔

یہ گفتگو کرکے محمد عسکری رخصت ہوے۔ بہار النسا بیگم اُس اخبار کو چپکے سے حسن آرا کے صندوق پر رکھ آئین۔ محمد عسکری نے گھر پر جاکر حسن آرا اور آزاد کی باہمی ناچاقی کی نسبت سیکڑون ہی تدبیرین سوچین ٹھان لی کہ دن رات اسی غور و فکر مین ہونگا کہ کسی تدبیر معقول سے آزاد کے نام پر حسن آرا لاحول پڑھنے لگین سوچے کہ پہلے تو کسی اخبار مین کچھ لے دیکر یہ چھپوا دون کہ آزاد نامے ایک نان بز کا لونڈا آجکل روپوش ہی۔ کئی ہزار روپیے ایک مہاجن کے لیکر چل دیا ہی سنا کہ اب مصر کیطرف بھاگ گیا ہی اگر کسی کو اُسکا حال معلوم ہو تو بتائے اِسکے بعد ایک خط چھپوا دون کہ آزاد مصر نہین گیا بلکہ پرسون تک حیدرآباد مین تھا۔ یہ وہ شخص ہی جو ۵۷ء کے غدر مین ایک سرغنہ تھا مگر گورنمنٹ کو اِسکے خیالات سے ذرا بھی واقفیت نہین ہونے پائی۔ یہ شخص بڑا نامی ڈاکو ہی وسط ہند کے اکثر مقامات مین اِسنے ڈاکے مارے اور کئی آدمیونکو زخمی کیا ہی۔ یہ شخص مختلف مقامات مین اپنے کو مختلف نامون سے مشہور کرتا ہی۔ پھر کسی اور اخبار مین چھپوا دون کہ ایک شخص آزاد نامے کسی نوجوان بیگم کو دھوکا دیکر بھاگ گیا ہی۔ اگر اِس پر بھی حسن آرا کا عشق کم نہو تو کسی اخبار مین آزاد کی وفات کی تاریخ درج کردون۔ تاکہ حسن آرا مایوس ہوکر آزاد کو رو بیٹھے اور پھر ہمارے ساتھ دھوم دھڑلے سے شادی ہو۔

اِدھر کا حال سنیے کہ سپہر آرا اور حسن آرا کوٹھے کے کٹہرے سے سیر دریا کرتی تھین کہ بہار النسا بیگم بھی پہونچین۔

بہار۔ اسوقت عسکری بہت خوش تھا۔ کسی اخبار مین اپنے دوست کی بڑی تعریف چھپی ہو۔

حسن۔ کون دوست۔

بہار۔ کیا جانے کیا نام بتاتا تھا۔ بھلا ہی سا نام ہو۔ کہتا تھا اخبار مین تعریف کے پُل باندھ دیے ہین۔ ہان خوب یاد آیا ہو۔ توبہ توبہ۔ بھلا ہی سا نام ہو۔

سپہر۔ قاسم خان۔ تہور علی۔ رفیع الدین؟۔

بہار۔ نہین تہور علی۔ نہ رفیع الدین۔

حسن۔ محمد غوث آزاد؟۔

بہار۔ ہان ہان۔ آزاد۔ آزاد۔ کہتا تھا کہ آزاد میرا بڑا دوست ہو مگر نان پز کا لڑکا ہو۔

حسن۔ (چونک کر) کِسکا؟۔

بہار۔ نان پز کا لڑکا بتاتا تھا۔

سپہر۔ واہ اچھے آپکے عسکری ہین۔ جو نانبائیون کے چھوکرون سے یارانہ کرتے پھرتے ہین۔ یہی آپ اُنکی تعریف کرتی تھین جائیے بس دیکھ لیا۔

بہار۔ اے تو خیر مگر آگے تو سنو۔ کسی دیدہ دھوئی بیگم نے اُس سے وعدہ کیا ہو کہ تیرے ساتھ شادی کرونگی۔

سپہر۔ واہ اچھی بیگم ہین۔

بہار۔ ایڑی چوٹی پر قربان کر دے۔

سپہر۔ اور یہ آپکے عسکری کو کیا سوجھی کہ نان بائی والے سے یارانہ پیدا کیا۔ آدمی ملتا جلتا ہو اپنے برابر والے سے یا ایسے نیچ قومون سے۔ واہ اچھے عسکری ہین آپ کے۔

بہار۔ اس نان بائی کا مُنہ جھلس دون موئے کا جو بیگمون سے شادی کا وعدہ کرے۔ اپنی آبرو اپنے ہاتھ ہو۔

حسن آرا سکتے کے عالم مین تھی۔ سوچی کہ آزاد کے حالات سے کسی کو یہان اطلاع تو ہو ہی نہین۔ شاید نان بائی ہی ہو۔ مگر یہ خیال ہر رنگ محال ہو یہ نورانی صورت یہ اخلاق یہ علم و فضل یہ شائستگی یہ جرأت یہ جوانمردی نان بائی کیونکر پا سکتا ہو جن بائی بھر نان بائی ہو۔ آزاد تو کوئی شہزادہ معلوم ہوتا ہو۔ نان بائی مین یہ باتین کہان۔ نان بائی میان آزاد کی سی شستہ تقریر اور علمیت اور ایسی صورت شکل کہان پائے۔ بھلا کوئی بات بھی ہو۔ سپہر آرا بولی باجی خاتون جنت کی قسم جو اسمین ذری بال برابر بھی فرق ہو کہ بہار النسا بیگم اُدھار کھائے بیٹھی ہین کہ محمد عسکری کے ساتھ تمھارا نکاح ہو کل تم چوک اسقدر گئین کہ اُنکے سامنے اخبار پڑھکر رونے لگین اور پھر منسد ہین۔ بس وہ تاڑ گئین حسن آرا بولی اُسوقت تو مین از خود رفتہ تھی۔ سپہر آرا نے کہا باجی بس وہی اخبار لیجا کر انھون نے عسکری سے پڑھوایا ہو گا۔ ساری کارستانی چھپی کی ہو تم چاہو مانو یا نہ مانو۔ ہم تو یہی کہینگے باجی اللہ جانتا ہو کہ لگی ہو ممکن کیا کہ جھوٹ ہو بھلا کہین ایسا ہو سکتا ہو مگر ایک بات یاد رکھنا عسکری کے ہتھکنڈون سے اب ڈرتی رہنا۔ وہ بڑا نٹ کھٹ معلوم ہوتا ہو۔ دیکھیے ابھی کیا کیا باتین بناتا ہو کیا کیا تہمتین تراشتا ہو۔ مگر بھرّے مین نہ آجانا آزاد کو نانبائی بنا دیا۔ اے تیری قدرت یشان خدا۔ شام کو بہار النسا بیگم کی صلاح سے محمد عسکری نے حسن آرا کے نام ایک خط لکھا۔ مغلانی کو دیا کہ جا کے حسن آرا کے ہاتھ مین دینا مگر خبردار خبردار یہ نہ کہنا کہ بہار النسا بیگم کے سامنے دیا ہو۔ مغلانی نے خط لیا اور جا کے حسن آرا کو دیا۔

حسن۔ کِسکا خط ہو۔

م۔ پڑھ لیجیے۔

سپہر۔ کیا ڈاک پر آیا ہو۔

حسن - نہین -

حسن آرا نے خط کھول کر پڑھا - مضمون خط ملاحظہ فرمائیے - ؎

قدم رکھ کر دیکھ کر بحر محبت مین ذرا اے دل
خطر ہے ڈوب جانیکا بھی دریا کے نہانے مین

حسن آرا بیگم کی خدمت ہمایون مین کورنش - مین جتائے دیتا ہون کہ آزاد کے پھیر مین نہ پڑیے - وہ ہیچ قوم آپ کے قابل نہین - نانبائی کا لڑکا - تنور روشن کرنے مین طاق آٹا گوندھنے مین مشاق - وہ اور آپکے لائق ہو - اے تو بہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اول تو باجی - دوسرے مزاج مین تلون - برق کی چمک کو تو شاید پائداری بھی ہو - مگر اُسکے مزاج کو قیام نہین - اور طرہ یہ کہ ان پڑھ - مین اچھا ہون یا برا بہار النسا بہن سب مجھے خوب جانتی ہین - مجھے جھوٹ بولنے سے کیا واسطہ - آزاد میرے دشمن ہین نہین مجھے اُنسے کسی قسم کی خصومت نہین ہے بلکہ مین اُس شخص کو جانتا ہون اور بخوبی جانتا ہون - اسی خاص سبب سے مین آپکو صلاح دیتا ہون کہ آپ اِسکا خیال دل سے دور کر دین جسوقت مین نے سنا کہ آزاد پر آپ عاشق ہین میرا دل پھٹ گیا (اور اگر آپکی یہی کیفیت ہے تو خیریت نظر نہین آتی) اب تو ہم یہی دعا مانگتے ہین کہ خیر سے وہ دن آئے کہ تمھارے دل سے اُس بد وضع کے عشق کا خیال دور ہو جائے -

(محررہ محمد عسکری)

اِس خط کو حسن آرا نے دو بار پڑھا اور جواب مین فقط ایک شعر لکھا - ؎

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

سپہر آرا نے کہا کیون باجی ہم کیا کہتے تھے - دیکھا وہی بات ہوئی نہ اور جھوٹ تو اسی سے ثابت ہے کہ میان آزاد کو ان پڑھ بتاتے ہین شانِ خدا - یہ اور آزاد کو ان پڑھ کہین - اللہ جانتا ہے ان لوگون کو خوف خدا بھی نہین ہے - اُف - کچھ ٹھکانا ہے - جھوٹ بھی تو کتنا اور کیسے نیک بنے جاتے ہین - کہ مجھے جھوٹ بولنے سے کیا واسطہ - سچ ہے - ہم تو کہتے ہی تھے کہ بڑا نٹ کھٹ معلوم ہوتا ہے - وہی بات ظاہر ہو گئی - مغلانی نے وہ کاغذ لیجا کر محمد عسکری کو دیا محمد عسکری نے پڑھا - ؎

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

ع - اہا ہا ہا - پھڑکا دیا - واللہ پھڑکا دیا - جی خوش ہو گیا - کیا شعر لکھ دیا ہے -

بہار - ہماری بہن کچھ ایسی ویسی تھوڑا ہی ہین -

ع - چشم بد دور -

حسن آرا اور سپہر آرا دونون کوٹھے پر سے چپکے چپکے سنتی تھین -

سپہر - بہت خوش ہوے شعر پڑھکر -

حسن - ہان -

سپہر - اب تو پہچان گئین اُنھین باجی جان -

بہار النسا نے محمد عسکری سے کہا کہ بھائی اب فرمائیے کچھ جواب آسان امر نہین ہے - حسن آرا نے بے سوچے سمجھے یہ شعر نہین لکھا ہے مگر خیر دیکھو مین کیا کیا تدبیرین کرتی ہون - ابھی اُنسے کچھ نہ کہنا محمد عسکری نے کہا کیا طاقت کچھ شرمی مقرر کیا ہے تم برابر کی بہن ہو اپنی - تمھاری اور بات ہے اُنکی اور بات -

رقابت کی کارستانی اور وزیر جنگ کی قدر دانی

اب میان آزاد کا حال سنیے کہ اُنھون نے وزیر جنگ کی خدمت مین جانے کی تیاری کی۔ مگر تاجر باوقار نے کہا کہ آج ایک مجلس شوریٰ قرار پائی ہر۔ وزیر ممدوح آج نہ مل سکینگے کل جائیے گا۔ صبح کو میان آزاد باغ مین جا کر بیٹھے۔ مگر میڈا کی صورت نظر نہ آئی شہر کے مختلف مقامات اُنکے دوست صادق نے دکھائے رؤسا اور امرا سے ملاقات کرائی۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا ناول پڑھا شام کو تاجر ممدوح اِنسے رخصت ہو کر ایک دن کے لیے اپنے کسی دوست کے یہان گئے جو شہر سے دس میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ میان آزاد کرسی پر بیٹھے ہوے حقہ پی رہے تھے کہ ایک زداب (فرانسیسی افسر) نے پیچھے سے اُن کے شانے پر دو بار زور سے ہاتھ مارا۔ متحیر ہو کر آزاد اُٹھ کھڑے ہوے پیچھے پھر کر دیکھا تو ایک خوش رو جوان فرانسیسی جنگی وردی پہنے ہوے نظر آیا آزاد کو اُسنے اور آزاد نے اُسکو بغور دیکھا اور جو لیڈیان اور جنٹلمین وہان بیٹھے تھے اُنھون نے بھی اِن دونون پر نظر ڈالی۔

آزاد۔ یہ اِسکے کیا معنی۔ مجھ سے آپ سے کبھی کی جان نہ پہچان اسطرح بے دھڑک دوہتڑ لگانا کیسا۔؟

زداب۔ دوست مجھے تم سے دو دو باتین کرنی ہین

آزاد۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہو فرمایئے۔

زداب۔ پوشیدہ بات ہر۔

آزاد۔ نہین پہلے آپ بلا تامل بتائین کہ اِس دوہتڑ کے کیا معنی۔ پھر جو کچھ آپ کو مجھ سے کہنا ہو فرمایئے۔

زداب۔ پوشیدہ بات ہر۔ آپ ذرا باہر تک تکلیف کرین

آزاد۔ آپکی وردی سے معلوم ہوتا ہر کہ آپ فرانسیسی لشکر کے کوئی افسر ہین۔ مین آپکی اِس جنگی (یونفارم) وردی کی عزت کرتا ہون اور جس قوم کی فوج مین آپ ہین اُسکی بھی عزت کرتا ہون لیکن آپ پہلے یہ بتائین کہ باہر آپکو مجھ سے کیا کام ہر اچھا چلیے یہ کہکر میان آزاد اور زداب باہر گئے۔ اُسوقت کئی یورپین اور چار جین لیڈیان اور جنٹلمین اور ٹر کی ادا قہوہ پی رہے تھے کوئی باتین کرتا تھا۔ کوئی اخبار پڑھتا تھا سب متحیر تھے کہ یہ فرانسیسی افسر اِس اجنبی غریب الوطن مسافر سے جو شکل و صورت سے جنٹلمین معلوم ہوتا ہر کیا کہیگا۔ باہر کا حال سنیے کہ میان آزاد کیطرف اُس افسر نے ایک منٹ تک غور سے دیکھا اسکے بعد چھریان کمر سے نکال کر ایک آزاد کو دی اور کہا پانچ قدم ہٹو اور صاف صاف بتاؤ کہ تمنے میری پیاری میڈا سے بات چیت کی تھی اور ایکبار باغ مین تم اور وہ اکیلے تھے۔ میان آزاد نے چھری اُسکے ہاتھ سے لی اور تیور بدل کر کہا۔ ہان بیشک ایک جوان لیڈی مجھے باغ مین ملی تھی مگر تنہا نہ تھی۔ اُسکے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی پھر اِس سے مطلب۔ اگر وہ تمھاری مطبوعہ ہر تو تمکو مبارک رہے کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ میری اُسکی ملاقات سے تمھارا کسی قسم کا نقصان ہوا مجھے تو اِس خاتون حیا پرور کا نام بھی اچھی طرح معلوم نہین زداب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ تڑسے آزاد کیطرف جھپٹا۔ اور چھری بھونکنے ہی کو تھا کہ آزاد نے خالی دی۔ اتنے مین ایک شخص چپکے چپکے پیچھے سے آیا اور آزاد پر تلوار چلائی۔ تلوار چھلتی ہوئی بائین شانے پر لگی۔ پلٹ کر آزاد نے جو ایک تُلا ہوا ہاتھ لگایا تو وہ بزدل زخمی ہو کر تیورا کے کر گر پڑا۔ آزاد سنبھلنے ہی کو تھے کہ زداب اِنکا کام تمام کرنے کو پھر جھپٹا۔ مگر آزاد نے پھر خالی دی اور کہا سُنو۔ میرے امکان مین اسوقت ہر کہ مین تمکو مار ڈالون

مگر مجھے تمہاری جوانی پر رحم آتا ہے یہ کہکر میان آزاد پینترا بدلکر اُسکی طرف جھپٹے اور کیلی کرکے چھری چھین لی۔ غل کی آواز سُنکر لیڈیان اور جنٹلمین بھی باہر آ گئے تھے آزاد نے چھری چھین کر ایک انٹی دی تو افسر مُنہ کے بل گرا۔ حاضرین نے آزاد کی بڑی تعریف کی اور جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ دو تھے اور آزاد بیچارہ اکیلا تو اور بھی تعریف کی۔ آزاد اُس افسر کو گھسیٹ کر روشنی مین لائے تو اکثر آدمیون نے پہچانا کہ روشفا نامے فرانسیسی ہے یہ فرانس کے لشکر کے متعدد افسر تھے اس نوخیز مشتری خصال لیڈی پر جان دیتے تھے یہ بھی مشہور تھا کہ میڈا اسکے والدین کی بھی یہی خواہش تھی کہ روشفا کے ساتھ اُسکی شادی ہو۔ مگر اُسنے کہدیا تھا کہ اگر ایک مہینے مین مین نے کسی اور کو پسند کیا تو روشفا کے ساتھ شادی نہ کرونگی۔ ورنہ خیر۔ ستائیس دن گذر گئے تھے صرف تین روز اور باقی تھے۔ پھر زدا اب بیچارے کو بُرا معلوم ہوا میڈا نے جو آزاد کے حسن و جمال اور خط و خال پر نظر ڈالی اور سُنا کہ ہندوستان سے خاص اِس غرض کے لیئے آیا ہے کہ جنگ روم مین شریک ہو تو ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ ٹھان لی قسم کھا بیٹھی کہ آزاد ہی کے ساتھ شادی کرونگی یا ناکتخدا رہونگی۔

آزاد نے حاضرین کیطرف مخاطب ہو کر کہا۔ حاشا مین میڈا کے عاشقون مین نہین۔ اِسی کوٹھی مین مین نے اُس لیڈی کو چند بار دیکھا تھا۔ مجھکو اِس فرانسیسی افسر سے بھی عداوت نہین۔ گو اُنھون نے میری جان لینے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا مگر مجھ کو اِسکا خیال نہین۔ فرانسیسی افسر نے کہا مجھے اسوقت صرف یہ خیال ہے کہ اس میرے دوست کے دھکے سبب سے میان آزاد زخمی ہوے اور جسکو میان آزاد نے اپنے بچانے کے لیے زخمی کیا) بڑی غلطی کی۔ مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ مین نے اِس سے یہ ہرگز نہین کہا تھا کہ تم میری کمک کو آنا۔ مگر اِس شخص نے مجھے ذلیل کیا۔ آزاد کو زخمی دیکھکر قریب تھا کہ مین معافی چاہون۔ یہ بات فن سپہ گری کے خلاف ہے کہ دو آدمی ملکر ایک شخص کو قتل کرین۔ اگر میرا یہی منشا ہوتا تو مین چھری اُنھین کیون دیتا۔ اِسی خیال سے کہ میان آزاد مجھکو کچا سپاہی سمجھینگے جب اُنھون نے مجھے گھسیٹا تو مین چُپ چاپ چلا آیا۔ حاضرین نے اُس افسر کی بھی تعریف کی اور میان آزاد کو اُسکی تقریر ایسی پسند آئی کہ گلے لگا لیا۔ گو دونون بغلگیر ہوے مگر روشفا کا حسد کم نہین ہوا۔ رقابت بھی کیا بُری چیز ہے۔

دوسرے روز صبح کے وقت میان آزاد فرخ نہاد نے جنگی وردی پھڑکائی شمشیر خارا شگاف کمر سے لگائی اور پارسی سوداگر کے ایک طناز و دغا پسند فرس سبک خیز پر سوار ہو کر حضرت حمید پاشا وزیر جنگ کی شرف ملازمت کے لیے چلے۔ راہ مین اُنگلیان اُٹھتی تھین۔ ہر فرد بشر میان آزاد پر نظر ڈالتا تھا جو دیکھتا تھا گھنٹون توصیف کرتا تھا۔

ایک۔ بھئی کیا گبھرو جوان ہے۔ خدا چشم زخم حوادث سے بچائے۔

دوسرا۔ آمین۔

تیسرا۔ گھوڑے پر کیا خوب سوار ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے میخ گاڑ دی۔

چوتھا۔ کتنا خوشرو جوان ہے۔ یہ تو کسی فوج کا کپتان معلوم ہوتا ہے۔

پانچوان۔ گھوڑا تو گھوڑا سوار بھی عجب سج دھج کا ہے۔

چھٹا۔ ابی یہ وہی تو ہین۔ میان آزاد۔ جنکا حال اخبار

الجوائب مین درج ہی۔

ساتوان۔ سچ کہا۔ واقعی یہ وہی نوجوان ہی۔ خدا کرے جنگ مین کامیاب ہو۔

آٹھوان۔ خدا کرے۔ خدا کرے۔

نوان۔ آمین۔ آمین۔

میان آزاد وزیر جنگ کے ایوان سپہر توامان پر پہونچے جو خط ٹرکی کے کانسل متعینہ مصر نے اُنکو دیا تھا وہ اُنھون نے بھیجدیا اور کہا عرض کر دو وہ بھی حاضر ہی۔ حمید پاشا نے خط پڑھا اور میان آزاد کو بُلوایا۔ آزاد نے جاکر زمین دوز ہوکے آداب عرض کیا اور بصد ادب خاموش کھڑے رہے۔

حمید پاشا۔ (حمید) آپ ہی ہندوستان سے آئے ہین جنکی کانسل نے بڑی تعریف کی ہی بیٹھیے۔

آزاد۔ ہان حضور فدوی ہی کا نام آزاد ہی۔

حمید۔ ڈیلی جنس نے آپکو اور بھی مشہور کر دیا ہی۔

آزاد۔ حضور مین نے وہ کیا جو ہر ایک انسان کو لازم ہی۔

حمید۔ صحیح ہی۔ مگر ہر ایک انسان انسان نہین ہی بعض آدمی بہائم سے بدتر ہین۔ آپ سچے ہمدرد ہین۔

آزاد۔ (آداب بجالاکر) حضور کی نوازش۔

حمید۔ تو آپ یہان کیا چاہتے ہین۔ نوکری۔

آزاد۔ حضور میری دلی خواہش ہی کہ مجھے صیغۂ جنگی کا کوئی عہدہ ملے۔

حمید۔ تمھاری شکل و صورت اور طرز گفتگو سے پایا جاتا ہی کہ تم ایک تربیت یافتہ اور اولوالعزم اور ذی حوصلہ نوجوان ہو اور جری اور عالی خاندان ہو۔ جنگ کی کیفیت یہ ہی کہ سرویا کو ہمنے شکست دیدی مگر اب روسیون نے اشتہار جنگ دیا ہی اور یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے۔ کئی مہینے سے معلوم تھا کہ روسی ضرور لڑینگے۔ مین غور کرونگا کہ تمھارے لائق کون عہدہ ہی۔ جنگی امور سے واقف ہو؟

آزاد۔ ہان حضور۔ کئی کتابین مطالعہ کی ہین۔ جنرل والٹر کو مین عربی پڑھاتا تھا وہ مجھکو جنگی علوم کے رسالے پڑھاتے تھے مصنوعی جنگ مین کئی بار شریک ہو چکا ہون۔ یہ والٹر کا سرٹیفکیٹ ہی۔

حمید پاشا نے سرٹیفکیٹ لے کر پڑھا اور کہا۔ کافی ہی۔ ہم آپکو عہدہ دینگے۔ دو ایک روز مین آپ آئین۔ آزاد پھر بصد آداب بجالائے اور کمیت بادرفتار پر سوار ہو کر چلے۔ اُسوقت آزاد انتہا سے زیادہ خوش و خرم تھے۔ ہندوستان سے روانہ ہوتے وقت آزاد کو اندیشہ تھا کہ مبادا ٹرکی مین عہدہ نہ ملے۔ مگر جنرل والٹر کے سرٹیفکیٹ اور اِنکے حسن و جمال اور ڈیل ڈول اور سپاہیانہ وضع نے حضرت وزیر جنگ کے لوحِ دل پر اِنکی بسالت اور اولوالعزمی اور عالی خاندانی اور حمیت اسلامی کا نقش ایسا منقش کر دیا کہ فوراً عہدہ دینے کا اقرار کیا۔ آزاد شادان و فرحان فرودگاہ کیطرف جانے لگے۔ حسن اتفاق سے اثنائے راہ مین میان آزاد کیا دیکھتے ہین کہ ایک لیڈی سمند دغا پسند کو بگٹٹ دوڑاتی آرہی ہی دیکھکر دکھیا۔ تو میڈا۔ میڈا کا گھوڑا جو تیزی کے ساتھ نکلا تو میان آزاد کے کمیت تندخو نے بھی کنوتی بدلی۔ اتنے مین میڈا نے گھوڑے کی باگ روک لی۔

میڈا۔ مسٹر آزاد آپ کہان تشریف لیگئے تھے۔

آزاد۔ مین وزیر جنگ کے ہان گیا تھا۔

میڈا۔ تم جنگ کے بڑے شائق ہو۔ اور واقعی تمھاری صورت ہی سے بسالت برستی ہی۔

آزاد۔ کل تو آپکی بدولت ہماری جان ہی گئی تھی۔

میڈا۔ ہم سُن چکے ہین۔

آزاد۔ اب آپ سے بات کرتے ہوے خوف معلوم ہوتا ہی۔

میڈا۔ (مسکرا کر) درست۔

آزاد۔ خدا کی قسم خوف معلوم ہوتا ہی۔

میڈا۔ آزاد تمھارا سا خوبرو اور وجیہ جوان ہمنے آجتک نہین دیکھا۔

آزاد۔ (خاموش)۔

میڈا۔ مجھے معاف کیجیے گا کہ یہ کلمہ میری زبان سے بے ساختہ نکلا۔ مگر مین کیا کرون۔ مجبور ہون۔

آزاد۔ مین آپ کی عنایت کا کمال مشکور ہون۔

میڈا۔ وزیر جنگ سے کیا باتین ہوئین۔

آزاد۔ پوچھا کہ جنگ کی کارروائی سے کچھ واقف ہو مینے کہا کئی بار مصنوعی جنگون مین شریک ہوا۔ جنرل الٹر کا سرٹفکٹ دکھایا فرمایا تمھاری صورت سے عالی خاندانی اور بسالت صاف ظاہر ہی ہم تمکو کوئی عہدہ ضرور دینگے۔ دو ایک روز مین آؤ۔

میڈا۔ آزاد تمھین جو دیکھیگا فوراً کہ اٹھیگا کہ یہ کوئی شہزادہ ہی۔

آزاد۔ (مسکرا کر) واہ۔

میڈا۔ اِسمین عورت ہو یا مرد۔

آزاد۔ دیکھین وزیر جنگ ہمین کون عہدہ دیتا ہی۔

میڈا نے آزاد سے کہا ہمکو نہین یقین ہی کہ حمید پاشا تمھین کوئی جنگی عہدہ دین اور اگر وہ دینگے بھی تو ——

آزاد نے پوچھا کیا آپکو وہ جانتے ہین۔ میڈا نے ہنسکر کہا کتنے سادے ہو۔ بھلا یہان کوئی بھی ایسا ہی جو ہمین نہ جانتا ہو۔ فرانس تک سے لوگ ہمارے دیکھنے کے لیے آتے ہین۔ حمید پاشا میرے باپ کے بڑے دوست ہین۔ وہ مجھے مثل اپنے عزیز کے سمجھتے ہین تم سے مجھے کچھ کہنا ہی۔ اسوقت چل کر بغور سن لو۔ پھر تمھین اختیار ہی جہان جا ہو جاؤ۔

آزاد نے تھوڑی دیر غور کر کے کہا۔ بسم اللہ آپ فرمائیے مین غور سے سنتا ہون۔ اور حتی الوسع آپکا حکم بجالاؤنگا آپ بیدریغ فرمائین۔ میڈا بولی راہ مین کہنا وضع کے خلاف ہی پارسی کی کوٹھی سامنے ہی وہان چلو تو کہون۔ اتنے مین دونون گھوڑے اُس سوداگر کی کوٹھی پر داخل ہوے میڈا اور آزاد کمرے مین جا کر بیٹھے۔

آزاد۔ اب فرمائیے۔

میڈا۔ تمھاری شادی تو کہین ہوئی نہین ہے۔

آزاد۔ جی نہین۔

میڈا۔ پیارے آزاد میرا دل تم پر آیا ہی اور گو وضع کے خلاف ہی کہ تم سے صاف صاف کہون۔ مگر دل قابو مین نہین ہی مین چاہتی ہون تمھارے ساتھ میری شادی ہو۔ مین وہ ہون جسپر فرانس اور ٹرکی کے نوجوان امیرزادون کی جان جاتی ہی مین وہ ہون جسکے عشق مین رو شفا سا افسر فرانس چھ مہینے سے یہان فروکش ہی۔ مین وہ ہون جسکے چاہ زنخدان مین ایک بڑے معزز اور نوجوان پاشا کا دل ڈاواں ڈول ہی۔ مگر مین تم پر جان دیتی ہون۔

آزاد۔ مجھے افسوس ہی کہ۔

میڈا۔ اُف۔ اُف۔ اُف۔ افسوس کے لفظ کے ساتھ تم نے اپنی گفتگو کیون شروع کی۔ یہ لفظ تو اِسوقت مین سننا ہی نہین چاہتی تھی۔

آزاد۔ ابھی تو مجھے جنگ درپیش ہی۔

میڈا۔ خوب یاد رکھو کہ گو وزیر جنگ کی ملاقات سے تم خوش آئے مگر ــــــــ

میان آزاد نے بڑی لجاجت اور منت اور سماجت سے عرض کی کہ آپ میرے عہدہ پانے مین خلل انداز نہون۔ واسطے خدا کے معاف فرمائیے۔ بڑی دیر تک سمجھایا۔ اور کہا کہ آپ خود ہی اپنے دل مین سوچین کہ آپکی اُٹھتی جوانی اور رُخ نورانی صورت زیبا اور ادا ہے دلربا کی ملک فرانس تک دھوم ہے اور خدا کو گواہ کر کے کہتا ہون۔ کہ مجھے آپکی ایک ایک عجب بھاتی ہے۔ ایک ایک ادا دل مین کھُپ گئی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ مین مجبور ہون ورنہ اگر آپ کی مرضی کے موافق کام کرون تو مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہین۔ اُس خاتون سمن بر پری پیکر نے کہا یاد رکھو۔ بہت پچھتاؤ گے۔ بہت پچھتاؤ گے خوب یاد رکھو بہت پچھتاؤ گے۔

یہ کہکر میڈا بصد حسرت وہان سے ایک ہمجولی کے ہان گئی اور کہا کہ بہن تھوڑا سا زہر کسی سے منگواؤ۔ تو تا دم زیست تمھاری ممنون رہون۔ وہ چونک کر بولی کہ یہ زہر کیا ہو گا۔ میڈا نے کہا کھاؤنگی۔ اُسکی ہمجولی نے غور سے اُسپر نظر ڈالی اور پوچھا خیر ہے یہ کیسی بہکی بہکی باتین کرتی ہو بہن۔ میڈا بے اختیار زار زار رونے لگی۔ اُسکی ہمجولی نے کہا آخر ماجرا کیا ہے کچھ بیان تو کرو۔ ع۔

کس کی ستم رسیدہ ہو کس کی ستائی ہو

کچھ معلوم تو ہو۔ میڈا نے آنسو پونچھکر بکمال ملال یون کہا بہن آج ہمنے وہ بیحیائی کی ہے کہ ہمارا ہی دل جانتا ہے اور اس قدر ناکامی حاصل ہوئی کہ اللہ کرے ساتوین دشمن کو بھی نصیب یہان ہندوستان سے ایک جوان طناز سراپا ناز حسین مہ جبین میان آزاد آیا ہے ہر مزجی کی کوٹھی مین ہے اُس حور شمائل کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ سچ کہتی ہون ایسا جوان خوبرو دیکھا نہ سُنا۔ گھنٹون گھورا کرے۔ اور سیری نہو دو بار اُس گلعذار کے ساتھ گلگشت چمن اور تماشاے نسرین و نسترن مین معروف رہی۔ تیسرے روز کسی نے روشفا سے جلکے جڑ دی۔ وہ آگ بگولا ہو کر کوٹھی گیا اور میان آزاد سے ڈویل لڑنے پر آمادہ ہو گیا چھُری لیکر چاہتا تھا کہ بھونک دے مگر آزاد نے چھُری چھین لی خیر چوتھے روز میان آزاد سپاہیانہ وضع بنائے گھوڑے پر سوار وزیر جنگ کے ہان سے آتے تھے اثنائے راہ مین مجھے ملے۔ پاے بہن۔ اُسوقت کا جوبن تو ستم ہی ڈھاتا تھا۔ مین تو بس جیسے دیوانی ہو گئی۔ اِسدرجہ عشق نے زور کیا کہ کوٹھی مین جلکر مین ملی اپنی آرزوے دلی صاف صاف بیان کر دی۔

ہمجولی۔ (ہ) کیا کہا اور تم سے کہا کیونکر گیا۔

میڈا۔ مین نے کہا آزاد ہم تم پر عاشق ہین ایسا پریزاد سج دھج کا جوان ہمنے آجتک نہین دیکھا۔

ہ۔ پھر۔

میڈا۔ بس وہ ٹالنے لگے۔

ہ۔ این! اُف۔ توبہ۔

میڈا پھوٹ پھوٹ کر روئی اور بولی کہ تو میڈا جو اُسکو اِسکا مزہ نہ چکھاؤن۔ چاہے جو ہو آزاد سے بدلہ ضرور لونگی یا جان دونگی۔ تم خوب جانتی ہو بہن کہ روشفا کتنے دن سے یہان فردکش ہے اور کن کن امیرزادون اور شریفون کے پیغام آئے۔ کیسے کیسے خوش رو فوجی افسر اور نوجوان رئیس جان دیتے ہین مگر مین نظر اُٹھا کر بھی اُنکی طرف نہین دیکھتی۔ آزاد نے واقعی ایسی ہی صورت زیبا پائی ہے کہ میرا دل ہاتھ سے جاتا رہا

افسوس افسوس۔

ہ۔ بے سمجھے بوجھے۔

میڈا۔ اب تو جان پر بن آئی ہے۔

ہ۔ جلدی نہ کرو۔ کل ہم اور تم ملکر مشورہ کرین اگر مان جائے تو کیون مصیبت مین مبتلا ہو۔ ع۔

گڑ سے جو مرے تو زہر کیون دے

وزیر جنگ سے ملاقات کر چکے ہین۔ انہی طرف سے بدی نہ کرنا چاہیئے ورنہ مجبوری ہے۔

میڈا۔ ہان۔ اور انھون نے وعدہ بھی کیا ہے کہ کوئی جنگی عہدہ دینگے۔

جب چوطرفہ تاریکی چھائی تو ایک بیش بہا برقع اوڑھکر ایک عورت وزیر جنگ کے پاس آئی۔ آدمیون سے کہا۔ اطلاع دو کہ ایک برقع پوش لیڈی آئی ہے۔ حمید پاشا نے کہا آنے دو۔ لیڈی کمرے کے اندر گئی۔ وزیر جنگ نے جو دیکھا کہ ایک کشیدہ قامت نازنین لباس فاخرہ زیب تن کیے ہوے چھان چھان تشریف لاتی ہین تو سرو قد تعظیم کی اور کہا تشریف رکھیے۔ لیڈی بصد ناز کرسی پر متمکن ہوئی۔

وزیر۔ فرمائیے۔

برقع۔ ہندوستان سے کوئی شخص آزاد نام سے آیا ہے۔

وزیر۔ ہان یاد آیا۔ بیشک آیا ہے۔ بڑا دلیر اور قوی ہیکل اور حسین اور اولوالعزم اور لائق آدمی ہے۔

برقع۔ وہ یہان کس غرض سے آیا ہے بھلا۔

وزیر۔ حمیت اسلام اسکو کشان کشان لائی ہے۔ وہ شریک جنگ ہونا چاہتا ہے۔

برقع۔ آپ اسکو فوجی عہدہ دینگے۔

وزیر۔ ضرور بالضرور اور بہت جلد۔

برقع۔ مین یہی کہنے آئی ہون کہ اسکو عہدہ نہ ملے۔

وزیر جنگ متحیر کہ یا خدا یہ برقع پوش کون ہے اور کیون کہتی ہے کہ میان آزاد کو کوئی عہدہ نہ ملے۔ سمجھے کہ دال مین کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ کہا کہ لیڈی تمھاری وضع اور بول چال اور پوشاک سے صاف ترشح ہے کہ تم ایک معزز اور عالی خاندان لیڈی ہو مگر اس پوشیدہ طرز پر تمنے مجھ سے ملاقات کیون کی۔ اور آزاد کے خلاف کیون ہو۔ اگر وہ مسلمان نہین ہے روسیون کی طرف سے سازش کرکے آیا ہے تو صاف صاف بتا دو۔ لیڈی نے کہا۔ یہ شخص خاص یورپ مین ہے۔ وارسا کا رہنے والا۔ اسکا باپ سوداگر تھا مگر اسکے کارخانے مین آگ لگ گئی اور لاکھون روپے کا مال جل بھنکر خاک سیاہ ہو گیا۔ اس شخص کو گورنمنٹ روس نے ہندوستان بھیجا وہان پانچ سال تک رہا۔ بعد ازان ایران مین تین برس فارسی سیکھی۔ عرب مین بھی کئی سال قیام کیا۔ فرنچ خوب بولتا ہے اور عالم آدمی ہے۔ مین نے تحقیق خبر پائی ہے کہ منجملہ ان آدمیون کے جنکو گورنمنٹ روس نے اسلیے بھیجا ہے کہ سلطنت روم کے حالات دریافت کرکے لکھ بھیجین انمین یہ بھی ایک ہین۔ یہ شخص اس قابل نہین کہ ایکدم آزادی کے ساتھ رہنے پائے۔ وزیر جنگ بڑے استقلال کے ساتھ ساری داستان جو لیڈی نے اسوقت گڑھی تھی سنتے رہے۔ مگر واہ ری لیڈی حسن و جمال کے علاوہ فقرہ بازی اور افترا پردازی مین بھی اپنی آپ نظیر تھی۔ کل کارروائی چٹکیون مین بھگتا دی وزیر جنگ نے بکمال استقلال کہا کہ آپ ایک جوان اور معزز لیڈی معلوم ہوتی ہین مین یہ نہین کہ سکتا کہ آپ غلط کہتی ہین مگر چونکہ یہ پولٹیکل امور ہین لہذا اسقدر رکھنا ضرور ہے کہ جبتک کسی اور معتبر آدمی کی زبانی

اس خبر کی صداقت نہ ہوتی تو مجھے ہرگز یقین نہین آسکتا کہ آزاد اِس قماش کا آدمی ہو۔ یہ سُنکر میڈا اُٹھ کھڑی ہوگئی اور قہقہہ لگاکر بُرقع کو رُخ انور سے اُلٹ دیا۔

وزیر۔ میڈا۔

میڈا۔ اب یقین آیا یا نہین۔

وزیر۔ وہ روسی فردکش کہان ہو۔

میڈا۔ ہرمزجی بھائی کی کوٹھی مین۔

وزیر۔ اچھا۔ اب تم جاؤ مین تمھارا مشکور ہوا۔ تمھارے باپ سے مجھ سے بڑی دوستی ہو۔ یہ داستان تم سے کس نے بیان کی۔

میڈا۔ جس شخص نے مجھ سے کہی وہ آزاد کا رازدان ہو۔ نام نہ بتاؤنگی۔

وزیر۔ اِسقدر تشفی رہے کہ وہ شخص معتبر ہو۔

میڈا۔ نہایت معتبر۔

وزیر۔ تمھارا ذمہ۔

میڈا۔ بیشک۔

میڈا وزیر جنگ کو پٹی پڑھاکر رخصت ہوئین۔ دل مین سوچتی جاتی تھی کہ اب مین نے اپنا بدلہ لیا۔ کہ دیا۔ جتا دیا کہ بہت پچھتاؤ گے۔ سمجھا دیا کہ کہا مانو ورنہ پچھتاؤ گے پکار پکار کر اطلاع دی کہ دیکھو پچھتاؤ گے بہت پچھتاؤ گے مگر وہ نہ مانے تو ہم کیا کرین۔

شبراتی کی شرارت کی گھات
اور
دو بوڑھون کی ملاقات

حسن آرا بیگم نے مہری کو حکم دیا کہ ذری اُس سقے کے چھوکرے کو بلالاؤ یا یہان بلانے کی حاجت نہین۔ کہو کہ سرا مین جائے اور دیکھے کہ وہ بوڑھا آدمی ہو یا چلا گیا۔ مہری نے پردے کے پاس سے آواز دی۔ شبراتی۔ شبراتی مرگیا ملا۔ ارے شبراتی دربان نے پوچھا۔ کسکو پکار رہی ہو بی مہری۔ کہا اوسی سقے کے لڑکے کو دربان نے زور سے پکارا۔ شبراتی۔ ابے او شبراتی چل جلدی۔ مہری پردے کے پاس کھڑی غل مچا رہی ہین۔ شبراتی دوڑتا ہوا آیا۔ کہیے حاضر ہون۔ مہری بہت ہی جھلائین چلاتے چلاتے مارے گلا پھٹ گیا۔ سنتا ہی نہین۔ کھیل کود کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہو موا۔

شبراتی۔ (ش) آپ تو ناحق بن ناحق گھُڑکتی ہین۔ کھیلتا کون تھا مین تو ذری پانی پینے گیا تھا۔

م۔ چل بہت باتین نہ بنا۔ سن۔

ش۔ (قریب جاکر) کہیے۔

م۔ اُس سرا مین جاکے دیکھ وہ بوڑھے آدمی ہین یا چلدیے۔

ش۔ اچھا۔

م۔ کُتے کی چال جانا۔ بلّی کی چال آنا۔

ش۔ ابھی ابھی پہونچا داخل ہون۔

شبراتی چلے۔ راہ مین لونڈے لاڑیے جو سطے تو حضرت کو شوق چرایا کہ جھلّا میری کھیلین۔ مرّی اور جُبّی کے پیرین ٹیان اُلار رہے ہین۔ جیت ہٹ کی فکر ہو۔ ایک گھنٹے مین شبراتی نے کوئی ڈیڑھ پیسے کی کوڑیان جیتین۔ مگر لالچ کا بُرا ہو۔ طمع مین جو آئے تو جم گئے۔ کوئی ڈھائی دمڑی کی کوڑیان اِدھر دم اور نظر آئین۔ سوچے کہ یہ بھی ٹھور لیجلو۔ کہان کا جھگڑا۔ مگر دم کے دم مین ڈیڑھ پیسا وہ ہارے۔ اور بارہ کوڑیان

گرہ سے گئین۔ ع۔

	طمع را سہ حرف ست وہر سہ تہی	

وہان سے اُداس ہوکر چلے۔ راہ مین بندر کا تماشا ہو رہا تھا اب میان شبراتی جا چلے۔ انیٹھا سنگھ کے سر پر ٹوپی آئی اور شبراتی بولے (تحسین) کبھی بندریا کو دور سے چھیڑا۔ کبھی بکرے پر ڈھیلا مارا یہ تماشا دیکھا اور دس بارہ قدم گئے ہونگے کہ مداری ملے بڑے بڑے کھیل اور بڑے بڑے تماشے۔ کبھی کوئی لونڈا تو آئے اِدھر۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر میان شبراتی کو پسند کیا آؤ جوان تم کمیدان معلوم ہوتے ہو۔

مداری۔ (مدا) آدمی ہو کہ جنور۔

ش۔ آدمی۔

مدا۔ سور کہ شیر۔

ش۔ ہم شیر تم سور۔

اسپر قہقہہ پڑا۔

مدا۔ گدھا کہ گدھی۔

ش۔ گدھا۔

اِسپر ایک اور فرمایشی قہقہہ پڑا۔ اور میان شبراتی کسی قدر جھینپے۔

مدا۔ اُلّو کہ بیل۔

ش۔ تم اُلّو۔ تمھارے باپ بیل۔ اور تمھارے دادا بچھیا کے تاؤ۔

اِسپر تماشائی ہنس پڑے۔

ایک۔ لونڈا بڑا تیز ہے۔

دوسرا۔ یہ مداری کے بھی چچا نکلے۔

تیسرا۔ اجی ایسے ایسے مداری اُنھون نے چنگے کیے ہین

چوتھا۔ بھائی ان لوگون سے شیطان نے بھی پناہ مانگی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد میان شبراتی یہان سے بھی روانہ ہوئے ایک رئیس کے ہان سپیرا سانپ کے تماشے دکھا رہا تھا۔ میان شبراتی بھی ڈٹ گئے۔ سپیرا تونبی مین بھیردین کا رنگ دکھاتا تھا۔ اتنے مین رئیس نے کہا کہ بھلا آپ جانین کہ کسی کے سر سے سانپ نکالو۔ سپیرے نے کہا کہ حجور منتر مین سب کدرت (قدرت) ہے مُل کوئی آدھ سیر آٹا تو پیٹ بھر کھانے کو دے لے جسکے بدن سے کہیے سانپ نکالون۔ اور ابھی ابھی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو لونڈے لاڑیے تِتر ہو گئے کہ دھرتے جائین میان شبراتی تو پرلے سرے کے شریر تھے ڈٹے کھڑے رہے بلکہ اور بھی اکڑ گئے۔

سپیرا۔ واہ جوان بس تم ہی ایک بہادر ہو۔

ش۔ اور ہمارے باپ ہم سے بڑھکر اور ہم اپنے باپ سے بڑھ کر۔

سپیرا۔ یہان بیٹھ تو جاؤ۔

میان شبراتی بے جھجکے نین مین بیٹھ گئے۔ سپیرے نے کہا حجور اِسکے سر سے سانپ نکلتا ہے۔ دیکھتے جائیے۔ دیکھیے جائیے۔ حاضرین کی اُسی طرف نظر تھی۔ دو چار منٹ تک سپیرے نے جھوٹ موٹ کوئی منتر پڑھا اور زور سے میان شبراتی کی کھوپڑی پر دیا جما کر کہا یہ لیجیے سانپ واہ واہ کا دونگڑا برس گیا۔ شبراتی نے کہا واہ تمھاری تو اتنی تعریف ہوئی۔ اور یہان وُہ دھول پڑی کہ کھوپڑی بھنا گئی۔ رئیس نے سپیرے کو پانچ روپے انعام دیے اور کہا اِس لونڈے کو بھی چار آنے پیسے دے دو۔ میان شبراتی چار آنے پائے تو جامے مین پھولے نہ سمائے۔ جاتے ہی کبابیے والے سے پیسے کے کچالو دھیلے کے دہی بڑے دھیلے کی سونٹھ کی لئی

اور چہکتے ہوے چلے۔ سبیل پر خوب تن کے پانی پیا اور تکیے پر جاکر کوڑیان کھیلنے لگے دو پیسے کی کوڑیان ہارے۔ وہان سے اُٹھے۔ حلوائی کی دکان پر آئے ایک آنہ کی پوریان کھائین کنوین پر پانی پیا۔ اور ڈیوڑھی پر بی مہری کو آواز دی ؎

ش۔ بی مہری۔ اجی بی مہری۔

م۔ آئے کہو ہین۔

ش۔ وہ تو چلے گئے۔

م۔ ارے! کب گئے کب۔

ش۔ کل شام کو۔

م۔ بھلا کچھ معلوم ہی کہان گئے۔

ش۔ ریل پر سوار ہو کر کہین چلے گئے۔

م۔ کوئی ہی یا کوئی بھی نہین۔

ش۔ کوئی بھی نہین سب چلدیے۔

مہری کے ہر ایک سوال کا میان شبراتی نے پھرتی کے ساتھ جواب دیا ذرا بناوٹ نہین معلوم ہوتی تھی جو پوچھا تڑ سے اُسکا جواب دیا۔ کب گئے؟ شام کو کہان گئے؟ ریل پر کہین گئے۔ شاباش واہ میان شبراتی واہ کیون نہو۔ مہری نے حسن آرا بیگم سے کہا ای حضور وہ تو سرا مین نہین ہین۔ حسن آرا دھک سے رہ گئی۔ بہر ہی۔ دیر کی نہ ہم نے بس چلدیے وہ مسافر تو تھے ہی۔

حسن۔ شبراتی کو بھیجا تھا کہ دیکھو سرا مین وہ بوڑھے ہین یا نہین کہتا ہی وہ شام کو چلے گئے۔

سپہر۔ ای ہی بُرا ہوا۔

حسن۔ میان آزاد کا اُس سے کچھ پتا لگتا۔

سپہر۔ ضرور۔

حسن۔ وہ شعر ہمین نہین بھولتا۔ ؎

	سینے کو چمن بنائین گے ہم	
	گل کھا ئینگے گل کھلائین گے ہم	

سپہر۔ جبتک بیٹھا میان آزاد ہی کی تعریف کرتا رہا۔

حسن۔ کیا جانے کون تھا۔ مہری ذری تم پھر پوچھو کہ شہر ہی مین ہین یا کہین باہر چلے گئے۔

مہری نے جاکے پھر شبراتی سے پوچھا کہ شہر مین ہین یا باہر چلے گئے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ ابکی میان شبراتی نے کہا نہین چلے نہین گئے۔ ہین شہر مین مُدا کسوا اور سرائے مین اُٹھ گئے۔

م۔ کیون رے جھونٹے تو تو کہتا تھا کہ ریل پر چلے گئے اور اب کہتا ہی کہ اِس سرائے سے دوسری سرائے مین اُٹھ گئے!

ش۔ مین نے ــــــ

م۔ چل جھونٹے تو گیا وہ یا نہین۔

ش۔ ابا کی قسم گیا تھا۔

م۔ چل بہت بڑھ بڑھ کر باتین نہ بناؤ۔ موا نکوام۔

ش۔ اچھا آپ کسو اور کو بھیج کے دکھوا لین۔

م۔ چل دور ہو۔ موا جھونٹا۔

میان شبراتی تھے تو کائین مگر خِپّا کھا گئے مہری نے جاکر حسن آرا بیگم سے کہدیا کہ سرکار وہ موا ستے والا جھوکرا گیا وہ نہین پہلے کہا ریل پر سوار ہو گئے۔ اب کہتا ہی اُس جگہ سے کسی اور سرائے کو گئے ہین اَول جلوّل بکتا ہی ہمکو اس کا اعتبار نہین۔ اتنے مین دھوبن نے کہا حضور وہ لونڈا شبراتی۔ وہ تو سایبان والے کے پاس بیٹھا ہوا کھیل رہا تھا۔ مہری نے کہا لیجیے بی اُجلی نے اس کھلنڈرے کو وہان دیکھا تھا۔ مین جاکے کسی اور کو بھیجے دیتی ہون

یہ سو اکمیل کوو کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے۔ کیا جانے کہاں جا کے بیٹھ رہا اب باتیں بناتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد مہری نے کہا حضور کی سرکار کا وہ پرانا خانہ زاد آگیا۔ حسن آرا نے کہا بس اب بات بن گئی۔ حسین بخش کو بھیجدینگے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک بوڑھا آدمی بڑی بیگم کے ہاں کا خانہ زاد بجرے پر اسوقت سوار تھا۔ جب میاں آزاد نے حسن آرا بیگم کو دیکھا تھا اور بہانہ کیا تھا کہ ڈوب گئے۔ یہ شخص رخصت لیکر اپنے گھر گیا تھا اب وہاں سے واپس آیا۔ حسن آرا بیگم نے بصد حسرت پیر مرد سے اپنی حالت زار بیان کی۔

حسن۔ مین سخت مصیبت مین مبتلا ہون۔ محمد عسکری بے طرح پیچھے پڑا ہے۔ اماجان بھی اسکی تعریف کرتی ہین۔ بہار النسا بہن کو بھی اسکا جنبہ ہے۔ گھر بھر ایک طرف ہے۔ اور مین جو قول ہاری ہون وہ تم خوب جانتے ہو۔ اب مین کرون تو کیا کرون میان آزاد کا کوئی خط نہین آیا۔ مگر ایک اخبار کے ذریعہ سے انکی خیر و عافیت معلوم ہو گئی۔ وہ بیچارے ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ اس گاڑھے وقت اللہ نے انکی جان بچائی۔ جس جہاز پر سوار تھے وہ ڈوب گیا۔ مگر آزاد بچ گئے۔ لکھا ہے کہ بڑا سخت طوفان آیا تھا پانی بلیون اچھلتا تھا اور ہوا نے وہ زور باندھا تھا کہ الامان چھوٹی چھوٹی کشتیان جو ساتھ ہوتی ہین انپر میان آزاد اور کوئی پچاس ساٹھ آدمی کودپڑے۔ میان آزاد کی جرات اور ہمدردی کی بڑی تعریف کی ہے۔ بہت سے بندگان خدا کی جان بچائی۔ ایک انگریز کشتی سے سمندر مین گر پڑا۔ آزاد بڑی جوانمردی کو دے اور اسکو ڈوبنے سے بچالیا۔ مگر کشتی ہوا کے تھپیڑے سے دور نکل گئی۔ پھر انکو پیرنا پڑا۔ یہ سمندر مین لوگ کیونکر پیرتے ہین۔ خیر اللہ نے انکی جوانی پر رحم کیا۔

ملاح۔ ایک اخبار مین بھی لایا ہون۔ اسمین بھی میان آزاد کی تعریف چھپی ہے۔

سپہر۔ لاؤ لاؤ پڑھین۔

ملاح نے اخبار دیا۔ سپہر آرا نے پڑھکر بہن کو سنایا۔

میان آزاد فرخ نہاد

شاباش آزاد۔ شاباش۔ مرحبا۔ مرحبا۔

حماک اللہ عن شر النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

میان آزاد ایک با حمیت مسلمان آج اس نظر سے روم گئے ہین کہ شریک جنگ ہون۔ روس اور روم مین عنقریب چھڑا چاہتی ہے سرویا روس ہی کی سازش اور اغوا سے بر سر مقابلہ آیا تھا۔ اب روس خود جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ میان آزاد بڑی جرات اور جوانمردی سے جان لیکر گئے ہین کہ ترکون کا ہاتھ بٹائین۔ ع۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

یہ ایک حسین اور جری اور تربیت یافتہ نوجوان ہین۔ سنتا کہ کسی پری وش خاتون پر انکا دل آیا۔ انکو اسکے ساتھ شادی کرنیکا شوق چرایا۔ اسنے کچھ دن بعد پیغام بھیجا کہ اگر روم جاؤ اور میدان کارزار مین تیغ لیاقت کے جوہر دکھاؤ اور سرخرو آؤ تو نکاح ہو۔ ہنسی خوشی بیاہ ہو۔ ورنہ خیر آزاد اس حکم بموجب سد حارے اثنائے راہ مین جہاز پر بڑا کارنمایان کیا۔ ساٹھ ستر آدمیون کو اجل کے پنجے سے رہا کیا۔ اپنی جان کا ذرا خیال نہین نہ آیا۔ ع۔

آفرین باد برین ہمت مردانہ تو

اس خاتون پاک نظر پری پیکر کی بھی ہم تعریف کرینگے جس نے

بمقتضائے حمیت اسلام شادی کا دارومدار فتح روم ہی پر رکھا
خدا کرے میان آزاد مع الخیر روم پہونچین۔ اور سفر کی زحمت
سے مصؤن رہین۔ ؎

کردۂ عزم سفر لطف خدا یار تو باد
ہمت اہل نظر قافلہ سالار تو باد

آمین ثم آمین۔ خدا کرے ہم جلد سُنین کہ میان آزاد بخیریت
داخل منزل مقصود ہوے۔ ؎

بسفر رفتنت مبارک باد	بسلامت روی و باز آئی

حسن آرا کا چہرہ گلنار ہو گیا۔

سپہر۔ لو باجی جان ایک آرزو تو بر آئی کہ میان آزاد
مشہور ہو گئے۔

حسن۔ جب ہم اُنکو اپنی آنکھون دیکھین تب البتہ
بات ہو۔

پیر مرد۔ انشاء اللہ۔

سپہر۔ اللہ وہ دن بھی جلد دکھائیگا۔

حسن۔ دو دن ہوے ہم جھروکے سے دریا کی سیر دیکھ رہے
تھے ایک ناؤ آن کے یہان پر ٹھہر گئی۔ دو چار آدمی اُوسے اُترے
ایک بوڑھا آدمی زین پوش بچھا کر پیڑ کے سایہ مین حقہ پینے لگا
باتین کرتے کرتے ایک آدمی سے اُسنے کہا کہ ایک شعر سُنائین
میان آزاد ایک شاعر ہین اُنکا کلام ہے۔ آزاد کا نام جو سُنا تو مین
چونک پڑی۔ اتنے مین اُسنے یہ شعر پڑھا۔ ؎

سینے کو چمن بنائین گے ہم
گُل کھائین گے گُل کھلائینگے ہم

مین نے سپہر آرا کو بلا کر کہا کہ دیکھو وہ بڑے میان جو درخت
کے سایہ مین بیٹھے حقہ پی رہے ہین اُنھون نے ابھی ابھی آزاد کا
نام لیا اور ایک شعر بھی پڑھا۔ پہلے تو اُنھون نے کہا باجی تم تو
چونک پڑتی ہو۔ مگر جب بوڑھے نے پھر وہی شعر پڑھا اور کہا
آزاد کا کلام ہے تب اُنکو یقین آیا۔ ؎

سینے کو چمن بنائین گے ہم	گُل کھائینگے گُل کھلائینگے ہم

پیر مرد۔ پھر وہ آدمی کہان گیا۔ اُس سے تو ملونگا مین
حسن آرا نے کہا بڑی دیر تک آزاد کی تعریف کرتا رہا اور کہا
کہ کسی بیگم نے اِس شرط پر آزاد کو روم بھیجا ہے کہ اگر وہان سے سرخرو
آئے تو شادی کر لون گی وہ سرا مین ٹکے ہین شبراتی کو بھیجا تھا وہ
گیا دیا نہین یہان جھوٹ موٹ آن کر کہدیا کہ چلے گئے۔ تم ضرور جاؤ
پیر مرد نے پوچھا شبراتی کون۔ حسن آرا نے کہا سقّے کا لڑکا ہے پیر مرد
نے اُسی وقت شبراتی کو بلوایا۔ مہری نے کہا شبراتی اِنکو وہ سرا
دکھا دو۔ اب میان شبراتی چکرائے کہ خدا ہی خیر کرے تب تو
دل مین چور تھا کہ سرا تک جانیکی نوبت تو آئی ہی نہین ایسا نہ ہو
کہین وہ ابھی ٹکے ہی ہون اور مجھ پر بے بھاؤ کی پڑنے لگین دبے
دانتون کہا اچھا چلیے پیر مرد آگے آگے میان شبراتی پیچھے پیچھے
جانے ہی کو تھے کہ اتنے مین مہری نے شبراتی کو اشارے سے
بلا لیا۔ اور کہا شبراتی اگر ڈھونڈھ لگا لو تو ایک روپیہ دلوا دون
بیگم صاحب سے جا کے کہون اور اُلٹے روپیہ لاؤن۔ شاباش میان
ساتھ ساتھ جاؤ اور سرا اُنکو دکھا دے شبراتی نے جو روپے کا نام سنا
تو کھل گئے۔ بہت اچھا ابھی پتا لگاتا ہون مگر بی مہری کہکر
مکر نہ جانا۔ پیر مرد کو لیکر حضرت چلے۔ راہ مین ایک لونڈے کی
کھوپڑی پر دھپ جمائی۔ ترشے اور آگے بڑھے تو ایک دیوانے پر
کئی ڈھیلے پھینکے۔ اور دو قدم گئے ایک بوڑھی ماما سے کہا نانی
سلام وہ گالیان دینے لگی۔ مگر آپ خوب کھلکھلائے۔ اور کئی
غُل مچا کر کہا نانی سلام۔ نانی سلام۔ سلام نانی سلام کھوپڑی مین

ایک اندھا ملا آپ نے اسکی ٹوپی اتار لی اور شتاخ سے دھول لگائی۔ پیر مرد کبھی مسکراتے تھے۔ کبھی سمجھاتے تھے۔ چلتے چلتے ایک تیلی ملا۔ میاں شبراتی نے پوچھا۔ کیون بھئی تیلی کتنا دن چڑھا تیلی نے کہا چپ۔ کیون جبون (زبون) بات نکالتا ہے منھ سے اور آگے بڑھے ایک رنگریز سے پوچھا کیون بڑے بھائی اپنی داڑھی نہین رنگتے۔ اُسنے کہا تمھارے باپ کی داڑھی کہو رنگ دین تیل سے چلتے چلتے ایک حلوائی سے پوچھا ارے میاں دادا جی کی نیم ذرا کھڑے ہوکر پڑھ لین۔ اُسنے کہا کنبے بھر کی فاتحہ پڑھ لو۔ پیر مرد بہت ہی ہنسے۔ میاں شبراتی نے ایک تنبولی سے کہا دو پیسے کی گاڑی کی جون چون دینا۔ مسکرا کر اُسنے جواب دیا کہ جینے کی یا تین کر دجینے کی۔ اب سنیے کہ دو ہندو آدمی پرانے فیشن کے لوگ کہین باہر جانیوالے تھے جیسے ہی وہ گھر سے باہر نکلے آپ ایک آنکھ دبا کر سامنے جا کھڑے ہوے۔ وہ لوگ سمجھے سچ مچ کانا ہے۔ ایک نے کہا ابے ہٹ سامنے سے اوکانے آپنے وہ آنکھ کھولدی دوسری دبالی۔ اِسپر قہقہہ پڑا اگر دونون ہندو شگون بد سمجھ کر اندر چلے گئے۔ اتنے مین ایک کانی عورت سامنے سے آئی میان شبراتی نے دیکھتے ہی یہ ہانک لگائی۔ ایک لکڑیا لانسے کی کانی آنکھ تماشے کی۔

شبراتی آپ جانیے ایک ہی شریر۔ سوچے کہ اگر سرا مین پیر مرد کو لیچلے اور ان لوگون سے مڈبھیڑ ہوئی اور شاید بات ظاہر ہوگئی تو خوب پٹینگے اُس سرا مین نہ گئے۔ دوسری سرا مین لیچلے وہان جاکر ایک کوٹھری کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی مین ٹکے تھے۔ خدا جانے کہان چلدیے پیر مرد نے کہا بھٹیاری سے تو پوچھا شاید اسکو معلوم ہو۔ اُنکے دل مین تو چور تھا۔ سوچے کہ بھٹیاری سے پوچھا اور قلعی کھل گئی کہا جی نہین یہ کیا جانے۔ صبح سے شام تک

ہمسیون مسافر آتے جاتے رہتے ہین بھٹیاری نے اٹھ کر پوچھا کیا ٹکیے گا۔ آئیے آئیے۔

پیر مرد۔ یہان کوئی بوڑھے آدمی پرسون ٹکے تھے۔

ش۔ اجی آپ چلیے یہ کیا جانین۔

پیر مرد۔ ٹھہرو۔

بھٹیاری۔ یہان تو کوئی نہین ٹکے تھے۔

ش۔ اجی آپ چلین تو۔

بھٹیاری۔ ای ٹھہر جا چھو کرے۔ بات تو کرنے دے۔ مان کے پیٹ مین کیونکر رہا تھا نو مہینے۔

ش۔ ای واہ۔ ای واہ۔

پیر مرد۔ تو بڑا جھوٹا ہے بے۔

ش۔ آپ ساتھ چلے تو آئین۔

پیر مرد شبراتی کے ساتھ چلے۔ شبراتی سوچا کہ اگر وہ نہ ملے تو ایک چہرہ شاہی ہاتھ سے جائیگا۔ انکی اُسی سرا مین لے چلے جہان وہ لوگ فرد کش تھے۔

پیر مرد۔ اب کہان لیے چلتے ہو۔

ش۔ جہنم مین۔

پیر مرد۔ بڑا بدتمیز ہے بے تو۔

ش۔ آپ چلے تو آئیے۔

تھوڑی دیر مین داخل ہوے۔

ش۔ وہ دیکھیے بڑے میان ٹہل رہے ہین

پیر مرد۔ یہی ہین نہ۔

ش۔ ہان ہان۔

پیر مرد۔ تمھارا ذمہ۔

ش۔ بیشک۔

پیر مرد خراماں خراماں پیر فرتوت کے پاس گئے۔ دونون حضرت نوح کے ہمعصر دونون کی لمبی لمبی داڑھی۔ دونون کی بھوین برف سی سفید دونون کی کمر خم۔ دونون پوپلے۔ دونون قبر مین ایک پائون لٹکائے ہوئے۔

پیر مرد۔ (پیر) السلام علیکم۔

پیر فرتوت۔ (پیر فر) وعلیکم السلام۔

پیر۔ مزاج شریف۔

پیر فر۔ شکر ہی۔

پیر۔ کچھ کہنا ہی۔

پیر فر۔ مجھ سے۔؟

پیر۔ جی ہان۔

پیر فر۔ بسم اللہ فرمائیے۔

پیر۔ پوشیدہ عرض کرنا ہی ذرا تکلیف ہوگی۔

پیر فر۔ آئیے فرمائیے۔

پیر۔ بس اسقدر اشارہ سمجھ جائیے۔

سینے کو چمن بنائین گے ہم	گل کھائینگے گل کھلائینگے ہم

پیر فرتوت نے یہ شعر سنتے ہی پیر مرد کو گلے لگایا۔

پیر فر۔ آزاد۔

پیر۔ کچھ حال تو فرمائیے۔

پیر فر۔ مجھے خود ہی نہین معلوم۔ کیا آپ کے عزیز ہین۔

پیر۔ عزیزون سے زیادہ۔

پیر فر۔ آئیے ادھر چارپائی پر بیٹھین۔

پیر۔ بسم اللہ۔

پیر فر۔ آپ کے کون ہین آزاد۔

پیر۔ اب یہ فرمائیے کہ یہان آپ کا کب تک قیام ہی۔

پیر فر۔ دس بارہ دن اور ہون ابھی۔

پیر۔ ہان۔

پیر فر۔ فرمائیے۔

پیر۔ کچھ تھوڑا بہت حال آزاد کا آپ بتا سکتے ہین۔

پیر فر۔ مطلق نہین۔ مگر حیرت ہی کہ آپکو یہ کس نے بتا دیا کہ مین آزاد سے واقف ہون۔

پیر۔ (مسکرا کر) سبب عرض کرونگا۔ گھبرائیے نہین۔

پیر فرتوت نے حقہ بھروایا اور کمال تپاک کے ساتھ پیر مرد کو گلوریان کھلوائین اور باتین کرنے لگے۔

پیر۔ آزاد کسقدر لائق اور شجاع آدمی ہی۔

پیر فر۔ سبحان اللہ کیا پوچھنا ہی۔ ایسے ہونہار نوجوان پیدا کہان ہوتے ہین۔

پیر۔ خوب آدمی ہی خندہ پیشانی۔ ذی مروت۔ خوش گلو۔

پیر فر۔ زبان مین جادو ہی۔

پیر۔ کچھ معلوم نہین۔ آج کل ہین کہان۔

پیر فر۔ کہتے تھے کہ روم جانے والے ہین۔ اب وہان پہونچ گئے ہونگے۔

پیر۔ روم کیا کرنے گئے۔

پیر فر۔ یہ ایک راز کی بات ہی۔ مین بیان نہین کر سکتا۔

پیر مرد دل ہی دل مین خوب ہنسے۔ اور سمجھے راز کی بات ہی۔ گویا ہم کو معلوم ہی نہین۔

پیر۔ کیا کہنے کے لائق نہین۔

پیر فر۔ ابھی مین آپ سے بخوبی واقف نہین ہون۔ ورنہ صاف صاف عرض کر دیتا۔

پیر۔ اب آپ یہ تشفی کر دیجیے کہ دس بارہ دن آپ یہان رہینگے

پیرفر - ضرور -
پیر - اب بندہ رخصت ہوتا ہے -
پیرفر - فی امان اللہ -

وہ پیرمرد تو شبراتی کے ساتھ روانہ ہوا اور ادھر آزاد کا خط ڈاک پر حسن آرا کے نام آیا قسطنطنیہ پہونچکر میاں آزاد فرخ نہاد نے ایک مختصر و موزون نامہ محبت شمامہ حسن آرا بیگم کے نام لکھا - جسکو ہم درج ذیل کرتے ہین -

جان آزاد - پیاری حسن آرا بیگم - ؎

بیا بوس لبم ہر دم دلم صد بار مے آید
چہ منت ہا کہ از نامِ تو بر کامِ زبان دارم

خدا خدا کرکے وہ کافر سفر تو طے ہوا - اور اب آزاد قسطنطنیہ مین دندناتے ہین - گو یہانتک بعد خرابی بصرہ پہونچا مگر ہنوز روز اول ہے - اب تفنگ اور تلوار ہے - اور میاں آزاد ہین میدان کارزار ہے اور میان آزاد ہین - تمہارے حکم کی تعمیل آسان نہین ہے - مگر مشکل بھی نہین ہے - کیونکہ معشوق کے حکم کی تعمیل ہے - اگر جان جائے تو سمجھون جی اٹھا جان بکف آیا ہون اگر نثار ہو جائے تو واہ وا - کہنے کو تو ہوگا کہ - ؎

حاصل عمر نثارِ رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

افسوس ہے تو بس اِسقدر کہ جان ایک ہی ہے - اگر ہر تن مو ایک جان ہو جائے تو البتہ لطف ہے کہ روز ایک جان قربان کرون - ؎

یک جان چہ متاعی ست کہ سازیم فدایت
اِلّا چہ توان کرد کہ موجود ہمین ہست

حاضر مین حجت نہین - کل شب کو خواب مے کہا پیاری حسن آرا سرہانے کھڑی میٹھی میٹھی باتین کر رہی ہین بیدار ہوا تو چشم دید و زبان تھا - ؎

نمیدانم کرا دیدم کہ از خود میروم ہوشم
جنون آہستہ میگوید میار کباد در گوشم

حیران تھا کہ یا الٰہی اب کیونکر اپنے معشوق کو دیکھون - درد دل کہون تو کس سے - ؎

حیران ترا لب بہ سخن وا شدنی نیست
چون بلبل تصویر کہ گویا شدنی نیست

خوجی کا ساتھ بھی چھوٹا - اسکندریہ مین اُسکو چھوڑا خدا جانے زندہ ہے یا کفن پوش ہوا - ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

تمھین مژدہ ہو کہ حضرت وزیر جنگ نے معزز عہدہ فوجی دینے کا وعدہ کیا ہے -

یہان کوہ قاف کی ایک پری کا ہم پر دل آیا ہے مگر صاف صاف کہدیا کہ ہمارا دل تو اندر کے اکھاڑے کی ایک پری کا ہے ہمین نہ چھیڑو اُسکے ایک عاشق زار سے چھری چلی - مین نے بچاو کھایا ہمدم خوب ہی چھپایا لیکن ملال میرے دل مین نہ آنے پایا - ؎

مرا از ہیچکس گرد ملالے نیست بر خاطر
کہ طبعِ نازکِ من بر نمیدارد گرانیہا

سفر بحری کا حال ناگفتہ بہ - ہم تو سمجھے تھے کہ بس اب اللہ میاں نے بُلا لیا - مگر شکر ہے کہ ہزار خرابی بچ نکلے - ہائے جسوقت جہاز ڈوبا اُسوقت بچون اور عورتون کے زار زار پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز رگ جان پر نشتر کا کام کرتی تھی سمندر مین پیرنا بھی پڑا - خیر - ع

ہر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

ایک قصور تو مجھ سے البتہ سرزد ہوا اور وہ یہ کہ ماشا سے خط نہ بھیجا مگر ڈھارس یہ ہے کہ۔ ؎

پشیانی عفو ترا ابر جبین فساز د جرم ما
آئینہ کے برہم خورد از زشتی تمثال ما

سفر کے خوب مزے اُٹھائے۔ ؎

موے از سر چون جدا افتد نمیگردد سفید
عیش و عشرت مرد را پیوستہ میدارد جوان

مگر بمصداق اِسکے۔ ؎

پاے در زنجیر پیش دوستان | بہ کہ با بیگانگان در بوستان

ابھی تک دل لگانے کا لطف خاک نہ اُٹھایا۔ اگر اُٹھایا تو یہ اُٹھایا کہ داغ مفارقت نصیب ہوا۔ ؎

پر خون دل ست مارا صد پارہ ز جدائی
حاصل کہ دیدیم این بود آشنائی

ابھی تو بس یہی دھن ہے کہ معرکۂ رستخیز میں پہونچوں انشاء اللہ خدا جانے انجام کیا ہو مگر السعی منی والاتمام من اللہ
مرزا بیدل۔ ؎

گر کار تو نیک ست بتدبیر تو نیست | ور نیز بدست ہم بتقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی | کین نیک بد جہان بتقدیر تو نیست

حسن آرا پیاری حسن آرا۔ لاکھ ضبط کیا مگر دل بھر ہی آیا غم دوری اور داغ مہجوری نے جیتے جی مار ڈالا۔ مگر۔ ع۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

اگر سرخرو ہوئے تو بیڑا پار ہے۔ ورنہ ہم ہیں اور یہ منجدھار ہے۔ یا خدا مدد دے یا خدا مدد دے۔ سمندر میں جس وقت طوفان آیا مثل ماہی بے آب تڑپنے لگا مرنے کا خوف نہ تھا۔ مگر خیال یہ تھا کہ اگر وفات ہوگئی تو حسن آرا بیگم کو کانوں کان خبر بھی نہوگی اور وہ دل ہی دل میں کہینگی کہ آزاد دھوکا دے گیا۔ خدا جانے پیاری تمہارے دل میں کیسے کیسے خیالات آتے۔ مگر ابتک تو خدا نے سرخرو کیا۔ آیندہ کا حال کیا معلوم۔ وزیر جنگ نے وعدہ کیا ہے کہ دو ایک روز میں آؤ تو کوئی معزز عہدہ فوجی دیں شاید لفٹنٹ یا کپتان مقرر کرینگے۔ چاہیے جو عہدہ دیں جان ہتیلی پر رکھکر جاؤنگا خدا حافظ و ناصر ہے پیاری سپہر آرا بیچاری کو میرا بڑا خیال ہوگا تمہیں سمجھاتی تھیں کہ باجی جان واسطے خدا کے انکو نہ بھیجو۔ ہائے اُسکا محبت سے سمجھانا وہ روٹھنا منانا۔ وہ ربط ضبط سب آنکھوں کے سامنے پھر گیا میری بیکسی پر نظر ڈالو کہ اپنا نہ بیگانہ۔ خویش نہ بیگانہ پردیس کا واسطہ۔ ہموطن اِکّا دُکّا۔ جان نہ پہچان۔ مگر تقاضا ہے حمیّت اسلام اور اس امید موہوم پر کہ شاید جان لکھو کر صنم گلفام پاؤں ڈٹا ہوا ہوں اور انشاء اللہ اسی ہفتے میں مورچے پر جاؤنگا۔ زندگی شرط ہے۔ مورچے کے نام پر چونک پڑنا۔ کیا سب میدان کارزار میں تہ تیغ تھوڑا ہی ہوتے ہیں اور یوں تو بقول شاہ شجاع۔ ؎

در دیست اجل کہ نیست درمان او را | بر شاہ و گداست حکم و فرمان او را
شاہی کہ بحکم دوش کرمان میخورد | امروز ہمی خورند کرمان او را

جنگ دو سر دارد۔ یاد رکھو اگر میں مقتول ہوا تو اس قدر افسوس نہ کرنا کہ زمانے بھر پر راز سربستہ کھل جائے۔ تم سمجھنا کہ جہاں کروروں لکھوں آدمی اور مر گئے ایک آزاد بھی نہیں ہیں تھے۔ ؎

افسوس کہ سرمایہ ز کف بیرون شد | از دست اجل بسی جگر ہا خون شد
کس نامد از آن جہان کہ تا پرسم ازو | کاحوال مسافران عالم چون شد

اب میں رخصت ہوتا ہوں خدا حافظ ہے۔ تم خط اس پتے سے بھیجنا قسطنطنیہ۔ کوٹھی ہرمز جی اینڈ کمپنی۔ نزد میاں آزاد برسد

بس کافی ہی۔ مجھے فوراً خط ملجائیگا۔

یہ خط میان آزاد نے ڈاک کے صندوق مین اپنے ہاتھ سے ڈالدیا۔

نوجوان مہمان

ایک شب کو نواب صاحب بہادر آرام فرماتے تھے اور حسن آرا بیگم اور سپہر آرا بیگم اپنے کمرے مین لیٹی ہوئی محو عسکری کی باتین کر رہی تھین۔ سپہر آرا نے کہا باجی فال مین یہ شعر نکلا تھا۔ ؎

بروا این دام بر مرغ دگر نہ	کہ عنقارا بلند ست آشیانہ

حسن آرا نے ہنسکر کہا۔ ہم فال کے قائل نہین۔ مگر شعر اچھا ہی۔

سحرگاہان کہ مخمور شبانہ	گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زادرہ از می	زشہر ہستیش کردم روانہ
نگار مے فروشم عشوہ داد	کہ ایمن گشتم از مکر زمانہ
بروا این دام بر مرغ دگر نہ	کہ عنقارا بلند ست آشیانہ

اتنے مین ایک گھوڑے کی ٹھاپون کی آواز سننے مین آئی اور جب حسن آرا بیگم آخری شعر پڑھکر پانچوین بیت پڑھنے کو تھین تو ایسا معلوم ہوا کہ گھوڑے کی باگ روک لی گئی۔ سپہر آرا نے کہا باجی جان کوئی سوار ہی مگر گھوڑا دیوار کے پاس رُک رہا۔ ہمین تو خوف معلوم ہوتا ہی حسن آرا نے مسکرا کر کہا۔ اے واہ۔ خوف کیسا۔ کیا شہر شملہ ہی۔ ان دونون بتان نازک فریب کی پیاری آواز نے اس سوار کے دل کے ساتھ وہ کیا جو ابر بہار کشت کے ساتھ کرتا ہی سوار نے گھوڑا روک کر آہستہ سے کہا۔ ؎

از عاشقان صادق اے دوستان منم	
اول کسے کہ بر تو فدا شد ز جان منم	

سپہر۔ آہستہ سے باجی سنتی ہو۔
حسن۔ چپ رہو ذری۔
سپہر۔ یہ ہی کون۔
حسن۔ اے کوئی ہوگا بھی۔
سپہر۔ آخر و جکیا اسکی۔ یہ ہی کون۔
حسن۔ دیکھو معلوم ہو جائیگا۔
پھر آواز آئی۔ ؎

گر تیغ بارد در کوئے آن ماہ	گردن نہادیم الحکم للہ
من رند و عاشق آنگاہ توبہ	استغفر اللہ استغفر اللہ
الصبر مرۃ العرفان	یا لیت شعری حتی مع اللقاء

حسن آرا نے کہا بہن ہی کوئی پڑھا لکھا آدمی۔ عربی شعر کا تلفظ خوب کیا سپہر آرا نے جھانک کر دیکھا اور کہا باجی جان گھوڑا ادھر کھڑا ہی اور کوئی گھوڑے پر سے اتر پڑا ہی کیا معلوم کون ہی حسن آرا دنگ کہ یہ اسرار کیا ہی پھر آواز آئی۔ ؎

اے بخت سرکش تنگش بہ برکش	گہ جام زرکش گہ لعل دلخواہ
مہر تو عکسے بر ما نیفگند	آئینہ رویا آہ از دلت آہ

حسن آرا کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکل گیا۔ ؎

عاشق مخور غم گر وصل خواہی	خون باید ت خورد در گاہ و بیگاہ

سوار یہ شعر آبدار اور کلام تر فصاحت اور در پردہ اقرار سنکر جامے مین پھولے نہ سمایا۔ اتنے مین گھوڑا آگے بڑھا اور چوکیدار نے دربان کو جگا کر کہا کہ سرکار کو جگا دو۔ دربان اٹھا۔

دربان۔ (در) کیون کیون۔ جگا کیون دین۔

چوکیدار۔ (چوکی) کوئی صاحب آئے ہین۔

دربان۔ انگریز؟

چوکی۔ نہین نہین۔ کوئی رئیس ہین۔ وہ گھوڑے پر سوار ہین۔

در۔ بندگی حضور۔

سوار۔ سلام۔ نواب صاحب کو جگادو۔

در۔ خداوند آرام مین ہین۔ ٹھہریے مین حاجی صاحب کو جگادون۔

دربان نے حاجی صاحب کو جگایا۔ حاجی صاحب حاجی صاحب اجی حاجی صاحب۔ ذرا اٹھیے دیکھیے کون صاحب ہین۔

حاجی صاحب اٹھ بیٹھے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کون ہے دربان نے کہا جی کوئی صاحب تشریف لائے ہین وہ اس گھوڑے پر۔ کہتے ہین کہ نواب صاحب کو جگادو

حاجی صاحب نے کہا اب اسوقت تو جگانا محال ہے۔ ٹھہرو مین دیکھون تو ہین کون صاحب حاجی صاحب اُنکے قریب گئے آداب عرض ہے۔

سوار۔ بندگی حاجی صاحب۔ پہچانا۔

حاجی صاحب۔ (حاجی) جی نہین۔ مین نے نہین پہچانا

سوار۔ خیر اچھا نوابصاحب کو اسوقت جگادیجیے۔

حاجی۔ حضور —— اچھا مگر۔

اچھا پھر جو حکم ہو۔

سوار۔ آپ اطلاع تو کردین۔

حاجی۔ حضور گھوڑے پر سے اُترین۔ باغ مین چل کر تشریف رکھین۔ کوٹھی کھلوا دون آرام فرمائین۔ اور مین حضور کو اطلاع کیے دیتا ہون۔ مولوی صاحب جگاؤن نہین

مولوی صاحب۔ (مولوی) ہان ہان آپ فرماتے ہی ہین استنے مین ایک اور صاحب چارپائی پر سے اٹھے کیا ہے حاجی صاحب۔

مولوی۔ کچھ نہین حافظ جی۔ حضور کے کوئی دوست تشریف لائے ہین۔ ارشاد فرماتے ہین کہ جگادو۔

حافظ جی۔ پھر جگا دیجیے نہ بلکہ جگوا دیجیے۔

سوار اپنے دل مین سوچے کہ یہان مولوی صاحب اور حاجی صاحب اور حافظ جی ہی بھرے ہوے ہین۔ معلوم ہوتا ہے رئیس باوضع اور متشرع آدمی ہے۔ ایک چارپائی پر حضرت بھی بیٹھے۔

دربان نے دروازہ کھلوایا لونڈی کو بلایا۔ کہا بی مغلانی کو جگادو۔ بی مغلانی سے کہا۔ ذرا نوابصاحب کو جگادو۔

مغ۔ کیا کہون کیا۔

در۔ حاجی صاحب نام کیا بتائین۔

سوار۔ یہ کارڈ دے دو۔

مغ۔ کیا دے دو۔

سوار۔ یہ کاغذ۔

مغلانی اندر گئی۔ نوابصاحب کو جگایا حسن آرا بیگم نے پوچھا کیا ہے بی مغلانی۔ مغلانی نے کہا نوابصاحب کے پاس کوئی آیا ہے۔

حسن۔ سنا سپہر آرا وہ ہی سوار ہے۔

سپہر۔ ہان دروازے پر ٹھہر گئے ہین۔ سچ کہا وہی ہے۔ نوابصاحب نے پوچھا کیا ہے۔ مغلانی بولی حضور کوئی صاحب مہمان آئے ہین۔ چلیے بلاتے ہین اور یہ کاغذ دیا ہے۔ نوابصاحب

نے کارڈ لیکر پڑھا۔ (شہزادہ میرزا ہمایون فر)۔

ن۔ اخاہ کہان ہین کہان۔

مغ۔ باہر ہین۔

نوابصاحب نے منہ دھویا۔ کپڑے پہنے اور چلے حسن آرا نے پکار کر دریافت کیا۔ اے دولھا بھائی کون ہے۔ نوابصاحب نے کہا میرزا ہمایون فر آئے ہین وہ پڑوس کے شہزادے

سپہر۔ (دانتون کے تلے اُنگلی دبا کر) ارے۔

حسن۔ اُف۔

سپہر۔ (مسکرا کر) باجی وہ شعر تمنے کون پڑھا تھا۔

حسن۔ ارے غضب۔ ؎

عاشق مخور غم گر وصل خواہے	خون باید خورد در گاہ بیگاہ

پڑھا گیا تھا۔ کچھ جان بوجھ کے پڑھا تھا۔ اتفاق سے نکل گیا تھا زبان سے۔

سپہر۔ خدا کرے اُنھون نے نہ سنا ہو۔ مگر سنا ضرور۔

حسن۔ اے لو اور سنو۔ سنا ہو۔ کیا کچھ بہرا مقرر کیا ہے خدا نخواستہ

سپہر۔ چاہے جو کچھ کہو ہمکو اسوقت بڑی خوشی ہوئی۔

اتنے مین نواب نامدار باہر تشریف لائے۔ آداب بجا لاتا ہون۔ حضور والا۔

"تسلیم تسلیم مزاج اقدس"

"حضور کی نوازش۔ آئیے بغلگیر تو ہون"

بسم اللہ۔ بعد مدت زیارت ہوئی۔ تشریف لائیے

نوابصاحب نے دیکھا کہ کوٹھی کے کمرونکو خدام بادب نے روشن کر دیا ہے۔ بہت ہی خوش ہوے۔ حکم دیا کہ کرسیان نکالو خدمتگارون نے عرض کیا حضور کرسیان بچھی ہین

"حضور تشریف رکھین۔ واللہ مین نہ مانونگا۔ حضور یون تشریف رکھین آرام چوکی پر"۔

"اجی بیٹھو صاحب۔ کچھ تکلف ہے۔ ہم تو اپنے گھر آئے ہین"

"یہ کفش خانہ ہے حضور کا۔ اور مین نیاز مند قدیم ہون اسوقت آپ کے تشریف لانے سے بڑا اعزاز ہوا۔ اسباب کہان ہے"

"آتا ہوگا"

حاجی صاحب آپکے گھوڑے کو وہان اصطبل مین۔

حضور بندھوا دیا گیا۔ اور توبڑہ چڑھا دیا گیا"

"اور فرمائیے خداوند۔ آپکا مزاج کیسا ہے"

"اب فضل الٰہی ہے۔ مگر جب پُروائی چلتی ہے تو کچھ درد ہوتا ہے۔

"جاتا رہیگا۔ انشاء اللہ۔ بیٹھیے حافظ جی۔ حضور کا اسباب آئے تو فوراً حفاظت کے ساتھ رکھوا لیجیے۔

"ہمارا اسباب تو صبح تک آئیگا۔ یہان دنگل دیکھنے آئے تھے گو اور مقامون پر بھی فروکش ہو سکتے تھے مگر مین سوچا کہ سب سے زیادہ پُر فضا یہی مقام ہے۔ لب دریا کھلا ہوا میدان۔ لق و دق۔

ایک دوست نے منع بھی کیا تھا کہ جان نہ پہچان خوا مخواہ مہمان بننا وضع کے خلاف ہے مگر۔

"واہ۔ جان نہ پہچان کی ایک ہی کہی"

"مین شملہ پر تھا۔ تبدیل ہوا کے لیے چلا گیا تھا"

"جی ہان مین نے سنا تھا۔ وہ رفوگر عبدالستار کشمیری مجھ سے کہتے تھے"

"حضرت اب آپ بھی آرام فرمائین اور بندہ بھی سوتا ہے معاف کیجیے گا اسوقت بڑی تکلیف دی آپ کو"

"آپ کیا فرماتے ہین عین راحت ہے۔ آپ کے
تشریف لانے سے"

"ہماری بے تکلفی کو دیکھیے گا۔ کہ بے بلائے آئے اور
رات ہی کو جگایا"

"خدا کی قسم کمال خوشی حاصل ہوئی"

اب سنیے کہ ادھر تو نوابصاحب شہزادۂ ہمایون فر سے
باتین کرتے تھے ادھر بہار النسا بیگم نے چائے تیار ہونے کا
حکم دیا۔ خدمتگار چائے لیکر حاضر ہوا۔ حضور چائے حاضر ہے
شہزادۂ ہمایون فر بہت خوش ہو کر بولے کہ اہو ہو ہو
واللہ اسوقت چائے ہی پینے کو جی مین چاہتا تھا ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

میرزا ہمایون فر اور نوابصاحب اور حاجی صاحب نے
چائے پی۔ حافظ جی نے زکام کا عذر پیش کیا۔ حضور
چائے سے بند ہو جاتا ہے مجھے معاف ہی فرمائیے۔ چائے
پیکر شہزادۂ ہمایون فر نے آرام کیا۔ اور نوابصاحب
گھر مین تشریف لے گئے۔

حسن۔ دولھا بھائی۔ یہ آج کہان آن پڑے۔

ن۔ دنگل دیکھنے آئے ہین۔

حسن۔ (مسکرا کر) کیا کشتی لڑینگے۔

ن۔ جی درست۔

سپہر۔ آپ سے کہان کی جان پہچان ہے ایسی۔ رات کو
آن کر جگایا۔

بہار۔ ہان ایسا تپاک تو نہ تھا کہ آدھی رات کو جگایا۔

ن۔ کہتے تھے کہ وسیع میدان ہے اور لب دریا ہے
اس سے یہان ہی مقام کیا۔

بہار۔ افوہ۔ خدانخواستہ اُس روز تو جل ہی گئے تھے

حسن۔ اللہ نے بچا لیا۔ نہ کچھ اور رہوتا تو ہاتھ پاؤن تو
نصیب اعدا ضرور ٹوٹ جاتے۔

ن۔ بہت بچے۔

بہار۔ اب تو اچھے ہین۔

ن۔ ہان۔ مگر ابھی کچھ یون ہی سی کسر باقی ہے۔

بہار۔ کسر کیسی۔

ن۔ جب پروائی ہوا چلتی ہے تو خفیف سا درد ہوتا ہے

نوابصاحب اپنے کمرے مین جا کر سو رہے۔ یہان حسن آرا
اور سپہر آرا چپکے چپکے باتین کرنے لگین۔

حسن۔ کچھ سمجھین۔

سپہر۔ خوب سمجھی۔

حسن۔ اچھا کیا سمجھین۔

سپہر۔ اب کیا بتاؤن۔

حسن۔ نہین کہو کہو۔

سپہر۔ اے تو کیا کہون کیا باجی۔

حسن۔ یہ جو اسوقت۔ وہ اُس دن تم کو ڈپٹ رہی تھین۔

سپہر۔ باجی اب اسکا ذکر نہ کرو۔

حسن۔ (مسکرا کر) سُن لو۔ سُن لو۔

سپہر۔ بس سُن چکی۔

حسن۔ این واہ ہے۔

سپہر۔ ہمین اب نیند آتی ہے۔

حسن۔ اچھا کل صبح کو کہینگے۔

سپہر۔ سمجھا جائیگا۔

حسن۔ خیر۔ سہ

من از آن حسن روز افزون که یوسف داشت دانستم
که عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

سپہر - بجا ہے۔
حسن - اور نہین کیا بیجا ہے۔
سپہر - باجی اب سونے دو ہمین۔
حسن - کل سو رہنا۔
سپہر آرا نے کروٹ بدلی اور مُنھ پھیر کر سونے لگی حسن آرا نے گدگدانا شروع کیا۔
سپہر - بھئی اللہ۔
حسن - دیکھو سپہر آرا تم سونے نہین دیتین۔
سپہر - بجا ہے چھیڑ خانی تو خود کرتی ہین اور اُلٹا ہمین کو للکارتی ہین۔
حسن - ایسی بھی نیند کیا آتی ہے
سپہر - یہ بھی کچھ زبردستی ہے۔
حسن - ہئی ہے۔
سپہر - ہم اماں جان سے کہدینگے جا کے۔
اِس پر حسن آرا کھلکھلا کر ہنس دی۔
حسن - اے واہ ہے۔
سپہر - (آہستہ سے) اماں جان دیکھو یہ نہین مانتین۔
حسن - (ہنسکر) اے تو اتنے زور سے کیون پکارتی ہو
بی مغلانی کی چارپائی قریب تھی۔ اُن کی باتون سے اُسکی نیند اُچٹ گئی۔
مغ - دس بجے سوئی۔ بڑی بیگم صاحب نے یاد فرمایا۔ پھر سوئی کھٹملون نے سونے نہ دیا۔ پھر بیبیائی سے سوئی دربان نے آواز دی۔ اب آپ نہین سونے دیتین۔ ہمین کیا ہم بھی دس بجے اُٹھینگے۔ نہ سونے دیجیے۔
اتنے مین سپہر آرا نے ہاتھ جوڑ کر کہا باجی اللہ جانتا ہے بڑی نیند آرہی ہے۔ سو لینے دو بہن۔ کل باتین کر لینگے۔
حسن - اچھا سو رہو۔ جاؤ تم بھی کیا یاد کرو گی۔
سپہر - بندگی۔
مغ - جانو بڑا احسان کیا۔
بی مغلانی اور سپہر آرا سو رہین۔ مگر حسن آرا کو تین بجے تک نیند نہ آئی تین بجے سوئین تو ایک عجیب خواب دیکھا۔

این گل دیگر شگفت

کوہ قاف کی پری بصد شان دلبری وزیر جنگ کو ٹٹی پڑھا کر خندان و فرحان چھان چھان اپنی ہجولی کے پاس گئی اور کہا لو بہن فتح ہے کل تک کوئی گل کھلیگا۔ مین نے آزاد کو روسی جاسوس بنایا وزیر جنگ سنتے ہی دنگ ہو گئے مگر سچ کہون بہن کہنے کو تو کہہ آئی لیکن اب سوچتی ہون کہ حد بھر برا کیا۔ ہجولی بولی بہن ہے یون ہی مگر عورت کے دل کے شگرشے شگرشے ہو جاتے ہین جب کسی مرد کو چاہے اور وہ اُسکو نہ چاہے۔ تمنے جی کڑا کر کے کہا تو مگر کہنے کا پھل پایا دیکھو اتنا تو ہم بھی کہینگے کہ تین باتون سے خالی نہین۔ یا تو آزاد کی صحت مین فرق ہے کسی عارضے کے سبب سے تمہارا کہنا نہ مانا اور شادی سے اِنکار کیا۔ یا کسی ایسی پری چہرہ پر دل آیا ہے کہ تم ایسی حسین تک کی پروا نہ کی۔ اور یا قول کا سچا ہے۔ ممکن ہے کہ جس رشک قمر پر اِسکا دل آیا ہے وہ تمسے اچھی نہو۔ مگر قول کا اسقدر خیال ہے کہ جو بات ایکدفعہ زبان سے نکلے وہ نہ ٹلیگی۔ مَیڈا نے کہا سنو بہن جبھی تو اس جوان رعنا پر جان جاتی تھی اُسکی صورت ہر دم نظر کے سامنے

رہتی تھی غرض سے ہمین کرنے جاہیین یا نہین۔ وزیر جنگ سے ہینے کہدیا کہ میان آزاد کو جنگی عہدہ نہ دیجیے گا نہین تو بہت پچھتایئے گا۔ متحیر ہو کر بولے کیا۔ کیون۔ کیسا۔ مین نے کہا وہ روسیون کا جاسوس ہو ہندوستان سے نہین آیا وایا۔ وہ اخبار مین اس جوانمرد کا حال پڑھ چکے تھے۔ بشرے سے پایا جاتا تھا پہلے تو اُنکو یقین نہ آیا۔ مگر جب مین نے برقع عارض سے اُلٹ دیا تو دانتون کے تلے اُنگلی دبائی۔ یہ تو وعدہ نہین کیا کہ میان آزاد کو ٹرکی سے نکلوا دین گے۔ یا قید کرینگے مگر غور اور خوض کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کل ہی پرسون تک کوئی نہ کوئی گل ضرور کھلے گا۔ ہجولی بولی بہن بُرا کیا۔ مگر اب تو جو کیا وہ کیا۔ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب اسکا غم ہی کیا ہی

گو میڈا نے میان آزاد کی تباہی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا مگر بار بار سوچتی تھی کہ بُرا کیا بہت بُرا کیا۔ ایک بیگناہ بیچارے کو مفت مین ضرر پہونچایا۔ ہندوستان اسقدر دور و دراز ملک سے آیا ہو کہ اپنے معشوق کے حکم کی تعمیل کرے۔ ترکون کی طرف سے لڑے۔ جان رہے یا جائے۔ مگر بانکپن اور پاس وضع مین فرق نہ آئے ایسے وضعدار اور گلعذار جوان کے ساتھ مین اس بیرحمی سے پیش آئی اِسنے اپنی ثابت قدمی کی سزا پائی۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہی بار بار میڈا کے دل مین خیال آتا تھا کہ جاکر وزیر جنگ سے کہدے کہ آزاد بیچارہ بیگناہ ہو مگر پھر سوچتی تھی کہ وزیر جنگ سے صاف صاف کہدیا تو بڑی بدنامی ہوگی بڑے غُل پڑنے چاہنے والے ہوا ہو جائینگے اور لوگ کہین گے کہ نرد دغا کھیلی۔

میان آزاد بیچارے کوٹھی مین بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے اُنھین کیا خبر کہ میڈا نے ستم ڈھایا ہو۔ بہتان کا طوفان باندھا ہو صبح کا سہانا سمان۔ خوش و خرم تھے کہ اب عہدہ پایا یون لڑین گے۔ اور یون مقابلہ کرینگے۔ اور غنیم کو نیچا دکھائینگے اور تمغے لگائینگے۔ ہندوستان تک نام ہوگا۔ عاشق شاد کام ہوگا

میان آزاد یہ سوچ ہی رہے تھے کہ چند افسر وار آفس یعنے دفتر صیغۂ جنگ کے ہر مزجی کی کوٹھی پر آئے اور دریافت کیا کہ یہان آزاد نامے کوئی شخص آئے ہین۔ آزاد نے جو اپنا نام سُنا تو باہر آئے دیکھا کہ چند جنٹلمین کوٹھی کے احاطے مین زینہ کے پاس کھڑے ہین

آزاد۔ جی آزاد میرا ہی نام ہی۔

افسر۔ وہ جو ہندوستان سے آئے ہین۔

آزاد۔ جی ہان مین وہی ہون۔ آپ صاحبون کو گورنمنٹ سے کوئی تعلق ہی۔

افسر۔ نہین مطلق نہین۔ اور آپ کو؟۔

آزاد۔ مین تازہ وارد ہون۔ حضرت وزیر جنگ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض حال کیا تھا۔ اغلب ہو کہ کوئی عہدہ عنقریب ملے۔

اُن مین سے ایک نوجوان اور حسین ٹرکی افسر نے سر ہلایا جسکے یہ معنی تھے کہ مل چکا۔ جاسوسون کو عہدے نہین ملا کرتے

افسر۔ آپ نے حمید پاشا سے جو کچھ کہا تھا اُسکی صداقت کا ثبوت آپ دے سکتے ہین۔

آزاد۔ ثبوت کیسا۔

افسر۔ کبھی برٹش گورنمنٹ یا کسی اور یورپین گورنمنٹ کی نوکری کی ہی۔

آزاد۔ کبھی نہین۔

افسر چلے گئے۔ میان آزاد کوٹھی کے ایک کمرے مین بیٹھے ہوے پوپ کے اشعار مطالعہ کر رہے تھے کہ دفعتہً وہی افسر جن سے

ابھی ابھی گفتگو ہو ئی تھی آ گئے اور ایک افسر نے آزاد سے کہا کہ تم قیدی ہو۔

آزاد۔ (چونک کر) کیا۔

افسر۔ آپ قید کر دیے گئے۔

آزاد۔ کیا؟۔

افسر۔ قید۔

آزاد۔ قید۔

افسر۔ ہان؟

آزاد۔ وجہ۔

افسر۔ حکم۔

آزاد۔ کس کا؟

افسر۔ گورنمنٹ ٹرکی کا۔

آزاد۔ این!۔

افسر موصوف نے دو آدمیون کو بلایا اور کہا اِن جنٹلمین کے ساتھ جاؤ آزاد بصد تعظیم چلے آدھ گھنٹے کے عرصے مین بیچارے میان آزاد سول قید خانے مین تھے۔ آزاد نے افسرون سے لاکھ لاکھ پوچھا کہ آخر میرا جُرم کیا ہے اسقدر تو بتا دیجیے مگر افسرون نے کہا ہمین اجازت نہین ہے ورنہ ضرور بتا دیتے۔

میان آزاد اپنے دل مین سوچنے لگے کہ آخر ہمسے جرم کونسا سرزد ہوا جسکے جلدو مین یہ مصیبت سہی گھنٹون سوچا کیے مگر کسی جرم کے مرتکب ہوئے ہوتے تو یاد آتا یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ کونسی خطا سرزد ہوئی۔ میدان کارزار کے عوض قید خانہ نصیب ہوا۔ خرمن آزادی پر دفعۃً بجلی گر پڑی ہاے عشرت حزن الم سے مبدل ہوئی۔ کہان تو میدان جنگ مین جانے کی تیاریان تھین کہان قید خانے مین آن پھنسے پردیس کا واسطہ پرایا ملک۔ اپنا نہ بیگانہ۔ صلاح کس سے لین اور مشورہ کون دے۔ ؎

واے وان بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا
لیگیا تھا گور مین ذوق تن آسانی مجھے

واے ناکامی آئے اسلیے کہ اِن لوگون کو مدد دین اور انھون نے ہی ہمین قید کر دیا۔ ؎

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اَب کسے رہنما کرے کوئی

ہزارون مصیبتین جھیل کر یہان تک آنا ہوا۔ دلی آرزو بر آئی کشش دل اور حمیت اسلام یہان تک لائی۔ مگر خوبی قسمت نے ساتھ نہ چھوڑا مصاحبت سے تمنہ نہ موڑا اب دل کی دل ہی مین رہی۔ نقش مراد کرسی نشین ہونا بالاے طاق اُلٹی قید سہی۔

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اب حسن آرا سے کیونکر ملینگے۔ ہاے کوئی اتنا بھی تو نہین جو اُس محبوب شیرین ادا تک عاشق نامراد کی ناکامی کی خبر پہونچا ئے۔ ؎

گوش مہجور پیام و چشم محروم جمال
ایک دل تسپر یہ ناامید واری ہاے ہاے

قید خانے کے ہر در و دیوار سے ناامیدی کی شکل مجسم نظر آتی تھی دل نہایت ہی بیقرار تھا۔ ؎

شام سے تا صبح مضطر صبح سے تا شام ہم
ایک عالم مین ہین کیون اے گردش ایام ہم

میان آزاد نامراد اشعار حسرت بار پڑھتے تھے مگر اس سوز و گداز

کے ساتھ کہ سُننے سے تعلق رکھتا تھا۔

اس غم و غصہ مین میان آزاد کی آنکھ لگ گئی تو خواب مین کیا دیکھتے ہین کہ میڈا کوہ قاف کی پری سر بالین کھڑی یہ اشعار سنا رہی ہے۔ مومن نہ

اللہ غم بتان مین یک چند	بے فائدہ جان کو کھپایا
یہ عشق وہ بد بلا ہی جس نے	ہاروت کو چاہ مین پھنسایا
سمجھا نہ کہ ہی رہ خطرناک	دین و دل و عقل کو لٹایا

آنکھ جو کھُلی تو نہ میڈا نہ اشعار عاشقانہ فقط میان آزاد اور قید خانہ۔ سہ

کھا گیا جی غم نہان افسوس	کھُل گئی غم کے مارے جان افسوس
گل داغ جنون کھلے بھی تھے	آگئی باغ مین خزان افسوس

اتنے مین ہرمز جی بجائی ایک لمبی ٹوپی دیے ہوئے آئے۔

ہرمز جی۔ (ہرمز جی) مسٹر آزاد۔

آزاد۔ یہ بتائیے کہ جُرم کیا ہی۔

ہرمز۔ این این تو آپ سے دریافت کرنے آیا تھا۔

آزاد۔ مجھے خاک نہین معلوم۔

ہرمز۔ ذرا غور کیجیے۔ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہی۔

آزاد۔ کچھ جو سمجھ مین آتا ہو۔ حیرت ہی۔ انتہا کی حیرت ہی۔

ہرمز۔ کسی دشمن کا کام ہی۔ خفیہ کارروائی کچھ اس مین ضرور ہوئی ہی۔

آزاد۔ یہان تو مجکو کوئی جانتا ہی نہین۔ دشمن کون پیدا ہوگیا۔

ہرمز۔ کھُل جائے گا۔

آزاد۔ اب مین کیا فکر کرون۔

ہرمز۔ پہلا سوال تو یہ ہی کہ آپ کا جُرم کیا ہی۔ اب گھبرائیے نہین آجکل جنگ کے سبب سے یہان انواع و اقسام کی کارروائیان ہو رہی ہین۔ اور نفاق لوگون مین بہت ہی۔ مگر واقعی حیرت ہی کہ آپ کے ساتھ اور گورنمنٹ ٹرکی اسطرح پیش آئے۔

آزاد۔ افسوس صد افسوس کہ ترکون کے حمایت کیلیے وطن چھوڑا اور یہان آئے مگر۔

ہرمز۔ کوئی بات پوشیدہ طور پر ہوئی ہی کہ حکام نے مجبور ہوکر آپ کو قید کر دیا۔ اب مین رخصت ہوتا ہون۔ مگر آپ دل مضبوط رکھیے مین پھر آؤنگا۔

آزاد۔ بجز آپ کی ذات کے یہان اور کوئی دوست نظر نہین آتا۔ اور آپ سے صرف دو دن کی ملاقات ہی۔ کسی قسم کا دعوی نہین۔

ہرمز۔ مجھے آپ اپنے قدیم احباب کی طرح پکا دوست سمجھیے۔

ہرمز جی رخصت ہوکر گھر گئے۔ میان آزاد اپنے دل مین اس پارسی جنٹلمین کے کمال مشکور ہوئے۔

تین دن اسی طرح پر گذرے۔ میان آزاد وسول قید خانے مین رہے کبھی حسن آرا یاد آتی تھین کبھی ونیشیا اور اسپلیشن کبھی ناول پڑھتے تھے کبھی ٹھنڈی سانسین بھرتے تھے۔

چوتھے روز میان آزاد بحضور وزیر جنگ طلب ہوے حضور ممدوح کے سکرٹری نے کہا کہ میان آزا تم نے غلط بیان کیا کہ تم ہندی ہو۔ تمھاری نسبت بیان ہی کہ تم روسی جاسوس ہو۔ اور روس سے خاص اس غرض سے آئے ہو کہ سلطنت عثمانیہ کے حالات اور میدان جنگ کی کارروائی سے اپنی گورنمنٹ کو اطلاع دو اور جہان کہین موقع پاؤ ہمین شکست

دلوادو۔ یہ بہت بڑا جرم ہو تم کسی طرح رہا نہین ہوسکتے۔

آزاد۔ یہ الزام محض غلط ہو کسی دشمن نے تہمت تراشی ہو۔ مین بصد ادب عرض کرتا ہون کہ مین ایسے جرم کا مرتکب نہین ہون۔ مین ہندی کشمیری الاصل ہون۔ روسی نہین ہون۔ مین سوچتا تھا کہ یا خدا کس جرم کا مین نادانستہ مرتکب ہوا کہ گرفتار کیا گیا۔ لیکن اب مجھے ذرا بھی خوف نہین ہو۔ اَب مجھے یہ بتایئے کہ یہ کس شخص نے بیان کیا۔

وزیر جنگ پر فرض تھا کہ اُسکے نام سے میان آزاد کو اطلاع دین کہا میڈا۔ میڈا کا نام سُنتے ہی آزاد خاموش ہوگئے۔ مگر اُنکی خاموشی اور اِن کے بشرے سے پایا جاتا تھا کہ اِنکے شیشۂ دل پر ٹھیس لگی۔

وزیر۔ اَب کیا آپ کہتے ہین۔

آزاد۔ (خاموش)

وزیر۔ اچھا اب اسوقت آپ وہین جائین پرسون پھر بلوائے جایئے گا۔ مجھے ابھی اِس معاملے مین بہت سے امور کی تحقیقات کرنی ہو۔

میان آزاد پھر سول قید خانے مین آگئے۔ ع۔

پھر وہی کنج قفس پھر وہی صیاد کا گھر

بستر پر لیٹ کر تین بار اُنھون نے بآواز بلند کہا

اوہ میڈا! میڈا!! میڈا!!!

واہ کیا اچھا بدلہ لیا۔ او کافر بدکیش۔ او ظالم۔ او غریب آزار۔ سنگدلی بھی تو کتنی۔ میڈا خدا شاہد ہو کہ مین بے قصور ہون۔ تمھاری سی پری پیکر کو مین ضرور بیاہ لیتا مگر حسن آرا سے جو قول ہارا اُسکا خیال ہو۔ میڈا تمنے مجھے کہین کا نہ رکھا۔ ہاے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو جھوٹ موٹ اقرار لیتا۔ مگر مین کیا جانتا تھا کہ میڈا دشمن جان نکلیگی میڈا مین تیرے اِس اشارے کو نہین سمجھا تھا کہ بہت پچھتاؤ گے ہاے تین بار کہا تھا۔

بہت پچھتاؤ گے! بہت پچھتاؤ گے!! بہت پچھتاؤ گے!!! اسے

گھر بلا کر ہمین غیرون سے نکلواتے ہو
میزبان آپ ہین ہون ورہون مہمان ہم

جان لیکر خاک ہو چکین ہم غریب
شہر دل کا سیکڑون فرسنگ ہی

کوئی صورت نہین بچنے کی وہ آفت آئی
کس قیامت کی بلاے شب فرقت آئی

ہرمز جی ایک روز اِن کے پاس پھر آئے۔ اور تشفی آمیز باتون سے اِنکو سمجھایا کہ گھبرایئے نہین۔ رہائی کی کوئی نہ کوئی صورت جلد پیدا ہونے والی ہو۔

آزاد۔ رہائی کی تو اب اُمید نہین رہی اور بعد جنگ ہائی ہوئی بھی تو کیا فائدہ۔

ہرمز۔ نہین۔ نہین۔ جلد رہائی ہوگی۔

آزاد۔ آج پورے پندرہ روز سے یہان ہون۔

ہرمز۔ جرم تو آپ کو معلوم ہی ہوگیا ہوگا۔

آزاد۔ بخوبی۔

ہرمز۔ میرا قصد ہو کہ خود وزیر جنگ کے سکرٹری کی خدمت مین ایک عرضداشت بھیجون اور کہون کہ میان آزاد کے ہندی ہونے اور ہندوستان سے آنیکا یہی کافی ثبوت ہو کہ میرے والد نے اپنے خط کے ذریعہ سے آنکو میرے پاس بھیجا۔

آزاد۔ اور جبی ڈینس جہاز پر آئے۔ لفٹنٹ اپلیٹن کے ساتھ بمبئی سے روانہ ہوا۔ جہاز کے ناخدا مسٹر اسمتھ مجھے خوب جانتے ہین۔

ہرمز۔ بہتر ہو۔

آزاد۔ پھر کب بھیجیے گا۔

ہرمز - پرسون ذرا احباب سے مشورہ کرلون۔

آزاد - نوازش - عنایت۔

ہرمز - آپ تو بھائی ہین۔

آزاد - قیدی اور مجرم کو بھائی نہ بنائیے۔

اس گفتگو کے بعد ہرمز جی رخصت ہوئے۔

شطرنج

شہزادۂ ہمایون فر بہادر کو جب ہمنے نوابصاحب کے مکان پر چھوڑا تو وہ خواب ناز مین تھے تور کے تڑکے بستر استراحت سے اٹھے اور غسل کیا۔ ورزش کی۔ کپڑے پہنے اور گھوڑے پر سوار ہوکر ہوا کھانے چلے۔ سپہر آرا بیگم کوٹھی کے کمرے پر اسوقت بعد ادائے نماز صبح مناجات پڑھ رہی تھین۔ جس وقت شہزادۂ ہمایون فر کا کمیت خوشخرام کمرے کی دیوار کے قریب سے گذرا سپہر آرا نے اپنی خسلقی نازک آوازی سے یہ شعر پڑھا ؎

قافلہ شد وا پسی ما ببین | ای کس ما بیکسی ما ببین

ہمایون فر نے جھروکے کی طرف نظر کی اور آہ سرد بھر کر دل ہی دل مین کہا کہ بار خدایا میری دعاے سحری کچھ رنگ اثر جائے یہ معشوق سیم تن ہاتھ آئے ؎

ای صبا جذب پہ جس دم دل ناشاد آیا
اپنے آغوش مین آڑ کر وہ پریزاد آیا

سپہر آرا بیگم کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ شہزادہ بہادر گلگون باد رفتار پر سوار زیر دیوار مناجات کے اشعار سن رہے ہین اور جنون کی امنگ مین سر دھن رہے ہین۔ صدق دل سے مناجات پڑھتی جاتی تھی۔ چلتے چلتے میرزا ہمایون فر ایک

سنسان میدان مین پہونچے۔ محو کا عالم۔ کیفیت ہرے بھرے جسطرف نظر اٹھا کر دیکھیے سبزۂ نوخیز انفاس نسیم سحری مشک بیز ابر کے سبب سے تاریکی چھائی۔ گھٹا جھوم جھوم کر آئی۔ میرزا ہمایون فر اس سہانے سمان پر لوٹ تھے تاریکی اور تنہائی ایسی بھائی کہ روح تک وجد مین آئی۔ سبزۂ نو دمیدہ کی لہک اور آب رودبار کی جھلک نے سمند بہار پر تازیانے کا کام کیا۔ جابجا اونچے نیچے ٹیلے اور بھی لطف دکھاتے تھے اور ہری ہری دوب [illegible] جو طرفہ چمن تھی تو دور سے پہاڑ کی سی کیفیت نظر آتی تھی۔ مرغان خوش [illegible] اکا اشجار پر بہار پر ہجوم ع

کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم

ساقی دمید صبح قدح پر شراب کن | دور فلک درنگ ندارد شتاب کن
زان پیشتر کہ عالم صبح بشگفد | خود را بیک پیالہ گل آفتاب کن

میرزا ہمایون فر نے دل مین ٹھان لی کہ جلسے جو صرف ہو اس دلکش مقام کو اپنے قبضے مین ضرور لائینگے اور یہان ایک فرح بخش کوٹھی ضرور بنوائین گے۔ اتنے مین سپہر آرا بیگم کا عشق دلربا اور خندۂ دلکشا جو یاد آیا تو دل ہاتھ سے جاتا رہا سوچنے لگے کہ یا الٰہی وہ دن بھی آئین گے کہ ہم اور سپہر آرا اس مقام دلچسپ مین لطف زندگی اٹھائین گے فوراً گھوڑے کی باگ اٹھائی اور کوے محبوب کی طرف رخ کیا۔ ؎

سر کوے کہ غلتن با جگر زار ست آنجا
در ہمہ شہر خزان ست بہار ست آنجا

شہزادۂ جم اقتدار والا تبار سودازدۂ زلف خوبان گلعذار میرزا ہمایون فر بہادر نے اس لق و دق میدان سے فرس تیز گام کی باگ جو اٹھائی تو دم کے دم مین کوٹھی سامنے نظر آئی۔ اسوقت حسن آرا اور سپہر آرا اور بہار النسا جھروکے کی راہ سے

قدرت حق کا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ سامنے کے میدان مین آن روے دریا گائین ہری ہری گھانس چر رہی تھین بچھڑے کلیلین کرتے پھرتے تھے چرواہے کا لونڈا بھینس کی پیٹھ پر لیٹا ہوا برہا گا رہا تھا۔ گوریا نے مارا برہ بان گوریا نے مارا برہ بان۔ کالی گھٹا سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا اور کگرے کے نیچے دریا لہرین مار رہا ہے کہ اتنے مین شہزادۂ بلند ارادہ کا اسپ مرمرتنگ اٹکھیلیان کرتا ہوا سامنے سے آنکلا اِدھر بجلی کوندی۔ اُدھر انکا برق دم پری چھم گھوڑا چمک کر نکل گیا۔ سہ

سپہر۔ (اپنے دل مین) سہ

جایون فرسمندِ ناز جولان کردہ مے آید
کلہ بر سر کج و کاکل پریشان کردہ مے آید

حسن۔ (دل مین)۔ سہ

بر پشت سمند این چہ بلا شوخ نگاریست
کز گرد رہ او برخ مہر غباریست

میرزا ہمایون فر بہادر کے پہونچتے ہی نواب صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

ن۔ یہ صبح صبح آپ کہان سوار ہو گئے تھے مین جو یہان آیا تو سُنا کہ سوار ہو گئے۔

شہزر۔ جی ہان ذرا ہوا کھانے گیا تھا صبح شام ہوا کھانے کا عادی ہون۔

ن۔ ضرور چاہیے صحت کے حق مین اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے

شہزر۔ آپ روز ورزش کرتے ہین۔

ن۔ جی ہان کچھ تھوڑی بہت۔

شہزر۔ اِس جوڑی کے کتنے ہاتھ آپ ہلا سکتے ہین۔

ن۔ جی یہی کوئی سو کے قریب۔

شہزر۔ یہ جوڑی کے پچیس سیر کی۔

ن۔ جی اٹھائیس سیر کی ہے۔ یہان ایک انگریز تھے میتھوز انجینیر تھے ورزش کا کمال شوق۔ جب ولایت جانے لگے تو اسباب نیلام کیا۔ تین روپیے کو خریدی تھی۔

شہزر۔ شوقین آدمی تھا مگر آپ نے بہت ہی ارزان خریدی

ن۔ کوڑیون کے مول۔

شہزر۔ اَب یہ فرمایئے کہ دنگل کب ہے۔

ن۔ بائیس کو۔ چوبیس کو چھبیس کو۔ آج اکیس ہے۔

شہزر۔ آپ بھی اپنے دل مین کہتے ہونگے کہ اچھے بے تکلف آدمی ملے

ن۔ خدا کی قسم آپ کے تشریف لانیسے مجھے اعزاز ہوا ہے۔ سہ

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزی کم
ز التفات بمہمان سرا‌ے دہقانی
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید
کہ سایہ بر سرش انداخت چون تو سلطانی

شہزر۔ آج گھٹا اسوقت عجب لطف بہار دکھاتی ہے۔ سہ

گلبن عیش میدمد ساقی گلعذار کو
باد بہار میوزد بادۂ خوشگوار کو
ہر گل نو ز گلرخے یاد ہمیکند ولے
گوش سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو

ن۔ واقعی عجب وقت ہے سردی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اتنے مین خدمتگار نے آکر کہا حضور چاے تیار ہے دو نون نے گرما گرم دودھیا چاے پی

شہزر۔ اسوقت چاے کی واقعی ضرورت تھی۔

ن۔ جی ہان۔

شہزر۔ (فرط طرب سے) سہ

ز کوے یار می آید نسیم باد نوروزی
ازین باد آر دد خواہی چراغ دل بر افروزی

ن۔ حضرت کیا کلام ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ شعرا تو ایران مین ایک سے ایک بڑھکر تھے مگر لسان الغیب کا رنگ ہی اور تھا

در ہمہ دیر مغان نیست چو من شیدائے
خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے

شہزـ سبحان اللہ ـ سبحان اللہ ـ حضرت مین تو حافظ کے ایک ایک شعر پر عاشق ہون۔ ـ س

دوستان وقت گل آن بہ کہ بعشرت کوشیم	سخن پیر مغان ست بجان نوشیم

ن ـ حافظ جی حافظ جی صاحب۔

حافظـ حضور والا ارشاد۔

ن ـ آپ کے واسطے کچھ فواکہ تو لائیے۔

شہزـ اس تکلف کی کیا ضرورت ہی۔

ن ـ تکلف اتکلف برطرف ـ خانۂ بے تکلف ہی۔

میرزا ہمایون فر اور نواب صاحب نے سیب اور کشمش پستے مزے مزے کچھے۔

شہزـ آئیے ہمسے آپ سے شطرنج ہو۔

ن ـ بسم اللہ ـ حافظ جی شطرنج بچھے۔

حافظ جی اور میرزا نثار حسین بیگ اور مولوی صاحب اور شہزادہ ہمایون فر اور نواب صاحب شطرنج کھیلنے بیٹھے پہلی بازی مین نواب صاحب نے دس ہی پانچ چالون مین ہمایون فر کا رخ پیٹ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پیل رخی کی مگر شہزادے نے مات کر دیا۔ دوسری بازی قائم اٹھی تیسری بازی مین شہزادے کے دو رخ رہگئے اور نواب صاحب کے پاس فیل۔

ن ـ کیا مات کیجیے گا۔

شہزـ امید تو ایسی ہی ہی۔

ن ـ ممکن ہی نہین۔

شہزـ واہ۔

ن ـ اچھا جب جانین کہ مات کر دیجیے۔

حافظـ محال ہی ـ اس نقشے مین مات ہی نہین۔

میرزا صاحب ـ (میرزا) ـ واہ وا ـ مات نہونا کیا معنی دو رخ ہون اور مات نہو۔

حافظـ آپ مات کر دیجیے۔

شہزـ انکو نکلنے نہ دیجیے ایک رخ یہ بٹھہ دیجیے پٹی بند ہوگئی دوسرا رخ اس مقام پر آجائیے پیل اٹھہ نہ سکے گا۔

بادشاہ کو آگے بڑھہ جانے لیں مات ہی ـ ہی کہ نہین۔

ن ـ اجی توبہ توبہ کیجیے۔

حافظـ حضور عالم اس نقشے مین مات ہو ہی نہین سکتا۔

شہزـ تعجب ہی ـ اچھا ذرا غور کر لین۔

ن ـ بسم اللہ جاہے کل تک سوچیے۔

میرزاـ دو رخ مین اور مات نہو سکے۔

ن ـ حضرت دو رخ اور رکھ لیجیے بھلا مات تو کیجیے۔

میرزاـ حضور اب مین کیا عرض کرون۔

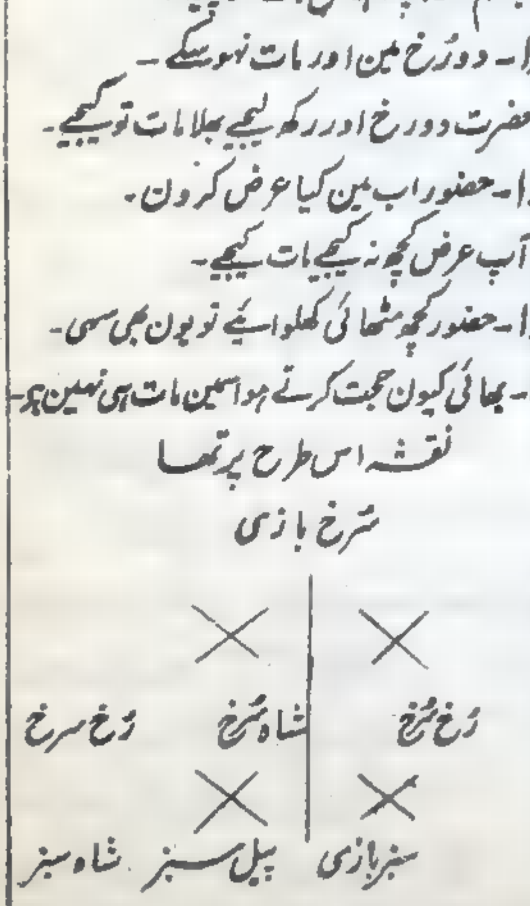
ن ـ آپ عرض کچھ نہ کیجیے مات کیجیے۔

میرزاـ حضور کچھ مٹھائی کھلوائیے تو یون بھی سہی۔

حافظـ بھائی کیون حجت کرتے ہو اسمین مات ہی نہین ہی۔

نقشہ اس طرح پر تھا

سرخ بازی



شہزـ واقعی مات نہین۔

ن۔ وہ تو آپ کو یاد ہوگا۔ سہ

شاہا دو رخ بدہ و دلارام را بدہ
بیل و پیادہ پیش کن و اسپ کشت مات

شہزـ ہان یاد ہی۔

ن۔ اور جانیے

شہزـ حضرت ایک ہی آپ پر۔

ن۔ ابھی ابھی فاضل کیے دیتا ہون

شہزـ بجا ہی۔

ن۔ مصرعہ۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

میرزا ہمایون فرنے چوتھی بازی کھیلی۔ حافظ جی نواب صاحب کو بتاتے تھے۔ اور میرزا صاحب شہزادے کی طرف تھے۔ پہلے میرزا ہمایون کا رخ پیادے کے منھ دھوکے سے پٹ گیا۔ نواب صاحب نے کہا حضرت اب فرمایئے۔ ہی یہ مات یا نہین۔ تھوڑی دیر کے بعد ایسی چال پڑی کہ شہزادے نے نواب صاحب کا فرزین پیٹ لیا۔

ن۔ ارے۔

حافظ۔ لاحول ولا قوۃ۔

ن۔ دھوکے کی چال تھی۔

شہزـ بجا ہی ہم کوئی مہرہ پیٹین تو دھوکے کی چال ہی۔ اور حضور پیٹ لین تو استادی ہی۔

ن۔ خیر اب تو بازی کم ہی ہوگئی۔

شہزـ اب کی برابر ہو جائین گے۔

ن۔ ہان پھر اب تو فرزین ہی ندارد ہی۔

حافظ۔ حضور وہ بیل تو لیجیے۔

ن۔ ہان۔ (بیل اٹھاکر) کشت۔

شہزـ یہ بے کشت۔

ن۔ (بیل سے گھوڑا پیٹ کر)۔ پھر کشت۔

شہزـ ارے۔

میرزا۔ کچھ ہرج نہین ہی خداوند۔

ن۔ مات ہی۔

میرزا۔ اس گھر مین بادشاہ کو آجایئے۔

حافظ۔ اب پیادہ پیٹ کر گھوڑے کی کشت۔

شہزـ نہین صاحب اپنے فرزین کی بھی خبر ہی۔

حافظ۔ کیون۔

شہزـ گھوڑے کی کشت۔

حافظ۔ اچھا پھر۔

شہزـ اس گھر مین آئے۔ یہ بیل کی کشت۔ وہ کشت یہ گھوڑے کی کشت۔ فرزین پٹ گیا۔

حافظ۔ سبحان اللہ۔ خوب سوچے حضور۔

میرزا۔ افسوس۔

شہزـ بھئی ایک طرف رہو۔

ن۔ ہان یہ تعالی کے بیگین ہونا کیا معنی۔

اس بازی مین شہزادہ برابر ہو گیا۔

شہزـ برابر رہے۔

ن۔ اتفاق سے۔

شہزـ درست۔

ن۔ حضور وزیر تو مفت ہی مین کٹ گیا۔

شہزـ پھر۔

میرزا۔ پورے مُہرے بسے تھے یا کم وبیش۔
شہزور۔ اَب کی اور رہو۔
ن۔ آپ بد بد کے ہو۔
شہزور۔ اچھا دس دس روپے بازی۔
حافظ۔ نہین حضور۔

پانچوین بازی شروع ہوئی۔

ن۔ آپ سے تو رُخ اُٹھا کر کھیلنے کو جی چاہتا ہی۔
شہزور۔ شان خدا۔
ن۔ واللہ اَب کی رُخ اُٹھا کر کھیلین گے۔
شہزور۔ حضرت ایک رُخ چاہیے اور بسا لیجیے۔
ن۔ آپ کو شطرنج کھیلنا سکھایا کس نے۔
شہزور۔ جی بجا ہی۔
ن۔ واللہ ہنسی آتی ہی۔
شہزور۔ مٹھائی رکھیے تو دو ایک چالین بتا دون۔
ن۔ دس بازیان بد بد کر ہون تو مین بال باندھی مات کر دون۔
حافظ۔ رخصت۔
ن۔ این۔
شہزور۔ یہ رخصت کے کیا معنی۔
حافظ۔ حضور بدی بازی کے وقت مین نہین بیٹھتا۔
شہزور۔ کیون۔
حافظ۔ طبیعت
شہزور۔ ابھی دو گھڑی کی دل لگی ہی۔
حافظ۔ تو خدا خدا اور طرح پر انسان دل بہلا کے بدنا کیا فرض ہی
شہزور۔ لطف ہی نہین آتا۔

ن۔ علی ہذا القیاس۔ ہماری بھی یہی کیفیت ہی۔
شہزور۔ دیکھیے رُخ مین نے پیٹ لیا۔
ن۔ ارے لاحول ولاقوۃ۔ ہم یہ چال نہین چلتے۔
شہزور۔ چال پھیرنے کی سند نہین۔ واللہ ہم نہ مانین گے
ن۔ واہ وا۔ ہم چلین بھی جب۔
شہزور۔ خدا کی قسم مین نہ مانون گا۔
ن۔ اچھا لیجیے یہ کشت۔
شہزور۔ یہ بے کشت
ن۔ پھر کشت بادشاہ کو۔
شہزور۔ ارے رُخ کٹ گیا۔
میرزا۔ چلیے برابر ہو گئے۔
شہزور۔ ہائے افسوس۔ واللہ غضب ہو گیا۔ مگر خیر۔
ن۔ خیر کیا مین نے رُخ کیا۔ آپنے رُخ پٹیا۔ مین نے پیل کی کشت دی۔
شہزور۔ مین اِس گھر گیا۔
ن۔ ایک مُہرہ کٹا جاتا ہی۔
شہزور۔ کیا خوب شاید آپ بجا بھی لین گے۔ کیا مجال۔
ن۔ اُف یہ بُری ہوئی۔
شہزور۔ (مسکرا کر) حضرت ہم تو ایسی ہی کھیلتے ہین چاہیے کھیلیے چاہیے قبولیت داخل کیجیے۔
ن۔ اللہ۔ اللہ سہ

بُت کرین آرزو خدائی کی	شان ہی تیری کبریائی کی

شہزور۔ وہ رُخ پیٹ لیا۔
ن۔ یہ رُخ پیٹ لیا۔
شہزور۔ کشت۔

ن۔ اُف۔ آف۔ یہ رُخ بھی گیا۔

شہز۔ پھر حضرت چاہے کھیلیے چاہے نہ کھیلیے۔

ن۔ ہان ابتو آپکی جیت ہی نہ خیر۔ فہمیدہ خواہد شد۔

شہز۔ اب گھوڑے کو لکلین۔ فرس تیز گام کا اب کام ہی۔

ن۔ اجی گدھا نبجاے تو سہی۔

شہز۔ کیا خوب۔ جسمین جونپور کے قاضی کو بلانا پڑے۔

حافظ۔ کہیے کیا رنگ ہی۔

شہز۔ اچھا رنگ ہی۔

ن۔ برابر ہی۔ مگر ہماری بازی دب گئی ہی ذرا۔

شہز۔ ہونہہ یہ نہین کہتے کہ مات ہی کہنے لگے دب گئی ہی ذرا۔

ن۔ اچھا سمجھا جائیگا۔ جاتے کہان ہین آپ۔

شہز۔ ٹھہریے۔ دس فاضل کر کے جاؤن تو سہی۔

ن۔ ٹھہریے اب کی سب بازیون کی کسر نکال لونگا۔

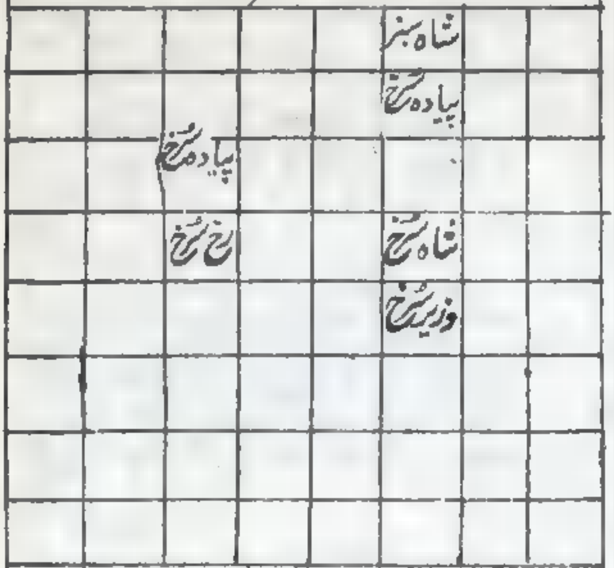
شہز۔ جی بجا ہی۔

اسی طرح کئی بازیان ہوئین۔ آخر کار شطرنج ختم ہوئی تو میرزا ہمایون فر نے کہا ہماری تین ماتین فاضل ہین نوابصاحب کو اپنی شطرنج بازی کا بڑا زعم تھا مگر تین مات کھا کر کسیقدر خفیف ہوئے اور کہا اچھا سمجھا جائیگا۔ ایک بازی کی تو سند نہین۔ دو مات البتہ فاضل ہین اسکے بعد شہزادۂ ہمایون فر نے کہا بھلا ان نقشون کو تو حل کیجیے۔ تین نقشے بنائے اور کہا طبع آزمائی کیجیے۔ مگر شرط یہ ہی کہ کسی سے پوچھیے نہین۔ خود ہی طبیعت پر زور ڈالیے اور حل کیجیے تو جانین آپ بڑے شاطر ہین۔ نوابصاحب نے تینون نقشے بغور دیکھے اور کہا انشاء اللہ ضرور حل کر دونگا۔ یہ بات ہی کیا ہی مین کوئی اناڑی شطرنج باز تو ہون نہین آپ کی طرح۔ اس فقرے پر شہزادہ بہت ہی ہنسا

اے تیری قدرت۔ اور آپ ہین ہمنشین شان خدا لیجیے تین نقشے تو پہلے حل کیجیے۔

نقشہ ہاے شطرنج

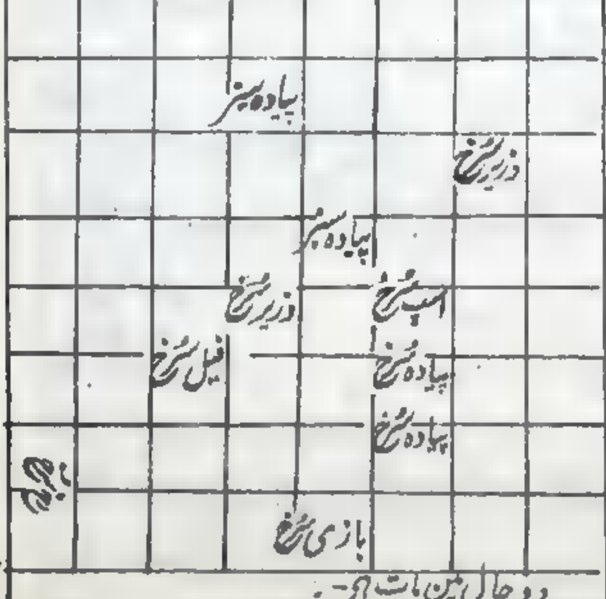
شاہ سبز



شاہ سرخ

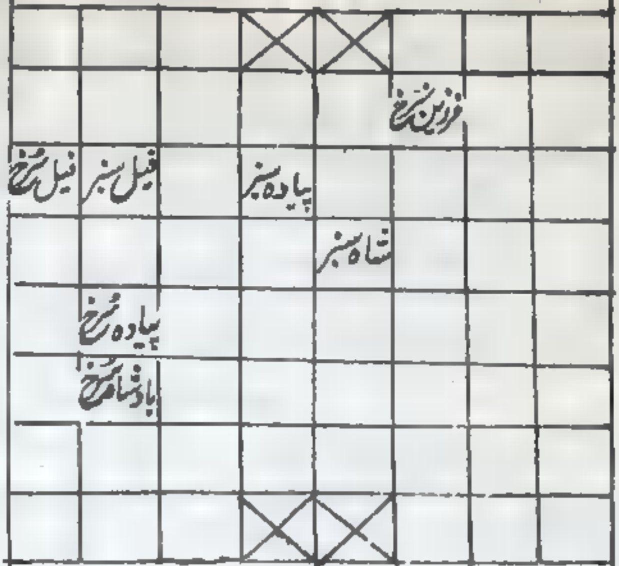
سرخ تین چال مین مات کرے

بازی سبز



دو چال مین مات ہی۔

سبز بازی



شرح بازی

چار چال مین مات کرے۔

اب شہسوار کا حال نذر ناظرین ہو۔

شہسوار

اب بعد مدت دراز شہسوار کا حال سنیے شہسوار دلفگار جوگن کے ساتھ رہنے لگے۔ گو ناکامی اور نامرادی سے ان کا دل دنیا سے دون سے پھر گیا تھا مگر جوگن کی اٹھتی جوانی اور تمیز ولیاقت پر ہزار جان سے عاشق تھے۔ دل سے لگی تھی کہ جوگن کو عقد نکاح مین لائین لطف زندگی اٹھائین لیکن جوگن کسی اور ہی دھن مین تھی۔ ٹھان لی تھی کہ عمر بھر شادی نہ کرونگی جسکے لیے جوگن ہوئی اُسی کے عشق صادق کا دم بھرونگی۔ شہسوار ان باتون سے محض بے خبر تھا۔

ایک روز جو سنا کہ کسی بیگم کی طبیعت از بس ناساز ہوگئی ہو تو تڑپنے لگے۔ سپہر آرا کا نام سُن ہی چکے تھے۔ کئی بار چاہا کہ جاکر دیکھین تو ماجرا کیا ہو۔ گو ہمیشہ ناکام رہے لیکن دل کی لگی بری ہوتی ہو۔

شہ۔ خدا جانے کون بیچاری بیگم ہو۔ اگر تم اجازت دو تو مین دریافت کر آؤن کہ کون بیگم ہو۔

جوگن۔ (جو) جانے بھی دو۔ دنیا مین ہزارون آدمی علیل ہوتے ہین پھر اچھے ہو جاتے ہین تم کو کیا پڑی ہو کہ خواہ مخواہ وہان جاؤ اور تحقیقات کرو۔

شہ۔ بہتر ہو مگر میرا دل بے اختیار ہوا جاتا ہو۔

جو۔ یہ کیون۔ یہ کیون۔ ایسا دل بھی کیا جو انسان کے قابو مین نہ رہے۔ واہ۔ واہ وا۔

شہ۔ حسب حال۔ ؎

تم ذرا پہلو سے اُٹھے ہم تڑپ کر رہ گئے
یون بھی دیکھا ہو کسی کا دم نکل جاتے ہوئے

خدا جانے کیا سبب ہو کہ جب سے سنا ہو طبیعت بیقرار ہو۔

جو۔ اسکا سبب سوا تمھارے اور کون جان سکتا ہو۔

جوگن سوچی کہ اگر شہسوار وہان جائیگا۔ تو اور بھی مضطر بیقرار ہو کر آئیگا۔ واللہ اعلم وہ بیگم کیسی ہو۔ انسان کی زندگی کا بھروسا کیا آج موے کل دوسرا دن۔ گو یا پیدا ہی نہین ہوئے تھے۔ شہسوار کو بہت سمجھایا کہ کہان بھی جاؤ گے اور جاؤ گے تو بناؤ گے کیا وہان۔ مگر شہسوار نے لجاجت اور منت وسماجت کی کہ واسطے خدا کے مجھے جانے دو ناچار جوگن خاموش ہو رہی۔ شہسوار ریل پر سوار ہو کر چلے۔ ریل کے جس درجے مین یہ بیٹھے تھے اسمین ایک مسٹر منشی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ نہایت لائق فائق انشا پرداز فصیح و بلیغ آدمی۔ طبابت مین بھی دخل تھا شہسوار سے گفتگو ہونے لگی۔

شہ۔ ریل پر تو حضرت بعض اوقات بڑی مصیبت پڑتی ہر خصوصًا جب کسی ایسے درجے مین بیٹھنے کا اتفاق ہو جہان گنوار ہون ای ہو بس کچھ نہ پوچھیے۔ قیامت کا سامنا ہوتا ہر۔ ایک مرتبہ ایک گنوار نے پانؤن جو پھیلایا تو مین نے کہا میان ذرا انسانیت سے بیٹھو۔ بس اُٹھکر کہتا کیا ہر سنو صاحب جیسے تم بارہ آنہ دہیو۔ ویسے ہم۔ تم تو لیٹو اور ہم گوڑ نہ پساریں

غشی۔ واجبی بات ہر۔

شہ۔ مین ڈھونڈھکر ایسے ہی درجے مین بیٹھتا ہون جہان شرفا ہون۔

غشی۔ بجا ہر۔

شہ۔ ورنہ مفت کی ٹھائین ٹھائین سے کیا واسطہ۔

غشی۔ حضرت دوروزہ زندگی کے اتنے جھگڑے بکھیڑے سب فضول ہین۔ بیکار محض۔

ابناے زمانہ در پے شور و شر اند ... ابناشۂ نفاق و کین ضرر اند
مانند قطار اشتر این فرقۂ دون ... باہمدگر اند و در پے ہمدگر اند

لیکن جو لوگ طبع سلیم سے بہرہ کافی رکھتے ہین وہ ان باتون سے منزلون بھاگتے ہین۔ اللہ باقی من کل فانی۔ س

دنیا ہیچ ست و کار دنیا ہمہ ہیچ
ای ہیچ زبہر ہیچ در ہیچ مپیچ

شہ۔ ہر تو ایسا ہی۔

غشی۔ انسان کپڑے بنواتا ہر سال بھر کے۔ مکان بنواتا ہر اور کوشش کرتا ہر کہ برسون کیا معنی صدیون تک اُسکی ایک دیوار پر بھی صدمہ نہ پہونچے کسی نے گالی دی اور اُسکے دل پر چوٹ لگی گر سب پوچ۔ ع۔

دو دن کی زندگی میان مثل حباب ہر

شہسوار کے دل پر اس تقریر نے بڑا اثر کیا۔ نان بائی کا پھانسی پانا۔ لڑکے کا زار زار رونا چلّانا اور بوڑھی عورت کا دفور غم سے دم توڑنا بصد حسرت و الم دنیا چھوڑنا ان سب باتون کی تصویر اُسکی نظر کے سامنے پھر گئی۔ س

دنیا الم غفلت و عقبے غم اعمال
آسودگی از ما دو جہان فاصلہ دارد

شہ۔ مگر افسوس ہر کہ ایسے خیالات انسان کے دل سے جلد دور ہو جاتے ہین۔

غشی۔ غفلت۔ انتظام کائنات مین نہ فرق آجائے۔ مگر جن لوگون کی نفس مطمئنہ اُنکے نفس لوامہ پر غالب ہر اور جو نفس امارہ کی ذرا پیروی نہین کرتے وہ مقبول بندہ خدا کے ہین۔ اور ہر دلعزیز۔ موت سے اُنکو ذرا خوف نہین۔ غم اور رنج دونون مین سے ایک بھی نہین جانتے۔ س۔

ز حکمت بیاموز مت نکتۂ ... کہ در ہر دو عالم شوی سرفراز
لباس طریقت چو در بر کنی ... بذلت مرنج و بعزت مناز

خاکساری سے زیادہ اکسیر اور دنیا مین کچھ نہین۔ س

ہر کہ شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد
دانہ باخاک چو پیوست سرے پیدا کرد

شہ۔ س

حباب از سر بلندی پائمال موج میگردد
غبار از خاکساری سر بہ اوج آسمان دارد

غشی۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی سے کدورت نہ رکھے دل صاف رہے۔ س

سینہ صافان را غبار کینہ نیست
گل نباشد چشمۂ خورشید را

بغض وحسد دون فطرتون کا کام ہے۔ خدا کے مقبول بندے حسد اور بغض سے منزلون دور رہتے ہین۔

شہ۔ حضور کا دولتخانہ کہان ہے۔

منشی۔ مصرعہ۔

درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

شہ۔ اب آپ سے ملنا چاہون تو کہان ملون۔

منشی۔ بشرط زیست بنارس مین۔ ؎

از بنارس نروم معبد عام ست اینجا
ہر برہمن پسر لچھمن و رام ست اینجا

شہ۔ ہمین کچھ سکھائیے۔

منشی۔ بس چودہ وصیتین یاد رکھیے۔ علما و حکما کا قول یہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہین۔

پہلی وصیّت

جس نوکر کو مقرب بنائے اُسکی نسبت شکایت نہ سُنے کیونکہ جو لوگ بادشاہون کے مقرب ہو جاتے ہین اُن سے اکثر آدمی حسد کرنے لگتے ہین اور حسد کے سبب سے اس بات کے خواہان رہتے ہین کہ بادشاہ کی نظر التفات اُسپر سے اُٹھ جائے اور اُسکے لیے طرح طرح کی تدبیرین کرتے ہین خیر خواہ بنکر ایسی باتین بناتے ہین کہ بادشاہ اس سے ناراض ہو جائے اور بظاہر نصیحت اور نفع کی سی باتین کرتے ہین مگر مقصود اُن کا صرف یہ ہوتا ہے کہ محسود کی تذلیل اور زوال مین سعی کرین

دوسری وصیت

چغلخور کو دربار مین گھسنے نہ دے کیونکہ وہ لوگ بڑے فتنہ انگیز اور فسادی ہوتے ہین بادشاہ کو جسوقت معلوم ہو کہ فلان شخص چغلخور ہے اُسیوقت اُسکے دفعیہ کی تدبیر کرے تاکہ اُسکے فساد سے جو ضرر پیدا ہوتے ہین نہونے پائین۔

تیسری وصیت

بادشاہ کو چاہیے کہ امرا اور ارکان دولت سے ایسا برتاؤ کرے کہ اُنکو بادشاہ کی موافقت اور نیکخواہی کا تعین ہو جائے کیونکہ جس صورت مین مصاحبون کی یکجہتی اور مخلصون کی یکدلی میسر ہوتی ہے تو اُنکے اتفاق اور معاونت سے بڑے بڑے کام بہت آسانی سے انجام پاتے ہین۔

چوتھی وصیت

دشمن کی نرمی اور خوشامد پر فریفتہ نہو اور وہ کیسی ہی عاجزی اور انکساری سے پیش آئے ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ دشمن سے دوستی کی توقع عقل کے خلاف ہے۔

الغرض چودھون بیان کین اور منشی صاحب نے صاف صاف کہا کہ مین اپنی بیوی کو بہت چاہتا تھا۔ اور وہ نیکبخت میری عاشق زار تھی۔ میری شامت اعمال بخار کے عارضے مین وہ جان بحق تسلیم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

منشی صاحب کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اشک پونچھ کر کہا۔

ایکہی ہفتے مین دو لڑکے جاتے رہے۔ ایک جوان تھا۔ کوئی بائیس برس کا۔ انتہا کا لائق فائق۔ دوسرا کوئی چودہ برس کا افسوس صد افسوس کہ دونون کے دونون ایک ہفتے میں مجھے داغ مفارقت ابدی دے گئے۔ واحسرتا و دردا

سارا عالم میری نظروں میں تیرہ و تار تھا۔ ع۔

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ

ای خاک تیرہ خاطر مہمان نگاہ دار	کین نور چشم ماست کہ در بر گرفتۂ

بیس ہزار روپیہ میں نے نام خدا غربا اور مساکین کو دیا اور سات ہزار روپیہ ایک عالم متقی کی نذر کیا اور طلبہ کے وظیفہ مقرر کر دیے اب میرے پاس کچھ روپیہ اور ہے۔ کسی عزیز یا رشتہ دار یا دوست سے خط و کتابت نہیں۔ نہ کسی سے ملاقات کرتا ہوں۔ دو بار حج عتبات عالیات کر کے سعادت کونین حاصل کی۔ اللہ بس باقی ہوس۔

شہ۔ آپ بڑے متقی آدمی ہیں۔ ایسے بزرگوں کی زیارت مغتنمات میں سے ہے۔ نصیب کہاں ہو۔ سہ

روی مقصود کہ شاہان بدعا می طلبند
سببش بندگی حضرت درویشان ہست

جی چاہتا ہے تمام عمر آپ ہی کے قدموں کے تلے پڑا رہوں بہشت ایسے ہی طیب النفس بزرگوں کے لیے ہے۔

منشی۔ سہ

از بار گنہ خمیدہ پشتم چہ کنم	نے دیر و نہ مسجد نہ کنشتم چہ کنم
نے در صف کافر نہ مسلمان جایم	نے لائق دوزخ نہ بہشتم چہ کنم

شہ۔ ایک امر میں آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔

منشی۔ بسم اللہ فرمائیے۔

شہ۔ میں ایک بت حور وش پر عاشق ہوں مگر وہ زن نوخیز خوش جمال ایک اور نوجوان رعنا کو چاہتی ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس رقیب سے بدلا لوں۔ اس بارے میں حضور کی کیا رائے ہے۔

منشی۔ انتقام! ای توبہ۔ ع

در عفو لذتی ست کہ در انتقام نیست

اگر آپ پر اس عورت کا دل آتا اور جس طرح آپکے رقیب سرخرو ہوئے اسیطرح اسکے مقابل میں آپ سرخرو ہوتے تو کیا آپ اجازت دیتے کہ آپ سے انتقام لے۔ نکاح خوشی کا سودا ہے اسمیں زبردستی کیسی۔ بولیے۔ انچہ برخود نہ پسندی بدیگرے ہم مپسند۔ اگر اس مسئلے کی پیروی کیجیے تو ملال اور غم اور جذبات انتقام قریب ہی نہ آنے پائے۔ اس خیال کو دل سے دور کیجیے۔

منشی صاحب اسقدر کہہ چکے تھے کہ ایک اسٹیشن پر اترے ہیضہ گیا۔ ڈاکٹر نے لاڈینم کے تیس قطرے پلائے اور اسکے بعد تھوڑی دیر میں کوئی دوا پلائی۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے اور دو ہچکیاں لیکر چل بسے۔

در دلیست اجل کہ نیست درمان او را	بر شاہ و گدا است حکم و فرمان او را
شاہی کہ بحکم وفش کرمان بخوردی	امروز ہمی خورند کرمان او را

فوراً دریافت کیا گیا کہ یہ کون شخص ہیں۔ انکے پاس کس قدر اسباب و جائداد ریل پر تھی۔ کہاں ہے۔ انکے ساتھ کوئی ہے یا نہیں اسٹیشن ماسٹر نے شہسوار سے دریافت کیا۔

شہسوار زار زار رونے لگے۔ جناب میرے والد ماجد تھے۔ ہائے ابا جان یتیم کر چلے۔ یا الٰہی ابا جان داخل خلد ہوں۔ حال ہی میں آپ رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اف وہ یتیم۔ یتیم سنا کرتے تھے۔ مگر آج خود یتیم بن بیٹھے۔ یارو جسنے یتیم کی صورت نہ دیکھی ہو ہماری صورت دیکھ لے۔ یتیمی چہرے پر برستی ہے۔ ہائے ابا جان ریل پر دغا دے گئے ابھی ابھی بیچارے بیٹھے کہدیں احمد کہا انکے مطابق چلنا اور آنکھ پھیر لی۔

اسٹیشن ماسٹر۔ دیکھوں۔

شہ۔ دیکھیے۔

اسٹیشن ماسٹر - کیا لکھا ہی -

شہسوار نے روتے روتے تین چار وصیتین پڑھین -

تجہیز و تکفین کے بعد شہسوار نے منشی مرحوم کا مال و اسباب لیا اور چل کھڑے ہوئے اب سنیے کہ سات ہزار کی اشرفیان اور دس ہزار کے نوٹ اور کوئی سوا سو روپیہ اور ایک بیگ انکے ہاتھ آیا چلیے امیر کبیر بن بیٹھے فوراً جوگن کے پاس پہونچے

جوگن - کہو وہ بیگم کیسی ہی -

شہ - واللہ اعلم بالصواب -

جو - کیا گئے نہین پھر -

شہ - آدھی راہ سے لوٹ آیا -

جو - خوب کیا - تمکو زمانے بھر کی بیماری سے کیا سروکار -

شہ - ہان اپنے کام سے کام ہی - مگر ہم امیر ہو کر آئے ہین

جو - کیا کوئی پہیلی بجھواتے ہو - امیر کیسے بولو -

شہ - گئے تھے خالی ہاتھ مگر خدا کی دین وہان سے امیر کبیر ہو آئے - ؎

خدا کی دین کا موسے سے پوچھیے احوال	کہ آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے

جو - اُد ئی کہین بھنگ تو نہین پی آئے ہو - کیا پایا کیا -

شہ - زر کثیر -

جو - واہ کہین پایا نہو - کیا ہمکو بناتے ہین - کسی اور کو جا کے چکیون پر اڑانا -

شہ - خدا کی قسم ہزارون ہی لیکر آیا ہون یہ دیکھو -

جو - اسمین کیا ہی - دیکھون ادھر لاؤ -

شہ - آنکھین کھل جائین گی -

دنیا کے بھی عجب کارخانے ہین - عقل ہی نہین کام کرتی - دم کے دم مین درویش بینوا کو بادشاہ بحر و بر او چکیون مین خاقان ابن خاقان کو خانمان خراب کر دے - اگر خدا کا فضل ہوا تو برسون کی مصیبت ایک گھڑی بھر مین دور ہو گئی اور اگر قہر ہوا تو پھر عیاذاً باللہ انسان کا ٹھکانا ہی نہین - مگر اُسکا رحم اُسکے قہر سے زیادہ ہی - ؎

صدقے اس بندہ نوازی کے ترے مین جاؤن	باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و مشفق

شہسوار کو بات کی بات مین نہال کر دیا - مگر روپیہ بھی کیا چیز ہی کہان تو شہسوار دلفگار تارک الدنیا ہوئے تھے کہان اب روپیہ جو پایا تو شوق چرایا کہ مزے اڑائین - چین کرین امارت کی بو دماغ مین سمائی - اور کیون نہ سمائے بیٹھے بٹھلائے مفت کی دولت ہاتھ آئی زد پاتے ہی اترا گئے سچ ہی - ؎

ای زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا	ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

تخمینہ کرنے سے معلوم ہوا کہ کوئی بائیس ہزار کی دولت ہاتھ آئی مگر اسباب کی گٹھری جو کھولی تو ایک فوق البھڑک ٹوپی دیکھکر عش عش کرنے لگے - مخمل منڈیل مخمل وہ بیش بہا کہ دیدہ نہ شنیدہ کسی کامل فن استاد نے اسپر کام بنایا تھا موتیون کے گچھے ادھر ادھر لٹکتے تھے سو سو روپیہ کا ایک ایک موتی ہیرے ٹکے ہوئے اندھیرے مین رکھدو تو معلوم ہو چاند نکل آیا ستارے چھٹکے ہوئے ہین - شہسوار نے وہ بیش بہا ٹوپی جوگن کو دکھائی اور کہا بھلا اسکو تو کتنے کی ہو گی - جوگن بولی میان ٹوپی کیا جواہرات کہو - کوہ نور کہو - کوئی دس بارہ ہزار سے زیادہ ہی ہو گی شہسوار از بس متحیر ہوئے ہین ! دس بارہ ہزار - اف اسقدر دام جوگن مسکرانے لگی - کہان پڑے ہو ہے کن لوگون مین ہو تمھین اتنی بھی

تمیز نہین کہ نرے ہیرے ہی ہیرے ہین اور موتیون کے گچھے اِدھر اُدھر لٹک رہے ہین۔ آج لالہ ہیرا مل کو دکھا دینگے۔

لالہ ہیرا مل ایک نوجوان جوہری تھے۔ بڑے رنگین مزاج آدمی۔ جوگن کی ایک ایک ادا پر دل لوٹ تھا اور آن کر عشق جتاتے تھے۔ مگر جوگن اُنکے ہتّھے ہی نہین آتی تھی۔ اُسکو اور ہی دُھن تھی۔ خدا جانے کس کے فراق مین جوگن کا بھیس کیا تھا ایسے ایسے جوہری اُسکے پاس مہینے مین صدہا آتے جاتے تھے شام کو لالہ ہیرا مل صاحب تشریف لائے۔ جوگن نے کہا لالہ صاحب سچ کہیے گا ہمارا پیار آپکو ہر یا نہین۔ لالہ ہیرا مل کھل گئے۔ بنائیے بنائیے۔ ہم کو آلو بناتی ہین۔ کیا ایسا گوکھا بنا یا ہر ہمیں جان من تمھارے اشک (عشق) مین جان جاتی ہر۔ کوئی ہمارے دل سے پوچھے پچیس ہجار تیس ہجار (ہزار) روپیہ جان کہو رکھدون بشرطیکہ ہماری ہوکر رہو۔ مگر تم جو ہو کسو کا کہنا ہی نہین باتین روج۔ روج (روز روز) آنکر کہتے ہین مگر تم کب سنتی ہو کسو کی آج تم نے یہ پوچھا کیا جانکر چھیڑنے کے لیے پوچھا ہر نہ۔ بناتی ہو ہمین۔ کھیر۔ (خیر)۔ اکھتیار (اختیار) ہر تمھین کھوب (خوب) دل کھول کر ستالو جے جو ستاؤ اور جس کدر (قدر) کر کے ستاؤ۔ ہم اُف نہ کرینگے۔

جو۔ ایک چیز آنکھ دو کہ کتنے کی ہر اور رکھوا بھی دو تو لونڈی ہو جاؤن بولو کیا کہتے ہو بتاؤ۔

لالہ ہیرا مل۔ (ہیرا) چھو جسکی کسم (قسم) لو ایسی کون شی ہر جو کھریدنا (خریدنا) مشکل ہو اُسکا۔

جو۔ ہر ایسی ہی چیز۔ بھلا خرید لو تو جانین۔

ہیرا۔ دکھاؤ لاؤ۔ ابھی لیتا ہون۔ اسی دم۔

جوگن ناز و ادا سے اُٹھکر ٹوپی لے آئی۔ جوہری نے جو ٹوپی دیکھی تو پھڑک گیا۔ خوب غور کر کے دیکھا۔ تیس ہزار کی آنکی۔ مگر مہاجن کا لڑکا اور جوہری بچہ۔ یہ کب چوکنے والے۔ کہا جو کہو ابھی ابھی منگوا دین۔ جو کہو تمھاری ہی راے پر چھوڑا جوگن نے لالہ ہیرا مل کو گُدگُدانا شروع کیا بڑے سخی بنے جاتے ہین جو کہو جو کہو۔ جو کہین گے وہ دیدو گے۔ ایسے بڑے وہ بن کے آئے کیون۔

لالہ ہیرا مل سوچے کہ بہت مانگیگی دو چار ہزار انتہا دس ہزار کہا بولو نہ تم تو کھد بہ کھد (خود بخود) بات بڑھاتی ہو۔ بتاؤ کیا لوگی جو۔ مسکرا کر بولی بیس ہزار۔

ہیرا۔ کوئی ہر۔

خدمتگار۔ حاضر پیر و مرشد حکم۔

ہیرا۔ جسو جا کے نیب جی سے دس ہجار چہرہ شاہی ابھی گنوا لا۔ اور یہ رُکا لیتا جا۔

جو۔ دس کہ بیس۔

ہیرا۔ دس ہزار تو اس بکت (وقت) اور دس ہجار پھر دینگے ہم

جو۔ اچھا۔ اچھا۔ ہم کب کہتے ہین کہ ابھی دیدو۔

جوگن از بس مسرور ہوئی کہ بیس[۲] ہزار پائے۔ ہم بارہ ہی ہزار آنکتے تھے آٹھ اور بڑھے۔ شہسوار دروانے کے پاس پہنچ چکے تھے کہ دس ہزار اسوقت ملین گے باقی دو چار دن مین جامے مین پھولے نہ سمائے۔ اِدھر لالہ ہیرا مل خوش تھے کہ اچھا پھانسا آج تیس ہزار کی ٹوپی بیس ہزار کو مول لے لی جوگن سے گھل گھل کے باتین شروع کین۔ اللہ جانتا ہر جو تم مین مروت ہو نہ تو پیار کرنے کے قابل ہو۔ مگر مروت کا تمنے سبق ہی نہین پڑھا۔ ہیرا مل نے مسکرا کر کہا بجا۔ آپ مین مروت ہم مین چھو نہین گئی واہ شان اللہ کی۔ بیوی۔ مروت ہم مین ہر۔ عجب جو

کھتی ہو کر گزرتے ہین۔ جوگن پھلواری مین اِن کو لے کر ٹہلنی لگی۔ اٹھلا اٹھلا کر قدم رکھتی تھی اور کبھی کبھی اِس تیکھی چتون سے اِنپر نظر ڈالتی تھی کہ حضرت رئیسہ خلطی ہوے جاتے تھے۔

لالہ ہیرا مل صاحب رخصت ہونے کو تھے کہ دس ہزار روپیہ آگیا۔ جوگن نے جو دس ہزار چہرہ شاہی چلتے دیکھے کھن کھن کرکے گننے تو جامے مین پھولی نہ سمائی۔ نہایت مسرور ہوئی ہیرا مل کو کئی بار پیار کی نظر سے دیکھا اور کہا باقی روپیہ دو تین دن مین بھیجدینا۔

ہیرا۔ جرور۔ جرور۔ بھیجونگا۔ ایسی بات ہی بھلا۔

جو۔ ای ہم ہنستے ہین جی۔ کیا کچھ بے اعتبارے ہو۔

ہیرا۔ لاکھون کی کوٹھی چلتی ہی۔

جو۔ کیا ہم جانتے ہی نہین۔

ہیرا۔ آب کھو کیا کہتی ہو۔ صاف صاف بتادو۔ بولو لے اب

جو۔ ای واہ اب رنگ لائی گلہری۔ اچھے آئے۔

ہیرا۔ اب تمھارے دماغ کاہے کو ملین گے۔ اب تو امیر ہو گئین نہ تم

جو۔ اونہہ اونہہ کیسی کچھ۔ امیر نہین وہ ہو گئے۔

ہیرا۔ دس ہزار روپیہ تمھارے نزدیک کچھ ہوا ہی نہین۔

جو۔ کیا! دس ہزار کیسا۔

ہیرا۔ دس ہزار نہین بیس ہزار سہی۔ پھر کچھ تھوڑا ہی۔

شہسوار نے اشارے سے جوگن کو بلایا اور کہا کچھ خبر ہی۔ دس ہزار روپیہ بڑی رقم ہی کسی کا اعتبار کیا۔ اور پھر تم جب سے کھوگی تیری ٹوپی بیس ہزار کو خریدی تھی اب دس ہزار نہین دیتے تو پھر کوئی باور بھی تو نہ کریگا۔ جوگن نے سوچ کر کہا۔ ای نہین یہ کیا بات ہی بھلا اتنے بڑے ساہوکار اتنے بڑے جوہری اور دس ہزار کیلیے ایمان بیچڈالین اور پھر میرے ساتھ ایسی بات۔ شہسوار نے کہا خوب سوچ سمجھ لو۔ دیکھو ایسا نہو مفت مین روپیہ بھی جائے ہاتھ سے اور بیوقوف کے بیوقوف بنین۔ زمانہ نازک ہی۔ ہم تو صلاح نہ دینگے کہ ٹوپی دیدو۔ مگر اتنا ہی کہ اگر ٹوپی واپس لوگی تو وہ دس ہزار بھی لیجائین گے۔ اور آیا ہوا روپیہ کھو جائیگا۔

جوگن نے کہا مین تو اُنسے نہ کہونگی۔ تم جا ہو جاکے کہو۔ کہ ٹوپی میری ہی مگر مجھے تو اِنکا لاکھون کا اعتبار ہی۔ شہسوار نے کہا تو پھر ہم کو بھی اعتبار ہی۔

جوہری نے ایک بوسہ لیا اور رخصت ہوا تو شہسوار نے کہا لو اب تو اللہ میان نے چھپّر پھاڑ کے دولت دی۔ کہو پیاری جانی اب نکاح کی ٹھہرتی ہی۔ کیون دیوانہ بنی اور وحشت کی لیتی ہو۔ جوانی مفت مین کھوتی ہو۔ شباب کے مزے اُڑاؤ لطف جوانی و زندگانی اٹھاؤ۔ جوگن نے کہا اب رنگ لائی گلہری۔ کیا رئیسہ خلطی ہوئے جاتے ہین۔ اوچھے کے گھر تیتر باہر رکھون کہ بھیتر۔ کچھ دن کسی پر اس ثروت کا حال ظاہر نہ کرو۔ نہین تو مفت مین دھر لیے جاؤ گے۔ ع

تاڑ جاتے ہین تاڑنے والے

گو جوگن نے ابکی پھر انکار کیا مگر شہسوار کو پورا پورا یقین ہوگیا کہ کہنا مان لے گی۔ بات کو ہرگز نہ ٹالے گی۔ کہا افسوس ہم کہ تمنے ہمارا کہنا ابتک نہ مانا۔ خیر اب پھر غور کرو اور سب مال اسباب اور زر روپیہ اپنے پاس رکھو۔

بگناہ قیدی

وزیر جنگ نے آزاد کو کوئی ڈیڑھ مہینے کے بعد طلب فرمایا پیشتر جب ان سے سوال کیے گئے تو بیڈا اور قید کا نام سنکر مارے غصے کے جواب شافی نہ دے سکے لہذا وزیر جنگ نے ان کو

سول قید خانے کو واپس بھیجا اور کہا ہم برٹش سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے ذریعہ سے چال چلن کا حال گورنمنٹ ہندوستان سے دریافت کرین گے۔ اگر تم اصل مین ہندی ہو تو فوراً رہا کیے جاؤ گے۔ میان آزاد کا فوٹو لیا گیا اور وہ صاحب گورنر جنرل ہند کی خدمت مین بھیجا گیا میان آزاد نے بیان کیا کہ ہندوستان مین فلان صاحب سے میرا حال دریافت کیا جائے اسکے علاوہ کپتان اسمتھ اور لفٹنٹ ایبلیٹن کے پاس بھی اُنکے فوٹو بھیجے گئے۔ گورنمنٹ ہند نے جواب بھیجا جس سے ظاہر ہوا کہ آزاد روسی جاسوس نہین ہے۔ ساٹھ ستر معزز آدمیون نے گواہی دی کہ ہم ان صاحب سے خوب واقف ہین منجملہ ان اصحاب کے بمبئی کے نواب صاحب اور علماے بمبئی اور وہ نواب نامدار بھی تھے جنکا بٹیر صف شکن علیخان اُڑ گیا تھا۔ اُن سب نے بھی دستخط کر دیے لفٹنٹ ایبلیٹن نے جواب لکھا کہ یہ تصویر ایک کشمیری مسلمان کی ہے جو ہندوستان کے ممالک مغربی و شمالی اودھ مین بود و باش کرتے ہین۔ یہ صاحب ہمارے ساتھ بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے جنی ڈمیس جہاز کا نام تھا۔ جہاز مذکور جزیرۂ پیرم نے قریب ڈوب گیا۔ اُس جوانمرد نے اکثر آدمیون کی جان بچائی مالٹا تک ہمارا انکا ساتھ رہا وہان سے ہم روانہ ہوگئے انگلستان کی طرف اور وہ اسکندریہ گئے کپتان اسمتھ نے لکھا مین جنی ڈمیس جہاز کا ناخدا تھا۔ بمبئی سے یہ شخص جہاز پر سوار ہوا۔ نہایت لائق اور جوانمرد نوجوان جنٹلمین ہے مالٹا سے میرا اِن کا ساتھ چھوٹا۔ جہاز ڈوبنے کے وقت میان آزاد نے ہمین بڑی مدد دی۔ یہ شخص روسی جاسوس نہین ہے ہرگز نہین ہرمزجی نے بھی آنکر یون بیان کیا۔ میان آزاد میرے لڑکے کا خط لیکر آئے۔ یہ صاحب مالٹا سے آئے ہین اور میرے مہمان ہین مین انکو اچھا سمجھتا ہون اور قسم کھا کر کہ سکتا ہون کہ یہ روسی نہین ہین۔ ہندی ہین۔

میان آزاد نے بکمال فصاحت و بلاغت بیان کیا کہ مین ایک ہندی کشمیری الاصل ہون۔ روسی جاسوس جسنے مجھے کہا وہ جھوٹ بولا مین خادم اسلام اور عاشق اسلام ہون۔ اور خاص اسی غرض سے آیا ہون کہ جنگ مین شریک ہو کر ترکون کو مدد دون مگر خوبی قسمت نے مجھے قید خانہ دکھایا۔ ع

آدمی مجبور ہے تقدیر سے

گورنمنٹ ہند نے مجھے بری کیا۔ میری تعریف لکھی۔ مختلف مقامات کے لوگون نے مجھے پہچانا۔ ایک انگریزی اور فوجی لفٹنٹ ایبلیٹن نے میری نسبت لکھا ہے کہ یہ شخص بمبئی سے ہمارے ساتھ جہاز پر روانہ ہوا۔ خود ناخدا نے اسکی تصدیق کی۔ ہرمزجی سوداگر نے گواہی دی۔ اب بھی بری نہون تو اندھیر ہے۔

وزیر۔ بیشک آپکی نسبت اب جرم کسی طرح پر ثابت نہین ہوسکتا مگر آپ دو چار روز تامل کیجیے۔ تو آخری حکم سناؤن۔ آپ سول قید خانے اسوقت واپس تشریف لیجائیے۔

آزاد نے جھک کر بہ ادب سلام کیا اور چلے گئے۔ راستے مین سوچتے جاتے تھے کہ شاید اب رہائی ہو جائے۔ کیونکہ میڈا کوئی ثبوت میرے روسی جاسوس ہونیکا پیش نہین کر سکتی۔ اور مین نے ثابت کر دیا کہ اُسنے صرف تہمت تراشی ہے۔

وزیر جنگ نے میڈا کو بلوایا اور کہا افسوس ہے کہ تمہارا بیان غلط نکلا میان آزاد روسی جاسوس نہین ہین۔ ہندوستان سے خاصکر اسی لیئے آئے ہین کہ ہماری فوج کی طرف سے روسیون کا مقابلہ کرین۔ بہت سے ثبوت بہم پہونچے ہین۔ گورنمنٹ ہند نے لکھا ہے کہ کامل تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ میان آزاد کا

چال چلن یہاں اچھا تھا۔

یہ فقرے سنتے ہی میڈا کا رنگ فق ہو گیا۔

کاٹو تو لہو نہیں بدن مین

بات کرنا محال تھا۔ وزیر جنگ نے پھر کہا کہ اگر آزاد آزاد کر دیا گیا تو بیشک تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا۔ انصاف اِسی کا مقتضی ہے کہ جو بدنامی اور پریشانی اور ناکامی آزاد کو نصیب ہوئی اُسکا معاوضہ کسی نہ کسی سے لیا جائے۔ اور اسمین بھی شبہہ نہین کہ وہ ضرور آزاد ہو جائینگے میڈا نے کہا کہ آپ جانین۔ میڈا نے ایک ادائے دلربا سے حضور وزیر جنگ کو سلام کیا۔ اور رخصت ہوئی۔ لیکن اُس پری تمثال کے بشرے سے ایک قسم کی مایوسی عیان تھی۔ کمال افسوس تھا کہ یہ مین نے کیا کیا۔ یہ بات اب ٹرکی بھر مین مشہور ہو جائیگی۔ اور میری سخت بدنامی ہوگی اپنی ہجولی سے جا کر کل حال بیان کیا۔

اب آزاد کا حال سُنیے کہ اور قیدیون کے ساتھ یہ جگر فگار و دلریش نوجوان غم غلط کرتا اور دل بہلاتا تھا۔ دو چار معزز قیدی اُنکے دلی دوست ہو گئے۔ اُن سے آزاد نے اپنی دلی خواہش کا حال سچا سچا بیان کر دیا۔ اور چونکہ اکثر امور مین وہ بھی اُنکے ہمدرد تھے۔ لہذا خوب گذرتی تھی۔ محبت باہم روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ تاہم ایک ایک گھڑی اُن کو ایک ایک سال کے برابر تھی۔ اِتنے دن کی قید نے اُنکو بالکل مضمحل اور کم طاقت کر دیا۔ پہلے تو بالکل مایوس ہو گئے تھے۔ اُمید ہی نہ تھی کہ کسی روز آزادی کی صورت دیکھنے مین آئے گی سمجھ گئے کہ ہندوستان سے گویا اسی لیے ہی آئے تھے کہ آزاد اسیر ہون۔ سوچتے تھے کہ اگر کسی کو قتل کیا ہوتا اور سزا پاتے تو خود شرماتے اور اپنے کیے ہوئے پر پچھتاتے۔ مگر بے گناہ آن پہنچے اور کوئی شنوائی کہیں نہین کرتا۔ حوصلہ پست ہو گیا۔ دل کا کنول مرجھا جاتا ہے۔ ہائے جوانی مفت مین برباد ہوئی ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ؎

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا

ایک روز آزاد نے ایک ناول مین کسی عاشق ناکام کا حال جو پڑھا تو اُنکو اپنی نامرادی پر کمال افسوس ہوا اور حُسن آرا بیگم یاد آئین بڑی دیر تک تڑپتے رہے۔ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ دو تین دن مین میان آزاد کی اور بھی ردی حالت ہوئی۔ یہان تک کہ قید خانے کے منتظم نے اطبا کو بلوایا۔ اور اُنکی صلاح سے میان آزاد کو اجازت دی گئی کہ صبح و شام سمندر کے قریب ہوا کھایا کرین۔ مہر مز جی نے اپنے دو گھوڑے ایک کیپ قیمتی سات سو روپیہ کا اور ایک ترکی قدبالا تعینات کر دیا۔ ایک روز میان آزاد فرس تندخو پر سوار ایک دلکش مقام پر بستی کے باہر جا رہے تھے۔ تو دیکھا کہ سامنے سے ایک گھوڑا اگبشٹ آ رہا ہے۔ جب اُن کے فرس آہو شکار کے قریب پہونچا تو اُنھون نے پیچھے پھر کر دیکھا ایک نوجوان نخچیر اس گلگون شبک خیز پر بصد طنطنہ رعنائی و دبدبہ دلربائی شکن تھا۔ میان آزاد نے دل ہی دل مین کہا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ کیا گستاخ جوان طناز ہے معشوق سراپا انداز ہے۔

ہنوز تش گرد گل نارستہ شمشاد
بخوبی سر و او چون سرو آزاد

رخسارے گل تر۔ بلکہ رشک قمر۔ اور وہ دلربا کہ زاہد تک فریفتہ ہو جائین۔ ؎

چو گل شگفتہ بصد آب و رنگ می آئی
ز شہر آئینہ یا از فرنگ می آئی

جوان حسین و نازنین نے لجاتے اور شرماتے ہوئے میان آزاد کو جھک کر سلام کیا۔ آزاد نے سلام کا جواب دیا مگر دل مین سوچنے لگے کہ یا خدا یہ کون طفل پری چہرہ ہی جسنے لجاتے ہوئے سلام کیا۔ اُس دل لے دلربا سے طفل نوخاستہ اور آراستہ نے کئی بار اُنکو دیکھا مگر شرما شرما کر گردن پھیر لی۔ ؎

چہ گردن کشتۂ او شمع کافور
بلورین دستۂ فوارۂ نور

آزاد نے خود مبادرت کی اور یون سوال کیے۔

آزاد۔ (فرانسیسی زبان مین) آپ ترکی ہین۔

طفل۔ جی نہین مین پارسی ہون۔

آزاد۔ اسم شریف آپ کا۔

طفل۔ حسن جی جمال جی۔

آزاد۔ (اپنے دل مین) اسم بامسمّٰی ہی حسن جی جمال جی آپ یہان کس غرض سے آئے ہین۔

طفل۔ تبدیل آب و ہوا کے لیے۔

آزاد۔ کہان قیام ہی۔

طفل۔ محمود کے ہوٹل مین۔

آزاد۔ اب تو طبیعت اچھی رہتی ہی یہان۔

طفل۔ ہان شکر ہی۔

آزاد۔ اسوقت آپ کہان سے تشریف لاتے ہین اور کہان جاتے ہین۔

طفل۔ ہوٹل سے ہرمز جی پارسی کی کوٹھی گیا۔ ہرمز جی سے ملاقات نہین ہوئی۔ مین نے سُنا ہی کہ ہندوستان سے ایک صاحب آئے ہین میان آزاد اُنھین کی ملاقات کے لیے گیا تھا مگر ملاقات نہوئی۔

آزاد۔ آپ آزاد سے کیون ملنا چاہتے ہین۔

طفل۔ یہان ایک لیڈی ہین وہ مجھ سے آزاد کے اخلاق اور تہذیب اور خوش کلامی اور شیرین بیانی کی از بس مداح ہین اور سُنا بڑے عالم اور حسین آدمی ہین۔

آزاد۔ آپسے کس لیڈی نے کہا اور اُسکو کس قدر زمانہ ہوا۔

طفل۔ کوئی ایک مہینے کے قریب ہوا ہوگا۔

آزاد۔ لیڈی کا نام معلوم ہی۔

طفل۔ آپ شاید نہ واقف ہون۔ میڈا اُسکا نام ہی۔

میڈا کا نام سُنتے ہی میان آزاد کا رنگ فق ہوگیا تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر پوچھا کہ آپ اُنکو کیسا جانتے ہین۔ طفل خوبرو نے مُسکرا کر کہا (یہان جسقدر رنگین و پاکباز نوجوان ہین سب اُس عفیفہ سے واقف ہین اُنکے حسن و جمال کی دور تک دھوم ہی) میان آزاد نے بغور دیکھا کہ اُس بُت جادو جمال کی تعریف کرنے کے وقت طفل خوبرو کے گال اور بھی سُرخ ہوگئے۔ مسکرا کر آزاد بولے ہان ہین تو ایسی ہی خوش و مگر چشم بد دور آپ بھی کچھ اُن سے کم نہین۔ طفل عنبر مو نے نخرے کے ساتھ کہا ہان۔ ہو مگر ہم تو مرد ہین۔ حسن و جمال ہمارے لیے فخر کا مقام نہین۔ آزاد نے کہا یہ سچ لیکن خوبرو مرد ہو یا عورت ہر لعزیز ہوتا ہی۔ اور خدا جھوٹ نہ بلائے اگر آپ میڈا کے ساتھ شادی کرنا پسند کرین تو وہ فوراً منظور کرلین مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ آج تک آپ کا سا حسین جوان نظر سے نہین گذرا طفل خوبرو نے مسکرا کر جواب دیا مگر میان آزاد کا گھوڑا اُسوقت الف ہوگیا تھا سُن نہ سکے۔ بڑی دیر تک میان آزاد اُسکے ساتھ سیر کیا کیے۔ ایک سوار پیچھے پیچھے بہ نظر احتیاط اُنکے ساتھ تھا کہ مبادا کہین بھاگ جائین کبھی میان آزاد اُدھر پری کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ جاتے تھے کبھی گھوڑا دوڑاتے تھے آزاد نے کہا حضرت آپکے بڑے خوب چہرے ہین

فرمائیے اب کب ملاقات ہوگی۔ طفل خوبرو نے پھر مسکرا کر کہا جب فرمائیے۔ اور جہاں فرمائیے۔ حاضر ہوں۔ آپ فروکش کہاں ہیں۔ اب میاں آزاد بتائیں تو کیا بتائیں یہ کہنے سے رہے کہ قید خانے میں ہوں۔ سوار حفاظت کے لیے ساتھ ہیں رنگ زرد ہو گیا گھبرا کر بولے کہ آپ یہیں ملیے۔ میں روز صبح شام ہوا کھانے آتا ہوں طفل خوبرو نے کہا بہت اچھا۔ یا اگر آپ کی مرضی ہو تو ہرمزجی کے باغ میں تشریف لائیے۔ میڈا بھی وہاں اکثر آتی ہیں میڈا کا نام سنکر انکو وہ وقت یاد آیا جب اسی باغ میں میاں آزاد اس شکرلب کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے۔ پہلے پہل اسی باغ دلکش میں کوہ قاف کی پری بصد شان دلبری انسے گرمجوشی کے ساتھ ملی تھی۔ انھوں نے کہا جی نہیں بس اسی مقام پر ملیں گے۔

طفل۔ ضرور ملیے گا۔

آزاد۔ بالضرور۔

طفل۔ پھر اب رخصت ہوتا ہوں۔

آزاد۔ تسلیم کل ملیں گے۔

آزاد سول قید خانے چلے آئے۔

دوسرے روز صبح کو میاں آزاد نے اس طفل خوبرو کو نہ پایا۔ بڑی دیر تک منتظر رہے مگر پتہ نہ ملا۔ شام کو پھر حسب معمول ہوا کھانے آئے تو دیکھا کہ وہ پریزاد اسپ صرصر تگ پر سوار آہستہ آہستہ آتا ہے دونوں کی چار آنکھیں ہوئیں۔ آزاد نے سلام کیا۔ طفل خوبرو نے جھک کر جواب دیا۔

آزاد۔ آج صبح کو آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔

طفل۔ جی ہاں میں میڈا کے ہاں گیا تھا۔ بڑے تپاک کے ساتھ مجھسے پیش آتی ہیں۔ حق یوں ہے کہ پریوں کا تو نام ہی نام سنا ہے یہ سچ مچ کی پری ہے۔ وہ خم و چم کہ انسان گھنٹوں گھورا کرے اور پھر بھی سیری نہو۔ خدا کی قدرت مجسم نظر آتی ہے۔ ؎

معلمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت　　جفا و جور و عتاب ستمگری آموخت

من آدمی بہ چنین شکل و قد و خوی و روش
ندیدہ ام مگر این شیوہ از پری آموخت

اور بناؤ چناؤ اور بھی ستم ڈھاتا ہے۔ ؎

یکے خود خوبرو بودی دگر آراستی خود را
بتا معلوم شد ما را کہ قصد جان ما داری

نظر غلط انداز سے صفین کی صفین تہ و بالا ہو جائیں۔ ؎

یک نگاہ غلط انداز ز چشم ساقی
کار صد شیشہ و صد ساغر و صد جام کند

مگر افسوس ہے کہ سنگدل ہے۔ شیوہ بیداد میں طاق ہے۔ ایک غمزے میں ہزاروں کا کام تمام کر دے۔ ؎

اے مرگ برو کہ غمزۂ او　　تا آمدن تو کار خود کرد

افسوس ہے کہ آپنے اس حور لقا ماہ سیما کو نہیں دیکھا قابل دید ہے۔ ہر عضو بدن سانچے میں ڈھلا ہوا۔ بڑا خوش نصیب وہ شخص ہے جسکی ہمخوابہ یہ پری ہو۔ اس سے بڑھکر خوش نصیب کوئی نہیں۔

آزاد اپنے دلمیں سوچنے لگے کہ اللہ اللہ میڈا کے حسن و جمال میں یہ تاثیر ہے کہ ایسا خوبصورت حور طلعت نوجوان تک ریجھا ہوا ہے میڈا کی پیاری پیاری ادا اور گورے گورے گال اور مستانہ چال انکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگے۔ طفل خوبرو نے جو دیکھا کہ حضرت آہ سرد کھینچ رہے ہیں تو مسکرا دیا آزاد کہنے ہی کو تھے کہ تم بعینہ میڈا کی طرح مسکراتے ہو لیکن سوچے کہ غضب ہی ہو گیا تھا۔ اس سے تو میں کہہ چکا ہوں کہ میڈا کو آج تک میں نے دیکھا ہی نہیں طفل خوبرو سے انھوں نے پوچھا کہ میاں آزاد اب کہاں ہیں

اُنکا حال بھی معلوم ہے۔ وہ پری چہرہ مسکرا کر بولا کہ اسی سنگدل کی بدولت وہ قید خانے مین پڑے ہین ان معشوقون مین یہی تو عیب ہے کہ سنگدل ہوتے ہین۔ آزاد نے بعد حسرت کہا۔ ؎

از سنگدل کر فلکِ عہد شکن را
مقصود شکستِ دل ما بود شکستیم

طفل۔ اَب بیچارے زبان حال و قال سے قید خانے مین یہی کہتے ہون گے۔ ؎

اے ترک شوخ اینہمہ ناز و عتاب چیست
با دل شکستگان ستم بیحساب چیست

بہت پچھتاتے ہون گے۔

آزاد اس فقرے پر آبدیدہ ہو گئے۔ کیونکہ میڈا نے رخصت ہوتے وقت یہی فقرہ کہا تھا (کہ بہت پچھتاؤ گے۔ بہت پچھتاؤ گے)۔

اِسی طرح کئی دن تک دونون ملتے رہے۔

آخر کار ایک روز طفل خوبرو نے کہا کہ میان آزاد مجھے بہت نہ اُلٹاؤ آزاد تم ہی ہو اور مین میڈا ہون۔ آزاد سخت متحیر ہو کر بولے کہ کیا۔ اُفوہ بڑا دھوکا ہوا۔ تمھارے مُسکرانے سے مجھے شک گذرتا تھا مگر شام کے وقت مین اچھی طرح پہچان نہ سکا میڈا نے کہا کہ میان آزاد مین ہی تمھاری مصیبت کی باعث ہوئی اب تم معاف کرو۔ میڈا اوّل تو خیر لیڈی تو تھی ہی اور بلا کی حسین نازنین جادو جمال و زہرہ تمثال۔ شوخی کے ساتھ جو اُس نے معافی چاہی تو آزاد اس ادا پر ہزار جان سے شیدا ہو گئے۔ ؎

خوبرو جتنے ہین دل لیتی ہے سب کی شوخی
ہے مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی

دونون گھوڑون پر سے ایک جھاڑی مین گئے میڈا نے آبدیدہ ہو کر اشارے سے خواہش ظاہر کی کہ گلے لپٹ جاؤ پہلے تو میان آزاد جھجکے لیکن اُس پری پیکر کی چشم فتان سے اشک جاری دیکھ کر اِنکا دل بھر آیا میڈا نے کہا آزاد جوانمردی اَب یہی ہے کہ مجکو معاف کرو آزاد نے بے جھجک گلے لگا یا اور کہا۔ ؎

گر زدستِ زلفِ مشکینت خطائے رفت رفت
ور ز ہندوے شما بر من جفائے رفت رفت

گرد غم از طرۂ دلدار تابے خورد خورد | در میان جان و جانان ماجرائے رفت رفت

دونون گلے ملکر خوب روئے۔ آزاد اپنی مصیبت اور پریشانی یاد کر کے رو دیے۔ اور میڈا اس خیال سے روئی کہ میرے سبب سے یہ بیچارہ بیگناہ قید ہوا۔

جونیر افسر جو ساتھ تھا کسی قدر فاصلے پر کھڑا رہا اور یہ دونون گھوڑون پر سوار ہو کر رخصت ہوئے آزاد پھر زندان مین گئے۔

میان خواجہ بدیع صاحب

خواجہ بدیع صاحب اسکندریہ مین چین سے رہے ترکی کے کانسل متعینۂ مصر نے اِنکی بڑی خاطر کی۔ خوجی تیسرے چوتھے سلام کر لیتے تھے۔ پندرہ روز مین خوجی خاصے ٹانٹھے بھلے چنگے ہو گئے اسکندریہ کی حضرت نے خوب سیر کی جب کئی روز تک اچھے رہے بیماری نے بالکل مفارقت کی تو ایک دن کانسل کی خدمت مین کہلا بھیجا کہ اب فدوی حضور کے اقبال سے صحیح ہو گیا عوارض نے بیچھا چھوڑا۔ امیدوار ہے کہ اجازت دیجائے۔ دریافت کیا گیا کہ سائل کس امر کی اجازت چاہتا ہے۔ کہا صرف یہ چاہتا ہون کہ میان آزاد کے پاس بھیجدیا جاؤن۔ کانسل نے حکم دیا کہ جو جہاز قسطنطنیہ جاتا ہو اُسپر خوجی بھیج دیے جائین۔ سفر خرچ کے علاوہ زر نقد اور کپڑا بھی اِنکو دیا جائے۔

ایک دن خواجہ بدیع صاحب لڑھکتے پڑھکتے چلے جاتے تھے کہ ماشا

کی ایک عورت نے انکو دیکھا۔ (دو ماشے کا قد) اور دُبلے پتلے ہاتھ پانوں دیکھکر مُسکرائی۔ میان خوجی اور بھی تن گئے اب اکڑے ہی جاتے ہین۔ زمین پر قدم ہی نہین رکھتے۔ سمجھے کہ عورت ہمپر ریجھ گئی۔ دل ہی دل مین سوچتے جاتے تھے کہ واللہ واہ رے ہم جس ملک مین جاتے ہین انگلیان اُٹھتی ہین۔ چھوٹے بڑے سب ہمین کو دیکھتے ہین۔ وہ عورت اور بھی غور سے دیکھنے لگی۔ اور حضرت کے اکڑنے پر خوب ہی کھلکھلائی آپ سوچے کہ یہ نخرے کرتی ہے۔ شاید اس ملک کی یہی ریت ہے کہ جوان طناز اور خوبرو کو دیکھا اور ہنسنے لگی اور ماشاء اللہ آپ کے طناز اور وجیہ ہونے مین شک بھی نہ تھا اور کسی کو ہوتا یا نہوتا۔ خواجہ صاحب کو تو ذرا بھی شک نہ تھا یہ اپنے کو کلے ٹھلے کا گبھرو ہی سمجھتے تھے عورت کو کھلکھلاتے ہوئے پایا تو شوق چرایا کہ اِس سے چُہل ہو۔ قریب جاکر اور مُنھ بناکر غور سے دیکھا۔ عورت کو اور بھی ہنسی آئی۔ اِسپر خوجی اکڑکر بولے (کہئے میان آزاد) ورنہ حُسن آرا تک کو بھول جاتے۔ واہ کیا پری ہے۔ اور مجھ گبھرو کو دیکھکر کھلی جاتی ہے۔ ؎

اشتیاقی کہ بدیدار تو دارد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

یہ شعر بڑے سوز و گداز سے حضرت نے پڑھا۔ مگر خیر سے کتنا حسب حال ہے۔ کھڑے دیکھ رہے ہین۔ مگر۔ ع

اشتیاقے کہ بدیدار تو دارد دل من

کی اچھی ہانک لگائی۔ قریب جاکر عورت سے پوچھا۔ ؎

چہ نامے کہ مولائے نامم توام	درم ناخریدہ غلام توام

وہ اور بھی ہنسی۔

اتنے مین دس پندرہ زن و مرد بھی جمع ہو گئے۔ خوجی کی انوکھی قطع اور قد و قامت اور اکڑنا بررنا اور مُسکرانا اور اینڈنا جو دیکھتا تھا ہنس دیتا تھا اور خوجی کو یقین واثق ہو گیا تھا کہ ہمارے حسن و جمال پر نظر ڈالکر یہ لوگ خوش ہو رہے ہین۔ آپنے کڑاک کر فرمایا ؎

میرسد این صدا بگوش جہان	ازپس پردۂ جہان ہر دم
غیر او نیست در سرائے وجود	بحقیقت کسے دگر موجود

کوئی پوچھے اِن اشعار کا یہان کیا موقع تھا بھلا۔ مگر پوچھے تو پوچھے کس سے۔ قرولی کھانا منظور ہو تو خوجی سے بھڑ پڑے خواجہ صاحب ایسے مزے مین آئے کہ حوالی موالی اور حاضرین کو ڈپٹنے لگے۔ ایک سے کہا تو یہان کیون کھڑا ہے بے۔ دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا چلا جا یہان سے برابر تیسرے سے خطاب کرکے بولے او گیدی جاتا ہے یا نکالون قرولی چوتھے سے پیلے ہو کر کہا۔ یہان کیا تماشا ہے کچھ۔ اردگرد کے لوگ سمجھے کہ مسخرہ ہے کوئی بعض بعض کو گمان ہوا کہ دیوانہ ہے۔ جون جون خوجی صاحب بگڑتے تھے حوالی موالی اور بھی بناتے اور کھلکھلاتے تھے۔ آپ نے عورت کی طرف مخاطب ہو کر اشارے سے کہا چلو ہم تم اس طرف چلین اسپر اور بھی قہقہہ پڑا۔ اور سب نے چٹکیون پر اُڑایا اتنے مین دو تین عورتین اور بھی کھڑی ہو گئین۔ تب تو خوجی مونچھون پر تاؤ دینے لگے اللہ اللہ ہم بھی اتنے ہوئے۔ اب عورتین ہمپر ریجھنے لگین۔ اے تیری قدرت خوجی اور عورتین اِن پر ریجھین۔ شانِ خدا۔ خوجی تماشا بن گئے۔ بار بار اکڑنا اور بھی لطف دکھاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس عورت نے اِنکا ہاتھ پکڑ لیا۔ خوجی مسکرائے۔ مسکرانا تھا کہ اُس نے ایک دھول جمائی۔ ہاتھ چھڑانے ہی کو تھے کہ پیچھے سے کسی نے ایک اور چپت جڑی۔ تیسرے نے پیچھے سے دھپ لگائی۔ ادھر دیکھتے ہین تو اُدھر سے پڑتی ہے اور اُدھر نظر اُٹھاتے ہین تو اِدھر تڑاتڑ کی آواز آتی ہے

سمجھے کہ ہمپر جو عورت عاشق ہوئی تو یہان کے باشندے جل گئے اور جب عورت نے دفور عشق اور بڑے پیار سے ہمارا ہاتھ پکڑ لیا تو یہ لوگ اور بھی جل بھن کے خاک ہو گئے۔ ؎

عاشقان کشتگان معشوق اند
بر نیاید ز کشتگان آواز

عاشقون کی تو یہ کیفیت ہوتی ہی ہی۔ اور ابھی کیا ہی۔ ؎

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

تب جانین کہ ہم بھی عشاق کے زمرے مین نام بر آوردہ ہو گئے جب لڑکے ہمپر پتھر پھینکین اور جس گلی کوچے مین جائین لونڈے لمارڑے تالیان بجائین اور پھر ہم کو کہنے کا موقع ملے کہ۔ ؎

فقیر مست ہون نعمت مری حاضر ہی جو چاہے
کباب نرگسی ہی یا شراب ارغوانی ہی

میان خواجہ بدیع صاحب سوچے کہ افیم کھانے کا وقت آن پہونچا اگر گھر جاتے ہین تو یہ عورت چھوٹتی ہی اور اگر یہان پینے کی خواہش کرین تو پانی ندارد ہی۔ اشارے سے حضرت نے پانی مانگا دکٹوری مین دیا گیا۔ افیم گھولی۔ پی اور بآواز بلند عورت کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ ؎

شانہ ٹوٹا تار گیسوے معنبر توڑ کر
پھل نہین پاتا کوئی شاخ صنوبر توڑ کر

اس موزونی طبع کے صدقے۔ کیا برجستہ پڑھ دیتے ہین ٹک مٹ یا نہ ملے بوجھون تو مرے گا۔ ؎

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

خواجہ صاحب نے پھر اشارہ کیا۔ کہ چلو ہم تم اور طرف چل کھڑے ہون عورت مسکرا دی۔ اتنے مین کسی نے پیچھے سے چٹکی لی تو خوجی صاحب پلٹ پڑے۔ دیکھا تو دو بونے ایک وہی ذات شریف جنھون نے پانی کے ساتھ ہوٹل مین جال گوڑ پلا دیا تھا۔ دوسرے اُنکے کوئی یار وفادار تھے۔ خوجی نے اپنے پُرانے دوست کو گھور کر دیکھا اور تن گئے۔ کیون بچہ تم اپنی شرارت سے باز نہین آتے۔ ابھی ایک کشتی نکال چکا ہون اب آج پھر سر کھُجلایا۔ ہڈیان چُلبُلا نے لگین میرے بھی ہاتھ مین کھُجلی ہو آتی ہی جھپٹ کر میان خوجی نے ایک چپت جڑ دی۔ دونون بونے چمٹ گئے۔ خوجی نے کہا ہائین۔ ہائین۔ ایک ایک۔ ایک۔ ایک۔ مگر اُنھون نے ایک نہ سُنی۔ خوجی جھلّا گئے ایک بونے کی گردن دبائی اور زور سے پٹخنی دی۔ چارون شانے چت۔ وہ مارا۔ وہ مارا کہہ ہی چکے تھے کہ دوسرے بونے نے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیا اور لڑ کھڑا کر خوجی گرے مگر بونا بھی ساتھ ہی گرا۔ حوالی موالی خوب ہنسے۔ قہقہے پر قہقہہ پڑا اور خوجی زمین سے اُٹھکر خوب ہی اکڑے۔ ہات تیرے گیدی کی ابے ہم تو نہتے لڑتے ہین اور جو کہین قرولی ہوتی تو تو بہ ہی بھلی۔

خو۔ (عورت سے) کیون سچ کہنا کیسی آنٹی دی ہی۔

عورت۔ (اشارے سے) شاباش بڑے پہلوان ہو۔

خو۔ پھر اب بھی ہماری شادی نہو تو ڈوب مرنے کا مقام ہی۔

دونون بونے مُنہ چڑھانے لگے۔

خو۔ جاؤ۔ جوتے خور رہے۔ زمانے بھر کے بیحیا۔ نامعقول۔

بونون نے دور جا کر خوجی پر ڈھیلے پھینکے۔

خ۔ لو جان من اب تو تمھارے دیوانے پر کلوخ اندازی بھی ہونے لگی۔ ؎

لاکھ ہو گردش ایام یہ حاضر ہے مدام
اُنس رکھتی ہی نہایت شب ہجران ہمسے

راوی ـ یہ شعر بھی کس درجہ حسب حال ہی ـ بالکل چسپان ـ

عورت تھوڑی دیر مین چل دی تو خوجی بادل پُر درد اُٹھے اور جہان ٹکے تھے ـ وہان جاکر سوچنے لگے کہ یہ عورت بطور رحم پر رکھی ہی خدا نے چاہا تو صبح شام ہی نکاح ہو جائے ـ انشاء اللہ میر میان آزاد البتہ کہین گے کہ ہان بھئی خوجی کارے کردہٗ ـ

لوگون نے جاکر حضرت کانسل سے بھی خبر دی کہ یہ میان خوجی کوئی مسخرے ہین ـ شہر مین جس طرف جاتے ہین اُنگلیان اُٹھتی ہین آدمی کیا تماشا ہی ـ کانسل نے اُنکو بلوایا ـ

خو ـ سات بار سلام کرکے حاضر ہی ـ غلام ـ

کانسل ـ اب کیا چاہتے ہو ـ

خو ـ پیر و مرشد ـ ع

باز ہو اے چشم آرزو ست

کانسل ـ ہندوستان جانے کا ارادہ ہی نہ ـ

خو ـ ہان حضور ـ سہ

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر　　خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد　　میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

کانسل ـ اچھا ہم جبد بہ دین گے ـ

خو ـ (سلام کرکے) ـ ع

شکر نعمتہاے تو چندانکہ نعمتہاے تو

کانسل ـ اچھا رخصت ـ

خو ـ آداب حضور ـ سہ

دل ہمہ دیدہ شد و دیدہ ہمہ دل گردید
کہ مراد دل و دیدہ نیاز تو حاصل گردید

شام کو خوجی سوچے کہ مین نے ہندوستان جانے کی درخواست کیون کی ـ آزاد بیچارے کو اکیلا تن تنہا بہ یک بینی و دو گوش چھوڑ دینا وضع اہل آبرو کے خلاف ہی ـ گو آدمی لائق فائق اور فہمیدہ ہی مگر کم سن اور نا آزمودہ کار ہی ـ سوچ کر ایک عرضی حضرت نے لکھی ـ

عرضی عریضہ خواجہ بدیع فدوی

اے قباے بادشاہی راست بر بالاے تو
مصرعۂ ثانی یاد نیست لہذا حذف شد و الاے تو

شہریار و جہان پناہ مخدوم و مکرم ذیجاہ کانسل صاحب بہادر
بغرض میرساند　　　واجب بود بعرض رسانید

ازانجا کہ دیروز ہمایون سوز کہ آن مخدوم اعلیٰ بنا بر وجہت روندگی ـ غلام بدیع از لسان مروت تبیان بفرمایند کہ شما چہ میخواہی دمن یعنی غلام بدیع گفتم کہ وطن را دیدار میخواہم و فرمودندی کہ شما را رفتن سامان نمودہ میدہیم و من سلام کردم و باز گفتند کو اد و رخصت شو ـ ازین جا آمد کہ بوقت شام میان آزاد عالیمقام کہ آقاے ماہست یاد آمدند چون اوشان را بیک بینی و دو گوش کہ عبارت از محض ٹٹیل ست گذاردن خلاف آبروی آبرو نشان است باز چگونہ شود کہ بگویم مرا بہندوستان رفتن خواہش ست خواہش نیست ـ الٰہی آفتاب دولت درخشان ست ازین سبب مسبب لازم آمد کہ عرضی معروضہ عرض دہم و گویم کہ مرا بہند نہ فرست بروم فرست چہ کہ آزاد ازین طور و ازان طرز ہر دو طور برہین نسق گذاشتن مردمیدان را خلاف ست ـ

من غلام بدیع از عرصۂ چند ماہ طوق ملازمت آزاد صاحب در گردن ہمچو قمری می نماید ـ ہمراہ شان ہمہ جا رفتم ـ و آنچہ اوکرد کردم و او گفت گفتم ـ بر مکان بیگم بھی ہم گذشتم و ماندم

ادا این طور خودش طاقان نمودم-

واضح و مخفی مباد کہ آزاد صاحب بر حسن آرا بیگم عاشق شدہ اند واو ازین گفت ست کہ شما روم در رود- و دران روم جنگ نمودہ باروس بیا- و بزودی بیا کہ من ہم شما اسلام ہم وباتو نکاح خوانم من راازفرائض آمد کہ ہرگاہ خواہم داشت نزد او بروم لہذا التجا کردم کہ من را بہ نزد آزاد اندر روم یاہر کجا نمودہ آید روم اجازت خواہند-

الٰہی آفتاب دولت باہزاران

ہزار ذرہ بمعیت دار

درخشد

فدوی بالیقین خواجہ بدیع [illegible]

[illegible]

زیر لحاف

یہ نادر خط شستہ ایرانی زبان مین لکھکر میان خوجی نے کانسل کے پاس بھیجا- خط پڑھکر اُنکو یقین ہو گیا کہ یا تو سڑی ہے یا مسخرہ-

کانسل- عرضی کون لایا ہے-

خدمتگار- حضور یہ لایا ہے نوری-

کانسل- تم لائے ہو-

نوری- (نو) ہان خداوند-

کانسل- کس نے دیا-

نو- وہی جو ماندے تھے- پستہ قدسے ہین نہین-

کانسل- سلام دو اور کہو اچھا-

نوری جھک کر آداب بجالایا اور خوجی سے جا کر کہا (کہا ہے اچھا)-

خو- اچھا اچھا کیا معنی-

نو- اب یہ آپ جانین-

خو- پڑھا بھی تھا-

نو- ہان پڑھ لیا تھا-

خو- واہ کہین پڑھا ہو-

نو- جی نہین پڑھ لیا تھا-

خو- تو سمجھے نہونگے- ہرگز نہ سمجھے ہونگے-

نو- اب یہ مین نہین جانتا- سمجھے یا نہین سمجھے-

خو- ہرگز نہین سمجھے- سمجھتے تو ضرور انعام دیتے-

نو- ہوگا بھی کچھ-

تیسرے روز کانسل نے میان خوجی کو طلب کیا اور کہا آپ کیا چاہتے ہین- خوجی جُھک کر آداب بجالائے اور کہا خداوند بس اب حضور کی پرورش چاہتا ہون-

"کیا پرورش چاہتے ہو- کچھ معلوم تو ہو"

"وہی جو عرضی مین عرض کر چکا ہون"

"عرضی تو کسی کی سمجھ مین نہین آتی"

"ہان دیکھا نہ- مین تو سمجھا ہی تھا کہ کسی کی سمجھ مین نہ آئیگی- (ہنسکر) واللہ واہ رے مین واہ رے ہم جو کام کیا کمال کا درجہ حاصل کیے بغیر نہ چھوڑا- کشتی لڑے تو ایسی ہی- اُس گران ڈیل لڑنتیے تگڑے جوان کو ہوٹل مین مارا- ابھی کل ہی کی بات ہے- کہ دو پہلوانون کو چٹکیون مین اڑا دیا- افیم کھائی تو ایسی- صبح شام پینک ہی مین رہے- کچھ دنیا و مافیہا کی خبر نہین- جہاز کے ڈوبنے کا غم نہین- افیم کی ڈبیا جانے کا خیال فوراً آیا- فارسی پڑھی تو ایسی- یہ خود قبول دیے کہ عرضی کا مطلب سمجھ مین نہ آیا- اور کیونکر سمجھین سمجھنا کیا ہنسی ٹھٹھا ہے"

"بولواب کیا چاہتے ہو"

"وہی جو عرضی مین لکھا ہی - ہونہہ سمجھنے کے نام یون - ذرا عرضی کھولو پڑھو تو - نوری سے مین نے اُسی دم کہا کہ سمجھے نہون گے - وہ گدھا کہے کہ واہ سمجھے ہون گے - منشیون کی تحریر منشی ہی سمجھ سکتے ہین - ایسے ویسے کیا سمجھین ہاے نہوے آزاد اسوقت واللہ وہی داد دیتے - بس ایک وہ منشی ہی - دوسرے خواجہ بدیع"

"آزاد کے پاس جانا چاہتے ہو"

"چاہتے وہی ہین جو عرضی مین لکھا ہی - بس کہدیا"

"عرضی مین کیا اول جلول لکھا"

سہ صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس و سکوتِ سخن شناس

"ہم کچھ نہین سمجھتے کہ تم کیا بک رہے ہو"

"تم سے امید بھی نہین کہ خواجہ بدیع کی بات سمجھ لو - ایک ایک فقرا ہر سہ دفتر ابوالفضل ہی - سہ

ابھی تیغ زبان سے لون مین کار ذوالفقار آتش
کوئی کافر جو ہو منکر مری معجز بیانی کا

"آزاد کے پاس جاؤ تو کل بھیجدین"

"بس ہی خواہش ہی جو کچھ عرضی مین ظاہر کی واہ کیا کیا فقرے لکھے ہین - سہ

اے قباے بادشاہی راست بر بالاے تو
دوسرا مصرعہ یاد نیست لہذا حذف شد والاے تو

لطفِ سخن یہ ہی کہ چٹ قافیہ ملا دیا - واہ رے مین - خواجۂ بدیع فرد ہی فرد ثانی نہین رکھتا اپنا - اور یہ لوگ بھلا کیا سمجھین گے -

راوی - من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید -

کانسل - تم سڑی ہو بس چل دو - جاؤ یہان سے -

جسوقت ہندوستانی نے انکو سمجھایا کہ کانسل خفا ہو گئے اور حکم دیتے ہین کہ یہان سے چلے جاؤ تم سڑی ہو تو خوجی کی آنکھین خون کبوتر کی سی سُرخ ہو گئین - اور جھلا کر کہا کہ افسوس کیسے ناقدردانون مین آن پھنسے - واہ واللہ وہ عرضی لکھی کہ پھڑک جاؤ ابتدا اس شعر سے کی ہی سُنیے گا ذرا - سہ

اے قباے بادشاہی راست بر بالاے تو
دوسرا مصرعہ یاد نیست لہذا حذف شد والاے تو

کیون سچ کہنا - نہ کہو گے واہ رے ہم - بالاے تو والاے تو واہ وہ فقرہ ملایا ہی کہ سبحان اللہ -

ہندوستانی - (ہند) اے یہ تو سب ہوا ہی کرے گا - یہ تو بتاؤ کہ اب کانسل صاحب بہادر کو کیا جواب دو گے -

خو - وہی جو عرضی مین لکھا ہی -

ہند - واہی ہو -

خو - اوگیدی اتنی قرولیان بھونکی ہو نگی کہ -

ہندوستانی سامنے سے ہٹ گیا - کانسل سے کہا خداوند یہ سڑی ہی پکا سودائی - اسکو یہان سے ہٹائیے - خوجی سمجھے کہ ہمنے جو یہان کئی کُشتیان نکالین تو ہوا بندھگئی لوگ اب ہمسے ڈرنے لگے خیر دیکھو آزاد سے کہونگا کہ وہ عرضی لکھی کہ کوئی سمجھ نہ سکا اور وہ شعر تو سُنکر آزاد پھڑک جائینگے -

الغرض کانسل نے دو آدمی مقرر کیے کہ جو جہاز اسکندریہ سے قسطنطنیہ جائے اُسپر انکو سوار کرا دو اور چھ مہینے کے کھانے کے لیے دیدو نقد اور کپڑا -

خو - کیا کہتے کیا ہین یہ -

ہند - دو آدمی انھوں نے مقرر کیے ہین - کہ آپ کو آزاد کے پاس بھیجدین -

خو - بہت اچھی بات ہے -

ہند - اب آپ وہین جائیے جہان آپ ٹکے ہین -

خو - اچھا سلام کرون -

کانسل کے قریب جا کر کہا حضور آداب عرض ہے - جلالیا - مگر کچھ دن ہم سے پڑھ لو تو فارسی لکھنا آجائے - داشتہ آید بکار - اگرچہ بود سرمار افسوس ہے کہ ایسے نیک آدمی اور فارسی ذرا بھی نہ سمجھ سکین ہاے افسوس ولے افسوس - پیر شو بیاموز -

ہند - چلو اب بکو نہ بہت بیہودہ بے تکا آدمی -

خو - کیا -

ہند - بھائی صاحب ہمارے وطن کے ہو - لڑو نہ ہمسے -

خو - اچھا اچھا - یار ہم کیمدانی کر چکے ہین نہ فوج مین رہ چکے ہین - وہ سپہ گری کی بو نہین جاتی - مجبور ہین -

ہند - بجا ارشاد ہوا -

خو - اچھا حضور رخصت ہوتا ہون -

کانسل - جاؤ - پرسون جہاز جائے گا -

مال مست

شہسوار تنگ ظرف نکلے - روپیہ کیا پایا کہ عقل ہی کھو بیٹھے ناقہ مست سے مال مست ہو گئے - ابتک تو جوگن کی خوشامد کرتے تھے - دست بستہ کھڑے رہتے تھے - تعمیل ارشاد کو فخر سمجھتے تھے ہر بات مین خیال رہتا تھا کہ جوگن چین بہ جبین ہونے پائے کوئی امر اُسکے دل نازک پر گران نہ گذرے جوگن کے ہان ڈھئی دیے بیٹھے تھے کہ کبھی نہ کبھی تو دل پسیجے گا - عورت ہے معشوق مزاج اور زود رنج ایسا نہو ذرا سی بات پر تیکھی ہو جائے - معشوقون کے مزاج کا آجتک ٹھیک پتا ہی نہین لگا - زمانے کی طرح کرورون رنگ بدلین - اب زمین پر قدم ہی نہین رکھتے چلتے بھی ہین تو گندے تول کر - جوگن اُنکی بات چیت گفتگو بول چال میل جول ربط ضبط سے بھانپ گئی کہ روپے نے انکو مغرور کر دیا - اب یہ وہ شہسوار نہین ہین - جو ہاتھ جوڑ کر باتین کرتے تھے - اور ہمارے عشق کا دم بھرتے تھے - بھلا ایسے تنگ ظرف کو مین دل دیتی! کیا مجال - مین تو انکی چتون ہی سے تاڑ گئی تھی کہ کھوٹا آدمی ہے - عاشق زار کی کہین صورت چھپی رہتی ہے - ممکن نہین - سیکڑون ہزارون مین کھوٹا کھرا پہچان لین - یہ تارک الدنیا ہوتے تھے - شان خدا جوگن کو انسے دلی نفرت ہو گئی صورت دیکھنے کی روادار نہ تھی -

اپنے دل مین ایک دن سوچی کہ جسکے لیے جوگن ہوئی وہ جو کہین اس غیر مرد کو یہان دیکھ لے تو بدظن ہو جائے - اس سے بہتر یہی ہے کہ چلکر الگ تھلگ بستر جماؤن یہان سے بوریا بدھنا اُٹھاؤن - جوگن کی پھلواری مین صبح کے وقت ایک عورت آیا کرتی اور پھول توڑ کر لیجایا کرتی تھی - جوگن نے اسکو ہمراز بنایا ہمدم و ہمساز بنایا - کہا چمپا ہمین صلاح دو کہ یہان سے کہان اُٹھ چلین - یہ مرد ہمین مجبور کرتا ہے کہ میرے ساتھ نکاح پڑھوا لو اور ہم دنیا کے کل عیش سے سیر ہو گئے ہین - ہمین بس اب خواہش ہے تو یہ کہ ایک گوشۂ عافیت مین بیٹھکر یاد خدا کرین - یہان سے اُٹھ چلنے کی کوئی تدبیر بتاؤ -

چمپا نے کہا سوچ لون تو جواب دون - جلدی نہ کیجیے - خوب غور کر لیجیے -

جو - اچھا - مگر ایک ایک دن ایک ایک برس ہے -

چمپا۔ ہوا ہی چاہے۔ لیکن ذرا تامل کیجیے۔ آدمی مالدار ہی اور شریف زادہ اور قبول صورت" اور ابھی اُٹھتی جوانی ہی۔

جو۔ پھر اس سے مطلب۔

چمپا۔ مطلب یہ کہ شادی کرنے کا شرع مین حکم ہی گناہ نہین عیب نہین۔ پھر اگر نکاح ہو تو ہرج کیا ہی۔ آیندہ اپنی اپنی راے۔

جو۔ میرا تو دل اس شخص سے پھر گیا۔

چمپا۔ تو ہرگز شادی نہ کیجیے۔ شادی تو دل کا سودا ہی بے جھے کسی کو دل کیون دیجیے۔

جو۔ ہان اور کیا۔ یہ اگر کرورپتی بھی ہو تو رُخ نہ کردن۔

چمپا۔ تو پھر صاف صاف کہدو کہ یہان تم نہ رہو مین تنہا ہی رہنا چاہتی ہون۔

جو گن سوچی کہ اگر ٹکا سا جواب دیتی ہون تو سمجھے گا کہ دس ہزار کا غیاد دیا جوہری نیچے سے دس ہزار روپیہ لیا۔ اور یہین دھتا بتلایا۔ اس سے بہتر یہ ہی کہ جب روپیہ آجائے تب اس سے صاف صاف کہدون اور اکیلی رہنے لگون۔

چمپا۔ آپ خوب غور کرلین۔

جو۔ چمپا تم اتنی عمر تک کیا کیا کین۔

چمپا۔ مین ایک رئیس زادی کے پاس نوکر تھی۔

جو۔ کبھی کبھی دن کے وقت آیا کرو۔ ذرا دو گھڑی دل ہی بہلے گا۔

چمپا۔ آپکے پاس اور آنے مین انکار۔ یہ میری طاقت نہین آپ کے پاس تو منزلون سے ٹھاکر اور راجہ بابو اور جوہری اور امیر کبیر دوڑ دوڑ کے آتے ہین۔ مین بھلا کس مین ہون۔ جب کہیے تب سر کے بل آنکھون کے بل حاضر ہون۔

جو۔ اللہ نے میرے اور تمھارے کھانے اور پہننے بھر کے لیے بہت کچھ دیا ہی۔ دنیا مین کسی سے مجھے واسطہ ہی نہین۔ ؎

ہر کس کہ بدہر نیم نانے دارد | وز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے | گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

چمپا۔ جی ہان اسمین کیا شک ہی۔ آپ اور دس کو دے کے کھا سکتی ہین۔

جو۔ مین اُس شخص کو اچھا نہین سمجھتی۔ مگر یہ نہین معلوم تھا کہ اس قدر تنک ظرف ہی۔ دولت ملتے ہی اُبل پڑا۔ اب زمین پر قدم ہی نہین رکھتا۔ مصرعہ

گر بدولت برسد مست نہ گردی مردی

چمپا۔ یہ بڑے عالی ظرفون کا کام ہی ہر کوئی تھوڑا ہی ایسا ہو سکتا ہی۔

جو۔ مگر ایسے تنک ظرف بھی کم ہونگے خیر چاہے جو کچھ ہو ہم چند روز مین اس سے علحدہ رہین گے۔ اب اسکی صورت سے نفرت ہوگئی۔ جی نہین چاہتا کہ قریب جاکر بیٹھون یا بات کرون۔ توبہ۔ توبہ۔ مال پاتے ہی طوطے کی طرح آنکھین پھیر لین۔ گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہ تھی۔ کل قدمون پر گرتا تھا۔ غلامون کی طرح حکم بجا لاتا تھا۔ اب وہ بات ہی نہین گرگٹ کے طور پر رنگ بدلا۔ بھلے کو ہم نے دل نہ دیا تھا نہین تو بڑی بیڈھب ہوتی اور دل دیتی ہی کیون۔ یہ دل تو چوٹ کھایا ہوا ہی۔ ؎

دارم دلے اما چہ دل صد گونہ حرمان در بغل
چشمے و خون در آستین اشکے و طوفان در بغل

اتنے مین حضرت شہسوار آئے۔ ہوا کے گھوڑون پر سوار۔ جوگن سے پوچھا کیون بھلا اس جوہری کے پاس کسقدر روپیہ ہوگا ہم تو جانتے ہین ہمسے زیادہ نہوگا۔ بس اسوقت ہم بھی لاکھ کے پیٹے مین ہین اور لاکھ روپیہ جسکے پاس ہوتا ہی اُسکو لوگ تین چار لاکھ کا آنکتے ہین یہ تو بنی بنائی بات ہی۔ گھوڑا تو وہ موجود ہی ہی۔ دو گھوڑے اور لین گے۔ ایک ران سواری کا ہو۔ کاٹھی کسی اور دو کوس کا سپاٹا مارا۔ مگر ہم یہ مہاجنی کارخانہ دھر رکھین گے کہ چار جامہ اور زین پوش اور الم اور علم واہیات بس انگریزی کاٹھی۔ اور ایک جوڑی فٹن کے لیے۔ یکرنگ شام کو ہوا کھانے نکلے۔ جو دیکھے کہے رئیس جاتا ہی اور رئیس کے کیا دو سینگ ہوتے ہین سر پر۔ رئیس وہ جو زردار ہو۔ اور زر کی یہان کمی نہین ہی۔ دس ہزار کی ایک ادنیٰ سی رقم مہاجن کے ہان رکھی ہی۔ ایک کوٹھی بنوائین گے۔ ایک باغ بھی خریدین گے گانون بھی دس بارہ لینگے۔ کوئی تعلقہ دار اپنا تعلقہ بیچے تو کھڑے کھڑے خرید لون۔ جوگن نے اُنکی باتین سُنین تو کمال افسوس کیا۔ دل ہی دل مین سوچی کہ (اچھا بھلا آدمی کیا سے کیا ہو گیا) روپے نے اسکو دیوانہ کر دیا تعلقہ خریدین گے واہ ری عقل! بیس تیس ہزار تو میان کے پلے ہی۔ اس مین خریدنے چلے ہین تعلقہ۔ مصرعہ

برین عقل و دانش بباید گریست

عقل کا دشمن لالہ جواہر مل سے مقابلہ کرتا ہی جس کے ہان جواہرات کی سوداگری کے علاوہ مہاجنی کا بھی لاکھون ہی معیسہ آتا ہی۔

شہ۔ آج کھانا کیا پکا ہی۔

جو۔ بیسنی روغنی روٹی۔

شہ۔ یہ تو رئیسون کا کھانا نہین۔

جو۔ رئیس کون ہی۔

شہ۔ ہم تم دونون۔ اب بھی ریاست مین منت ہی۔ ہم رئیس ہمارا باپ رئیس ہمارا دادا رئیس اتنا روپیہ پاس ہو کر بھی رئیس نہ بنین تو لعنت خدا کی ہم پر۔ کیا تم ہم کو رئیس نہین سمجھتین واہ کہین ایسا غضب بھی نکرنا۔ اب ہم پرسون تک کوئی چالیس پچاس آدمی نوکر رکھ لین گے چلو بس رئیس ابن رئیس ہو گئے۔ آہا ہا۔ خوب یاد آیا ایک ہاتھی ضرور خریدین گے۔

جو۔ ہان بس اسی کی کسر تھی۔ ایک ہاتھی کی اشد ضرورت ہی دو تین اونٹ بھی ضرور ہون۔ اور دو چار گدھے۔ دیکھ دیکھ کر خوش ہونا کہ گدھے بھی ہمارے ہان ہین۔

شہ۔ اچھا۔ مگر گدھے تو رئیسون کے ہان دیکھے نہین۔

جو۔ نئی بات سہی۔

شہ۔ ہان اچھا خوب سوجھی۔ یہ خوب سوجھی۔

جو۔ پھر یہ سب کب خریدوگے۔

شہ۔ اوہ جی۔ جب چاہین۔ روپے کا سارا کھیل ہی اور اُسکی خدا کے فضل سے یہان کمی نہین جو چاہین خرید لین۔ مگر اب ہمکو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اُس جوہری بنیے کے پاس روپیہ زیادہ ہی یا ہمارے پاس اس کا حال نہین کھلتا۔ بڑی تشویش ہی مگر دل نہین گواہی دیتا کہ وہ ہم سے بڑھکر ہو۔ تیس چالیس ہزار روپیہ بہت ہوتا ہی کچھ ٹھکانا ہی انسان گئے تو برسون مین گنتی ختم ہو۔

جوگن نے کہا برسون مین بھی گنتی ختم نہو۔ دو تین آدمی تو اتنے عرصے مین مرجائین۔ دو تین ماندے ہو جائین۔ دو چار کی آنکھین پھوٹین تیس چالیس ہزار کا گننا کچھ ہنسی ٹھٹھا ہی۔ شہسوار بہت ہی خوش ہوے۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیون بھلا قارون کے پاس کس قدر روپیہ تھا اُسکا نام تو آجتک مشہور ہی۔ ع

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت	
نوشیروان نہ مُرد کہ نام نکو گذاشت	

خانہ فارسی مین ہزار کو کہتے ہونگے یہی چالیس ہزار قارون کے پاس بھی تھے۔ بس اور کیا۔ اس سے زیادہ کسی کے پاس کیونکر ہو سکتے ہین۔ سبحان اللہ اور تو اور ہزار کی فارسی اچھی خانہ خراب ٹھہرائی روپیہ ملتے ہی محاورات فرس کے موجد بن بیٹھے۔ اگر ایسے ہی ایسے خیالات جمنے لگے۔ تو پاگل خانہ ضرور دیکھین گے۔

جو۔ کھانا تو کھاؤ۔

شہ۔ اوہ جی کھالین گے۔

جو۔ پھر کب۔

شہ۔ خدمتگار کہان ہی۔

جو۔ خدا جانے۔

شہ۔ باورچی کدھر چلے گئے۔

جو۔ بُلا لو۔

شہ۔ ہم پکارین۔ خدام پکارین گے۔ کوئی ہی ارے کوئی ہی۔ یا سب مرگئے۔

جو۔ اللہ فضل کرے اپنا۔

شہ۔ ارے فضل۔ او فضل۔ ابے آتا نہین۔

جو۔ کہان ہو کہان اسوقت۔

شہ۔ ابا جان کے محل معلی مین۔

جو۔ اور ابا جان کہان ہین۔

شہ۔ انکا مقبرہ وہ سامنے نظر آتا ہی۔

جو۔ چلو کھانا کھالو۔

شہ۔ ہاتھی لاؤ دروازے پر اور پچاس خاص بردار اور پچیس سوار۔

جو۔ وہ سب حاضر ہونگے ذری دو نوالے تو کھالو۔

شہ ہمنے سنا ہی کہ دسترخوان پر جو بچتا ہی اُسکو نوکر جا کر بیچ لیتے ہین۔ بڑے شریر ہین۔ اب ایسا ہم نہ سُنین۔

جو۔ یا میرے اللہ۔ ایسا روپیہ بھی کسی کو نہ دے۔

شہ۔ ارے افضل۔ او فضل۔ تفضل۔ سب مرگئے۔ اک سرے سے۔

جوگن نے جو یہ بہکی بہکی تقریر سُنی تو بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا کانپنے لگی۔ شہسوار کی صورت دیکھے خوف معلوم ہوتا ہی۔ لیکن جنون کی کیفیت ایک ہی ساعت تک رہی کہ شہسوار بے اختیار رونے لگے جب خوب رو چکے تو جوگن سے کہا اُف اسوقت معلوم ہوتا ہی جیسے کئی من بوجھ کسی نے لاد دیا۔ کھانا کیا پکا ہی۔ جوگن نے کہا بیسنی روغنی روٹی۔ شہسوار خوش ہو کر بولے لاؤ لاؤ جلدی لاؤ بڑی بھوک لگی ہی جوگن کو ذرا ڈھارس ہوئی کہ اب ذرا آدمی کی سی تقریر کرنے لگے۔ فوراً کھانا لے آئی۔ شہسوار نے کھانا کھا کر کہا قلب پر بوجھ سا معلوم ہوتا ہی۔ جوگن نے کہا بے وقت کھانا کھایا ہی بوجھ تو معلوم ہی ہوا چاہے اب تھوڑی دیر چہل قدمی کرکے لیٹ رہو۔ شہسوار لیٹ رہے۔

اتنے مین ایک آدمی نے پکارا (کوئی ہو) جوگن نے پوچھا کون ہو۔ کہا۔ لالہ ہیرا مل نے بھیجا ہی۔

جو۔ کیون۔

آدمی۔ دس ہزار روپیہ بھیجا ہی۔

جو۔ لاؤ۔

آدمی۔ گن لیجیے۔ زمانہ نازک ہی۔

جو۔ ٹھہرو۔ دیکھون (گن کر) دس توڑے ہین جاؤ۔ پالے کہو تو رسید لکھوا دون۔

آدمی۔ ہم سے کہہ دیا ہی کہ تم جا کے دے آؤ اور رسید دین تو نہ لینا۔

جو۔ اچھا جاؤ۔

آدمی۔ پوچھا ہو کہ آج کسی وقت آؤن تو ملیے گا۔

جو۔ آج نہین کل سویرے آئین اسوقت کام ہی اور شام کو بھی ملاقات نہو گی کل صبح کو آئین۔ نو بجے تک۔

آدمی رخصت ہوا۔ جوگن سوچی کہ اگر شہسوار کو روپیہ دکھاتی ہون تو خوف ہی کہ مبادا اسکا جنون اور بھی ترقی کرے۔ روپیہ دیکھکر پھر بہکی بہکی باتین کرنے لگے۔ اور نہ دکھاؤن تو لالہ ہیرا مل سے بدظن ہو جائے گا۔ اور جو معلوم ہو گیا کہ وہ کوڑی کوڑی ادا کر چکے تو مجھے لالچی سمجھے گا بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔ کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہین پڑتی بڑی دیر تک سوچا کی کہ کیا کرون۔ دکھاؤن یا نہ دکھاؤن۔ آخرکار یہ رائے قرار پائی کہ اگر اب بھلے چنگے آدمیون کی سی باتین کین تو روپیہ حوالے کرونگی۔ ورنہ کچھ کہونگی نہین۔ جو اُٹھتے کے ساتھ ہی انفضل او رفضل اور تفضل کو پکارا اور ہاتھی دروازے پر لانیکا حکم دیا تو بس سمجھ جاؤنگی کہ اب دیوانہ ہونے مین شک نہین۔

شہسوار دو گھنٹے تک سویا کیے۔ دو گھنٹے کے بعد اُٹھے تو جوگن نے کہا مُنھ دھو ڈالو خوف تھا کہ کہین خدمتگارون کو نہ حکم دین کہ پانی لاؤ مگر شہسوار نے خود اُٹھکر مُنھ دھویا اور کہا اب ذرا اور آرام ہی۔

جو۔ کچھ یاد بھی ہی۔

شہ۔ ہان۔

جو۔ کیا یاد ہی۔

شہ۔ یاد ہی کہ کچھ بک رہا تھا مین۔ مگر نہین معلوم کہ کیا بکتا تھا۔

جو۔ خدا نہ کرے اب اِس قسم کی باتین کرو۔ ہی ہی۔ میرا تو کلیجہ دھڑ دھڑ کرتا تھا۔

شہ۔ اتفاق۔ اتفاق۔ خدا جانے اس وقت جنون کی حالت مین کیا کیا بک گیا۔

اُنکی کشتی جمعیت دو آبہ امید و بیم مین تھی۔ کبھی خیال آتا تھا کہ اب ہم جوگن کی نظرون سے گر جائین گے۔ کبھی سوچتے تھے کہ زرخطیر اُسکو راہ راست پر لائیگا مصرعہ

بیدل نیم ہنوز بہ بینم چہ می شود

دیکھیے انجام کیا ہوتا ہی۔ یا تو یہ دولت ہین شاہد آرزو سے ہمکنار کرے گی یا مصیبت سے دوچار کرے گی۔ بہرکیف۔ ع

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

گاہی خود را بہ اوج چون مہ دیدی۔ گشتی دل شاد
گہ چون یوسف فتادہ در چہ دیدی۔ کردی فریاد
میدار ندت چنانکہ میخواہندت۔ پس سعی مکن
کارے تو بجہد نیست صدرہ دیدی۔ می باش آزاد

دفعۃً جنون نے پھر جوش کیا اور شہسوار ازبس بے قرار
ہوگئے اور یون آپ ہی آپ بکنے لگے۔
زر زر۔ روپیہ روپیہ۔ عجب چیز ہی عجب چیز ہی۔ بے زر
کچھ بھی نہین ہے ع

زردار تو سب اُڑتے ہین بے زر کا خدا حافظ و ناصر

مگر۔ ع

مغرور مشو بہ مال چون بےخبران

مال پر مغرور ہونا فضول ہی آج ہمارا ہی کل دوسرے کا۔
پرسون تیسرے کا۔ اسکا کچھ ٹھکانا نہین۔ ادھر سے اُدھر
اُدھر سے ادھر۔ چوطرفہ پھرا کرتا ہی۔
یا خدا جوگن کی نظرون سے ہم نہ گر جائین۔ مراد دلی پائین
صندلی دوپٹے کی بہار پر دل لوٹ ہی۔ کلیجے پر چوٹ ہی۔ ہاے
کیا کرون کیونکر اس پری وش کو سمجھاؤن ۔ ہ

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

جوگن نے جو یہ تقریر سُنی تو نہایت ہی بےچین ہوئی۔ سمجھی کہ
اب سنبھلنا محال ہی۔ روپے نے انکو دیوانہ بنا دیا ہے۔ بکی بے پر کی
اُڑا رہے ہین۔ کبھی شعر کبھی کچھ۔ کیا جانے یہ کیا ہو گیا۔
بس ہوا کیا ہی کہ اسقدر روپیہ جو پایا تو تنگ ظرفی نے
مجنون کر دیا اب دو دن مین تنکے چُننے لگین گے۔ افسوس
صد افسوس۔ شہسوار نے آپ ہی آپ کہا کہو یار بچے
اب تو گھرے ہین۔ پو بارہ۔ واہ رے ہم۔ اور اللہ
رے ہم۔ اور اُف رے تو۔ ہم بھی اب رئیس زادے
اور رئیس ابن رئیس ہین۔ ہمارے ساتھ بھی ہزارون
خاص بردار دوڑتے ہون گے۔

شہ۔ کہو اب ہمارے ساتھ نکاح کرو گی۔
جو۔ پھر کہونگی۔
شہ۔ قسمت کی دھنی نہین ہو۔
جو۔ ہان ہی تو ایسا ہی۔
شہ۔ ہمسے نکاح ہو تو تمھاری قسمت کُھل جائے۔
جو۔ اِس مین کیا فرق ہی۔
شہ۔ اگر ہماری بیوی ہو تو بڑی خوش نصیب ہو۔
جو۔ یہ کیا بہکی بہکی باتین کرتے ہو۔ اے واہ۔ ہوش کی
دوا کرو مُردوے۔
شہ۔ نہین خدا جانتا ہی وہ کیفیت نہین ہی جو پہلے تھی۔
جو۔ ہان خیر شکر ہی۔ ذرا سنبھلو۔ آگ لگے اِس
روپیے کو۔
شہ۔ ہاے ہاے اس تیکھی چتون اور بانکی ادا سے
کہا ہی کہ قتل ہو گیا۔
جو۔ یہ باتین۔ اسوقت ایک آنکھ نہین بھاتین۔
شہ۔ ہم تو مگر ویسے ہی خادم ہین۔
شہسوار نے دولت کے نشہ مین ایک مرتبہ للکار کر کہا
جوگن نہ مانوگی ہم ایسی بات تو کہتے نہین جو شرع کے خلاف ہو
نکاح مین ہرج ہی کیا ہی۔ اور ہم لکھے دیتے ہین کہ مہر
پچاس لاکھ روپیہ جوگن نے ہنسکر جواب دیا ہم لکھے دیتے
ہین کہ ہم نے چین کی سلطنت آپ کے حوالے کر دی
جایئے حکومتین کیجیے۔
شہسوار نے خفا ہو کر پوچھا تو کیا پچاس لاکھ رُپئے کی
ہماری حیثیت نہین ہی۔
جو۔ آپ کی حیثیت پچاس کرور کی سہی۔ مگر میری مرضی

میری راے۔

شبہ۔ اچھا خیر۔ اب نہ کہین گے۔ مگر مصیبت مین گرفتار ضرور ہوگی یاد رکھنا۔

جوگن کا رنگ فق ہو گیا۔ سمجھ گئی کہ یہ تباہی کے باعث ہونگے اپنے آپے مین تو رہے ہی نہین ہین خدا جانے کیا کر گذرین۔ دنیا سے الگ تھلگ یہان بستر جمایا تھا مگر چین نہ آیا۔ یہان بھی شومی طالع نے ایک نیا گل کھلایا۔ ؎

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانون

جو۔ سُنا میان۔ بس اب بہت چل نہ نکلو۔ ہان ذری بڑھ بڑھ کے باتین نہ بنائیے۔ آفت پڑے ایسے روپیے پر کہ دولت کیا پائی کہ سودائی بنگئے ایسا بھی کم ظرف نہین دیکھا واہ اور سُنو تم چاہے جس کو بیا ہو طعنے کیسے دیتے ہو۔ کسی کو وہ متقرر کیا ہو۔ اب خیر اسی مین ہی کہ یہان سے بوریا بدھنا اٹھاؤ ہمین آپ کی دولت کی ذرا پروا نہین بہت اترانے لگے تم۔ اب مین آپ کے ٹھہرنے کی روادار نہین۔ بس ابھی ابھی بستر اٹھاؤ نہین مین سب پھینک پھانک دونگی سوا دوانہ (دیوانہ) چل دفان ہو یہان سے سُنتے ہو کہ نہین اب ہم تمھارے یہان بیٹھنے کے روادار نہین۔ ذرا تو روادار نہین بھی ایسا بھی کوئی مال پا کے اترا نہین جاتا۔ موا کوئی بھڑ بھونجا سا معلوم ہوتا ہی۔ بس اسی کائنات پر نال۔ اللہ کی شان ہی کبھی باراج روپیہ کاہے کو دیکھا تھا۔

تھوڑے عرصے کے بعد چمپا آئی۔ دیکھا کہ جوگن ناک بھون چڑھائے بیٹھی ہین۔ چہرہ مارے غصے کے سرخ آنکھین لال لال۔ چمپانے کہا بندگی۔ جوگن نے اشارے سے جواب دیا۔

”کیون آج حضور کی طبیعت کیسی ہی۔ بشرے سے ملال پایا جاتا ہی“

”ہان۔ ملال کی تو بات ہی ہی۔ خوشی کہان سے ظاہر ہو۔ افسوس“

”کیون آخر ہوا کیا۔ کیا اور بھی بڑھ گئے۔ معلوم ہوتا ہی بڑھ ہی گئے!“

”بڑھ گئے کیا معنی۔ اسے یون کہو دوانے ہو گئے۔ اب تو سودائی ہی وہ“

”ہان یہ کہیے تو بس اب گئے گذرے کیا کہا کیا بتاؤ تو“

”کہا کیا۔ سُنو۔ دن بھر تو بکے گئے واہی تباہی۔ کبھی کہا لاؤ میرا ہاتھی۔ لاؤ میرا گھوڑا اینیس نکالو۔ افضل تفضل فضل خدمتگارون کو بُلا لو۔ ارے مر گئے سب کے سب۔ ابھی آؤ۔ ہمسے پوچھا کہ یہ لوگ ہمارے دسترخوان کے بچے بچائے کھانے کو بیچ لیا کرتے ہین نہ۔ پھر پوچھا میرے پاس دولت زیادہ ہی یا لالہ ہیرا لال جوہری کے پاس۔ تم دونون مین کس کو امیر سمجھتی ہو۔ مین سُنتے سُنتے دوانی ہو گئی مگر چُپ چاپ سُنتی گئی۔ کرتی کیا۔ ناک مین دم آ گیا مینے کہا چلو کھانا تو کھا لو۔ پوچھا کیا پکا ہی۔ مین نے کہا روغنی بیسنی۔ بس بگڑ کھڑے ہوئے کیون یہ کیون پکا۔ ہمنے کسی رئیس کے ہان بیسنی روٹی نہین کھائی پلاؤ کیون نہ پکا۔ کلیجہ پک گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو کھانا کھایا اور کہا اب ذری آرام ہی بس سوکر اُٹھے تو پھر وہی کیفیت سیکڑون ہی شعر پڑھ ڈالے خوب بَڑ۔ ایک دفعہ مین نے منع نہین کیا۔ مین سوچی کہ خوب بکنے دو۔ ذرا گرمی تو کم ہو

"پھر تب سے کیسے ہین۔ اب تو اچھے ہین۔ یا اب بھی کچھ کسر ہی؟"

"کسر! اور سُنو۔ ساری رام کہانی سُن چکین۔ پوچھتی ہین کیا اب بھی کسر ہی۔ اب کسر بس یہ ہی کہ ہاتھ ابھی تک نہین اُٹھا۔"

"بس اِتنی سی کسر باقی ہی۔ اور کچھ نہین۔"

"نہین تو اگر یہی حال ہو نہ تو ہاتھ بھی اُٹھے گا ایک روز۔ روپیہ بھی عجیب چیز ہی۔"

"اے آگ لگے ایسی دولت کو جو بیٹھے بٹھلائے آدمی کو اونٹ بنا دے توبہ۔"

"جی ہان پھر یہ تو ہی ہی۔ اسمین شبہ کیا ہی۔ ابھی کل تک اچھے تھے۔"

"بس دولت نے بلٹا دیا۔"

شہسوار نے اتنے مین ہانک لگائی۔ ع

سینہ کلیم ہون لازم ہی میرا نام نہ لے
جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہی
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی سے مجھے
کہ جو شریک ہی میرا شریک غالب ہی

چمپا نے کہا۔ اللہ جانتا ہی آواز تک ڈراؤنی ہی۔ اُف۔ توبہ۔ توبہ۔

شہسوار نے جوگن کی ناک مین دم کر دیا بیچاری اس درجہ پریشان ہوئی کہ جی چاہا کہین بھاگ جائے۔ شہسوار کو کئی بار سمجھایا کہ تم اگر مجھے دق کروگے تو مین تمھاری صورت نہ دیکھونگی۔ مگر شہسوار کو دولت نے سڑی بنا دیا تھا وہ اپنی ناپسندیدہ حرکتون سے باز نہ آیا۔

شہ۔ تم ہو کیا بیچاری۔ تم ہو ہی کیا۔ ہمارے پاس ایسا وہ شی ہی جسکو فولاد پر رکھدین تو موم کیطرح پگھل جائے پھر ہمین کیا خوف ہی جب زردار نہ تھے تو تمھاری خوشامد کرتے تھے اب تم ہماری خوشامد کیون نہ کرو۔

رات کے وقت چمپا سے جوگن نے صلاح کی کہ اب مین کیا کرون چمپا نے کہا کیا بتاؤن بیوی۔ کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہین پڑتا۔ اب یہ تو دیوانون مین ہین۔ چار روز مین تنکے چُننے لگین گے۔ بہتر یہی ہی کہ کسی نہ کسی تدبیر سے یہ نکال دیے جائین۔ مگر چھٹکارا محال ہی۔ جوگن نے کہا ہم بتائین یہان ایک آدمی رہتا ہی۔ حسّو۔ وہ موم کے کھلونے خوب بناتا ہی اور موم کے آدمی ایسے بناتا ہی کہ آدمی بس سچ مچ ہی کا معلوم ہو۔ اور موم کے ہاتھی۔ موم کے گھوڑے۔ موم کے لنگور۔ اُس کے ہاتھ کے بنے ہوئے مین نے دیکھے تو عش عش کرنے لگی۔

چمپا۔ ہان مین نے بھی دیکھے تھے۔

جو۔ پھر اُسکو بُلا لاؤ۔

چمپا۔ یہ کیون وہ کیا کرین گے۔

جو۔ اُن سے ہم کچھ کہین گے۔

خیر حسّو نے آن کر بیان کیا کہ جو کھلونا کہیے فوراً بنا لاؤن مجال کیا کہ کوئی پسند نہ کرے۔ جوگن نے کان مین کچھ کہا اور حسّو دس دن کی مہلت لیکر رخصت ہوا۔

پیر فرتوت

دو بوڑھون کی ملاقات اور گفتگو کا حال ناظرین کو یاد ہوگا۔ دو دن تک برابر شبراتی کو لیکر بڑے میان سرا گئے مگر بوڑھے سے ملاقات نہوئی۔ ان دونون بوڑھون مین سرا والے بوڑھے کو ہم پیر فرتوت کہین گے اور دوسرے کو پیر مرد تا کہ دھوکا نہونے پائے

تیسرے روز شبراتی اور پیر مرد سویرے ہی سے سرا مین جا ڈٹے پیر فرتوت اور پیر مرد سے ملاقات ہوئی تو دونون از بس محظوظ و مسرور ہوئے۔ پیر فرتوت بڑے تپاک سے پیش آئے اُٹھ کھڑے ہوئے حقہ بھروایا گلوریان بنوائین اور باتین کرنے لگے۔

میان شبراتی نے دیکھا کہ یہ دونون تو باتون مین مصروف ہین اور ہم بالکل بے شغل بیٹھے ہین۔ یہ کچھ بات ہی ہمکو بھی کوئی شغل چاہیے۔ آتش بازی کی چھچھوندر لے کر ایک گتے کی دُم مین باندھی مگر بھٹیاری نے دیکھ لیا اور لگی غل مچانے اللہ مجھے اس موئے عیبی سے جب سرا مین آتا ہی کوئی نہ کوئی شرارت ضرور کرتا ہی اور لو آج گتے کی دُم مین چھچھوندر باندھ دی۔ لے واہ۔ چل دور ہو یہان سے بھٹیاری نے چھچھوندر کھول کر زمین پر پٹک دی۔ تو شبراتی بہت ہی جھلائے۔ این۔ واہ ہی واہ ہی۔ دو پیسے بھر لون گا ابھی ابھی ہو نہہ۔ کیا جٹ سے پھینک دی۔ گویا اِن کے باپ کا مال ہی اتنا سُنتا تھا کہ بھٹیاری آگ ہو گئی جھلا کر شبراتی کو لاکھون بے نقط سُنائین۔ دونون بوڑھون نے سمجھایا کہ بس اب جانے بھی دو تم ہی غم کھاؤ مگر وہ کسکی سُننے والی تھی بھلا۔ اتنے مین حوالی موالی سب اِردگرد جمع ہو گئے۔ کیا ہی بی بھٹیاری کیا ہی۔

بھٹ۔ لے ہی کیا میان۔ کیا بتاؤن کیا ہی۔ یہ موا لونڈا گتے کی دُم مین چھچھوندر باندھ گیا۔ یہ تو آگ لگا دیتا جو مین دیکھ نہ لیتی۔

ایک ہنسوڑ نے میان شبراتی کی کھوپڑی پر آہستہ سے چپت لگائی تو شبراتی مسکرا کر بولے۔ واہ بڑے بھائی۔ زنجک جاٹ گئی۔ اک ذری زور سے چپت لگاؤ۔ لوگون نے قہقہہ لگایا شبراتی بھی مُسکرائے۔ بھٹیاری نے کہا بڑا عیبی ہی اتنا سا لونڈا اگر جتنا اوپر ہی اُتنا ہی زمین کے نیچے ہی۔

پیر فرتوت۔ ہان جناب فرمائیے۔ میان آزاد کی نسبت آپ کیا جانتے ہین۔

پیر مرد۔ بس صرف اسقدر کہ ایک بیگم صاحب نے اُنکو اِس شرط پر روم بھیجا ہی کہ اگر وہ وہان سے نیکنام آئین تو شادی کرین۔

پیر فرتوت۔ یہ تو ہم بھی سُن چکے ہین۔ اور کوئی تازہ بات بتائیے۔

پیر مرد۔ تازہ بات یہ ہی کہ آپ کشتی پر سے اُترے اور زین پوش بچھا کر حقہ پیتے پیتے آپ نے میان آزاد کا ایک شعر پڑھا۔

پیر فرتوت۔ ہان ہان پڑھا تھا۔ ؎

سینے کو چمن بنائین گے ہم
گل کھائین گے گل کھلائین گے ہم

پیر مرد۔ ہان یہی شعر۔ اُن بیگم صاحب نے سُنا جنھون نے میان آزاد کو ٹرکی بھیجا تھا۔ بس تڑپنے لگین۔ مجھسے کہا کہ اُنسے جا کر پوچھو کہ آزاد کی نسبت کچھ اور بھی آپ جانتے ہین۔

پیر فرتوت۔ بس اسی قدر جانتا ہون کہ روم گئے ہین۔ اور کچھ نہین جانتا۔ خدا اُنکو مع الخیر واپس لائے۔ اگر یہان آنے کا اتفاق ہوا تو لڑکیان بھی ساتھ آئینگی۔ بیگم صاحب سے ملین گی۔

پیر مرد۔ ضرور ضرور۔ کیا قصد ہی کچھ۔

پیر فرتوت۔ ہان یہان نوکر ہو گیا ہون۔ ایک لڑکی کی شادی ہو گئی ہی۔ دوسری کا نکاح آزاد کے ساتھ ہوتا مگر وہ تو قول ہار چکے ہین۔ مجبوری ہی۔

پیر مرد۔ مین مکان تلاش کر رکھون آپکے واسطے عمدہ مکان ہو۔

پیر فرتوت۔ ہان کوئی سات آٹھ روپے ماہواری تک کا مکان ہو بس کافی ہی مگر شریفون کا محلہ ہو۔ چور چکار نہ بستے ہون

گلی مین ہو۔ بوسیدہ نہو۔ پُرفضا مقام ہو۔ اگر آپ وعدہ کیجیے کہ ایسا مکان ڈھونڈھ لونگا تو بسم اللہ پھر تلاش کیجیے۔ ورنہ مین خود بندوبست کر لونگا۔ اُنھون نے کہا آج ہی مکان کا بندوبست کیے دیتا ہون اسمین مشکل ہی کیا ہی۔ یہ کہکر رخصت ہوے۔ حسن آرا سے آکر کہا کہ اُنکو میان آزاد کا حال اچھی طرح معلوم نہین ہی مگر کہتے تھے کہ اُنکا منشا تھا کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح آزاد کے ساتھ پڑھوا ئین۔ حسن آرا کا رنگ فق ہوگیا سوچی کہ ایسا نہو اس سے بھی میان آزاد اقرار کر گئے ہون تو غضب ہی ہوجائے مگر آزاد کی خو بو سے خوب واقف تھی۔

بوڑھے نے کہا وہ یہان مکان لینا چاہتے ہین کہیے تو اسی محلے مین مکان ڈھونڈھ دون۔ حسن آرا نے کہا اسوقت ہم جواب نہ دین گے شام کو سوچکر کہین گے۔

سپہر آرا سے یون گفتگو کی۔

حُسن ۔ کچھ سُنا۔

سپہر ۔ نہین۔ ہم یہان تھے کہان۔

حُسن ۔ اُنکی بھی ایک لڑکی کے ساتھ آزاد کا نکاح ہونے والا ہی۔

سپہر ۔ (خاموش)

حُسن ۔ سمجھین۔

سپہر ۔ غلط بات ہی۔

حُسن ۔ وہ مکان یہان لینا چاہتے ہین۔

سپہر ۔ اچھا پھر لین۔

حُسن ۔ اسی محلے مین۔

سپہر ۔ جہان چاہین لین۔

حُسن ۔ دل لگی ہو جو کہین آزاد اُدھر سے بھی اقرار کر گئے ہون۔ چلو خیر۔ چار نکاح تک تو جائز بھی ہین لیکن اللہ جانتا ہی یقین نہین آتا۔ ہمین تو ذرا یقین نہین آتا۔ آزاد اگر ایسے ہرجائی ہوتے تو جان بخش نہ جاتے۔ بڑے جوانمردون کا کام ہی۔ ہر کوئی ایسا تھوڑا ہی کر سکتا ہی۔ لے آؤ یہ۔ کیا مجال اسی سے ہم آزاد کو اسقدر چاہتی ہون۔ جوانمرد۔ قول کا پکا۔ بات کا دھنی آن بان کا آدمی ہی ؎

> شاہد آن نیست کہ موے و میانے دارد
> بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

سپہر ۔ اب یہ خیال تو اپنے دل سے دور کرو مگر مکان قریب نہ لوا دو۔

جوگن کی وفات

حسن آرا و سپہر آرا کا حال تو یہان چھوڑا اب جوگن بیچاری کا تذکرہ سنیے۔ شب کے وقت کوئی بارہ بجے چمپا نے روتے روتے شہسوار کو جگایا۔ اُٹھیے جلدی اُٹھیے۔ ہاے غضب ہی ہوا! شہسوار گھبرا کر اُٹھے پوچھا کیا ہوا۔ چمپا بولی۔ کیا بتاؤن کیا ہوا ذری چل کے اُنکو دیکھیے تو شہسوار اور بھی مضطرب حال ہوا۔ پوچھا کن کو! کن کو!!

چمپا نے کہا اُنکا بُرا حال ہی آپ کی جوگن اب کوئی دم کی مہمان ہین۔

شہ ۔ (چونک کر) ہین! کیا بکتی ہو۔ ہین کہان بتاؤ تو۔

چمپا ۔ وہ کیا ہین پلنگ پر۔

شہ ۔ ہان پھر سو رہی ہین سونے دو نہ۔

چمپا نے کہا سونے کے بھروسے بھی نہ رہیے گا کہین

سوتا کوئی اور ہوگا۔ وہ تو بالکل سرد ہو گئی ہین۔ شہسوار سنتے ہی گر پڑا۔ تم ذرا اچھی طرح جا کے دیکھو تو۔ مجھے تو پاس جاتے ہوے ڈر معلوم ہوتا ہی۔ ہاے غضب خدا کرے مین خواب دیکھ رہا ہون۔

چمپا سچ سچ بتاؤ صاف بتاؤ یہ ہوا کیا۔ ہاے ہم تو کہین کے نہ رہے ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ ہاے جب زر نہ تھا تب کس لطف سے رہتی تھی اب روپیہ پاس آیا تو وہ خود ہی نہ رہی افسوس صد افسوس۔ جو کام ہوا اُلٹا۔ ؎

موت مانگون تو رہے آرزوے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤن تو دریا ملے پایاب مجھے

یہ اپنی قسمت کی خوبی ہی۔

قریب جا کر دیکھا تو جوگن بے حس و حرکت پڑی ہی۔ چادر دور سے ڈرتے ڈرتے اُٹھائی تو موت کی صورت مجسم نظر آئی کانپ اُٹھے۔ بدن تھرتھرانے لگا خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ہاے جوگن ہاے جوگن۔ غضب ڈھا گئی۔ ستم کیا کیا ہاے دغا دے گئی۔ ؎

اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را
نمی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را

شہسوار دیوار سے سر ٹکرانے لگے۔ چمپا نے لاکھ لاکھ سمجھایا مگر انھون نے ایک نہ سُنی۔ خوب ہی روئے اور چلا چلا کر کہنا شروع کیا۔ ؎

تا با تو دلا و آشنائی ما را۔ ای مونس جان
در دیدہ نوئی چو روشنائی ما را تحقیق بدان
روزان و شبانہ این دعا میخواہم من از دل و جان
یارب نہ دہی داغ جدائی ما را۔ در ہر دو جہان

مگر اب داغ جدائی دے ہی گئی۔ اُف خدانخواستہ مر ہی گئی ارے خدانخواستہ کیا سمجھ کر کہا۔ اُف خدا نا کردہ کہنا لازم تھا یا چُپ ہی کیون نہ رہا۔ بڑی خرابی کی بات ہی جی۔ بس اب پھر توبہ کی کہ دنیا کو ترک کر دینگے۔ اب یہان نہ رہین گے۔ دنیا ہی سے چلدینگے اور اگر رہین گے بھی تو فقیرانہ طور پر۔ توبہ ہزار توبہ۔ ؎

آباد خرابات ز می خوردن ماست — خون دو ہزار توبہ بر گردن ماست
گر من نکنم گناہ توبہ کہ کند — افزایش رحمت از گنہ کردن ماست

ابکی توبہ شکنی محال ہی۔ توبہ شکنی پر توبہ۔ اور توبہ نہ کرین گے تو کرینگے کیا۔ توبہ شکن تو ہی نہین۔

چمپا۔ جوگن بچاری کو کیا ہوا ہی۔ کچھ بتاؤ تو آخر یہ ہوا کیا۔

یہ کہکر شہسوار اور بھی زار زار رونے لگے مگر صبر۔ ؎

زخم دل مجروح جگر سوختگان را — سازندہ تر از صبر دوائی دگری نیست

چمپا نے بھی رونا شروع کیا اور کہا غضب ہو گیا۔

جوش جنون مین ایک مرتبہ چادر ہٹا کر منہ چوم لیا۔

چمپا نے کہا ہائین۔ ہائین۔ یہ نہ کیجیے۔ ہا کوئی ایسا کرتا ہی۔

شہسوار نے رو رو کر کہا کیا بتاؤن مین تو کسی کام ہی کا نہ رہا دنیا سے دل اُٹھ گیا۔

اُف اسوقت جوگن کی پیاری ادا نظرون کے سامنے پھر گئی۔ وہ مستانہ چال کہ دل پائمال ہو جائے۔ مگر کل من علیہا فان گویا پیدا ہی نہین ہوئی تھی۔ افسوس۔

شہسوار نے پھر جا کر چادر ہٹائی اور جوگن کو چوم لیا۔

چمپا نے کہا ہائین پھر وہی۔ شہسوار بولے۔ ؎

گر رود سر بر نگردد سر نوشت
این سخن باید بہ آب زر نوشت

چمپا نے کہا۔ اچھا تو یہان چُپ چاپ بیٹھے رہیے۔ مین جاکر اپنے بھائی کو بلالاؤن۔ وہ لپیٹ لپاٹ کر لیجائیگا۔ کسی کو کانون کان خبر بھی نہوگی۔ ورنہ بڑا پیچ جائیگا۔ اور تم بدنام ہوگے سرکار سے سزا جو پاؤگے وہ الگ شہسوار کو چمپا کی بات ازبس پسند آئی۔ کہا اچھا تم جاؤ۔ مین یہان بیٹھا ہون۔ مگر ایک آدمی سے بھلا کیا ہوگا۔ چار ہون تب تو جنازہ اُٹھے۔ چمپا نے کہا اسوقت آپ کے ہوش ٹھکانے نہین ہین جنازہ اُٹھنے کا کون موقع ہی بھلا چُپکے سے لپیٹ کر راتون رات دریا مین بہادے گا۔ جنازہ نکلنا کیا ہنسی ٹھٹھا ہی۔ شہسوار نے کہا کہتی تو سچ ہو۔ مگر اب جلد جاؤ ایسا نہو کہ تڑکا ہوجائے۔ چمپا گئی۔ شہسوار بیچارے عین مصیبت کی حالت مین لاش کے قریب بیٹھے رو رہے تھے۔

جو مجھے معلوم ہو پیاری جوگن کہ تم اسدرجہ بیزار ہو تو خدا کی قسم مین تم سے زیادہ بات چیت بھی نہ کرون۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ تم داغ حسرت دیجاؤگی اور یہ دن ہمین دیکھنا پڑے گا۔ ـــہ

صد حیف دلا کہ غمگساران رفتند	سیمین بدنان و گلعذاران رفتند
چون بوے گل آمدند بر باد سوار	برخاک چو قطرہ ہاے باران رفتند

ہر در و دیوار سے مہیب اور ڈراؤنی صورتین نظر آتی تھین۔ دل مین سوچنے لگے کہ ہم کس دھوم دھام سے آئے تھے۔ کس تپاک سے ملے تھے کیا کیا دل لگیان ہوتی تھین۔ ہمارا اصرار۔ اُنکا انکار۔ کبھی محبت کی باتین کبھی تکرار۔ عجب لطف ہوتا تھا۔ مگر اتفاق وقت۔ افسوس صد افسوس عین خوشی کی حالت مین کوہ الم ٹوٹ پڑا ہاے افسوس خدا کرے مجھے بھی اسی وقت موت آجائے۔ تو بس ساتھ ہی چل بسون۔ ـــہ

اے اجل گر ہمتے داری بیا امشب بکش
ورنہ بے منت فراق یار فردا می کشد

اِسکی جدائی مین زندگی شاق گذرے گی بے موت مرے۔ خدا خیر کرے۔ ـــہ

عمہاے مردہ در دل ما زندہ ساخت ہجر
گویا شبِ فراق تو روزِ قیامت ست

اب سینہ سوزان ہی اور ہم ہین۔ چشم شرر افشان ہی اور ہم ہین۔ ـــہ

رسید جان بلب از محنت فراق مرا
اجل کجاست کہ مشتاق او بجان شدہ ام

تھوڑی دیر مین ٹھان لی کہ خود بھی زہر کھالین۔ سوچے کہ زہر کھالیا تو یہ چالیس ہزار روپیہ کس کو دینگے۔ جان جانے کا رنج نہین مگر افسوس یہ ہی کہ اسقدر روپیہ کہان جائیگا۔ بہتر یہ ہی کہ وصیت لکھ جائین۔ قلم دوات کاغذ تلاش کر کے وصیت لکھنے لگے۔

حالت ثبات عقل مین اقرار کرتا ہون کہ میرے پاس پچاس ہزار روپیہ ہی جسکو چھوڑ کر مین مرتا ہون۔ یہ زر کثیر سپہر آرا بیگم کے لیے چھوڑے جاتا ہون۔ سپہر آرا بیگم وہ بیگم ہین جو شہر خاص سے دو کوس پر رہتی ہین۔ اور بڑی بیگم اُنکی مان یا دادی ہین۔ یہ زر خطیر خاص سپہر آرا بیگم کے لیے ہی۔ رخصت۔

رفتیم و صد ہزار تمنا گذاشتیم
دنیا براے مردم دنیا گذاشتیم

یہ روپیہ فوراً سپہر آرا بیگم کے پاس بھیجدیا جائے۔

چمپا اپنے بھائی کو لیکر آئی۔ شہسوار نے اُسکے قدمون پر ٹوپی رکھکر کہا۔ بھائی اسوقت ہماری آبرو تمھارے ہاتھ ہی۔ واسطے خدا کے کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ورنہ مین اپنی جان دیدون گا۔

بس زہر کھا کر سو رہوں گا۔ چمپا بولی۔ آپ چپکے بیٹھے رہیے ہم اپنے سمجھ لیں گے۔ اور اللہ کے لیے زہر وہر کا نام نہ لو۔ زہر کے نام سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ ایک کو تو زہر کھلوایا اب تو خدا سے ڈرو۔ چمپا کے بھائی نے لاش کو خوب لپیٹا۔ اور لپیٹ کر لیچلا۔ اٹھانے کے وقت شہسوار لاش کے قریب جا کر زار زار روئے۔ س

من از یاد تو ہرگز نیستم غافل مسرت گردم
ترا در عمر خود گاہے نہ از من یاد می آید

ہاے جوگن۔ واے جوگن۔ ہمکو دغا دے گئی۔ لوٹ لے گئی۔
ہاے چل بسیں خیر باد دائی کہکر سدھاریں۔
ہاے کل کہتی تھیں کہ مارے درد کے بستر سے اٹھا نہیں جاتا اور آج دنیا ہی سے اٹھ گئیں۔ ہاے ستم واے ستم۔ س

کل وہ کہتی تھیں کہ ہم بستر سے اٹھ سکتے نہیں
اٹھ گئیں دنیا سے آج ان میں یہ طاقت آگئی

چمپا نے سمجھایا کہ میاں اب سکتے کس سے ہو وہ بیچاری تو باغ دیکھے سدھاری ہاے کیا مجاز پایا تھا۔ دن رات اللہ کی یاد ہی کیا کرتی تھیں اٹھتی جوانی تھی۔ ہاے ابھی اٹھتی جوانی تھی ہاے ہاے ابھی اٹھتی جوانی تھی ہاے افسوس مگر ہاے لوگو یہ کیا ہو گیا۔
چمپا کے بھائی نے کہا چپ چاپ۔ غل نہ مچاؤ۔
شہ۔ گور تک تو چلنے دو۔
چمپا۔ اے ہے ایسا غضب نہ کرنا۔
شہ۔ مٹی تو دیدوں۔
چمپا۔ بس اب تم نہ آؤ ساتھ۔
دو گھنٹے میں چمپا آئی اور کہا لو صاحب دفنا آئے۔
اللہ کرے بہشت میں جائیں۔
شہ۔ آمین۔

چمپا۔ ہاے کیا ہوا۔
شہ۔ قسمت۔ بس اب پھوٹ گئی قسمت۔ بدی تو یوں ہی تھی ہاے نہ روپیہ ملتا نہ ہم ستاتے نہ وہ زہر کھاتی۔ س

از سنگدلی گر فلکِ عہد شکن را
مقصود شکستِ دلِ ما بود شکستیم

خدا شاہد ہے ہمنے دل لگانیکی سزا پائی س

رہتی ہے یاد ابروے دلبر تمام رات
اُس آفتاب کی جو تشنہ لوگی رہی
کٹتی ہے زندگی نہ خنجر تمام رات
دھنستا رہا ہے سینہ شمع صفت تمام رات

اے گردش فلک ترا خانہ خراب ہو
رہتے ہیں ہم عذاب میں دن بھر تمام رات

خاتون شہر زمن اور حسن آرا بیگم تب وقت صاف ستھرے سفید کپڑے پہن کر مہتابی پر ٹہل رہی تھیں۔ سپہر آرا چاندنی پر بیٹھی ہوئی بہار النسا سے باتیں کرتی تھیں۔ مغلانی ادب کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھی تھی حسن آرا نے موتیوں کا گہنا پہنا تھا جسکی بوے عنبر بار سے بہشت کی لپٹیں آتی تھیں۔ چاندنی نے کھیت کیا تھا۔ سامنے لق و دق میدان اور یہاں سے ہان کھیت لہلہاتے تھے۔ غنچے کھلے جاتے تھے۔ رات خوب بھیگی تھی۔ چو طرفہ سناٹا۔ اتنے میں تینوں بہنوں نے دیکھا کہ مغرب کی سمت آگ روشن ہوئی حسن آرا اور سپہر آرا متحیر ہوئیں کہ یہ آگ کیسی ہے۔
حسن آرا۔ اے بہن یہ روشنی کیسی ہے۔ اللہ نہ کرے کہیں آگ تو نہیں لگی۔ روشنی تیز ہوتی جاتی ہے۔ وہ دیکھو سامنے کی طرف آگ ہی لگی ہے۔
سپہر۔ خدا جانے کس بیچارے فلک ستائے کا گھر جل رہا ہے اس وقت کوئی اُسکے دل سے پوچھے کہ اُسکے قلب پر کیسی

گذرتی ہوگی - اس طرف کیا ہے بہار النسا بہن -

بہار - جانے بھی دو - کچھ نہ ہوگا بھی - ایک دفعہ تو کہہ چکے ہیں اب ہر گھڑی کون نام لے - یہ ہندوؤں کا مرگھٹ ہے جہاں اُنکے مُردے جلائے جاتے ہیں -

یہ فقرہ سُنتے ہی سپہر آرا کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو گیا - گو لاکھ دل کو سمجھایا مگر اس درجہ خائف ہوئی کہ کانپنے لگی - بہار النسا سمجھ گئی - پوچھا سپہر آرا تم چپ کیوں ہو رہیں دفعتہً - سپہر آرا نے دل کو مضبوط کر کے جواب دیا مگر زبان مارے خوف کے لڑکھڑا آتی تھی - مغلانی نے کہا چلیے بیگم صاحب نیچے کے کوٹھے پر بیٹھیے اسی مارے تو ہم آنے نہیں دیتے یہاں کسی کو - رات کا سمان - میدان کا واسطہ - مرگھٹ سامنے - چاروں طرف ہو کا عالم - یہ تو جنگل ہے جنگل - شہر اسکو کون کہتا ہے - خاصہ جنگل ہے -

چاروں طرف وحشت نظر آتی ہے چلیے نیچے کے کوٹھے پر چلکے بیٹھیں حسن آرا نے جو اپنی بہن کی یہ کیفیت دیکھی تو پاس جاکر بہت سمجھایا - ہائیں - ہائیں - سپہر آرا لے واہ پڑھی لکھی ہوکر نادان بنی جاتی ہو - چلو منھ دھو ڈالو آخر اس رونے سے مطلب - چلو کہنا مانو اپنا - اور ایسا بھی ڈر کیا ہے - واہ مُردے سے خوف ہی کیا - زندہ ہو تو مار بیٹھے - کنوین میں ڈھکیل دے چھُری بھونک دے - مار ڈالے - کاٹ کھائے - اور مُردہ کیا کر سکتا ہے - چاہے جلاؤ چاہے دفناؤ - چاہے تکے تکے اُڑاؤ اُس کا بس تھوڑا ہی چل سکتا ہے بہار النسا نے کہا - بہن ابھی لڑکی ہے ننھا سا کلیجہ - تم اپنی نہ کہو - تم ذرا سیانی ہو - نام خدا - مگر یہ تو ایسی باتوں سے سہم جایا ہی چاہیں - اُٹھو سپہر آرا چلیں نیچے کے کوٹھے پر -

سپہر آرا نے حسن آرا سے کہا - باجی جان اللہ جانتا ہے کچھ ڈر کے سبب سے نہیں - مگر کیا جانے ہمیں اسدم کیا یاد آیا - ہائے اندر والے کو کیونکر سمجھاؤں - قلب کی کچھ عجب کیفیت ہے - قابو ہی میں نہیں حسن آرا نے جو یہ تقریر سُنی تو بے اختیار رونے لگی - بہار النسا نے کہا لو یک نشد دو شد - اب کس کس کو سمجھاؤں یہ تو دونوں کی دونوں اسدم رو رہی ہیں بس یہاں سے چلو یہ بیٹھے بیٹھے ہوا کیا -

الغرض بہار النسا دونوں بہنوں کو نیچے کے کوٹھے پر لے گئی - مغلانی نے منھ دُھلایا پنکھا جھلا -

حسن آرا بیگم کو میاں آزاد یاد آئے - اور طرح طرح کے خیالات نے دل میں جگہ پائی - خوب پھوٹ پھوٹ روئی بہار النسا دنگ کہ یا الٰہی یہ کیا ہو رہا ہے - مگر درد دل سے واقف نہ تھی تھوڑی دیر کے بعد بہار النسا اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے چلی گئیں - حسن آرا نے تنہائی میں سپہر آرا سے یوں باتیں کیں -

حسن - تم خود بھی روئیں اور ہم کو بھی رُلایا - بہار النسا بہن جانتی سب ہیں - مگر بھول بھول جاتی ہیں - اب ہر گھڑی انہیں سمجھانے کو کون بیٹھے - ہائے کیا جانے آزاد پر کیا گذرتی ہوگی - ہم تو یہاں خس خانوں میں رہتے ہیں - اچھی سے اچھی غذا کھاتے ہیں مسہریوں اور نیچی پلنگڑیوں پر مزے سے سوتے ہیں - ہنستے ہیں بولتے ہیں - وہ بیچارہ مورچوں پر جاتا ہوگا - رن کی زمین میں غنیم سے مقابلہ کرتا ہوگا - یہ سب کانٹے میرے ہی بوئے ہوئے ہیں شکوہ کردن تو کس سے اور شکایت کروں تو کس سے - از ماست کہ بر ماست - اب تو جو ہوا سو ہوا -

سپہر - باجی جان ہائے کیا ستم ہوا - نہ خط کتابت نہ پیام نہ کلام وہ اُدھر تڑپ رہے ہونگے ہم اِدھر تڑپتے ہیں - واللہ جانے کیا ہوتا ہے - اسوقت دریا کے کنارے دھواں اٹھتے ہوئے

جو دیکھا تو سُنّ سے جان نکل گئی - آزاد یاد آئے - ہاے ایسے ہی میدانون مین وہ بھی گولی بارود کا مقابلہ کر رہے ہونگے -

حسن آرا اور بھی زار زار روئی - یہانتک کہ ہچکیان بندھ گئین - سپہر آرا نے جی کڑا کر کے سمجھایا کہ بہن اب سونے کا خیال کرو رات بہت آئی - مگر حسن آرا نے بجز خاموشی کے کچھ جواب نہ دیا اور برابر روتی ہی گئی - مغلانی نے چُپکے چُپکے سمجھانا شروع کیا - بیوی دنیا مین رہ کر انسان کو سب سہنا ہی - رنج بھی غم بھی - سب ہی کچھ - اب ان باتون کا کہان تک خیال رکھیے گا - بس سو رہیے - اللہ فضل کرے گا - آپ دن بدن گھُلی ہی جاتی ہین - گھُل کے نصیب اعدا کانٹا ہو گئین اب اور کسی طرف دھیان کیجیے ذری - حسن آرا بولی آجکی رات کاٹے نہ کٹے گی - کیا جانے کیا بُرے بُرے خواب دیکھے خدا کرے کہین جلد تڑکا ہو جائے تو ذرا تسکین ہو رات کیا پہاڑ ہو گئی -

سپہر - جیسے کوئی کالی کالی صورت نظر آئی دیتی ہی - مین آج کی رات سہم گئی -

حُسن آرا بیگم بڑی دیر تک کروٹین بدلا کین - کسی پہلو چین نہ آیا تین بجے سوئین تو خواب مین میان آزاد کو دیکھا - خواب کا حال سُنیے - دیکھا کہ جنگ کے میدان مین ٹھیک آدھی رات کے وقت کوئی نوجوان ایک مقام پر مجروح پڑا ہوا ہی بدن سے خون کے تراٹے جاری ہین - اور کیفیت دگرگون ہی - حسن آرا نے اُسکے سرہانے بیٹھکر پوچھا تم کون ہو - اور اسوقت کیا حالت ہی - اُس نوجوان نے آنکھ کھول کر کہا - مصرعہ

	توُ مسیحا دم مسند یاد آیا	

حُسن آرا ٹہلے تو کسی قدر جھجکی مگر ایک درخت سے سپہر آرا کی آواز آئی کہ باجی جان ذری پہچانو یہ کون ہین - حُسن آرا نے اُس نوجوان مجروح سے پوچھا آپ کون صاحب ہین اُس نوجوان نے سیتمن سے کہا - آزاد خانہ برباد - اسقدر سُنتے ہی حُسن آرا نے گلے سے لگایا - دونون عاشق و معشوق گلے ملکر خوب روئے - حُسن آرا نے کہا سرگذشت تو بتاؤ آزاد نے کہا مین خاندان ختنان سے ہون - حبش کے شہزادے کا اتالیق - افتان و خیزان بعد خرابی بصرہ یہانتک آیا - آتے ہی تیر کھایا - کلیجے کے پار ہو گیا - خون کے تراٹے جاری ہین - ذرا سا پانی ملے تو یون جان مین جان آئے - حُسن آرا ایک کنوین کو دوڑی اور وہان سے پانی لیکر آئی - آزاد کو پلایا - تھوڑی دیر مین ہوش آیا تو یون بیان کیا - ؎

	الٰہی ایک دل کس کس کو دون مین ہزارون بت ہین یان ہندوستان ہی	

پیاری حسن آرا ایک تو دل ہزار گاہک جسکو دیکھو ہمارے دل کی خریداری کا سودا ایک انار صد بیمار - مگر ایک ایک دانہ رشک یاقوت رمانی ہی ع

	دیو گذ صد فتح شد مبارکباد	

میدان کارزار مین جو جو مصائب سہے اُنکا حال حُسن آرا کو لکھونگا مگر ابھی نہین - کل پرسون تک - اب شوق ہی تو یہ ہی کہ اُسکے سامنے جان دون اور دم توڑون -

آزاد - ایسی پریچہرہ نوجوان دیکھی نہ سُنی -

حُسن - اے واہ -

آزاد - کیا جھوٹ کہتا ہون - سب صحیح تھوڑا ہی ہی -

حُسن - وہ شعر تو پڑھیے - ؎

سینے کو چمن بنائین گے ہم	گل کھائینگے گل کھلائینگے ہم

آزاد - اجی ہم کو کس نے جتایا - اب یہ بتائیے کہ آپ ہم سے ملین گی کب تک -

حُسن - جب تک تب تک -

آزاد - ہائے جان جاتی ہی - جان جاتی ہی - جانِ جان تم سخت سنگدل ہو - ؎

گر یار را بحسن زناز آفریدہ اند	مارا نیاز مند نیاز آفریدہ اند

ایک تو تمہارا حُسن گلوسوز دوسرے ناز اُسپر طرہ - ؎

آوازۂ حسنت شدہ از ناز دو بالا
چون نغمہ کہ لطفش شود از ساز دو بالا

حُسن - ہم تو سیہ بخت ہین -

میان آزاد نے کہا حُسن آرا اب جاؤ - میدان جنگ ہی - یہان تمہارا کیا کام - ایسا ہو تو بین دغنے لگین - تو پھر ستم ہی ہو جائے - اتنے مین ایک توپ دغنے کی آواز آئی - دفعتاً اور حُسن آرا کی آنکھ کھل گئی - تو مرغ سحر کی آواز کان مین آئی - اخاہ تڑکا ہی ہو گیا - ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی - حُسن آرا کی طبیعت نہایت بشاش تھی - مگر تھوڑی دیر مین خواب جو یاد آیا تو تڑپنے لگی - ہائے آزاد کو دیکھا بھی تو کس کیفیت مین بیچارہ بیچ بیچ طرح طرح کی مصیبتین سہتا ہو گا - ہائے یہ مجھے سوجھی کیا کہ مفت مین اُسکی جان کی خواہان ہوئی - مگر خیر - اجر تو ہو گا - محنت ضرور ٹھکانے لگے گی اگر ہمنے انعام نہ دیا تو خدا دیگا - اتنے مین سپہر آرا بھی جاگین -

سپہر - باجی جان بندگی رات کو خوب نیند آئی - اسوقت بھی ٹھنڈی ہوا چلتی ہی -

حُسن - آزاد کو آج خواب مین دیکھا - جنگ کے میدان مین ڈٹے سسک رہے تھے - آزاد نے ہمین اور ہمنے آزاد کو مفت صید الم کیا مجھے سوجھی کیا کہ جانے دیا - بہین تم اُسوقت سمجھاتی رہین مگر ہماری سمجھ مین کچھ نہ آیا - اتفاق - افتاد پھر اب تو گذشت انچہ گذشت -

سپہر آرا نے کہا بس اب اسکا غم ہی کیا جنگ کچھ خالہ جی کا گھر تو ہی نہین - جان بکف انسان جاتا ہی بچکر آئے تو اُنکی قسمت ورنہ یہ تو سمجھ ہی لیتا ہی کہ مین جاتا ہون اپنی مرضی سے مگر واپس آنا اپنے امکان مین نہین اگر زندہ بچا تو فہو المراد ورنہ یا قسمت یا نصیب - اب جو کیا اُسکو ہم بھگتین گے اور وہ بھگتین گے لیکن خوشی یہ ہی کہ آزاد قول کے بڑے سچے نکلے - اور خدا خدا کر کے وہان تک پہونچ گئے -

بہار - اماجان ہم دونون سے بہت خفا ہین - رات اتنا روئین اتنا روئین کہ توبہ ہی بھلی - بڑی دیر تک ٹھنڈی سانسین بھرتی رہین مین نے بہت سمجھایا - کہ اماجان روئیے نہین حُسن آرا آپ کا کہا ضرور مانین گی - ایسی بات ہی بھلا کہ آپکے حکم سے انکار کرین - بولین کہ بیٹا آج کل لڑکیان کسی کا کہنا سُننا نہین مانتین - جو دُھن سمائی بس وہ سمائی بڑے بوڑھے کو مانتا کون ہی سدا سیانی ہوئین خود مختار بنگئین - اچھا پھر یون ہی سہی -

حُسن - افسوس صد افسوس -

سپہر - کیا جانے کیا کہتی ہین -

حُسن - کہنے دو -

بہار - آئین - واہ ہی - ہم کیا کہتے ہین - اماجان نے جو کہا ہمنے تم سے کہدیا -

حُسن - ہان ہان بھی -

بہار - وہ تو صاف صاف کہتی ہین کہ عسکری بڑا ہو نہار لڑکا ہی -

سپہر - اچھا پھر -

بہار۔ بکھیڑ۔ چیخر۔ نخی ہو۔ تجھتی تھوڑا ہی ہو۔

حُسن۔ اے چپ رہو سپہر آرا۔

سپہر۔ نہین معلوم تو ہوا اماجان کہتی کیا ہین۔

بہار۔ کون وہ تو صاف صاف کہتی ہین کہ عسکری لڑکا سعادت مند ہے۔

سپہر۔ تو ایجاب و قبول بھی شرع کے رو سے کوئی چیز ہے یا کچھ بھی نہین۔

بہار۔ اللہ ری ڈھٹائی اُف۔

حُسن۔ یہ سپہر آرا اسوقت خواہی نخواہی بات بڑھاتی ہین۔

سپہر۔ ہمین یہ باتین بھلی نہین معلوم ہوتین۔

بہار۔ بھلی ہون معلوم تو کیا اور نہون معلوم تو کیا۔ تم ہو ہی کیا کل کی لڑکی ہو۔ مگر باتین بڑھ بڑھ کر بناتی ہو۔

حُسن۔ اے بہن جانے بھی دو۔ اور کوئی ذکر چھیڑو۔

بہار۔ ذکر وکر نہین۔ ہونا وہی ہے جو اماجان کہتی ہین عسکری گھر بھر کو پسند ہے تم ہو کیا بیچاری اور تمھاری راے کیا۔

سپہر۔ تو اس بک بک سے کیا فائدہ بہن بیس دفعہ کہہ چکی۔ کہ اس بات کو طول نہ دو۔ مانتی ہی نہین۔

بہارالنسا بولی اللہ جانتا ہے چاہے امین خون ہو جائے مگر اماجان کی بات نہ ٹلے گی۔ اور موا آزاد خدائی خوار ہے کون ایڑی چوٹی پر سے اپنی قربان کر دون۔ واہ خدا جانے کہان سے بہتا بہتا آیا۔ نام معلوم نہ نشان۔ چلی ہین باتین بنانے۔

حُسن آرانے جو یہ تقریر سنی تو آگ بھبوکا ہو گئی۔ اگر بہارالنسا بڑی بہن نہوتین۔ تو عمر بھر انکی صورت نہ دیکھتی۔ میان آزاد کو جنکی ایک ایک ادا حُسن آرا کے دل مین کھپ گئی تھی۔ کوئی اُنکے سامنے بُرا بھلا کہے اور ان سے صبر ہو سکے کیا مجال آنکھون مین خون اُتر آیا۔ اللہ اللہ اب تو یہ کوسنے ہی لگین۔ موا آزاد۔ اور خدائی خوار۔ ایڑی چوٹی پر قربان کر دون۔ اُف۔ یہ عداوت۔ حُسن آرا نے دل مین ٹھان لی کہ چاہے جو ہو عسکری کو مُنھ نہ لگائین گے۔ اور نکاح ہونا تو محال ہے۔ نکاح کیسا۔ نکاح بس آزاد ہی کے ساتھ ہوگا۔ یا ناکتخدا رہون گی۔

سپہر آرا نے جو یہ کلمات بہارالنسا کی زبان سے سُنے تو تڑسے جواب دیا باجی بڑی ہو بس اور کیا کہون۔ کوئی اور کہتا تو مُنھ نوچ لیتی اور جائیے اماجان سے بھی کہہ دیجیے کہ اگر اب عسکری پسکری کا نام زبان پر لائین نہ اور ہم سے کوئی اس قسم کی بات کہی تو ہم زہر ہی کھائین گے۔ جائیے کہہ دیجیے چوری کیا ہے۔ لائین وہان سے عسکری۔

حُسن آرا اور سپہر آرا تھوڑی دیر تک چُپ چاپ بیٹھی رہین۔ اسکے بعد حُسن آرا نے کہا بہن یہ بہارالنسا بہن کو کیا ہوا کہ ہمسے پھر گئین سپہر آرا بولین ہوا کیا قسمت کی خوبی اور کیا ہوا۔ یہ عسکری کہان سے آن کے کود پڑے۔ گھر بھر پر اس نے جادو کر دیا۔ اماجان تک ہم سے خلاف ہو گئین بس حد ہو گئی۔

حسن آرا نے کہا اب کیا تدبیر کرین کچھ کہتے دھرتے بن ہی نہین پڑتی۔

خواص۔ (زینے کے پاس سے) چلیے دونون صاحب بڑی بیگم صاحب بُلاتی ہین۔ (قریب جاکر) بہارالنسا بیگم کہتی تھین کہ آپ ان دونون کا بیاہ کر دیجیے۔ اور محمد عسکری کو حُسن آرا بیگم کے واسطے تجویز تی ہین۔ اور کیا معلوم کیا کیا کہتی ہین۔ بہت گرمائی ہوئی ہین۔ مین تو اچھی طرح سُن ہی نہ سکی۔

بڑی بیگم نے حُسن آرا کو بلوایا تو ناچار جانا پڑا۔

حسن - بندگی اماجان -

بڑی بیگم نے منھ پھیر لیا - حسن آرا کو سخت شاق گذرا آبدیدہ ہوگئی - یہ پہلا ہی مرتبہ تھا کہ بڑی بیگم نے اسدرجہ بے اعتنائی کی ہو - حسن آرا چپ چاپ بیٹھی رہی - مثل پیکر تصویر خاموش - اِتنے مین بہار افزا بولین -

بہار - اماجان تم سے سخت ناراض ہین حسن آرا -

ب - میرا نام نہ لو -

بہار - جی نہین - خفا ہون آپ - جو حکم دیجیے گا - بجا لائین گی -

ب - سُنا ہوا ہے سب -

بہار - حسن آرا اماجان کے قریب آؤ -

حسن آرا ششدر کہ اب کیا کرون - بہار النسا کے مشورے کے موافق بڑی بیگم کے پاس جا بیٹھین - بڑی بیگم نے انکی طرف بھی ندیکھا - حسن آرا کو اور بھی شاق گذرا -

بڑی بیگم صاحب نے کہنا شروع کیا کہ عسکری سا لڑکا کوئی مشال (مشعل) لیکر بھی ڈھونڈھے تو نہ پائے - ایک تو پڑھا لکھا دوسرے حکیم تیسرے خاندان اچھا - پھر ہونہار آج کل کے زمانے کے لڑکون کی طرح آوارہ نہین ہے - ہر طرح اچھا - مگر انکی ضد - اور مجھے ضد سے نفرت - جب یہ میرے کہے مین نہین ہین تو پھر مجھسے واسطہ کیا - بہار النسا نے بڑی بیگم کی رائے سے اتفاق کر لیا - اور کہا حسن آرا خوب سوچ کر اِسکا جواب دو -

ب - مین جواب ووا ب کچھ نہین مانگتی -

بہار - آپ دیکھ لیجیے گا حسن آرا آپ کا کہنا مانینگی -

ب - بس دیکھ لیا -

بہار - حسن آرا - اے حسن آرا -

حسن - کیا بولون کیا - (اپنے دل مین) - ؏

بہ فہم ہیچ مضمون جز بہ لب بستن نمی آید
خموشی معنئی دارد کہ در گفتن نمی آید

بہار - اماجان کیا کہتی ہین -

ب - ازبرائے خدا اُس کمبخت کا نام نہ لو -

بہار - اماجان ایسی باتین نہ کیجیے -

ب - دل جلتا ہے - بہار النسا دل جلتا ہے - اپنے دل مین کیا کیا سوچتے تھے - مگر اب تو اُٹھ ہی جائین یہان سے تو جی جائین - دیکھیے کب وہ دن آتا ہے -

بڑی بیگم نے ایک ماما کو حکم دیا کہ کسی آدمی کو بھیجکر عسکری میان کو بلواؤ - اور خود شہ نشین مین جا بیٹھین - حسن آرا اٹھکر کوٹھے پر گئی اور جاتے ہی مسہری پر لیٹی - اور لیٹتے ہی ٹھنڈی سانسین بھرنے لگی -

تھوڑی دیر مین خواص نے آکر کہا چلیے بلاتی ہین -

حسن - کون بلاتی ہین -

خواص - بہار النسا بیگم - آپ کی بہن -

حسن - ہمین نیند آتی ہے -

سپہر - ہم بھی نہ جائین گے -

حسن - وائے قسمت - ؏

شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا

اب مرض لاعلاج ہے - بس جان جانے کی - ؏

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائین گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئین گے کیا

بہارالنسا بہن خلاف۔ اماجان خفا۔ محمد عسکری دشمن۔

بہار۔ ذری پردے ہی مین رہنا۔

حسن۔ کیون۔

بہار۔ اچھا نہ سہی چلی آؤ۔

سپہر۔ یہ پردہ کیسا۔

بہار۔ اے عسکری آتے ہین۔

بہار کمرے مین تشریف لائین حسن آرا کی طرف مخاطب ہو کر بولین۔ ہمسے عسکری نے اسوقت کہا کہ چلو کوٹھے پر چل کر بیٹھین ہمنے کہا چلو اچھا۔ تم دونون اس پردے کی آڑ مین ہو جاؤ تو وہ بھی بیٹھین۔ کھانا نکلوایا جائے اماجان کو سچ مچ بدہضمی ہے۔

حسن آرا نے جو محمد عسکری کا نام سُنا تو کانپ اُٹھی۔ سپہر آرا نے حسن آرا اور حسن آرا نے سپہر آرا کی طرف دیکھا۔ بہارالنسا نے ماما سے کہا ذری وہ کرسی تو باہر برآمدے مین بچھا دو۔ بیٹھو محمد عسکری۔

عسکر۔ جی ہان بیٹھا ہون۔ آپ تکلیف نہ کیجیے۔ خوب ہوادار مکان ہے۔

بہار۔ ہان خوب ہوا چلتی ہے۔

عسکر۔ اس کمرے مین تم رہتی ہو نہ بہن۔

بہار۔ نہین (مسکرا کر) ہم نہین رہتے ہین۔

عسکر۔ پھر کون رہتا ہے۔

بہار۔ ہماری بہنین رہتی ہین۔

عسکر۔ ہان حسن آرا بیگم۔

بہار۔ ہان اور سپہر آرا بیگم۔

عسکر۔ اب حسن آرا کی طبیعت کیسی ہے۔

بہار۔ پوچھ لو۔

عسکر۔ نہین بتاؤ تو آخر۔

بہار۔ اب تو فضل الٰہی ہے۔ اچھی ہین۔ وہان البتہ سخت علیل ہو گئی تھین۔ تو ہمنے یہان بلا لیا۔ یہان جب سے آئی ہین تب سے صحت ہے۔

عسکر۔ شکر ہے۔

بہار۔ تم بھی تو حکیم ہو۔ بھلا پردے کے پاس سے نبض تو دیکھو اللہ کرے صحیح ہون۔ اور اب چہرے سے بھی صحت پائی جاتی ہے۔

گو حسن آرا بیگم اپنے دل مین چاہے کچھ ہی سمجھتی ہون۔ مگر بہارالنسا بیگم کا منشا اصل مین یہی تھا کہ دیکھین نبض صاف ہے یا نہین۔

حسن آرا اسوقت مسکرائین سپہر آرا نے کہا خیر۔ ہو نہہ واہ واہ بہارالنسا۔ کیا؟

سپہر۔ کچھ نہین۔

بہار۔ (مسکرا کر) تم تو ہوا سے لڑتی ہو۔

سپہر۔ (تنک کر) لڑتی ہی ہین۔

بہار۔ این۔ اے واہ۔

عسکر۔ اسوقت کھانا کھا چکی ہونگی۔ شام کو نبض دیکھونگا انشاء اللہ۔

بہار۔ اے ابھی کھانا کہان کھایا۔

حسن۔ نہین مٹھائی کھا چکی ہون۔

بہار۔ سچ۔ جو۔

حسن۔ کیا خوب۔ چہ خوش۔ سچ نہین تو کیا جھوٹ بھی ہے۔

سپہر۔ ہاں ہاں کھا چکی ہیں۔ اسوقت بعض۔
بہار۔ کیسی دونوں بہنیں اسوقت ایک ہوگئیں۔
بہار النسا اور حسن آرا اور سپہر آرا نے تھوڑی دیر میں کھانا کھایا۔ محمد عسکری رخصت ہوئے۔ بہار النسا نے کہا حسن آرا اب بولو کیا کہتی ہو۔ حسن آرا نے کہا۔ کیا کیا کون بات ہی۔ سپہر آرا تنک کر بولی۔ اب کوئی اور بات بھی ہی یا دن رات یہی تذکرہ ہی۔ کہدیا ایک دفعہ بلکہ سو دفعہ کہ جس بات میں یہ چڑھتی ہیں وہ کیوں کرو۔ بہار النسا نے کہا آخرش اس میں کیا بات ہی۔ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا اور حسن آرا یاد رکھو۔ بہن ہونا ویسا ہی ہی جیسا ہم چاہتے ہیں۔ پھر یہ روٹھنا اور رونا اور آنکھیں کھونا فضول ہے یا نہیں۔
حسن۔ خیر بہن پھر جو ہونا ہی وہ ہو رہے گا۔ اب اُسکا ذکر ہی کیا ہی۔
سپہر۔ ناحق ناحق بیکار بیٹھے بٹھائے مفت میں رنج بڑھاتی ہو۔ بہار النسا بہن۔
حسن آرا کو بہار النسا بیگم کی گفتگو ازبس ناگوار گذری مگر سکوت اختیار کیا۔ بہار النسا نے پھر کہا چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہوجائے عسکری کی نسبت جو ہمارا خیال ہی وہ نہ ٹلیگا۔ اور وہی ہونا ہی نہیں تو اماجان ابھی ابھی آج ہی قسم کھا چکی ہیں کہ صورت نہ دیکھیں گی تم دونوں کی بس اب تمھیں اختیار ہی چاہے مانو چاہے نہ مانو وہ صورت دیکھنے کی روادار نہونگی اور کیونکر ہوں جب اولاد کہنا ہی نہ مانے اپنی ہی سی کہی جائے اور اپنی ہی ہٹ کرے تو ماں باپ کا کلیجا پھٹے یا نہیں تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ محمد عسکری کا نکاح ضرور ہوگا اور اللہ نے چاہا تو حسن آرا ہی کے ساتھ ہو۔

دو دن اسی کیفیت میں گذرے۔ بڑی بیگم حسن آرا اور سپہر آرا دونوں سے نہ بولیں جب کبھی حسن آرا سامنے جائیں بڑی بیگم منھ پھیر لیں۔ دونوں بہنیں سخت مصیبت میں مبتلا تھیں۔ دن رات گریہ وزاری۔ سوچیں کہ یہاں تو سب کے سب ہمارے خلاف ہیں۔ آؤ روح افزا بیگم کو بلوائیں شاید وہ ہمارا ساتھ دیں مغلانی کو حکم دیا کہ تم خود ڈولی پر سوار ہو کر کسی بہانہ سے روح افزا بہن کے پاس جاؤ اور کہو اللہ کے لیے آپ دو دن کے لیے یہاں آجائیے۔ ہماری جان پر بن آئی ہی اور تم صاف صاف کہنا کہ ایک نہ ایک دن دونوں بہنیں زہر کھالیں گی جس طرح بن پڑے اُنکو لے ہی آؤ۔ بی مغلانی خدا کے لیے جلد جاؤ اور ایسی تدبیر کرو کہ وہ فوراً ہی چل کھڑی ہوں کہدینا کہ ہماری بیماری کے بہانے سے آئیں۔
مغلانی نے کہا میں ابھی ابھی جاتی ہوں۔ جہاں تک بن پڑیگا بہت کہونگی اور کہنا کیا۔ حضور وہ جسوقت یہ باتیں سُنیں گی فوراً خود ہی دل نہ مانے گا کہ نہ آئیں خدانخواستہ ایسی حالت ہو اور وہ نہ آئیں۔ میری تو عقل ہی نہیں کام کرتی کہ یہ کیا ہو رہا ہی۔ بہار النسا الگ ناک بھوں چڑھائے رہتی ہیں بڑی بیگم صاحب بات ہی نہیں کرتیں۔ آخر یہ کیا آپ کے دیکھتی ہوں کہ جیسے خدا نہ کرے کوئی مہینوں کا بیمار ہوتا ہی سپہر آرا بیگم دن رات رویا کرتی ہیں۔ کہاں تو ہنسی خوشی رہتے سہتے تھے کہاں اب رونے دھونے کے سوا اور کچھ نہیں۔
سپہر آرا بولی بی مغلانی یہ ہماری قسمت کی خوبی ہی۔ اسکو ہم کیا کریں بیٹھے بٹھائے اور کچھ نہیں یہی گل کھلا اب تو روح افزا بہن کے آنے پر سارا دارومدار ہی وہ آئیں تو

شاید بات بنے نہین تو اب خیر صلاح نظر نہین آتی۔
یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ پیر مرد نے آکر کہا۔ کچھ خوشخبری سُنائین ہم کیا مٹھائی کھلواؤ گی۔ حسن آرا بولی اس وقت طبیعت شکستہ ہے۔ دل کا کنول مُجھا جاتا ہے مٹھائی وِٹھائی کا ذکر نہ کرو دل ہی قابو مین نہین۔

ع

بڑی تکلیف تیرے ہجر مین او بیوفا پائی
خدا شاہد ہے ہمنے دل لگانے کی سزا پائی

یہ کہکر حسن آرا بے اختیار رونے لگی۔
پیر۔ اللہ جانتا ہے وہ مژدہ ہے کہ جی خوش ہو جائے۔
سپہر۔ ہان وہ خوشخبری کیا ہے۔
پیر۔ آزاد کا خط لو۔ کیون۔ نہ کہو گی۔
حسن۔ (چہرہ گلنار) لاؤ۔ لاؤ (خط کو چوم کر)۔

ع

من و این مہربانیہاے او قاصد چہ میگوئی
بساز از پیش خود حرفے کہ میدانم زبانش را

سپہر۔ ہم پڑھین باجی جان۔ (لفافہ لیکر)

ع

لیے جاتا ہے نامہ بیکس
بال بیکا نہو کبوتر کا

سپہر آرا نے پڑھکر سُنایا۔ حسن آرا کبھی روتی تھی۔ کبھی خدا کا شکر کرتی تھی کبھی کہتی تھی اُف۔ بیڈھب سامنا ہے۔ کبھی کفِ افسوس ملتی کبھی آہِ سرد بھرتی جب سپہر آرا نے خط سُنا دیا تو حسن آرا نے خود پڑھا۔ اور خط بند کر کے کہا۔ بہن بڑی تسکین ہوئی۔ مگر آزاد کو ہماری تباہی کا حال ذرا نہین معلوم کہ ہم پر کیا گذری ہے۔ کس بلا مین ہم مبتلا ہوئے مگر اُس بیچارے کا اسمین کیا قصور ہے۔ یہ سب ہماری ہی نارسائی طالع ہے۔

اتنے مین بہار النسا نے کہلا بھیجا کہ عسکری آئے ہین نبض دیکھین گے پردہ کرو۔
یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ بہار النسا بیگم ناز و ادا سے کوٹھے پر تشریف لائین اور آتے ہی کہا کہ حُسن آرا ذری پردہ کر کے محمد عسکری کو نبض دکھادو۔ زینے پر کھڑے ہین۔ حُسن آرا مجبور ہو گئی۔ اچھا کہکر کمرے مین گئی سپہر آرا کو اشارے سے بُلایا اور کہا بہار النسا بہن تو باہر ہی بیٹھین گی۔ ہمارے عوض تم نبض دکھاؤ دیکھو یہ عسکری ہین کتنے۔ سپہر آرا نے مسکرا کر کہا اچھا۔ اور پردے کے پاس بیٹھکر نبض دکھائی۔
عسکری۔ دوسرا ہاتھ لائیے۔
بہار۔ بخار تو نہین ہے خدا نخواستہ۔
عسکری۔ خفیف سا ہے۔ ضعف بہت ہے اور کیونکر نہ ہو سخت تپ تھی نہ نسخہ لکھکر بھیجون گا۔
حُسن آرا نے بہار النسا کو اشارے سے بُلایا۔
حُسن۔ بڑے نباض ہین آپ کے عسکری۔
بہار۔ کیا شک بھی ہے۔
حُسن۔ اُف۔ مارے ہنسی کے بُرا حال ہے۔ اسوقت واہ رے حکیم۔
سپہر۔ نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم مُلا خطرۂ ایمان۔
بہار۔ یہ کاہے سے۔ کچھ وجہ بھی تو ہو۔ یا یون ہی بیوجہ۔
حُسن۔ نبض کسکی دیکھی تھی۔
بہار۔ تمھاری۔
حُسن۔ اے واہ کہین دیکھی نہو۔ بس دیکھ لی حکمت۔
بہار۔ پھر کس کی نبض دیکھی۔ کیا سپہر آرا بیٹھ گئی تھین۔

سپہر۔ (ہنسکر) ہان اور نہین تو کیا۔ بندگی ضعف بتاتے تھے ضعف ہمارے دشمنون کو ہو۔ واہ مفت مین بدشگونی کی بات۔ اور خفیف سا بخار بھی بتایا۔

بہار۔ (شرماکر) بھلا علاج مین کیا ہنسی کرنی تھی۔

باہر جاکر بہار النسا نے محمد عسکری کو خوب آڑے ہاتھون لیا ارے بس جاؤ بھی مفت مین ہم کو وہ بنایا حسن آرا نے ہنسی ہنسی مین سپہر آرا کو اپنے عوض بٹھلو یا اور تم ذرا نہ پہچان سکے۔ اللہ جانتا ہے ہمین بڑی شرم آئی۔ ہمین ذلیل کیا۔ نکٹے حکیم بنے ہین۔ محمد عسکری ازبس خفیف ہوئے۔

محمد عسکری شادان و فرحان گھر گئے اور آج خوش کیون نہ ہونگے سپہر آرا کی نبض بھی دیکھی حسن آرا سے باتین کین۔ اور انھون نے ہنسی ہنسی مین انھین بیوقوف بنایا۔ سوچے کہ اب کی جاؤن گا تو کہون گا۔ ایک ہوئی یاد رکھیے گا خدا نے چاہا تو بہت جلد نکاح ہو اب نیم راضی ہو گئی ہین مگر یہ معلوم بھی نہ تھا کہ یہ سب شیخ چلّی کے منصوبے تھے۔ باقی اللہ اللہ خیر صلاح حسن آرا میان آزاد کو کب کا دل دے چکی محمد عسکری مُنھ دھو رکھین۔

آزاد کا خط جو حسن آرا نے پایا تو روز کی نسبت آج ذرا رنج والم کم تھا اور بہار النسا بیگم کے کوٹھے پر آنے اور ہنس ہنس کر محبت جتانے سے اور بھی خوش ہوئی۔

بات بڑھ گئی

دونون بہنین باتین کر رہی تھین کہ بہار النسا بیگم آئین۔

حسن۔ (مسکراکر) آئیے۔

بہار۔ آج ہم تم سے بہت خوش ہوئے۔

سپہر۔ بھلا خیر شکر ہے۔

بہار۔ کہنا مانا نہ۔ خوش ہو گئے۔

سپہر۔ کیا کہنا مانا۔

حسن۔ نبض دکھائی اسی کے سبب سے خوش ہوئی ہین۔

بہار۔ ہان اللہ جانتا ہے جی خوش ہو گیا۔

حسن۔ اور نبض دکھائی کس نے۔

سپہر۔ نبض دکھائین ہم اور خوش آپ اُنسے ہون۔

حسن۔ اور اسمین خوشی کی بات ہی کیا ہے۔

بہار۔ اب دس بارہ دن مین اتنا جان تم سے پوچھین گی کہ محمد عسکری کے ساتھ تمھارا نکاح پڑھا جاتا ہے کہو منظور ہے۔

حسن۔ (چونک کر) کیا!

سپہر۔ کیا کیا۔

بہار۔ تمھاری اور اُنکی شادی کی فکر ہے۔ اُنکا تو محمد عسکری کے ساتھ نکاح ہوا داخل ہے۔ اسمین ذرا شک نہین۔

حسن۔ اُن۔

اُن کہکر حسن آرا گر پڑی اور خوب ہی روئی۔ ــــ

دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

اب سنیے کہ روح افزا بیگم کے ہان بی مغلانی ڈولی پر گئین اور روح افزا سے کہا کہ حضور بس اب دیر نہ لگائیے جلدی کیجیے۔ روح افزا ازبس متحیر ہوئی کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ پوچھا کہتی کیا ہو بی مغلانی جلدی کیسی۔ کس امر مین جلدی کرون۔ مغلانی نے کہا تین دن سے گھر کی کچھ عجب ہی کیفیت ہے بڑی بیگم صاحب بہزار خرابی کھانا کھاتی ہین۔ حسن آرا بیگم دن رات روتی ہی رہتی ہین۔ سپہر آرا کو ہر دم اُداس پایا

بہار النسا بیگم سے ان دونوں بہنوں سے نہیں بنتی۔ جلی کٹی سُنایا کرتی ہیں۔ بڑی بیگم کو ایک دفعہ بڑی صاحبزادی نے بندگی کی مگر بڑی بیگم صاحب نے منھ پھیر لیا۔ جواب نہ دیا۔ گھر بھر میں اُداسی چھائی ہے۔ حسن آرا بیگم کئی بار کہہ چکیں کہ ہم زہر کھا لینگے اسپر چھوٹی صاحبزادی بولیں کہ باجی جان ہم کیا ساتھ نہ دینگے بڑی وہ ہو رہی ہے۔ وہاں آپ چلیے۔ تو شاید کچھ فیصلہ ہو۔ وہاں تو ایک ایک مدعی ہے۔

روح افزا سخت ملول ہو کر بولی۔ یہ تو تم نے بُری سُنائی۔ حسن آرا سپہر آرا بڑی بیگم صاحب میں اسقدر نفاق ہو جائے یہ تو ان ہونی بات ہے۔ یہ آخر ہوا کیا کچھ سبب تو بتاؤ۔ بیوجہ کچھ ہوتا نہیں ہماری تو سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ اُف بڑی بُری سُنائی۔

مغ۔ اب کسی ترکیب سے آپ چلی چلیں۔

مغلانی نے جا کر روح افزا کی ساس کو بندگی کی اور کہا بڑی بیگم صاحب نے مزاج پوچھا ہے اور خیر و عافیت دریافت کی ہے۔ اور بُلایا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد روح افزا بیگم فنس پر سوار ہوئیں مہری ساتھ چلی اور ایک سپاہی۔ بی مغلانی کی ڈولی پیچھے پیچھے۔ دن سے داخل ہوئیں۔ روح افزا کو دیکھکر بڑی بیگم متحیر ہوئیں۔

روح۔ امّا جان بندگی۔

ب۔ جیتی رہو۔ تم کیونکر آئیں۔

روح۔ چلی آئی۔

بہار۔ کیا روح افزا آئی ہیں۔

روح۔ جی ہاں۔ بندگی۔ شہ نشین سے باہر آئیے۔

بہار۔ کب آئیں۔

روح۔ ایلو اور سُنو۔ ابھی ابھی چلی آتی ہوں۔

بہار۔ خوب آئیں۔

روح۔ حسن آرا سپہر آرا کہاں ہیں۔

بہار۔ ہونگی کہیں۔

روح۔ کیا!۔

بہار۔ ہمیں اُنکا حال معلوم نہیں۔ کوٹھے پر ہیں۔

روح۔ بُلوائیے۔

بہار۔ ہم سب سے دونوں بہنیں خفا ہیں۔

روح۔ ایں! یہ آپ آج کیا کہہ رہی ہیں۔ خفگی کیسی۔ امّا جان یہ کہتی کیا ہیں۔

ب۔ ہمیں نہیں معلوم۔

روح۔ اے ذری حسن آرا کو تو بُلانا۔

حسن آرا اور سپہر آرا کو جو روح افزا کے آنے کی خبر ہوئی تو باچھیں کھل گئیں۔ اتنے میں بہار النسا اور روح افزا اُن دونوں کے پاس آئیں۔ مارے خوشی کے سپہر آرا روح افزا سے گلے ملیں اور خوب روئیں۔

روح۔ ایں۔ اے واہ جیسے کوئی۔

بہار۔ بیٹھو بیٹھو۔

روح۔ حسن آرا یہ تم کو کیا ہو گیا۔ وہ صورت ہی نہیں۔ وہ رنگ روپ ہی نہیں۔ یہ ماجرا کیا ہے۔ ہماری تو سمجھ ہی میں نہیں آتا۔

حسن آرا نے جواب نہ دیا۔ مگر رونے لگی۔

روح۔ (گلے مل کر) ہائیں! ہائیں!!۔

سپہر۔ آپ کو یہاں کا کچھ حال بھی معلوم ہے۔ یہاں سب ہم سے خلاف ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے بے وجہ۔ اور یہ سب

ہماری بہن کے سبب سے۔ بہار النسا بیگم صاحب - جی ہاں۔ کیا
جانے امّاجان سے کیا کیا کہا جاکر۔ اب وہ ایسی خفا ہیں کہ بات کیا
جو بندگی کریں تو منھ پھیر لیتی ہیں۔ کھانا بڑی خرابی سے کھاتی
ہیں۔ اور بہار النسا بہن ہماری دونوں کی شکایتیں کرتی
جاتی ہیں اب بھی باز نہیں آتیں۔ ہم کیا بتائیں بہن کہ
آج کل کیسی گذرتی ہے۔ کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا سب حرام ہے
اور اُنکی قطع تو آپ نے دیکھ لی ہے پہچان نہیں پڑتیں۔ آخر
کوئی تو سبب ہے۔

بہار۔ تم کہو تو سب تو پھر ہم بھی کہیں۔ ہم ساری داستان کہہ سنائینگے۔

حسن۔ وہ کہہ چکیں اب آپ فرمائیں۔

بہار۔ ناک میں دم کر دیا۔

روح۔ یا اللہ ایسی عداوت ہے کہ سرے ہی سے شکایت۔

بہار۔ تمہیں کچھ حال تو معلوم ہی نہیں۔

روح۔ اے تو بتاؤ۔

حسن۔ ہاں فرمائیے۔

بہار۔ دیکھو روح افزا تم فہمیدہ ہو۔ ذرا غور سے سُنو۔

سپہر۔ اب کچھ کہیے گا بھی۔

بہار۔ بڑی بوڑھی کا کہنا لڑکیوں کو ماننا چاہیے یا نہیں
یہ بتائیے پہلے۔

روح۔ ضرور۔

بہار۔ بس اب انسے پوچھ لو۔

روح۔ کس سے پوچھوں یا اللہ۔ کوئی بتاتا ہی نہیں۔

بہار۔ حسن آرا اتنا یاد رکھنا کہ شادی تمہاری عسکری ہی کے
ساتھ ہوگی۔ اور وہ جس موئے کا تمکو خیال ہے وہ دل سے
دور کردو۔

روح۔ ہائیں۔ ہائیں! باجی کوئی ایسی تقریر کرتا ہے۔

بہار۔ اب بے اسکے مانیں ہیں گی نہیں بچے۔ کیوں جی عسکری
میں کیا برائی ہے۔ شریف نہیں ہیں وہ۔ یا پڑھا لکھا نہیں ہے
یا خوش قطع نہیں ہے۔ آخر وہ بات کیا ہے۔ اِس میں
جو یہ انکار کریں۔ اور اگر ایسا ہی انکار ہے تو خدا حافظ
چلو بس ہو چکی۔

سپہر۔ اب ہم سے چُپ نہیں رہا جاتا۔ اور چُپ کیوں رہیں۔
آخر بولو چُپ رہنے کا سبب کیا سنتی جاتی ہو کہ دشمنوں کی
طرح پیش آتی ہیں اور کہتی ہو چُپ رہو۔ چُپ کب تک رہیں۔
کلیجا پیپ ہوگیا چُپ کا کوئی ٹھکانا بھی ہے۔ اب اس سے
بڑھ کر اور ہوگا۔ کیا۔ امّا جان نے بولنا تک چھوڑ دیا۔ بات کریں
تو منھ پھیر لیں۔ یہ بالکل خلاف ہیں۔ پھر اب چُپ رہنے
سے واسطہ۔

حسن۔ اچھا وہ جو کہیں سو زیبا۔ بڑی بہن ہیں۔

سپہر۔ ہاں بیشک مگر بڑی بہنوں کو ایسا نہ چاہیے۔

روح۔ تو یہ کہو۔ بات بہت بڑھ گئی ہے۔ اسقدر نوبت پہونچی
اور ہمکو اطلاع ہی نہیں اور روز آدمی آتے جاتے تھے ذری
بھی کچھ حال معلوم ہوتا تو فوراً ہی آجاتی۔

بہار۔ اب آئی ہو تو کیا بنا لوگی۔ یہ ایک نہ مانینگی۔

روح۔ وہ تو شاید مان بھی جائیں مگر آپ کا مان جانا البتہ
ذری مشکل ہے۔

بہار۔ ہاں تو یہ کہیے۔ آپ اُنکی طرف سے لڑنے آئی
ہیں خیر۔

روح۔ ہاں ہمسے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ خواہی نخواہی
جھگڑا ہو بیکار بیکار۔

حسن ۔ اور کیا۔ پوچھو کہ لڑائی ہی کس بات کی۔

بہار ۔ اچھا تم اتنا کہدو کہ عسکری کے ساتھ نکاح منظور ہی۔

روح ۔ لے تو باجی یہ ہمین نہین اچھا معلوم ہوتا کہ بے تمھے بوجھے قبولوائے لیتی ہو۔

بہار ۔ اچھا نہ سہی۔ تو یہ خود مختار ہین پھر۔

سپہر ۔ اجی آپ سے کیا واسطہ۔ ہم عسکری کا نام نہین سُننا چاہتے۔

حُسن آرا نے روح افزا سے کہا بہن اب مین کیا کرون۔ ابّا جان اور بندگی کے جواب مین مُنھ پھیر لین یہ ہر خون آنکھون مین اُتر آیا۔ مگر مجبوری ہی۔ اور یہ بہار النسا بہن اُسکے کہنے مین جاتی ہین جنکو بڑا حکیم اور یہ وہ سمجھتی ہین۔

یہ باتین ہو رہی تھین کہ بڑی بیگم صاحب بھی جریب ٹیکتی ہوئی تشریف لائین۔

روح ۔ آئیے امّا جان۔ حسن آرا بندگی کرو۔

حسن ۔ (آہستہ سے) بندگی امّا جان۔

ب ۔ نے جواب نہ دیا۔

روح ۔ امّا جان حُسن آرا بندگی کرتی ہین۔

ب ۔ مین اونچا نہین سُنتی ہون۔

روح ۔ نہین آپ نے جواب نہین دیا نہ۔

ب ۔ کوئی تو وجہ ایسی ہی۔

روح ۔ ہمین کیا معلوم۔

ب ۔ مین اسوقت صاف کہے دیتی ہون کہ عسکری کے ساتھ نکاح ضرور ہوگا۔ ہمین چاہے ساری خدائی ایک طرف ہو مین کسی کی نہ سنونگی حسن آرا سے کہو کان کھول کر سُن لین مین جان دونگی۔ مگر کرونگی ہی جو کہتی ہون۔ ہمین فرق نہ پڑے گا یہ نہ مانین گی تو زہر کھا لونگی۔ مگر کرونگی ہی جو کہہ رہی ہون۔ ایک دفعہ مین نے دھوکا کھایا تھا کہ ایک جگہ سے پیغام آیا اور مین نے منظور کر لیا۔ اور پھر وہ لڑکا چور نکلا مگر عسکری کو تو گودی کھلایا ہی نام خدا ہونہار ہی ہوشیار لکھنے پڑھنے مین طاق اور وضعدار۔ سیدھا لائق۔ بس اگر یہ نہوا تو مین جان دیدونگی بس۔

اِس تقریر نے حُسن آرا کے ساتھ وہ کیا جو موت جان کے ساتھ کرتی ہی۔ بڑی بیگم تو کہکر چلی گئین حُسن آرا اس قدر روئی اسقدر روئی کہ آنکھین سُرخ ہو گئین۔ روح افزا نے سمجھایا تو حُسن آرا نے کہا بہن اب سمجھانا بیکار ہی۔ امّا جان مانین گی نہین اور ہم سوا آزاد کے اور کسی کے ساتھ شادی نہ کرین گے۔ نتیجہ یہی ہونا ہی کہ ہم ہی نہونگے جنازہ کل ہی پرسون تک نکلتا ہوگا۔ سپہر آرا نے جو یہ سُنا تو حُسن آرا سے چمٹ کر خوب زار زار روئی۔

غم و غصّہ و یاس و اندوہ و حرمان
ہمارے بھی ہین مہربان کیسے کیسے

حُسن آرا بیگم کی جان عذاب مین تھی بڑی بیگم سے بول چال ترک بہار النسا سے محبت یکقلم القط۔ محمد عسکری روز ایک نیا گل کھلاتے تھے روح افزا بھی اِن سے خلاف ہو گئی تھین۔ مُغلانی اور مہری کو سمجھا دیا تھا کہ اگر حُسن آرا کی کوئی بات مانی تو گھر سے نکال دیجاؤ گی۔

بہار النسا بیگم کے شوہر نواب صاحب بھی اپنی بیوی ہی کا جنبہ کرتے تھے۔ ہان ایک سپہر آرا بیچاری البتہ انکی ہمدرد تھی۔ دونون بہنون کا کھانا پینا حرام۔ دن کو گریہ و زاری شب کو اختر شماری۔ ایک دم چین نہین۔ دونون شہید مصائب

دونون کا گھر بھر دشمن - ہنسنا بولنا بالائے طاق - زار زار رونے کے سوا اور کوئی کام نہین -

محمد عسکری ایک ہی کائیان حسن آرا کے جمال مبین پر ہزار جان سے عاشق - بہار النسا بیگم کے دل مین اُنکی جگہ - بڑی بیگم اُنکی مدّاح - روح افزا اُن کی ثنا خوان - مغلانی کو پانچ روپیہ دیے اُنکا دم بھرنے لگی - پیاری کو جوڑا بنوا دیا - اسکی یہ کیفیت کہ اِدھر محمد عسکری دروازے پر آئے اور وہ کودتی ہوئی دوڑی کہ "عسکری میان آئے" - نواب صاحب اُنکے لنگوٹیے یار حافظ جی کو بھی گانٹھ لیا تھا -

حسن آرا اور سپہر آرا کے لیے کوٹھے پر کھانا بھیجدیا جاتا تھا اور دوسرے تیسرے دن جب روح افزا رستی تھین اِن سے تھوڑی دیر کے لیے ملتی تھین - باقی اللہ اللہ خیر صلاح ایک روز روح افزا چپکے چپکے اوپر آئین - دیکھا کمرے کے سب دروازے بند ہین - متحیر تھین کہ یہ ماجرا کیا ہے - دروازے بند - سناٹا - کوئی منکتا تک نہین ایک شیشے کی راہ سے جھانک کر دیکھا کہ حسن آرا ہچکیان لیکر رو رہی ہے - اور سپہر آرا سر بزانوے تفکر نہایت ہی داس تھوڑی دیر تک کھڑی دیکھا کین حسن آرا کبھی اُٹھکر بیتابی کے ساتھ اِدھر اُدھر جاتی کبھی آہ سرد بھرتی - کبھی اسقدر روتی کہ ہچکیان بندھ جاتین - روح افزا گو اِن دونون بہنون کے خلاف تھین مگر دل بھر آیا آہستہ سے دروازہ کھولا تو سپہر آرا چونک اُٹھی - روح افزا مثل پیکر تصویر ایک ساعت تک کھڑی رہی - حسن آرا نے اُنکو دیکھکر مُنہ پھیر لیا سپہر آرا نے پھر زانو پر سر رکھا - اور آہستہ آہستہ ٹھنڈی سانسین بھرنے لگین - روح افزا بے اختیار (ہائے) کہہ اُٹھی مگر دونون بہنون نے کچھ جواب نہ دیا -

روح - ہائے اپنی کیا حالت کر دی اِن دونون نے -

دونون بہنین خاموش رہین -

روح - حسن آرا -

حسن آرا نے اسکا جواب دیا مگر گردن اُٹھا کر روح افزا پر بصد حسرت نظر ڈالی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - روح افزا کا دل اور بھی بھر آیا - لپک کر حسن آرا کو گلے لگا یا اور دونون بہنین گلے مِل مِلکر خوب روئین - سپہر آرا بدستور سر بزانوے تفکر وہ اس درجہ محو تھی کہ اِن دونون کے رونے کی آواز اُسکے کان تک نہ پہونچی -

روح - اب ذرا مُنہ دھو ڈالو - اور آؤ اِدھر ہوا مین بیٹھین -

جبکہ حسن آرا نے رومال سے آنسو پونچھے تو رومال تر ہو گیا - مگر روح افزا کی خاطر سے دریچے کے قریب جا بیٹھین ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکون سے ذرا دل کو ڈھارس ہوئی - روح افزا نے اپنے ہاتھ سے مُنہ دُھلایا - اور پنکھا جھلنے لگی - سپہر آرا اُسی طرح بیٹھی تھین - گویا دنیا و مافیہا سے بیخبر - روح افزا نے آہستہ سے پکارا (سپہر آرا) جواب ندارد پھر ذرا زور سے کہا (سپہر آرا) صدا بر نخاست - پھر باآواز بلند پکارا (سپہر آرا) مگر بے سود - آہستہ سے اُٹھکر سپہر آرا کو گلے لگایا - سپہر آرا نے دیکھا تو روح افزا بیگم - غنچۂ دل کھل گیا - سوچی کہ اخاہ روح افزا اور اس درجہ عنایت - لیکن سمجھی کہ شاید اب محبت اور پیار کر کے دھوکا دین - ہائے - سہ

ہے بس کہ ہر اک اُنکے اشارے مین نشان اور
کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

روح - اب ذرا اِدھر ہوا مین چلکر بیٹھو تو باتین کرین -

سپہر۔ تشنگی کا غلبہ ہے اسوقت۔

روح۔ اے مہری ذری برف کا پانی تو لاؤ صراحی مین۔

مہری صراحی مین برف کا پانی لیکر آئی۔ لیجیے کون پیے گا۔

روح۔ سپہر آرا کو دو۔

سپہر آرا نے برف کا پانی پیا اور برف ہی کے پانی سے آنکھین بھی دھوئین۔ روح افزا نے کہا حسن آرا کو بھی پلاؤ۔

روح افزا نے کہا واسطے خدا کے بتاؤ تو کیا ماجرا کیا ہے یہ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین کیون بھرتی ہو۔ کیا ہوا کیا۔ گھر مین ہنسی خوشی درکنار۔ جب دیکھو آئے دن نت نیا جھگڑا جسے دیکھو مُنہ پھلائے بیٹھا ہے۔ یہ ہوا کیا ہے آخر ہمین تو کچھ تھل بیڑا ہی نہین معلوم ہوتا۔

حُسن آرا نے جواب دیا۔ سپہر آرا نے کہا کہ جلے ہوئے کو جلانا مَرے ہوے کو مارنا کس مذہب مین روا ہے بھلا۔ جان بوجھکر انجان بنتی ہو بہن۔ بھلا تم سے کوئی بات پوشیدہ ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ تم بھی ہمارے خلاف ہو گئین۔ خیر اللہ مالک ہے۔ روح افزا کسی قدر تنک کر بولین چہ خوش۔ تمھاری تو نئی باتین ہین۔ جلے کو جلانا۔ اللہ اللہ یہ کلمہ اور ہماری نسبت جہان تمھارا پسینہ گرے۔ وہان ہم لہو گرائین اور تم سمجھتی ہو کہ ہم تمھین جلاتے ہین شانِ خدا بس انھین باتون سے تو اماجان بُرا مانتی ہین اور وجہ کیا ہے۔ ہم تو محبت سے پوچھتے ہین کہ کیا سبب ہے۔ اماجان نے کیون بولنا چھوڑ دیا۔ بہار النسا بہن کیون خلاف ہو گئین۔ یہ اُلٹا ہمین کو للکارتی ہین۔ واہ وا واہ۔

حُسن آرا نے کہا سُنو باجی۔ اب صاف صاف کہلواتی ہو تو بسم اللہ یہ بتاؤ کہ تم جانتی کونسی بات نہین ہو جو پوچھتی ہو جو بہار النسا بہن پوچھتین تو ہم سمجھتے کہ چھیڑنے کیلیے کہتی ہین۔ مگر بہن تمھارا پوچھنا البتہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ روح افزا کا چہرہ سُرخ ہو گیا پوچھا دہی اُنکا معاملہ نہ۔ وہ جنکو بہار النسا بہن اُٹھلو چولھا کہتی ہین حسن آرا نے کہا جسکا جی چاہے سو کہے۔ مگر آپ سے یہ امید نہ تھی۔ روح افزا بولین اے تو ہمسے کیا واسطہ۔ باجی کہتی ہین کچھ ہم کہتے ہین۔

حُسن آرا نے کہا تمسے ہم صاف صاف کہ ہی چکے کہ آزاد کو ہمنے دل سے یا بُرا کیا یا بھلا کیا۔ اگر اسمین کوئی بدی کی بات ہو تو اللہ تمسے سمجھے۔ پھر اب عسکری کو دل کیونکر دین۔ یا تو عمر بھر کنوارپنے مین بسر کرینگے یا آزاد کے ساتھ نکاح ہوگا بہن تم اتنا تو سوچو اپنے دل مین کہ ہمارا قصور اسمین کیا ہے کوئی بدی کی بات دیکھو تو سرزنش کرو۔ تو کو یہ کیا کہ ہم تو صاف صاف کہ چکے ہین۔ اور آپ خواہی نخواہی ہم کو دق کرتی ہین۔ بہار النسا بہن میرے روبرو کوس چلین۔ اب بتاؤ جی چلے یا نہ چلے۔ جسپر ہماری جان جائے جسکا آسرا لگائے ہم بیٹھے ہون جسکے نام سے ہمارے بدن مین جان آجائے جسکی زندگی پر ہماری زندگی منحصر ہو جسکی جان کو ہم اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہون جسکے لیے ہم مہینون دن رات روئین۔ اُسکو جو کوئی ہمارے سامنے بُرا کہے تو ہماری کیا حالت ہو۔ سرگشتگی کا حال کیا بتاؤن۔ گو مگو کا معاملہ ہے۔ یہ نوبت آئی مگر دُھن وہی ہے۔ سہ

گو خاک ہو گئے نہ گئی جستجوے یار
جون گردِ راہ پھرتے ہین ہم دربدر ہنوز

اور ہماری بڑی بہن ہمین کو پیستی ہین۔ بس اتنا سوچیے

کر کچھ تو سبب ہی کہ ہم اِس ردی حالت کو پہونچے اور ابھی تک کسی کی بات نہین مانتے ۔ ؎

یہ زار ہون کہ موے بدن بھی وبال ہی
تیسر ہی دل مین الفت موے کمر ہنوز

ہاے افسوس کوئی کہانتک کہے ۔ فراق کا صدمہ جان جانے کا دھڑکا اعزا و اقربا کی طعنہ زنی کا خیال ۔ ایک جان اور یہ جنجال ۔ ع

تا کجا ظلم و ستم بس اے ستم ایجاد بس

ظلم کا بھی کوئی ٹھکانا ہی ۔ کوئی حد ہی ۔ اب تو کلیجہ پک گیا اُف کیا کرون کیا بتاؤ بہن ۔

سپہر آرا بولین بس ہم اِس بات سے خوش ہوئے کہ صاف صاف کہدیا اسے آخر ش خوف کاہے کا ہی ۔ کچھ معلوم تو ہو ۔ کہدیا سمجھا دیا کہ آزاد آئینگے تب ہی نکاح ہوگا ورنہ نکاح نہوگا ۔ ایسے ایسے تین سو ساٹھ عسکری ہون تو کیا ہی ۔ ہزار دفعہ کہدیا ۔ لاکھ بار کہدیا ۔ پھر اب کیونکر کہین کہتے تو جاتے ہین کہ جو کوئی بدی کی بات ہو تو تنبیہ کرو ۔

روح ۔ حسن آرا اب اسوقت بات بڑھجائیگی ۔ اور کچھ گفتگو کرو ۔

حسن ۔ ہم فقط اسقدر چاہتے ہین کہ آپ ذرا انصاف کیجیے انصاف کا خون نہ کیجیے ۔ پیاری بہن ۔ اللہ جانتا ہی ہمارا قصور نہین اور ہمپر بڑا جبر ہوتا ہی ۔ ہم کس سے کہین ۔ ہاے کس سے کہین ۔

روح ۔ ہم تمہارا کہنا مانتے ہین ۔ تمکو بھی تو ہماری نصیحت کا کچھ خیال رہے ۔

حسن ۔ بیشک ۔ مگر ۔ اتنا نجان ہمسے ناحق اسقدر خفا ہین ۔ مگر وہ لاکھ خفا ہون جو بات بس ہی مین نہین اُسکو ہم کیا کرین ۔ ہماری بے بسی پر اُنکو ذرا خیال نہین ۔ بولنا چھوڑ دیا ۔ کہ ہم اُنکا حکم بجالائین ۔ بہار النسا بیگم الگ خفا ہوگئین ۔ کہ ہم اُنکی خفگی سے ڈر کر کہدین منظور سب پاپڑ بیلے ۔ لیکن ۔ ؎

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

اب تو ہمنے ٹھان لی نا کر چاہے جان جائے مگر آزاد کا آسرا لگائے بیٹھے رہینگے مصیبت سہنا منظور لیکن آزاد کی محبت کم نہوگی ۔ ؎

خانہ زاد زلف ہین زنجیر سے بھاگینگے کیا
ہین گرفتار وفا زندان سے گھبرائینگے کیا

اتنے مین بی فلانی نے آن کر کہا ۔ تیجیے حضور کہا ہی یہ تصویر ہمارے کمرے مین لٹکا دیجیے روح افزا نے تصویر لے لی دیکھتے ہی مسکرائی ۔ اور کہا بس یہی چھیڑ خانی تو اچھی نہین پہلے تو تصویر چھپا لی ۔ مگر تھوڑی دیر مین سپہر آرا کو دیکر کہا بھلا پہچانو تو کس کی ہی ۔ سپہر آرا نے تصویر لے کر کہا کیا معلوم کسکی ہی مگر اوہ بہن ایسی بھدی تصویر آجتک نہین دیکھی ۔ واہ ماشاء اللہ چہرے سے معلوم ہوتا ہی کہ غبی آدمی ہی ۔ ہونٹھ بھدے دانت نکلے ہوئے ۔ آنکھین ذرا ذرا سی گال پھولے پھولے ۔ ناک بڑی اور لمبی ۔ بھون خراب ۔ سارا نقشہ بُرا ہی واہ ماشاء اللہ کیا تصویر دکھائی ہی آپ نے اسے ہٹاؤ بھی ۔ کیا جانے کس موے گھامڑ کی تصویر ہی ۔

روح افزا نے کہا ماشاء اللہ کیا نظر ہی آپ کی بس جاؤ دیکھ لیا ۔ یہ بھونڈی تصویر ہی ۔ چلو بس رہنے دو ۔ ایسا

ایک جوان تو نظر نہین آتا پتلے پتلے ہونٹھ - لال لال - گورا گورا مُکھڑا اور پیارے پیارے گال کلے ٹھلے کا جوان گبھرو ہی -

روح - سُنو بہن جو تمنے کہا مین نے سُنا - مگر اماجان تو ہتی ہی نہین -

سپہر - اور سُنیئے گاذری - ساری گلستان پڑھگئین پوچھیی ہین حکایت کے کیا معنی - اور خرابی کیا ہی - یہی تو خرابی ہی کہ اماجان نہ ہاری مانین نہ جیتی -

حسن - اماجان ہی مان جاتین تو یہ رونا کاہے کا تھا - اسوقت تو وہی زلیخا زن بود یا مرد والی مثل ہو ئی - بہار النسا بہن کی دال نہ گلتی پھر -

روح - اچھا اب کچھ کہو تو - گتھی کیونکر سُلجھے گی -

حسن - بتاؤ روح افزا بہن کہ اماجان سے کیونکر بولیں اب ہماری تو توقع ہی ٹوٹ گئی - بے لحاظی بھی کی مگر وہی ڈھاک کے تین پات اچھا اسین کسی کا کیا اجارہ ہی - ہم شادی نہین کرتے بے بیاہے ہی رہے سہی - پھر اس مین شرم ہی کیا ہی - کل بہار النسا بیگم نے وہ بات کہی کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے - ہاے غضب - روح افزا نے کہا کس نے بہار النسا بیگم نے - بہار النسا بہن نہین کہتین اب - حُسن آرا بولی پہلے سُن تو لو بہن - وہ بات کہی کہ دل پر اب تک صدمہ ہی - کہنے لگین کہ ہمارے پاس کیون آکے بیٹھین گی اپنے ہوتے سوتون کے پاس بیٹھین گی - ہی ہی - یہ آسمان کیون نہین پھٹ پڑتا - ارے غضب - ہمارے حق مین اور یہ کلمہ اور ایک دفعہ کہا تھا کہ بی مغلانی تم نہین سمجھین یہ حُسن آرا کی کھٹ چالین ہین - اب بولیے جگر پاش پاش ہو کہ نہ ہو - مگر کہون کس سے کوئی سُننے والا بھی ہو جب - خیر جی اللہ مالک ہی - ہم بیگناہ ہین - اِس سے تو وہان اپنے شہر ہی مین اچھے تھے -

بہار النسا بیگم نے آن کر کہا - روح افزا - لو سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا - اب اُن دونون سے پوچھ لو منظور ہو تو تیاریان ہون ورنہ اماجان تو قسم کھا بیٹھی ہین کہ انکی صورت نہ دیکھین گی - روح افزا اور بہار النسا نے چُپکے چُپکے کچھ باتین کین - بہار النسا چلی گئی روح افزا نے اِن دونون بہنون سے آن کر کہا بڑا بڑا سامنا ہی کہو کہون کہو نہ کہون - حسن آرا کا کلیجہ دھڑ دھڑ کرنے لگا - سپہر آرا کا رنگ فق ہو گیا -

حسن - کہیے یا نہ کہیے - اختیار ہی آپ کو - ع

پھر پرسشِ جراحت دل کو چلا ہی عشق
سامان صد ہزار نمکدان کیے ہوئے

روح - ایک بات کہین جو مانو بہن - واسطے خدا کے سُن لو -

سپہر - کچھ سُنانی سُناؤ گی کیا -

حسن - ہم تو سب کچھ سُننے کے لیے مستعد ہین - جب تک آزاد واپس نہین آتے جسکا جو جی چاہے سُنائے - مگر خدا وہ دن دکھائے آزاد کی صورت نظر آئے پھر کوئی کچھ کہے تو جانین -

سپہر - روح افزا بہن یا تو کہا نہ کرو اور جو کہو تو پھر صاف صاف -

حسن - ہان بیان کرو نا بہن - ہم تو سختیان سہنے کیلیے پیدا ہی ہوئے -

روح افزا نے کہا کہ باجی جان ابھی ابھی کہہ گئی ہین کہ

اٙنّا جان نے قسم کھائی ہو کہ عسکری ہی کے ساتھ حسن آرا کا نکاح ہو اور سپہر آرا کے لیے نواب باقر علی خان کے بھتیجے کو تجویز ا ہو اگر تم دونوں منظور کرو گی تو خیر ورنہ اٙنّا جان تمھاری صورت عمر بھر نہ دیکھیں گی۔ اور بھی بہت سی باتیں کہیں کہاں تک بیان کروں۔ کہتی ہیں کہ شاید اٙنّا جان ایک مکان میں ساتھ رہیں۔ حسن آرا نے متحیر ہو کر پوچھا۔ کیا! سپہر آرا نے دانتوں کے تلے اُنگلی دبائی۔

مغلانی نے زینے پر سے کہا حضور اخبار آیا ہو۔ پڑھیے تو لاؤں نہیں نواب صاحب کے پاس بھیجدوں حسن آرا نے کہا لاؤ لاؤ ہم پڑھ لیں تو پھر لیجانا سپہر آرا دوڑ کر اخبار لائی حسن آرا نے اِدھر اُدھر مضمون اور خبریں پڑھیں پڑھتے پڑھتے دفعتًہ ایک مضمون کی سُرخی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی چونک اُٹھی بشرے سے حیرت اور حسرت نمودار تھی سپہر آرا نے جو بہن کے چہرے کی طرف نظر ڈالی تو بھانپ گئی کہ آزاد کا حال ہی معلوم ہوتا ہو اس غریب الوطن پر کچھ تباہی آئی۔ روح افزا بھی غور سے دیکھنے لگی۔ متحیر تھی کہ ماجرا کیا ہو۔ حسن آرا اُٹھکر کمرے میں چلی گئی تھوڑی دیر کے بعد سپہر آرا اور روح افزا بھی گئیں تو دیکھا کہ حسن آرا ایک پلنگ پر بےخبر سوتی ہیں۔

سپہر آرا نے اخبار کی چاروں طرف تلاش کی مگر کہیں نہ ملا روح افزا نے بھی ڈھونڈھا مگر نہ پایا۔ دو دفعہ دونوں نے چو طرفہ ڈھونڈھ مارا مگر نہ ملا نہ ملا۔ دونوں متحیر کہ اخبار گیا کہاں۔ زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا آخر رکھا کہیں یہاں ہی ہوگا۔ تیسری بار دونوں نے پھر اِدھر اُدھر ڈھونڈھا مگر بےسود۔

روح افزا نے کہا حسن آرا کے تکیے نیچے نہو۔ شاید اخبار ہی پر سو گئیں ہوں سپہر آرا بولی بہن معلوم ہوتا ہو یہاں آ کر اخبار پڑھا اور پڑھکر مارے رنج کے سو رہیں۔ روح افزا نے پوچھا رنج کیسا اے یہ رنج کس بات کا۔ سپہر آرا نے اسکا جواب نہ دیا روح افزا بڑی دیر تک کچھ بڑبڑایا کی اتنے میں بڑی بیگم نے بُلوایا پیاری نے آن کر کہا چلیے آپ کی سُسرال سے کوئی ماما آئی ہو۔ بڑی بیگم صاحب حضور کو یاد فرماتی ہیں۔ روح افزا بڑی بیگم کے پاس گئیں۔ تو سپہر آرا اپنی بہن کو پنکھیا جھلنے لگی حسن آرا جاگ اُٹھی۔ دونوں بہنوں کی چار آنکھیں ہوئیں تو حسن آرا رونے لگی۔ سپہر آرا نے کہا ہم تو پہلے ہی سمجھے تھے۔

حسن۔ اُف۔ ہی ہی۔

سپہر۔ پھر وہی۔ ہائے اللہ میں کیا کروں اب۔

حسن۔ جاؤ اخبار پڑھ لو۔ مگر ہمسے کچھ نہ کہنا۔

سپہر۔ سارے میں ڈھونڈھ مارا کہیں نہ ملا۔

حسن۔ الماری میں رکھا ہو۔

سپہر آرا نے اخبار لیکر مضمون پڑھا۔

سائیسن کے ساتھ آزاد کی شادی اور حُسن آرا بیگم کی خانہ بربادی

حیف برین دانش و تدبیر او	کور شدہ دیدۂ تقدیر او

واہ ری دنیا اور واہ ری ہوا و ہوس۔ لعنت ہو ان لعینوں پر جو بھلے مانسوں کا نام بدکرتے ہیں پہلے پاکبازی اور عشق صادق کا دم بھرتے ہیں۔ اور پھر دھوکا دیجاتے ہیں۔ ؎

این نہ مردان اند اینہا عورت اند
بستۂ نان اند و مردِ شہوت اند

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہمنے میان آزاد نامے ایک ہندی کی تعریف کی تھی اور لکھا تھا کہ میان آزاد ٹرکی گئے ہین تاکہ جنگ مین شریک ہون۔ ترکون کا ہاتھ بٹائین۔ روسیون کو نیچا دکھائین۔ ایک نوجوان اور عالی خاندان حسین و جمیل شائستہ و تربیت یافتہ بیگم صاحب نے اُنکو شریف الجانبین اور نجیب الطرفین اور فہمیدہ و سنجیدہ سمجھکر ٹرکی بھیجا کہ اگر وہان سے سرخرو آؤگے تو نکاح ہوگا۔ مگر۔ ع

دیگر بخود مناز کہ ترکی تمام شد

ایک معتبر ذریعے سے معلوم ہوا کہ میان آزاد ٹرکی مین ایک سائیس کی نوجوان بیوی پر عاشق ہوئے۔ لاحول و لاقوۃ۔ لاحول و لاقوۃ۔ اے پھٹکار کجا یہ قول و اقرار کجا یہ کردار۔ اس شخص نے اپنے اس خرقۂ سالوس سے اُس خاتون عفیفہ کو بڑا دھوکا دیا مگر بحمد للہ کہ وہ معصوم ہی رہی۔ ہمکو یقین واثق ہے کہ جب بیگم یہ خبر وحشت اثر سُنے گی تو آزاد کے نام پر لاحول پڑھے گی۔ مگر افسوس ہے کہ اُس بیچاری تک یہ خبر نہ پہنچنے پائیگی۔ وہ شب و روز آزاد کی جدائی مین جلے گی اور یہ خبر ہی نہ ہونے پائیگی کہ میان آزاد وہان گلچھرے اُڑا رہے ہین۔ بیگم کو شکر کرنا چاہیے کہ ایسے دو رنگی نش کے زور سے انھون نے نجات پائی۔ ؎

ہان مشو نا امید چون واقف نئی ز اسرار غیب
باشد اندر پردہ بازیہاے پنہان غم مخور

بیگم بیچاری کے دل سے کوئی پوچھے یہ خبر اُس کے دل کے ساتھ وہ کر گئی جو تپ دق جوان کے ساتھ اور فالج پیر فرتوت کے ساتھ کرتا ہے۔ افسوس صد افسوس وہ بیچاری سوچتی ہوگی کہ میان آزاد سرخرو آئین گے۔ نام ہوگا اقصاے روم سے ہندوستان تک اہل اسلام اور اہل ہنود اُنکی تعریف مین رطب اللسان ہونگے یورپ مین آزاد کی شجاعت و بسالت کا غلغلہ ہوگا۔ مگر ؎

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

ہزارون آرزوؤن کا خون ہوگیا۔ اور وہ دُشمن سُن لیجیے گا کہ اس خاتون عصمت مآب کو جنون ہوگیا۔ امید کی کمر ٹوٹ گئی وہ سوچین گی کہ اللہ اللہ جسکو ہم دل مین وہ پیچ توم متبذل عورتون پر رتجھے بڑے شرم اور خفت و حسرت کی بات ہے اس سے بڑھکر صدمہ اور کیا ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ۔ ؎

توان شناخت بیکروز از شمائل مرد کہ تا کجاش رسیدست پایگاہ علوم

ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو
کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

نفس امارہ جب نفس مطمئنہ پر غالب آتا ہے تو انسان کو بے قابو کر دیتا ہے مگر طیب النفس بزرگوار نفس امارہ کو مغلوب کر دیتے ہین۔ ممکن کیا کہ نفس پلید اُن پر غالب آجائے کیا مجال ہے ؎

اے نفس پلید آدمی بن
گئے مین ولی کی خصلتین ہین

ہم اسقدر لکھ چکے تھے کہ روم کے ایک معتبر و مستند اخبار سے اس خبر کی صداقت ہوئی۔ اخبار مذکور مین درج ہے کہ میان آزاد نے ایک سائیس کو زہر دلوا دیا اور اُسکی زوجہ بست سالہ کے ساتھ نکاح پڑھوا لیا۔ اے لعنت خدا۔ تم کلامہ۔

حسن۔ سپہر آرا ہم تو ایسا نہین سمجھتے تھے۔

سپہر۔ باجی یہ سب غلط ہے۔

حسن۔ کیا قسمت کی خوبی ہے۔ جو کام ہوا بُرا ہی ہوا۔

سپہر۔ یہ سب افترا پردازی ہے۔

حسن۔ اخبار والے نے خوب لکھا ہے۔ ع

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

سپہر۔ باجی جان ہم تو فال دیکھین گے۔

سپہر آرا نے فال دیکھی کہ یہ خبر سچ ہی یا غلط۔ یہ غزل نکلی ہے ؎

خوش آمد گل و زان خوشتر نباشد — کہ در دستت بجز ساغر نباشد
بیا اے شیخ در خمخانۂ ما — شرابے خور کہ در کوثر نباشد

سپہر آرا کو تو ڈھارس ہو گئی کہ حافظ شیرازی نے سچا سچا حال بتا دیا۔

حسن آرا نے کہا ہمارا تو شیشۂ دل چکنا چور ہو گیا۔ ہائے ہم کیا جانتے تھے کہ عشق خانہ خراب یہ نتیجہ اور یہ بُرا دن دکھائے گا۔ ؎

نام اُلفت سے ہم نہ تھے آگاہ — کسی یوسف کی تھی نہ ہرگز چاہ
عیش و عشرت سے کٹتی تھی اوقات — چھچھون مین گذرتے تھے دن رات
عشق کا سنتے تھے نہ افسانہ — شمع رویون پہ تھے نہ پروانہ
جان دیتے نہ تھے کسی گل پر — سنتے تھے نالہائے بلبل پر
دل چھپائے ہوئے تھے چور بنے — خوف تھا اُکھڑ پونکے ڈر رو بنے
دم نکلتا تھا تیغ ابرو سے — دل اُلجھتا تھا ذکر گیسو سے
دل کو چاہ ذقن کی چاہ نہ تھی — کسی یوسف لقا سے راہ نہ تھی
قیس کا سنتے تھے جو افسانہ — کہتے تھے وہ بشر تھا دیوانہ

مگر ہی ہی یہ معلوم ہی نہ تھا۔ ؎

جب طبیعت کسی پہ آئے گی
ساری حکمت یہ بھول جائے گی

جب دل آ گیا تو معلوم ہوا کہ عشق اسکو کہتے ہین۔ جب اُنسے جدائی ہوئی تو کڑھنے لگے۔ کبھی غم و افسوس کرتے تھے کبھی دل کو ڈھارس دیتے تھے۔ مگر۔ ؎

حال دل سے یہ نہ تھا ظاہر — کہ اسی غم مین ہونگے ہم آخر

اپنا کیا اپنے آگے آیا۔ اُف فوہ بڑا دھوکا کھایا میاں آزاد کے ہتھکنڈے کیا معلوم تھے۔ ؎

زجوش آتش غم شعلہ افشان شد چراغ من
خدایا بر دلم رحمے کہ خون گردید داغ من

ہائے یہ کیا ہوا۔ ہمارا ذرا خیال نہ آیا۔ ایک بیچ قوم عورت کو بیاہا۔ حسن آرا کو بھول گئے۔ مہینون اسی رنج مین گھلتے گئے کہ اُنکو کیون بھیجا۔ ہائے بیٹھے بٹھائے اُنکی جان کی کیون خواہان ہوئی رات دن دعا مانگی کہ یا الٰہی بامراد واپس آئے۔ مگر یہ کیا معلوم تھا کہ دفعتہً خرمن امید پر غم کی بجلی گر پڑیگی۔ نصیبون کی شامت نے آج یہ خبر سنائی برسون کی محنت خاک مین ملائی۔ قسمت پھوٹ گئی۔ ہائے بس آرزو ہے تو یہ ہی کہ ایک دفعہ چار آنکھین ہون تو جھک کر سلام کرون۔

سپہر۔ اگر یہ سچ ہی تو بڑا چھتیسا پن کیا۔ یہ سوجھی کیا پھر اتنی دور گئے کیا کرنے تھے۔ مگر یہ خبر ضرور غلط ہی۔

روح افزا جو کوٹھے پر آئی تو سپہر آرا نے کہا ذری باجی کو تو دیکھو۔ پوچھا کیون کیسی ہین۔ کہا کیا بتاؤن ایسا بخار ہی کہ نبض پر ہاتھ نہین رکھا جاتا بدن خدانخواستہ تنور کی طرح جل رہا ہی۔ روح افزا نے دُلائی ہٹا کر دیکھا تو کہا اُف یہ اتنی ہی دیر مین ایسی تپ آ گئی۔ حسن آرا نے روح افزا کو دیکھکر رونا شروع کیا۔

روح افزا نے کہا۔ بہن۔ روتی کیا ہو۔ اچھی ہو جاؤگی ذری دل کو ڈھارس دو۔ طبیعت کو قابو مین رکھو۔ ایسا بھی لوج کوئی بیماری مین گھبرائے۔ بہار النسا کو بلوایا۔ وہ بھی بیتاب ہو کر آئین۔ آتے ہی زینے کے پاس سے باواز بلند پوچھا کیسی ہین کیسی۔ آن کر دیکھا تو متحیر۔ این! یہ کب سے بخار۔ سپہر آرا! اُف۔

بدن پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا جیسے کسی نے جھلسا دیا۔ اُف توبہ۔ توبہ۔ اسوقت اُنکے دل سے کوئی پوچھے۔ بہار النسا کے یہ کلمات محبت سُنکر حسن آرا نے کہا باجی میرے قلب کی عجیب کیفیت ہے ہر طرح کی بیماری مین نے اُٹھائی ہے۔ مگر قلب اس درجہ کبھی ضعیف نہین ہوا تھا ہاتھ پاؤن سنسناتے ہین اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہر عضو بدن سے جان نکل رہی ہے بولتی ہون تو کمال تکلیف ہوتی ہے اور قلب کے پاس میٹھا میٹھا درد سا ہوتا ہے رہ رہ کے درد ہوتا ہے اور سر پھٹا جاتا ہے۔ مین کیا کرون

بہار النسا آبدیدہ ہو گئی۔ بڑی بیگم کو بلوایا۔ وہ جریب ٹیکتی ہوئی بدحواس اور سراسیمگی کی حالت مین آئین۔

ب۔ (پیشانی پر ہاتھ رکھکر) اُف۔ اللہ یہ ہوا کیا۔

بہار۔ بخار سا بخار ہے۔

نواب صاحب دوڑتے ہوئے آئے۔ خیریت ہے۔ اوپر آئے تو سہیلیان اور ماما اور روح افزا اور سپہر آرا اور بہار النسا سب کو افسردہ پایا حسن آرا کو دیکھا تو آنکھین چھت سے لگی ہوئی تھین دلبہار قرآن کی ہوا دے رہی ہے۔ پیاری کی مان نے صدقہ اُتارا۔ نواب صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھا تو رنگ فق ہو گیا۔ پوچھا یہ حال کب سے ہے۔ ہمین کسی نے اطلاع بھی نہ کی۔ حسن آرا نے بہت آہستہ سے کہا دولھا بھائی اسکے بعد کچھ کہنے کو تھی۔ مگر غشی طاری ہو گئی۔ بڑی بیگم نے کہا سورۂ حمد دم کرو۔ سورۂ حمد دم کرو۔ روح افزا نے کہا دولھا بھائی ڈاکٹر کو بلواؤ۔ اتنے مین محمد عسکری صاحب تشریف لائے۔

عسکر۔ ہم آئین۔

بہار۔ اے چلے بھی آؤ۔ اسوقت عسکری ذری نبض تو دیکھو میرا بھائی کچھ بتا۔ اے یہ دم کے دم مین کیا ہو گیا۔

عسکر۔ (نبض دیکھکر) ائے حکیم صاحب کو بہت جلد بلوائیے۔

ن۔ دوڑو اور جلد بلا لاؤ۔ کسی سواری پر آئے ہو۔

عسکر۔ پالکی گاڑی پر۔ ابھی بلاتا ہون۔

بہار النسا نے محمد عسکری کو علحدہ لیجا کر پوچھا۔ بھائی عسکری سچ سچ بتا تا حسن آرا کیسی ہے۔ محمد عسکری نے کہا بہن کیا بتاؤن نبض ہی نہین ملتی۔ اس فقرے پر بہار النسا نے دوہتڑ پیٹنا شروع کیا عسکری نے کہا اب مجھے جانے دو۔ مگر جبتک وہ آئین یہان خدا جانے کیا ہو جائیگا۔ بہار النسا اور بھی روئی اور سر پیٹنے لگی۔ نواب صاحب نے آکر سمجھایا اور کہا یہ وقت دوا اور علاج کا ہے۔ اور رونا تو عمر بھر ہے۔ بہار النسا جی کڑا کر کے کمرے مین آئی آنکھین لہو کی بوٹیان بدن تھر تھر کانپ رہا ہے۔

محمد عسکری فوراً پالکی پر سوار ہو کر بڑے حکیم صاحب کو بلانے گئے اور نواب صاحب نے کوچبین کو حکم دیا کہ ابھی ابھی فٹن تیار کرو ذرا دیر نہو ہمایون فر نے پوچھا خیر تو ہے۔ یہ آج سب کے سب بدحواس کیون ہین نواب صاحب نے حال بیان کیا تو ہمایون فر بھی آبدیدہ ہو گئے۔ کہا آپ یہان ہی رہین مین جا کر سول سرجن کو ساتھ لاتا ہون۔ نواب صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ ہمایون فر فٹن پر سوار ہو کر سول سرجن صاحب کے ہان گئے کارڈ بھیجا۔ پرنس مرزا ہمایون فر بہادر پڑھکر صاحب ممدوح باہر نکل آئے اور بڑے تپاک سے ہاتھ ملا کر حال پوچھا اور کہا مین ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہون اسی دم صاحب مع سول سرجن آئے۔ نواب صاحب کو اطلاع کی گئی۔ باہر آئے صاحب سے ہاتھ ملایا۔ خواص نے آن کر کہا پردہ کرا یا گیا آئیے حضور سول سرجن اور نواب صاحب اندر تشریف لے گئے۔ حسن آرا بیگم کی نبض دیکھی جیبی گھڑی ملا کے پھر نبض دیکھی۔ حال پوچھا

کہا ہم جانتے ہین کہ کسی سانحے کی خبر سُنی ہی۔ جسکے صدمے سے اس درجہ بیتاب ہوگئین۔ کسی عزیز کے مرنے کی خبر سُنی ہو یا کسی بنک مین روپیہ رکھا ہو اور دوالہ نکل گیا ہو۔ یا کوئی اور بات اِس قسم کی ہوئی ہو۔ ہی کچھ ایسا ہی قلب پر صدمہ پہونچا ہی۔ نواب صاحب سے قلم دوات کاغذ مانگا۔ بیماری نے حاضر کیا نسخہ لکھا اور کہا جانسن اینڈ کمپنی کی کوٹھی سے منگواؤ آٹھ بجے ہم پھر آئینگے۔ نواب صاحب نے باہر دریافت کیا کہ آپکے نزدیک طبیعت کیسی ہی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ردی حالت ہی۔ بڑا صدمہ پہونچا ہی۔ علاج مشکل ہی۔ ایک اشرفی پاکٹ مین رکھکر صاحب سول سرجن تشریف لیگئے۔ اتنے مین محمد عسکری صاحب بڑے حکیم جی کو لیکر آئے بڑے حکیم معمر آدمی تجربہ کار۔ لائق فائق۔ عالم و فاضل تمام شہر مین ہوا بندھی تھی۔ لوگون کا مقولہ تھا کہ دست شفا ہی حکیم صاحب محمد عسکری کے ساتھ تشریف لائے بسم اللہ کہکر نبض دیکھی۔ اور سوال کرنے شروع کیے۔

حکیم۔ کتنے دن سے طبیعت علیل ہی۔ صاحبزادی کی۔

نواب صاحب۔ جی بس آج ہی بخار آگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تپ اسدرجہ شدید ہوگئی۔

حکیم۔ کسی قسم کی خلش پیشتر سے تھی۔ غذا مین بے احتیاطی تو نہین ہونے پائی۔

ن۔ مطلق نہین۔

حکیم۔ گھر مین کسی سے لڑائی یا تکرار ہوئی تھی۔

ن۔ نہین۔

عسکر۔ اِن کی دادی ——— وہ والدہ کسی امر پر انسے ناراض تھین۔ مگر کوئی جھگڑا نہ تھا۔

حکیم۔ ہمارے علم و یقین مین کسی امر کے رنج اور تنہا کے غم نے انکو بیمار کر دیا۔

ن۔ ڈاکٹر صاحب کی بھی یہی راے ہی۔

حکیم۔ کس کی راے۔

ن۔ ڈاکٹر صاحب آئے تھے۔ سول سرجن۔ انھون نے بھی یہی فرمایا۔

حکیم۔ (چین بہ جبین ہوکر) کیا معالج ڈاکٹر ہی۔

عسکری۔ نہین حضور بلا لیا تھا اُن کو بھی۔ سب گھبرا گئے تھے۔

حکیم صاحب نے پھر نبض دیکھی۔ باہر جاکر بیٹھے۔ محمد عسکری کے کان مین کہا (کام تمام ہوگیا) نسخہ لکھکر تشریف لیگئے۔ نواب صاحب کے ہاتھ پاؤن پھولے ہوئے تھے میرزا ہمایون فر اسسٹنٹ سرجن کو بُلا لائے نواب صاحب نے کہا حضرت اب ہم آپ کو جانے نہ دینگے۔ اسسٹنٹ سرجن نے بھی جاکر نبض دیکھی۔ حال پوچھا۔ صاحب سول سرجن کا نسخہ دیکھا اور کہا صاحب نے خوب نسخہ لکھا ہی۔ میرزا ہمایون فر نے دریافت کیا کہ طبیعت کیسی ہی سچ سچ بتائیے گا۔ اسسٹنٹ سرجن نے کہا بہت ردی حالت ہی۔ ہم یہ نہین کہتے کہ خدا نخواستہ جان ہی پر بنجائے گی مشکل ہی۔ حکیم کا علاج ہوگا تو پھر ہلاک ہی ہو جائے گی۔

میرزا ہمایون فر اور نواب صاحب اور محمد عسکری باہم مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے تو شہزادہ ہمایون فر نے کہا اُنکی راے ہی کہ اگر حکیم کا علاج ہوا تو بچنا محال ہی۔ نواب صاحب نے کہا اور حکیم جی ڈاکٹر کا نام سُنکر بڑے خفا ہوتے تھے یہ تو اُن لوگون کا قاعدہ ہی محمد عسکری نے مشورہ دیا کہ طبیعت نازک

معالج ہوں۔ مگر شہزادہ ہمایوں فر نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا۔ سوداگر کی دکان سے دوا آئی۔ ایک (مارک) یعنی ایک مرتبہ کی مقدار دی گئی۔ نواب صاحب نے جانچ کروا دی اب حسن آرا کی کیفیت سنیئے کہ انتہا کی نقیہ۔ آنکھیں چھت سے لگی ہوئیں تشنگی کا غلبہ۔ قلب اٹھا جاتا تھا۔ بے چینی کی حد نہ تھی آنکھوں سے اشک جاری۔ دماغ پر اسقدر گرمی تھی کہ مثل تنور پھنک رہا تھا۔ کبھی سپہر آرا کو دیکھکر روتی تھی کبھی روح افزا سے کہتی تھی کہ بہن کہا سنا معاف مگر اچھی طرح کوئی سمجھ سکتا نہ تھا کہ کیا کہا۔ بہار النسا نہایت سے زیادہ مضطر و بیقرار تھی جب حکیم صاحب نے کہا کہ گھر میں کسی سے جھگڑا تو نہیں ہوا تو بہار النسا بیگم اپنے دلمیں سخت خفیف ہوئیں۔ سپہر آرا کو خوب معلوم تھا کہ حسن آرا کو بیماری کیا ہے بڑی بیگم بیچاری چپ چاپ بیٹھی حسن آرا کی کیفیت دیکھ رہی تھیں اس درجہ غم تھا کہ زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکلتا تھا مگر آنکھیں اشکبار اور دل مضطر و بیقرار۔

ن۔ حسن آرا بیگم۔ حسن آرا بیگم۔

حسن آرا نے آنکھیں کھول کر دیکھا مگر بات کرنیکی طاقت نہ تھی۔

بہار۔ بولو پیاری بہن۔ آہستہ سے کچھ کہو۔

حسن آرا نے اشارے سے کہا پانی پلاؤ۔ بڑی شدت کی تشنگی ہے۔

حسن آرا غلبۂ تشنگی سے سخت بیچین تھی۔ تھوڑی دیر میں ذرا سا پانی بہار النسا نے دیا پانی پینے سے کسی قدر تشفی ہوئی اتنے میں سول سرجن صاحب پھر آئے۔ پردہ کیا گیا۔ زبان بھی نبض دیکھی۔ نسخہ لکھا۔ اور کہا۔ دو گولیاں آئیں گی۔ دونوں اسیوقت کھلا دیجیے۔ اور شیشی میں جو عرق آئیگا۔ وہ گولی کھانے کے آدھ گھنٹے کے بعد پلائیے۔ ایک مارک آدھ آدھ گھنٹے کے بعد ایک ایک مارک پلانا۔ صبح کو ہم پھر آئیں گے اور ضرور آئیں گے۔ اگر رات کو طبیعت زیادہ بے چین ہو تو ہم کو فوراً اطلاع دیجیے گا۔ پانی بہت کم پائیں اسکا ضرور خیال رہے اور جس طرح کمرہ صاف ہے اسیطرح صفائی کا خیال رہے

حسن۔ (آہستہ سے) قلب از بس ضعیف ہے۔

ن۔ کہتی ہیں قلب بہت ضعیف ہے۔

سول سرجن۔ پوچھیے کوئی وجہ بیان کر سکتی ہیں۔

حسن۔ ہاں دل پر صدمہ پہونچا تھا۔

سول۔ ہم سمجھے ہی تھے۔

یہ کہکر سول سرجن صاحب باہر تشریف لے گئے۔

حسن۔ مگر اب ہمیں اپنے بچنے کی ذرا امید نہیں معلوم ہوتا ہے کہ رگ رگ سے کوئی جان نکالے لیتا ہے۔ اور قلب پر برچھی کی نوک سی لگتی ہے۔ اف ہاتھ پاؤں اینٹھے جاتے ہیں ذرا کسی پہلو چین نہیں آتا۔ انتہا کی بیقراری ہے بات کرنا پہاڑ ہے سپہر آرا کہاں ہے۔ بہار النسا بہن کہاں ہیں۔

بہار۔ سب بیٹھے ہیں تمہارے پاس تم گھبراؤ نہیں ہم سب بیٹھے ہیں۔ ذرا دل کو مضبوط رکھو۔ ڈاکٹر صاحب کہہ گئے ہیں کہ بہت باتیں نہ کریں (قریب جاکر) بہن بتاؤ تو ایسا کیا صدمہ پہونچا خدا نخواستہ کہ دم کے دم میں یہ حالت ہو گئی صورت دیکھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے نواب صاحب نے پوچھا۔ اب تو خوف کا مقام نہیں ہے۔ سول سرجن نے کہا ابھی آرام نہیں ہوا۔ طبیعت ٹھہر گئی ہے۔ صبح آکر ہم کچھ کہہ سکیں گے۔

رات بھر حسن آرا تڑپا کی۔ بڑی بیگم آٹھ دس دفعہ اِدھر اُدھر جاکر مُنہ ڈھانپ کر روئین۔ بہار النسا اور روح افزا آپس مین گلے مل مل کر اشکبار ہوئین اور سپہر آرا کی تو عجب ہی کیفیت تھی۔ اشک تمام شب آنکھون سے جاری رہے نواب صاحب نے سرہانے بیٹھے بیٹھے تڑکا کر دیا۔ مغلانیون اصیلون نے آنکھون مین رات کاٹی۔ باہر شہزادہ ہمایون فر مثل ماہی بے آب تڑپ رہے تھے۔

رات کو دو مرتبہ شہزادۂ معزی الیہ ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجے گئے۔ صبح کے وقت حسن آرا کو اسقدر طاقت نہ تھی کہ بات کرسکتی۔ آنکھون کے اشارے سے باتین کرتی تھی۔ مگر بیکلی اور بے چینی صاف ظاہر ہوتی تھی۔

ٹھیک چھ بجے کے وقت سول سرجن صاحب تشریف لائے۔

سول۔ رات کو دوسری مرتبہ نسخہ لکھا اُسنے فائدہ کیا۔

ن۔ جی ہان ہچکیان بند ہو گئین۔

سول۔ بخار شب کو کیسا تھا۔

ن۔ کبھی کم کبھی زیادہ۔ تین بجے کے وقت اس قدر شدت تھی کہ پیشانی پر ہاتھ رکھنا محال تھا۔ سارا بدن پھنک رہا تھا۔ اور بار بار پانی مانگتی تھی۔

سول۔ (نبض دیکھکر) کم ہے۔

اس کے بعد صاحب سول سرجن نے ایک آلہ چوبی سے قلب اور جگر کا امتحان لیا اور باہر آنکر نواب صاحب سے کہا "بہت کم اُمید ہے"۔

اتنے مین ایک ماما نے اندر سے آنکر کہا۔ نواب صاحب حضور جلد ہی آئیے حسن آرا بیگم کی عجب حالت ہے۔ ہمایون فر اور حکیم صاحب سخت متحیر ہوئے اور نواب صاحب دوڑتے ہوئے اندر گئے ڈاکٹر صاحب اور حکیم صاحب دونون بُلوائے گئے

مغ۔ ٹھہر گئی۔ ٹھہر گئی۔ طبیعت۔

بیاری کی مان۔ اُف۔ اُف۔ کیا جانئے یہ ہوا کیا تھا۔

ماما۔ اللہ نے عزت رکھی۔

بابو۔ ڈاکٹر صاحب نے دوپہر کے بعد پھر جگر کا آلۂ چوبی سے امتحان لیا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی۔ دونون کی رائے تھی کہ سابق کی نسبت اب ضعف زیادہ ہے فوراً صاحب سول سرجن طلب ہوئے اُنھون نے آنکر حال سُنا۔ اسسٹنٹ سرجن سے مشورہ کیا نسخہ لکھا۔ نواب صاحب کی تشفی کی اور کہا دوا نے اثر دکھایا اب ہم کو ذرا تشفی ہوئی۔ ابتک تو ہمکو یہی نہین معلوم تھا کہ دوا اثر کرے گی بھی یا نہین شکر ہے کہ اب ہم کو تقویت ہوئی۔

حُسن۔ دولھا بھائی۔ میرا کام تمام ہوا جاتا ہے۔

ن۔ نہین گھبراؤ نہین۔ دو چار گھنٹے مین افاقہ ہو جائیگا۔

بڑی بیگم نے نواب صاحب کو پردے کے پاس بلا کر کہا۔ لو یہ دس اشرفیان صاحب کو دو۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہو کہ اسوقت یہین ٹھہین باہر نہ جائین۔ نواب صاحب نے کہا اچھا۔ دس اشرفیان صاحب سول سرجن کو بطریق نذر دکھائین۔ اُنھون نے فوراً قبول کرلین۔

ن۔ جناب اِنکی والدہ بہت بیقرار ہین۔ فرماتی ہین کہ آپ مہربانی کرکے کچھ عرصے تک یہین تشریف رکھین۔

سول۔ ہان ہم ہین کچھ دیر تک۔ اور بابو صاحب بیٹھے ہین۔

حکیم۔ مین رخصت ہوتا ہون۔

ن - نہین قبلہ - آپ یہین تشریف رکھین -

حکیم - گھر تک ہو نہ آؤن -

ن - ہم تو اسوقت نہ جانے دینگے -

حکیم صاحب نہایت ہی خوش ہوئے کہ دو ڈاکٹرون کے سامنے اسدرجہ خاطر ہوئی اور ڈاکٹر صاحب اپنے دل مین سوچے کہ ایسا نہو یہ لوگ علمًا یقین تو ہین ہی ور عورتون پر بیمان دار مدار بھی زیادہ ہی - کہین حکیم صاحب کا علاج نہ شروع کر دین - اسسٹنٹ سرجن نے انگریزی مین کہا کہ ان لوگون کو ذرا بھی انگریزی ادویہ کا بھروسہ نہین -

حُسن آرا نے سپہر آرا سے کہا بہن اب تو بچنے کی امید نہین تم لوگ تو چشم ظاہر بین سے دیکھتے ہو تمھین ہمارا حال کیا معلوم کہ قلب کی کیا کیفیت ہی - بس یہی معلوم ہوتا ہی کہ زہر کی بجھی ہوئی برچھی کوئی بھونک رہا ہی - اور اسوقت سب سے زیادہ یہ خیال ہی کہ آزاد بیچارے ہمارے بعد کیا کرین گے - سہ

ہر دم از افغان و آہ آتشین و چشم تر
رعد نالان برق سوزان ابر گریانیم ما

ادھر حسن آرا بیگم سپہر آرا سے آہستہ آہستہ گفتگو کرتی تھین اُدھر نواب صاحب کو حکیم جی پٹی پڑھا رہے تھے -

حکیم - حضرت ان کے علاج سے تو نالۂ مرض معلوم -

ن - دیکھیے خدا مالک ہی -

حکیم - خدا جانے کیا الم غلم دیتے جاتے ہین -

ن - درست ہی -

شہزادہ میرزا ہمایون فر ڈاکٹرون کے از بس معتقد تھے جھلا کر آہستہ سے کہا نواب صاحب آپ بھی عجیب آدمی ہین درست درست کہتے چلے جاتے ہین اور حکیم صاحب تو ڈاکٹرون کے خلاف کہا ہی چاہین -

اب سُنیے کہ بڑی بیگم صاحب نماز پڑھ رہی ہین بہار النسا چھت پر مغلانی سے باتین کرتی ہین - نواب صاحب اور میرزا ہمایون فر بہادر حکیم جی کی نسبت باتین کر رہے تھے - حکیم صاحب ایک گھنٹے کے لیے رخصت ہو کر گھر گئے تھے - محمد عسکری بھی ہمراہ رکاب حکیم صاحب چلے گئے تھے - کہ دفعتًہ اندر سے رونے کی آواز آئی - سب دنگ کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہی - نواب صاحب فورًا لپکے بڑی بیگم غل مچاتی ہوئی زینون پر جاتی تھین -

ن - کیا ہوا کیا - ہوا کیا -

بہار - (سر پیٹ کر) جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا -

سپہر آرا کونے مین کھڑی سر پیٹ رہی ہی - روح افزا سر بالین زار زار روتی ہی بڑی بیگم صاحب نے اینٹ اُٹھائی اور زور سے سر پر لگائی -

نواب صاحب نے جا کر دیکھا تو حُسن آرا بالکل مُردے کی طرح بے حس و حرکت پڑی تھی -

ن - یہ کیا ہوا -

مغ - ایک ہچکی آئی اور بس آنکھین پھر گئین -

نواب صاحب نے نبض دیکھی - اور کہا نہین ابھی گرم ہی - گھر بھر مصروف گریہ و زاری تھا - کہرام مچا ہوا - تمام محلے سے بکا اور بین کی آواز بلند تھی - سپہر آرا نے تین دفعہ دیوار سے سر ٹکرایا تو خون جاری ہوگیا - مغلانی نے لاکھ لاکھ سمجھایا مگر بیکار -

ن - ارے ذرا چُپ رہو - مین ابھی ڈاکٹر کو لاتا ہون -

یہ کہکر نواب صاحب گاڑی پر سوار ہوئے - اور ڈاکٹر کے ہان گئے -

قیدی کی رہائی

اتنے عرصے تک قید مین رہکر میان آزاد نہایت ہی پریشان ہوئے ایک روز اُنھون نے وزیر جنگ کے نام خط لکھا۔

حضور اقدس۔

مین قید خانے مین بیٹھا ہوا اُس شخص کیطرف مخاطب ہوکر یہ شعر پڑھتا ہون جسکی بدولت مین ناکردہ گناہ قید ہوگیا۔ ؎

آنچہ کردی تو بمن ہیچ بہ انسان نہ کند
مرگ با جان نکند کفر بہ ایمان نکند

مگر افسوس ہے کہ گو اب وہ بھی میرے خلاف نہین۔ مگر نامساعدت بخت کو کوئی کیا کرے۔ مین صاف صاف لکھونگا کہ حضور نے تحقیقات کامل نہ کی اور یہان تک اِس معاملے مین اغماض فرمایا کہ ابتک میری خبر ہی نہین لی جرم تو یہی عائد ہوا نہ کہ مین روسی جاسوس ہون۔ مگر ہندوستان اور انگلستان اور مالٹا تک سے خطوط آئے کہ یہ شخص روسی جاسوس نہین ہندی ہے لیکن اُسپر بھی قید خانے سے نجات نہ ملی۔ افسوس صد افسوس مس میڈا جنھون نے مجھے روسی جاسوس بتایا وہ خود معترف ہین کہ اُن سے غلطی ہوئی۔ مہرز جی کی کوٹھی مین فروکش ہوا وہ اور اُنکے باپ دونون مجھ سے واقف ہین لیفٹننٹ اسٹیٹین۔ اور کپتان اسمتھ نے شہادت دی مگر ہم قید خانے ہی مین ہین۔ افسوس حیرت اور حسرت کی انتہا نہین اب یا تو میرے قتل کا حکم ہوجائے یا رہائی کا۔ کیونکہ اگر رہائی نہوئی تو جینے سے کیا فائدہ ہندوستان سے آئے تھے کہ ترکون کی طرف سے لڑین۔ مگر اتفاق شامت اعمال۔ ؎

شوق ہر رنگ رقیب سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے سے بھی عریاں نکلا

سمجھ ہی مین نہین آتا کہ اب کس مصلحت سے قید ہون

عریضہ فدوی آزاد مجرم

یہ خط صاحب سپرنٹنڈنٹ سول جیل کے ذریعے سے وزیر جنگ کے پاس بھیجا گیا اُنھون نے پڑھا اور اُسپر لکھدیا جلد رہائی ہوگی۔

میان آزاد کے پاس یہ جواب بھیجدیا گیا پڑھکر خاموش ہو رہے۔

اب سُنیے کہ دوسرے روز سول قید خانے مین ایک اور قیدی آیا۔ میان آزاد نے دیکھا کہ ایک سُرخ و سفید آدمی ہے نہایت ہی حسین ووجیہ۔ باہم گفتگو ہونے لگی۔

آزاد۔ آپ کس ملک کے باشندے ہین۔

دوسرا قیدی۔ فرنچ ہون اور آپ۔

آزاد۔ ہندی۔

فرنچ۔ یہان کب سے ہین آپ۔

آزاد۔ ابھی چند ہی روز ہوئے۔

ف۔ کس جرم مین سول جیل مین آنا ہوا۔

آزاد۔ کیا عرض کرون افسوس ہے۔

ف۔ ہماری نسبت مشہور کیا گیا ہے کہ روسی جاسوس ہو۔

آزاد۔ ہان! تو آپ ہمدرد ہین ہمارے۔

ف۔ کیا آپ پر بھی یہی جرم عائد ہوا ہے۔

آزاد۔ جی ہان۔

ف۔ اندھیر ہے اندھیر۔

آزاد۔ جنگ کا زمانہ ہے نہ۔ جاسوس کے نام سے تو لوگ

بھڑکا ہی جا ہین -

ف - یہ سچ مگر انتظام بھی ٹھیک نہین ہی -

آزاد - ابھی مین اِسکی نسبت کچھ راے نہین دیسکتا -

ف - ہان - واقف نہین ہین بخوبی آپ -

میان آزاد نے اس نوجوان فرانسیسی سے پوچھا آپ روسی زبان سے بھی واقف ہین - اُسنے کہا ہان خوب واقف ہون - ترکی فرانسیسی روسی تینون زبانین بول سکتا ہون - دو دن آزاد اور فرانسیسی ہل مل کر رہے تھے کہ فرانسیسی نے کہا حضرت اب ہم اور آپ رازدان ہو جائین -

آزاد - رازدان ہو جائین اسکے کیا معنی -

ف - ہم آپ سے راز کی باتین کہین - آپ ہمسے -

آزاد - بہتر -

ف - ہم روسی جاسوس تو نہین - مگر جب سے قید ہوئے - تب سے ترکون کے خلاف ہو گئے -

آزاد - افسوس صد افسوس -

ف - افسوس کاہے کا اسمین - ہماری طبیعت -

آزاد - ترک بڑے پاکباز اور سچے آدمی ہین -

ف - آپ ابھی واقف نہین ہمسے پوچھیے -

آزاد - ہم ترکون کے عاشق ہین -

ف - ابھی اس حالت مین بھی -

آزاد - بیشک -

ف - آپ کو بے وجہ قید کر دیا -

آزاد - خوب کیا -

ف - خوب کیا تو ہم دشمن ہو گئے ہین بے وجہ قید کر دیا -

آزاد - جنگ کا وقت ہی نہ -

ف - بڑا بُرا کیا -

آزاد - اور کسی ملک مین ہوتے تو اب تک مار ڈالے گئے ہوتے -

ف - فرانس مین ایسا نہوتا - جو ہمارا ملک ہی -

آزاد - جی ہان - ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد	میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

حب وطن کا تقاضا یہی تھا جو آپ نے فرمایا -

ف - آپ جب برس چھ مہینے یہان رہین گے تو کیفیت معلوم ہو گی -

آزاد - ہان اگر آدمی اچھے ہین -

ف - اور گورنمنٹ -

آزاد - ابھی راے نہین دے سکتے -

ف - سُنا اور پڑھا گیا ہی -

آزاد - ع -

شنیدہ کی بود مانند دیدہ

ف - ہان یہ سچ ہی -

اس نوجوان قیدی نے میان آزاد سے پوچھا آپ یورپ کے علوم سے واقف ہین - آزاد نے کہا جی ہان کچھ کچھ - فرانسیسی نے پوچھا آپ جانتے ہین کہ شہاب ثاقب کی کیا اصلیت ہی آزاد نے کہا - اولاً جبل النار ارضی کے ٹکڑے بعض اوقات اجزاے کبریتہ ارضیہ کے جوش کھانے سے اوپر چلے جاتے ہین - ثانیاً - بخارات ارضیہ اوپر چڑھ جاتے ہین اور پھر بصورت شہب زمین پر گرتے ہین - ثالثاً - کرۂ قمر کے کوہ آتش نشان کے ٹکڑے زمین پر نازل ہوتے ہین - رابعاً -

شہاب بھی اور اجرام کی طرح اجرام فلکی ہیں۔
پوچھا کہ یہ پہاڑ جناب باری نے کس مصلحت سے بنائے
آزاد نے کہا پہاڑوں کی چوٹیاں بادلوں کے پانی کو مجذب
کرلیتی ہیں جس سے انسان فائدہ کثیر اُٹھاتے ہیں۔ پودے
نشوونما پاتے ہیں۔ درخت خضارت و نضارت سے سبزان ہند
کی یاد دلاتے ہیں۔ کوسوں سبزہ زار چشمہ سار اور دریاے
قمار بہاتے ہیں۔ دور دور کے ملک تراوٹ سے شاداب
ہوجاتے ہیں۔
ف۔ زلزلہ کے اسباب بیان کیجیے۔
آزاد۔ بہت اچھا۔
اولاً کسی قسم کے اجزاے ارضیہ کبریتیہ وغیرہ جوش کھاتے
ہیں اور اُنسے ابخرہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ ابخرات محتبسہ باہر
نکلنے کے واسطے متحرک ہوتے ہیں جبکہ زمین کی کثافت کے
باعث سے اُسکے مجاری ومنافذ مسدود ہوجاتے ہیں اور
ابخرہ مذکور نکل نہیں سکتے۔ تو ناچار اُنکی حرکت سے زمین میں
زلزلہ پیدا ہوتا ہی۔
ف۔ آپ بہت لایق آدمی ہیں۔
آزاد۔ یہ آپ کی ذاتی لیاقت اور حسن اخلاق ہی۔
ف۔ آپ فرنچ بخوبی بول سکتے ہیں۔
آزاد۔ جی نہیں مگر مطلب سمجھا دوں گا۔
ف۔ آپ آئے کس غرض سے ہیں۔
آزاد۔ شریک جنگ ہونے۔
ف۔ آپ کی حالت افسوس ناک ہی۔
آزاد۔ آئے تھے کہ میدان کارزار میں شمشیر لیاقت کے جوہر
دکھائیں گے۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ قید خانے جائینگے۔ ع

بر سرِ فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

اور۔ مصرعہ

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

ف۔ ایک شخص میاں آزاد نامے آئے تھے۔
آزاد۔ آئے ہوں گے۔
ف۔ آپ ہی کے ملک کے تو ہیں۔
آزاد۔ ہوں گے۔
ف۔ کیا آپ سے اُنسے ملاقات نہیں ہی۔
آزاد۔ چار آنکھیں کبھی نہیں ہوئیں۔
ف۔ سُنا کہ کسی بیگم نے اُنکو بھیجا ہی۔
آزاد۔ باشد۔
ف۔ جنگ کے فنون سے آپ واقف ہیں۔
آزاد۔ جی ہاں واقف ہوں۔
ف۔ مجھے بھولیے گا نہیں۔
آزاد۔ نہیں ایسی بات ہی بھلا۔
شب کو قیدی کا پتا نہ ملا۔ میاں آزاد نے اِدھر اُدھر جستجو کی
مگر بے سود۔ لوگوں سے پوچھا مگر بیکار۔ حیرت تھی کہ یا
الٰہی یہ کیا اسرار ہی۔ معلوم ہوتا ہی قیدی بھاگ کھڑا ہوا۔
صبح کو دربر جنگ کے پاس ایک شخص عرضی لیکر گیا جسکا
یہ مضمون تھا۔
حضور والا۔
حسب الارشاد واجب الانقیاد خاکسار دو دن تک
سول جیل میں رہا میاں آزاد نامے قیدی سے ملاقات کی
مختلف امور کی نسبت گفتگو ہوئی آدمی نہایت فہمیدہ وسنجیدہ
وذیعلم ہی۔ روسی جاسوس کہنا اُسپر تہمت تراشنا ہی۔

نہایت ملول و افسردہ ہی۔ خود مین نے کئی بار ترکون کی شکایت کی مگر آزاد نے مجھ سے اتفاق راے نہ کیا۔ یہ شخص ترکون کا عاشق زار اور روم کا جان نثار ہی۔ بکمال قلق اور افسوس کا مقام ہی کہ ایسے جانباز دوست اور خیر طلب کے ساتھ لوگ اس طرح پیش آئین۔ حضور از راہ نوازش و کرم اسیوقت اُس بیگناہ کی رہائی کا حکم صادر فرمائین۔ ورنہ وہ گڑھا مرکر ہی جائے گا اور ہماری بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے جوان مرد کو قید کرکے مار ڈالا اور طرہ یہ کہ بیگناہ ہی۔ اور نہایت ذی علم۔

یہ عرضی پڑھکر وزیر جنگ نے حکم دیا کہ تم خود جا کر رہا کرو اور کہو پرسون ہمسے ملاقات کرین۔

یہ صاحب سینیر یعنے اعلےٰ ناظم قید خانہ سول تھے۔ اور وزیر جنگ کے حکم کے بموجب میان آزاد کے پاس قیدیون کی طرح رہے تھے تاکہ اس بہانے سے اُنکے کل حالات دریافت کرین۔ تھوڑی دیر مین ناظم ممدوح گھوڑے پر سوار ہو کر قید خانے کے پھاٹک پر پہونچے۔ حکم دیا کہ میان آزاد کو طلب کرو۔ آزاد آئے تو دیکھا کہ جو صاحب کل شام کو قیدی تھے۔ وہ اس وقت حاکم بنے گھوڑے پر سوار سامنے کھڑے ہین۔

آزاد۔ کل تو آپ ہمارے ہمدرد بنے تھے۔ مگر خوب خوب بھرے دیلے آپ فرانسیسی بنے تھے۔ بھلے کو کوئی کلمہ خلاف روم زبان سے نہ نکلا اور نکلتا کیونکر۔

ناظم۔ اب آپ رخصت ہون۔

آزاد۔ قید خانے کو سلام ہی۔

ناظم۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ آپنے رہائی پائی۔ مگر افسوس ہی۔ اسقدر عرصے تک آپ کو مفت مین مصیبت سہنا پڑی۔

میان آزاد ہشاش بشاش قید خانے سے چلے۔ ہرمزجی پارسی کی کوٹھی پر پہونچے۔ ہرمزجی نے بڑے تپاک سے مصافحہ کیا اور کہا میڈا ابھی اسی وقت یہان سے گئی ہین۔ وزیر جنگ نے اُنکو بلایا تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو بڑی سخت پاتا مگر اس پری پیکر کی ادا نے عین غصے کے وقت ایسا مجبور کیا کہ سزا نہ دی۔ بس اتنا کہا کہ میڈا اس شکل و صورت کے ساتھ سیرت بھی خدا نے تم کو اچھی دی ہوتی تو سبحان اللہ۔ میڈا نے گردن نیچی کر لی۔

میان آزاد اور ہرمزجی نے کھانا کھایا اور آرام کیا شام کو خاتون مہ لقا مس میڈا تشریف لائین۔ اور بہت جھک کے میان آزاد کو سلام کیا۔ آزاد نے مُسکرا کر جواب دیا۔

میڈا۔ آپ سے قول و اقرار ہو گیا ہی کہ گذشتہ را صلواۃ یہ مُسکرانا کیا معنی جو کچھ ہوا ہوا مین اپنی غلطی اور حماقت پر خود منفعل ہون۔

آزاد مس میڈا کو لیکر ایک کمرے مین گئے۔ میڈا نے کہا آزاد مین نے تم کو سخت مصیبت مین مبتلا کیا۔ مجھے کمال افسوس ہی۔ مگر تم مطمئن رہو کہ مین اسکے عوض مین ایسا سلوک کرونگی کہ تم عمر بھر یاد کروگے۔ وزیر جنگ نے مجھے کل بلایا تھا مین نے ہاتھ جوڑ کر اُن سے کہا کہ میرا قصور معاف کیجیے اور ایک التماس قبول فرمائیے۔ کہا ہمنے قصور معاف کیا مین نے التجا کی کہ ایک التماس قبول فرمائیے۔ کہا بسر و چشم منظور مین نے کہا آزاد کو کوئی معزز جنگی عہدہ دیجیے۔ یہ کہکر مین بے اختیار رونے لگی میری تشفی کی اور کہا کہ تین چار دن مین ہم اُن کو ایک افسری کا عہدہ دینگے۔ تم اپنے ساتھ اُنکو لاؤ پرسون کا

وعدہ ہی آپ میرے ساتھ چلیے گا۔
آزاد۔ رہے طالع۔
مینڈا۔ ضرور چلیے گا۔
آزاد۔ بالضرور ایسی بات ہی بھلا۔
مینڈا اور آزاد باہر آئے۔ ہرمز جی نے پوچھا کیا راز و نیاز کی باتین ہوتی تھین۔ آزاد اور مینڈا دونون مسکرا دئے اور مینڈا رخصت ہوئین۔

عبرت اور نصیحت

لب چشمہ سار لطافت بار ایک گلشن پُر بہار روکش گلزار فرخار مین ایک پری تمثال جادو جمال نوجوان عورت ہری ہری دوب پر سفید چاندنی بچھائے بصد انداز دلربائی و شان برنائی متمکن ہی اور سامنے ایک ادھیڑ عورت کھڑی باتین کر رہی ہی۔ نوجوان عورت کی باتون سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی بڑی مصیبت سے بچ نکلی ہی اور ہنس ہنس کر اپنی پچھلی مصیبت کی نسبت گفتگو کر رہی ہی۔
نوجوان۔ (نو) اُف بڑی مصیبت سے اللہ نے بچایا۔
خادمہ۔ (خ) کیسی کچھ۔
نو۔ مگر سچ کہنا۔ کیا تدبیر سوجھی ہی۔ کیون۔
خ۔ اللہ جانتا ہی اور کو نہ سوجھتی۔
نو۔ مگر پتہ لگاتے رہین گے کہ اب کیا کیفیت ہی۔
خ۔ مین روز روز کا کچا چٹھا کہہ سناؤن گی۔
نو۔ ہان خوب یاد آیا۔ تم سے کیا واسطہ مرے تو ہم تھے۔
خ۔ اللہ نہ کرے۔
نو۔ اُف۔ اُسوقت تم سے ہنسی کیونکر ضبط ہو سکی۔
خ۔ بیوی مارے ہنسی کے بُرا حال تھا اور اُنکی یہ کیفیت کہ ڈھاڑین مار مار کر روئین۔ تو مین سمجھاؤن کہ دیکھو دیکھو ایسا نہو سب پر کھل جائے کہ زہر کھایا ہی۔ بڑی دل لگی ہوئی۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ اور ایک دفعہ بڑی زور سے آہ سرد بھر کر نعرہ مارا اور گر پڑے کہا ہائے افسوس اتنے دن تک اُسکے پیچھے اوقات ضایع کی مگر نتیجہ یہ نکلا) بڑی دیر تک لوٹتے رہے کہ مین بھی ساتھ چلون گا۔ مین نے کہا کچھ خیر ہی میان ہوش کی دوا کرو۔ ہم اپنے اللہ جانے کس تدبیر سے دفنائین۔ کس راہ سے جنازہ لیجائین۔ ہمارا گانون ہمارا محلہ تم لاش لیکر نکلو تو محلے بھر مین ہلڑ مچ جائے بہت روئے پیٹے۔
نو۔ اُنکو اپنے تن بدن کی تو سُدھ ہی نہین۔ مین کھانا نہ دیتی تو دو دو دن تک فاقہ ہی کرتے۔ جب کہون کھانا کھالو کہین خدمتگار کو بلاؤ۔ افضل۔ تفضل۔ فضل۔ یہ وہ۔ خدا جانے کیا کیا بکتے تھے واہی تباہی۔ ایک دن کہنے لگے کہ تم ہو کیا بیچاری۔ مین ایسی پری کے ساتھ نکاح کرون کہ تم بھی شرما جاؤ۔ بس دل پر ملال گذرا۔ دن مین سو سو بار بیہودہ کہین ہاتھی لاؤ۔ گھوڑا کسو۔ کبھی نکالو۔ الٰہی توبہ ناک مین دم کر دیا۔ مارے رنج کے کھانا پینا حرام تھا۔ بارے خدا خدا کرکے مصیبت سے بچی۔
خ۔ ہان ہی تو سچ مگر آپ نے اچھا نہ کیا۔
نو۔ یہ کیون۔
خ۔ ہم ہوتے تو ضرور نکاح کر لیتے۔ آدمی صورت دار۔ ہزارون روپیہ پاس۔ شریف پڑھا لکھا۔ بدنہین مفت مین ایسے روپیہ والے کو ہاتھ سے کھو دیا۔ کوئی پوچھے

ملا کیا تم کو۔

نوجوان عورت نے اس فقرے پر آہ سرد کھینچکر کہا تم کو کیا معلوم کہ ہم نے کس کو دل دیا ہی اُسکو دل دیا ہی جو اپنا دل کسی اور ہی کو دے چکا مگر خیر خدا ہمارا ابھی مالک ہی یہ ایک راز کی بات ہی۔ ہم کسی پر ظاہر نہ کرین گے۔

ناظرین آنکھین سمجھ ہی گئے ہونگے کہ یہ دونون عورتین کون ہین ان مین ایک جوگن ہی دوسری چمپا۔ اب اکثر صحاب کو حیرت ہو گی کہ جوگن تو مر گئی تھین۔ اُنھون نے زہر کھایا تھا۔ چمپا کا بھائی لاش کو دفنا آیا تھا۔ یہ پیدا کہان سے ہو گئین سبب سُنیے۔

حقیقت حال یون ہی کہ جوگن نے چمپا کے ذریعے سے ایک شخص کو بُلایا تھا جو موم کے کھلونے بنانے مین طاق تھا اُس شخص نے موم کے ہاتھی اور گھوڑے اور اونٹ بنا کر یورپ کی نمایشگاہون مین بھیجے تھے۔ اور انعام پایا تھا جوگن نے اُسکو بُلا کر کہا کہ ایک عورت بنا لاؤ۔ مگر ہاتھ پانون نقشہ چہرہ قد قامت بعینہ ہی ہمارا ہی سا ہو۔ چنانچہ وقت مقررہ پر وہ لے آیا جوگن چلی گئی۔ چمپا نے ایک چادر اُڑھا دی اور چراغ گل کر دیا باقی حال ناظرین کو خود ہی معلوم ہی۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ چمپا بار بار کہتی جاتی تھی کہ آپ ساتھ نہ چلیے۔ آپ الگ ہی رہیے۔ آپ غل نہ مچائیے۔ بڑی حُسنِ لیاقت سے چمپا نے موم کی عورت کو اُٹھوایا شہسوار کو ذرا بھی نہ معلوم ہوا کہ اُنھون نے کیا کارروائی کی ہی۔

جو۔ مین اپنا حال کیا بتاؤن۔ کہ میری تقدیر نے کس کس قدر پلٹے کھائے افسوس پہلے کیا تھی پھر کیا ہوئی۔ اب کیا ہون اور آیندہ خدا جانے کیا ہو مگر بیحیائی کی زندگی ہے۔

کاٹے نہین کٹتی۔

سُنو چمپا اللہ جانتا ہی ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم فنس پر سوار ہو کر ٹھسّے سے نکلتے تھے۔ بارہ بارہ سولہ سولہ کہار فنس اُٹھاتے تھے۔ اور یا ایک زمانہ اب ہی۔ ایک وہ وقت تھا کہ لونڈیان اور صیلین خدمت کے لیے تھین۔ یا اب ایسا وقت آن پڑا۔

ہائے یہ سب ہماری حماقت اور آوارگی کا نتیجہ بد ہی۔ نہین تو یہ دن ہم کیون دیکھتے۔ اور ہمین ہمارے والدین کا بھی قصور تھا کہ ایک مسن آدمی سے بیاہ کر دیا جسکے مُنھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت۔ ہماری زندگی تلخ کر دی فعل بد کا نتیجہ بھی بد ہی ہائے ستم مین نے کیا کیا۔ اُسوقت اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میری یہ گت ہوگی تو کیون ایسا کرتی۔

چمپا۔ بیوی جو کچھ آپنے کیا سو کیا۔ ہمین اُسکا حال نہین معلوم مگر یہ بہت بُرا کیا کہ اس خوبصورت روپیے والے کے ساتھ نکاح نہ پڑھوایا۔ مگر اب بھی سویرا ہی اور وہ آپ پر جان دیتا ہی۔

جو۔ چمپا تم کو ہمارے بھید سے اطلاع ہوتی تو تم ایسا نہ کہتین۔

چمپا۔ ہان اب لے مجھے کیا معلوم۔

جو۔ ہائے افسوس مین نے کیا کیا۔ بڑی بُری گھڑی تھی۔ یا خدا جو گت میری ہوئی کسی شریف زادی کی نہو۔

یہ کہکر جوگن بہت روئی چمپا نے لاکھ لاکھ سمجھایا مگر آنسو نہ رُکے اور کیونکر رُکتے خدا جانے کیا یاد آیا تھا۔ ؎

تھمتے تھمتے تھمین گے آنسو
رونا ہی یہ کچھ ہنسی نہین ہی

جوگن نے چمپا سے کہا تم مجھے سمجھاتی کیا ہو۔ میری قسمت مین یہی لکھا ہی کہ مین عمر بھر رویا کرون۔ مین اپنی حماقت او

بدقونی اور غلطی پر روتی ہون۔ یا خدا کبھی کوئی شریف زادی
ایسی مصیبت مین مبتلا ہو۔ چمپا متحیر تھی۔ اُسکو جوگن کے
درد دل کی خبر نہ تھی۔ بہ اصرار کہا کہ بیوی اب کسی اور بات کا
ذکر چھیڑو۔ اللہ جانے آپ کو اسوقت کیا یاد آیا میری عقل
ہی نہین کام کرتی۔

یہ باتین ہو رہی تھین کہ کسی شخص نے یہ شعر
پڑھا۔ ؎

نہ داغ یاس سے گھبرا بر آئیگی امید
گلون کے بعد ہوا کرتے ہین ثمر پیدا

جوگن نے جو یہ شعر سُنا تو ذرا ڈھارس ہوئی۔
اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ یہ آواز کہان سے آئی۔ آخر کار ایک
پیر مرد نظر آیا۔ جوگن اور پیر مرد کی آنکھین چار ہوئین تو
پیر مرد نے جوگن سے کہا اگر مضایقہ نہو تو مین تیرے قریب
آنکر بیٹھون ورنہ خیر۔

جو۔ زہے نصیب آئیے۔

پیر مرد۔ مین بڑی دیر سے دیکھ رہا ہون کہ تو اپنا حال تباہ
کرتی ہے۔ دو گھنٹے سے زار زار روتے دیکھا۔ اُس کے
دو ہی سبب ہین یا فراق و درد اشتیاق یا افعال بد پر
نفس کو لعنت ملامت کرتی ہے۔

جو۔ ہان کچھ ایسا ہی ہے۔

جوگن نے کہا جب مین نے آپ کو دیکھا تب بھی ڈر گئی تھی
وجہ یہ کہ آپ کے نہ ڈاڑھی ہے نہ مونچھ اور پوشاک بھی دنیا
سے نرالی ہے۔ پیر مرد نے مسکرا کر کہا ہان ہے تو ایسا ہی۔
مگر میری شکل اور وضع کا خیال نہ کرو۔ میری نصیحت پر
دھیان رکھو۔

یہ کہکر پیر مرد نے جوگن سے التجا کی کہ اگر جی چاہے اور
عیب نہ سمجھو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔

جو۔ کوئی عذر نہین۔

پیر مرد۔ جھٹپٹے وقت چلو۔

جو۔ جب حکم ہو۔

جب آفتاب لب بام آیا تو پیر مرد جوگن کو لیکر اپنے گھر کی
طرف چلے۔ چمپا ساتھ ساتھ تھی۔

چمپا۔ کیا آپ کا مکان یہان سے دور ہے۔

پیر مرد۔ نہین پاس ہی ہے۔

چمپا۔ پیسا ڈولی۔ ٹکا ڈولی۔

پیر مرد۔ دو قدم ہے۔

جو۔ اس قدر بتا دیجیے کہ وہان کون کون ہوگا۔

پیر مرد۔ مین اور ایک خادمہ۔

جو۔ بس تو پھر کیا ہرج ہے۔

تھوڑی دیر مین پیر مرد نے کہا لو یہ مکان ہے۔ جوگن اور
چمپا کو لیکر پیر مرد اپنے مکان مین داخل ہوئے اور کہا کہ تم
دونون یہان صحن مین مونڈھون پر بیٹھو مین آتا ہون ابھی
ابھی آیا۔ یہ کہکر پیر مرد دالان کے اندر گئے۔ چراغ روشن ہوا
اور خادمہ نے آن کر کہا چلیے آپ کو بلاتے ہین اور چمپا سے
کہا تم یہین بیٹھی رہو۔ جوگن جانے لگی تو چمپا نے کان مین
کہا کہ ہمین کچھ دال مین کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ اکیلا مکان
تیرہ و تار ایک چراغ اب روشن ہوا۔ کبھی کی جان نہ
پہچان۔ آپ نہ جائیے تو اچھا۔

جو۔ گھبراؤ نہین خدا مالک ہے۔

چمپا۔ جیسی خوشی ہو۔

جوگن بے جھجک کمرے کے اندر چلی گئی۔ دیکھا کہ صاف ستھرے کمرے مین فرش مکلف بچھا ہی۔ چراغ روشن ہی مگر مکین ندارد خادمہ سے پوچھا پیر مرد کہان گئے۔

خادمہ۔ (مسکرا کر) آتے ہین۔

اتنے مین جوگن کیا دیکھتی ہی کہ ایک بوڑھی عورت کوٹھری مین سے برآمد ہوئی۔ اور جوگن کے پاس آنکر بیٹھی۔ جوگن نے کہا آئیے۔ کیا آپ بھی ——— اسی مکان مین رہتی ہین۔

ضعیفہ۔ پہچانا۔

جو۔ کبھی دیکھا ہو تو پہچانون۔ بن دیکھے کوئی کسیکو کیا پہچانے۔

ضعیفہ۔ مجھکو دیکھا ہی آپ نے۔

جو۔ دیکھا ہوگا۔ یاد نہین آتا۔

ضعیفہ۔ سوچیے۔ غور کیجیے۔

جو۔ (خادمہ سے) پیر مرد کو بلاؤ کہو صاحب اب آئیے۔

خادمہ۔ (ہنسکر) بہت خوب بلاتی ہون۔

جو۔ ایسین ہنسی کی کون بات تھی۔ مین سمجھی نہین۔

خادمہ۔ حضور کس کو بلواتی ہین۔

جو۔ وہ جو پیر مرد ہمارے ساتھ آئے تھے۔ ہم کو ساتھ لائے تھے۔

خادمہ۔ وہ یہ کیا بیٹھے ہین۔ (مسکرا کر) ہین کہ نہین۔

ضعیفہ۔ مین نے تو پہلے ہی پوچھا کہ پہچانا۔ مین پیر مرد نہین عورت ہون۔

جو۔ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ سے کہ ڈاڑھی نہ مونچھ اور مردانہ وضع بھی عجیب غریب مگر یہ نہین سمجھی تھی کہ مرد نہین ہین اچھا دھوکا ہوا۔ آپ عورت ہین۔

ضعیفہ۔ اب تم چین سے یہان رہو اور جو کہنا سننا پوچھنا مشورہ لینا ہو مین حاضر ہون۔

سنو اب مین تم سے اپنا حال صاف صاف بیان کر دون۔ میرا خاص پیشہ یہ ہی کہ شریفون کی بہو بیٹیون کو امور نیک کی تعلیم دون اور سیدھے ڈھرے پر لگاؤن تم دس پندرہ ہی دن اگر میرے ساتھ رہوگی تو سب حال تم پر کھل جائیگا کہ مین کیا کارروائی کرتی ہون۔ اور کن کن شریف خاندانون مین میرا گذر ہی۔ سب لوگ مجھکو استانی جی کہتے ہین۔

منجملہ اور خاندانون کے استانی جی نے حسن آرا اور سپہر آرا کا بھی ذکر کیا کہ انکے ہان بھی مین جاتی آتی ہون۔ جوگن ان دونون کا نام سنکر چونک پڑی اور متحیر ہوکر پوچھا کہ آپ انکو جانتی ہین؟

استانی۔ بخوبی۔ دونون بہنون کو مثل اپنی خاص لڑکیون کے سمجھتی ہون۔

امیرون کا کھلونا
چھوٹا موٹا تمّا بونا

میان آزاد فرخ نہاد ہرمزجی بھائی کی کوٹھی مین بآرام تمام بیٹھے ناول پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے دفعتہً غل مچا کر کہا۔ (اوگیدی نہوئی قرولی) آزاد کے کان کھڑے ہوئے این! یہ کس کی آواز آئی بھئی۔ قرولی اور گیدی۔ میان آزاد سخت متحیر ہوئے۔ اٹھنے کو تھے کہ پھر آواز آئی۔ قسم خدا کی کٹارا کھینچ ماردون گا اوگیدی۔

آزاد۔ کوئی ہی۔

چپراسی۔ حکم حاضر ہون۔

آزاد۔ یہ باہر کیا غل مچ رہا ہی۔

چپراسی۔ ایک پستہ قد سا آدمی ہی۔ کہتا ہی کوٹھی کے اندر جانے دو۔

آزاد۔ آنے دو۔

چپراسی نے اُس آدمی سے جاکر کہا۔ اچھا چلیے اندر چلیے تشریف لائے تو آزاد نے ہنسکر کہا۔ اخّاہ خوجی ہین آؤ بھئی خوب آئے۔

خو۔ شکر ہی کہ تم کو صحیح و تندرست پایا۔

آزاد۔ سخت مصیبت مین مبتلا ہوئے تھے۔

آزاد نے مختصر طور پر سب حال بیان کیا کہ اتنے عرصے تک قید خانے مین رہے۔ چھ چھ دفعہ تحقیقات ہوئی جرم کچھ ثابت نہوا مگر اتفاق وقت اور شامت اعمال قید سے رہائی نہوئی۔ آخر کار وزیر جنگ کی خدمت مین عرضی بھیجی۔ خدا خدا کرکے اب رہائی پائی۔

خوجی نے باستقلال یہ ساری داستان سُنی اور کہا سچ کہنا اسوقت ہوش ٹھکانے ہین یا نہین۔ آزاد نے قسم کھائی تو خوجی کا چہرہ مارے غصے کے سُرخ ہوگیا۔ پوچھا صاف صاف بتاؤ کس جرم مین ماخوذ ہوئے تھے۔ بتاؤ ٹھیک ٹھیک کُل حال مو بمو کہنا۔ آزاد نے کہا ایک عورت کے پھیر مین۔

خوجی بہت ہی محظوظ ہوئے اور گھبرا گئے کہ اُس نوجوان جمیلہ کو ضرور عقد نکاح مین لائین گے تھوڑی دیر غور کرکے میان آزاد سے پوچھا ہان یہ بتاؤ کہ قید کیونکر ہوئے یہ تو کوئی جرم نہین کہ آپنے شادی کرنا قبول نکیا۔ آزاد نے ساری داستان بیان کی تو خوجی نیلے پیلے ہوئے۔

خو۔ سُنا میان۔ ہم تمہارا بدلا لین گے۔ کُل امور او امور کی تہ سمجھ گئے ہین۔ یہ اُس ہوش کا کام نہین یہ کسی نے ورغلان دیا ہی مطلب یہ کہ کسی کی سکھائی پڑھائی تھی۔ مگر اُس مردود سے انشاء اللہ ہم کھڑے کھڑے بدلا لینگے۔ اُخّوہ اتنے دن قید خانے مین بھی رہے۔ افسوس صد افسوس بڑا رنج ہوا اسوقت واللہ کمال افسوس ہوا۔

آزاد۔ چلیے اب افسوس نہ کیجیے معنی بامعنی۔

خوجی نے کہا کہ ہم خوب بن ٹھن کے بیٹھتے ہین شام کو ہمین اُن کے پاس لیچلیے دیکھتے ہی عاشق نہو جائے تو سہی مگر اُستاد شرط یہ ہی کہ قرولی ہمارے پاس ضرور ہو ورنہ بے قرولی کے ہمسے کچھ نہ ہوسکے گا۔ آزاد نے کہا کیا لڑنے کو۔ بولے نہین صاحب لڑنا کیسا بے قرولی کے جو بن نہین ہم تو اوجی بن کے جانا چاہتے ہین نہ۔ آپ باتین کیا جانین۔ ع

تمہاری تیغ کا منھ چڑھ کے لے لیا بوسہ
کبھی نہ آپسے ہم دب کے بانکپن مین رہے

آزاد۔ خوب کیا برجستہ شعر فرمایا ہی اور حسب حال۔

خو۔ اور نہین کیا۔ یہان تو بس یہ جانتے ہین کہ۔ ع

الٰہی یہ کس کو لکھا خط شوق ۔۔۔ کہ دل کی تڑپ نامہ بر ہوگئی

آزاد۔ یہ شعر اور بھی حسب حال ہی۔

اتفاق سے میڈا بھی انا البرق کہتی ہوئی تشریف لائین۔

آزاد۔ لو وہ خود آگئین۔

خو۔ ارے۔ غضب ہوگیا۔

آزاد۔ یہ کیون۔

خو- اجی بنے ٹھنے ہوتے تو ریجھتی۔

حضرت نے وحشت مین آنکر ہوٹل کی ایک میز کا کپڑا اوڑھ لیا اور تولیا سر مین باندھا اور ایک چھری (فورک) ہاتھ مین لیکر اکڑ فون بن کے کھڑے ہوئے۔

آزاد نے استادہ ہوکر میڈا سے مصافحہ کیا میڈا کا جوبن دیکھکر خوجی ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ اور بڑے غور سے گھور رہے۔ آزاد سے کہنے لگے قسم خدا کی وہ مکھڑا ہی کہ دیدہ نہ شنیدہ- ؎

بصورت تو بتے کمتر آفرید خدا	ترا کشیدہ دو دست از قلم کشید خدا
جو کرد وصف تو بر صفحۂ وجود رقم	صد آفرین ز زبان قلم شنید خدا

میڈا نے جابجا نظر ڈالی تو عجیب الخلقت آدمی دیکھکر مسکرا دی۔

خوجی از بس محظوظ ہوئے۔

خو- کیون میان آزاد سچ کہنا- ایجانب کے دیکھتے ہی کھل گئین نہ واہ رے ہم- جو عورت دیکھتی ہی گھنٹون گھورا کرتی ہی- جوانی کی اُمنگ اور حسن گلوسوز بھی کیا چیز ہی- ؎

من نگویم کہ یار کشت مرا	دل بے اختیار کشت مرا

میڈا نے آزاد سے پوچھا یہ کون شخص ہی- آزاد نے کہا یہ ایک پاگل ہی- اسکو یہ خبط ہی کہ جو عورت مجھے دیکھتی ہی ریجھ جاتی ہی- تم ذرا اسکو بناؤ اسوقت- میڈا شوخ تو تھی ہی آتی شرماتے ہی خوجی کو خوب بنایا اشارے سے اپنے قریب بلایا- حضرت ریشہ خطمی ہو گئے- مسکراتے ہوئے گئے اور قریب جاکر کرسی پر جا ڈٹے۔

میڈا- (ہاتھ مین ہاتھ دیکر) آپ کا نام کیا ہی-

خو- (آزاد سے) سمجھاتے جاؤ جی۔

آزاد نے سمجھانا شروع کیا- یہ جو کہتی تھی- اُنکو سمجھاتے تھے اور وہ جو کچھ کہتے تھے ان کو سمجھاتے تھے۔

خو- آپ کی ملاقات سے بہت خوش ہوا-

میڈا- (مسکراکر) کل آپ کی دعوت ہی-

خو- (توند پر ہاتھ رکھکر) منظور-

میڈا- آپ شراب پیتے ہین-

خو- ہان- نہین- مگر- اچھا- نہین نہین-

آزاد- مرد آدمی ایک بات کہو تو مین سمجھاؤن یہ نہین اور ہان اور مگر اور اچھا کیا معنی-

خو- کہو افیم پیتا ہون-

میڈا- یہ آپ کا گلاب سا چہرہ گھلا جائیگا- افیم نہ پینا چاہیے شراب پیو گے۔

میڈا نے خوجی کا ہاتھ چوم لیا- اللہ اللہ اب کیا پوچھنا ہی اب تو دماغ عرش برین پر ہی- مزاج ہی نہین ملتا- کھلے جاتے ہین- اکڑے اور آزاد کی طرف گھور کر دیکھا- اور کہا کیون اُستاد- سچ کہنا ہم کیسے جوان رعنا ہین اور تسپر ابھی بنے ٹھنے نہین- ورنہ سیکڑون بار ہاتھ چوم لیتی- واہ رے ہم-

آزاد- چین لکھا ہی-

خو- چلو- چلو- نظر نہ لگاؤ- واہ-

میڈا- آپ کا نام کیا ہی- نام بتائیے-

آزاد- (اُردو مین) انکا نام خوجی-

خو- (بگڑکر) کس مردود کا نام خوجی ہی- حضور مجھے لوگ جناب خواجہ بدیع صاحب کہتے ہین-

میڈا- اُہو ہو کیا پیارا نام ہی-

خو۔ (زمین دوز ہو کر سلام کیا) کیون کتنی تعریف کی ہی نام کی نہ کہو گے۔ اور جو خوجی کہتے تو نظروں سے گر جاتے۔

مِیڈا۔ آپ کچھ تھوڑا تھوڑا گانا بھی جانتے ہین۔

آزاد۔ انکار نہ کرنا۔ کہو ہان جانتا ہون ضرور۔

خو۔ ہان اور ناچنا بھی جانتا ہون۔

مِیڈا۔ اُہو ہو ہو۔ تو پھر ناچو۔

خوجی نے ناچنا شروع کیا۔ مِیڈا اور آزاد کی یہ کیفیت کہ مارے ہنسی کے پیٹ مین بل پڑ پڑ گئے۔

مِیڈا۔ اُف۔ بس۔ اب ختم کرو۔

مِیڈا تھوڑی دیر مین ہوٹل سے گئین۔ تو میان خوجی کے دماغ عرش برین پر تھے۔ زمین پر قدم ہی نہین رکھتے تھے۔ میان آزاد نے کہا خواجہ صاحب ذرا ادھر تشریف لائیے فرمایا ہشت۔ پھر آزاد نے کہا قبلہ ذرا اس طرف مخاطب ہو جیے۔ آپ نے کہا دہشت۔

آزاد۔ اب ایک کام کیجیے۔ کہ خوب بن ٹھن کے جائیے خوب نکھر کر جسمین وہ بھی کھل جائین کہ ہان ایسا جوان دیکھا ہے۔

خو۔ ہونہہ۔ شان خدا۔ آپ اور ہمکو سکھائین۔

آزاد۔ سُنا نہین پیر شو بیاموز۔

خو۔ افسوس کہ تمنے ہمین ابھی پہچانا ہی نہین کمال افسوس کا مقام ہی۔

آزاد۔ اجی ہمنے آپ کی ذات تک پہچان لی۔

خو۔ کوسو کوسو۔ گالیان دو جسکا خدا بُرا کرے۔

آزاد۔ اُوہ۔ مین تم کو ایسا نہین جانتا تھا۔

خوجی اپنے دل مین نہایت ہی خوش تھے۔ جامے مین پھولے نہین سماتے تھے اور میان آزاد دل ہی دل مین کہتے تھے کہ اچھا اُلو پھنسا۔ یہ معلوم ہی نہین کہ مِیڈا اسے بنا رہی ہے۔

تھوڑی دیر مین مِیڈا کا خط آیا۔ آدمی نے آنکر خوجی کو دیا اور کہا آپ کے نام ہی۔ آزاد بولے جناب خواجہ صاحب ہم کو تو ذرا خط دکھائیے۔

خو۔ بس بس چلیے الگ ہٹیے۔

آزاد۔ لاؤ ہم پڑھ دین تم سے بھلا کیا پڑھا جائیگا۔

خو۔ (حامل خط سے) تم باہر ٹھہرو۔

حامل خط۔ بہت اچھا۔

خو۔ (آزاد سے) عجب آدمی ہین آپ بھی مین نے تو ایسا آدمی ہی نہین دیکھا۔ صریح دیکھتے ہین کہ مِیڈا کا نوکر جو خط لایا ہی وہ کھڑا اُسن رہا ہی اور کہنے لگے تمسے بھلا کیا پڑھا جائیگا بڑے عالم کے وہ بن کے آئے ہین وہان سے۔ لاحول ولا قوۃ۔

آزاد۔ اچھا اب تو دکھا دو۔

خوجی نے خط کو تین بار چوما اور میان آزاد کو دے دیا۔ آزاد نے پڑھا تو یون لکھا تھا۔ میرے پیارے جوان تمھاری ایک ایک ادا نے میرے دل مین جگہ کر لی ہی۔ تمھارا سرو سا قد اور تمھاری سارس کی سی گردن اور بیل کے سے گول گول دیدے اور بندر کی سی حرکتین جب یاد آتی ہین تو مین اُچھل اُچھل پڑتی ہون۔ اب یہ بتاؤ کہ آج کس وقت آؤ گے ایسا نہو کہ نہ آؤ۔ یہ خط اپنے دوست آزاد کو نہ دکھانا مگر تمھین اُسی کی قسم جسکو سب سے زیادہ چاہتے ہو کہ اس خط کو گن کر سو بار چوم لینا۔ اور وعدے پر آنا ضرور آنا۔

میان آزاد نے یہ خط پڑھکر خواجہ بدیع صاحب کو سُنایا تو از بس مسرور ہوئے۔

خو۔ افسوس ہی کہ تم کو کل حالات معلوم ہو گئے۔ مگر اُس پری چہرہ سے نہ کہدینا۔

آزاد۔ ضرور کہون اور بالضرور کہون۔

خو۔ (ہاتھ مل کر) ارے غضب بڑی بُری ہوئی۔

آزاد۔ مین تو جا کر شکایت کرونگا کہ ہمسے کیون مخفی رکھا واہ کیا دل لگی ہی۔

خو۔ (سر پیٹ کر) لاحول لاحول۔ لعنت بکار شیطان۔

آزاد۔ مین ابھی ابھی ایک چٹھی بھیجتا ہون۔ آپ گھبرائیے نہین

خو۔ ارے ہاے افسوس اور مجھسے کہتے ہو کہ آپ گھبرائیے نہین

آزاد۔ بھائی سُنو۔ ہمکو تو حسد ہوتا ہی۔

خو۔ پھر چاہے جو ہو۔ لے جائیے کہدیجیے۔ وہ ہم پر عاشق ہم اُسکے عاشق زار تم ایسے ہزار لگی لپٹی باتین کرین۔ ہوگا کیا اے تو یہ آپ کی حقیقت ہی کیا ہی۔ لاحول ولا قوۃ۔

آزاد اپنے دل مین خوب ہی ہنسے۔ مگر خواجہ بدیع صاحب کو شک کی جگہ یقین بلکہ یہی ایمان و دین تھا کہ میڈا کی ہمپر جان جاتی ہی۔ آزاد اور بھی پرچک دیتے جلتے تھے۔

آزاد۔ یار اب تمہارے ساتھ نہ رہین گے۔

خو۔ وجہ۔

آزاد۔ بس سمجھ گئے ہم اب ساتھ نہو گا۔

خو۔ آخر وجہ بتائیے۔

آزاد۔ غضب خدا کا میڈا اسی ماہرو اور ہمارے سامنے تمہارا عشق ظاہر کرے۔

خو۔ (کھلکھلا کر ہنس پڑے) ہا ہا ہا ہا۔ اب سمجھے۔ ہم جوان ہی ایسے ہین اُسکو کوئی کیا کرے۔ لیکن تم اگر خلاف ہو گئے تو واللہ مین میڈا سے بات تک نہ کرون۔ مجھکو جان تلک سے زیادہ تم عزیز ہو۔ قسم خدا کی اب دنیا مین تمہارے سوا اور کوئی میرا مربی اور سرپرست نہین ہی۔ باپ دادا مُربی آقا جو کچھ ہو تم ہو۔ بس فقط تم اور کوئی نہین۔ اور ہم تو اب بوڑھے ہوئے۔ یہ بھی اُس پری چہرہ کی عنایت ہی کہ ہمپر اور یہ کرم۔ مگر ہان اسمین شک نہین کہ ہم کلّے ٹھلّے کے گبھرو جوان ہین۔

آزاد۔ یہ تو مین خود جانتا ہون۔

خو۔ ہان بس اسمین جو شک کرے وہ کافر۔

آزاد۔ ہر کہ شک آرد۔

خو۔ سگ ست۔

آزاد۔ مگر ایسا بھی کہ ہاتھ تک چوم لیا۔ واہ وا۔

خو۔ (اکڑ کر) اجی اسکندریہ مین تم نہ تھے۔ وہان بھی ایک گران ڈیل اور خوبرو عورت ہمپر عاشق ہو گئی تھی۔ مگر خرابی کیا تھی۔ نہ ہم اُسکی بات سمجھین نہ وہ ہماری سمجھ سکے۔ اشارون سے البتہ خوب باتین ہوئین۔

خوجی نے میان آزاد سے پوچھا کیون میان بھلا فارسی مین خط لکھین تو کیسا۔ آزاد نے کہا فارسی یہان کوئی کیا جانے بھلا۔ اُردو مین لکھو تو سب سمجھ جائین۔ خوجی نے میڈا کے نام خط کا جواب اس طرح بھیجا۔

عزیز از جان سعادت نشان نور چشمی روشن لقا میڈا کو بعد سلام و نیاز کے گلدستون کے یہ واضح ہو جائے کہ تمہارا نیاز نامہ مورخہ تاریخ آج کا واسطے اسکے کہ مین آؤنگا یا نہین بیان کرودن مین نے پایا۔ مژدہ پیغام لایا۔

تیرے گدا کے مشام جان مین طمع کی بو بھی نہین گئی ہی
بری ہی تو میہمان سے دامن یہ گرد چھو بھی نہین گئی ہی

خط مین نے بغور پڑھا۔ فائدہ بخشا۔ اچھا لکھا ہی بقول صفدر۔ ؎

ستم سہتے ہین بیجان کیسے کیسے
وہ لیتے ہین روز امتحان کیسے کیسے

مین وقت مقررہ کے پہلے ہی آؤنگا۔ تمپر جان دیتا ہون۔ ہر روز صبح کو اُٹھکر نام لیتا ہون برسون کا عاشق ہون۔

خو۔ کیون بھئی گلدستہ کی فارسی کیا ہی۔

آزاد۔ پھلتی۔

خو۔ یہ تو آگرے کے ایک محلّے کا نام ہی۔

آزاد۔ اجی۔ گل پھول۔ دستا۔ ہتی۔

خو۔ ہم پھلتا۔ لکھین گے۔ دستی تھوڑا ہی ہی کچھ۔

آزاد۔ ہان ہان ہم ہی بھولے تھے۔

خو۔ اُہو ہو ہو۔ خوب یاد آیا۔ خدا گواہ ہی کانسل کے نام وہ خط لکھا کہ باید و شاید۔ اور سُرخی یہ تھی پھڑکتی ہوئی۔ ؎

اے قبائے بادشاہی راست بربالائے تو
مصرعِ ثانی حذف یاد نیست والائے تو

آزاد۔ این! سچ سچ لکھ ہی دیا۔

خو۔ دن سے ایک عرضی داغ ہی تو دی۔

میان خوجی دو سطرین لکھتے تھے اور دس منٹ تک ٹہلتے تھے دو سطرین لکھین اور اُٹھکر اکڑنے لگے آدمی نے دیکھا کہ حضرت کے مزاج کا تھلیٹرا ہی نہین بڑھکر کہا صاحب جواب دیجیے گا یا جاؤن۔ خوجی نے کہا ہون ہون جانا کیسا بیٹھ۔ پھر یون لکھنا شروع کیا۔

مرتین ہوگئین کہ غم سے دل دو چار ہی۔ تیر پار ہی۔ آرزودار اور تمنا مند ہون کہ از راہِ کرم مہربانی کر کے اجازت دیجائے کہ آج ہی سانچق لیکر آؤن۔ ڈھول اور نقارہ اور گڑ گڑ جھیر جھیر کی صدا بلند ہو۔ پھر کیا پوچھنا ہی۔ بڑی دل لگی ہو واللہ اگر اجازت دو تو دولھا بنکر آؤن اور تم کو بیاہ لیجاؤن گر شرط یہ کہ بعد خرچ کرنے کے اس قدر رقم کے مین مطلب کو اپنے پہونچون۔ آگے جو رائے ہو۔ بندہ رائے کا ہون بندہ صلاح کا ہون اور باقی کچھ نہین۔ ؎

لیا جو ایک دل اُس نے تو دو دیے بوسے
ہزار شکر یہ سودا بہت گران نہ رہا

خواجہ صاحب نے خط لکھکر مس میڈا کے آدمی کو دیا اور اکڑ کر آزاد سے کہا۔ کیون قبلہ کہیے۔ اب بولیے۔ ہو تھہ سمجھے تھے کہ بس ایک ہم بڑے خوبرو جوان ہین۔ اجی فضلنا بعضکم علی بعض۔ اُسنے بھی دیکھا کہ سُرخ و سفید اور رنگین مزاج اور شگفتہ جبین آدمی ہی۔ بشرے سے بانکپن برستا ہی اب اُسکو چھوڑ کے اور کس کے ساتھ شادی کرون چلیے تڑسے خط لکھ بھیجا۔ آزاد نے کہا۔ اسمین کیا فرق ہی آپ ایک جوان رعنا اور زیبا اندام ہین۔ بھلا آپ پر نہ کیونکر ریجھتی۔ اور آپ پر نہ ریجھتی تو پھر کس پر ریجھتی مگر خط تو گھٹوا لو۔ میان خلیفہ کو بُلاؤ۔ خوجی نے فوراً حکم دیا کہ جاؤ ایک آدمی حجام کو بُلا لاؤ۔ حجام آیا خط بننے لگا۔

خو۔ (گال پر ہاتھ رکھکر) گھوٹو۔ گھوٹو۔ ابھی گھوٹے جاؤ۔ ابھی کھونٹی باقی ہی۔ خوب گھوٹو۔

حجام نے پھر اُسترہ پھیرا۔ خوجی نے پھر ٹٹول کر کہا۔ اور گھوٹو۔ ابھی کھونٹی باقی ہی۔ خلیفہ نے پھر اُسترہ پھیرا۔

خواجہ صاحب نے جھلا کر کہا تم کچھ بھی نہیں جانتے گھونٹی کیوں رکھی چلو گھوٹو۔
آزاد۔ گھوٹو نہ بھئی۔
حجام۔ تو حضور کب تک گھوٹا کروں۔
خو۔ دونی مزدوری دینگے ہم۔
حجام۔ مانا۔ مگر کوئی حد بھی ہے۔
خو۔ تم کو اس سے کیا مطلب۔
حجام۔ پیرومرشد خون نکلنے لگے گا۔
آزاد۔ اور اچھا ہے۔ لوگ کہیں گے نوشہ کے چہرے سے خون برستا ہے۔
خو۔ ہاں واللہ خوب سوچے۔ گھوٹو۔
حجام۔ (کسبت سنبھالکر) اب کسی اور نائی سے گھٹوائیے۔
آزاد۔ اچھا۔ اچھا پٹے تو کترتے جاؤ۔
خو۔ پر قینچ کردو۔
حجام نے جھلا کر آدھے بال کتر ڈالے ایک طرف کی آدھی مونچھ اُڑا دی ڈاڑھی کے سفید سفید بال بدستور رہنے دیے الغرض چار ابرو کا صفایا کر دیا۔ خوجی ایک تو یوں ہی بڑے حسین تھے۔ حجام نے کتر کترا کے اور بھی ٹھیک بنایا۔
آزاد۔ خواجہ صاحب کے اور تو کل عضو بدن سانچے کے ڈھلے ہیں مگر ناک ذرا بیڈول ہے۔ ہے کہ نہیں۔
خو۔ چلیے بس رہنے دیجیے۔
حجام۔ ہاں ہے تو بیڈول کہیے کتر لوں ذرا سی ناک بھی۔
خوجی نے جو آئینے میں اپنی صورت دیکھی تو مونچھ نہیں لنڈورے بنے ہوئے ہیں جھلا کر کہا او گیدی یہ کیا کیا میاں خلیفہ ہوا ہو گئے کہ کہیں خواجہ صاحب مار نہ بیٹھیں۔ چھلے آدمی تو ہیں ہی۔
آزاد۔ کیوں۔ کیوں۔ خفا کیوں ہو بھئی۔
خو۔ دیکھتے ہیں آپ کیا قطع بنائی ہے۔ نئی قرولی۔ واللہ آنتوں کا ڈھیر ہوتا سامنے اور آپ نے بھی نہ روکا۔
آزاد۔ آپ کو تو ہے خبط۔ بندہ خبطی نہیں۔
خو۔ کیوں خبط کیسا سپٹے اول جلول کترے اور آپ نے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم پر عمل کیا۔ واہ سبحان اللہ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ۔
آزاد نے کہا میں سچ کہتا ہوں آپ اِسوقت اتنا کے حسین معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہ تھی۔
خو۔ کیوں صاحب سہرے کی تو فکر کیجیے۔
آزاد۔ ہاں۔ ہاں گھبراتے کیوں ہو۔
خو۔ ہمکو یاد آتا ہے کہ نوشہ کے سامنے چھوٹے چھوٹے لڑکے غزلیں پڑھتے ہیں۔ دو ایک لونڈے کرایہ پر منگوا لیجیے تو اُنکو غزلیں رٹا دیں۔
آزاد۔ بہت خوب یہ تو عمدہ تجویز ہے واللہ۔
دو لونڈے بارہ بارہ برس کے کرایہ پر منگوائے گئے اور میاں خوجی اُنکو غزلیں بر زبان یاد کرانے لگے۔ ایک غزل تو میاں آزاد نے یہ بتائی۔ ہے

لاحول ولا تو یہ کون بشر ہے	
سب صورت لنگور فقط دُم کی کسر ہے	

خو۔ چلیے بس اب دل لگی رہنے دیجیے۔ ہونہہ اچھے ملے۔
آزاد۔ اچھا اور غزل لکھوائے دیتے ہیں۔ ہے

فغان ہی آہ ہی نالہ ہی بے قراری ہی
فراق یار مین حالت عجب ہماری ہی

خو- واہ- شادی کو اس شعر سے کیا واسطہ۔
آزاد- اچھا صاحب یہ غزل یاد کرا دیجیے۔ ؎

کہا تھا بلبل سے حال مین نے ترے ستم کا بہت چھپا کر
یہ کس نے اُنکو خبر سُنائی کہ ہنس پڑے پھول کھلکھلا کر
مرے جنازے کو اُنکے کوچے مین ناحق احباب لیکے آئے
نگاہ حسرت سے دیکھتے ہین وہ رُخ سے پردہ اُٹھا اُٹھا کر

خو- واہ جنازے کو شادی سے کیا تعلق ہی بھلا۔
آزاد- اوپر والا شعر پسند ہی مطلع۔
خو- ہان ہنسنا اور کھلکھلانا ایسے لفظ ہون تو کیا پوچھنا۔
آزاد- اچھا سُنیے اور سُنیے۔

پریرو آدمی کا دل نہو کس طرح دیوانہ
تری ہبکی ہین باتین اور تری چالین ہین مستانہ
سر مو فرق کچھ اس مین نہین تشبیہ کامل ہی
کسی زلف پریشان کا دل صد چاک ہی شانہ
بدلتا ہی مرا دل رنگ کیا کیا عشق بازی مین
کبھی بلبل ہی گلشن مین کبھی محفل مین پروانہ

اور کسی قسم کے شعر مطلوب ہون تو کوئی لالہ ڈھونڈھیے مگر میان کہان۔

خوجی نے یہ غزل لکھ لی اور دونون لونڈون کو رٹانے لگے۔ دو گھنٹے کے بعد پوچھا کہو کیا یاد کیا۔ پہلا شعر تو پڑھو۔ ایک نے یون پڑھا۔ ؎

پریرو ہو نہو طرح ادانہ | ترا بہک چاہین استانہ

خو- (جھلا کر) لاحول- لاحول۔ دوسرے سے تم پڑھو۔

دوسرا- بہت اکڑ کر۔ ؎

پریرو مادما دیوشانہ | بہک بات اور مست مردانہ

خو- واہ من چہ فش ام- برادر فلان من بسیار فش ست-
آزاد- یار یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔
خو- کچھ پوچھو نہ بھئی- لاحول ولا قوۃ- رٹاتے رٹاتے ناک مین دم آگیا- مگر کتے کی دُم بارہ برس زمین مین گاڑی ٹیڑھی ہی نکلی۔
آزاد- توبہ- توبہ۔
خو- ہان خوب یاد آیا آپ ذرا باجے والون کی تو فکر کیجیے- ہاتھی گھوڑا ہوادار فنس پالکی جھنڈی بردار- چوبدار نوبت والے- شہنائی والے کے بغیر شادی کیسی مگر ہمارے لیے جو گھوڑا منگوائیے گا ذرا شایستہ ہو- گو رسالداری اور رسیدانی کی حالت مین برسون گھوڑے پر سوار ہوئے ہین مگر اب ربط نہین ہی۔
آزاد- دیکھیے سب فکر ہوئی جاتی ہی- بھلا گھوڑا نہ ملے خچر ہو تو کیسا۔
خو- واہ آپ نے مجھے بھی کوئی گدھا مقرر کیا ہی۔
آزاد- تو حضرت دریافت کر لینے مین کیا ہرج ہی۔
میان آزاد نے ہر مرزجی سے کہا کہ یہ شخص مسخرہ ہی- مگر سمجھتا ہی کہ مجھ سے بڑھکر حسین اور وجیہ کوئی دنیا مین نہین پیدا ہوا- مس میڈا کے بیاہنے کا شوق چرّایا ہی- مین نے میڈا سے کہدیا تھا کہ انکو ذرا بناؤ- وہ تو آپ جانتے ہین ایک ہی شوخ طبع ہی اِنکا ہاتھ چوم لیا- بس پھر کیا تھا تب سے اینٹھے پھرتے ہین اب سُنیے کہ میڈا نے گھر سے آپکے نام ایک خط بھیجا کہ میرے ساتھ شادی منظور ہو تو آج شام کو آؤ۔

نائی کو بلا کر خط بنوایا ہی۔ ذرا قطع چلکر دیکھ لیجیے۔ اب کہتے ہین جس طرح ہندوستان مین برات نکلتی ہی اسی طرح یہان بھی ہاتھی اور گھوڑے اور باجے لیکر میڈا کو بیاہنے جائین گے۔

ہُرمز۔ آپ کہدیجیے کہ یہان بالکل شرع کے مطابق شادی ہوتی ہی

آزاد۔ چلیے آپ بھی چلیے۔

ہُرمز۔ اچھا۔ مگر مجھ سے ہنسی نہ ضبط ہو سکے گی۔

میان آزاد نے جا کر کہا کہ ہرمز جی صاحب کہتے ہین یہان شرع کے مطابق شادی ہوتی ہی۔ باجا لیکے نہین جاتے ہرمز جی نے کہا مبارک میڈا اسی حسین عورت واقعی آپ ہی کے قابل ہی۔ جیسی وہ خوشرو ہی۔ ویسے ہی خوش قطع آپ بھی ہین۔ مگر باجا لیکر جائیے گا۔ تو لوگ یہان ہنسین گے۔ ہان ایک بات ہو سکتی ہی کہ پھول کے برتن دس پانچ آدمیون کو دے دیجیے بانس کی کھپاچ سے وہ بجاتے جائین۔ آواز کی آواز باجے کا باجا۔

خوجی نے اِس راے کو بہت پسند کیا۔

خو۔ میان آزاد کی راے لیجیے۔

آزاد۔ بجا ہی۔

خو۔ بندوبست کیجیے پھر اب وقت تھوڑا ہی۔ اور سواری کی کیا فکر کیجیے گا۔

ہُرمز۔ ہمارے نزدیک تو پیدل جائیے۔ یا جس طرح یہان امرا جاتے ہین اسی طرح جائیے۔ مگر آپ شاید پسند نہ کرین۔ آدمی کی گود مین۔

خو۔ منظور۔ مگر ہم کو اُٹھا سکے گا کوئی۔

آزاد۔ یہی تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہی۔

ہُرمز۔ ہم اسکا بندوبست کر دینگے۔ آپ گھبرائیے نہین۔

خو۔ ابی تو پھر اب کب بندوبست کیجیے گا۔ ایسا نہو وقت پھر جگت ہنسائی ہو مفت مین۔

ہُرمز۔ کوئی جنازہ اُٹھانے والون مین سے دو ایک ہٹے کٹے آدمیون کو لے آؤ مگر خوب مضبوط ہون۔

بڑی دیر تک یہی گفتگو رہی دو گھڑی دن رہے ہوٹل سے خوجی کی برات چلی۔ تین مزدور پھول کے برتن کو لکڑی سے بجاتے جاتے ہین۔ دو لونڈے آگے پیچھے ساتھ خوجی ایک مزدور کی گود مین گیروے کپڑے پہنے ہوئے سر پر سیاہ پگڑی اور سہرا لٹکا ہوا۔ راہ مین جس طرف نکل جاتے ہین لوگ اُنگلیان اُٹھاتے ہین قہقہے پر قہقہہ پڑتا ہی۔ خوجی اکڑے بیٹھے ہین اور دل ہی دل مین سوچتے ہین کہ لوگ ہمین دیکھکر خوش ہوتے ہین ایسا وجیہ جوان کبھی کسی نے کاہیکو دیکھا تھا۔ لونڈون سے پوچھا۔ کہو غزل یاد ہی۔ ہان کہو بربرو آدمی۔ بولو۔ اب وہ بولین تو کیا بولین۔ بولین تو تب جب کچھ سمجھین۔ میان خوجی نے اُنکو خوب للکارا۔ مگر اُنکے کان پر جون بھی نہین رینگی

خو۔ اہاہا۔ ارے رے رے۔ لاحول ولا قوۃ۔ روک لو۔ روک لو۔ برات روک لو۔ نشانچے والے کہان ہین ہائین! کوئی بولتا ہی نہین۔ پردیس مین بھی انسان پر کیا مصیبت پڑتی ہی۔ افسوس صد افسوس اب مین دولھا بنکر رہون یا انتظام کرون یا جلوس کا بندوبست کرون۔ کرون تو کیا کرون۔ یہ دونون گیدی نرے جانگلو نکلے۔ توبہ ہی بھلی۔

پھر یاد آیا کہ نشان کا ہاتھی تو ہی ہی نہین۔ اتنے مین

ایک جمائی آئی - پھر ایک جمائی آئی - ارے! اہو ہو افیم
پینا بھول گئے - مارے خوشی کے یاد ہی نہ رہا کہ افیم ابھی
نہین کھائی ہے - اب کیا کیا جائے -

پھر یاد آیا کہ قرولی تو پاس ہے ہی نہین - اُف غضب ہو گیا
حکم دیا کہ لوٹا دو برات - چلو ہرمزجی کی کوٹھی مین چلیے
برات ہرمزجی کی کوٹھی مین داخل ہوئی -

آزاد - یہ کیون واپس کیون آئے - بولو بھائی -

خو - کیا بولین میان - سے

قیس و فرہاد جو اس عہد مین زندہ ہوتے
پیتے دھو دھو کے مرے سنگ لحد کے تعویذ

آزاد - سبحان اللہ شعر تو ایسے حسب حال پڑھ دیتے ہو کہ جی خوش ہو جاتا ہے مگر بے نیل مرام واپس آنے کی وجہ تو بتاؤ آخر یہ ہوا کیا -

خو - نشان کا ہاتھی تو تھا ہی نہین -

آزاد - بس اسی وجہ سے واپس آئے -

خو - قرولی تو پاس تھی ہی نہین -

آزاد - عجب آدمی ہو بھئی - آپ جنگ کے میدان مین جاتے ہین یا شادی کرنے - پھر قرولی سے کیا واسطہ -

خو - جس مین بانکے معلوم ہون -

آزاد - واہ کہنے لگے بانکے معلوم ہون -

خو - ہاتھی منگوائیے -

آزاد - بھائی یہان ہاتھی کہا - یہ بھی ہندوستان ہے کچھ ہان ایک بات ہو سکتی ہے کہ خچر پر ایک جھنڈی رکھوا دین - یا تم خود ہی ایک جھنڈی ہاتھ مین لے لو -

خو - کیا مصیبت ہے بھئی - نوشہ بھی ہین نہین جھنڈی بردار بھی ہین نہین - انتظام بھی ہین کرین - لاحول ولا قوۃ -

اتنے مین مس میڈا بھی آ گئین - آزاد نے کہا لو وہ تو خود ہی یہان آ گئین میڈا نے ہنستے ہوئے کہا ہم نے انکو بازار مین دیکھا تھا ایک مزدور کی گود مین بہت اکڑے ہوئے بیٹھے تھے اور خدا جانے کون چیز دو ایک آدمی بجاتے جاتے تھے خوجی نے جھک کر میڈا کو سلام کیا اور مسکرا کے میڈا نے سلام کا جواب دیا اور کہا واہ آپ خوب آئے - آزاد نے خوجی کو میڈا کا مطلب سمجھا دیا -

خو - کمال خفیف ہوا انتہا کی خفت ہے اسوقت - وجہ یہ ہوئی کہ جب برات آدھی دور نکل گئی تو یاد آیا کہ ہاتھی نہین ہے پھر دس قدم پر جمائی آئی - یاد آیا کہ افیم نہین کھائی ہے اور تھوڑی دور چلا تھا کہ قرولی یاد آئی لہذا اثنائے راہ سے واپس آیا - اب آپ فرمائیے کیا رائے ہے آپ کی -

میڈا - اب اسوقت تو جانے دیجیے کل سمجھا جائیگا -

میڈا نے کہا چلیے اس کمرے مین ہمین کچھ کہنا ہے - خوجی کی باچھین کھل گئین - میان آزاد کی طرف بڑے غرور سے دیکھا اور میڈا کے ساتھ کمرے مین گئے میڈا نے کمرے مین داخل ہوتے ہی تڑ سے ایک چپت دی اور پھرتی کے ساتھ کمرے کے باہر تھی - خوجی نے ٹوپی اُٹھا لی اور سوچے کہ بیڈھب سامنا ہے - اچھے گھر بیانا دیا - ابھی سے کھوپڑی سہلانے لگین - مگر کچھ مضائقہ نہین سمجھا جائیگا باہر تشریف لائے -

آزاد - کہو کیا کہا -

خو - ایک بوسہ لیا اور طرارہ بھر آ تو کمرے کے باہر تھی -

آزاد - بڑے خوش قسمت ہو -

خو۔ (ایک مونچھ پر تاؤ دیکر) ہن ہی۔ ہن نہیں یوں ہی۔

آزاد۔ تم نے بھی بوسہ لیا۔

خو۔ لینے کو تھا مگر وہ شوخی کے ساتھ چل دی۔

آزاد۔ اسمین شک نہین کہ یہ عورت پری ہی۔ حور جنت واللہ حور بہشتی مگر مین نے تو پہلے ہی شادی سے انکار کیا تھا۔

خو۔ اگر آپنے یہ کلمہ اب دوہرایا تو قرولی بھونک کر خود مر جاؤن گا۔

اتفاق سے ایک بیجا بات زبان سے نکل گئی۔ ؎

چیست ہندو یا مسلمان کوزہ یک کوزہ گر
گرچہ کوزہ دو شمار آید ولیکن گل یکیست

آزاد۔ لے بس اب تمھارا قصور معاف کردیا۔ ایسا برجستہ شعر تم نے پڑھ دیا حسب حال کہ جی خوش ہوگیا۔ جاؤ قصور معاف کیا۔ سلام کرو۔

میڈا نے خوجی سے کہا چلو باہر چاندنی مین سیر کرین خوجی نے کہا چلیے میان آزاد کو بھی ساتھ لیا۔ اور تینون سیر چمن کرنے لگے۔ میڈا نے کہا آپ کا نام ہم بھول گئے خوجی بولے کہ خواجہ بدیع صاحب میرا نام ہی۔

میڈا۔ یہان ایک فرانسیسی افسر ہی (روشقا)۔ وہ مجھے عرصے سے چاہتا ہی پہلے تم اُس سے لڑو۔ پھر ہمارے ساتھ شادی ہو۔

ایک مرتبہ میان آزاد نے عمداً اور قصداً کہا۔ ارے میان خوجی ذرا ایک بات تو سُنو۔ خوجی کے غصے کا پارہ ایک سو بیس درجے پر تھا۔

خوجی۔ بر خدا کرے آسمان پھٹ پڑے۔ خوجی مردک ہی کون مُرے خوجی۔ اسی دم خوجی کہے سور کا جنازہ نکلے۔ خوجی مردود کی ایسی تیسی۔ اب خوش ہوئے معشوق کے سامنے رنگ پھیکا کرتے ہو۔ خوجی خوجی۔ مان باپ نے خواجہ بدیع نام رکھا یارون دوستون نے خواجہ صاحب خواجہ صاحب کہا آپ خوجی بنائے دیتے ہین۔

آزاد۔ معاف کیجیے۔

خو۔ پھنگ کیا پھنک گیا۔ از سر تا پا پھونک دیا۔ خوجی کہکر معافی کے خواہان ہونا جلے کو اور جلانا۔

آزاد۔ اچھا پھر اب تو معاف کرو۔

خو۔ اور کرونگا کیا آخر معاف کرنے کے سوا اور کیا ہی۔ رنگ پھیکا کردیا۔

میڈا نے کہا کیسے پھر اُس افسر سے کس دن لڑائی ہوگی۔ خوجی نے کہا ہم حاضر ہین بیچ اس افسرون سے جنگ کرنے پر آمادہ ہین۔ ہم کمیدانی کرچکے ہین۔ رسالدار رہ چکے ہین۔ ڈگلے والی پلٹن نے وہ نام کیا کہ باید و شاید ایسی لڑائی لڑی۔ کہ واہ جی اور ہمنے دگلے والی پلٹن کی وہ رسالداری کی کہ دھوم ہی کوئی پلٹن ایسی نہ تھی۔ اختری۔ نادری جنگی افسر جیسے وہ تھے ویسے ہم تھے۔ دونون فوجی افسر جب لڑینگے تو خوب لڑینگے مگر شرط یہ ہی کہ میان آزاد ہمکو ایک قرولی خرید دین۔

میان آزاد اور مس میڈا اور ہرمز جی نے باہم مشورہ کیا اور مشورہ کرکے خوجی سے کہا کہ کل صبح کو آپ تیار ہو رہیے گا۔ خواجہ صاحب نے کہا اجی ہم اب تیار ہین۔ سویرے مُنہ اندھیرے میان خوجی اُٹھے مُنھ ہاتھ دھویا۔ جوڑی کے کئی ہاتھ ہلائے کوئی تین چار۔ جی اور نہین تو کیا سینکیا پہلوان ہین کہ باتین کیڑے پہن کر لیس ہو رہے۔ تھوڑی دیر مین میڈا ناز و انداز کے ساتھ اٹھلاتی ہوئی آئین۔

اور خوجی کی طرف دیکھکر مُسکرائین۔

خو۔ واہ رے مین۔ معشوق نے دیکھا اور باچھین کِھل گئین۔

آزاد نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ عبید اللہ اُس کمرے مین بیٹھے ہین ذرا اُنکو بُلا لو۔ عبید اللہ ایک مشہور معروف ترکی پہلوان تھے۔ جیسے ہی وہ سامنے آئے اور میان آزاد نے کہا کہ لیجیے آپ کے رقیب یہی ہین۔ خوجی کے ہوش اُڑ گئے یا الٰہی یہ ڈھو کا ڈھو۔ دنیا بھر کے آدمیون سے دو مُٹھی اونچا اس سے عہدہ بر آ ہونا محال ہی۔ آج ذلیل ہوئے مگر خیر شاید ڈپٹ مین آجائے۔ ترکی پہلوان نے جو سکھایا پڑھایا ہوا تھا قہر آلود نظر ڈالی تو خوجی کے رہے سہے حواس درہی غائب ہوگئے۔ دل ہی دل مین سوچنے لگے کہ آج بڑی پسلی ٹوٹی۔ یہ تو کچا ہی کھا جائیگا ایک چپت دے تو ہم زمین مین دھنس جائیں۔ مقابلہ اس سے کون کریگا بھلا۔ ترکی پہلوان نے پھر اُن کی طرف قہر کی نظر سے دیکھا خوجی مارے ڈر کے ذرا تھوڑی دور ہٹ بیٹھے۔ یکبڈا نے کہا آپ تو ابھی سے ڈرنے لگے۔ خوجی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک دفعہ بیٹھ گئے اور کہا یارو ذرا ڈاکٹر کو بُلاؤ۔ اس طرح کا درد ہو رہا ہی کہ کچھ نہ پوچھو۔ ایک دفعہ جب ہم دگلے والی پلٹن مین نوکر تھے تب بھی ہوا تھا اور اب بھی ہو رہا ہی اگر مر گئے تو چلیے۔ ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

افسوس یہ ہی کہ ہم اسوقت اپنی پھکیتی اور پہلوانی کے جوہر نہ دکھا سکے واللہ ہم اُٹھا کے پٹخنی دیتا تو توبہ ہی بھلی۔ اتنے مین ترکی پہلوان نے ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا تو خوجی کرسی پر سے دس قدم کے فاصلے پر جا گرے اور پینترے بدلکر کہا او گیدی۔ نہوئی قرولی ورنہ ڈھیر کر دیتا۔

آخر کار اس بات پر فیصلہ ہوا کہ خوجی کا درد رفع ہو جائے تو پھر کسی روز زور آزمائی ہو گی۔

کہرام! کہرام!! کہرام!!!

ناظرین با تمکین کو یاد ہو گا کہ نواب نامدار نے جب حسن آرا بیگم کی حالت زار دیکھی تو ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑے گئے صاحب سول سرجن فوراً ساتھ آئے۔ ادھر میرزا ہمایون فر بھی صاحب انسپکٹر جنرل اسپتال کو بُلا لائے۔ حسن آرا کی اس کیفیت سے محلے بھر مین کہرام مچگیا۔ جسے دیکھو کھڑا ماتم کر رہا ہی سپہر آرا بت بنی ہوئی کھڑی ہی بڑی بیگم کے سر سے خون کے تڑ اسے جاری تھے۔ بہار النسا سر بالین لگا و بین کرتی تھین روح افزا سکتے کے عالم مین تھی۔ الغرض اندر باہر کہرام مچا ہوا تھا۔

بڑی بیگم نے رو رو کر کہا۔ ہائے میرے دل کی چین کلیجے کی ٹھنڈک۔ اے لوگو مین لُٹ گئی۔ ہائے مجھ نصیبون جلی کی موت نہ آئی۔ ہائے یہ روز بد مین نے دیکھا حسن آرا اپنے ابا کے پاس چلین۔ ہائے کل بھائی کو روتی تھین آج خود ہی اُٹھ گئین سپہر آرا دوڑ کر بڑی بہن کی لاش سے چمٹ گئی۔ اور چھاتی سے لگا کر کہا۔ ہائے باجی جان۔ عدم کے جانے کی تیاریان کر دین ہمین ساتھ نہ لیا اب ہم گھُٹ گھُٹ کر مرین گے باجی جان دغا دے چلین۔ اُف اُف۔ اے مرے اللہ (زور سے) ہائے ہائے ہائے ہائے ہائے۔ باجی جان کچھ قول بھی یاد ہی کہ —— ارے! ہائے ہائے کہکر حسن آرا کے تکیے پر سر رکھدیا۔

مُغلانی اور ایک ماما نے سپہر آرا کو زبردستی وہانسے ہٹایا

کراتے میں بہار النسا نے دولائی جو منھ پر سے اُٹھائی اور حسن آرا کا زرد زرد چہرہ نظر سے گذرا تو خوب زور سے سر پیٹا۔ ہے ہے یہ وہی حسن آرا ہیں۔ ہائے لوگو دھوکا ہوا ہے یہ حسن آرا نہیں ہیں (شانہ ہلا کر) بہن کب تک سویا کرو گی۔ نماز کا وقت آگیا بہن اُٹھو۔ وضو تو کر لو۔ کیا اب نہ جاگو گی۔ ہائے (کان کے پاس منھ لیجا کر) بہن کیا اب سچ مچ نہ جاگو گی۔ (سر پیٹ کر) یہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوا۔

مغ۔ ابھی ابھی باتیں کرتی تھیں۔

ماما۔ ایک ہی ہچکی میں کام تمام ہو گیا۔

پیاری کی ماں۔ نصیبوں کی گردش۔ ہائے نصیبوں کی گردش۔

مغ۔ (چھاتی پیٹ کر) اللہ اس آفت میں ساتویں دشمن کو بھی نہ ڈالے۔

پڑوس کی ایک بوڑھی عورت نے سینے پر ہاتھ رکھا۔

بوڑھی۔ (سر پیٹ کر) ہے ہے بالکل سرد ہے۔

سپہر آرا اُٹھی کہ بہن کی لاش کو پھر گلے لگائے مگر لڑکھڑا کر گر پڑی پھر اُٹھی تو مُغلانی نے آہستہ سے ہاتھ پکڑ لیا۔ اُدھر نہ جائیے ازبرائے خدا اُدھر نہ جائیے۔

سپہر۔ ہے ہے اب ہم آنکھ بھر کر دیکھیں بھی نہیں۔ دو گھڑی اور صورت دیکھنے دو۔ ارے للہ مجھے نہ روکو۔

اس فقرے پر کل عورتیں انتہا سے زیادہ اشکبار ہوئیں اور ماتم کی آواز ایسی بلند ہوئی کہ الامان الحذر۔

ب۔ ہائے مدتوں کی آس توڑ دی میں ابھی ابھی باتیں کر کے بیٹھی کہ بس چٹ پٹ ہو گئی۔

یہ کہکر تین بار پٹی پر سر ٹکرایا۔ تو مُغلانی نے کہا ہائیں! ہائیں! ابھی خون جاری ہے۔ یہ کیا کرتی ہیں حضور آپ یہ کرینگی تو سپہر آرا بیگم کو کون سمجھائے گا۔

ب۔ مجھ فلک ستائی کو کیا معلوم تھا کہ یہ یوں دیکھتے دیکھتے میری کمر توڑ جائینگی۔ ہائے برسوں آمین اللہ کر کے پالا اب سیانی ہوئیں تو دغا دے چلیں۔ حسن آرا تم سے۔ ہائے (ہاتھ ملکر) لوگو میں کیا کروں۔

بہار النسا کا یہ حال تھا کہ کبھی سرھانے پر جا کر سر پٹیتی کبھی پائینتی۔

سپہر۔ (منھ سے دولائی ہٹا کر) ہمیں کس کے سپرد کیے جاتی ہو باجی جان ہائے اتنا تو بتا دو۔ اماجان تو بیچاری بوڑھی ہیں اور تم اور بھی انکی کمر توڑ چلیں باجی ہائے باجی ہم روئیں پیٹیں اور تم ذرا خبر نہ ہو۔

بڑی بیگم سپہر آرا کو گلے سے لگا کر خوب روئیں۔

شہر بھر میں خبر ہو گئی جسنے سُنا کف افسوس ملا۔ ڈولیوں پر ڈولیاں اور فنسوں پر فنسیں آنے لگیں۔ باہر صدہا آدمیوں کا جماؤ ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے۔ آپس میں یہ باتیں کرتے تھے۔

ایک۔ اُٹھتی جوانی تھی ابھی۔

دوسرا۔ ہائے۔ ہائے۔

تیسرا۔ بڑی بیگم کی کمر توڑ چلیں۔

چوتھا۔ اجی یہ تو یہاں تھوڑے ہی دن سے رہتی ہیں مگر ہمارے مکان سے اُنکا مکان آمنے سامنے ہے۔ جھٹپٹے میں شام کے وقت بجروں پر دریا کی سیر کو جاتی تھیں۔ گر ہے نام اللہ کا۔

پانچواں۔ یہی بات ہے بھائی۔

چھٹا۔ سُنا۔ بس دم کے دم میں جان نکل گئی

ساتوان - ایک ہچکی آئی کچھ بھی نہ تھا -
آٹھوان - وہ ہچکی نہ تھی ملک الموت تھا -
نوان - اِسی جگہ انسان بے بس ہی -
دسوان - ہاے ذرا بس نہین چلتا -
گیارھوان - اے توبہ -
بارھوان - اور سُنا بڑی پڑھی لکھی لڑکی تھی - ہاے -
تیرھوان - یہی کارخانے ہین دنیا کے -

اِتنے مین ایک مرد معمر سیاہ پوش نے تھوڑی دور جاکر کل جماعت کو مخاطب کر کے یون تقریر کی - ہ

ہشیار باش خواجہ کہ از مرگ چارہ نیست	غافل مشو کہ عمر عزیزت دوبارہ نیست
درزندگی بکوش کہ فرصت ہمین دم ست	زیراکہ روز مرگ کسے آشکارہ نیست

بھائیو - اسوقت تم جس قدر آدمی یہان کھڑے ہو سب کا دل بھر آیا ہی - اور وجہ یہ کہ ایک نوجوان کی وفات کی خبر نے تم کو انتہا کا مغموم و ملول کر دیا ہی - یہ وہ حادثہ حسرت انگیز اور سانحہ عبرت خیز ہی کہ جس قدر زیادہ افسوس کرین کم ہی - یہ لڑکی جسنے اپنی جان شیرین جان آفرین کے سپرد کر دی ابھی بہت ہی کمسن تھی - اُٹھتی جوانی اور اسقدر حسین و مہ جبین نازک اندام و نازنین کہ لاکھون مین لاجواب کرورون مین انتخاب اگر ایک دفعہ بھی کوئی اُسکو دیکھتا تو ہزار جان سے عاشق ہو جاتا - اور اُس نازنین کی پاک محبت کا دم بھرتا صورت مین جادو - سیرت مین جادو - چال ڈھال مین جادو - بال بال مین جادو - پور پور مین جادو کوٹ کوٹ کر بھرا تھا - اور عفیفہ اس درجہ کی تھی کہ پاکدامنی کی قسم کھانی چاہیے - صورت اور سیرت دونون باتین اللہ نے عطا کی تھین - مگر جس خدا نے اُس کو پیدا کیا تھا - اُسنے واپس لے لیا - امانت تھی لے لی تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ اگر اس مجمع کثیر مین سے کسی شخص کی اس دختر شکر لب پر نظر پڑتی تو کہہ اُٹھتا کہ خدا کی قدرت کاملہ کا بہترین نمونہ ہی - اُس صناع کی صناعی کے صدقے جس نے یہ پیاری صورت بنائی - ہ

بصورت تو بتے کم تر آفرید خدا	ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

ابرو شمشیر بران - بلکہ تیغ اصفہان چشم جادوانہ جمال مستانہ - ایک ایک اشارے مین لاکھ لاکھ انداز مجسم خوبی سراپا ناز پیشانی نورانی جبین جبین رگ برگ گل - یا موج جام مل مژگان سحر ساز - جادو طراز - زلف لخلخہ باز - سیہ بہار دم تقریر یہ معلوم ہوتا تھا کہ پھول جھڑ رہے ہین - ہ

سرتا قدمش کرشمہ و ناز	ہم سرکش عشق و ہم سرانداز
افگندہ بدوش زلف چون شست	او بیخبر و نظارہ گر مست
معجون لبش بہ دُر فشانے	پروردہ بہ آب زندگانی

اب جاکر دیکھو تو وہی صورت جس کو دیکھکر کل خدا کی قدرت مجسم نظر آتی تھی بھیانک اور ڈراونی معلوم ہو - وہ آنکھین جو کل سحر سامری کو سبق دینے کا دم بھرتی تھین - اب بند ہین - وہ دہن جو بقول شعرا رمز حدیث لن ترانی تھا اب حشر تک نہ کھُلے گا - وہ گورا گورا مکھڑا جو بن گئے چاند کو شرماتا تھا اب خود گہنا گیا اور اس طرح گہن مین آیا کہ قیامت تک نہ چھوٹے گا - وہ لب لعل شکر خا اب سیاہ ہو گئے - ابھی ابھی لبون سے قند گھولتی تھی ہنستی بولتی تھی - اب لب ہلانے کی قسم کھا بیٹھی - ہ

صد حیف کہ گلرخان کفن پوش شدند	درخاطر کید گر فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند	آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

الله بس باقی ہوس -

اعضا وہی ہین۔ جسم وہی ہی۔ ہاتھ وہی۔ پانُون وہی۔ منھ وہی۔ زبان وہی۔ مگر سب بیکار۔ آمین اللہ کر کے اُسکی مان نے پالا ہوگا۔ امیر کی لڑکی تھی۔ ناز و نعم پروردہ۔ مگر تھوڑی دیر مین بخوشی تمام خاص اسی کے اعزا و اقربا اس کو گورستان لیجائینگے اور دفنائینگے۔ وہ سیم بدن جو دھوپ مین نشین سے باہر نہین نکلتی تھی اب خاک کے سپرد کیجائے گی۔ ع

این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد

اُٹھتی جوانی تھی۔ عین عالم شباب اور وہ آب و تاب

کہ زاہد صد سالہ تک دیکھتا تو اُسی کا کلمہ پڑھتا۔ ؎

حسن یوسف بھی سکے آگے ماند — چہرہ زلفون مین جیسے ابر مین چاند
جلوہ حسن رشک شعلۂ طور — چشم بد دور آنکھین موتی چور
رخ پہ وہ بکھرے بکھرے زلف کے بال — رنگ گل سے وہ ہونٹھ پان سے لال
رنگ گل سی کمر لچکتی ہوئی — چوٹی ایڑی تلک لٹکتی ہوئی

وہی چوٹی اب بھی ہی مگر بیکار۔ ؎

در دستِ اجل کہ نیست درمان ورا — بر شاہ و گدا ہست حکم و فرمان اورا
شاہے کہ بحکم دوش کرمان میخورد — امروز ہمی خورند کرمان اورا

اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے۔ کہ انسان کو دو روزہ زندگی کے لیے بغض اور تعصب سے کنارہ کش ہونا لازم ہی۔ عداوت کس زندگی کے لیے افسوس صد افسوس ایک ایک دیوار کے جھگڑے پر لوگون نے اپنی جان ہی ہی یا پڑوسی کی جان لی ہی۔ مر گئے تو نہ در ساتھ گیا نہ دیوار گئی۔ جانتے سب ہین کہ موت سے چارہ نہین مگر جو نتیجہ اس امر کے علم سے مستخرج ہونا چاہیے اُس سے ذرا سروکار نہین۔ حیف صد حیف کیا معاملہ مشکل ہی۔ ؎

بینندہ کہ اصل و فرع خود دیگو یافت — این ہستی این کہ نے ہمہ زان سو یافت
این جسم روان لاکہ جہان میگویند — سر چشمہ نیافت غیر خود ہر کو یافت

لوگون کا قاعدہ ہی کہ کار امروز بفردا مگذار کے مفہوم پر مطلق نظر نہین ڈالتے سوچتے ہین کہ رفتہ رفتہ منہیات و معصیات سے اجتناب کرینگے۔ ساٹھ برس کے ہولین تو توبہ کرین مگر افسوس ہی کہ وہ غافل ذرا عبرت نہین حاصل کرتے۔ ذرا نہین سوچتے کہ آج مرے کل دوسرا دن زندگی کا بھروسا کیا۔ یہ کس برتے پر کہتے ہین کہ آج نہین کل۔ کل نہین پرسون۔ جو کام آج ممکن ہی۔ اسمین دریغ نہ کرو۔ کل کی کل سمجھی جائے گی۔ یہ سمجھنا کہ مرینگے تو خاک مین ملجائین گے۔ پھر عذاب ثواب کون بھگتے گا۔ بڑی غلطی ہی۔ جسم چاہے جہان جائے مگر ملک جسم کے شہنشاہ سے اُسکا ضرور مواخذہ کیا جائے گا۔ ؎

صد سال اگر تن ز جہان خواہد رفت — آخر بہ تخت فیہ و اخواہد رفت
ہر کس گوید بخاک خواہم رفتن — فکرے نہ کہ اصل من کجا خواہد رفت

اسی دو روزہ زندگانی کے لیے حرص اور طمع اور حسد اور بغض اور تعصب اور نفسانیت اور خودی اور نخوت اور فساد اور عناد اور غضب اور غصہ یہ سب انسان کے روزمرہ کے مہمان ہین۔ ؎

خواہی کہ دلت صاف شود چون آئینہ — دہ چیز برون کن ز درون سینہ
حرص و حسد و بخل و حرام و غیبت — بغض و غضب و کبر و ریا و کینہ

بعض آدمی سمجھتے ہین کہ جب ہم توبہ کرین گے تو بفحوائے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ وہ بالکل معصوم ہو جائے گا۔ یہ سچ۔ مگر۔ ع

نکتہ ہا ہست بسے محرم اسرار کجا

دیکھو یہ نوجوان اور حسین لڑکی ابھی ابھی ہنس رہی تھی اور اب دم کے دم مین یہ کیفیت ہو گئی کہ وہ خود دنیا و مافیہا سے بیخبر ہی۔ مگر اُس کے اعزا و اقربا ماتم کرتے ہین۔ پر ظاہر ہی

کہ بات کی بات میں جان نکل گئی اس بے ثبات زندگی پر حسد اور نفسانیت یعنی چہ۔ اس دوروزہ زندگانی پر یہ گھمنڈ کہ ہم امیر کبیر ہیں۔ ہم درویش کامل ہیں۔ ہم حاکم۔ ہم شاہ ہیں۔ ہم شاعر ہم عالم وفاضل ہیں۔ ہمچو من دیگرے نیست۔ ؎

ایں جہان نقشے بر آبی بیش نیست	موج آبے یا سرابے بیش نیست
پیش نور چشم عبرت بیں ما	موج گردوں جز حبابے بیش نیست
اینہمہ جوش و خروش ہر دو کون	جز خیالاتے و خوابے بیش نیست

اللہ بس باقی ہوس۔

مقبول بندے خدا کے وہی ہیں جو دنیا سے نفرت کرتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنے دوست سے پوچھا کون صاحب ہیں کہ مونچھ نہ ڈاڑھی یہ کوئی خواجہ سرا تو نہیں ہیں اُسکے دوست نے کہا آپ کو انکا حال ہی نہیں معلوم یہ مرد نہیں عورت ہیں۔ اُستانی جی اُستانی جی مشہور ہیں۔

اسکے بعد پیر مرد چلے گئے۔

تھوڑی دیر میں اُستانی جی نے گھر پر جاکر کپڑے بدلے اور ڈولی منگوائی اور آئیں تو دیکھا حشر بپا ہے۔ دور تک ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے۔ ایک پر ایک گرا پڑتا ہے۔ اُستانی جی اندر گئیں۔

اتنے میں نواب صاحب نے کہا پردہ کرو ڈاکٹر صاحب آتے ہیں پردہ ہوگیا مگر بڑی بیگم حُسن آرا کی لاش کے قریب ہی بیٹھی رہیں۔ وقت ہی ایسا تھا۔ صاحب انسپکٹر جنرل اور صاحب سول سرجن تشریف لائے نبض دیکھی۔ آلات چوبی سے جگر کا امتحان لیا۔ انگریزی میں باہم یوں گفتگو کرنے لگے۔

سول سرجن ۔ زندہ ہے۔

انسپکٹر جنرل ۔ ہاں۔ ہاں۔

سول ۔ یہ لوگ ناحق گھبرا گئے۔

انسپکٹر ۔ وجہ یہ ہے ایک تو بالکل بیہوش ہے۔ دوسرے نبض بڑی دقت سے ملتی ہے۔ انتہا کا ضعف ہے کیونکہ کوئی صدمہ پہونچا تھا۔

سول ۔ ہاں گھر میں شاید کچھ لڑائی ہوئی تھی۔

صاحب انسپکٹر جنرل نے نسخہ لکھا اور سول سرجن کو بھی دکھا دیا۔

ب ۔ کیا حال ہے۔

سول ۔ غفلت ہے گھبرائیے نہیں۔ آپ لوگ۔

ب ۔ کیا زندہ ہے۔

سول ۔ ہاں بیشک زندہ ہے۔ بیشک زندہ ہے۔

ب ۔ زندہ۔ زندہ ہے حُسن آرا زندہ ہے۔ سچ!!!

سول ۔ بیشک ابھی آنکھ کھول دیگی۔

ب ۔ اُن فوہ۔ ارے میں خواب دیکھ رہی ہوں یا سچ مچ۔

انسپکٹر ۔ ابھی اچھی ہو جائے گی۔ آپ گھبرائیے نہیں۔

ان دونوں نے کچھ چٹکلے کیے تو دوا کے آنے کے قبل ہی حُسن آرا کی نبض گرم ہوگئی۔

سول ۔ حضور بیگم صاحب ذرا نبض پر ہاتھ رکھیے۔

بڑی بیگم نے جو نبض پر ہاتھ رکھا تو کہا شکر ہے شکر ہے۔

بہار النسا اور روح افزا اور سپہر آرا بڑے غور سے سُن رہی تھیں۔

سپہر ۔ شکر ہے۔ شکر ہے۔ ہزار شکر کا مقام ہے۔

بہار ۔ ہم سب جی اُٹھے۔

روح - ابھی کیا معلوم -
بہار - بس اب ہمین کچھ فکر نہین -
دوا آئی فوراً پلائی گئی -
انسپکٹر - ہم باہر کوٹھی مین ٹھہرے ہین -
سول - جب یہ آپ سے باتین کرینگی - تب ہم جائینگے -
سب - بندگی -
نواب صاحب اور محمد عسکری سول سرجن صاحب اور انسپکٹر جنرل صاحب کو ساتھ لیکر باہر آئے -
سول سرجن نے ہدایت کی تھی کہ دس دس منٹ کے بعد ایک ایک مارک دوا پلائی جائے - چنانچہ اُسی کے مطابق نواب صاحب دس دس منٹ کے بعد دوا پلاتے جاتے تھے - آدھ گھنٹے کے عرصے مین حُسن آرا نے آنکھ کھولدی سپہر آرا نے کہا باجی - اسکے بعد کچھ کہنے کو تھی کہ بڑی بیگم نے کہا اب ان کو دق نہ کرو - بہار النسا اور روح افزا اور مغلانیون نے مارے خوشی کے گھیر لیا تھا - نواب صاحب نے سب کو پلنگ کے پاس سے ہٹا دیا -
ب - آج عمر بھر مین انگریز سے بات کی -
ن - ہان وقت ہی ایسا نازک تھا -
روح - چلیے اب اسکے ذکر سے کیا واسطہ -
نواب صاحب نے باہر جاکر کہا (ابھی آنکھ کھولی) -
سول - دس بارہ منٹ مین ہم بھی دیکھین گے -
ن - بہت خوب -
انسپکٹر - اب آپ دوسری شیشی کی دوا پلا دیجیے -
ن - کس قدر -
سول - جس قدر اُس چھوٹی شیشی مین ہو سب دیدیجیے -
ن - بہت اچھا -
انسپکٹر - اُنکو تکلیف نہ دیجیے گا - نہ بہت باتین کیجیے گا آرام اور سکون مقدم ہی -
ن - درست -
نواب صاحب نے اندر آکر چھوٹی شیشی کی دوا حُسن آرا کو پلادی -
سپہر آرا - باجی جان -
ن - باتین نہ کرو اُنکو آرام سے لیٹے رہنے دو -
ب - مین نے تو پہلے ہی کہا تھا -
ن - ڈاکٹر صاحب خود آنکر دیکھین گے -
روح - پردہ کیا جائے -
ن - ابھی نہین -
روح - ڈاکٹر کا آج سے ہم کو عقیدہ ہو گیا -
سپہر - اب بھی نہو گا -
بہار - یہ کسکو اُمید تھی - اللہ جانتا ہی ہم تو سمجھے تھے کہ -
ب - اونھ تو اس ذکر سے کیا واسطہ -
ن - مین ذرا ڈاکٹر صاحب کے پاس ہو آؤن -
نواب صاحب باہر تشریف لائے - ڈاکٹر صاحب سے کہا دوا پلادی -
سول - ہم چلنا چاہتے ہین -
ن - تشریف لائیے -
سول سرجن صاحب چلے - مگر انسپکٹر جنرل بیٹھے ہی رہے - نواب صاحب نے پوچھا کیا آپ نہ تشریف لے چلین گے - صاحب ممدوح نے کہا نہین صاحب اچھی طرح دیکھ لین گے پردہ کیا گیا - سول سرجن نے بعد معائنہ و غور کے کہا - اب آرام ہی

ہم ایک نسخہ اور لکھتے ہین - جو دوا ابتک دی تھی اب اسکی
ضرورت نہین پھینک دیجائے - نسخہ لکھکر فرمایا کہ آدھ آدھ
گھنٹے مین ایک ایک مارک دیجیے شام تک - اور اس
دوا کے قبل دو گولیان کھلا دیجیے گا - اُسکا یہ نسخہ ہی دروازے
بند کر دیجیے اور پنکھا جھلوائیے - مگر غل اور شور نہونے پائے
انکے ارد گرد بھیڑ نہو - اس کمرے مین جو بولے آہستہ بولے -
بہت جلد آرام ہو جائے گا -

سول سرجن اور انسپکٹر جنرل گاڑی پر سوار ہونے لگے
تو نواب صاحب نے کہا ذرا کوٹھی مین تشریف لائیے -
کچھ عرض کرنا ہی -

سول - اچھا -

دونون صاحب تشریف لائے بیٹھے - نواب صاحب نے
ایک ایک ہار نذر کیا اور سو سو اشرفیان -

سول - ہم بہت مشکور ہوئے -

انسپکٹر - ہم بھی شکر ادا کرتے ہین -

ن - جناب یہ تو اسوقت نذر کیا جاتا ہی مگر خفت ہی کہ
یہ رقم ہی کیا ہی - جس روز غسل صحت ہو گا اُس روز
آپ کو پھر تکلیف دیجائے گی -

سول - ایک گھنٹے مین ہمارے پاس حال کہلا بھیجیے گا
شام کو ہم پھر آئین گے -

دونون صاحب سوار ہو گئے -

میرزا ہمایون فر بہادر نواب صاحب باتین کرنے لگے -

شہزادہ - حضرت بلا تشبیہ مسیحا ہین اپنے وقت کے خدا کی قسم وہ
کار نمایان کیا کہ بایدو شاید سبحان اللہ سبحان اللہ جس قدر
زیادہ تعریف کیجیے کم ہی - مین تو آج سے اور بھی زیادہ معتقد ہو گیا
اور حضرت حق تو یون ہی کہ مردے کو زندہ کر دیا - واہ ری حکمت -

ن - عرض کرون جو تحقیقات کل انھون نے کی ہی - کبھی کسی نے
کاہے کو کی تھی اور جو تحقیقات ابتک کرتے جاتے ہین - اور لاکھون
روپیہ صرف کرتے ہین اور ہر قسم کی بوٹی اور دوا اور پھل پھل کو
تجربے کی کسوٹی پر کستے ہین - وہ کسی کو نصیب کہان -

مولوی صاحب - ہان پھر اب انکا تو راج ہی ہی - جو
چاہیے کہہ لیجیے - ورنہ جب ڈاکٹر نہ تھے تو کیا جیتا نہین
بچتا تھا آدمی -

ن - یہ اور بات ہی مولوی صاحب - یون تو گانون کے باشندے
بخار مین بھٹے کھاتے ہین - اس سے کیا مطلب -

مولوی - خداوند الناس علی دین ملوکہم -

شہزادہ - نواب صاحب آپ لاکھ ثبوت دیجیے مولوی صاحب
نہ مانین گے -

مولوی - یون کہیے مان لون - مگر عقیدے کو کیا کرون -

نواب صاحب محلسرا مین تشریف لیگئے - حسن آرا بیگم نے
ہاتھ اُٹھا کر سلام کیا - نواب صاحب نے کہا شکر ہی - شکر ہی
آج تو بس غضب ہی ہو گیا تھا - دو تین گھڑی تک
حواس ٹھکانے نہ تھے -

ب - بارے اللہ نے بڑی خیر کی -

سپہر آرا لیٹ رہی اور آنکھ لگ گئی -

حسن آرا ایک گھنٹے تک چپ چاپ لیٹی رہی - ایک
گھنٹے کے بعد پانی مانگا پانی پی کر کہا اب ذرا ذرا آرام سا
معلوم ہوتا ہی - اُف ہلکان ہو گئی مجھے کچھ خبر ہی نہین کہ کیا ہوا
ہوش ہی نہ تھا خبر کیونکر ہوتی - اُف نوہ - اسکے بعد کہا ہمین نیند
آتی ہی - بڑی بیگم نے کہا کیا معلوم سونا اسوقت اچھا پڑا -

ن - ضرور سوئین صحت کی دلیل ہی - اب آرام کیجیے - پنکھا برابر جھلا جائے - آدھ آدھ گھنٹے مین بدلی ہو مگر از برائے خدا غل نہ مچنے پائے -

روح افزا اُستانی جی کے پاس جاکر باتین کرنے لگین -

اُستانی جی - مبارک ہو -

دو گھنٹے کامل حُسن آرا بیگم نے آرام کیا - جاگین مُنھ دھویا اور کہا امان جان اب طبیعت کچھ کچھ بحال ہی - اِس عرصے مین بہار النسا اور محمد عسکری مین باہم جو گفتگو ہوئی سُننے کے قابل ہی

بہار - محمد عسکری غضب ہی ہو گیا تھا - سمجھے کیا تھے ہوا کیا جو امان جان کو یا کسی اور کو معلوم ہو جائے تو ہماری صورت سے بیزار ہو جائین اُف جان ہی لی تھی خدا نخواستہ بچا ری کی -

ع - ایک بات کہون بس اب خاموشی ہی کا موقع ہی - اسکا ذکر نہ کیجیے مین اپنے دل مین خود خفیف ہون -

بہار - ہم تو حُسن آرا کے معاملات مین دخل ہی نہ دینگے -

ع - بالکل نہین کچھ واسطہ ہی نہ رکھنا چاہیے - ورنہ -

بہار - ورنہ اب کی خدا جانے کیا ہو جائے بیٹھے بٹھائے -

عسکر - ہمین کیا شک ہی خدا نے بڑی خیر کی ورنہ ایسا غضب ہوا تھا کہ شاید خون ہماری ہی گردن پر ہوتا -

حُسن آرا نے بڑی بیگم صاحب سے کہا امان جان گلوری کھانے کو جی چاہتا ہی - بڑی بیگم نے کہا بے ڈاکٹر کے پوچھے مین گلوری تو نہ دونگی مگر الایچی چاہیے کھا لو -

ایک الایچی حسن آرا بیگم کو دی -

نواب صاحب نے کہا مین ڈاکٹر کے ہان گیا تھا مینے کہا سو رہی ہین کہا صحت کی علامت ہی -

ب - شکر ہی - شکر ہی - خدا کا شکر ہی -

ن - فرمایا سونے دو - جگانا نہین - خود ہی جاگین گی -

ب - دو گھنٹے تو سوئین - اب اور کیا سوئین -

ن - خود ہی جاگین نہ -

حُسن - جی ہان -

ن - یہ دوا لایا ہون - ابھی پلا دیجیے - اِسی وقت -

حُسن - کڑوی ہوگی -

ن - اِس درجہ خوشبو ہی کہ عطر کو بھول جاؤ سونگھ کر دیکھ لو چاہیے -

ب - نہین - نہین - دوا کو سونگھتے نہین - اثر جاتا رہتا ہی -

حُسن - کیون امان جان -

ب - اثر جاتا رہتا ہی -

حُسن آرا مُسکرانے لگین - بڑی بیگم نے کہا تم نہ مانو مگر ہم تو سونگھنے نہ دینگے اسپر بہار النسا اور روح افزا اور سپہر آرا کھلکھلا کر ہنس پڑین اُستانی جی بولین شکر ہی پاک پروردگار کا کہ اب ہم سب ہنس بول رہے ہین - شکر کرو - شکر کرو -

الغرض ایک ہفتے کے بعد بڑی بیگم صاحب صاحبزادیون کو لے کر روانہ ہوئین -

آزاد پاشا جونیر افسر افواج ٹرکی

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما	مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

اللہ اللہ آج کچھ عجب سمان ہی - ہر سمت خوشی کا ڈنکا بج رہا ہی - قلم کی باچھین کھلی جاتی ہین - نو خیز معشوقون کے مزاج کی طرح بل کرتا ہی اور کیون نہو وہ مژدۂ طرب انگیز معرض بیان مین آتا ہی کہ - ؎

بریں مژدہ گر جان فشانم رواست
کہ این مژدہ آسایش جان ماست

نور کے تڑکے میان آزاد فرحناد بستر استراحت سے اُٹھے اور ہرمز جی کے گلگون صرصر تک پر سوار ہو کر ساحل بحر کی راہ لی۔ کہ ادھر اُدھر ہوا کھائین۔ دو گھڑی دل بہلائین۔ صبح کا سُہانا سمان۔ باد گل بیز دلخلخا آمیز مرغان خوشنوا اشجار پُر بہار پر فرط طرب سے چہکتے تھے۔ انواع و اقسام کے خوشنما پھول چو طرفہ مہکتے تھے۔ ؎

عجب ہے نام خدا لطف رنگ خاک چمن / خدائی ہوتے ہین پاے بتان دم رفتار
نسیم گل مین ہے تاثیر معجز عیسے / نہ کوئی دیدۂ نرگس کو اب کہے بیمار

میان آزاد کا دل غنچۂ گل کی طرح کھل گیا۔ بہار گلزار کے مزے اُڑاتے نرگس سے آنکھین لڑاتے حضرت ایک فرح بخش باغ مین بڑی دیر تک ٹہلتے رہے جس تختے کو دیکھتے ہین۔ دُلھن ہے۔ سبزان چمن کا جوبن پھٹا پڑتا ہے۔ ؎

سرو مینا ہے نو لے فاختہ مستانہ ہے / دست ساقی شاخ ہے ہر ایک گل پیمانہ ہے
لڑکھڑاتی پھرتی ہے گلشن مین مستانہ نسیم / ساغر گل ساغر مے ہے چمن میخانہ ہے

قدرت حق مشاہدہ کر کے میان آزاد بادل شاد ہرمز جی کی کوٹھی پر واپس آئے ہرمز جی کے ساتھ کھانا کھایا۔ بعد فراغ طعام دونون مین باتین ہونے لگین۔

آزاد۔ خدا کرے کہین پروانہ تقرری آئے الانتظار اشد من الموت۔

ہرمز۔ گھبرائیے نہین آتا ہوگا۔ صبح شام آیا داخل ہے۔ دل گواہی دیتا ہے دو ہی دن مین دیکھین گے کہ ہمارے کرم فرما میان آزاد جنگی وردی پہنے مورچے پر جا رہے ہین۔

آزاد۔ خدا وہ دن دکھائے ہمکو تو نومیدی سی ہو گئی ہے۔

ہُرمز۔ یہ کیون۔ مایوسی کیسی۔ کل تک ضرور پروانہ آئے گا۔

آزاد۔ سچ کہون یقین نہین آتا۔ خیر۔ دو دن اور سہی۔ دنیا بامید قائم۔ مگر اب ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر ہے۔ انتظار تا بہ کے۔

ہرمز۔ اب آپ تو اپنا ناول مطالعہ فرمائیے۔ اور مین یہ کتاب پڑھتا ہون۔

آزاد۔ یہ کون کتاب ہے حضرت۔ کوئی ناول ہے یا فکشن۔

ہرمز۔ شاہ رسلس کا تذکرہ ہے۔ کیا کتاب ہے۔ سبحان اللہ۔

آزاد۔ مین پڑھ چکا ہون نصف کے قریب ایک مرتبہ ترجمہ بھی کر چکا ہون دو چار شعر سُنیے گا۔ آپ بھی تو فارسی سے واقف ہین۔ ؎

اے مقیمان تہ سقف سپہر غدار / تابکے در پے اصنام خیال افکار
کب تلک فکر ہم آغوشی محبوب امید / تا کجا خود غلط از بہر نشاط جاوید
کیا سمجھتے ہو کہ اُمید بر آئے گی / آج یا کل کبھی حسرت یہ نکل جائے گی
کب نکل سکتی ہے پیری مین تمنائے شباب / یہ خیالات تمھارے ہین فقط نقش بر آب
پُر تسکین قصہ رسلس کا فسانہ دیکھو / آیہ فاعتبروا یا اولی الابصار پڑھو

ہرمز۔ بہت خوب اُردو لفظ دو ایک اچھی طرح نہین سمجھا۔ مگر جہان تک سمجھا مین ایمان سے کہتا ہون کہ ہو بہو ترجمہ ہے اور درد انگیز۔ سبحان اللہ۔

آزاد۔ تسلیم۔ اصلاح پر کوشش کی تھی مگر عدیم الفرصتی مانع ہوئی۔

ہرمز۔ اگر نصف کے قریب آپ ترجمہ کر چکے ہین تو وقت فرصت ہم کو اسکو پورا کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم کیا ترجمہ کیا ہے جی خوش ہو گیا۔

آزاد - ان کلمات کو مین آپکی ذاتی لیاقت اور حسن اخلاق پر محول کرتا ہون ورنہ من آنم کہ من دانم - حضرت حقیقت حال یون ہے کہ ترجمہ سخت مشکل کام ہے - جب تک دونون زبانون سے بخوبی واقف نہو ممکن نہین کہ ترجمہ مین لطف آئے -

یہ گفتگو ہوتی ہی تھی کہ ایک آدمی نے پوچھا میان آزاد یہان فروکش ہین - ہرمزجی نے اُس آدمی کو غور سے دیکھا اور کہا - آپ مطلب کہیے - اُسنے کہا اُنکے نام ایک خط لایا ہون ہرمزجی نے کہا میان آزاد یہ بیٹھے ہین - خط انکو دیجیے - آزاد نے خط لیا کھولا - پڑھا تو اُچھل پڑے اور کہا لیجیے - حضرت عہدہ تو فضل خدا سے ملگیا -

ہرمز - ہان! شکر ہے - شکر ہے - کیون مین نے کیا کہا تھا کہ صبح شام پروانہ آیا داخل ہے - مبارک ہو - اب آپ تیاری کیجیے - خدا آپ کو اسی طرح کامیاب کرے -

آزاد - رسالے مین جونیر کمیشن ملی - مگر خوشی یہ ہے کہ لے کی افسری عطا ہوئی -

ہرمز - ہان اسمین کیا شک ہے - ہم بھی رسالے ہی کو پسند کرتے ہین -

آزاد نے خط پڑھکر سُنایا -

آزاد - حضور وزیر جنگ کے حکم سے آپکو اطلاع دیجاتی ہے - کہ آپ عساکر دولت رفیعہ روم کے جونیر کمیشنڈ افسر مقرر ہوئے - آپ کو رسالے کی جونیر افسری حضور معزی الیہ نے عطا کی ہے - بارجمینٹ حسب ضابطہ آپ کے پاس بھیجا جائیگا -

ہرمز - اسوقت مین جامے مین پھولے نہین سماتا -

آزاد - امید ہے آپ سے ایسی تھی - آپ میرے سچے دوست ہین

ہرمز - اب دعا یہ ہے کہ آپ کامیاب آئین اور میدان کارزار مین آپ کا نام ہو -

آزاد - آمین - انشاء اللہ - یون تو ناکامی اور خوش نصیبی اتفاق پر منحصر ہے مگر مین اپنی طرف سے کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھون گا - آیندہ اختیار بدست مختار - ع

این بندہ چہ داند کہ چہ می باید خواست
دانندہ توئی ہر آنچہ دانی آن دہ

ہرمز - میان خوجی سے تو خوشخبری کہیے - وہ ہین کہان اسوقت -

آزاد - ہان خوب یاد آیا اُن کو تو بھول ہی گئے تھے ہم - بلوائیے - بلوائیے -

ہرمز - ایک آدمی ادھر آؤ - انکے ساتھ جو صاحب آئے ہین اُنکو بلالاؤ -

اب سُنیے کہ خواجہ صاحب کو آدمی نے کوٹھری بھر مین ڈھونڈھ مارا - ہوٹل بھر مین تلاش کیا چوطرفہ دیکھا - مگر انکا پتا ہی نہین - جب تھک گیا تو آکر کہا کہ حضور وہ تو کہین ملتے ہی نہین ہرمزجی نے مسکرا کر کہا کہین مُیڈا کی تلاش مین تو نہین گئے ہین میان آزاد اُٹھے کہ ہم ڈھونڈھین گے ہرمزجی اور دو چار آدمی ساتھ چلے - اس کمرے مین دیکھا - اُس کمرے مین دیکھا - ادھر ڈھونڈھا اُدھر ڈھونڈھا کہین پتا ہی نہین -

ہرمز - کہین مُیڈا کے پھیر مین تو نہین گئے ہین صبح صبح -

آزاد - جناب اُنسے کسی بات کا تعجب نہین - عجب بے تکا آدمی ہے - لا حول ولا قوۃ -

ہرمز - یہ چلے کہان گئے کچھ دال مین کالا ضرور ہے -

آزاد - خدا جانے لڑ بیٹھا کسی سے یا کسی کو گالی دے بیٹھا -

خدا کی مار مردک پر۔

ہرمز۔ یہ آپ انکو ساتھ کیون لائے۔ آپ بھی دل لگی باز آدمی ہین

یہ باتین ہوتی تھین کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ مسکرا کر کہا۔ حضور آیئے مین بتا دون کہان ہین۔ مگر جلد آیئے

میان آزاد اور ہرمزجی اُس کے ساتھ چلے تو دیکھا کہ ایک کوٹھری مین انگیٹھی کے قریب سرنگون ہین۔ ایک ہاتھ مین دستپناہ دوسرے مین چلم۔ دونون کو بے اختیار ہنسی آئی۔ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ مگر وہ پینک ہی مین ہین۔

میان آزاد نے لکڑی سے سر کو سہلانا شروع کیا۔ تو یون سنسنا کر بولے۔ او گیدی بھونک دون قرولی۔ آزاد جھلّائے ہوئے تو تھے ہی۔ ایک چپت جمائی چپت کے کھاتے ہی خوجی آگ بگولہ ہوگئے۔ آنکھ کھولی تو دیکھا۔ اِدھر انگیٹھی اُدھر چلم۔ اور چمٹا زمین پر اوندھے پڑے ہین۔ اور میان آزاد سات آٹھ آدمیون کو لیے کلّے پر کھڑے ہین۔ چُپ۔ ع

کاٹو تو لہو نہین بدن مین

نہایت ہی خفیف ہوئے۔

میان آزاد خوجی کو کوٹھی مین لائے ہرمزجی نے کہا خواجہ صاحب مبارک ہو آپ کے میان آزاد نے فوجی عہدہ پایا خوجی کی باچھین کھِل گیئن اُچھل پڑے ہرمزجی کے قدمون پر ٹوپی رکھدی اور کہا دیکھیے اور چاہے جس امر مین ہنسی مذاق کیجیے۔ مگر اسمین نہین۔ اب سچ سچ بتایئے۔ کیا واقعی حکم آگیا۔

میان آزاد نے وہ پروانہ دکھا دیا خوجی نے چھین لیا اور دس بارہ مرتبے اُس پروانہ کو چوما اور رو رو کر کہا آزاد جس عنایت سے تم ہمارے ساتھ پیش آئے اس کا شکریہ ہم ادا نہین کر سکتے ہین۔ بس اب ہم چاہے زندہ رہین یا مر جائین کچھ پروا نہین اور تو ہم کسی مصرف کے ہین نہین۔ سائیسی کر لیجیے

اِسپر میان آزاد اور ہرمزجی مسکرائے۔ تو خواجہ بدیع صاحب بہت جھلّائے۔ کچھ تمیز بھی ہے۔ بس ہنس دیے سائیسی علم دریاؤ ہے کچھ دل لگی نہین۔ برسون مین انسان گھر پا لینا سیکھتا ہے جی ہر کسی کا کام نہین ہے۔ ع

چہ داند بوزنہ لذات ادرک

آزاد۔ سوچ لون تو جواب دون۔ جلدی کیا ہے۔ کہون گا۔ کہون گا۔

میان آزاد کمرے مین جا کر پلنگ پر لیٹے۔ کمرے کے دروازے سب بند کر دیے اور سوچنے لگے کہ ٹکا تو ہمارے پاس نہین اور ہم کیولری افسر یعنی رسالے کے افسر مقرر ہوئے جب دس ہزار روپیہ ہو تو کہین انتظام مناسب محل مین آئے دس ہزار کے بغیر تیاری محال ہے۔ اور دس ہزار روپیہ ملنا غیر ممکن مردہ چاہے جی بھی اُٹھے مگر دس ہزار روپیہ ہم کو کوئی نہ دیگا۔ اجنبی آدمی پرایا ملک دس ہزار روپیہ یکمشت مل جانا کچھ خالہ جی کا گھر تھوڑا ہی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی سے پیشگی بطریق قرض مانگنا نامناسب ہے۔ ہرمزجی گو بڑے سچے دوست اور بڑے عنایت فرما ہین مگر اُنسے اسقدر زر خطیر کیونکر مانگین ممکن نہین کہ دو دن کی ملاقات مین دس ہزار روپیہ کوئی دے نکلے مفت مین بات کھونا محض فضول ہے۔ اب روپیہ آئے تو کہان سے آئے۔ اس خیال نے میان آزاد کو منتشر اور پریشان خاطر کر دیا۔ یہانتک کہ مایوس ہو گئے۔ اور سوچے کہ بس قدسی سے جو کچھ ملے اُسپر بسر کرو ہندوستان واپس جانے کا نام زبان پر نہ لاؤ۔ ہرچہ باداباد کشتی در آب انگم

بیوفا سمجھین گی مگر مجبوری ہی۔ اپنی حالت زار پر میان آزاد نے کمال افسوس کیا۔ سوچے کہ ہم آئے کس لیے تھے خاص اسی غرض سے کہ جنگی عہدہ پائین اور سرخرو جائین اور حسن آرا بیگم کو بیاہین۔ مگر افسوس صد افسوس بعد خرابی بصرہ یہان پہونچکر عہدہ بھی پایا لیکن بے سود۔ بخت برگشتہ یہان بھی ساتھ آیا۔ میان آزاد کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ ؎

داغ دل تازہ ہوا آہِ دلِ ناشاد سے
ہوگیا روشن چراغ اپنا گزار باد سے

بڑی دیر تک میان آزاد اسی خیال مین آہ سرد بھرا کیے۔ یقین واثق ہوگیا کہ میدان کارزار مین جانا نصیب نہوگا۔ سوچے کہ رنج و غم کرنا فضول ہی راضی بہ رضا ہین مگر ہندوستان نہ واپس جائینگے اِتنے مین ہُرمزجی نے پکارا میان آزاد میان آزاد۔ آپ بہت سوئے آج۔

آزاد چُپ چاپ سُنا کیے تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھولا باہر آئے۔ اور میان آزاد اور ہرمزجی اور خوجی نے چائے پی۔ ہُرمزجی نے کہا اسوقت میان آزاد کچھ افسردہ سے پائے جاتے ہین۔ وہ لطف صحبت اور وہ لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی نہین ہی۔ بلبل کی طرح چہکتے ہوتے اسوقت مگر خلاف معمول جو اتنی دیر سوئے تو طبیعت مضمحل ہوگئی۔

آزاد۔ جی ہان اسوقت درد سر ہی اور طبیعت بھی پریشان ہے۔

چائے پیکر ہُرمزجی اپنے ایک دوست کے ہان گئے۔ خوجی سے کہا کہ آج محفل رقص و سرود مین چلیے آپ کو بھی لے چلین۔ اور میان آزاد تو چلین ہی گے۔
آزاد نے زبان حال سے کہا۔ ؎

در محفل خود راہ مدہ ہمچو منے را
افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

جب ہُرمزجی نے اصرار کیا تو آزاد نے کہا۔ آج معاف فرمائیے۔ ہُرمزجی نے خوجی کو ساتھ لیا اور چلے۔

اِتنے مین میڈا آئین معطر و معنبر۔ اٹھلاتی ہوئی کمرے مین تشریف لائین آزاد کو دیکھا کہ ایک کرسی پر بیٹھے کچھ سوچ رہے ہین مسکرا کر مصافحہ کیا مگر آزاد کی سردمہری پر کمال متعجب ہوا قریب کی ایک کرسی پر بیٹھین۔ جس تپاک کے ساتھ آزاد پیش آیا کرتے تھے۔ وہ منزلون کا فور تھا۔ ماتھا ٹھنکا۔

میڈا۔ کیون طبیعت کیسی ہی۔ اسوقت چہرہ اُترا ہوا ہی اور کمال ملول معلوم ہوتے ہو۔ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہی۔ عہدہ فوجی ملنے کی ہم خبر پاتے ہی آئے کہ مبارکباد دین تمکو اسوقت مسرور ہونا چاہیے یا مغموم۔ یہ اُلٹی بات کیسی۔ جو کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

آزاد۔ کچھ نہین طبیعت ہی تو ہی۔ اچھا ہون۔

میڈا۔ کوئی وجہ ضرور ہی۔ بلا سبب انسان ملول نہین ہوتا۔ وجہ خاص بیان کیجیے۔ تعجب یہ ہی کہ عہدہ افسری پاتے ہی آپ افسردہ اور پژمردہ ہوگئے اسکا کیا سبب۔

آزاد نے مس میڈا کے دست سیمین کو اپنے ہاتھ مین لیکر کہا۔ پیاری میڈا تم صحیح کہتی ہو۔ مین واقعی ملول ہون بیشک میرے بشرے سے ملال اور غم اور رنج ظاہر ہوتا ہوگا۔ اور مجھے اسقدر رنج ہی کہ عمر بھر کبھی نہین ہوا تھا مگر درد لا دوا ہی علاج ممکن نہین۔ میڈا نے کہا آخر کچھ تو معلوم ہو۔ اگر درد لا دوا ہی تو مجبوری کا مقام ہی۔ مگر سُنین تو سہی آزاد نے کہا۔ پیاری میڈا تم سے مین نے کوئی بات مخفی نہین رکھی

کل امور صاف صاف بیان کر دیے اب مین کمال انفعال کے ساتھ کہتا ہون کہ مجھے جو نیر افسری رسالے کی ملی ہو لیکن ٹکا پاس نہین اور کم سے کم دس ہزار روپیہ ہو تو کام نکلے۔ یہان یہ کیفیت ہو کہ دس ہزار روپیہ کیا معنی۔ دو سو کا بھی کہین سہارا نہین حُسن آرا بڑی لدار ہین۔ اک ذرا سے اشارے مین ہزار ہا روپے بھیجدین۔ مگر حُسن آرا سے روپیہ منگوایا تو عزت خاک مین مل گئی۔

میڈا۔ لے اب اسکی تم کچھ فکر نہ کرو۔ ہم سمجھ لین گے۔ دس ہزار روپیہ ہی نا۔ پھر یہ کون بات ہی مین ابھی آتی ہون۔

میڈا اُنسے رخصت ہوئین اور آن کے میان آزاد کو ایک لفافہ دیا اور کہا اسوقت جاتی ہون کل آؤنگی اُدھر میڈا رخصت ہوئین اُدھر میان آزاد نے لفافہ کھولا تو اُچھل پڑے تینون بنک کے تمام بیس ہزار کا چک پایا اور ایک خط جسکا یہ مطلب تھا۔

جان سے زیادہ عزیز آزاد پاشا۔ یہ لفافہ نذر ہی بس اس بارے مین اور کچھ نہ لکھونگی۔ اتنا یاد رہے کہ مین دل و جان سے تمپر عاشق ہون جانتی ہون کہ جو بات چاہتی ہون وہ غیر ممکن ہو تم قول کے پکے ہو۔ مگر تاہم پیار کرتی ہون۔ ـــہ

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا
سادگی دیکھ کہ اسیر بھی ہی جاتی ہون

خدا کرے تم نیکنامی حاصل کرو۔ اور منھ مانگی مراد پاؤ۔

تمھاری پیاری میڈا

آزاد حضور وزیر جنگ کی ملاقات کو گئے جھک کر آداب بجالائے اور کہا مین تیار ہون کہ اپنے لشکر مین شامل ہون جس روز حکم دیجیے۔ حاضر خدمت ہون۔

حضور وزیر جنگ بکمال عنایت و مہربانی پیش آئے۔ فرمایا۔ ہم تمسے نہایت خوش ہین دو تین دن مین تم ہمارا حکم پاؤ گے یہ کہکر آزاد کو بیش بہا خارا شگاف تیغ آبدار دی اور کہا خدا کرے اِس شمشیر بُرّان سے تم بڑے بڑے کار نمایان کرو۔

وزیر جنگ سے رخصت ہوکر آزاد پاشا بنک گئے۔ چک دیا اور ٹرکی کے چلتے دمکتے سکّے گنوائے بنک کے ایک اہلکار سے پوچھا کہ ہندوستان کے سکّے کے مطابق کسقدر روپیہ ہوا۔ اُسنے کہا بیس ہزار۔ گھوڑے پر سوار ہوکر ہرمزجی بھائی کی کوٹھی مین داخل ہوئے اور اُسی مالدار ذی وقار تاجر کے ذریعے سے انتظام خاطر خواہ کر لیا دوسرے دن صبح کو میڈا آئی اور آزاد کو نہایت ہی مسرور و محظوظ پایا آزاد نے سروقد تعظیم کی ادب کے ساتھ ملایا اور میڈا کو قریب کی کُرسی پر بٹھایا۔

آزاد۔ جان من۔ بس اب ایک بات اور باقی ہی۔ صرف ایک ہی بات۔

میڈا۔ کہو کہو اسقدر اصرار کیون کرتے ہو۔

آزاد۔ تم خوب جانتی ہو میڈا کہ مین تمھارا کمال مشکور اور ممنون ہون۔

میڈا۔ ایسی باتین ہم سُننا ہی نہین چاہتے۔ صاف مطلب کہیے۔

آزاد۔ اِس درجہ احسان کرکے زبان پر نہ لانا بڑے عالی ظرفون کا کام ہی سچا عشق اسی کو کہتے ہین حق تو یہ ہی کہ تم بادۂ عشق کے نشے مین چور ہو۔ ـــہ

صوفی زپرتو می راز نہانی دانست	گوہر ہر کس ازین لعل توانی دانست

میڈا۔ اِس سے مغایرت پائی جاتی ہو اب ایسا کلمہ زبان پر نہ لانا۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ آزاد کے نام وزیر جنگ کا
پروانہ آیا۔ جسکے لفافے پر یہ لکھا تھا پاس آزاد پاشا جونیر
کیولری افسر کے پہونچے۔

بی ضبو جان مرجان مرنج
اور
میان سلار و خادم بذلہ سنج

جانانۂ رنگین ادا ناطورۂ ماہ سیما یعنی جوگن بیچاری
اس شہسوار سے جان بچا کر تو بھاگی مگر اُستانی جی کے ہان
ایک اور بلا مین مبتلا ہو گئی۔ سے

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

کچھ دن تو اُستانی جی کے ہان خوش خرم آرام کے ساتھ
رہین مگر ایک روز اُستانی جی باہر جو گئین تو پڑوس کی ایک
ماما نے کہ کٹنی بھی تھی اور جوگن کا حسن و جمال دیکھ چکی تھی تھانہ دار
سے جا کے کہا کہ حضور آج وہ مال دکھاؤن کہ حضور بھی عش عش
کر جائین عمر بھر لونڈی کے احسانمند رہین۔ تھانہ دار کی آنکھین
کھل گئین۔ کہا از برائے خدا جلد لاؤ اور وہ پری ہکو دکھاؤ دیکھون
تو کون پرکالۂ آتش ہے جسکی تم اسقدر تعریف کرتی ہو۔ ماما نے کہا
حضور ہمارے ساتھ چلے چلین۔ وہ گھر گرہست ہین۔ دو بھر دن
مین راہ بدلے آون گی۔ تھانہ دار نے وردی اُتار ڈالی اور
معمولی کپڑے پہن کر ماما کٹنی کے ہمراہ چلے۔ ماما پہلے چلی گئی دیکھا تو
اُستانی جی کا لونڈا شمو بھی غائب ہے اور اُستانی جی بھی دو دن
سے نہین آئی ہین۔ دو چار گھڑی جوگن سے باتین کین اور
باہر جا کے تھانہ دار کو اشارہ کیا تو وہ دن سے مکان کے
اندر موجود۔ جوگن سمجھی کوئی اہل غرض اُستانی جی کے پاس
آیا ہو گا۔ کہا اُستانی جی نہین ہین۔ تھانہ دار نے جو اِن کو
دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔

تھانہ دار۔ (ت) وہ نہین ہین تو جان من تم تو ہو۔ خدا پاک
کی قسم کیا حسن ہے۔ ایسی عورت کبھی نہین دیکھی ہے۔

ماما۔ اے تو ذری سنبھل کے بات چیت کیجیے گا میان۔

ت۔ کیون بی صاحب ہم کیا کوئی چمار یا جولاہے ہین جانتی ہو
کہ نہین مین شہر کا کوتوال ہون۔

ماما۔ یہ بیچاری کنواری لڑکی ہے اس سے نہ ہنسو بولو۔

ت۔ کنواری ہے کی تو ہم کو بھی تلاش ہے۔ اگر یون نہ مانین گی
تو آج ہی دو چار بدمعاشون کو بھیجکر نکلوا منگوا لون گا۔

اتنے مین شمو آ گیا۔ اور تھانہ دار دوسرے دروازے
سے چلے گئے اور تھوڑی دیر مین دو برقنداز لیکر دروازے پر
آئے اور اندر دھنس پڑے۔

شمو۔ لے میان زنانہ مکان ہے۔ پردے والیان رہتی ہین۔

ت۔ چپ۔ خفیہ خفیہ۔ افیم بیچتے ہو اور پردے والیان
بتاتے ہو۔ تلاشی لو جی اور افیم برآمد ہو تو ایک ایک سے
سب کو باندھ لیجیو۔ کیا دل لگی ہے۔

جوگن کا رنگ فق ہو گیا کہ دھری گئی اور ماما چپ چاپ
کھڑی رہی اور شمو کل کا لونڈا ڈپٹ مین آ گیا اور ادھر ایک
برقنداز نے کہا حضور افیم برآمد ہوئی۔ مخبر نے کتنا ٹھیک
بتا دیا تھا۔ تھانہ دار نے کہا اچھا تم دونون کانسٹبل
دروازے پر ٹھہرو۔ وہ دونون چلے گئے تو جوگن کے قریب
آ کر کہا۔ اگر نہ مانو گی تو سات برس کو بھجوا دونگا یہ کہکر قریب جا کے
لپٹ کے ایک بوسہ لے لیا اور کہا جان من ہمارے ساتھ

چل کے رہو۔ یہاں کہاں پڑی ہو۔ شمو نے جان کو چھل کر کہا
صوبہ دار صاحب یہ بات اچھی نہیں ہے۔ ادھر جوگن نے ہاتھ
جوڑے اور عرض کی حضور کل شب کو کسی وقت آیئے گا
اسوقت استانی جی آتی ہونگی۔ کوتوال نے کہا اچھا تو پھر
ہم انیم کی رپٹ نہ لکھیں گے۔ اگر کل وعدہ خلافی ہوئی
تو جان ہی لے لوں گا۔

کوتوال نے پھر ایک بوسہ لیا اور چلدیا مگر استانی جی کا نام سنکر
کسیقدر خائف ہوا کہ عورت بڑی رسا ہے ایسا نہو کہ جھگڑے میں پھنس
جاؤں۔ جوگن نے اِس ماما کو وہیں بٹھایا اور شمو سے کہا ذری
میں ایک کام کو جاتی ہوں ابھی ابھی آتی ہوں۔ یہ کہکر باہر گئی۔
بہت ہی سہمی ہوئی تھی جانا کہیں تھا راستہ بھول گئی چلتے چلتے
ایک نالہ ملا۔ نالے میں دو چور بیٹھے چوری کے مال کے حصے بخرے
کر رہے تھے۔ جوگن کے آنے کی آہٹ پاکر دونوں بے تحاشا بھاگے
مگر رقم ساتھ لیتے گئے۔ بدحواسی میں کوئی ستر روپیہ اور کچھ کپڑا
وہیں چھوٹ گیا جوگن سمجھ گئی کہ چور تھے مگر ایسی گھبرا گئی کہ قدم کا اٹھانا
محال تھا۔ نالا بھیانک چو طرفہ لمبی لمبی گھانس کہیں کہیں سے
بھوکتے کہیں کانٹے چبھتے تھے۔ کہیں اونچے نیچے پر پاؤں
پڑتا تھا جب اس مقام پر پہونچی جہاں چور بیٹھے تھے تو دو چار
روپیہ پاؤں کے تلے آئے اور کسی قدر کھنکھناہٹ بھی
ہوئی جھک کر دیکھا تو روپیہ اور کپڑے جی چاہا کہ روپیہ اٹھالے مگر
جرأت نہوئی سردی کے سبب سے کانپ اٹھتی تھی۔
کپڑوں کو جو دیکھا تو جامہ وار کا تین چار گز کا ٹکڑا نظر آیا۔
فوراً اٹھا کر اوڑھ لیا اور چلی خدا خدا کرکے وہ کا نالا طے ہوا تو
دیکھا کہ لالٹین لیے ایک آدمی سامنے سے آتا ہے اور اسکے
ساتھ ساتھ ایک سفید پوش ہیں۔ سمجھی کہ سفید پوش آتا ہے

اور خدمتگار کے ہاتھ میں لالٹین جب وہ قریب آئے تو جوگن نے
جامہ وار سے منہ کو چھپا لیا۔ سفید پوش آدمی تھے رنگین مزاج
چپکے سے چٹکی لی۔ جوگن شوخی کے ساتھ دبکی۔ سفید پوش نے
چادر کو چہرے سے ہٹایا تو نور کا بکا نظر آیا جوگن کی پیشانی
نورانی اور چاند سا مکھڑا اور گورے گورے گال اور بیش بہا
جامہ وار اوڑھے جو دیکھا تو سمجھے کہ کوئی رئیس زادی ہے مگر حیرت
تھی کہ یہ سن وسال یہ حسن و جمال اور آدمی تک ساتھ نہیں ہے
سفید پوش۔ حضور کی خدمت میں آداب۔
جو۔ (گردن پھیر کر خاموش)۔
سفید۔ گردن کیا نوارہ ہے۔
جو۔ (آبدیدہ) ہمیں نہ چھیڑیے۔
سفید۔ اس لب ولہجے کے قربان۔
جو۔ خیر وقت کی بات ہے۔
سفید۔ یا الٰہی یہ کیا اسرار ہے۔ تم اسقدر۔ طرحدار
اور گلعذار۔ یہ بھاری جوانی یہ بانکی ادا یہ چھب یہ مکھڑا
اور اس شب تیرہ و تار میں یہ بیش بہا لباس زیب تن
کرکے تنہا کہاں جاتی ہو۔
جو۔ وقت کی بات ہے۔
سفید۔ شہزادی ہو۔ نواب زادی ہو۔ رئیس زادی ہو
آخر ہو کون۔
جو۔ غریب زادی ہوں۔
سفید۔ غریب زادی ہو مگر شریف زادی ہو۔
جو۔ جیسا آپ سمجھیے۔
سفید۔ لیکن آوارہ۔
جو۔ (آبدیدہ ہو کر) خیر یوں ہی سہی

سفید - سہی کیا معنی کچھ جھوٹ بھی ہی - بھلا کوئی شریف زادی
بھی اسوقت تین بجے رات کو اس طرح پر باہر نکلے گی -
لاحول ولا قوۃ اور تمھارے سن کی تو کوئی آوارہ مزاج بھی
جرأت نہ کرے گی - تم کل حال بتاؤ ہماری سمجھ مین آتا ہی
کہ تم اپنے میان کی چوری سے نکل آئی ہو بس یہی بات ہی
ہمین کامل یقین ہو گیا ہی کہ تم کسی کی بیوی ہو -

جو - آپ آدمی شریف ہین - صورت سے شرافت برستی ہی

سفید - اب ایک کام کیجیے - ہمارا کہنا مانیے - غریب خانہ
قریب ہی وہان تک چلی چلیے - بآرام تمام بیٹھیے اور ہمین اپنا
کل حال بتائیے ہمین وحشت ہوتی ہی کہ آپ اس درجہ حسین
اور خوش پوش ہین اور رات کے وقت اس طرح تنہا
نالے کے اندر ——— الامان الامان -

جو - مجھے آپ کے دولت خانہ تک جانے مین ذرا بھی
تامل نہین مگر شرط یہ ہی کہ میری عزت کے خلاف کوئی بات نہو -

سفید - استغفر اللہ -

جو - پھر قول جان کے ساتھ ہی -

سفید - بیشک -

جو - چلنے کو تو ہم چلتے ہین مگر قول مردان جان دارد -

سفید - انشاء اللہ -

جو - خیر چلیے -

جوگن نے اپنے دل مین سوچا کہ اگر انکا کہنا نہ مانا تو
چھٹکارا محال ہی - علاوہ برین یہ بھی خوف تھا کہ مبادا
تھانہ دار پکڑ لیجائے ایسا نہو کہ ماما کہین دیکھ پائے -
تڑکا ہوا ہی چاہتا ہی - اب آخر جاؤن گی کہان -
انھین کے گھر کو غنیمت سمجھو -

سفید پوش دیکھنے مین تو شریف معلوم ہوتے تھے مگر
دل کے بڑے کھوٹے تھے سوچے کہ یہانسے لیچلکر انکو سبز باغ
دکھاؤ اور ایسی جگہ بند کر دو جہان سے عمر بھر نکل سکین
عورت بھی خوبصورت حضرت سمجھ گئے - خدمتگار کو حکم دیا کہ
لالٹین کو گل کر دے اُسنے بتی بجھا دی - تو بالکل تاریکی ہو گئی
جوگن کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر چلنے لگے کبھی آہستہ سے چٹکی لیتے تھے
کبھی ہنس ہنس کر باتین کرتے تھے - جوگن سمجھ گئی کہ یہ دق
ضرور کرینگے جب انکی یہ کیفیت ہی کہ راہ مین میرا ہاتھ پکڑے
بے دھڑک چلے آتے ہین اور چھیڑتے جاتے ہین تو خدا ہی حافظ
ہی - مگر اسوقت کرتی کیا بیچاری مجبور تھی -

جوگن نے سفید پوش سے کہا کہ میرا ہاتھ آپ چھوڑ دیجیے -
ایسا نہو کوئی دیکھ لے تو بدنام ہو جاؤن - مگر سفید پوش
نے ایک نہ مانی اور طوعاً و کرہاً جوگن کو بمنت و سماجت
لے گئے اور کہا ہم بڑے نامی وکیل ہین - جوگن جو انکے
گھر گئی تو دیکھا کہ ایک کمرے مین ٹاٹ پر دری اور چاندنی
بچھی ہی - ایک کونے مین چارپائی پر قالیچہ اور دو تکیے رکھے
ہین - میز پر بیس پچیس کتابین اور کاغذ قلم دوات ہے
باقی اللہ اللہ خیر صلاح سوچی کہ یہ وکیل کوئی ٹٹ پونجیے
نظر آتے ہین - انکے پاس تو کچھ بھی نہین ہی -

وکیل - آئیے بیٹھیے -

جو - آنکھین جھکی پڑتی ہین -

وکیل - سوئیے گا -

جو - جی ہان -

وکیل - تو چارپائی تو ایک ہی ہی -

جو - کچھ مضایقہ نہین - ہم زمین پر سوئین گے -

وکیل - اچھا سو رہیے -

جو گن جامہ وار اوڑھکر لیٹی لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی - اور خراٹے لینے لگی وکیل نے حقہ پیا اور آدمی کو یون پٹی پڑھائی -

وکیل - سلار بخش تم صبح کو انسے کہنا کہ آپ بڑی خوش نصیب ہین وہ پوچھین گی وجہ - کہنا تم سے بڑھکر کوئی خوش قسمت ہی نہین - بڑی دیر کے بعد وجہ بتانا کہ میان ایسے جوان تم پر عاشق ہوئے اور ہماری بڑی تعریف کرنا کہنا یہ رئیس ہین - انکے باپ چکلہ دار اور دادا بخشی الملک تھے اور ان کے ہان دو بگھیان ہین اور آدمیون کی تنخواہ مہینے مین تین سو روپیہ دیتے ہین اور کہنا میان کٹّے سیدھے آدمی ہین اور نواب صاحب کے ہان سے قیمتی اسباب لے آنا -

سلار بخش - قیمتی اسباب کیا؟ زیور کی قسم سے -

وکیل - اُلّو ہی رہے نرے -

سلار بخش - ہان جب سے آپ کے ہان آیا -

وکیل - کچھ نہین بس -

سلار بخش - میان آپ تو کھلائے ہوئے ہین کچھ - بھلا وہ نہ کہین گی - کہ اگر رئیس اور روپیہ والے ہین تو پھٹے حالون کیون رہتے ہین - ایک تو کھٹیا آپکے پاس اور اسپر یہ باتین کہ ہم ایسے اور ہم ایسے -

وکیل - آہستہ آہستہ باتین کرو -

سلار بخش - مین اتنا کہدونگا کہ ہمارے حضور دل کے بڑے دہ ہین -

وکیل - وہ کیا معنی -

سلار بخش - اجی چالانک ہین -

وکیل - ہان یہ مانا - کہنا دل کے چالاک ہین - چالانک نہین بولتے -

سلار بخش - تو ہم کیا کچھ منشی ہین -

وکیل - اچھا آج کھانا تو دل لگا کر پکانا -

سلار بخش - تو کسی باورچی کو بلوا لیجیے نہ - وہ خوب پکائیگا اچھے سے اچھا باورچی لے آؤنگا اور دو روپیہ خرچیے تو عمدہ سے عمدہ کھانا پکوا دون پھر چٹ پٹ بولیے مگر ایک مین تو نوکر آپ کا - ان کے لیے کوئی ماما نوکر رکھیے بے اسکے بات نہ بنے گی - خداوند - ہان چاہیے مار ڈالیے ہمین - ہم جھوٹ نہ بولین گے کبھی -

وکیل - دیکھو رفتہ رفتہ سب فکر ہو جائے گی -

سلار بخش - فکر کیا خاک ہو گی - مقدمے والے تو آتے ہی نہین -

وکیل - آئین گے آئین گے -

سلار بخش نے اپنے آقا کو سمجھایا کہ میان اس پھیر مین نہ پڑو - روٹی کپڑے پر راضی ہو تو خیر اور جو بیگم بن کے رہنا چاہین تو دھتا بتاؤ ورنہ بلٹ جائیے گا -

وکیل - اجی ایک مقدمے مین عمر بھر کی کسر نکل جائیگی -

سلار بخش - تو جب آپ کو بتیا لے بھی کوئی -

وکیل - کہتے ہین تمھین یقین ہی نہین آتا -

سلار بخش - تو کیا ملے گا ایک مقدمے مین کون سی ایسی رقم مل جائے گی -

وکیل - اجی ملنے کی نہ کہو ملے تو دو لاکھ مل جائے -

سلار بخش - اجی اتنا جھوٹ میان مین نوکری نہ کرنے کا

دیکھیے چھت نہ گر پڑے کہین۔ لوگ کہتے ہین کال پڑتا ہی۔ ہیضے کا زور ہوتا ہی۔ مینھ نہین برستا ہی۔ برسے کیا خاک۔ اس جھوٹ کو تو دیکھیے کچھ ٹھکانا ہی دو لاکھ ایک مقدمے مین آپ پائینگے۔ کبھی باپ دادا نے دو ہزار کی بھی صورت دیکھی تھی ہمنے تو آپ کے باوا کو بھی جوتیان چٹخاتے ہی دیکھا دو لاکھ پائین گے ہونھ۔ پا چکے وہ تو کہیے فقیر کی دعا سے روٹیان چلی جاتی ہین۔ یہی غنیمت سمجھو۔

وکیل۔ تم بڑے گستاخ ہو۔

سلار بخش۔ مین تو کھری کھری کہتا ہون۔

وکیل۔ ایسی کھری کھری کیون کہو کہ کسی کا دل دُکھے۔

سلار بخش۔ تو لگی لپٹی ہمین نہین آتی۔

وکیل۔ اچھا ایک کام تو کرنا۔ ذرا دو ایک آدمیون کو لگا لانا۔

سلار بخش۔ کیا کرنا؟

وکیل۔ دو چار آدمیون کو اہل مقدمہ بنا کرلے آنا۔

سلار بخش۔ یہ کیون۔

وکیل۔ ہی ایک مصلحت۔

سلار بخش۔ یہ تو خبط کہلاتا ہی۔

وکیل۔ تم تو نا معقول سمجھے نہین۔ ارے ہر بات مین شاخین نکالتے ہو تم نوکر ہو یا آقا۔ کہدیا کہ دو چار آدمیون کو مقدمے والا بنا کر کے لاؤ جس مین یہ سمجھین کہ انکے پاس مقدمے بہت آتے ہین ہم تو رنگ جماتے ہین نہ اپنا۔ یہ بات سمجھے۔ وہ ہم کو بہت اچھا سمجھنے لگین گی اور ہمارا دم بھرینگی تم کو اس بکھیڑے سے کیا واسطہ۔

سلار بخش۔ وہ بیکار باتین ہین آپ کی جنکا سر نہ پیر۔ اگر دو ایک کو پھانس پھونس کے لائے بھی تو فائدہ کیا۔ ٹکا تو وصول نہو گا۔

وکیل۔ وہ سمجھین گی تو کہ یہ بہت بڑے وکیل ہین۔

سلار بخش۔ اجی چاہے صبح سے شام تک دو سو مقدمے والے آپ کے ہان آئین یا چاہے دن بھر سناٹا رہے اُنکو اپنے زیور ماما چھوچھو مہری الم غلم سے واسطہ ہی اور جو آپ کے ہان صبح سے شام تک پانچہزار آدمی بھی آئے اور انکو ایک چھلا بھی آپ نے نہ بنوا دیا تو کیا۔

وکیل۔ دیکھو فکر مین ہین ہم۔ کوئی نہ کوئی تدبیر نکالین گے انشاء اللہ۔

سلار بخش۔ آپ ایک کام تو کیجیے۔

وکیل۔ وہ کیا۔

سلار بخش۔ وہ بڑا ضروری کام ہی۔

وکیل۔ تو کچھ کہو گے بھی۔

سلار بخش۔ وہ ضروری کام یہ ہی کہ خود بھی سو رہین حضور اور غلام کو بھی آزاد کر دین۔

وکیل۔ خاصی بات ہی۔

سلار بخش۔ سلام۔

وکیل۔ گر ہم کو اُٹھانا نہین۔ ہم دوپہر تک سونا چاہتے ہین۔

سلار بخش۔ وہ آپ چاہتے کیا ہین۔ ایسا تو ہونا ہی ہی۔ اب تڑکا تو ہی ہی۔

وکیل اور اُنکے خدمتگار بلکہ مصاحب میان سلار بخش سو رہے۔ سوئے تو گھوڑے بیچ کر دنیا و مافیہا کی خبر ہی نہین۔

جوگن نے تمام شب سردی کھائی تھی اور رات بھر
سونے کی بھی نوبت نہین آئی تھی۔ سوئی تو گیارہ بجے آنکھ کھلی۔
سلار بخش نے پانی دیا مُنھ ہاتھ دھویا گلوری کھائی۔
اور کہا انکو جگادو اَب ۔
سلار بخش ۔ حکم ہے کہ ۱۲ بجے جگانا۔
جو ۔ کس کا حکم ہے ۔
سلار بخش ۔ ہمارے مالک کا ۔
جو ۔ اب ہمارا راج ہے ۔
سلار بخش ۔ بہت خوب ۔
جو ۔ ان کا نام کیا ہے ۔
سلار بخش ۔ اِن کا نام ہینگن ۔
جو ۔ کیا ؟
سلار بخش ۔ ہینگن ۔
جو ۔ ای ہے ہینگن ۔ تو تو شریف ضرور ہون گے ۔ اور
اون کے باپ کا نام کیا ہے ہینگن ۔ ؟
سلار بخش ۔ باپ کا نام مداری ۔
جو ۔ واہ بس معلوم ہوگیا اور پیشہ کیا ہے ۔ معلوم شد باندرگ
سلار بخش ۔ دلالی کرتے ہین ۔
جو ۔ اے یہ دلّال ہے ۔
سلار بخش ۔ جی اور کیا ۔ باپ دادا کے وقت سے دلالی
ہوتی آئی ہے وکیل صاحب بیٹھے لیٹے سُن رہے تھے
اور دل ہی دل مین سلار بخش کو گالیان دیتے جاتے تھے
کہ مردود نے جما جمایا رنگ سے کے پھیکا کر دیا ۔ حالانکہ سمجھا دیا
تھا کہ خبردار خبردار ایسی باتین نہ کرنا کہ بھڑک اُٹھے
مگر ایک ہی مردک ہے ۔ ہمارا نام ہینگن بتایا ابا کا
نام مداری پیشہ دلالی اچھا بچا۔
اتنے مین بارہ کی توپ دغی ۔ اور ساتھ ہی حضرت
وکیل بھی اُٹھ بیٹھے ۔
وکیل ۔ پانی لاؤ ۔
سلار بخش ۔ حاضر ہوا خداوند ۔
وکیل ۔ (منھ دھوکر) آج وہ دوسرا خدمتگار کہان
ہے ۔ الٰہی ۔
سلار بخش ۔ حضور چھٹی لے گیا ہے ۔
وکیل ۔ کیسے آپ تو خوب گھوڑے بیچکر سوئین ۔
جوگن ۔ اے ہے ۔ ذری سچ کہیے گا ۔ اور آپ اپنی
نہ کہین سگے ۔
وکیل ۔ آج مبارک قدم نہ آئی ۔
سلار بخش ۔ رات اُس کے لڑکا ہوا ہے ۔
راوی ۔ واہ رے خدمتگار ۔ اچھا تک ملاتا جاتا ہے ۔
وکیل ۔ اور کالے خان کہان مر گیا آج ۔
سلار بخش ۔ لال خان کے پاس بھیجا ہے حضور ۔
وکیل ۔ اور محرر نہ آیا ہمارا ۔
سلار بخش ۔ حضور نواب صاحب نے بلوا بھیجا تھا ۔
وکیل ۔ اہل مقدمہ کوئی آئے تھے ۔
سلار بخش ۔ حضور سب واپس چلے گئے ۔
وکیل ۔ کچھ پرواہ نہین ۔ ہم تو مقدمون کی کچھ ایسی
پروا نہین کرتے ۔
سلار بخش ۔ حضور کے گھر کی ریاست کیا کم ہے ۔
وکیل نے جوگن سے کہا کہ آج آپ ایسی سبز قدم آئین
کہ آج کوئی آدمی ہی نظر نہین آتا ۔

جو۔(ہنس کر) جب کوئی ہو بھی۔(مسکرا کر) بس ایک
سلار بخش ہی سلار بخش نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ اور ہاں
خوب یاد آیا۔ ذرا آپ کا نام تو سنوں۔
وکیل۔ ہمارا نام مولوی مرزا محمد صادق علی بیگ
وکیل عدالت۔
جو۔ گھر کی بھنگی باسی ساگ۔
وکیل۔ ایں! اور سنیے۔
جو۔ تمھارا نام ہینگن ہے۔ اور ہینگن کے لڑکے ہو اور
دلالی کرتے ہو۔
وکیل۔ ہینگن کس مردود کا نام ہے۔
جو۔ سلار بخش تمھارے میاں کا کیا نام ہے۔
سلار بخش۔ مرزاجی مرزاجی لوگ کہتے ہیں۔ کوئی کوئی
مرزا صاحب بھی کہتا ہے۔
جو۔ یہ نہیں ہم پوچھتے ہیں نام انکا کیا ہے۔
سلار بخش (مسکرا کر) ہمکو نہیں یاد۔
وکیل۔ ارے نام کیوں نہیں بتاتا۔
سلار بخش۔ انسے کسی نے کہہ دیا کہ (مسکرا کر) ہینگن ہے
وکیل۔ (جھلا کر) اور اوپر سے ہنستا ہے۔ پاجی اور کون
کہنے بیٹھا۔ تو ہی نے کہا ہوگا۔
سلار بخش۔ اب آپ کے پاس کیا میں ہی اکیلا نوکر ہوں کچھ
رات کو پندرہ بیس آدمی تھے۔ کسی نے بک دیا اسکو
ہم کیا کریں سے بھلا۔
وکیل۔ آپ اس پاجی کے کہنے میں نہ جایئے اسی کے
سبب سے ہمارے یہاں کوئی آدمی نہیں ٹکتا۔ میں سنتا تھا کہ
چپکے چپکے باتیں کو رہا ہے ہینگن، اور ہینگن تمہارا کہیں کا
اور ہنستا ہے اوپر سے بے غیرت
سلار بخش آڑ میں کھڑا ہو کر خوب ہنسا۔
وکیل۔ ہم سے ایک بہت بڑے درویش نے کہا ہے کہ تم
جلد بادشاہ ہونے والے ہو۔
جو۔ (ہنس کر) ہاں پھر الو تمھارے سر پر بیٹھا ہی
چاہتا ہے۔
وکیل۔ بڑی حاضر جواب اور زبان دراز ہو۔
جو۔ نہیں اللہ جانتا ہے دو ہی طرح سے غریب آدمی
بادشاہ ہو سکتا ہے یا تو ٹانگ توڑ ڈالے ادھر ٹانگ
ٹوٹی ادھر تیمور کے طور پر چٹ بادشاہ ہو گیا۔ یا الو سر پر
بیٹھے تو غریب آدمی بادشاہ ہو جائے۔
وکیل۔ (متحیر ہو کر) ہاں!
جو۔ ہمنے تو ایسا ہی سنا ہے۔ جو کہیں الو سر پر بیٹھے تو پھر
آپ بھی بادشاہی کریں۔ مگر پھر ہمیں کاہے کو پوچھیے گا۔
پھر تو دماغ ہی نہ ملیں گے۔
وکیل۔ واہ اب تمہارا ساتھ چھوٹ سکتا ہے۔
جو۔ آپ کی آمدنی کیا ہے۔
وکیل۔ یہ نہ پوچھو۔ کچھ روپیہ گاؤں سے آتا ہے۔ کچھ وثیقہ
ہے۔ کچھ وکالت کے ذریعہ سے پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح
بسر ہوئی چلی جاتی ہے۔
جو۔ سواری کیا ہے تمھارے پاس فٹن ہوگی۔
سلار بخش۔ (آہستہ سے) گدھا۔
جوگن مسکرائی۔ وکیل نے کہا آج کل تو بس ایک
پالکی ہے اور دو گھوڑے۔
سلار بخش اس فقرے پر ہنسے۔

وکیل - یہ کون ہنسا -

سلار بخش - حضور مجھے ہنسی آئی -

وکیل - کیون ہنسی کی اس مین کیا بات تھی -

سلار بخش - حضور نے جو اسوقت کہا کہ دو گھوڑے ہین تو وہ دونون ہنہنائے -

جو - کیا کہین پاس ہی بندھتے ہین -

سلار بخش - جی ہان ادھر ایک اصطبل ہے اور اسکے پاس ہی فیلخانہ ہے -

جو - کس کا فیلخانہ ہے -

سلار بخش - (اشارے سے) انکا -

جو - این! کیا فیل نشین ہین آپ -

وکیل - نہین جی کہنے دو اسے یہ یون ہی کہا کرتا ہے -

جو - ذرا ہم کو دکھلاؤ -

وکیل کے ہوش پران کہ گھوڑا کیسا یہان گدھا تک تو ہے نہین ہم تو ڈینگ ہانکتے تھے کہ دو گھوڑے ہین ایک پالکی اس مردود نے کہان سے سن لیا کہ ہنس دیا اور کہتا ہے کہ ہنہنانے کی آواز آتی ہے -

جو - وکالت مین کیا ملتا ہوگا -

وکیل - اب تو آج کل مقدمے ہی کم ہین -

جو - تو بھی بھلا -

سلار بخش - اسکی نہ پوچھیے - کسی مہینے مین دو چار ہاتھی محنتانے مین کسی مہینے مین دس پانچ اونٹ مل گئے کبھی دو گدھے آ گئے -

وکیل - (خفا ہوکر) تو اُٹھ جا یہان سے -

جوگن نے لاکھ چاہا کہ ہنسی ضبط کرے مگر نہ کر سکی

جو - آدمی شریر معلوم ہوتا ہے یہ سلار بخش ملازم ہے کیا صاحب

وکیل - ہزار بار کہدیا کہ مسخرے پن سے ہم کو نفرت ہے - نابکار -

جو - اب غصہ کو تھوک دو -

جوگن ایک کامنی چھیل چھبیلی عورت اور پالے پڑی ایک انوکھے وکیل کے - وکیل نے پہلے ہی دن سے حماقت کا اظہار کرنا شروع کیا - کانا ٹوٹو بدھو نفر ایک آدمی مٹرون ٹون وہ بھی منھ چڑھا - اور اپنے کو ظاہر کیا چاہین مُیس ابن مُیس مگر واہ رے - سلار بخش جواب ترکی بہ ترکی دینے مین تم بھی خوب مشاق ہو وکیل نے پوچھا آج ماما نہین آئی یہ بولے حضور کل اُسکے لڑکا ہوا - وہ عذر بیان کیا کہ ایک مہینے تک کی غیر حاضری کے لیے کافی ہے - حضرت نے پوچھا آج مقدمے والے نہین آئے - کہا حضور سب پھر گئے آپ آرام مین تھے -

اِن وکیل صاحب کی بڑی لمبی چوڑی کہانی ہے جسکو ہم ضرور بیان کرین گے بالفعل یہ لطیفہ بھی سننے کے قابل ہے کہ وکیل نے سلار بخش کے کان مین جوگن کی چوری سے آہستہ آہستہ یون گفتگو کی

وکیل - سلار بخش وہ بات بھول گئے - کیون جی - ہو بے وقوف کہ نہین -

سلار بخش - کون بات میان - مجھے تو یاد ہی نہین ہے کچھ -

وکیل - گولی مار دے ایسے آدمی کو -

سلار بخش - تو پھانسی بھی پائے -

وکیل - تجھ سے کچھ کہا تھا ہم نے -

سلار بخش - آپ تو جلدی جلدی گھبرا گھبرا کر بہت کچھ کہہ گئے - اَبْ سہی -

وکیل - کمبخت دو چار مقدمہ والے بنا لا -

سلار بخش - ہان اچھا - مگر میان پہلے ان کے لیے کھانا تو پکواؤ -

وکیل - لاحول ولا قوۃ -

سلار بخش - اچھا آپ تشریف رکھیں مین ابھی ابھی حاضر ہوتا ہون - دو چار کیا معنی دس پندرہ کو پھانس لاؤن - مگر یہ بھی بیٹھی رہین جس مین لوگ سمجھین کہ وکیل کی بڑی آمدنی ہے - اور مین کہدون گا کہ گانا سننے کے لیے نوکر رکھا ہے سو روپیہ مہینہ دیتے ہین -

وکیل - سو نہین دو سو کہنا -

سلار بخش - وہی بات کہیے گا جو بے تکی ہو - بھلا کسی کو بھی دنیا مین یقین آئیگا کہ دو سو روپیہ یہ وکیل خرچ کر سکتا ہے -

وکیل - کیوں یہ کیون -

سلار بخش اجی اب آپ تو ہنڈی کی چندی نکالتے ہین - دھیلے دھیلے پر تو آپ مقدمے لیتے ہین - دو سو کی رقم بھلا گانے کے لیے کون خرچ کرے گا آپ اپنے سوا اور سب کو پاگل سمجھتے ہین -

وکیل - اچھا بک نہ بہت جا پھانس لا دو چار اہل مقدمہ کو -

سلار بخش - بہت اچھا -

وکیل - کہین اس نئے مہمان کے سامنے نہ ایسی ویسی باتین کر بیٹھنا -

سلار بخش - ہم تو کھری کھری کہتے ہیں حضور

سلار بخش باہر گئے کہ دو چار اہل مقدمہ کو پھانس لائین مطلب یہ کہ کسی جان پہچان اڑوسی پڑوسی کو سمجھا دین کہ میان ایک عورت کو کہین سے لائے ہین تم لوگ چلکر کہو کہ حضور ہمارا مقدمہ ہے - گر محنتانے کی بڑی لمبی چوڑی رقمین بتانا جس مین وہ عورت بھرے مین آ جائے اور میان کا دم بھرنے لگے -

سلار بخش ایک ہی شریر آدمی - دُنیا بھر کا نیا یا دس بارہ آدمیون کو پھانس لایا اور کہا کہ باری باری دو دو چار چار آؤ - سب ایک دفعہ ہی بھڑ بھڑ اکر نہ چلے آنا - اندر آئے تو وکیل کو دیکھکر سلار بخش موچھون پر تاؤ دینے لگے مطلب یہ کہ آج وہ کارگزاری کی ہے کہ انعام کا استحقاق ہو گیا وکیل ازبس خوش جامے مین پھولے نہین سماتے کہ آج سونے کی چڑیا ہاتھ آئی چین ہی چین لکھا ہے - تھوڑی دیر کے بعد سلار بخش حقہ بھر لایا - حقہ مٹی کا جسمین تین سیر پانی آئے - نیچہ بھدا - جب تک ایک بچہ منھ نکوئے پی نہ سکے - چلم وہ جس مین آدھ سیر تمباکو بھر لو خدمتگار نے جوگن کے سامنے حقہ رکھا -

جو - کیا لکڑ والے کی دوکان سے لائے - نگوڑے لکڑ والے بھی تو ایسا بھدا حقہ نہین رکھتے یا تمباکو والے کی دوکان سے لائے ہو - ہٹا لیجاؤ ہٹا لیجاؤ ہم پینے گے تھین مدریا بھی نہین جڑتا -

وکیل - ارے سلار بخش -

سلار بخش - خداوند -

وکیل یہ حقہ کہان سے اُٹھا لایا - اتنے چاندی کے جڑو ہین

وہ حقہ کہان رکھا جو نصیر الدین حیدر کے پینے کا تھا۔ وہ چمبر کہان ہے جو سیٹھ سے لیا تھا۔ جسپر مور بنا تھا اور پینے کے ساتھ ہی مور کی جھنکار محل بھر کو دنگ کر دیتی ہے وہ گنگا جمنی گڑگڑی کہان ہے جو ہمارے سالے نے بھیجی تھی۔

سلار بخش۔ وہ جو حضور کے سالے نے بھیجی تھی تو حضور کے بہنوئی لے گئے۔

وکیل۔ بہنوئی ہمارے کون۔

سلار بخش۔ وہ نہین ہین ٹھنگنے ٹھنگنے

وکیل۔ وہ تو ہمارے سالے ہین۔

سلار بخش۔ مگر وہ تو بہنوئی بتاتے تھے چلیے ہمارے نزدیک جیسے آپ کے سالے ویسے آپ کے بہنوئی دو نون یکسان۔ ہم آپکے بھی تابعدار اُن کے بھی تابعدار۔

وکیل۔ تو آخر پیچوان اور چاندی کا حقہ اور زیرانداز اور چمبر کیون نہین نکالتے جو یہ بدتمیز حقہ اُٹھالائے وہان سے۔ جو حرکت ہے آپ کی وہ ایسی ناشائستہ ہے لاؤ جا کے۔

سلار بخش۔ خداوند وہ تو سب بند ہے۔ وہ خدمتگار آج آیا کہان۔

جو۔ تو چلو ہٹاؤ یہان سے

سلار بخش۔ حضور ایک دم لگا لین۔

وکیل۔ بس معاف کیجیے اُٹھا لیجاؤ۔

جو۔ ای تو مدریا ہی منگواؤ۔ یہ سب سامان بند کہان ہے۔ ذری سارا تو مکان۔ مرغی کے ٹاپے سے برتر ابرابر

وہ کن کوٹھون مین بند ہے سب کا سب۔

اتنے مین کسی شخص نے پکارا طالب او طالب۔ سلار بخش نے کہا کون ہے اُس نے کہا ہم مقدمہ والے وکیل ازبس محظوظ ہوے کہ سلار بخش بھانس لایا۔ فرمایا بلا لو۔ سلار بخش نے کہا آؤ جی۔ حضور بلاتے ہین کوٹھے کا یہ راستہ ہے۔

مقدمے والا آیا سلار بخش نے کہا سامنے جاؤ آپ دل لگی دیکھیے کہ مقدمے والے کے ایک ہاتھ مین جھاڑو دوسرے ہاتھ مین پنجہ۔ آتے ہی جھاڑو کونے مین کھڑی کر دی اور پنجہ ٹیک کر بیٹھا وکیل ازسرتاپا چمک گیا پوچھا تم کون ہے اُسنے کہا ہم بھنگی ہین صاحب ہوگن مسکرائی۔ وکیل نے سلار بخش کی طرف دیکھا۔ سلار بخش سر کھجلانے لگا۔

وکیل۔ تم کیا کرنے آیا ہے یہان تمھارا کون کام

بھنگی۔ حضور کا مہتر ہون۔ میری ٹٹی کا ایک بانس کوئی نکال لے گیا ایک شخص پر شک ہے۔ تو حضور کو وکیل کرنے آیا ہون۔ غلام ہون خداوند۔

وکیل۔ کوئی ہے نکال دو اس پاجی کو۔ چل جا یہان سے

سلار بخش۔ خداوند امیرونکا مقدمہ تو آپ لین اور غریبون کا کون لے اُس دن وہ راجہ آئے جن کے ساتھ بیس سوار تھے حضور نے اپنی جگہ نہ چھوڑی اور وہ ہاتھ ہی جوڑا کیے۔ وکیل تو درزی کی سوئی ہے کبھی زربفت مین کبھی لٹھے مین۔ امیرون کا مقدمہ آپ لین اور غریبون کا کون لے۔

وکیل۔ غریبون کا غریب وکیل لے۔

راوی - بجا ارشاد ہوا - حضور تو ایڈوکیٹ جنرل ہین
مہاراجہ ملہر راؤ نے سرجنٹ بالنٹائن کو ناحق ہی ولایت
سے بلوایا - حضور تو یہان موجود ہی تھے -
سلار بخش - اچھا مہتر بتاؤ کیا دوگے -
مہتر - (ٹینٹ سے دو پیسے نکال کر) ہمارے پاس تو
دو ہی دو ساہی ہین -
وکیل (جھلاکر) نکالو نکالو اس کمبخت کو -
وکیل صاحب اسقدر جھلائے کہ جھاڑو لے کر مہتر پر
خوب ہاتھ صاف کیا وہ جھاڑو پنجہ چھوڑ کر بھاگا - تو
حضرت جوگن کے قریب جانے لگے -
جو (بھاگ کر) الگ ہی رہنا میان الگ ہی رہنا -
وکیل - کیون - کیون -
جو - ارے مہتر کی جھاڑو چھوئی اور فرش پر چلے آئے -
وکیل - ہائے ہائے بھول گئے -
جو - اوئی اللہ مین کہان پھنسی آن کے -
وکیل - پھر اب کیا کرون -
جو - غسل کرو -
وکیل - ہاے افسوس یہ تو نہ ہو سکے گا - آج بڑی سردی ہے
جو - پھر اللہ جانتا ہے غسل کرو نہین تو چھوئین گے نہین
سلار بخش - ہان سچ تو کہتی ہین -
وکیل - تو چپ رہ مردود -
سلارو شریر تو پرلے سرے کا تھا ہی مسکرانے لگا -
اسپر وکیل صاحب اور بھی جھلائے اور سلارو کو مارنے
دوڑے تو سلار بخش نے کہا دوہائی ہے حضور کی (جوگن کی طرف اشارہ
کرکے) جوگن نے کہا بس خبردار - ہاتھ نہ اٹھانا -
وکیل صاحب خاموش ہو رہے -
جو - اب آپ حمام جائیے -
سلار بخش - اے ہے - کہین یہ صلاح بھی نہ دینا میان
افیمی آدمی نہانے کے نام سے کانپ اُٹھتے ہین -
جھوٹ موٹ کہہ دین گے کہ حمام خانے گیا تھا اور یون ہی
کورے چلے آئین گے -
وکیل - دیکھو اب مین اسکو پیٹے چلون گا -
جو - اے آخر تو نہاؤ گے یا یون ہی بیٹھے رہو گے -
وکیل - اُف اسوقت تو نہانے کے نام سے روح
لرزتی ہے جگر تک ٹھٹھرا جاتا ہے -
جوگن نے سلار بخش کو حکم دیا کہ تم پانی بھرو - سلار بخش
پانی بھر لائے وکیل صاحب نے روتے روتے کپڑے
اُتارے لنگی باندھی - سلار بخش نے کہا لیجیے نہائیے جیسے ہی
بدن پر پانی پڑا حضرت غل مچا کر بھاگے اور سلار بخش گھڑے کا
ڈول لیے ہوئے پیچھے دوڑا - پھر پانی پڑا پھر روئے جوگن مارے
ہنسی کے لوٹ لوٹ گئی - الغرض بعد خرابی بصرہ آپ نے
غسل سے فراغت پائی تھر تھر کانپتے تھے - سلار بخش نے
اسپر طرہ یہ کیا کہ پنکھا جھلنے لگا - تب تو اور بھی جھلائے
اور کس کے دو تین لاتین لگائین - مگر سلارو بھاگ کھڑے
ہوئے جوگن نے دکھلا دیا - سلار بخش انگیٹھی مین آگ
لے آیا تاپنے لگے -
جو - اب یہ چاندنی تو اٹھواؤ -
وکیل - کیون چاندنی نے کیا قصور کیا ہے بیچاری نے -
سلار بخش - حضور بھنگی اسی پر تو بیٹھا تھا -
وکیل - اے تو پھر بولا سلار بخش مارتے مارتے

اُدھیڑ کے دھر دونگا۔

سلار بخش۔ خداوند مالک ہین ہمارے۔ مار ڈالیے تو بھی حشر کے دن ہم دامن نہ پکڑین گے۔

سلار بخش ایک لونڈے کو بلا لایا۔ اُس نے چاندنی اُٹھائی تو قلعی کُھل گئی چاندنی کے نیچے ایک پھٹا پُرانا ٹاٹ بچھا تھا۔ بابا آدم کے وقت کا اور دری نہ کوئی فرش وکیل کٹ گئے۔ جوگن نے کہا اے اب کوئی فرش اسپر بچھواؤ۔

وکیل۔ وہ بڑی دری اے آؤ جو چھکڑے پر لدکر آئی تھی

سلار بخش۔ وہ۔ اُسکو تو ایک لونڈا چُرا لے گیا۔

جو۔ اوئی چھکڑے پر لد کے تو موٹی دری آئی اور ذرا سا لونڈا انگوڑا چُرا لیگیا۔

وکیل۔ تو بھنگ تو نہین پی گیا سلارو۔

سلار بخش۔ کون ؟ سلارو ! سلارو میان مدارو کے ہان رہتے ہون گے۔

وکیل۔ بھلا اتنی بڑی دری چور کیونکر لیجاتا۔ اور پھر لونڈا! تمہارے باپ سے تو اُٹھتی نہین۔

سلار بخش۔ بیشک۔ ہمارے باپ کوئی سر بوجھے یا مزدور سے تو تھے نہین۔ ہم جانتے ہین لونڈا اپنے ساتھ اونٹ لیکر آیا تھا جب ہی لیگیا۔

وکیل۔ اچھا وہ قلیچے اُٹھا لاؤ جو جیل خانے سے بنکر آئے ہین۔ بیس بیس روپیہ جوڑی۔

سلار بخش۔ خداوند وہ تو سب بند پڑے ہین۔

وکیل۔ اچھا جاکر دیکھو جو کچھ ملے اُٹھا لاؤ۔

سلار بخش جاکر اپنا کمل اور ایک دستر خوان اُٹھا لائے وکیل تو برآمدے سے بازار کی سیر دیکھتے تھے اُس نے چپ سے کمل بچھایا اور دستر خوان اُسپر رکھدیا اور کہا آئیے میان بچھ گیا۔ وکیل صاحب جو آئے تو کمل اور دستر خوان اور جوگن کھلکھلا کر ہنس رہی ہے۔ وکیل نہایت برافروختہ ہوئے سلار بخش ایک کوٹھری مین چھپ رہا تھا۔ وکیل نے ڈھونڈھ نکالا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دو چار بار دست بحث سے کھوپڑی سہلائی۔ سلارو ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

وکیل۔ آخر کمبخت تو جو میرا نمک کھاتا ہے تو رنگ کیون پھیکا کرتا ہے۔ مین ایک کہون تو دو کہا کر۔ خیر خواہی کے یہ معنی ہین۔ سکھلا دیا سمجھا دیا کہ ہم جو کچھ مانگین کہدے بندے ہندی کی چندی نکالتا ہے۔ نامعقول خبردار اب تو یہ کر۔

سلار بخش۔ توبہ (کان پکڑکر) توبہ (پھر کان پکڑکر) توبہ! تو اب تک تو ہم یہ سمجھے ہی نہ تھے کہ آپ کیا چاہتے ہین۔ اب آپ ایک کہین گے مین دو کہون گا اور جو کچھ آپ مانگین گے مین کہدونگا بند ہے بس! اور بھی جو کچھ سمجھانا ہو سمجھا لیجئے پھر مین نہین جانتا۔ ہان!۔

وکیل۔ اچھا ہم جاتے ہین تو آنکر کہنا قصور معاف کیجیے۔ اور رونا خوب۔

وکیل صاحب یہ ہدایت کرکے چلے گئے جاکر چارپائی پر جوگن کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ سلار بخش روتا سر پیٹتا ہوا آیا جوگن دھک سے رہ گئی سمجھی کہ انکا کوئی عزیز مرگیا ہے۔ وکیل صاحب کے ہوش پران کہ یا الٰہی کیا ماجرا ہے پوچھا کیا ہوا خیر تو ہے۔ ارے آخر کچھ بتائیگا بھی یا سر ہی پیٹے گا۔ کیا ہوا کیا۔ کیا کوئی مرگیا خدانخواستہ۔ سلارو تھوڑی دیر تک خوب روئے اور وکیل کے قدمون پر گر کر کہا۔

حضور میرا قصور معاف فرمائین۔
وکیل۔ لاحول ولا قوۃ۔ لاحول ولا قوۃ۔ نراگنوار ہے کمبخت
جی چاہتا ہے اپنا منھ پیٹ لون۔
جو۔ اچھا جاؤ معاف کیا۔ کوئی اس طرح روتا ہے اللہ جانتا ہے
ہم سمجھے کہ خدانخواستہ کوئی بیچارہ آپ کے عزیزون سے
اب کیا کہون۔ جان نکل گئی تھی کہ کہین گے ابھی
سبز قدم آئی۔
اتنے مین وکیل صاحب کے نام ایک خط آیا۔ وکیل
کمرے کے باہر خط پڑھنے لگے سلارو بھی قریب کھڑے تھے
جوگن نے پوچھا آپ کے ابا جان ہین زندہ
سلار بخش۔ حضور کے باپ؟ ہان۔ دو باپ ہین۔
وکیل نے تیکھی چتون سے سلارو پر نظر ڈالی معلوم ہوتا
تھا کہ پھاڑ کھائین گے سلارو نے چپکے سے کہا حضور تو
کہہ کہہ کر بھول جاتے ہین۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ہم ایک کہین تو
تم دو کہنا۔ قریب تھا کہ وکیل صاحب پیٹ چلین مگر جوگن
آگئی تو دانت پیس کر رہ گئے۔
جو۔ یہ کیا پڑھ رہے ہو۔
وکیل۔ صاحب کے پاس سے ایک چٹھی آئی ہے۔
جو۔ کون صاحب۔ کوئی انگریز ہین۔
وکیل۔ ہان ضلع کے صاحب ہین۔ ہم سے یارانہ ہے۔
سلار بخش۔ آپ سے نہ۔ جی ہان اُنسے اور دوسرے صاحب
سے بھی تو ہے جنھون نے جرمانہ ٹھونک دیا تھا۔
وکیل۔ صاحب نے ہمین بلایا ہے۔
جو۔ آخر تم کچھ کھاتے پیتے بھی ہو یا یون ہی ہوا پھانک کر
جیتے ہو کچھ ٹھکانا ہے دوپہر ہونے کو آئی۔ پیٹ مین کاٹھ
کی روٹی باندھے ہو۔
سلار بخش۔ ہونھ۔ دوپہر ہونے کو آئی! ایک بجا
چاہتا ہے۔ آپ کہتی ہین دوپہر ہونے کو آئی۔
جو۔ کیا ایک ہی وقت کھاتے ہو کیا۔ تو ہم تو بے موت
مرے میان۔
وکیل۔ ارے سلارو کھانا پکیگا۔
سلار بخش۔ بند ہے۔
وکیل۔ بند ہے تو بازار سے خرید لا۔
سلار بخش۔ بند ہے۔
وکیل۔ کیا بند ہے۔
سلار بخش۔ بازار۔
وکیل۔ کے بجین گے
سلار بخش۔ دو۔
جو۔ این! ابھی ایک کہا اب کہتا ہے دو۔
سلار بخش۔ حکم ہے کہ ایک کے دو کہو۔
وکیل۔ کھانا پکاؤ۔ جھٹ پٹ۔
سلار بخش بند ہے۔
جو۔ اسے آگ لگے تیرے اس مسخرے پن کو۔ یہان
آنتین تک قل ہو اللہ پڑھتی ہین۔ اسے دل لگیان
سوجھتی ہین۔
بڑی دیر کے بعد سلار بخش نے کھانا پکایا اور آکر
دست بستہ کہا خداوند خاصہ تیار ہے۔ وکیل صاحب نے فرمایا
لاؤ کھانا آیا تو آٹھ موٹی موٹی روٹیان۔ ایک پیالے مین
دال ماش۔ دوسرے مین آدھ پاؤ گوشت اور آدھ سیر آلو
جوگن بھوکی تو تھی ہی اسی کو غنیمت سمجھی اور وکیل کا شکریہ

دا کرکے کھانا کھایا۔

وکیل - آج پلاؤ نہین پکا -

سلار بخش - حضور بلی کھا گئی

وکیل - اور گوشت بس ایک ہی طرح کا پکایا۔

سلار بخش - خدا او ندا اور آدمی تو ہے نہین مین پانی بھرنے گیا گتا چکھ گیا۔

جو - بلی اور کتا یہان بڑے لاگو ہین -

سلار بخش - کچھ نہ پوچھیے بس -

وکیل نے جوگن سے پوچھا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے جوگن نے کہا ہمارا نام شبو - وکیل نے کہا یہ اوکھا نام ہے شریف زادیون کا نام شبو تو نہین سُنا آج تک جوگن بولی اپنے اپنے ملک کی ریت ہے - ہماری طرف ایسے ہی نام ہوتے ہین -

اتنے مین کسی نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا میان سلارو ہین سلارو نے جواب دیا کہ آیئے کون صاحب ہین - آخاہ - آیئے آؤ - کوٹھے پر چڑھ آؤ - وہ داہنے ہاتھ کی طرف زینے کا راستہ ہے۔

وکیل - کون صاحب ہین - کون صاحب ہین - ایسا نہو ماموں صاحب چلے آئین -

سلار بخش - پھر آنے دیجیے - دیکھین گے تو اور خوش ہون گے کہ بھانجا ہونہار نکلا -

اتنے مین جسنے پکارا تھا وہ اوپر آن پہونچا -

وکیل - اُدھر ہی رہنا خبردار بے اطلاع کے ادھر نہ آنا -

سلار بخش - حضور وہ ہے ممن تیلی -

وکیل - ممن تیلی کون - ہم تیل ویل نہین لینگے - رات کو لیمپ جلتے ہین ہمارے یہان - یلوم کی بتی - اور کھانے مین تیل آتا نہین - پھر تیلی کا یہان کیا کام نکال دو - ایسے ویسون کو کمرے مین نہ بلا لیا کرو -

سلار بخش - مقدمہ لایا ہے حضور - سامنے حاضر ہو -

تیلی جو سامنے آیا تو وکیل آگ ہو گیا - تیلی اُسوقت میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا ہاتھون مین ایک کُپی - آن کر ٹاٹ پر بیٹھ گیا -

وکیل - کیا مانگتا ہے -

تیلی - ؟ پر نالش کردی ہے -

وکیل - دو گے کیا -

سلار بخش - (سر پیٹ کر) ہائے ہائے - ابھی پہلے اسکی فریاد تو سنو کہ وہ کہتا کیا ہے بس یہی تو ان مین بڑی خرابی ہے کہ مقدمہ والا آیا اور انھون نے اُسکا ٹیٹوا لیا - پہلے یہ بتاؤ کہ دیگا کیا تو - بس مردہ چاہے دوزخ مین جائے چاہے بہشت مین اپنے حلوے مانڈے سے مطلب ہے پہلے سُن لیجیے کہ وہ کہتا کیا ہے - کچھ جھوٹ سچ اُسکو سمجھایئے دو چار سوال کیجیے - یہ نہین کہ آتے ہی ہاتھ پھیلا دیا - اچھا بتاؤ تم ہی بتاؤ کیا دوگے -

تیلی - ایک پلی تیل -

وکیل - نکال دو اسکو نکالدو ابھی ابھی -

تیلی - اچھا صاحب تین پلی لیلو -

سلار بخش - اچھا آدمی کپی تیل دو - بس اتنا کہنا مانو -

وکیل - ہائین ! ہائین ! کیا شرح بگاڑتے ہو - تم جاؤ بھی

سلار بخش۔ پہلے دیکھیے تو آدھی کپی پر راضی بھی ہوتا ہے وہ تیلی چلا گیا اور وکیل نے سلار بخش کو ڈانٹنا شروع کیا۔ کر تو سخت نابکار ہے تجکو کس نے کہا کہ بیچ مین بول اُٹھا کر تو اپنے تئین کیا سمجھتا ہے۔ آخر تو کون ہے۔ ٹکے کا خدمتگار اور باتین بناتا ہے اوپر سے۔ آخر تو ہے کون۔

سلار بخش نے دبے دانتون کہا ہم مصاحب ہین اور ہین کون۔ جوگن متحیر تھی کہ یہ کس قطع کے آدمی ہین اور خدمتگار کو کیون اسقدر سر چڑھا رکھا ہے۔

سلار بخش۔ حضور شام کو کیا پکے گا۔ ابھی سے تیاری کرون

وکیل۔ چولھے مین گیا۔

سلار بخش۔ تو خداوند آپ کا کھانا چولھا چوڑ بھاڑ مین جائے چاہے مگر غلام تو دو روپیہ مہینے اور کھانے پر نوکر ہے اگر یون ہی کھانا جائیگا تو ہم تو تین ہو جائین گے آپ نہ کھائین ہمارے واسطے تو تجویز یے۔

وکیل۔ تجویزنا کیا معنی۔ اپنے واسطے چھیچھڑے سے آجاکے۔

سلار بخش۔ (دبے دانتون) وہ بھی جیب بیچنے پائین آپ سے

جوگن نے جو یہ فقرہ سنا تو بے اختیار ہنس پڑی وکیل نے متحیر ہو کر پوچھا۔ کس بات پر ہنسین۔ آخر کچھ بتاؤ تو اسوقت تو ہنسی کی کوئی بات نہین ہوئی اخاہ۔ اب مین سمجھا۔ یہ جو مین نے چھیچھڑدن کا فقرہ کہا اسپر ہنسین۔ مین ایسی ہی کہتا ہون۔ اسپر جوگن کو اور بھی ہنسی آئی۔

وکیل۔ اللہ ری شوخی کچھ ٹھکانا ہے۔

خوبرو جتنے ہین دل لیتی ہے سب کی شوخی
ہے مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی

جو۔ آپ نے جو کہا کہ چھیچھڑے پکا کر کھاؤ تو مجھے۔

سلار بخش۔ اور مین نے پھبتی اپنے اوپر کہی وہ سُنی ہی نہین آپ نے ـــ

وکیل۔ وہ کیا۔

سلار بخش۔ مین نے کہا کچھ کُتّے سنے کاٹا ہے مجھے۔

وکیل۔ خوب چھیچھڑے کے بیے کُتّے کا اچھا لفظ ہے مگر بلے کیون پڑتے ہو۔

سلار بخش۔ یہ ڈوریے کا انگرکھا پہنے ہین نہ آپ۔

جو۔ اے واہ ہے۔ میان اور خدمتگار مین جگت بازی ہونے لگی جیسے میان ویسے میان کے آدمی۔

اتنے مین آواز آئی۔ شلجم۔ گھیان۔ مولی۔ بیگن۔ آلو ترکاری کو۔ جوگن سے کہا آلو خرید لو ایک ادھ پیسے کے شام کو پکین گے۔ سلار بخش نے مسکرا کر پکارا۔ ادھر آ۔ ادھر آ۔ او کبڑن ادھر اس پھاٹک مین آ۔

وکیل۔ آلو کتنے سیر ہین سچ سچ بتانا۔

کبڑن۔ مول تول کرون یا واجبی کہون۔

سلار بخش۔ پہلے مول تول کرو پھر واجبی کہو۔

کبڑن۔ تین پیسے سیر آئین گے چاہے لو چاہے نہ لو۔

وکیل۔ واہ۔ کل تو ہم نے ٹکے سیر لیے تھے۔ کیون سلار بخش۔

سلار بخش۔ واہ۔ ایک آنے خریدے تھے۔

وکیل۔ عجب نالائق ہے تو۔

سلار بخش۔ ہو شاید ایسا ہی ہو۔

وکیل۔ صریح وہ کہتی ہے کہ تین پیسے سیر دونگی اور تو کہتا ہے ایک آنے سیر لیے تھے۔ بھاؤ بگاڑتا ہے۔

سلار بخش۔ آپ کا حکم تھا نہ کہ ایک ایک کے دو دو کہا کرو آپ نے کہا ٹکے سیر ہم نے اُسکا دونا کہا ایک آنے سیر خود ہی تو ایک بات کہتے ہین آپ اور خود ہی بھول جاتے ہین۔ کہا نہ تھا کہ مین ایک کہون تو تو دو کہنا اب کہیے ایک کے عوض چار کہون۔ کسی طرح آپ خوش تو ہون۔

جوگن نے سیر بھر آلو خریدے اور پیسے اپنے پاس سے دیے۔ کبڑن چلی گئی تو جوگن نے کہا یہ آدمی نکالدینے کے قابل ہے کسی مقام پر مسخرے پن سے نہین چوکتا ہے جب دیکھو بات کاٹ دیتا ہے۔ یہ بُری بات ہے۔

وکیل۔ بی شبو جان صاحب۔

سلار بخش۔ کیا گُل شبو ہین۔

جو۔ ہان جسے گنوار لوگ گلری کا پھول کہتے ہین۔

وکیل۔ واہ۔ وہ اور یہ اور۔

سلار بخش۔ حضور گل شبو ہین جب ہی کھلی جاتی ہین۔

وکیل۔ اور گلبدن غنچہ دہن۔

سلار بخش۔ آپ بھی تو جامے مین پھولے نہین سماتے۔

وکیل۔ تمکو کیون خار ہوتا ہے۔

سلار بخش۔ تو چٹکتے کیون ہین حضور۔

وکیل۔ جہان گل ہے وہان خار ہے۔

سلار بخش۔ واہ دو دو بار۔

جوگن کو اپنی حالت زار پر اُسوقت کمال افسوس تھا کہے تو دھری جائے نہ کہے تو دل بیقرار ہو۔ شہسوار کے خوف سے رات کو بھاگنا اور ساری رات جاگنا۔ اپنا نہ بیگانہ خویش نہ یگانہ عزیز نہ رشتہ دار بیکس و بے بس۔ پھر اُستانی جی کی مہربانی سے اس کی پریشانی و حیرانی کا دور ہونا اُستانی جی کی عدم موجودگی مین تھانہ دار کا آنا۔ اور شادی کا شوق چرانا۔ جوگن کی تنہائی اور پارسائی۔ تھانہ دار کی فقرہ بازی۔ یہ باتین یاد کر کے طبیعت از بس بیقرار تھی لاکھ ضبط کیا مگر اشک جاری ہی ہوگئے

دل مین اک درد اُٹھا آنکھ مین آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمین کیا جانیے کیا یاد آیا

سلار بخش۔ میان۔ میان۔ بولتے ہی نہین میان۔

وکیل۔ کیا میان ٹیان لگاا ہے۔

سلار بخش۔ (اپنے دل مین) گھاس تو نہین کھا گیا ہے۔ (وکیل سے) آپ تو بات کرتے کاٹے کھاتے ہین۔ سیدھی بولتے ہی نہین۔ آخر یہ روتی کیون ہین بولیے۔

وکیل۔ بولون کیا میرا سر کوئی بات ذہن میں آتی ہی نہین کہ کیا ماجرا ہے ہمسے تو کوئی قصور نہین ہوا۔ ہوا تو کس طرح کا قصور ہے ہمین بتائین نہ چاہین مگر معاف کردین۔ ابھی تو خاصے طور سے کھلکھلا رہی تھین اور ابھی یہ حال ہے۔

سلار بخش یہ نہ کہیے۔ یون کہیے کہ چاہے قصور نہ معاف ہو مگر بتا تو دیجیے کہ کونسا قصور سرزد ہوا۔

وکیل۔ معاف نہ کرین تو فائدہ۔

سلار بخش۔ فائدہ! فائدہ یہ کتنا بڑا ہے کہ پھر کبھی وہ قصور نہ سرزد ہوگا۔ بولیے۔ اور جو قصور معاف کیا اور آپ سے پھر وہی خطا ہوئی پھر روٹھ جاوینگی۔ گتھی کو سلجھانا آپ نہین جانتے آپ صرف بات بڑھانا

سجانتے ہین - باقی اللہ اللہ خیر صلاح -

وکیل - ہان ہے تو بات عمدہ گر جو قصور بتا دیا اور معاف نہ کیا تو خالی خولی بتانے سے کیا فائدہ -

سلار بخش - ہاے ہاے - میان تم وکالت کیا خاک کرتے ہو -

اس فقرے پر جوگن ہنس پڑی -

وکیل - شکر ہے شکر ہے - سلار و بات تو تم نے کس قدر سخت کہی تھی مگر بی شبو کو روتے سے ہنسا دیا اس سبب سے تمکو ہم نے چھوڑ دیا -

راوی - (کسی قدر) کے لفظ نے پھڑکا دیا - اب اور کیا گالیان دیتا -

وکیل - بی شبو جان صاحب ذری ادھر دیکھیے -

وکیل نے بڑی منت سماجت کی کہ اگر ہم سے کوئی قصور سرزد ہوا ہو تو معاف کرو مگر ہمین اسقدر تو بتا دو کہ کون سا ایسا قصور ہوا جس کے سبب سے آپ خفا ہو گئین -

جو - اللہ جانتا ہے اس بات پر نہین روئی - ہمین خدا جانے اسوقت کیا یاد آیا دل ہی تو ہے - تم تردد نہ کرو - تم نے رات کو سونے کو جگہ دی - کھانا کھلایا - دلجوئی کی - مین تم سے بھلا کیون خفا ہونے لگی کوئی بات بھی ہو نہ جب یا یونہی آپ ہی آپ خفا ہو جاؤن گی -

وکیل - (ہاتھ جوڑ کر) زرخرید غلام ہون - مگر سے

ہر دم آزردگی غیر سبب راچہ علاج
ماگز شتیم ز لطفت تو غضب راچہ علاج

جو - ہم ناخواندہ ہین - عورت ذات فارسی کیا جانین

وکیل - ایک ایک ادا پر عاشق ہون - بس اتنا سمجھ لیجیے

سلار بخش - دو دو - حضور ایک ایک نہین بلکہ دو دو -

وکیل - کیا الو کیا بکتا ہے - دو دو کیا معنی -

سلار بخش - حکم ہے ہیں کہ ہم ایک کہین تو تم دو کہو - ہے کہ نہین -

اتفاق سے اُس روز وکیل کے نام ایک منی آرڈر آیا بیس روپیہ کا منی آرڈر اُس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا جس مین یہ عبارت درج تھی -

لفافہ بعونہ آنکہ

بشرف ملاحظہ مخدوم و مطاع بندہ میرزا صادق علی صاحب ایجنٹ مال بگذرد

خط - اجی حضرت آداب - مزاج مقطع - یار تمھاری دوستی بھی کچے (سوت) کا ڈورا ہے - میان اور نہین ہماری فرمایشون ہی کی تعمیل کر دیا کرو - بیس روپیہ کا منی آرڈر بھیجتا ہون - چلیے آپ کا قرضہ ادا ہو گیا - اب سُنیے کہ لالہ جگن مل کو ایک بھو کارٹ چاہیے - اگر پچاس تک ملے تو خرید لو دام فوراً بھیج دین گے مگر تم سے امید نہین - یہان جو آتا ہے تمھاری شکایت کرتا آتا ہے - کوئی تو کہتا ہے کہ خلل دماغ ہے کوئی کہتا ہے اُنھین پاگل خانے تک بھیجے گا - یہ تمکو ہو کیا گیا - اور وہ آپ کے سالار بخش تو بے ادبی معاف آپ کے بھی چچا ہین مصرعہ -

وزیرے چنین شہریارے چنان

سنا آج کل آمدنی ٹکا بھی نہین ہے - پھر آخر بسر کیونکر ہوتی ہے ایک شخص نے کہا صاحب جائینٹ مجسٹریٹ سے آپ بھڑ پڑے تھے - یہ تمکو سوجھی کیا آخر کوئی اہلکار رشوت لے

جا ہے جبر کرے آپ کوئی خدائی فوجدار ہین واللہ اُس
حضور نے بڑی انسانیت کی ورنہ آپ دھر لیے جاتے۔
رونیوایجنٹی رکھی رہتی اور ڈپلوما بھی تشریف لے جاتا
ہان خوب یاد آیا اور یہ آپ سے سرشتہ دار سے کیون
عداوت پیدا کر لی۔ ای لعنت خدا۔ یا حکو جنون ہوگیا ہے
فصد کے بغیر اچھے ہوتے نہین نظر آتے۔
منشی نعمت خان صاحب بندگی عرض کرتے ہین اور
آپ کی شان مین یہ شعر لکھتے ہین۔

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا
فقط

جو۔ این! ہم تو وکیل سمجھے تھے رونیوایجنٹ نکلے۔
این گل دیگر شگفت اب تو آپ کی قلعی کھل گئی۔ بس۔
ایجنٹ نے بیس روپیہ کا نوٹ پایا تو جامے مین پھولے
نہین سمائے۔ سوچے کہ پانچ چھ روز خوب گلچھرے اڑائینگے
اُس خط کا جواب اپنے دوست کو یون لکھا۔
"مشفقی" بندگی۔ بیس روپیہ کا نوٹ مین نے پایا
شکر ہے کہ تم نے ہمین یاد تو کیا۔
راوی۔ کیا خوب۔ اُن کے لیے (تم نے) اور اپنے
لیے (ہمین)۔
"باقی جو کچھ لکھا ہے جھک مارا ہے اور آیندہ ایسا لکھو گے
تو نالش داغ دونگا۔ مجھے کوئی ایسا ویسا وکیل نہ سمجھیے گا
اور آیندہ خط لکھیے تو ان الفاظ کا استعمال نہو"
ہان بیشک ہم سرشتہ دار سے لڑ پڑے ہم کسی کو
سمجھتے کیا ہین۔ ہم خوشامد نہ کرین گے کسی کی کیا مجال
اور صاحب سے بھی ہم لڑ پڑے تھے کبھی اُنکا دار چلتا ہے

کبھی ہمارا ہمکو کہا کہ موٹے آدمی ہو اور تمھاری عقل بھی
بھدی ہے۔ ہمنے فرمایا کہ "———"
راوی۔ کیا خوب آپ نے فرمایا اور حاکم نے عرض کیا
"ہمنے فرمایا کہ تم چھوٹے آدمی ہو اور تمھاری عقل
بھی چھوٹی ہے۔
"ہمکو آپ نے کیا سمجھکر ایسا لکھا کہ پاگل ہو اور فصد
لو——— لوگ یون کہتے ہین اور دون سے کہتے
ہین۔
راوی۔ حضرات ناظرین اس چیستان کو ابھی نہ سمجھ سکینگے
مگر ہم بہت جلد کل امور پوست کندہ معرض بیان مین لائینگے
اور ان حضرت کی ساری داستان کہہ سنائین گے۔
"بس آیندہ اگر ایسے خطوط آئے تو بگاڑ ہو جائیگا
ہماری شان کے خلاف کوئی کلمہ زبان پر نہ آئے آج سے
ہم کوئی ایسے ویسے وکیل نہین ہین۔
راوی۔ جی آپ کی وکالت کی دھوم ہے۔
"اور اگر پھر کبھی ہمکو خبطی بنایا یا کوئی کلمہ ہماری
شان وکالت کے خلاف لکھا تو آیندہ ع

الفقط ہے قلم کی دوستداری

راقم مولوی مرزا صادق علی بیگ وکیل
راوی۔ صاحب کا لفظ نہ آگے بڑھا دیا۔
جو۔ یہ دوسرا خط کہان سے آیا ہے۔
وکیل۔ کلکتہ سے ایک مہاجن نے بھیجا ہے۔
سلار بخش۔ قرضے کا تقاضا کیا ہوگا
وکیل۔ (برافروختہ ہوکر) کیا۔
سلار بخش۔ کچھ نہین۔

وکیل - قرضہ کیسا -
سلار بخش - مہاجن سے آپ سے قرض کیا تھا
(مسکرا کر) یاد ہے -
وکیل اپنے دل مین سخت نادم ہوئے کہ مین نے
مہاجن کا نام کیون لیا شبو کے دل مین کھپ گئی ہوگی کہ یہ
قرضدار ہین - اس مردک سلارو کو سوجھی کیا کہ واہی تباہی
بک دیا - ہم تو کہتے ہین مہاجن کا خط آیا ہے جسمین شبو سمجھین
کہ بڑے بڑے مہاجنون سے انکا یارانہ ہے اور یہ کہتا ہے
کہ میان قرضے کے تقاضے کا خط ہوگا -
وکیل - سلار بخش نیچے سے چارپائی اُٹھا لاؤ -
سلار بخش - لے آؤن گا - ذرا پیاز کتر لون -
وکیل - پھر کتر لینا -
سلار بخش - نہین میان سب خراب ہوجائیگا -
وکیل - (جھلا کر) آپ کی بلا سے -
وکیل صاحب چاہتے تھے کہ سلار بخش کو نیچے لیجا کر
خوب پیٹین اسی لیے کہا تھا کہ چارپائی لے آؤ - اور
سوچے تھے کہ نیچے گیا اور دُم کے ساتھ ہم بھی
پہونچے - مگر وہ ایک ہی کائیان پہلے ہی سمجھ گیا -
وکیل - جاؤ لے آؤ -
سلار بخش - تو لاؤن کیا - بتائیے کیا لاؤن -
وکیل - چارپائی -
سلار بخش - چارپائی تو اوپر بچھی ہے -
وکیل - اچھا جھاڑو لاؤ -
سلار بخش - جھاڑو اب اسوقت کیا ہوگی -
جو - ایک جھاڑو چھوئی تو سردی مین نہانا پڑا اب دوسری
جھاڑو پھر چھوؤ گے -
وکیل - آپ اس بات مین نہ پڑیے -
سلار بخش نے کہا بیوی سے دیکھتی جائیے ہم نے کچھ
کہا نہ سُنا اور یہ ہمکو لیجا کر پیٹنے پر آمادہ ہین آپ ذری
یہان آنکر کھڑی ہوجائین تو جو کچھ کہین مین اُٹھا لاؤن
نیچے سے - یا انکو جانے دیجیے - بس دو ہی باتین - یا یہ
آپ کے پاس رہین - یا آپ یہان آنکر ان کو روکیے -
جو - آخر اُسنے اسوقت کیا کہا جو دانت پیس رہے ہو کھڑے
اسوقت تو کوئی کام بگاڑا ابھی نہین - بیکار بیکار کو آدمی کو چھیڑنا
آپ کی بھی کیا حرکتین ہین - کیا مانگتے ہو - بولو - کیا
کیا چاہیے کیا - مین لا دون جاکے -
سلار بخش - نہ بیوی - ایسا غضب بھی نہ کرنا کہین تم نیچے
گئین اور اُنھون نے بخار نکالا مجھپر -
شب کو بھٹیاری کی چارپائی شبو کے لیے منگوائی
گئی اور انھون نے آرام کیا جب مرغ نے ککڑون کون کی
بانگ دی وکیل صاحب سمجھے کہ تڑکا ہے لحاف ہی کے
اندر پڑے پڑے شبو کو آواز دی -
وکیل - (لحاف کے اندر سے) بی شبو جان -
بی شبو جان صاحب (اپنے دل مین) سوتی ہین ابھی
پھر جوانی کی نیند تو مشہور ہی ہے - اچھا سونے دو - اب
تو انشاء اللہ ہم اور یہ میان بیوی کہلائین گے - انشاء اللہ
سہرا بندھے اس اٹھوارے مین اور گھوڑے پر سوار ہون
ہم اسی اٹھوارے مین نوشاہ بنین تو سہی - میان
سلارو - ارے سلار بخش کیا سانپ سونگھ گیا - چلو اُٹھو
حقہ بھرو - جلد لاؤ حقہ -

سلارو انکی باتین سنتا جاتا تھا مگر عمدًا مست
مارے پڑا تھا - وکیل نے پھر للکارا - اُٹھتا ہے یا مین اُٹھون
پھر ایسے خدمتگار ہم نے نہین دیکھے کہ جب آقا اُن کو جگائے
تب بیدار ہون - خدمتگار کے یہ معنی کہ تڑکے گجردم اُٹھے
پانی بھرے حقہ تازہ کرے نہ کہ میان جگائین اور نوکر
کی آواز تک نہ نکلے جواب تک نہ دے -

مگر ابھی تک لحاف سے مُنھ نہین نکالتے - لحاف ہی
مین سے للکار رہے ہین سلارو نے انگڑائی لی اور دوسرے
اون اون کی آواز آئی تو اُنھون نے کہا کیا بڑے رئیس
کے بچے بنے ہین - ابھی انگڑائی ہی لے رہے ہین -

سلار بخش - کیا یک لگائی ہے - میان ابھی ہین تو بجے
نہین اور آپ غل مچانے لگے - واہیات بات!

وکیل (جھلا کر) او نابکار - اُٹھ تو ذرا - ارے غضب
ہوگیا - لٹ گئے ہم -

سلارو - (گھبرا کر) کیون کیون - کیا ہوا کیا
چوری ہو گئی -

وکیل - اُٹھے گا بھی یا لیٹے لیٹے باتین بنائے گا -

سلارو - تو حضور مین سردی مین اُٹھکر کیا کرون - اگر
چوری ہوئی ہے تو میرے اُٹھنے سے چور واپس نہ آئیگا -
پھر بھلا مجکو سردی مین کیون دق کرتے ہو - بھائی جان -

وکیل آگ ہو گئے - ایک تو اُٹھتا نہین دوسرے
غراتا ہے - اور گفتگو تو سنیے آقا سے کہتا ہے اتنا کیون بکتے ہو
اب اُٹھنے سے کیا فائدہ - چور واپس آنے سے رہا - آخر مین
آقا کے لیے بھائی جان کا لفظ بھی کس قدر موزون ہے
وکیل نے آن کر ایک لات لگائی تو سلارو اُٹھ بیٹھے

سلار بخش - وہ چور لے گیا ہوگا ہے کیا آپ کے پاس
جو چور لیجاتا -

وکیل - ارے کمبخت ادھر آ - دیکھو یہ جگہ خالی پڑی ہے

سلار - اے شبو جان صاحب - اجی شبو جان صاحب
اری بی شبو جان کدھر گئین - ذرا دیکھیے تو -

وکیل - ہمارے تو ہاتھ پاؤن پھول گئے -

سلار - آیئے گھر بھر مین دیکھین -

وکیل - بی شبو جان صاحب - بس اب چلی آیئے -
یہ دل لگی بازی ہمکو پسند نہین - بس اب دل لگی ہو چکی -

وکیل اور سلارو نے گھر بھر مین تلاش کی مگر شبو جان
کا پتہ ہی نہین - وہ بوئے گل کی طرح روان
ہو گئی تھین - پھر غبو تو تھین ہی -

وکیل - سلارو -

سلار - حکم خداوند -

وکیل - (آبدیدہ ہو کر) ہماری قسمت -

سلار - پھوٹ گئی خداوند - آپ کی قسمت پھوٹ گئی -

وکیل - پھر اب -

سلار - کیا عرض کرون حضور -

وکیل - گھر بھر مین تلاش کر چکے نہ تم -

سلار - ہان خداوند - اور تو سب دیکھ چکا - مگر اب بس
ایک بدرو باقی ہے وہان آپ جھانک لین -

عید الضحی کی تیاریان

عید قربان ہے یہی دن تو ہے قربانی کا
آج تلوار کے مانند گلے مل قاتل

عید سعید کے ایک دن قبل عروس ماہ سیما حسن آرا اور خاتون رنگین ادا سپہر آرا پردہ کرا کر مصروف گلگشت چمن وتماشائے نسرین ونسترن تھین کہ اتنے مین ایک دربان نے مہری کو پکار کر کہا عباسی ذرا پردہ کر دو سواریان اُتر چکی

سپہر - لو باجی گیتی آرا اور جہان آرا بہن آگئین -

حسن - چلو جلدی سے پردہ ہوجائے -

دونون بہنین طرارہ بھر کے مکان کے اندر رہو رہین گھی کھڑکھڑاتی ہوئی احاطے مین آئی اور پھاٹک کے قریب ٹھہری کو چین اور دربان اور سپاہی الگ ہٹ گئے - پہلے نواب صاحب گاڑی پر سے اُترے اسکے بعد مہریون نے چارون طرف پردہ کرلیا - جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم بدن کو چُرائے ناز و ادا سے قدم اُٹھائے چھم چھم کرتی ہوئی اندر تشریف لے گئین حسن آرا اور سپہر آرا سے ملین اور سب کی سب مگر بڑی بیگم صاحب کے پاس گئین -

گیتی آرا - آداب عرض ہے امّی جان -

سپہر - امی جان بندگی -

بڑی - جیتی رہو - ممتاز دولھا نہین آئے کیا -

گیتی - آئے تو ہین -

سپہر - اسباب وسباب اُتروا تے ہون گے گاڑی پر سے -

بڑی - روح افزا کی آنکھین ڈھونڈھتی تھین تم دونون کو -

جہان آرا - امی جان پارسال حسینؑ کا تیجا کر کے کوئی دوسرے دن ملی تھین ہم سے مگر ہان اُن سے ملنے کو البتہ کوئی ——— کے برس ہوئے ہون گے (گیتی آرا کی طرف مخاطب ہوکر)

گیتی - اے کوئی ڈیڑھ برس ہوا ہوگا -

اتنے مین نواب ممتاز علی خان بہادر جہان آرا بیگم کے شوہر بھی آئے بڑی بیگم صاحب کی خدمت مین باادب آداب بجا لائے اُنھون نے دعا دی پاس بٹھایا باتین کین - ایک فراخ کمرا جو فرش وفروش مکلف سے آراستہ تھا اُنکے لیے تجویز اگیا دو گھڑی دن رہے حضور بیگم صاحب نے مہری کو حکم دیا کہ مالیون سے کہو مہندی توڑ کر بھیجین مگر پتی پتی الگ ہو سر شام ہی آجائے - مہری نے تعمیل کی مالی جھٹپٹے وقت جھو مین مہندی لیکر ڈیوڑھی پر حاضر ہوا - عباسی مہری باہر آئی مہری لگن لے آئی جب لگن مین مہندی بھر چکی تو مالی نے کہا بڑی بیگم صاحب کو دعاے دولت پہونچا دو کہ حضور گنگا دین مہندی توڑ لایا عباسی بیگم صاحب کے پاس لگن لیگئی آداب بجا لائی اور کہا حضور مہندی حاضر ہے -

بڑی - پتی پتی الگ ہے نہ - ڈنٹھل تو نہین ہے -

مہری - جی نہین حضور -

بڑی - خواصون کو حکم دو کہ اچھی طرح دیکھ لین کوئی کیڑا نہ پڑا ہو اور دھو کر پیش خدمتون کو دین کہ وہ خوب باریک سرمہ سا پیس لائین آج نو بجے لڑکیون کے ہاتھون مین لگائی جائے گی - بی مغلانی ذری سو ہاہا تھ باندھنے کے لیے ہمارے توشہ خانہ سے نکال لینا - خوش رنگ ہو اور لچکا ٹنکا ہو -

سب حکم کے مطابق چلین - اور اپنے اپنے کام مین مصروف ہوئین - بڑی بیگم صاحب نے دونون کو حکم دیا کہ عطر کے کنٹر اور خوشبودار تیل لے آؤ شام کے وقت منشی نثار حسین صاحب کے کارخانہ سے عطر کے کنٹر اور تیل لا کر

بیگم صاحب کی خدمت مین بھیجے۔

مہر بکی۔ رونے یہ کنٹر لائے ہین۔ پسند کر لیجیے۔

بڑی۔ جہان آرا پسند کرو۔

جہان آرا بیگم نے ہر طرح کے عطر کو سونگھ کر کہا امی جان ہمین تو یہ پسند ہی کیتکی کا عطر۔ کیسی نازک اور بھینی خوشبو ہی حنا کا عطر بھی اچھا ہی مگر بہت تیز ہی۔

بڑی۔ اچھا کیتکی کے عطر کا کنٹر رکھ لو تم بھی پسند کرو۔ گیتی آرا۔

گیتی۔ ہم تو موتیا کا عطر لینگے۔

بڑی۔ دونون کنٹر رکھ لو باقی پھیر دو۔

اتنے مین آٹھ بجے اور نورن نے آکر عرض کیا کہ حضور خاصہ تیار ہی حکم ہوا نکالو۔ پیش خدمتین اور خواصین حکم پاتے ہی اُٹھین اور باورچی خانے گئین۔ خوانون مین رکابیان اور قابین لگانی شروع کر دین۔ ایک خوان مین پیالے لگائے۔ کسی مین شیرمال اور پراٹھے کسی مین دوغ اور کباب و پلاؤ وغیرہ۔ کسی مین اچار مربا۔ خوانون پر کھانچے ڈھکے۔ اور خوان پوش ڈھانپ کر عرض کیا حضور کھانا نکالا گیا۔ خواصین سلفچی آفتابہ لائین ہاتھ دُھلایا ایک خواص نے دسترخوان بچھایا۔ دوسری نے دسترخوان کے چارون طرف لگن روشن کیے۔ پیش خدمتون نے دسترخوان پر پیالے چُننے شروع کیے جب چُن چکین تو آداب بجا لائین اور ہٹ گئین۔ آبدار خانے والی صراحی اور گلاس لیکر باادب کھڑی ہوئی سب نے بسم اللہ کہکر کھانا تناول فرمانا شروع کیا جہان آرا بیگم اور اُنکے شوہر باوقار علیحدہ کمرے مین کھانا کھاتے تھے قابون مین پلاؤ تھا کسی مین کوکو پلاؤ کسی مین زیر بریانی کسی مین قند کے چاول کندن قلیہ۔ مرغ پلاؤ۔ شامی کباب۔ تلی اردیان۔ مربہ۔ اچار۔ اچار چاشنی دار بیچ کی سراکا۔ نورتن چٹنی انواع و اقسام کی اغذیہ لذیذ چُنی ہوئی۔

سپہر۔ آج پلاؤ مین ذرا نمک کم کر دیا ہی۔

حُسن۔ ذری کندن قلیہ چکھیے۔

گیتی۔ زیر بریانی خوب خوش ذائقہ پکی ہی اس مین سلونا پن ہی۔

سپہر۔ شامی کباب۔

بڑی۔ پلاؤ مین ذری نمک کم ہی اور تو سب ہمین پسند ہی۔

گیتی۔ یہ اچار کہان کا ہی امی جان۔

بڑی۔ بیچ کی سراکا۔

گیتی۔ آج کیا جانے کتنے دن بعد امی جان کے ساتھ کھانا کھایا۔

حُسن۔ جی ہان جہان آرا بہن تو کبھی کبھی خط لکھتی بھی تھین مگر آپ نے وہ سون کھینچی کہ توبہ ہی بھلی۔

اب سنیے کہ اِدھر تو یہ تینون بہنین بڑی بیگم صاحب کے ساتھ کھانا کھاتی تھین ادھر نواب صاحب اور جہان آرا بیگم مین مزے مزے کی باتین ہوتی جاتی تھین۔

نواب۔ بڑی خوش خور ہین آپ کی امی جان صاحب۔

جہان۔ ہئی ہین۔

ن۔ درین چہ شک۔

جہان۔ اے آخر یہ کیون۔ یہ کاہے سے کہا آپ نے۔

ن۔ اور تو خیر مگر پلاؤ ماشاءاللہ خوب پکا ہی۔

آب و نمک کتنا درست ہی۔

جہان ۔ (مُسکرا کر) یا الٰہی بندہ بشر ہی۔ ذری نمک کم ہو گیا تو طعنے دینے لگے آپ کا باورچی سو بار مر کے بھی زندہ ہو تو ایسا کندن قلیہ نہ پک سکے۔

ن ۔ (ہنسکر) ہمتو اس پلاؤ پر عاشق ہین۔

جہان ۔ چلو بس بہت باتین بنانے کو رہنے دو۔

ن ۔ زیر بریانی خوش ذائقہ ہی۔ اور اچار تو ایسا ہم نے کبھی نہین کھایا تھا ایمان کی بات ہی۔

جہان ۔ یہ دلّی سے آیا ہی حسین بخش کے ہاتھ کا اور یہ آم کا اچار بیج کی سر اکا ہی۔

اِدھر بڑی بیگم صاحب نے حکم دیا کہ کھانا بڑھاؤ مغلانیون نے خوانون مین قاب اور رکابیان لگا کر کھانا بڑھایا۔ ایک پیش خدمت دسترخوان اُٹھا کر لیگئی۔ ایک خواص تسلہ لائی۔ دوسری مین دانی لیے کھڑی تھی پہلے بیگم صاحب نے گرم پانی سے ہاتھ دھویا اسکے بعد لڑکیون نے۔ خواص نے بکت پاک حاضر کیا۔ ہاتھ پونچھے خواصون نے پاندان کھولا اور خاصدان مین گلوریان لگا کر سامنے حاضر کیا۔ بھنڈی کھلانے والی پیچوان تیار کر کے لائی۔ بیگم صاحب پلنگڑی پر لیٹ کر شکبو اور دھوان دھار پیچوان پینے لگین۔

اتنے مین جہان آرا بیگم بھی آئین اور چارون بہنین علحدہ کمرے مین جا کر باتین کرنے لگین۔

بڑی ۔ مہندی پس کے تیار ہوئی۔

مغلانی ۔ حاضر ہی حضور۔

بڑی ۔ لڑکیون کو بلاؤ۔

مغلانی ۔ بہت خوب۔

مغلانی نے جا کر کہا۔ بیگم صاحب یاد فرماتی ہین۔

مغلانیون نے دونون نا کتخداؤن کے ہاتھون مین پہلے مہندی لگائی اور ہتھیلی پر چھلا رکھکر ارنڈ کے پتے لپیٹ دیے۔ اُنپر سو ہا لپیٹا اور زربفت کا حنابند باندھا۔ پھر جہان آرا اور گیتی آرا کے ہاتھون مین مہندی لگائی اور اسی طرح ارنڈ کے پتے اور سو ہا لپیٹ کر اطلس کا حنا بند باندھا۔

جہان ۔ بی مغلانی امی جان کے ہاتھون مین تو لگاؤ۔

بڑی ۔ نہین بس صرف پورون پر۔

بی مغلانی نے بیگم صاحب کی دسون پورون پر مہندی لگائی حسن آرا سپہر آرا نے ایک ہی پلنگڑی پر آرام کیا پلنگڑی کے نیچے ایک مغلانی لیٹی رہی کہ حنا بند کھل نہ جائے۔

بڑی ۔ دیکھو تم دیکھتی رہنا بچپنے کی نیند ہی۔

سپہر ۔ نہین اماں جان مجال ہی کھلجائے۔

حسن ۔ اچھا تو بی مغلانی کو یہان سونے دو نہ۔

گیتی ۔ ہماری پلنگڑی بھی پاس ہی لا کے بچھا دو۔

گیتی آرا بھی بہنون کے پاس ہی پلنگڑی پر لیٹین۔

حسن ۔ اماں جان سے ابکی ہم لڑ لڑ کے عیدی لین گے۔

گیتی ۔ اور ہم ۔ پارسال بھی ۔ ہم یہان نہین تھے۔

سپہر ۔ آپکو تو کوئی تیسرا برس ہو کہ عید یہان نہین ہوئی۔

گیتی ۔ ہان تیسرا سال ہی۔ حسن آرا کہو وہ حال تو کہو چلو۔

حسن ۔ کہین کے بہن۔

سپہر ۔ عسکری نے انکے ساتھ کیا کیا جانے کب کی عداوت نکالی تھی جھوٹ موٹ لگا دی بس انکی بری حالت خدا نا کردہ ہو گئی۔ اور اماجان نے ہم دونون سے بولنا تک ترک کر دیا تھا اور ادھر بہار النسا بہن نے اماں جان کو بھرنا شروع کیا کہ حسن آرا اور محمد عسکری کی شادی ٹھہر جائے اور باجی جان کی یہ کیفیت کہ دن کو گریہ و زاری

رات کو اختر شماری۔ ایکباری اخبار مین کیا جانے کیا واہی تباہی چھپوا دیا۔ سب جھوٹی باتین۔ جنکا سر نہ پیر۔ وہ تو اللہ نے فضل کیا۔ ہے ہے ایک روز تو ایسی بری گھڑی۔

گیتی۔ ہم سن چکے ہین۔ اب اسوقت اُن باتونکا ذکر نکرو۔ اُف بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین سننے سے ہے ہے۔ اللہ ساتوین دشمن کو بھی ایسی گھڑی نہ دکھائے ہمنے جسوقت سنا پانون تلے سے مٹی نکل گئی۔ بس دھک سے رہگئی کہ اللہ یہ کیا ہوا۔

حسن۔ مین کس سے کہون بہن کہ میرے قلب پر کیسی گذرتی تھی۔

گیتی۔ اور یہ بہار النسا بہن کو کیا سوجھی اُنسے تو ہم کہ چکے تھے۔

سپہر۔ کہنے لگین ہمنے بھی اُڑتی سی خبر پائی ہے۔

حسن۔ ہماری زندگی تھی کہ بیحیائی سے بچگئے۔ ورنہ کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا گیا مگر بہن اتنا ضرور کہین گے کہ وہ اپنی دانست مین ہمارے بھلے کے لیے کہتی تھین۔

گیتی۔ اور نہین تو کیا کچھ دشمن تھوڑا ہی ہین تمھاری۔

حسن۔ اور نواب دولھا نے جو لکھا تھا کہ ہم آئینگے۔

گیتی۔ اے اسٹیشن تک تو آئے تھے۔ ہمکو پہونچا کے چلے گئے اماں جان سے تو کہدیا تھا ممتاز دولھا نے۔

سپہر۔ ہمین دیکے سلے آئی ہوتین۔

گیتی۔ نہین اُنھین ایک ضروری کام تھا۔

جہان آرا بیگم اپنے کمرے مین حضور نواب صاحب سے مزے مزے کی باتین کرتی تھین۔

ن۔ تمھاری سب بہنون مین حسن آرا بیگم چشم بددور بڑی نستعلیق ہین۔

جہان۔ ہئی ہین۔ اور آپ کی ہمشیرہ جان سب کی کاٹھ ساس سے دو گھڑی بھی نہین بنتی۔ شادی کے دوسرے ہی مہینے مان بیٹون مین تیغ چلوادی۔

ن۔ بجا ہے۔ اُنھون نے لڑوا دیا وہ خود کٹ مری۔ لڑکے سے اُنسے بنتی ہی کب تھی۔ اور تم اپنی بہار النسا کو بھول بھول جاتی ہو۔ خدا کی قسم اُنکے میان ہمسے کہتے تھے کہ بھائی جقدر اوقات ناک مین دم آجاتا ہے ایکدفعہ کہہ بیٹھین کہ تم سائس کا بچہ کو ہو تم تو میری سوت ہو بھلا یہ باتین کہین شریفونکی بہو بیٹیون مین جائز ہین۔ مگر ہم خدا کا شکر کرتے ہین کہ ہمکو فہمیدہ بیوی ملی اللہ جانتا ہے جو بہار النسا کی سی بیوی ملتی نہ تو۔

جہان۔ لے کیا باتین کرتے ہو یہ ملتی وہ ملتی اب ہونے دو۔ تڑکے اُٹھنا ہے۔ ذری سی مہندی تم بھی لگا لو۔

ن۔ اجی ہٹاؤ بھی۔

جہان۔ ہماری خاطر سے۔

ن۔ مین اس عورتون کے جھگڑے مین نہین پڑتا۔

جہان۔ نہین خدا کی قسم تمکو لگانا پڑیگی۔ مین نہ مانون گی کسی صورت۔

ن۔ تم بھی ایک نیا رنگ لاتی ہو ناحق قسم کھا بیٹھتی ہو۔ بے سمجھے بوجھے۔

جہان۔ پھر لگاؤ۔ اتنا ہمارا ہی کہنا کرو۔

ن۔ تمھاری بھی عجیب ضد ہے باہر جاؤنگا تو لوگ ہنسین گے یہ سنگار عورتون کو زیبا ہے۔ یا ہمکو مفت مین نکو بنواؤ گی۔

جہان۔ لے واہ آج شب عید ہے سب ہی لگاتے ہین ہان جو آدمیت سے خارج ہین اُنکی اور بات ہے (مسکرا کر)۔

ن۔ چلیے ہم آدمیت سے خارج ہی سہی۔

جہان۔ واہ تو ہم کیونکر مانین۔ لے لگاؤ ہمارے سر کی قسم۔

ن - اچھا صاحب لاؤ تمھاری خاطر منظور ہے - تم ضد ہی
کرتی ہو تو ہم مجبور ہین -
جہان - تو آدمی تو سب ہی لگاتے ہین جانور کا ذکر نہین -
ن - تو یہ کچھ فرض ہے کہ جو نہ لگائے وہ جانور ہی بنجائے -
نواب صاحب نے ایک ہاتھ مین تھوڑی مہندی ملی -
اور کہا گرم پانی منگواؤ ہم دھوئین گے -
جہان - واہ وا - چہ خوش ابھی لگائی کیا تم نے - ملو تو اچھی طرح
ورنہ اس سے تو نہ لگائی ہوتی -
ن - لہو لگاکے شہیدون مین داخل ہو گئے -
گرم پانی سے تسلے مین ہاتھ دھو کر - نواب صاحب نے گلوریان چکھین -
بیگم صاحب نے حکم دیا کہ چار بجے ہمین جگا دینا پیش خدمتین
اور بی مغلانی ٹھیک چار بجے اُٹھین -
مغلانی - (آہستہ سے پانون دبا کے) حضور؟ -
بیگم - (بیدار ہو کر) کے بجے -
مغ - حضور چار بج گئے -
بڑی - حُسن آرا اور سپہر آرا اور گیتی آرا کو جگا دو اور اُن کو بھی
اُٹھاؤ - (جہان آرا کو) -
مغ - شمع لاؤ - تسلہ لاؤ -
حُسن آرا بیگم اور سپہر آرا کو جگایا - گیتی آرا بھی اُٹھین - مگر
جہان آرا ابھی خواب ناز مین ہین - خیر لگن مین ہاتھ کھولے
گئے پیش خدمتون نے مہندی چھڑائی -
حُسن - بس اب چھوٹ گئی - پانی کا لوٹا لاؤ -
گرم پانی کیا ہے یا نہین -
پیشخدمت - جی ہان -
سپہر - افوہ بالکل آگ گرم ہے - ذری ٹھنڈا پانی ملا لو -

جب سب لڑکیان ہاتھ دھو چکین تو بڑی بیگم صاحب نے
حکم دیا کہ عطر کے کنٹر لاؤ - مغلانی دو شیشون مین عطر لائی -
لڑکیان شمع کے سامنے ہاتھ لیگئین - مغلانیون نے عطر ملا -
بڑی - اے شمع کے سامنے ہاتھ نہ لیجاؤ - رنگ شرما جاتا ہے
حُسن - بہت خوب (نزاکت سے ہاتھ ہٹا کر) -
سپہر - اس بات کے تو ہم بھی قائل ہین -
گیتی - یہ تو ہے ہی - رنگ بیشک شرما جاتا ہے -
حُسن - جی ہان - کیون نہین -
بڑی - حُسن آرا کاہی کو ماننے لگین بھلا -
گیتی - یہ نہ مانین امی جان انکے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے
ایک مغلانی نے جا کر خواص سے کہا کہ جہان آرا بیگم کو
جگا دو - بیگم صاحب فرماتی ہین کہ بیدار کر دو - جہان آرا بیگم جوانی
کی نیند کے نشہ مین متوالی ہو رہی تھین - لاکھ لاکھ جگایا مگر
انگڑائیان لے لیکر کروٹین بدلا کین - بارے خدا خدا
کر کے پانچ بجے آنکھ کھلی -
خواص - حضور صبح ہو گئی -
جہان - اوئی سونے دو ذری -
خواص - بیگم صاحب نے بھیجا ہے کہ اُٹھیے ہاتھ دھوئیے -
جہان - لوٹا اور تسلہ منگواؤ -
خواص - سب حاضر ہے -
خواص نے حنا بند کھولا پتون کو الگ کیا مہندی لگن مین
چھڑائی ہاتھ پر پانی ڈالا - پیش خدمت نے دست پاک پیش کیا -
جہان - ہمارا صندوقچہ لاؤ - اور عطر نکالو -
عطر ہاتھون مین ملکر نواب صاحب کو جگایا اور کہا دیکھو
ہمارے ہاتھ مین مہندی کیسی رچی ہے -

ن۔ دست نگارین چوم کر۔ ؎

منہدی ملکر ہے چوٹ مرجان پر
ہاتھ لانا نگار کیا کمنا

جہان۔ گھوڑے بیچ کر سوئے تھے۔ دیکھو خانمہ تڑکا ہی۔
ن۔ تڑکا نہین بلکہ دھوپ نکل آئی خدا جھوٹ بلائے چار تو بجے ہونگے۔ ذرا حقہ منگواؤ۔
جہان۔ اُٹھ کے بیٹھو۔ عید ہی آج لیٹے کیا ہو۔
ن۔ ہماری تو عید شب کو ہوگی جلسے ہون گے دیکھینگے۔

جہان آرا بیگم مُنہ تو دھو ہی چکی تھین۔ دوپٹہ سنبھالکر ادب کے ساتھ بڑی بیگم صاحب کی خدمت مین حاضر ہوئین۔ اور آداب بجا لاکر بیٹھین۔

بڑی۔ منہدی اچھی طرح لگائی تھی رات؟۔
جہان۔ جی ہان امی جان مگر چھلا رکھنا بھول گئی۔
بڑی۔ بی مغلانی ممتاز دولھا کو بھی جگا دو۔
مغ۔ حضور اُٹھے ہین۔

عید کے بیش بہا جوڑے پہلے ہی سے تیار ہوگئے تھے امیر کا گھر کسی چیز کی کمی نہین لاکھون روپیہ کا اسباب اور جواہرات کپڑا پوشاکین سب ہی کچھ تھا۔ مغلانیون اور خواصون اور نوکرون چاکرون کیلیے بھی اُنکی حیثیت کے موافق جوڑے بنے تھے بی مغلانی کی لڑکی پیاری کی آنکھ جو کھلی تو لحاف ہی کے اندر سے پکارا کہ حضور ہمارا جوڑا اب نکلوا دیجیے تو ہم پہن لین۔

مغ۔ اَئین!! ای واہ ری ابھی لحاف ہی کے اندر پڑی ہی اور جوڑے کی فرمایشین ہونے لگین۔ اُٹھو بیٹا۔ بڑی حضور کو آداب بجا لاؤ۔ اور سب کو بندگی کرو منہ ہاتھ دھوؤ۔ تو ہنو یہ گھبراہٹ اچھی ٹھکانا ہی۔
سپہر۔ پیاری کے لیے کچھ بنا ہی نہین ابھی۔
پیاری۔ واہ ہمسے بڑی بیگم صاحب نے فرما دیا ہی آپ ہمکو جھٹلاتی ہین ہمین سب معلوم ہی۔
گیتی۔ (آہستہ سے) پہلے میان تو کوئی تجویز دیکھ جوڑا پھر دکھانا۔
پیاری۔ حضور ہو تیرے ہو جائینگے۔

اس بھولے پن کے ساتھ پیاری نے یہ فقرہ کہا کہ چارون بہنین کھلکھلا کر ہنس پڑین۔ بڑی بیگم صاحب نے پوچھا کیا ہنسین سپہر آرا بولین کچھ نہین آغا جان اس پیاری کی باتون پر ہنسی آئی۔ ہزار داستان کی طرح چہکتی ہی۔

حُسن۔ اب اُٹھتی ہی لحاف سے کہ نہین۔
پیاری۔ حضور ہمین تو سردی معلوم ہوتی ہی۔
سپہر۔ ہان! اچھا تو ٹھنڈا ٹھنڈا پانی ڈالین۔ تب اُٹھے گی۔
پیاری۔ اے ہی نہین بیوی۔ لو مین اُٹھ بیٹھی۔ اب جوڑا لائیے۔
سپہر۔ اچھا گاؤ تو جوڑا دین۔
پیاری۔ پہلے لائیے یا مقبولہ دیجیے۔
سپہر۔ بڑی ایک ہی۔
مغ۔ اے تو گھبراہٹ ایسی کیا ہی بیٹی حضور حکم دیتی ہین گاؤ گاتی کیون نہین۔
جہان۔ گری ہوتی جاتی ہی دن بدن۔
پیاری۔ آج عید کی صبح ہی آج نہ کچھ کہیے۔

اس فقرے پر بھی ایک فرمایشی قہقہہ پڑا اگر بڑی بیگم صاحب کو

خبر ہی نہین کہ کیا باتین ہو رہی ہین۔ وہ اسی پھیر مین تھین کہ آج کس کس قسم کا پلاؤ پکے۔ کباب کس طرح کے ہون۔ تنکی کس سے پکوائین۔ لڑکیون کو عیدی کیا دین ممتاز دولھا برسون کے بعد آئے ہین۔ اور عید بڑی۔ کبھی یہان تھے نہین انکو عیدی کتنی اشرفیان دین نوکرون اور روٹونون اور ماماؤن اور چاکرون اور صیلون مغلانیون پیش خدمتون خواصون مہریون کو کیا انعام دیا جائے الغرض انواع و اقسام کے خیالات انکے دل مین جاگزین تھے۔

لڑکیون کو اس سے کوئی واسطہ نہ تھا کہ کس کو کیا دین۔ صبح عید کی خوشی تھی۔ جہان آرا اور گیتی آرا حُسن آرا سپہر آرا برسون کے بعد ملی تھین۔ اور بشاش تھین کہ سب ہنس ملکر خوش روزہ کرینگے۔

حُسن ۔ اب ذری اور دن چڑھے تو مہتابی پر چلکر دریا کی سیر دیکھین۔ چلو گی بہن۔

جہان ۔ ضرور ہزار کام چھوڑکے۔

گیتی ۔ مگر بے پردگی تو ہو گی۔ ممتاز دولھا کو اسکی بڑی چڑھ ہی۔ ریل پر لائے تو اس طرح کہ بس اللہ جانتا ہی دم گھُٹ گھُٹ جاتا تھا اور مجال کیا کہ بچہ تک بول سکے۔

جہان ۔ مجھے تو وہان پر غصہ آیا جہان ریل ٹھہری تھی۔ دو چوکیون کے بعد کہتی ہون کہ پیاس لگی ہی صراحی مین پانی نہین ہی کہتے ہین یہان نہ بولو۔ ایک ملاقاتی کھڑا ہی۔ آگے چل کے پانی ملجائیگا۔

گیتی ۔ ہان وہان دونون مین خوب ہوئی۔

حُسن ۔ اب دیکھیے ہم بھی ایک دن لڑوا دینگے۔

جہان ۔ شاباش۔ چھوٹی بہنین ایسا ہی کرتی ہین۔

حسن ۔ ہان خوب یاد آیا۔ یہ تو کہنا بھول ہی گئے تھے جب بہار النسا بہن یہان آئین تو خورشید دولھا بھی آئے تھے یہان کوئی مہینہ بھر رہے۔ تو پہلے دن بڑی دل لگی ہوئی۔ مگر کہین کسی سے ذکر نکرنا۔ اُف چاہیے تو نہین تھا ہمکو روح افزا بہن نے مجبور کیا۔ ہم چُپکے چُپکے بہار النسا بہن اور دولھا بھائی کی باتین سُننے لگے اُسوقت دونون آہستہ آہستہ باتین کر رہے تھے۔ دروازے سب بند تھے۔ مگر آواز آتی تھی۔

جہان ۔ اچھا یہ کہو۔ اب ہمارے بھی کان ہوئے۔

سپہر ۔ نہین باجی اب روز روز کیا۔ ایک دفعہ کہین چھپنے کی حرکت ہو گئی۔

بیگم صاحب صفائی اور فرش فروش اور تنکی اور پلاؤ اور انعام اور جوڑون کی فکر مین غلطان بیچان تھین۔ حکم تھا کہ آج کوئی تیل یا مُردے یا جنازے یا تابوت کا لفظ زبان پر نہ لائے۔ کوئی چھینکنے نہ پائے۔ یا الٰہی ضعیف الاعتقادی بھی تو کتنی۔ بات کرتے زبان اور چھینکتے ناک کٹتی ہی خدا خیر کرے مغلانیان اور پیش خدمتین ادب کے ساتھ حکم کی تعمیل مین مصروف تھین۔ خواصین بھی ڈر رہی تھین کہ کہین ناک سے چھینک یا زبان سے کوئی کلمہ بد نہ نکل جائے تو بڑی بیگم صاحب بد دماغ ہو جائین۔

بڑی ۔ کل شام کو جو باتین ہمنے سکھائی تھین یاد ہین۔

مغلانیان ۔ ہان حضور۔

خواصین ۔ کیا مجال جو اِن باتون کے خلاف کرین۔

پیش خدمتین ۔ سب یاد ہین حضور۔

عباسی مہری ۔ حضور برسون سے ہین اس سرکار مین

کیا اتنا بھی ہم نہیں جانتے۔

حُسن۔ اماں جان یا بانی کی ڈومنیوں کو بلایا ہے۔

بڑی۔ ڈومنیاں حاضر ہونگی فوراً آج انہیں کی تو عید ہے انعام لینے نہ آئینگی کیا۔ اب ذرا دھوپ نکلے تو نہاؤ۔ حمام کرو۔ کپڑے پہنو۔ ڈومنیاں وومنیاں سب آپ ہی حاضر ہوں گی۔

اتنے میں روتنے نے عباسی مہری کو پکارا اور وہ چمکتی ہوئی باہر گئی۔

روتنا۔ وہ کنٹر جو ہم کل لائے تھے اُن میں سے جو پسند ہو وہ رکھ لو۔ اور جو پسند نہو وہ واپس کر دو۔

مہری۔ ہم لائے تھے! میں لایا تھا نہیں کہتا آج عید نہوتی تو نکلوا دیتی کھرٹے۔

بڑی بیگم صاحب کے ہاں چھ مہینے ادھر کل مُلانیاں اور مہریاں اور خواصیں بوڑھی عورتیں تھیں مگر یہ عباسی مہری جو کوئی ایک مہینے سے نوکر ہوئی تھی نوجوان اور بلا کی حسینہ تھی جوانی اور جوبن پھٹا پڑتا تھا اور شوخی ایک ایک رگ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی حسن آرا بیگم اور سپہر آرا دونوں اسکے ساتھ عنایت سے پیش آتی تھیں۔ گو عباسی نوکر تھی مگر سمجھتی تھی۔ عباسی نے جو روتنے کو للکارا تو وہ خاموش ہو رہا اتنے میں نواب صاحب کی جو اس طرار اور گلعذار مہری پر نظر پڑی تو میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے۔

ن۔ کیا ہے بی مہری صاحب۔

عباسی۔ (انگلیاں مٹکا کر) ای حضور یہ کیا ٹکے کا آدمی اور ہمسے جب بات کرتا ہے تو اپنے کو ہم کہتا ہے۔ موا گنوار۔

ن۔ اچھا جانے دو۔ اب تم اپنی طرف دیکھو۔

عباسی۔ اے حضور میں کچھ کہتی تھوڑا ہی ہوں مگر یہ بدتمیز آدمی ہے محلات کی ڈیوڑھی پر آج سے نہ آنے پائے جو بیگم صاحب سے یا صاحبزادیوں سے جا کے کہدوں۔ موا ہوا لخبطہ۔

روتنا۔ حضور یہ تو اندر کی جانے والی ہے۔ جو چاہے وہاں جا کے کہدے مگر میں سچ کہتا ہوں کہ فقط عطر کے کنٹر منگائے تھے۔ بس ہزاروں صلواتیں سُنائیں۔

ن۔ اچھا چُپ رہو بدتمیز۔ کنٹر آجائیں گے۔

عباسی ایک عورت طرار سمجھ گئی کہ میاں ریجھے ہیں سر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ دوپٹہ کھسک گیا اور گوری گوری گردن صاف نظر آئی نواب صاحب اور بھی ہزار جان سے عاشق زار ہو گئے۔ اور گھورنا شروع کیا۔ روتنا بوڑھا خرانٹ اور تجربہ کار آدمی تھا۔ چتونوں سے تاڑ گیا کہ نواب صاحب کا اس نوخیز مہری پر دل آیا ہے۔ عباسی کے ہاتھ جوڑ کر کہا اب خطا معاف کرو۔ اور کنٹر ذرا لا دو۔

ن۔ جو عطر پسند آیا ہو وہ رکھ لو۔ باقی پھیر دو۔

عباسی۔ (جھنک کر) حضور کل ہی شب کو پھیر دیے گئے تھے یہ تو موا سودائی ہے سبزی بی بی کر ڈیوڑھی پر آتا ہے ٹھہر جا عید ہو لے تو نکلوا دوں اللہ جانتا ہے کھرٹے کھرٹے نکلوا دوں اس دوسرے روتنے سے تو پوچھ جا کے۔

عباسی دل میں کھلی جاتی تھی کہ نواب کی نظر پڑی اب چاندی ہے پانچوں گھی میں ہیں۔ اور روتنا جلا مرتا تھا اعلان کی کہ چاہے نوکری جائے مگر کسی نہ کسی کے ذریعہ سے بیگم صاحب کو ضرور اس بات کی اطلاع دونگا کہ نواب صاحب عباسی مہری پر ریجھ گئے اور کہلا بھیجوں گا کہ بے طور دل آیا ہے جلتے کہاں ہیں۔ میری نوکری جائے تو پروا نہیں مگر عباسی

نہ ہونے پائے جس دن نواب صاحب کے گھر مین معلوم ہو گیا اُسی دن نکالی جائے تو سہی۔ رونا ادھر اُدھر ہٹ گیا نواب صاحب نے دربان کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو عیدگاہ مین لوگ جمع ہوئے یا نہین۔ وہ سپاہی کو حکم دینے گیا ادھر نواب صاحب نے میدان خالی پا کر عباسی سے شرارت آمیز گفتگو شروع کی۔

ن۔ بی عباسی صاحب مزاج اچھے ہین۔

عباسی۔ (لجا کر) دعا کرتی ہون۔

ن۔ خدا کرے ہماری بھی دعا قبول ہو۔

عباسی۔ آمین۔

ن۔ (مسکرا کر) پوچھو تو کہ دعا کیا مانگتے ہین ہم۔

عباسی۔ اللہ جانے۔

ن۔ بھلا تم کیا جانتی ہو۔

اتنے مین عباسی اندر چلی گئی۔

بڑی بیگم صاحب نے محلدار سے کہا کہ چوبدار کو باغ بھیجا اور کہو دیکھ آئے حمام تیار ہے۔ کہو دوڑ جائے۔ چوبدار فوراً روانہ ہوا اور آن کر مہری کو پکارا۔ عباسی باہر آئی۔ چوبدار نے کہا کہدو حمام تیار ہے۔

بڑی بیگم نے جہان آرا سے کہا ممتاز دولھا سے کہدو کہ پہلے وہ حمام کر آئین پھر سواریان جائینگی جہان آرا نواب صاحب کے پاس گئین۔

جہان۔ (اندر بلوا کر) امی جان کہتی ہین تم جا کے حمام کر آؤ تو پھر ہم سب جائین گے۔

ن۔ سردی مین تو ہم ابھی نہ جائینگے۔

جہان۔ اے واہ اچھی سردی ہے۔ جاؤ ہمارے سر کی قسم امی جان کی خوش کرو۔

نواب صاحب دوشالہ اوڑھ کر اُٹھے ساس کی خدمت مین آداب عرض کیا۔ بڑی بیگم نے کہا جیتے رہو۔ جاؤ پہلے تم حمام کر آؤ تو پھر سواریان جائین ہم عورتون کے نہانے مین بڑا بکھیڑا ہوتا ہے۔

اِدھر محلدار نے ڈیوڑھی پر حکم دیا کہ ممتاز دولھا برآمد ہوتے ہین چوبدار اور خدمتگار تیار رہین اور کہاربھی تیار ہو رہے حمام خانے جائینگے۔ سب نے تعمیل حکم کی۔

اِتنے مین نواب صاحب برآمد ہوئے اور سوار ہو کے چلے۔ ہرکارہ پہلے ہی سے دوڑ گیا تھا حمامی سے کہا نواب صاحب آتے ہین تیار رہو جب سواری داخل ہوئی تو حمامی آداب بجا لائے چوبدار نے پردہ اُٹھایا حمام کا دروازہ کھولا۔ تشریف لے گئے۔ پانچ منٹ تک توقف کر کے کپڑے اُتارے لنگی باندھی حمامی نے بھی کپڑے اُتارے اور کھڑاون سامنے رکھی۔ ایک حمامی نے کھیسا اُٹھایا۔ دوسرے نے دروازہ کھولا۔ حمام کے اندر داخل ہو کر حوض پر متمکن ہوئے۔ اور نہا کر گھر گئے۔

محلدار۔ (بڑی بیگم سے) حضور تشریف لے آئے۔

بیگم۔ حکم دو کہ فنسین نکالی جائین۔ سواریان جائین گی مہریان تیار ہون۔

فنسین نکالی گئین قنات گھر گئی۔ چار فنسون پر چار دن سوار ہوئین مہریان بصد شان دلربائی فنس کا کونا دبائے ناز سے قدم بڑھائے ساتھ ساتھ جاتی تھین اور اپنی اپنی ادائے رنگین سے تماشائیون کو لبھاتی تھین سپاہی اور چوبدار بھی ہمراہ تھے۔ بڑے ٹھسے سے سواریان حمام مین داخل ہوئین۔ حمامی فنس کے قریب آ کر آداب بجا لائے۔ الغرض حمام کر کے اپنے دولتخانے پر

تشریف لائین۔ یہان بڑی بیگم صاحب نے محلدار سے کہا۔ جاؤ چوبدار کو حکم دو کہ امیرن چوڑی والی کو بُلا لائے۔ چوڑی والی آئی۔ پہلے حُسن آرا اور سپہر آرا کو چوڑیان پنہائین اُسکے بعد بڑی بیگم صاحب نے جہان آرا اور گیتی آرا سے کہا ذری آگے بڑھ بیٹھو۔ چوڑی والی نے اُنکے ہاتھ کی چوڑیان الگ کین جہان آرا بیگم نے ایک سلے کا جوڑا پسند کیا جسکے بندون پر موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور سبز بانک تھی چوڑی والی نے جوڑا لگایا۔

اتفاق سے جہان آرا کے سر سے دوپٹہ کھسک گیا تھا۔ بڑی بیگم صاحب ضعیف الاعتقاد تو تھین ہی کسیقدر ترش ہو کر کہا بیٹا سر پر دوپٹہ ڈال لو ننگے سر چوڑی نہ پہنو جب چوڑیان پہن چکین تو دونون نے چوڑی والی کو سلام کیا۔ اُسنے دعا دی کہ وارث زندہ رہے گود کوکھ مانگ سے ٹھنڈی رہو۔

جہان۔ (اُٹھکر) اماجان بندگی۔

گیتی۔ اماجان تسلیمات عرض ہے۔

بڑی۔ پھلو پھولو۔ پوتا کھلاؤ۔

بڑی بیگم نے حکم دیا کہ دیوان خانے مین دُنبے اور مینڈھے اور بکرے ذبح کراؤ۔ پھر کیا تھا اُن بے زبانون پر چُھری تیز ہونے لگی۔

عباسی۔ دیکھتے رہنا یہ لوگ بوٹیان نہ اُڑا دین۔

چوبدار۔ بہت خوب۔

عباسی۔ کہین بھیڑ ویڑ تو نہین ہے کوئی۔

چوبدار۔ کیا مجال۔ حلال کرکے دھر دون بوچڑ کو۔

عباسی۔ کام تو یہ لوگ ایسا ہی کرتے ہین۔

بوچڑ۔ ہان مگر کھانے کے وقت بھی یاد رہتا ہے؟۔

چوبدار۔ اسوقت مزے سے ہتّے لگتے ہین۔

بوچڑ۔ اور کیا۔

گُلگون اور اشکمرون مین پارچے الگ کیے گئے۔

ادھر بڑی بیگم صاحب نے دوسرا اہتمام شروع کیا۔

بڑی۔ مغلانی جہان آرا اور گیتی آرا کی چوٹی گوندھو۔ مشیدہ بہت نے آئینہ سامنے رکھا۔ خواص نے چنبیلی کا تیل سر مین ڈالا۔ کنگھی سے بال صاف کیے چوٹی گوندھی۔ جوبن دوبالا ہوگیا۔ دونون بہنون کی چوٹی گندھ گئی۔

بڑی۔ پوشاک بدلو۔

جہان آرا اور گیتی آرا نے لباس بیش بہا زیب تن کیا۔ سبز گرنٹ کا پائجامہ۔ اُسپر کارچوبی آڑی بیل کا کام موتیون کی بنت ٹکی ہوئی سنہری کرن لگی ہوئی لوزات کی گوٹ دوپٹہ جامدانی کا اُس پر کام کامدانی کا۔

دوسری کا دوپٹہ ململ کا پیازی رنگا ہوا ہلکا۔ اُوکی ہوئی اودی گوٹ شلوکا پھنسا ہوا آستینون دار کامدانی کا خوشرنگ گلنار۔ ایک کی جامہ وار کی رضائی۔ دوسری کی نوق بھر ملک دلائی۔ موتیون کا جھپکا زیب سر۔ ماتھے پر جڑاؤ چاند ٹیکی۔ چوٹی پر سیس پھول کانون مین پتّے جھکے انتیان۔ بجلیان کرن پھول گلے مین دُھکدھکی چمپاکلی موتیون کا ہار۔ بازو پر نورتن جوشن۔ دست سیمین مین ہیرے کے کڑے۔ موتیون کی پہنچیان جوہے دتیان۔ پاؤن مین جھڑے کڑے چھاگل۔ جہان آرا بیگم ہر صفت آرایش سے مزین اور گیتی آرا چل پیر آرایش سے آراستہ ہوئین تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوہ قاف کی پریان آئی ہین۔ ایک تو یون ہی کم سن اور نوخیز تھین آرایش اور نکھار نے جوبن کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا۔

زاہد صد سالہ کی بھی نظر پڑتی تو انکا کلمہ پڑھنے لگتا۔ ؎

ملائک دوش بر رخسار خوبت آیۃ الکرسی
بخوانند و می گفتند رخسار این چنین باید

گو گیتی آرا بھی آفت کا پرکالہ تھی اور ابھی نام خدا شاہزادہ سالہ تھی مگر جہان آرا پر عالم ہی اور تھا۔ رخسار تابان گل تر بلکہ رشک قمر۔ ؎

نگارخانۂ صبح ست این نہ رخسار ست
نگاہ کن ورق سادۂ چہ پرکار ست

بڑی۔ (خواص سے) پوشاک بدلی۔

خواص۔ ہان حضور۔

بڑی۔ زیور پنہا دیا گیا۔

خواص۔ ہان حضور۔

بڑی۔ حسن آرا اور سپہر آرا بھی پہن چکین۔

خواص۔ اب پہنتی ہین حضور۔

بڑی۔ جہان آرا اپنے میان سے کہو عیدگاہ جائین اور نماز دوگانہ پڑھ آئین۔ اب وقت بہت تنگ رہگیا ہی۔

جہان آرا بیگم بصد ناز و ادائے دلربا اُٹھین اور چھم چھم کرتی ہوئی چلین۔ ؎

نہ آہی حلقہ زدنی نالۂ من بہت و نبالش
خبر از رفتن دل می دہد آواز خلخالش

نواب صاحب نے جو اپنی چاہیتی ورنگین ادا بیوی کے جمال کا نظارہ کیا تو نور کا عالم نظر آیا۔ مسکرائے۔

جہان۔ امی جان کہتی ہین کہ عیدگاہ ہو آؤ۔

ن۔ یہ تمہاری چوٹی کس نے گوندھی ہی۔

جہان۔ کیون آخر پوچھنے کی وجہ۔

ن۔ قسم خدا کی ہم اُسکو انعام دینگے۔

جہان۔ آپ اپنا انعام رہنے دین۔ لے چلو اُٹھو اب

ن۔ خدا کی قسم آج تو وہ نور برس ——

جہان۔ چلو چلو۔ آخر بڑی بوڑھی کا کہنا بھی نہ مانو گے کیا۔

نواب صاحب نے کپڑے پہنے۔ دوشالہ اوڑھا اور بڑی بیگم صاحب کے پاس گئے۔

ن۔ آداب عرض ہی۔

بڑی۔ اللہ زندگی دے۔

ن۔ (نذر دکھا کر) قبول کیجیے۔

بڑی بیگم صاحب نے ممتاز دولہا کو چھاتی سے لگایا بلائین لین دعا دی۔ جوانی کا سکھ دیکھو۔ خوش رہو۔ اسکے بعد خاصدان مین دس اشرفیان رکھکر خاصدان سامنے بڑھایا۔

بڑی۔ لو یہ عیدگاہ کا خرچ ہی۔

نواب صاحب نے آداب عرض کر کے اشرفیان اُٹھالین۔ جب چلنے لگے تو سالیون نے کہا ہمارے واسطے کیا لاؤ گے دولہا بھائی۔

ن۔ جو کہو۔

حسن۔ جو آپ کا جی چاہے۔

سپہر۔ جو شے آپ کو پسند ہو۔

ن۔ نہین جو کہو۔

حسن۔ آپ ہی کی راے پر چھوڑا۔

بڑی۔ اے تو کس سواری پر جاؤ گے بیٹا۔

ن۔ جی بگھی پر۔

بڑی۔ نہین نہین بھر بھڑکے مین کہین گھوڑے نہ بھڑکین۔

ہوادار نکلواؤ۔یا فنس پر جاؤ نہین مجھے خفقان رہے گا۔
ن۔ہوادار پر تو آجتک کبھی سوار ہی نہین ہوا۔
حُسن۔اے تو آج ہوادار پر سوار ہو جائیے۔
ن۔اچھا اب تو باہر جاتا ہون پھر سمجھا جائیگا۔

نواب صاحب باہر تشریف لیگئے عباسی عمداً اور قصداً خوب بن ٹھن کر دروازے کے پاس کھڑی تھی۔سُرمئی گرنٹ کا لہنگا۔پڑاقے کی ہاتھ بھر چوڑی گوٹ گوٹ پر آٹھ آٹھ پلیٹین اُسپر تاج بنے ہوئے سُرخ گرنٹ کا نیفہ جو یاقوت احمر کو خون رُلائے۔اُسمین لاہور کا اودا ریشمی اِزار بند پڑا ہوا گپھے دار اور کرن ٹکی ہوئی۔پور پور چھلّے کانون مین انتیان۔

ن۔اوہو او ہو۔اسوقت تو بڑے ٹھسّے سے کھڑی ہو
عباسی۔(گلوری چباکر) جی ہان حضور سب حضور ہی کی جوتیون کا صدقہ ہی۔
ن۔چلو تمکو عیدگاہ لیچلین۔
عباسی۔(مسکراکر) بندگی۔
ن۔کیون کیا کچھ ہرج ہی۔بگھی پر بیٹھ لینا۔
عباسی۔کیا نکلوائیے گا گھر سے۔
ن۔اب ہمکو دو چار روز اور ٹکنا پڑا یہان۔
عباسی۔(دوپٹے کو سنبھال کر) یہ کاہے سے۔
ن۔تمھین جانو۔
عباسی۔حضور کوئی آنہ جائے اب سوار ہو جائیے۔
ن۔بہت اچھا مگر

مگر کہہ ہی چکے تھے کہ محلدار آپڑی۔نواب صاحب نے پردہ اُٹھایا اور تڑ سے باہر ہو رہے۔

چوبدار نے کہا بسم اللہ حضرت فنس پر سوار ہو کر عیدگاہ گئے۔

اُدھر بڑی بیگم صاحب نے دریافت کیا کہ حسن آرا اور سپہر آرا نے پوشاک بدلی مغلانی نے کہا حضور پہن رہی ہین۔

انکی پوشاک کا حال سُنیے دونون بہنون کے لیے ایک ہی قسم کا جوڑا بنا تھا سُنہری طلس کا پائجامہ چھڑیان ٹکی ہوئین۔گوٹ کے اوپر تحل۔کریب کا بہار دار دوپٹہ بانکڑی ٹکی ہوئی۔کانون مین کرن پھول اور بجلیان گلے مین آڑی ہیکل۔جگنو۔دُھکدھکی۔ہاتھون مین ہیرے کے کڑے اور جڑاؤ کنگن۔بازوون پر نورتن۔پانون مین پازیب اور چھڑے۔

حُسن آرا اور سپہر آرا کی پوشاک اور زیور مین فرق صرف اسقدر تھا کہ حُسن آرا گریب کا دوپٹہ اوڑھے تھین اور سپہر آرا کا کامدانی کا گلابی تھا گیتی آرا کا دوپٹہ آبی تھا۔

اِن دونون بہنون کی اُٹھتی جوانی اور رخسار تابان اور پیشانی نورانی دست حنائی شان برنائی و دلربائی اُسوقت عجب لطف بہار دکھاتی تھی جہان آرا نے مسکرا کر کہا چشم بددور ہماری دونون بہنین چندے آفتاب چندے مہتاب ہین۔

حُسن۔(لجاکر) بنائیے۔بنائیے۔
سپہر۔اللہ جانتا ہی جہان آرا بہن کی ہی شاید ہزار دو ہزار مین کوئی اِکّا دُکّا نکلے۔حُسن اسے کہتے ہین۔
جہان۔لے بس اب تعریفین نہ کیجیے۔
گیتی۔بہار النسا بہن سے کہین تو وہ اترا جائین۔
حُسن۔اے واہ وہ کیا کم اتراتی ہین۔
گیتی۔اب بھی وہ خبط ہی کہ دن رات مانگ چوٹی مین

گرفتار رہتی ہین -

حُسن - اے ہے کیسا کچھ - دو گھنٹے تک ایک مِن چھپکا ہی نہین درست ہوا -

سپہر آرا - اور روح افزا بہن ہنستی ہین اُنکو -

حُسن - ہنسا ہی چاہین -

سپہر - گھنٹون آئینہ سامنے رہتا ہے -

جہان - بی مغلانی - ذری سُننا - یہان آؤ - دکان مین ہ کس سواری پر گئے ہین - ہوادار پر تو نہین گئے ہون گے -

مغ - بھلا ہوادار پر کیا جاتے - دو ایک صاحب اور آ گئے تھے سب کے سب گاڑی پر سوار ہو کر گئے ہین - ہمین خوف ہی کیا ہے مگر بڑی حضور سے کون کہے - لے اب -

حُسن - ہم تو پہلے ہی سمجھے تھے کہ گھوڑے پر یا بگھی پر جائنگے - اب پالکی یا ہوادار پر کون سوار ہوتا ہے - کس رئیس کے یہان -

اتنے مین بڑی بیگم نے پوچھا اے مغلانی ممتاز دولہا کس سواری پر عیدگاہ گئے - مغلانی نے کہا حضور کچھ معلوم نہین دریافت کر لون -

بڑی - ذری باہر پوچھو تو -

مغلانی بہت خوب حضور کہکر باہر گئی - ڈیوڑھی مین کھڑی رہی - پوچھے کس سے جانتی تو تھی کہ فٹن پر گئے ہین تھوڑی دیر کے بعد یون عرض کیا -

مغ - حضور ہوادار بھی نکلوایا تھا اور گاڑی بھی مگر سوار نہین ہوئے تھے دو چار نواب زادون سے باتین کرتے ہوئے احاطے کے باہر آہستہ آہستہ جاتے تھے -

بڑی - تو شاید ہوادار ہی پر گئے ہین -

گیتی - ہان امی جان ہوادار ہی پر گئے ہونگے (ہنسکر) آپ اتنا گھبراتی کیون ہین امی جان - گاڑی بگھی گھوڑے پر روز سب ہی جایا کرتے ہین - کیا آج ہی نوکھی عید ہوئی ہے ہوادار پر بھلا کیا جاتے -

بڑی - جب ہمارے برابر ہوگی تب معلوم ہوگا حال -

سپہر - ابھی ہمنے کوٹھے پر دیکھا پچاسون بگھیان اور گھوڑے اور ہاتھی جاتے تھے -

گیتی - ادھر کیون آتے ہین لوگ شہر کو چھوڑ کر اسطرف کیا کرنے آتے ہین -

حُسن - عیدگاہ اس طرف تو ہے ہی -

سپہر - اماجان ڈومنیان کب آئین گی -

بڑی - آتی ہونگی گھبراتی کیون ہو -

گیتی - عید کی صبح کو بھی کیا سمان ہوتا ہے -

حُسن - ہماری تو عید کل ہی تھی کہ آپ آئین - ۵

بخانہ آمدنت عید عشرت فروزست
مبارکست کہ امروز روز نوروزست

سپہر - ہمین بھی عیدگاہ کا ایک شعر یاد ہے -

جہان - چلو اوپر چلین -

حُسن - ذری ٹھہر جاؤ ابھی چلتے ہین -

سپہر - اوپر والے کمرے مین چلکر بیٹھیے -

چارون بہنین کمرے مین گئین -

بچھڑے ہوئے بعد مدت کے ملے

معشوق وکیل کا حال تو یہان چھوڑا - انکو سر پیٹنے دیجیے -

اب سُنیے کہ صباحت و وجاہت کی کان بی شبو جان صاحب شب کو کمال سراسیمگی و پریشانی مین مصنوعی وکیل کے گھر سے میان سلارو کی صلاح سے بھاگین اثناء راہ مین ایک کانسٹبل نے للکارا۔ کون۔ کون جاتا ہی یہ کون کترایا ہوا چلا جاتا ہی صدائے برنخاست۔ جواب ندارد۔ جوگن طرارے بھرتی ہوئی گلیون گلیون بھاگی کانسٹبل اپنے دل مین سوچا کہ بھاگے کا پیچھا کرنا فضول ہی شاید پھرتی اور تیزی کے ساتھ نکل جائے۔ اور ادھر یہ حضرت بھی جنبیت ہون۔ جوگن تو بے تحاشا بھاگ کر نکل گئی۔ مگر میان سلارو کو اُسنے پکڑ لیا۔ پھر جوگن بیچاری مصیبت مین پڑی۔ یکہ و تنہا اپنا نہ بیگانہ خویش نہ یگانہ۔ شب تیرہ و تار جوان عورت۔ تھانہ دار دشمن۔ گلیون گلیون سراسیمگی کے ساتھ جاتی تھی۔ ذرا کھٹکا ہوا اور کانپ اُٹھی کسی نے آواز دی اور دبک رہی۔ کوئی بولا اسکے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ چلتے چلتے ایک میدان مین پہونچی۔ ہو کا عالم آدھی رات کا وقت جانور تک گھونسلون مین دبکے دبکائے پڑے تھے۔ جوگن جو دیکھتی ہی تو چہ طرفہ سناٹا اوپر آسمان نیچے زمین اور ہر طرف تاریکی۔ اس مقام پر جوگن ڈاڑھین مار مار کر زار زار روئیگی سوچی کہ جاؤن تو کدھر جاؤن۔ اور کرون تو کیا کرون۔ گو اسوقت مصیبت کے سبب سے اسکو معلوم نہین ہوا مگر وہ دو کوس زمین طے کر آئی تھی تھوڑی دیر تک اسی لق و دق میدان مین جو ایک چپے سے مصیبت/مہیب صورتین دکھاتا تھا۔ کھڑی سوچا کی کہ کیا کرے۔ آخرکار ایک سمت کو چلی۔ قدم قدم پر خوف معلوم ہوتا تھا۔ کہ مبادا کوئی درندہ آ کر مار ڈالے کھا جائے زخمی کرے کوئی بھوت پریت ستائے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر اسکے کان مین آواز آئی (غرغرا ہا ہا ہا) ہن آوازا اور انوکھی بولی کے سنتے ہی جوگن کے ہوش اُڑ گئے۔ ع

کاٹو تو لہو نہین بدن مین

اس درجہ خائف ہوئی کہ بدن تھر تھر کانپنے لگا اور قدم اٹھانے کی طاقت تک باقی نہین رہی۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی اور خدا سے دعا مانگی کہ بار خدایا مجھے اس مصیبت سے بچا۔ اور آگے بڑھی تو ایک ندی پر پہونچی۔ لب جو بیٹھ کر جوگن نے رونا شروع کیا اتنے مین کسی شخص نے آواز دی (اے نیک مرد یا نیک عورت یا جو کوئی ہو تو کون ہی اور بستی سے اسقدر فاصلے پر آدھی رات کو کیا کام ہی اور اسقدر زار زار رونے کا کیا سبب خاص ہی) جوگن نے جو شخص کی آواز سنی تو جان مین جان آئی کسی قدر تسکین ہوئی۔ ادھر ادھر دیکھنے لگی مگر آدمی نہ آدم زاد متحیر کہ یہ آواز کدھر سے آئی۔ پھر اُسی شخص نے یون مخاطب کیا (اے نیک بندے خدا کے مجھے اپنے درد دل سے اطلاع دے شاید کچھ علاج کر سکون۔ ورنہ تن بہ تقدیر) جوگن کھڑی ہو کر ادھر اُدھر بغور دیکھنے لگی۔ پورب کے سمت آن روئے چشمہ سار تھوڑی تھوڑی روشنی نظر آئی پہلے تو ڈری کہ شاید اگیا بیتال ہو لڑکپن مین ایسی کہانیان اپنے والدین سے سنی تھین اور وہی خیالات دل مین جمے ہوئے تھے۔ مگر تھوڑی دیر مین یہ خیالات دور ہو گئے وہ روشنی چراغ کی تھی۔ دیکھا کہ ایک جھونپڑے سے ایک پیر مرد چراغ ہاتھ مین لیکر دریا کی طرف آتا ہی جب قریب آیا تو جوگن نے اُسکو بغور دیکھا۔ پشت پیرانہ سالی کے سبب سے

ختم ہوگئی تھی۔ آنکھ کی روشنی بھی یون ہی سی باقی تھی کیونکہ گو چراغ ہاتھ مین تھا مگر ٹٹول ٹٹول کر قدم رکھتا تھا۔ اب جو آتے ہی ہوا نے وہ زور باندھا کہ چراغ گل اور پیر مرد (ہاے) کہکر خاموش ہوگیا۔

جوگن۔ ابا جان ہمین اس مصیبت سے بچاؤ۔ ہاے اسوقت ہمارا یہان کوئی نہین ہی۔

پیر مرد۔ بٹیا ہوا کو بھی تیرے ساتھ عداوت ہی چراغ کو گل کردیا۔

جوگن۔ مجھے اب کسی طرح اپنے پاس بلاؤ مین یہان گُرٹھ گُرٹھ کے مر جاؤنگی۔

پیر مرد نے کپڑے اُتارے لنگی باندھی اور فوراً ندی مین داخل ہوئے۔ ندی پایاب تھی۔ اس کنارے پر آئے تو شل۔ سو برس کا سن۔ کمر خم۔ لٹھیا ٹیک کے دس بارہ قدم چلنا بھی دوبھر تھا۔ سردی کی راتین میدان فراخ ندی کا واسطہ کانپ اُٹھے۔ جوگن بیچاری کے پاس وہ جامہ وار کا ٹکڑا بھی نہ تھا۔ مگر دوپٹہ اُڑھا دیا تھوڑی دیر کے بعد پیر مرد نے آنکھ کھولی اور کہا اب تاب و طاقت نہین کہ پار جاؤن اور اگر تمام شب یہان پڑا رہا تو اور بھی ستم کا سامنا ہی۔ صبح کو بالکل کنکر بنا ہوا نظر آؤنگا اگر جرأت کرکے پار جاتا ہون تو خوف ہی کہ مبادا جاتے ہی جاتے تحلیل ہو جاؤن۔ مگر تم اس جھونکے سے نکال کر مجھے اُڑھا دینا۔

جوگن۔ ابا جان یہ تو ہم سب کچھ کرین مگر دریا مین قدم رکھتے ہوئے جان نکلتی ہی ہم تو پیرنا جانتے ہی نہین ذرا پانون ڈگمگایا اور گئے گذرے۔

پیر مرد۔ پانی بہت کم ہی دریا پایاب ہی۔ خدا کا نام لیکر چلو بٹیا۔

جوگن کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ مگر کرتی تو کیا کرتی۔ ناچار پیر مرد کا ہاتھ پکڑ کر چلی۔ اور تھوڑی دیر مین اُس پار پہونچی۔

پیر مرد۔ اس مرتبہ ویسی سردی نہین معلوم ہوئی۔

جوگن۔ شکر ہی شکر ہی۔ اب چلیے سایے مین چلین۔

پیر مرد جوگن کو لیکر اپنے کلبۂ احزان مین آگئے۔

پیر مرد۔ بابا ہم ایک مصیبت زدہ اور ستم رسیدہ آدمی ہین ہمین دنیا و ما فیہا سے سروکار نہین اپنی بپتی تھوڑی دیر مین سُناؤنگا پہلے تو اپنا حال کہہ سنا۔

جوگن۔ ابا جان ہم اسوقت شل ہین اور مارے بھوک کے کلیجہ منہ کو آتا ہی۔

پیر مرد نے کہا جو کچھ حاضر ہی مین سامنے لاتا ہون کھاؤ یہ کہکر پیر مرد ایک رکابی مین دو روٹیان اور ایک پیالے مین ساگ لائے۔ جوگن نے اندھیرے ہی مین بیٹھکر روٹیان کھائین اُن موٹی موٹی روٹیون اور ساگ کی ترکاری مین وہ لطف آیا کہ کبھی کسی قسم کی غذا مین نہین آیا تھا۔

پیر مرد۔ بابا ہم اسی کو ہزار غنیمت سمجھکر کھاتے ہین۔

جوگن۔ اسوقت جو لطف کھانا کھانے مین آیا وہ تمام عمر نہین آیا تھا۔

پیر مرد۔ کھانا کھا کر لیٹو اور لیٹے لیٹے اپنا حال بیان کرو۔

جوگن۔ غم کی داستان کیا سُناؤن۔

پیر مرد۔ ہماری داستان سے بڑھکر نہو گی۔

جوگن۔ مین نے کھانے سے فراغت پائی آپ تکلیف کرین

آپ مجھے بتا دین کہ پانی کہان کھا ہو بس مین اُٹھکے پی لون گ

پیر مرد۔ مجھے اب اُٹھنے کی طاقت ہی نہین ہی۔ مین مارے سردی کے مرا جاتا ہون اور ٹھٹھرا جاتا ہون۔ اُس طرف کونے مین ٹھلیا رکھی ہی۔

جوگن نے منھ دھویا پانی پیا۔ پوچھا مین کہان لیٹون۔

پیر مرد۔ اُس کونے مین دو کمل ہین۔ سفید کو اوڑھو۔ اور سیاہ کو بچھاؤ بڑے گرم ہین۔

جوگن نے بہزار دقت کونے سے دونون کمل نکالے اب اندھیرے مین سفید اور سیاہ کی کیونکر تمیز ہو ایک بچھا کر لیٹی اور دوسرا اوڑھا۔

جوگن۔ کیا اس جنگل مین بھوت پریت بھی ہین۔

پیر مرد۔ مجھے اسمین رہتے ہوئے عرصہ ہوا مگر مین نے بھوت پریت کی شکل تک نہین دیکھی اور نہ مجھے کبھی کسی نے ستایا۔

جوگن۔ راہ مین ندی کے اُس طرف عجیب طرح کی آواز کان مین آئی۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ تھر تھر کانپنے لگی۔

پیر مرد۔ اس جنگل مین طرح طرح کے پیڑ ہین اُن کے پتون سے طرح طرح کی آوازین نکلتی ہین تم شہر کی رہنے والی ہو۔ یہ باتین کیا جانو۔ کسی درخت کے پتے کی آواز ہوگی۔

جوگن۔ شیر تو اس جنگل مین نہین ہین؟

پیر مرد۔ بستی سے اسقدر دور فاصلہ پر جنگل نہین ہی کہ یہان شیر رہ سکے۔

جوگن۔ آپ کب سے یہان رہتے ہین۔

پیر مرد۔ (ٹھنڈی سانس بھر کے) کیا بتاؤن۔ ناگفتہ بہ

مین ایک روز اپنی چاہیتی بیوی کو لیکر سرا مین فروکش ہوا۔ باہر مین سویا۔ اندر کی کوٹھری مین اپنے ڈیڑھ مہینے کے ایک معصوم بچے کو لیکر وہ سوئی شب کو ڈاکوؤن نے بھانپا اور دوسری کوٹھری سے سیندھ دیکر چاہا کہ زیور نکال لین سوچے ہونگے کہ شاید زیور نکالنے مین جاگ اُٹھے مع زیور اُسکو غائب کر دیا۔ صبح کو دیکھا کہ وہ غائب ہین مگر ڈیڑھ مہینے کا معصوم بچہ چارپائی پر پڑا بلک رہا ہے۔ اِدھر وہ بیچاری تڑپتی ہوگی اُدھر مین ماہی بے آب کی طرح اُسکی جدائی مین تڑپا کیا بچہ مان سے چھٹکر ایک دن جیا دوسرے روز اُسنے بھی آنکھین پھیر لین اور چل بسا مین نے اُس معصوم بچے کو مسافرت کے عالم مین ایک مقام پر زمین کے سپرد کر دیا۔ ع

اے خاک تیرہ خاطر مہمان نگاہ دار
کین نور چشم ماست کہ در بر گرفتہ

ہائے اسوقت دل بھر آیا۔ وہ بیچاری لڑکے کی جدائی سے کس درجہ بیقرار ہوئی ہوگی۔ اور شیشۂ ناموس جو چکنا چور ہوا وہ اس سے بڑھکر ستم ہی۔ میرے بڑھبس پر خدا کی مار کہ پیرانہ سالی ہین مین نے پھر شادی کی او نتیجہ یہ ہوا کہ بیوی کا پتہ نہین ملتا۔ اُنسے جا کر کسی نے کہدیا کہ تمھارے میان مر گئے۔ حالانکہ مین بدبخت ابھی تک زندہ ہون۔ جوگن نے جو یہ فقرے سُنے تو دریائے حیرت مین غوطہ کھانے لگی۔

شاید یہ بھید اکثر حضرات ناظرین کی سمجھ مین آیا ہو پیر مرد وہی حضرت ہین جنکے نام اُنکی بیوی نے ایک مذاق کا خط بھیجا تھا۔ اور میان آزاد نے اُس خط کا جواب لکھا تھا۔ جوگن انھین کی بیوی ہین جب اُنکے مرنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو اُنکا نام بھی اُس طرح پر مشہور ہوا۔ اور یہ اب جوگن ہوگئی ہین

جو خط اُنھون نے اُس زمانے مین اس پیر مرد (اپنے شوہر) کے نام لکھا تھا اسکو ہم ذیل مین نقل کرتے ہین تاکہ ناظرین کی سمجھ مین سلسلہ سخن آجائے۔

(وہو ہذا)

میرے ملوسٹ شوہر خدا تمسے سمجھے۔ سکندر ظلمات سے پیاسا آیا اگر تمنے آبحیات کے دو چار قطرے ضرور پی لیے ہین جب ہی مرنے کا نام نہین لیتے کچھ اوپر سو برس کا تو سن ہو گیا اب کیا عاقبت کے بوریے بیٹو گے ہزارون نوخیز کفن پوش ہوتے جاتے ہین مگر تم ہٹا ان سے موجود۔ ڈنکو بھی آیا مگر تم جیسے کے تیسے بیٹھے کے باپ کو چٹ کر جاؤ اور ڈکار تک نہ لو۔ ہے ہے مین کس ساعت تمھارے پالے پڑی۔ ہاتھون مین رعشہ منھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت۔ کمر کمان کی طرح خم مگر بیاہ کرنیکا شوق چرایا اور مجھے کہین کا نہ رکھا اُف۔

اسکا جواب یون لکھا گیا تھا۔

(وہو ہذا)

میری البیلی چھبیلی نازک بدن غنچہ دہن بیوی کو اُسکے سن رسیدہ گرگ باران دیدہ شوہر کی اٹھتی جوانی دیکھنا نصیب ہو اٹھارہ لڑکے ہون اور چھتیس لڑکیان جب مین دہلیز مین قدم رکھون سب بچے کہین ابا آئے ابا آئے مٹھائی لائے مگر خدا کے لیے کہین اُنکے دیکھا دیکھی تم ابا نہ کہنے لگنا مجھے تمھاری دادی کی خالہ کا گڑیان کھیلنا اس طرح یاد ہے جیسے کسی کو صبح کا کھانا یاد ہو مین بوڑھا تو ہون مگر دل جوان ہے۔ مانا کہ آنکھون مین نور نہین مگر چشم نگران ست۔ قوت سامعہ سے بے بہرہ ہی سہی مگر گوش بر آواز زن جوان است تم ہمارے پیری ہو تمھارا پیار اُنکو دا۔ وہ خندہ شکر آمیز وہ زلف عنبر بیز وہ خال مشکین وہ لعل نگارین۔ صحن سے جو طرارہ بھرا تو رٹے بام پر۔ یہ چلبلاپن۔ اور وہان سے ایک فن مین مہتابی پر ہو رہین۔

تمھارا نابالغ شوہر

جوگن نے اُنکی آواز پہچانی تو بے اختیار آنسو بھر آئے۔ عجب اتفاق ہے عام مین خبر مشہور ہو گئی تھی کہ پیر مرد چل بسے اور یہ جیتے جاگتے موجود ہین۔ سوچی کہ انسے اپنا حال بیان کرون یا نہ کرون۔

اتنے مین پیر مرد نے کہا ہماری پہلی بیوی کا تو پتا ہی نہین۔ ڈاکوون نے اُنکو قتل کر ڈالا ہو گا۔ دوسری بیوی کا حال سنکر ہمکو کمال قلق ہوا۔ مگر ہمسے ایسی ہی حماقت سرزد ہوئی تھی۔ خود کردہ را چہ علاج مقام مجبوری ہے ہماری سسرال کی مہری جمنا نے شادی کے قبل ہمکو بہت کچھ سمجھایا تھا کہ میان لڑکی کو ابھی تیرھوان سال ہے۔ اور تم سو برس کے ہو شادی نکرو مگر ہمنے ایک نہ سُنی اب پچتاتے ہین تم خاموش کیون ہو گئین۔

جوگن۔ (دبے دانتون) یون ہی۔

پیر مرد۔ نہین کوئی وجہ ضرور ہے۔

راوی۔ اس لفظ پر جوگن کو اور بھی رنج ہوا۔ بوڑھے میان نے تو اُنکو پہچانا نہ تھا مگر یہ اُنکو خوب پہچان گئی تھی۔

جوگن۔ بھلا دوسری بیوی کا نام کیا تھا۔ تم کو کچھ یاد ہے۔

راوی۔ پیر مرد کو سخت حیرت ہوئی کہ یہ کل کی لڑکی اور مجھ بوڑھے کو آپ کے عوض تم کہتی ہے۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اسکا درجہ مساوی تھا تم ہی کہنا جائز تھا۔ آپ کا لفظ اُسکی زبان سے نہ نکلا۔

پیر مرد۔ ہماری دوسری بیوی کا نام ثریا بیگم تھا۔

جوگن کو اور بھی یقین کامل ہوگیا۔ اپنا نام بعد مدت
سُنکر آہستہ آہستہ رونے لگی۔ مدت مدید کے بعد یہ نام سُنا
تھا کوئی شبو جان کہتا تھا کوئی جوگن کوئی کچھ کوئی کچھ۔
پیر مرد۔ کیا تم جانتی ہو اُنکو۔
جوگن۔ نہین۔ مین کیا جانون۔
پیر مرد۔ ہمنے اُسکی زندگی خراب کی۔
جوگن۔ (اپنے دل مین) ہے تو سچ اسمین شک نہین۔
پیر مرد نے کہا اب آرام کرو تھکی ہوئی ہو اور مین بھی
اسوقت مارے سردی کے کانپ رہا ہون صبح کو بات
چیت ہوگی مگر اپنا حال صاف صاف کہہ سُناؤ۔
جوگن۔ بہت اچھا اب آرام کیجیے۔
سویرے جوگن کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پیر مرد اینٹھے
پڑے ہین۔ چہرے پر ہاتھ رکھا تو سرد۔ نبض دیکھی تو ساقط
اتنے مین ایک عورت نے آواز دی بابا ہم اندر آئین۔
جوگن نے کہا آؤ آؤ۔ خیر اللہ نے صورت تو آدمی کی دکھائی
یہ جنکو تم بابا کہہ کے پکارتی ہو وہ چل بسے۔
عورت نے کہا ارے! ہائے ہائے۔ دیکھون۔ چہرے پر
ہاتھ لگایا تو برف ہاتھ بالکل سرد۔ پاؤن بےحس و حرکت۔
اور اوپر کی سانس لیے جاتے ہین۔
عورت۔ گذر گئے اب ختم ہو گئے یہ تو اچھے ہو گئے۔ مگر ہم اب
جنگل مین اکیلے رہ گئے۔ ہائے اب ہم کس سے بولینگے۔ ہمارے
درد دکھ مین کون شریک ہوگا۔ ہائے بابا دغا دے گئے۔ اس
جنگل مین بس انھین کے سبب سے جیتے تھے اب گھٹ گھٹ کے
مرین گے۔ مگر خیر اب کہا تک روؤن۔
اتنے مین بادل گرجے اور ننھی ننھی بوندیان پڑنے لگین۔

عورت۔ لو اب اور بھی مصیبت آئی۔ اور یہان جب
اس فصل مین مینھ برستا ہے تو دو دو دن برابر برسا ہی کرتا ہے بڑی
بڈھب بات ہوئی۔
جوگن۔ (پیر مرد کے کان مین) کیا داغ دے چلے۔ اُف
اُف۔ اے ذری دیکھو تو۔ ہائے مین اسوقت بیوہ ہوئی
جاتی ہون۔ ہائے میرے اللہ۔ ارے لوگون مین اب تک سہاگن تھی
عورت۔ (متحیر ہوکر) کیا کہا؟ ہم سمجھے نہین۔
جوگن۔ ہائے کس سے کہون۔
عورت۔ اب خدا اسوقت رونا موقوف کرو۔ مُردے پر
عذاب ہوتا ہے۔
جوگن۔ (آنسو پونچھکر) اچھا۔
جوگن کو وہ وقت یاد آیا جب ایک شخص نے آنکر جھوٹ
موٹ کہدیا تھا کہ اُنکے میان مر گئے اور جوگن کی مان اور
خود جوگن نے شادیانے بجائے تھے کہ چلو موا بوڑھا کھوسٹ
چل بسا اچھا ہوا۔ کجا وہ وقت تھا اور کجا یہ وقت ہے کہ زانو پر مُردے
کا سر ہے اور یہ بیٹھی رو رہی ہین۔ جوگن کا دل اور بھی بھر آیا
اسے خوب یاد تھا جب مہری ہنستی ہنستی باہر سے آئی تھی
(لو مبارک بڑھو ڈھلک گئے) اسپر جوگن اُچھل پڑی اور
کہا موئے در گور بچا چھوٹا جائے جہنم مین۔ جوگن کی مان
لڑکی سے ملکر بولین کہ لو دیکھا ہم تو کہتے ہی تھے کہ بوڑھا
کھوسٹ دو دن کا مہمان ہے۔ آج موا کل دوسرا دن آخرش
وہی ہوا نہ۔ اِن باتون کی جوگن کے سامنے تصویر کھنچی
ہوئی تھی۔
عورت۔ اُف تم آخر اُنکی کون ہو جو اسقدر رو رہی ہو۔
جوگن۔ کیا بتائین بہن۔

عورت ۔ نہین ہی کچھ بھید آپ مین اپنی ایک رشتہ دار کا نام اکثر زبان پر لاتے تھے۔ تمھارا کیا نام ہی سچ سچ بتانا۔

جوگن ۔ ثریا بیگم۔

عورت ۔ (متحیر ہو کر) اے۔ ہاے ہاے۔ ملین بھی تو ایسے وقت مین۔

عورت نے بآواز بلند پکار کر کہا بابا لو۔ ثریا بیگم آگئین۔ اے ذری آنکھ کھول کر دیکھو تو ثریا بیگم آگئین۔

جوگن ۔ کس سے کہتی ہو بہن۔

عورت ۔ (ہاتھ مل کر) ہاے ہاے۔ اسوقت دنیا سے اور بھی جی ہٹ گیا۔ ہاے اسوقت ایک گھڑی کیلیے ہوش آجائے تو اُنسے کہدین کہ ثریا بیگم آئی ہین۔ آنکھ بھر کر دیکھ تو لین کہ جسکا نام روز زبان پر لاتے تھے اُسی کے زانو پر سر رکھکر جان دی۔

پیر مرد پر کملون کے اوپر ایک دری بھی ڈال دی تھی کہ سردی کم اثر کرے کو دونون کو شک کے عوض یقین ہو گیا تھا کہ اب انکا بچنا دشوار ہی نہین بلکہ غیر ممکن ہی مگر اس لحاظ سے گرمی پہونچاتی تھین کہ نزع کے وقت آرام سے جان دے سردی سے نہ ٹھٹھر سے کہ بے موت ہی مر جائے۔ عورت بولی ابھی جان باقی ہی۔ جوگن نے کہا اسوقت کو تو دیکھو کچھ ٹھکانا ہی مینھ کہتا ہی کہ مین آج ہی برسون گا۔ ہوا کہتی ہی کہ مین آج ہی چلونگی۔ درخت کہتے ہین کہ ہم آج ہی گرین گے۔ دریا کہتا ہی کہ آج ہی طوفان آئیگا۔ بادل کہتا ہی کہ آج ہی گرجون گا۔ بجلی کہتی ہی کہ آج ہی کوندونگی۔ اور یہ کہتے ہین کہ ہم اسیوقت دم توڑین گے۔ اور تاریکی کہتی ہی کہ مین مرتے دم انکی صورت نہ دیکھنے دونگی یہ کہکر جوگن خوب روئی یہانتک کہ کمل کا ایک کونا تر ہو گیا اور آنسو نہ تھمے۔ عورت نے آنسو پوچھے اور کہا سنو انکے مرنے پر رونا تو بیوقوفی ہی انکا مرنا ہی بہتر تھا۔ یہ مرتے نہین ہین انکا مرنا گویا جی اُٹھنا ہی۔ ہان اگلی پچھلی باتین یاد کر کے اگر روتی ہو تو وہ اور بات ہی مگر مین جو اپنی مصیبت بیان کرنے پر آؤن تو تم اپنی مصیبت بالکل بھول جاؤ۔

ایک مقام پر اُن لوگون نے گڈھا کھودا اور لاش کو دفنایا۔

جوگن جھوپڑے مین واپس آئی وہ تینون آدمی رخصت ہوئے۔ جب جھوپڑے مین پہونچی تو جوگن نے عورت سے ساری داستان بیان کی۔

عورت ۔ اب ہمکو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ثریا بیگم آپ ہی ہین۔

جوگن ۔ ہان تم نے اس طرح پر پوچھا کہ مجبور ہو کر مجھے کہنا ہی پڑا۔

عورت ۔ تم کس محلے مین رہتی ہو۔

جوگن ۔ نیب ٹولے مین۔

عورت ۔ ٹھیک ہی بڑے میان کو کبھی تمنے خط بھیجا تھا۔

جوگن ۔ ہان عمر بھر مین ایک دفعہ۔

عورت ۔ اُسمین کیا لکھا تھا۔

جوگن ۔ اُس مین مین نے یہی لکھا تھا کہ تم مرو تمکو موت بھی نہین آتی۔ جوان آدمی مرتے جاتے ہین۔ تم ٹیان سے موجود ہو ہیضے سے بھی تم کو خوف نہین۔ بڑے بیحیا ہو۔ تمنے میری زندگی تلخ کر دی۔ یا تم کو موت آئے یا ہمکو تو چھٹکارا ہو۔

عورت ۔ بیشک تمھین ہو اسمین شک نہین۔

عورت نے بکمال ایمانداری کہا کہ پیر مرد کے پاس

ایک ڈبیا ہے۔ خدا جانے اُس مین کیا ہے مگر کم سے کم پچاس ہزار
روپیہ کے جواہرات ہون گے۔ یہ کہکر ڈبیہ زمین سے کھود دی
اور جوگن لکھ پتی بن گئی۔

ثریا بیگم نے جو ڈبے کو کھولا تو جواہرات اور اشرفیان خوش
تو بہت ہوئی کہ خدا نے چھپر پھاڑ کر دولت دی مگر سوچی کہ اس
دولت کو صرف مین کیونکر لا سکونگی اول تو اس جنگل سے
چھٹکارا ہی آسان نہین جس طرف نکل جاؤنگی لوگون کی نظر
پڑے گی۔ اور اس دشت بلا خیز مین اگر کوئی قتل بھی کر ڈالے
تو کسی کو کانون کان خبر نہو۔ پھر اپنے حُسن گلوسوز اور نور عالم افروز
اور اُٹھتی جوانی سے بھی واقف تھی۔ سوچی کہ مبادا کوئی
بدآدمی زبردستی پکڑ لیجائے اور پھر گھر سے نکلنے ندے
تو اور بھی مصیبت پڑے دوسرا خیال یہ تھا کہ جواہرات
اور اشرفیان بیچون کس کے ہاتھ۔ اور اگر بیچون تو لوگ
کہین گے کہ یہ لائی کہان سے۔ کئی گھنٹے تک تدبیرین ہوا
کی مگر عقل نے کام نہ کیا۔ آخر کار اس عورت سے کہا کہ
بہن اس مین تم بھی تو کچھ لو۔ اس قدر جواہرات لیکر ہم کیا
کرینگے۔ ایک لادم کھانے بھر کو اللہ بہت کچھ دیتا جائیگا پھر
ہم جو جواہرات اور اشرفیون سے تم کو محروم کرین تو فائدہ کیا۔
کس دن کے لیے۔ عورت نے کہا مین اس مین سے کچھ
نہ لونگی مین تو اس جنگل مین دنیا سے الگ تھلگ رہتی ہون
اشرفیان میرے کس کام کی یہ تمھارے شوہر کی جائداد ہے
اور اسپر تمھارا حق پہونچتا ہے۔ اگر میرے کام کی ہوتین تو مین
ضرور لیتی بلکہ تم سے مانگتی اور کہتی کہ میرے گاڑھے
وقت کام آؤ۔ اِن باتون سے جوگن کا دل بھر آیا سوچی
کہ ایک مین ہون کہ جوگن ہو گئی تھی اور اب روپیہ دیکھکر
پھسل پڑی۔ دو تین گھنٹے کے بعد اسی عورت کو ہمراہ لیکر
ثریا بیگم اُستانی جی کے ہان گئین اور ساری داستان
کہہ سُنائی اور جواہرات کا ڈبا اُنکے حوالے کر دیا کہ آپ
جانین آپ کا کام۔

روزِ عید اور چہل پہل

نواب گردون مدار مع یاران موافق و احباب صادق
عیدگاہ مین تشریف لیگئے دیکھا کہ ساقنین بناؤ چناؤ کر کے ٹھسے
کے ساتھ بیٹھی ہین تختون پر سفید سفید چاندنیان بچھی ہین۔
سامنے پاندان رکھا ہے۔ برنجی حقے لگے ہوئے ہین داہنے
بائین ایک ایک لگن نیچے آگ روشن۔ چلمین بھرنے کے
لیے دو آدمی حاضر ہین یاران سرپل کا جھرمٹ ہے بالون اور
جھولداریون مین گھس گھس کے دم لگاتے ہین۔ آسمان تک تان
پہونچاتے ہین کسی کی جھولداری مین دائرہ بج رہا ہے کہین
ساقن کے سامنے ننھی ڈھولکی پر گاتی ہے اور چمک دمک کے
تماشائیون کو لبھاتی ہے ساتھی چٹکارہ بجاتے ہین بنفکرے
بھپتیان سُناتے ہین۔ حلوائیون کی دُکان پر دھوم ہے
افیمیون اور چنڈوریون کا ہجوم ہے کھلونے والے بھولے بھالے
کھلونے رکھے دُکان جمائے دونون ہاتھون سے لوٹتے
ہین ننھے ننھے بچے مچل رہے ہین کہ ہم تو مٹی کا بوا لینے
دو پیسے دین گے۔ عیدگاہ کے پھاٹک پر پہونچے تو ہوا دار
اور گاڑی اور فٹن اور گھوڑون کا تانتا لگا ہوا حوض
پر بیٹھے۔ مُنھ ہاتھ دھویا دست پاک سے ہاتھ پوچھا
اتنے مین آواز آئی (الصلوٰۃ الصلوٰۃ) نمازی
جُھک پڑے صفین بندھین پیش نماز آگے کھڑے ہوئے

نواب صاحب بھی ایک صف مین داخل ہوگئے نماز پڑھکر احباب سے بغلگیر ہوئے۔

نواب۔ بھائی نثار علی صاحب ہین۔ آج شب کو ضرور آئیے گا۔

نثار علی۔ بہت خوب جلسہ ولسہ دکھائیے گا۔

نواب۔ ضرور ضرور۔

سبحان علی خان۔ حضرت اب اس شہر مین کوئی اس قابل ہی نہین کہ گانا سُنئے اور دو ایک ہین بھی تو صورت حرام۔

نواب۔ خیر دو گھڑی کا لطف ہی سہی۔ آپ بھی ضرور آئیے گا۔

سبحان علی خان۔ انشاء اللہ۔

نواب۔ انشاء اللہ نہین۔ کہیے ضرور آؤن گا۔

نثار علی۔ اجی ہم لیتے آئینگے۔ انکو اور محلے بھر کو۔

چوبدارون کو نواب صاحب نے حکم دیا کہ پڑی اور جوڑی خرید لو کھلونے والون سے کھلونے لو اور رنگسازون سے کاٹھ کی ننھین اور گڑیون کے پلنگ اور رنگے ہوئے صندوق اور کشتیان لے آؤ۔ خدام با ادب نے کُل سودا خرید کر دوسری بگھی مین رکھدیا اور حضور نواب صاحب روانہ ہوئے چٹکیون مین گھر پہونچے باہر کمرے مین بیٹھے۔ رفقا نے نذر دکھائی اس کے بعد اندر تشریف لے گئے محلدار نے پردہ اُٹھایا۔ خدمتگارون اور چوبدارون نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا۔

بڑی بیگم۔ آگئے۔ کہو عیدگاہ مین کچھ مجمع وجمع تھا۔

نواب۔ جی ہان۔ کچھ تھا تو۔ مگر آگے کا سا بھیڑ بھڑکا کہان ہے۔

بڑی بیگم۔ میلا اچھا تھا۔

نواب۔ جی ہان ساقنون کی دُکانین کثرت سے تھین۔

بڑی۔ نماز کے قبل تو پہونچ گئے ہوگے۔

نواب۔ آدھ گھنٹے کی دیر تھی۔

حسن آرا۔ دولھا بھائی ہماری عیدی لائیے۔

سپہر آرا۔ اماجان نے پانچ پانچ اشرفیان دی ہین۔

نواب صاحب نے جیب مین ہاتھ ڈال کر اشرفیان نکالین اور دو دو اشرفیان دونون چھوٹی سالیون کو دین۔ بیگم صاحب کو آداب عرض کرکے کمرے کی طرف چلے۔ کمرے مین پلنگ پر لیٹے۔ پان کھایا۔ جہان آرا بیگم بھی اُٹھکر گئین اور اُنکے پیچھے پیچھے گیتی آرا۔

گیتی آرا۔ دولھا بھائی ہماری عیدی۔

نواب۔ شام کو دین گے۔

گیتی آرا۔ واہ اچھی ہنسی ہنسی مین عیدی اُڑا دی۔ لائیے۔ لائیے۔

نواب۔ (مُسکرا کر) کہہ تو دیا۔

گیتی آرا۔ اللہ جانتا ہے ہم آپ کا بڑا لحاظ کرتے ہین اور آپ ہمسے ہنستے ہین۔

جہان آرا۔ اے ہان وہ لحاظ کرتی ہے اور تم ہنستے ہو پھر وہ بھی کچھ کہے تو شکایت نکرنا ہمسے۔

نواب۔ تو ہین ہنسا کیا۔

گیتی آرا۔ (مُسکرا کر) اے لو کچھ ہنسے ہی نہین۔

اِتنے مین رکابدار نے محلدار کو پکارا۔

محلدار۔ کہو کیا کام ہی۔

رکابدار۔ یہ ڈالی پہونچا دو۔

دو قابون مین نان خطائی۔ ایک قاب مین جوزی کسی مین نہایت خستہ پڑی ہی۔ سیر بھر نمک مین آٹھ سیر گھی کھپایا ہوا۔ اچاری مین میٹھے کی سرخ سرخ مچھلیان معلوم ہوتا تھا کہ سچ مچ مچھلیان تیر رہی ہین قوام آبدار اور برف سا سفید اچاری پر سرخ اطلس اور کلابتون کی ڈوری بندھی ہوئی ادھر ادھر مقیش کے پھندنے لٹکتے ہوئے۔

بیگم صاحب کے سامنے ڈالی لگائی گئی۔ اس کے بعد رحیم بخش باورچی آیا۔ ایک قاب مین شامی کباب ایک مین پراٹھے بلدار مغلی خستہ کسی مین پسندے کباب کسی مین کوفتے کباب سرخ عمدہ باقرخانی ایک قاب مین ہوائی روٹی ایک مین نان شیرمال۔ کوری کاغذی ہنڈیان شکر قند کی گلتھی۔ برابر کی بالائی دی ہوئی کیوڑا پڑا۔ یہ ڈالی بھی بیگم صاحب کے سامنے پیش ہوئی۔ اسکے بعد خوشلیا کبڑن آئی اُسکی بیٹی سبز دیا بھی اُسکے ساتھ تھی۔ گلبدن کا لہنگا پھڑکتا ہوا گلشن لوٹ کا دوپٹہ اودی گوٹ لہنگے کے سامنے ایک بٹوا لٹک رہا ہی۔ دونون نے آداب عرض پیش کر کے ڈالیان پیش کین ڈالی مین کیلے کے ہرے ہرے بڑے بڑے پتے بچھے ہوئے۔ رنگترے کولے امرود کیلے گنڈیریان۔ چکوترے مہتابی کل فواکہ قرینے کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ مجوبن کسگرن ایک خوان مین کاغذی آبخورے صراحیان۔ تو تہیان۔ جھجھریان مٹی کے کبوتر۔ توتے۔ مور لگا کر لائی اور ڈالی پیش کی۔ بڑی بیگم صاحب نے کہا ممتاز دولھا کے سامنے لے جاؤ۔ کہو جو شے پسند ہو رکھ لین۔

پیشخدمتین اور مغلانیان ادب کے ساتھ لیگئین۔

نواب۔ افوہ یہ سب کاہے کو اُٹھا لائین۔

پیشخدمت۔ حضور حکم دیا ہی۔ بیگم صاحب نے۔

نواب۔ تو اسقدر قابین اور خوان کیون اُٹھا لائین۔ اچھا خیر۔ جوزی اور یہ اچاری سرخ مچھلیون کی اور شامی کباب یہان رکھدو۔ باقی سب اُٹھا لیجاؤ۔

پیشخدمت۔ حضور یہ چکوترے رکھ لیجیے۔

نواب۔ اچھا رکھدو۔

پیشخدمت۔ اسمین سے کچھ نہ پسند فرمایئے گا۔ مجوبن جو لائی ہی۔

نواب۔ اچھا لاؤ صراحیان رکھتی جاؤ۔

پھر اُٹھا کر بیگم صاحب کے پاس لیگئین۔ لڑکیون نے اپنی اپنی پسند کے موافق چیزین چن لین مغلانی کی لڑکی پیاری کو کھلونے دیے۔

بیگم صاحب نے صندوقچہ کھولا۔ اور انعام تقسیم کیا۔ باورچی کو ایک اشرفی رکابدار کو دو اشرفیان۔ مجوبن کو دس روپیہ کبڑن کو دس روپیہ۔

بڑی بیگم۔ (محلدار سے) روتّنے کو حکم دو کہ بیابانی کی ڈومنیون کو تاکید کر آئے کہ پانچ بجے یہان حاضر ہو جائین۔

محلدار۔ بہت خوب۔

محلدار نے روتّنے کو حکم سُنایا۔

روتّا۔ وہان تو کئی گھر ہین۔ بیابانی کے تکیے پر تو کئی ڈومنیان رہتی ہین پوچھ آؤ کس کے ہان جائین۔

محلدار۔ (تنک کر) تو تو ہندی کی چندی نکالتا ہی۔

روتا - واہ بے سمجھے بوجھے کیونکر جاؤن -

محلدار - (بیگم صاحب سے) ای حضور روتا پوچھتا ہی بیابانی کے تکیے پر کس ڈومنی کے پاس جاؤن -

بڑی بیگم - سب گھر ہو آئین -

حُسن آرا - کل تو آدمی کہ آیا تھا -

بڑی بیگم - ہان بس اُسی کو بھیجدو -

سپہر آرا - اماجان سب تو نہ آسکین گی -

حُسن آرا - ہان اور جگہ سے بھی بلاوا آیا ہوگا -

بڑی بیگم - دیکھو ممتاز دولھا سے جا کر کہدو کہ اگر جلسہ دیکھین تو چوبدار کو حکم دے دین - ابھی سے بندوبست ہو جائے -

محلدار - (نواب صاحب سے) حضور بیگم صاحب فرماتی ہین کہ جو جلسہ دیکھیے تو چوبدار کو ابھی سے بھیجدیجیے -

اتنے مین عباسی مہری بھی آئی -

نواب - خدا جانے آجکل یہان کون کون ہی تمھین معلوم ہی - بی عباسی -

عباسی - حضور نجیا ڈومنی کو بلوائیے -

نواب - این! معقول - نجیا ڈومنی کی ایک ہی کہی - بھلا تمھارا سا نقشہ ہی سچ کہنا -

عباسی - (شرما کر) حضور تو دل لگی کرتے ہین -

نواب - (محلدار سے) جاکے کہدو کہ ہم سب بندوبست کیے لیتے ہین -

نواب صاحب نے حکم دیا چوبدار فلان فلان تلنے اور ایک مردانے طائفے کو کچہری دے آئے - اور ہمین اطلاع دے - محلدار نے بیگم صاحب سے جا کر کہا - بیگم صاحب نے کہا تین زنانے طائفے ہون اور ایک مردانہ - صندوقچہ کھول کر چار روپیہ محلدار کو دیے اور کہا چوبدار کو حکم دو کہ فوراً جائے اور کچہری دے آئے - وقت ممتاز دولھا سے دریافت کر لو -

محلدار - حضور طائفے کس وقت تک آجائین -

نواب - یہی کوئی نو بجے تک -

عباسی - تو آٹھ بجے بُلوائیے سازندے آئینگے پہلے نشے جمائینگے - بے چنڈو پیے ہوئے آ چکے - اس موے چنڈو نے شہر کو اور بھی غارت کر دیا -

نواب - تمھارے میان تو نہین پیتے -

عباسی - (تنک کر) اوئی اللہ نہ کرے -

محلدار نے چوبدار کو چار روپیہ دیے اور حکم سُنایا کہا ابھی ابھی جاؤ اور جلد آؤ - تاکید کر دی ہی -

چوبدار - ابھی لو -

چوبدار روانہ ہوا - ادھر بیگم صاحب نے محلدار کو حکم دیا کہ ممتاز دولھا سے پوچھو آپ کے یارون دوستون کے واسطے کیا پکے فوراً داروغہ کو حکم دو کہ باہر ہی پکوائین - محلدار نے دریافت کیا تو نواب صاحب نے یہ فرمائش کی - پلاؤ - شیرمال - باقرخانی - تلی ہوئی ارویان تلے ہوئے آلو - قورمہ دو قسم کے کباب - فرنی - زردہ بس یہی سب پکوا دو کوئی چالیس آدمی ہون گے - محلدار نے داروغہ صاحب سے کہا کہ بیگم صاحب نے حکم دیا ہی - آٹھ بجے کھانا تیار ملے داروغہ نے کہا یہ کون بڑی بات ہی -

نواب - ہان خوب یاد آیا - عباسی -

مغلانی - آئی حضور -

نواب - ذرا مہری کو بھیجدینا۔
حُسن آرا - (سپہر آرا کے کان میں) مہری کو دولھا بھائی بیطور گھڑی گھڑی بلاتے ہیں۔
سپہر آرا - (مُسکرا کر) ہان۔
عباسی مہری چمکتی ہوئی چلین۔
نواب - داروغہ سے جاکر کہدو کہ شام کو برف کی قفلیان بھی تیار رہین۔
عباسی - بہت خوب۔
اتنے مین حُسن آرا کی خالہ زاد بہنین آئین۔ پردہ کرایا گیا فنسون پر سے اُترین۔ سب بہنون سے بغلگیر ہوئین۔
نظیر بیگم - جہان آرا کب آئین۔
حُسن آرا - کل کہلا نہین بھیجا تھا۔
نظیر بیگم - ہم سے تو مہری نے نہین کہا۔
سپہر آرا - عباسی تمنے انکے یہان جاکے یہ نہین کہا کہ جہان آرا بیگم اور گیتی آرا بیگم آئی ہین - واہ واوہ۔ پوری بات تو سُن لیا کرو۔
زیب النسا - اور ہمنے پوچھا بھی - مگر یہ امّان جان سے باتین کرتی رہین۔ اِنھون نے سُنا نہین۔ کیا ممتاز دولھا بھی آئے ہین۔
جہان آرا - ہان۔
زیب النسا - دیکھو تو سہی آج ہم کیسا آڑے ہاتھون لیتے ہین - اللہ جانتا ہی ہمکو بڑا ریخ ہی۔
نظیر بیگم - (جہان آرا کے کان مین) آج تو بڑا جوبن ہی بہن اور کیون نہو ممتاز دولھا بھی تو یہین ہین۔
جہان آرا - (مُسکرا کر) آپ سے کم ہی کم۔

اسکے بعد اور سواریان آئین اور تھوڑی ہی دیر مین غنچہ کھلا ہوا نظر آنے لگا۔
نواب صاحب نے خبر پائی کہ نظیر بیگم اور زیب النسا بیگم آئی ہین۔ محلدار سے کہا کہ زیب النسا بیگم سے ہمارا سلام کہدو جاکے۔
محلدار - (زیب النسا سے) نواب صاحب نے کہا ہمارا سلام کہدو۔
زیب النسا - کہو آپ اپنا سلام رہنے دین۔
محلدار نے جاکر کہا حضور وہ کہتی ہین کہ آپ اپنا سلام رہنے دین۔ نواب صاحب ہنسے۔ کہا جاکر پوچھ آؤ کہ آپ خفا کیون ہین۔ یہ کونسی انسانیت ہی کہ ہم آداب عرض کرتے ہین اور آپ کہتی ہین کہ اپنا سلام رہنے دو۔ محلدار نے نواب صاحب کا پیغام کہا۔ تو نظیر بیگم اور گیتی کھلکھلا کر ہنس پڑین۔
زیب النسا - کہیے۔ اچھا ہم انسان نہین حیوان ہی سہی مگر حیوان اور انسان فعلون سے پہچانا جاتا ہی۔ ہم آپ سے بولتے ہی نہین۔ آپ کیون ہمین چھیڑتے ہین۔
محلدار نے کہا مجھے اچھی سزا ملی۔ ادھر آؤن پھر ادھر جاؤن۔ جاکر کہا۔ خداوند وہ خفا ہوتی ہین کہتی ہین ہم آپ سے نہین بولتے ہین - آپ کیون بار بار چھیڑ خانی کرتے ہین۔
نواب - (مُسکرا کر) نظیر بیگم سے کہو کہ دیکھیے آپ کی بہن سلام کا جواب تک نہین دیتین۔
محلدار نے نظیر بیگم سے کہا۔
نظیر بیگم - کہو آپ جانین وہ جانین ہمسے کیا واسطہ۔
محلدار - حضور وہ کہتی ہین وہ جانین آپ جانین۔

نواب ۔ زیب النسا بیگم سے کہو آپ کے میان آجکل کہان ہین۔

محلدار نے یہ فقرہ کہا تو زیب النسا اور بھی بکھی ہوئین کہا جاکے کہدو یہ سب کانٹے تمھارے ہی بوئے ہوئے ہین مین خوب جانتی ہون بس اب بہت بڑھ بڑھ کر باتین نہ بنائین میری زبان نہ کھلوائین ۔

اِن فقرون پر نواب صاحب بہت ہنسے مگر حُسن آرا اور سپہر آرا اور گیتی آرا دنگ تھین کہ اِن دونون مین کیون تیغ چلی ۔

اب سُنیے کہ زیب النسا بیگم کے شوہر اور ممتاز علیخان بہادر مین رشتہ کے علاوہ دلی دوستی تھی ۔ اُنھون نے ایک دن کہا ہم چاہتے ہین کہ ایک شادی اور کرین مگر بیوی حسین اور تربیت یافتہ ہو ۔ نواب صاحب نے کہا بہتر ہے ۔ تین چار دن کے بعد رقعہ لکھا کہ ایک رئیس سے جنکی صاحبزادی تربیت یافتہ اور خوبرو و خوش ادا ہین ہمنے آپ کی نسبت کا ذکر کیا ہی ۔ دیکھین خوش قسمت ہو یا بدنصیب ایسی جمیلہ بڑے خوش قسمتون کو ملتی ہین ۔ زیب النسا کے چھوٹے دیور نے یہ خط اتفاق سے پڑا پایا اور بھاوج کو حرف بحرف سُنا دیا ۔ سو تیا ڈاہ ۔ سنتے ہی آگ ہوگئین ۔ خط پھر پڑھوایا ۔

دیور ۔ اپنے بہنوئی کی باتین دیکھین آپ نے ۔

زیب النسا ۔ مین تو سر سے پانوٗن تک پھنک رہی ہون اس وقت ۔

دیور ۔ مگر بھائی صاحب سے ہمارا نام نہ لے دیجیے گا ۔

زیب النسا ۔ اوہ کچھ ٹھکانا ہی ۔ یہ اندر ہی اندر ہنڈیا پک رہی ہی حسین اور پڑھی لکھی ڈھونڈھی جاتی ہی ایڑی چوٹی پر قربان کردون ۔

اب سالی اور بہنوئی کا جھگڑا ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہوگا ۔

امشب این محفل رنگین زخنابندان ست
نتوان گفت بہشت ست کہ صد چندان ست

اللہ اللہ آج تو بڑی بیگم صاحب کے یہان واقعی غنچہ ہی کھلا ہی جو ہی رنگین ادا اور ماہ سیما ہی ۔ ہمجولیان ملکے باہم عید سعید کی خوشی مناتی ہین ۔ چہل اور دل لگیان ہوتی جاتی ہین جو ہی نوعمر و نوخیز ۔ حاضر جواب و تیز ۔ زبان دراز و طناز ۔

ادھر نواب نامدار کے رفقا سلیقہ شعار نے کمرون کو دُلھن کی طرح سجا تھا ۔ اور کمرے کے سامنے ایک شامیانۂ عیش کا شانہ نصب کیا تھا ۔

چھ بجے بیابانی کی پری چہرہ اور شیرین حرکات ڈومنیان ڈولیون سے اُترنے لگین ۔ اندر جاکر بہ ادب آداب بجالائین اور قرینے اور تمیز کے ساتھ فرش پر تمکن ہوئین سات بجے سے ڈومنیون نے گانا شروع کیا اور وہ رنگ جماکہ تڑکے تک دھما چوکڑی مچی رہی ۔ ع

مبارک شب قدر سے بھی وہ شب تھی
سحر تک مہ و مشتری کا قران تھا
وہ شب تھی کہ تھی روشنی جسمین دُن کی
زمین پر سے اک نور تا آسمان تھا
عروسی کی شب کی حلاوت تھی حاصل
فرحناک تھی روح دل شادمان تھا
مشاہد جمال پری کی تھین آنکھین
مکان وصل کا اک طلسمی مکان تھا

یون تو سب ڈومنیان بلا کی شوخ و طرار پریرو اور گلعذار تھین مگر مُنی ڈومنی پر جو سب سے کمسن تھی ستم کا جوبن تھا ۔ اُسکے بناوٗ چناوٗ پر سب کی نظر پڑتی تھی ۔ کسی مشاطۂ چالاکدست نے گیسو ایسے سنوارے تھے کہ غضب ڈھایا تھا ۔ اسکی نوک جھونک اور بھولی تقریر نے حُسن آرا اور اُنکی ہمجولیون پر بڑا اثر کیا ۔

گانا جو شروع کیا تو فرمائشین ہونے لگین - وہ فرمائشی سے جھوم جھوم کر گاتی تھین اور محفل بھر کو لبھاتی تھین -

زیب النسا - کیون بہن مُنی کی شادی ہوئی یا نہین

حُسن آرا - اچھا بوجھو -

نظیر بیگم - اوئی کیا کچھ چیستان ہی -

حُسن آرا - اچھا تمھاری سمجھ مین کیا آتا ہی بیاہی ہی کہ بن بیاہی -

نظیر بیگم - چتونون سے تو کنوارپن پایا جاتا ہی -

زیب النسا - ہان بیشک ابھی شادی نہین ہوئی ہی -

سپہر آرا - اے باجی جان - کیا سچ مچ ڈومنیون کی شادی ہوا کرتی ہی -

اس فقرے پر حسن آرا اور زیب النسا کو ہنسی آئی تو سپہر آرا نے کہا بھلا اسمین ہنسی کی کونسی بات ہی جو آپ ہنس دین ایک شی نہین معلوم ہی ہمکو تو پوچھ نہ لین -

آٹھ بجے کے وقت سے ارباب نشاط کی آمد آمد شروع ہوئی نو بجے تک سب آ گئے اور کوئی آدھ گھنٹے مین ناچ شروع ہوا - ہر سمت صداے تحسین بلند تھی واقف کار آدمی علم موسیقی کے جاننے والے گردن ہلاتے تھے داد دیتے جاتے تھے ادھر اُدھر ارباب نشاط کا جمگھٹا جسے دیکھو صندلی رنگ شوخ و شنگ بیباک چست و چالاک -

بارہ بجے کے وقت نواب صاحب نے کہا حضرات ہم تو ذرا جا کر سوئینگے آپ سب صاحب ناچ دیکھیے -

ظریف - چہ خوش چرا نباشد - ع

	طاقت مہمان نہ داشت خانہ بمہان گذاشت

نواب - جی نہین ایک سبب ہی -

ظریف - بس ایک ہی سبب ہی فرمائیے کیا سبب ہی -

نواب - دردسر - واللہ سر پھٹا پڑتا ہی -

ظریف - جی ہان کیون نہین - ؎

	صندلی رنگون سے مانا دل ملا دردسر کی کس کے ماتھے جائیگی	

احباب نے اصرار کیا کہ آپ اندر نہ جایئے - دردسر ہی تو یہان ہی پلنگ پر آرام فرمائیے - مگر نواب صاحب نے خوشامد کی کہ جانے دیجیے طبیعت کسیقدر بے لطف ہی یہان نیند نہ آئیگی یہکر حسب اجازت احباب زنان خانے مین تشریف لے گئے - وہان ڈومنیان گاتی تھین - اور ہمجولیان فرط طرب سے قہقہے لگاتی تھین - یہ چپکے سے اپنے کمرے مین تشریف لیگئے پیشخدمت سے کہا حقہ بھر لاؤ - وہ حقہ بھر لیگئی - تو بڑی بیگم صاحب نے دریافت کیا کہ حقہ کون مانگتا ہی - عرض کیا حضور نواب صاحب تشریف لائے ہین -

بڑی بیگم - کیون یہان کیون حقہ بھروا نے بھیجا طبیعت تو اچھی ہی - ذری جا کے پوچھ آؤ -

خواص - (نواب صاحب سے) حضور بیگم صاحب پوچھتی ہین - کہ مزاج تو اچھا ہی -

نواب - ہان ہان فضل الٰہی ہی کہد و دن کو سونے کا عادی ہون آج لیٹا تک نہین - مین نے کہا ذرا کمر سیدھی کر لون گھبرایئے نہین مین اچھا ہون -

خواص نے جا کر عرض کیا کہ دن کو سوئے نہین تھے اس سے چلے آئے طبیعت اللہ کے فضل سے اچھی ہی -

نظیر بیگم - (جہان آرا کے کان مین) ہم سمجھ گئے -

گیتی آرا - (آہستہ سے) آپ کی سمجھ کے قربان -

حُسن آرا۔ جہان آرا بہن شرماتی کیون ہو۔
جہان آرا۔ اخاہ تکو بھی ہمارے لیے زبان آئی۔
سپہر آرا۔ اے بہن دولہا بھائی جلسہ چھوڑ کے کیون چلے آئے۔
حُسن آرا۔ (مُسکرا کر) انکو کیا معلوم یہ دولہا بھائی جانین۔
جہان آرا۔ چھوٹی ہو۔ اب کیا کہون۔
اتنے مین بڑی بیگم صاحب نے کہا۔ جہان آرا جاؤ دو گھڑی تم بھی سو رہو تم بھی آج دن بھر نہین سوئین کہین خدانخواستہ طبیعت مین ہرج نہو جائے بہنون نے مُسکرانا شروع کیا جہان آرا بیٹھی رہین تو بڑی بیگم نے پھر کہا لے جاکے لیٹ رہو دم بھر چلو اُٹھو۔ ہائین! جہان آرا اُٹھین تو ہمجولیون نے آنکھ سے اشارہ بازی شروع کی
ایک۔ اے ذری بیٹھو بہن جلدی کیا ہی جانا۔
دوسری۔ اونھ اونھ۔ اللہ ری شتابی۔ اُف ری عجلت جائیے جائیے۔
تیسری۔ اس بیتابی کو تو دیکھیے۔ اللہ اللہ۔
چوتھی۔ اے تو ہتے پر نہ ٹوکو بہن۔ کس شوق سے جاتی تھین بچاری۔
جہان آرا پھر کچھ جھیپ کر بیٹھ گئین تو سب بہنین مُسکرانے لگین اور عباسی بھی ایک ادائے دلربا کے ساتھ زیر لب مُسکرائین یہ اور بھی شرمائین۔
بڑی بیگم۔ اے جانے دو۔ کیون دق کرتی ہو سب کی سب ملکر۔
زیب النسا۔ ہم کیا کچھ روکتے ہین خالہ جان۔

نظیر بیگم۔ لے جاؤ نہ۔ ہمارے ہی کہنے سے تو بیٹھ گئی ہین نہ اونھ اونھ۔
حُسن آرا۔ جائیے جائیے۔ دیکھیے امّان جان کا حکم ہے۔
بڑی بیگم۔ جاؤ بیٹی ایک دم کے لیے لیٹ رہو۔ دن بھر کی تھکی ہو۔
زیب النسا۔ (مُسکرا کر آہستہ سے) اوہ بہت تھک گئی ہین۔
جہان آرا جھیپ کر پائینچے اُٹھائی ناز و ادا سے قدم رکھتی چلین کمرے مین پہونچین۔ تو نواب صاحب نے کہا اخاہ بہت جلد آئین آپ۔ دروازہ تاکتے تاکتے آنکھین تھک گئین بارے اتنی دیر کے بعد کہین چھم چھم کی آواز کان مین آئی۔
جہان آرا۔ (تنک کر) لے آج تم کہان گھر مین گھسے آن بیٹھے آج باہر کی سیر ہی یا یہان کی ہم گانا سُن رہے تھے کہ آپ داخل ہوے۔ یہ سوجھی کیا۔ خالہ جان نے بار بار کہا جاؤ جاؤ تو اُٹھنا پڑا ورنہ اللہ جانتا ہی ہم تو ہرگز نہ اُٹھتے۔ ہمجولیان اشارے کرنے لگین۔ تمھارے سبب آج ہمین جھیپنا پڑا۔
نواب۔ چلو خیر عید کے دن سب معاف ہی۔
پردے پڑ گئے خواص باہر چلی آئی۔
اِدھر ڈومنیان کسی کا آنچل پکڑتی ہین کسی کا دوپٹہ نہین چھوڑتین۔ روپیہ دو روپیہ اٹھنی چونّی جس نے دیا لے لیا اور پھر ستانا شروع کیا۔
چار بجے جہان آرا کی آنکھ کھُلی چپکے سے اُٹھین اور دُلائی اوڑھ کر دبے پانون جانے ہی کو تھین کہ نواب صاحب بھی جاگ اُٹھے۔
نواب۔ کہان جاتی ہو سردی ہین۔
جہان۔ اے واہ چہ خوش۔ اے لو۔ اور سُنو

سردی کی اچھی کہی۔

نواب۔ ٹھہرو ٹھہرو۔ مُنھ دھوؤ۔ پان کھاؤ۔ جانا جلدی کیا ہے۔

جہان آرا۔ اے واہ۔

(اے واہ) کہکر جانے ہی کو تھین کہ نواب صاحب نے کلائی پکڑلی۔ تو جہان آرا بیگم نے دلربائی کے ساتھ جھٹک کر کہا چلو۔ چھوڑ دو بس ہمین یہ ہنسی نہین بھاتی وہان سب ہمین ہنسینگی تمنے تو بےحیائی کا جامہ پہن لیا یار دوست ہنسینگے ہمسین تمھین پرواہ کیا ہے اسکی۔ اُٹھو باہر جاؤ۔

نواب صاحب آنکھ ملتے ہوئے اُٹھے۔ اوہو ابھی تو تین بھی نہین بجے جہان آرا تو چار کا گجر اپنے کانون سُن چکی تھین کہا کچھ تمکو خبر بھی ہے آؤ کچھ کچھ بدتے ہو۔ تین بج گئے۔

نواب صاحب نے کہا آؤ بدتے ہین۔

جہان آرا۔ کیا کیا بدتے ہو۔

نواب۔ ایک اشرفی لاؤ ہاتھ پر ہاتھ مارو۔

جہان آرا۔ ہم لے لینگے۔ اللہ جانتا ہے۔ تم بدبد کے مکرتے ہو ہم نہین بدتے۔

نواب نکل گئین ہ۔ ہم نہین جانتے۔ ہم ایک اشرفی لین گے۔

جہان آرا۔ اور جو ہار گئے تم۔

نواب۔ تو ایک اشرفی دینگے۔ قرآن کی قسم۔

جہان آرا نے کہا دیکھو شرعی قسم کھائی ہے یاد رکھنا عباسی کَے بجے ہو گئے۔ عباسی نے کہا حضور اب پانچ بجین گے چار بج گئے دیر ہوئی۔

جہان آرا۔ لائیے اشرفی۔ اشرفی ہوئی۔

نواب صاحب نے کہا۔ ارے پانچ کا عمل ہے۔

لاحول ولاقوۃ۔

نواب صاحب باہر تشریف لے گئے تو یارون نے بنانا شروع کیا۔ اب تو درد سر نہین ہے حضرت۔ فرمائیے یقین ہے اب سر کا درد جاتا رہا ہوگا۔

ادھر جہان آرا جو کمرے مین پہونچین تو اُنکی بہنون نے اُنکو ہنسنا شروع کیا۔

زیب النسا۔ آپ تشریف لائین۔

حسن آرا۔ باجی جان بندگی (مسکرا کر) لے ہم تو ادب سے بندگی کرتے ہین۔ اور آپ بکھی ہو کر گھورتی ہین۔ واہ بہن واہ۔

نظیر بیگم۔ ابتو آنکھین نہین جھکی پڑتین۔

جہان آرا۔ تو تم کو شاید سورہنے مین جھینپ ہوتی ہے (جھینپ کر) چھیڑ خانی سے باز نہین آتین۔

ڈومنیون نے جہان آرا بیگم کا آنچل پکڑا۔ اور کہا لائیے۔ جہان آرا نے دو روپیہ دیے۔

ڈومنی۔ اے واہ سبحان اللہ۔ آپ سے اور دو روپیہ لین۔

جہان آرا۔ (دو اور ملا کر) اچھا لو۔

ڈومنی۔ خیر اسوقت تو لیے لیتی ہین۔ مگر پھر دینا ہوگا۔ آپکو آپ تو جا کر سو رہین۔ اور یہان مین نے ان سب سے دس دس دفعہ بدل لی۔ آپ اب آئی ہین۔ مگر بے لیے ہم نہ مانین گے۔

جہان آرا۔ (مسکرا کر) اچھا یہ تو لو۔

ڈومنی۔ خیر جو حکم۔ مگر اسکی سند نہین۔

جہان آرا۔ اُنھوں نے دس دفعہ بیل دی تو کیا کمال کیا
گانا بھی تو سنا ہے کچھ گانا سنا تھا۔
ڈومنی۔ (مسکرا کر) اے حضور آپ نہ سُنیں تو ہم کیا کریں۔ ہم تو
آپ ہی سب کا دیا کھاتے ہیں۔ اللہ کرے نواب صاحب
تا دورِ قیامت زندہ رہیں آپ کوکھ مانگ سے ٹھنڈی رہیں۔
حسن آرا۔ سلے اب سویرا ہوا جاتا ہے۔ ایک آدھ چیز اور کہو۔
ڈومنی۔ بہت خوب جو حکم ہو۔
سپہر آرا۔ ساس بہو کی لڑائی کی نقل کرو۔
زیب النسا۔ اس وقت بہار النسا بہن نہ ہوئیں۔ کیا کہیے۔
ایک بوڑھی ڈومنی ساس اور بی منی بہو بنیں کیفیت
قابل دید تھی۔ بوڑھی زمانہ دیکھے ہوئے۔ خرانٹ پوپلے
منھ سے نئے نئے محاورے ادا کرتی تھی اور منی اُنگلیاں مٹکا
مٹکا کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر جواب ترکی بہ ترکی دیتی تھی۔ بڑی بیگم
تک ہنس پڑتی تھیں۔ بس نقل کی انتہا یہ تعریف یہ ہے
کہ بڑی بیگم کو ہنستے کسی نے کم دیکھا ہو گا۔ حسن آرا اور سپہر آرا
اور اُنکی خالہ زاد بہنوں اور پھوپیوں کی یہ کیفیت تھی کہ مارے
ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔
نظیر بیگم۔ منی ہے اور اسی ساس سے خوب بنے گی۔
حسن آرا۔ لڑنے بھڑنے کی تو اسی بہن سے تعلیم پا چکی ہیں۔
زیب النسا۔ کیسی کچھ ناک میں دم آجائے گا اُن کی
ساس کا۔
صبح کو جلسہ برخاست ہوا۔
ادھر نواب صاحب محفل میں گئے تو کہروے کی فرمائش
کی تین پریوں نے بصد شان دلربائی کہروا ناچنا شروع
کیا۔ دو کی زلف پریشان ستم ڈھاتی تھی اور ایک
کہروا ناچتے ناچتے شرما جاتی تھی۔
نواب۔ ایں! واہ یہ کیا بات آدھے چکر کی سند نہیں
پورا ہو۔
سازندہ۔ حضور لجاتی ہیں۔
نواب۔ واہ وا۔
ظریف۔ تم طریقہ بتا دو بڑے میاں۔
سازندہ۔ (دانت کھول کر) خداوند یہ ہم کو سکھائیں گی
یا ہم اِنکو۔
ظریف۔ اب یہ ناچا ہی کریں گی۔ یا منھ سے بھی کچھ کہیں گی
سر سے تو کھیل چکیں اب منھ سے بھی بولیں۔
گوری دھیرے چلو گگری چھلک نا جاے۔ کی آواز
دلربا بلند ہوئی۔ محفل عشرت کی رونق دہ چند ہوئی۔
سویرے جلسہ برخاست۔ دو ایک صاحبوں نے کہا
حضرت ہم بھیروں سُنے بغیر نہ جائیں گے۔ مگر سب رات کے
تھکے تھے ڈھیر ہو گئے۔
نواب صاحب حمام کر کے اندر تشریف لے گئے۔
نظیر بیگم سے نوک جھونک ہونے لگی۔

فوجِ ظفر موج

میاں آزاد ہرمزجی بھائی کی کوٹھی سے رخصت ہو کر اپنے
رجمنٹ میں شریک ہونے گئے تھے کہ تھوڑی دیر میں گھڑگھڑاہٹ کی
آواز آئی خوجی نے (چونک کر) کہا یہ کیا ہے یہ آواز کیسی آئی
اوہ کس قدر گھڑگھڑاہٹ ہے کہ خدا کی پناہ۔ اخاہ۔ اب ہم
اسکی لِم سمجھ گئے۔ زلزلہ آنے والا ہے۔ ہرمزجی زلزلہ کے معنے
نہیں سمجھے مگر خوجی کو شک کے عوض یقین کامل تھا کہ ضرور

زلزلہ آنے والا ہے ایک مرتبہ میان آزاد سے سُن چکے تھے کہ جب زلزلہ آتا ہے تو اکثر مقامات پر قبل زلزلہ زمین کے اندر سے ایک قسم کی آواز آنے لگتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص زمین کے اندر بندوقین داغ رہا ہے ۔یا چاندماری ہوتی ہے۔

اتنے مین ہرمزجی کے آدمی نے کہا حضور فوج جاتی ہے۔ ہرمزجی اور میڈا اور میان خواجہ بدیع صاحب کوٹھے پر گئے دیکھا فوج سامنے آرہی ہے پہلے توپخانہ دیکھا جسکی گھڑگھڑاہٹ تھی ۔اسکے بعد پایہ بہ پایہ قرینہ بہ قرینہ فوج آتی رہی دیکھتے دیکھتے مس میڈا کی نظر میان آزاد پر پڑی۔ بائین ہاتھ سے گھوڑے کی باگ اُٹھائے عظمت وصولت کے ساتھ بیٹھے ران پٹری جمائے یہ جادہ جا ۔خوجی کی سُنیے کوٹھے پر سے پکارتے ہین ۔میان آزاد ۔میان آزاد ہوت ۔ارے میان ادھر ادھر۔

ہُرمز۔ ہائین ہائین! خاموش رہو جی ۔بھلا یہ کوئی موقع ہے کسی کے پکارنے کا۔

خوجی ۔ واہ خدا جانے کیا گالیان دے رہے ہین سُنتا اور سمجھتا کون ہے۔

ہُرمزجی نے ایک اُردو دان کو بلوایا اور کہا انکو سمجھا دو کہ جب فوج جاتی ہو تو اس طرح بیدھڑک پکارا کرین اسوقت غل مچا کر میان آزاد میان آزاد پکارا کیے عجب وحشی ہے۔ اور ہم سمجھاتے ہین تو جواب ہی نہین دیتے اُردو دان ہندی آدمی تھے ۔خانساماں خوجی سے کہتے ہوئے کسی قدر ڈرے کیونکہ انکے مزاج سے سب واقف تھے ۔ہُرمزجی نے بہ اصرار کہا کہ جو ہم کہتے ہین وہ انکو سمجھا دو مگر ذرا ملائم الفاظ مین انکو بات کی تاب نہین ہے۔

خانساماں ۔حضور کہتے ہین کہ فوج کا واسطہ بڈھب ہے اب کبھی اس طور پر نہ پکاریے گا۔ آپ نے شاید یہین سے آزاد آزاد کہکر پکارا تھا۔

خوجی۔ واہ ہے ۔عجب ڈرپوک آدمی ہین ۔کیا کوئی گولی مارتا یا توپ کھینچ مارتا ہم بھی تو پلٹنون مین رہ چکے ہین جانی رسالداریان کین ۔کمیدانیان کین ۔سپاہی پر سپاہی کا ہاتھ ہرگز نہ اُٹھے گا۔

خانساماں نے ہُرمزجی کو سمجھا دیا۔

ہُرمز۔ پوچھو تمہارے غل مچانے سے وہ چلے آئے ؟ بس اتنا پوچھ لو تم جو چلائے وحشت مین آکر تو اس سے تمہین یہ اُمید تھی کہ وہ چلے ہی آئینگے۔

خوجی ۔(خانساماں سے) پوچھو یہ جھگڑا کیا ہے ۔آپ کو ان باتون سے کیا مطلب ہے ۔میان آزاد نے اس طرف دیکھا تھا ۔ہماری اُنکی چار آنکھین بھی ہوئین۔

ہُرمز۔ (میڈا سے) کیا میان آزاد نے اس طرف نظر کی تھی ہمنے نہین دیکھا۔

میڈا۔ وہ اسوقت رو مین چلے جاتے تھے انکو تو شاید یہ بھی نہ معلوم ہوا ہوگا کہ مسٹر ہُرمزجی کی کوٹھی ہے یا کوئی اور مقام ہے

اب سُنیے جسوقت شہر سے فوج ظفر موج جنگی سامان اور آن بان کے ساتھ معرکہ رستخیز کے لیے چلی ۔تو تمام شہر مین دھوم مچ گئی کہ لشکر فیروزی اثر مورچے پر جاتا ہے گو افسران فوجی اور ترکی سپاہی سب خوبرو اور سب کڑیل جوان تھے مگر رسالت کے نہنگ بحرآشام مشہور خاص و عام حمیت اسلام کے عاشق دل دادہ میان آزاد آزادہ پر اور ہی عالم تھا

گلگون بادرفتار و آہو شکار زمین پر قدم نہین رکھتا تھا میان آزاد کے چہرے سے شان سپہ سالاری عیان تھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شہزادہ بلند ارادہ یا کوئی جنرل جلیل القدر ہے۔ ؎

بالاے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

ازسرتا پا زرق و برق بحر نور مین غرق۔ خلق خدا دعائین دیتی تھی۔ جرأت بلائین لیتی تھی۔ گھوڑے کا ناز معشوقانہ لطف دکھاتا تھا۔ تیزی اور شوخی سے اٹکھیلیان کرتا جاتا تھا۔ زن و مرد پیران کہن سال اور جوان نوعمر عوام اور عمائد اور رؤسائے شہر اور خواتین بلقیس مرتبت مکانون اور دکانون اور کوٹھیون اور چھتون اور بازارون مین بصد جوش و خروش اظہار مسرت کرتے تھے۔ کسی نے لشکر فیروزی اثر کو دیکھکر رومال ہلایا۔ کسی نے مرحبا مرحبا کا شور مچایا۔ کسی نے دعا مانگی کہ بارخدایا ان ملک کے خیر خواہون کو شاد و بامراد رکھ۔ سرخرو واپس آئین۔ خوشی کے ڈنکے بجائین غنیم شکست فاش پائے۔ ترکی رنگ رلیان منائین سلطنت عثمانیہ کی سطوت و عظمت کا علم بلند ہو۔ اقبال و جلال کی ترقی [illegible]چند ہو۔ ترک دوست مسجدون مین گھی کے چراغ جلائین حساد بدنہاد نیچا دیکھین۔ اعدا منھ کی کھائین کوئی جوشناک اللہ کا نعرہ بلند کرتا تھا کوئی سپاہیون کی نمک حلالی کا دم بھرتا تھا لڑکے تالیان بجاتے تھے۔ بوڑھے دل ہی دل مین دعائے خیر دیتے جاتے تھے۔ شہر مین اس درجہ جوش تھا کہ ہر فرد بشر نشۂ بادۂ حمیت سے مدہوش تھا۔

میان آزاد زبان حال و قال سے یہی کہتے تھے کہ۔ ؎

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

ترکون کی فوج دیکھنے کے قابل ہوتی ہے جو سپاہی ہے خوبروئی کی جان۔ جو افسر ہے بسالت کی کان۔ جوان طناز کشیدہ قامت خوش انداز خوبرو۔ خوشخو۔ بہار طبع رنگین مزاج بڑے کس بل کے لوگ ہین اور چھوٹ جیالے۔ میدان کارزار مین پہونچے اور شیر ژیان بنگئے اور ملک کے نام پر جان دیتے ہین۔ چاہے دو دن تک کھانا نہ ملے مگر غنیم کو پشت نہ دکھائینگے قتل کرینگے اور مرجائینگے۔ لون کی شدت آفتاب کی حدت سردی کی کثرت ایک کو نہ مانین چاہے برف گرے چاہے کہرا پڑے یا ہوا سے جگر تک ٹھٹھر جائے مگر ترک سپاہی کا قدم پیچھے نہ ہٹے گا۔ اس مین ہر چہ بادا باد۔ اور یون تو شکست کھانے سے کوئی قوم روئے زمین پر نہین بچی ہے یہ دنیا کے کارخانے ہین جس مین انسان کو دخل نہین۔ ؎

شکست و فتح نصیبون سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

ترکون کے حسن گلوسوز کا ادنی ثبوت ہے کہ جن ترکون کو قید کر کے روسی لیگئے تھے جب انکو رہا کیا اور وہ ترکی کیطرف واپس آنے لگے تو روسی لیڈیون نے رونا شروع کیا اور مچل گئین کہ انکے ساتھ ہم جائینگے۔ اکثر لیڈیون کو بڑی قوت سے روسیون نے باز رکھا۔ ورنہ ان خوش رو جوانون سے وہ اس درجہ ملتفت ہوگئی تھین کہ گھر سے نکلی جاتی تھین۔ سچ ہے۔ ؎

سعدیا روز ازل حسن بہ ترکان دادند

یہ پیشتر کی ایک جنگ کا حال ہے۔

روسی اُسوقت بہت ہی جھینپے جب ریل کے اسٹیشن پر نشتر آسّی جوان اور نوخیز لیڈیاں بکھر نکھر کر ڈٹ گئیں اور کہا کہ اِن ترکون کے ساتھ ہمیں بھی جانے دو۔ ہمارا اُنکی دلاور دل پرآیا۔ بعض بعض ڈاڑھیں مار مار کر روئیں اور اکثر آبدیدہ ہوگئیں اِن ترکون کے دل کی اس وقت عجب کیفیت ہوگئی۔ اِنکے جمال مبین کا ادنیٰ ثبوت یہ تھا۔

جسوقت فوج شہر سے باہر جاتی تھی ایک میلا سا جاتا تھا کوٹھے پٹے پڑتے تھے تماشائی زمین کے ایک ایک چپّے کے لیے لڑتے تھے۔ ایک نوجوان خاتون ترکی لیڈی جھروکے سے فوج پر نظر ڈال رہی تھی کہ اپنے پیارے اور مہ جبین شوہر کو شہر کے باہر جانے سے قبل آنکھ بھر کر دیکھ لے اور بصد حسرت دل میں سوچتی تھی کہ خدا جانے یہ آخری دیدار ہی یا پھر بھی اپنے جری شوہر سے ملونگی۔ مگر افسوس کہ اسکی آرزو پوری نہوئی اور اُسکے شوہر کا گھوڑا اسکو نظر نہ آیا۔ ایک بوڑھا سوا سو برس کا آدمی عصا کے سہارے سے کھڑا دیکھتا ہی کہ اسکا نور بصر لخت جگر پیش نظر آئے تو اسکی آنکھ نور موفور پا لے۔ یہ لڑکا اپنے باپ سے لڑ کر گیا تھا۔ بوڑھے کی یہی ایک اولاد اور ساری خدائی مین یہی ایک عزیز تھا اس نے باپ سے آنکر جو گفتگو کی تھی اس سے ترکی سپاہیون کی جرأت اور جان نثاری صاف ظاہر ہی جبکہ
بیٹا۔ ابّا۔ اب ہمیں رخصت کرو۔ ہم فوج کے ساتھ ضرور جائینگے
بوڑھا۔ جان بابا۔ ع

اک ذرا ہوش سنبھالو ابھی دنیا دیکھو

جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش میدان جنگ مین بڑے بڑے بہادرون کے چھکّے چھوٹ جاتے ہین۔

بیٹا۔ ابّا جان چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔ مین نہ مانون گا۔

بوڑھا۔ بیٹا ناکردہ کار ہو جاکے کیا بناؤ گے۔

بیٹا۔ ابّا ہم زخمیون کو پانی پلائین گے۔

بوڑھا۔ بیٹا اِس خیال سے درگذرو۔ یہان ہم اکیلے مر جائینگے تمھارے بغیر۔

بیٹا۔ (زار زار رو کر) ابّا جان تم مر جاؤ تو خیر۔ مگر زخمیونکی خبرگیری مقدم ہی۔ میرا قصور اسوقت معاف کرنا۔ ایک تمھاری جان جانیسے اگر سو کا بھلا ہو تو ابّا تم اپنی جان کا خیال نہ کرو۔ باپ نے بیٹے کو گلے لگایا اور بروایت سر شک سے اسکا دامن تر کر دیا اور کہا جان بابا تم کو اب ہم نہ روکین گے تمھاری بس اتنی ہی زندگی تھی مگر خیر۔ بیٹے نے کہا ہماری جان کی کوئی بنیاد نہین۔ جو جوان مرد ہمارے ملک اور ہمارے ظل سبحانی اور خلیفۃ الرحمانی کے لیے جان دینے جائین انکی جان ہماری جان سے زیادہ قیمتی ہی۔ یہ کہکر لڑکا اُٹھ کھڑا ہوا۔ بوڑھے نے کہا فی امان اللہ۔ آداب بجا لایا اور چلا۔ بوڑھا بیچارہ مصیبت کا مارا کھڑا تاک رہا تھا کہ ایک نظر بھر دیکھون جب لڑکا فوج کے ساتھ اس مقام پر پہونچا جہان بوڑھا کھڑا تھا تو دونون کی چار آنکھین ہوئین۔

اِدھر اُدھر کچھ خواتین ناز و ادا کے ساتھ ان جوانون پر گل افشانی کرتی تھین انمین ایک یہودن بھی تھی صندلی رنگ شوخ و شنگ آگ بھبوکا۔ اس ترکی نے بصد شان دلبری یک مرتبہ میان آزاد پر تاک کر پھول پھینکا تو آزاد نے ہاتھ سے روک کر پھول کو چوم لیا اور آنکھون سے لگا کر بٹن مین لگا لیا۔ اس بت رنگین ادا اور ناظورۂ ماہ سیما نے پھر اپنی نظر ڈالی اور زبان حال و قال سے یہ اشعار آبدار پڑھنے لگی۔ ؎

سر دا ز سر نار جلوہ گرکن | بر ما بغلط یکے نظر کن
از خرمن گل چو می خرامی | بر سوختہ خرمنے نظر کن

رسالہ آگے بڑھا۔ تو ایک مقام پر مکتب کے چند لڑکون نے نعرہ مارا اور ترکی زبان مین دعا مانگی کہ خداوندا ان نوجوانون کو نیک نام اور فائز بمرام کر۔

الغرض تمام شہر مین دھوم مچی تھی اور خلق خدا دست بدعا تھی کہ غنیم ایک ہی حملے مین بول جائے۔ چھوٹے بڑے امیر فقیر آیند و روند سب یہی دعا مانگتے تھے۔ سچ ہے۔ ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر | خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بملک مصر شاہی میکرد | میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

جس مین حب وطن نہین وہ آدمی نہین۔

جب فوج شہر سے باہر پہونچی تو آزاد پاشا اور ایک افسر علیقو پاشا نامے سے باتین ہونے لگین۔

علیقو۔ آپ نے ملاحظہ کیا کس قدر جوش ہے۔

آزاد۔ بیشک اور یہ جوش قابل قدر ہے۔

علیقو پاشا نے میان آزاد سے پوچھا کہ غنیم اب کس مقام پر ہے۔ اتنے مین کیا دیکھتے ہین کہ شہر کیطرف سے گرد نمودار ہوئی اور رفتہ رفتہ بلند ہونے لگی۔ لشکریون نے بھانپ لیا کہ وزیر جنگ نے کچھ ہدایت کی ہے۔ کئی سوار رگبٹ اور سرپٹ گھوڑے دوڑاتے آتے ہین ورنہ اسقدر گرد بلند نہوتی شہر مین تو خیریون ہی سب کے سب کسی قدر رکتے رکتے کے ساتھ آئے تھے مگر شہر پناہ کے باہر پہونچکر پورے جنگی قاعدے سے جاتے تھے۔ جسوقت گھوڑون کی ٹاپون کی آواز آئی۔ افسر کمانیر نے حکم دیا کہ فوج آگے نہ بڑھے۔ سب رک گئے مگر کچھ دیر تک بجز گرد کے اور کچھ نظر نہ آیا اور بجز ٹاپون کے اور کوئی آواز نہ سنی جب قریب آئے

تو دیکھا کہ دس سوار مارا مار چلے آتے ہین۔ سوارون نے آنکر کہا وزیر جنگ کا حکم لائے ہین۔ افسر کمانیر نے وزیر جنگ کا خط لیا اور پڑھکر لشکریون کو سنایا۔ اسکے بعد آزاد پاشا کو حکم دیا کہ کل سوارون اور جوانون اور توپخانے والون کو سنا دو۔ آزاد پاشا نے گھوڑا اپنی صف سے نکالا اور وہ کاغذ لیکر گھوڑا بڑھایا اور سب کو اسکا مطلب سنا دیا۔ اسکے بعد افسر کمانیر نے سب کو مخاطب کر کے یون کہا۔

اے میرے پیارے جوانو تمکو حضور وزیر جنگ کی ہدایت سے معلوم ہوا ہوگا کہ روسیہ لشکر نوے ہزار آدمی دریاے ڈینیوب کے اس پار عبور کر آئے انکے روکنے کا کامل بندوبست کیا گیا تھا مگر واللہ اعلم کس راہ سے چلے آئے۔ جب ہماری فوج انکے مقابلے کے لیے گئی تو کوئی پچیس ہزار روسی اتر آئے تھے اس جماعت نے ہماری فوج سے جو تعداد مین غنیم سے کم تھی مقابلہ کیا۔ گو ہماری جماعت کم تھی مگر عرصۂ دراز تک دشمن سے ہمت مردانہ اور جرأت کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی اور باوجود حملہ ہاے متواتر اپنی جگہ سے نہ ہٹی اس جنگ سے روسیون کو ایسا موقع ملا کہ باقیماندہ فوج بھی اتر آئی اب یہ وقت ہے کہ ایک ایک ترکی اپنے عدو کے خون کا پیاسا ہو۔ اور غنیم کو نیچا دکھائے۔

ایک افسر۔ (جوش کے ساتھ) السعی منی والاتمام من اللہ۔

دوسرا افسر۔ اب تو یہ شمشیر آبدار ہے اور میدان کارزار ہے۔

تیسرا افسر۔ یہ خنجر بران ہے اور ہماری جان ناتوان ہے۔

چوتھا افسر۔ (بآواز بلند) ؎

معرکے پڑتے ہی اٹھ جائینگے غیرون کے قدم
جب سمجھنا ہو سمجھ لین سر میدان ہم سے

افسر کمانیر۔ اے حمیت قومی جوش مین آ۔ اے ہمدردی مدد فرما

فرما

لشکری - آمین - آمین ثم آمین -
افسر کمانیر - کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا -
لشکری - کیا مجال - کیا طاقت - ہم لوگ اُن مین نہین ہین جو بھاگ جایا کرتے ہین -
علیقو پاشا - شاباش ہی جوانان روئین تن -
افسر کمانیر - حضور وزیر جنگ فرماتے ہین کہ آزاد پاشا اور اس کمسن لڑکے کو جو اپنے باپ سے لڑ لڑ کے فوج کے ساتھ گیا ہی بہت عزیز رکھنا -
لشکری - دل و جان سے زیادہ دونون عزیز ہین -
آزاد - آزاد خادم نام سلام ہی آزاد خادم اہل عم و شام ہی میدان جنگ مین جان بکف جاتا ہی آزاد زندہ واپس نہ آئیگا اور اگر آئیگا تو پہلے روسیہ کو نیچا دکھائے گا - بیت

تیرے گلشن کو فقط اک تفِ دل کافی ہی
راگ لانا نہ کہین بلبل نالان ہم سے

لشکر نے نعرہ مارا اور فوج آگے بڑھی بیجا تبر رخصت ہوئے -

علیقو پاشا نے میان آزاد سے پھر گفتگو شروع کی -
علیقو - جس دوشیزۂ پری چہرہ کی ہدایت کے بموجب آپ یہان آئے اُسکا نام کیا ہی -
آزاد - (فخر کے ساتھ) حسن آرا بیگم -
علیقو - اگر کامیاب ہے گئے تو فہو المراد - ورنہ بیچاری سمجھے گی کہ اُسنے تم کو قتل کیا -
آزاد - نہین قضا سے کسی حالت مین انسان کو مفر نہین ہی -

خونریز ہوا ہی وہ صنم حکم قضا سے
جلاد کبھی مورد الزام نہین ہی

اور مجھے جان کی تو فکر ہی نہین فکر ہی تو اسقدر کہ اس بت عربدہ جو کی آرزو برآئے -

الغرض علیقو پاشا اور میان آزاد سے عرصۂ دراز تک گفتگو رہی - قریب شام ایک گانون کے متصل باغ مین فوج نے پڑاو ڈالا اور سپاہی رنگ رلیان منانے لگے - کوئی گاتا ہی کوئی شادیانے بجاتا ہی -

ناشاد دولھا

اخاہ - میان خواجہ بدیع الزمان ہین - آیئے حضرت مزاج مقطع ماشاء اللہ کیا رُخ ٹرخ نور برس رہا ہی - ع

سب صورت لنگور فقط دُم کی کسر ہے

قد و قامت پر نظر ڈالیے تو یون لیچ مگر سمجھتے ہین یہی کہ ہم گران ڈیل جوان ہین - ع

بہ ہیکل ہوی چون تناور درخت

کوئی عضو بدن عنایت ایزدی سے سڈول نہین کوئی کل درست نہین - آنکھین بڑی گاؤ دیدہ ایک بروصفاچٹ - میان خوجی ہرمزجی بھائی کی گاڑی پر سوار ہوکر مس میکفرسن کیطرف گئے - گیل باغ پر فضا مین ٹہل رہی تھی - ان سب پریزادون سے ہرمزجی نے انکو ملا دیا تھا اور یہ سب انکو بناتی تھین - خوجی گاڑی سے اُترے اور گیل کو بندگی عرض کر کے یون ہمکلام ہوئے -
خوجی - مس روز کجاست - کجا رفت کجا بود -
گیل - (مسکرا کر) ہم نہین سمجھتے -
خوجی - من بدیع برمی گویدا ما بعد از شکوک اللہ -
گیل - (اشارے سے) بیٹھو -
خوجی - من بدیع میر ود - برائے ملاقات معشوقۂ خود

کہ بری بیکری ست۔
گیل نے ایک ترکی باغبان سے کہا کہ انکو سمجھا دو کہ مس لغز اور مس میڈا ہوا کھانے گئی ہین۔ آپ بیٹھیے آتی ہونگی۔
باغبان نے کہا بیٹھو آوین۔ دونون گیا باہر۔
خوجی۔ تم ہندوستان سے آئے ہو۔
باغبان۔ آن (ہان) کلکتہ گیا۔ دو برس بیس چلے۔
خوجی۔ اِن سے کہدو ہم جاتے ہین ہمارے مکان پر خط لکھوا کے بھیجدین۔
باغبان۔ کہدین۔ ہم کیون۔ اچا۔ (اچھا)۔
خوجی نے مس گیل سے ہاتھ ملایا اور گاڑی پر سوار ہوکر روانہ ہوئے ادھر ہُرمزجی کو جو دل لگی سوجھی تو اُنھون نے مس گیل اور مس میڈا سے کہا کہ کل ہم خوجی کی برات نکلوائینگے تینون مین باہم خوب مشورہ ہوا۔ اتنے مین خوجی آن پہونچے ہُرمزجی نے کہا لو تمھاری شادی کی فکر ہو گئی۔ مس روز راضی ہین کل برات لیکر آؤ۔ چاندی ہے چین کرو۔
خانساماں بلوا لیا گیا تا کہ خواجہ صاحب گفتگو سمجھے جائین۔
خوجی۔ خدا کرے وزیر جنگ وغیرہ بھی خود برات مین رونق افروز ہون۔
ہُرمزجی۔ کل امراے عظام اس نادر روزگار برات کو آکر بچشم خود ملاحظہ فرمائین گے۔
خوجی۔ واللہ تو پھر بندوبست کر لیجیے۔
میڈا۔ ہاتھی کا ملنا محال ہے۔ اور اونٹ خواجہ صاحب کو ناپسند کا داک اور کیڈ اہا نذ ہے نہ۔
ہُرمزجی۔ یہ کیون۔
خوجی۔ اجی ایک روز مین چلا جاتا تھا سامنے سے ایک شتربان آتا تھا باتون باتون مین بگڑ گیا۔ مین نے کہا مارے قرولیون کے چوندھیا دونگا اُسنے ہنسکر کہا بیدھا تو نہین ہے بس مین لیکا۔ اب لاکھ لاکھ تدبیر کرتا ہون اُس تک ہاتھ نہین پہونچتا۔ تب سے مین نے اس جانور پر لاحول بھیجا۔
ہُرمزجی۔ گھوڑا شریر ہوتا ہے۔ اور بیل اور گدھا واہیات جانور ہین۔ خچر کی راے بہتر ہے۔
خوجی۔ خوب سوجھی اُستاد خچر تو امیرون کی سواری مین ہتا ہے۔ عمدہ خچر کی جوڑی ہزار سے تو کم کو نہ آئے گی۔ مگر یار طبلے پر تھاپ ضرور ہو۔
ہُرمز۔ یہان شادی بیاہ مین آدمی کا ناچ بالکل ممنوع ہے۔ اسے ہی جو کہین کوئی عورت ناچے تو ستم ہی ہو جائے۔
خوجی۔ اچھا پھر کسی سبیل سے ناچ کا تو نام ہو جائے۔
ہُرمز۔ اسکی تدبیر یون کیجیے کہ کسی ریچھ یا بندر نچانے والے کو بلا لیجیے کم خرچ اور لطف کا لطف تین بندر والے کافی ہین۔
خوجی۔ حضرت تین چار نہین۔ پانچ فال مبارک ہے۔
ہُرمز۔ خیر وہ پانچ سہی۔
خوجی۔ مگر وہ ہر شخص سے کہدیا کرین کہ صرف راہ گیرون کے خوش کرنے کو تماشا دکھاتے ہین تا کہ دولھا انعام دین اور برات کیطرف سے رقص سرود کا سامان علحدہ ہوا ہے اور عروس کے گھر انواع و اقسام کا ناچ رنگ ہوتا رہے گا جب لوگ یاہ سُن چکین گے کہ یہ منجانب دولھا ہے تو اندر کون تحقیقات کرنے بیٹھے گا کہ کس کی طرف سے ناچ ہے خرچ مین وہ اور نام یارون کا۔ کہین یار لوگ چوکنے والے ہین بھلا۔
ہُرمز۔ اُہو ہو بھئی واللہ کیا سوجھی ہے۔ باقی رہی روشنی مشعل کیچا نا۔ باعث الزام شمعدان و لمپ دھکے مین ٹوٹ جائیگا

پھر دس پانچ آدمی بڑے بڑے چراغون مین تیل بھر کر ماش کے تیلے جلاتے لیچلین تو کیسا۔

خوجی۔ ابھی یہان ایسا سمجھنے والا کون ہوگا۔ لوگ غور کرین گے تو سمجھ جائین گے کہ ریچھ اور بندر والے رات کو تماشا دکھانے کے لیے روشنی ساتھ لیے پھرتے ہین۔

دوسرے دن قریب شام سب سامان فراہم ہوا۔ خوجی سج سجا کر سوار ہونے لگے۔

ہُرمزجی۔ اس قرولی نے تو اور بھی آپ کو اونچی بنا دیا۔

خوجی۔ (خوشی مین آن کر یہ شعر پڑھنے لگے)۔

گرد نڈ کنم گنبد گردون لرزد	
اور اُٹھا بیٹھ کنم تخت فریدون لرزد	

ہُرمز۔ (مسکرا کر) شادی مبارک ہو۔

خوجی۔ ع

براتِ عاشقان بر شاخ آہو اسکو مت سمجھو	
چلے ہین بیاہنے سُسرال کو اب تک کنوارے ہم	

بدیع الزمان کی جورو کی شادی ہے۔

ہُرمزجی جوڑی پر سوار ہو کر مینڈا کے یہان پہونچے۔

مینڈا۔ (ہنسکر) اور برات۔

ہُرمزجی۔ چل چکی ہے۔ ذرا آج قطع مبارک دیکھیے گا۔

مینڈا۔ تو چلیے ہم سب ملکر لب سڑک بارہ دری مین بیٹھین۔

ہُرمزجی اور مینڈا اور مس روز سب ملکر بارہ دری مین بیٹھے اور چار ملازم دروازے پر کھڑے ہوگئے۔

برات چلی۔ آگے نشان کا خچر۔ پیچھے ریچھ اور بندر۔ اسکے بعد دس پانچ آدمی روشنی لیے ہوئے۔ کہین لڑکے تالیان بجاتے ہین۔ کہین بیفکرے منھ آتے ہین۔

ہُرمزجی اور خوجی مین پہلے سے مشورہ ہو چکا تھا کہ برات مین باجے کے عوض تالیان بجین اور خچر پر برات کا نشان ہو اور طالبعلم بھی ساتھ ہون۔ پانچ سات طلبہ جنکو فارسی اردو کے اشعار کئی دن سے رٹا دیے تھے اور روش رہ نوکر اغل بغل چلے جاتے تھے بیچ مین خوجی ٹٹو پر سوار اکڑے ہوے بیٹھے ہین۔ چوبی قرولی سنبھالے گیروے رنگ کی پوشاک سیاہ پگڑی۔ اوپر پھولون کا سہرا۔ افیون کی ڈبیا کمر مین بار بار ٹٹولتے جاتے تھے۔ ٹٹو کی دم اور پیشانی سرخ اور تمام بدن پر نیلے نیلے رنگ کے گول گول داغ۔ خاصے ہولی کے سوانگ بنے تھے۔ رات بھی چاندنی خوجی کی صورت دیکھ دیکھ کر لڑکے بے اختیار ہنستے تھے جدھر سواری جاتی تھی اس طوفان بے تمیزی کو دیکھ کر لوگ قہقہے لگاتے تھے خوجی نے چونک کر کہا کیا ہے بھئی۔

لڑکے۔ جس گل زمین سے آپ کی سواری مثل باد بہاری گذرتی ہے جس محلہ سے آپ کی ٹوڑی نکلتی ہے وہ زعفران زار ہو جاتا ہے۔

خوجی۔ یہ تو مین پہلے ہی سمجھا تھا۔ ایسی مہذب برات یہان والون نے کہان دیکھی ہوگی۔

ایک تماشائی۔ (ہُرمزجی کے ملازم سے) کیون بھئی یہ کیا رنگ ہے۔

ملازم۔ یہ بونا مسخرہ بہروپیا ہے۔

تماشائی ہندی۔ واہ رے بہروپیے۔

خوجی۔ او ملعون بہروپیے خبردار۔ اسوقت میرے ہاتھ مین قرولی ہے (ملازم سے) بھئی ہوشیار رہو رہنا بہروپیا آپ ہو جا سواری کا ٹٹو نہایت سُست اور مریل تھا۔

بغیر مار کھائے تو دن چلے اڑھائی کوس۔ خوجی اُسکی پیٹھ پر اُچھل اُچھل کر اڑ لگاتے جاتے تھے۔ اور لوگ پھبتیوں پر پھبتیاں سُناتے جاتے تھے لڑکوں سے کہتے جاتے تھے کہ خبردار غزل بھولنے نہ پائے او باجے والے زور سے بجا مشعلچی مل کے قدم بقدم چلو۔ بھائی دیکھو نامعقول نشان کا ٹٹو بہت بڑھ گیا۔ برات چوک میں داخل ہوئی۔

ہرمز۔ (میڈا سے) لیجیے برات آپہونچی۔ یہ نشان کا ٹٹو سامنے آرہا ہے۔

مس روز ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئیں۔

گیل۔ ریچھ اور بندر کیسے۔

ہرمزجی۔ یہ ناچنے کے لیے آئے ہیں۔

مس روز۔ این۔ ناچنے کا بھی سامان ہے۔

ہرمز۔ کیسا کچھ کیدان صاحب ہیں کہ باتیں۔

اِتنے میں خوجی نمودار ہوئے۔ ملازموں نے بھیڑ کو اغل بغل ہٹادیا۔ خوجی کی صورت نظر آتے ہی مس روز اور مس میڈا اور مس گیل اور ہرمزجی ہنستے ہنستے بیتاب ہوگئے۔

میڈا۔ ٹٹو کو تو آپ نے خوب ہی رنگ دیا ہے۔

ہرمز۔ ایسے رنگیلے سجیلے جوان سفید ٹٹو پر سوار ہوں بھلا۔

مس روز۔ اور اُنکی کمر میں یہ کیا ہے۔

ہرمز۔ کمر سے لکڑی کی قرولی لگی ہے۔ دیاسلائی والی ٹین کی ڈبیا بجائے جیب گھڑی ہے۔

مس روز۔ اور یہ لڑکے تماشائی ہیں نہ۔

ہرمزجی۔ جی نہیں مدرسہ کے طلبہ ہیں۔ غزلخوانی ہوگی۔ فوج طفلاں صفت۔

باسپر ایک فرمایشی قہقہہ پڑا۔ اس مقام پر جو لوگوں نے گھیرا اور تالیاں بجا بجا کر اس زور سے قہقہے لگائے تو خوجی کا ٹٹو بیٹھ گیا۔

خوجی۔ او جانگلو۔ او مسخرے ہنستے کیا ہو۔ جلد کوئی تدبیر بتاؤ۔ ورنہ مارے قرولیوں کے پولا دوں گا۔ اسوقت تمام زمانے کی نظر مجھ دولھا پر پڑتی ہوگی۔

ملازم۔ میں اس گھوڑے کی عادت خوب جانتا ہوں یہ بغیر چابک کھائے اُٹھنے والا نہیں۔

خوجی۔ یہاں مصلحت کرتے ہو یا کسی تدبیر سے ٹٹو کو مناتے ہو۔

ایک دل لگی باز نے شڑاپ شڑاپ چابک جمانے شروع کیے اتفاق سے خوجی پر بھی ایک چابک پڑ گیا۔

خوجی۔ اوہ؟ اوہ۔ او نامعقول یہ کیا کیا تونے۔

دل لگی باز۔ تعمیل حکم۔

خوجی۔ تو گھوڑے کو مارتا تھا۔ یا مجکو خیر اب بھی کوئی تدبیر کروگے کم بختو۔

ملازم۔ تدبیر یہی ہے کہ آپ اُتر پڑیے۔

ملازم نے ٹٹو کو مار کر اُٹھایا۔ خوجی پھر سوار ہوئے چلے۔ ایک پاؤں رکاب پر رکھکر دوسرا اُٹھایا ہی تھا کہ ٹٹو چلنے لگا خوجی ارارا کر دھم سے زمین پر آرہے پگڑی یہ گری۔ قرولی وہ گری ڈبیا ایک طرف ٹٹو ایک طرف۔

خوجی۔ او گیدی او نامعقول بہروپیے۔ جچا دیدہ خواہد شد۔ اسوقت ذرا عجلت میں ہوں۔

دل لگی باز۔ اُٹھیے اور پھرتی سے سوار ہو لیجیے۔ گھوڑے پر سے گرنا شہسواروں کا ہی کام ہے جسے گھوڑا نصیب نہیں وہ کیا گریگا۔

خوجی۔ یہ بات ہی ہو مگر بڑی خیریت گذری کہ مین گھوڑے
پر نہ گرا اور نہ میرے بوجھ سے تو اُسکا کام ہی تمام ہوجاتا۔
تماشائی۔ بجا ارشاد ہوا۔
خوجی نے پھر سر پر پگڑی رکھی قرولی کمر سے لگائی اور ایک
لڑکے سے پوچھا آئینہ تو یہان نہو گا تمھارے پاس۔
لڑکا۔ ضرور۔
خوجی۔ پھر سے پوشاک بھی ہو۔ ذرا آئینہ تو دیکھ لیتے۔
لڑکا۔ نہ آئینہ ملے تو پانی مین منھ دیکھ لیجیے۔
خوجی نے کہا ہان ہان۔ (ایک ملازم سے) ایک گلاس
پانی تو جلد کہین سے مانگ لینا۔ ایک ٹھٹھول آدمی نے
گلاس دیا مگر پانی ندارد۔ خوجی افیم کی پینک مین تو تھے ہی
دیکھکر کہا سب لیس ہو معاملہ۔ دو چار قدم چلکر خوجی کو یاد آیا
کہ اس روز کی سکونت دریافت ہی نہین کی چلا اُٹھے یارو
غضب ہوگیا تھم جاؤ۔ جلوس روک لو۔
ملازم۔ خیریت تو ہو۔
خوجی۔ ہمرجی بڑے خراب آدمی ہین۔ مجکو مکان کا پتہ
تک نہین بتایا مگر تم جانتے ہوگے۔
ملازم۔ کون مکان۔ کیسا مکان۔
خوجی۔ وہی جی جہان چلنا ہو۔
ملازم۔ مجکو کیا معلوم جدھر کہیے چلون۔
خوجی۔ مجھے تو کثرت کار سے فرصت نہ ملی مگر تم لوگ
عجیب شخص ہو۔ برات چلی اور عروس کے مکان کا پتہ تک
نہ دریافت کیا غضب ہی کر دیا۔
ملازم۔ خیر تو نام بتائیے دریافت کر لیا جائے۔
خوجی۔ ارے بھئی دولھا کو دُلھن کا نام نہ لینا چاہیے۔
انکل سے چلے چلو اُسی طرف تو پھر پری کی سسرال
کیون نہین چلے چلتے۔
ملازم۔ یا الٰہی تو کچھ نام تو بتائیے۔
خوجی۔ گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل۔ اچھا پھر دریافت
ہی کرلو۔ پری سبز کوہ کی قاف۔ پورا نام ہم نہ لینگے۔
ملازم۔ (ایک آدمی سے) اجی سبز پری کہان رہتی ہین۔
آدمی۔ پرستان مین۔
خوجی۔ درین چہ شک آج وہان وہ تیاریان ہوئی ہین کہ
پرستان بھی مات ہو مگر پوچھ لو کس طرف سے جائین۔
ایک طرف چار سُنار دکان پر بیٹھے ہوئے تھے ملازم نے
پوچھا کہ کوئی پری یہان رہتی ہو۔ ایک سُنار نے کہا مجھے اور
تو معلوم نہین مگر شہر باہر پورب کیطرف جو ایک تالاب اور بڑا سا
درخت ہو وہان پر سال ایک درویش ٹکے تھے اُنکے پاس
ایک پری تھی۔
ملازم۔ لیجیے پتہ ملگیا چلیے۔
خوجی دس بیس قدم چلے ہونگے کہ مینڈا کی کوٹھی کا تالاب
یاد آیا۔ چلا اُٹھے۔ اخاہ یارو اُس تالاب کی سجاوٹ آج
قابل دید ہوگی طلسمات کا نقشہ نمایان ہوگا طلسمات کا۔
ملازم۔ پھر چلیے کدھر۔
خوجی۔ اب خواہ مخواہ کہلایا ہی چاہتے ہو تو سُنو۔ ہم اپنی
عروس چاردہ سالہ کو ہمیشہ مینڈا کی کوٹھی مین دیکھا کیے ہین
وہین برات چلے۔
ملازم۔ تو آپ نے پہلے ہی کیون نہ بتا دیا اب تک برات
پہونچ گئی ہوتی مینڈا صاحب تو نہایت مشہور آدمی ہین
چوک کے متصل کوٹھی ہو۔

خوجی - پھر اور نہین کیا - کچھ ایسے ویسے کے گھر ہم شادی کرنے جاتے ہین بھلا -

وڈ صاحب نامے ملک اسپین کے ایک ملک التجار کی کوٹھی قسطنطنیہ مین تھی بڑے مالدار آدمی تھے ایک مرتبہ کسی انگریز دوست سے اُنھون نے اسپین کے آرمیڈا نامے مشہور جہاز کے بیڑے کی بہت تعریف کی - دوست نے ہنسکر جواب دیا کہ وہان ٹینڈا صاحب کو مگر بھاگتے راہ نہ ملی تب سے احباب ازراہ مذاق اُنکو ٹینڈا صاحب کہتے تھے بعد چندے وہ کوٹھی عوام مین ٹینڈا صاحب کی کوٹھی کے نام سے مشہور ہو گئی - ٹینڈا صاحب نہایت ترش اور سرگرجبین آدمی تھے - اُنکے دو جوان لڑکے تھے - دونون کا بیاہ ٹھہرا ہوا تھا - مہینون سے تیاریان ہو رہی تھین احباب دور دور سے بلائے گئے تھے - اتفاق سے اُنکی میم علیل ہو کر تین چار دن مین چل بسین تیسرے دن ایک لڑکا علیل ہوا - لاکھ لاکھ تدبیر کی مگر بے سود تین ہی دن بعد یکے بعد دیگرے دونون چل بسے ٹینڈا صاحب کے نام سے برات اُنھین کی کوٹھی پر چلی - شمس روز کا ملازم سب حال سُن رہا تھا - اُسنے آ کر اُنسے کل کیفیت بیان کر دی -

شمس روز - این گل دیگر شگفت -

ہُرمز جی - پھر آپ کیون کمیدان صاحب کو دق کرتی ہین - کہلا بھیجیے کہ برات لوٹ آئے -

گیل - غضب ہو گیا - وہان اس ہفتے ہین کئی حادثے ہو گئے ہین -

ہُرمز جی - (نوکر سے) ذرا وڈ صاحب کے آدمی کو سمجھا دو - وہ کہدے گا کہ یہ بہروپیا بیاہ کی خبر سُنکر آیا ہے حادثے کا حال اسکو معلوم نہین - ورنہ بچا کی جان پر بن آئیگی -

برات کوٹھی کے پھاٹک پر پہونچکر ذرا اڑ گئی -

حادثے کے دوسرے روز آٹھ بجے شب کو صاحب نہایت ملول ہو رہے تھے کہ کان مین شور اور غل کی آواز آئی نیند اُچٹ گئی - پوچھا یہ کیسا غل ہے - آدمی نے باہر نکلکر سپاہیون سے کہا دیکھو کون غل مچاتا ہے - خوب پٹیو بدمعاش کو - دو تین آدمی پھاٹک سے بر آمد ہوئے -

خوجی - واہ وا رے آپ کے یہان کی امارت و انتظام - کب سے برات کھڑی ہے دروازے پر روشنی تک ندارد -

وہ لوگ بہت بگڑے - ایک نے کہا اجی گردن ناپو اس مردک کی اور خوب پیٹو مردود کو -

خوجی - (سمجھ گئے کہ گالیان دین) او گیدی یہ گالیان کیسی -

صاحب کے آدمی نے غصے مین آکر سائیس کو ایک ٹھوکر ماری وہ گر پڑا - خوجی کے سر پر ایک چپت رسید کی تو پگڑی وہ جا کر گری دوسرے نے ایک ڈنڈا لگایا - ٹٹو کے پانون مین لگا وہ بیٹھ گیا - اب لگی خوجی کے سر پر چپت بازی ہونے -

خوجی - نہ بھائی ایسی دل لگی نہ کرو (پھر بگڑ کر) کچھ کم بختی تو نہین آئی تم سب کی دیر ہوتی جاتی ہے - اور اندر خبر نہین کرتے ملک سُنین گے تو نکال ہی کے چھوڑینگے تم سب کو -

دس پانچ آدمی اور کھڑ بڑ کرتے اندر سے نکل آئے - رتھ لوربند بجانیوالون پر بے بھاؤ کی پڑین - چراغ والے چراغ پھینک کر بھاگنے لگے اور لڑکے منتشر ہو گئے -

اتنے مین ہرمز جی کے نوکر نے کہدیا کہ یہ بہروپیا بیاہ کی خبر سُنکر انعام کے لالچ سے آیا تھا حادثے کا حال اسکو نہین معلوم معاف کرو -

آدمی۔ تجکو معلوم نہین کہ صاحب آج بدحواس ہین اور مارے رنج کے اُنکی جنون کی سی کیفیت ہو رہی ہے۔

خانساماں نے اسکا مطلب سمجھایا۔

آدمی۔ آج تمھارا خون ہوگا یہان۔

خوجی۔ زہے نصیب جو معشوق کے کوچے مین جان جائے۔

ایک آدمی نے خوجی پر بھی دو ایک لگا دین۔

دوسرے نے دس پانچ لٹھ ٹٹو پر جڑے۔ ٹٹو ہنہناتا ہوا بھاگا اور خوجی اپنا سا منہ لیکر ہرمزجی کی کوٹھی کو واپس آئے۔

میدان کارزار

بیا ساقی بیا اے دل نوازم
کہ بے تو ہمچو شمع اندر گدازم
دلی دارم بغیر از می درین باغ
برنگ لالۂ فانوس صد داغ
بمن یکجام دہ زان راحت جان
کہ بی او خاطری دارم پریشان
دمی من گر باشی ہم آہنگ
نوائی برکشم در پردۂ چنگ
صدا دل کشی برخیز داز من
کہ رقصد از سماعش روح در تن
ز بزم آئی ہم بسوی رزم آیم
بہ ردم و دوستی پیکار آزمایم

رستم سیستان شجاعت پہلوان ہفتخوان منازل بسالت میاں آزاد فرخ نہاد رجمنٹ کے ساتھ کئی دن تک مختلف مقامات مین پڑاؤ ڈالتے ایکدن ایک دلکش مقام پر پہونچے۔ درخت پھلے پھولے۔ شاخین ہری بھری گلبن غالیہ بار چپہ چپہ روکش فرخار۔ میاں آزاد پشت توسن سے اُتر کر لب چشمۂ سار علیقو پاشا کے ساتھ ٹہلنے لگے۔

علیقو۔ ہماری سپاہ جرار اور افسران آزمودہ کار کا جوش و خروش روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ دو سمت جنگ چھڑ گئی ہے۔ ایک یہان دوسری ایشیا مین۔ احمد مختار پاشا افواج متعینۂ ایشیائے کوچک کے سپہ سالار مقرر ہوئے ہین دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ جنگ زود سر دارد۔ خدا جسکو فتح دے۔

آزاد۔ احمد مختار پاشا جری اور جنگ آزما ہین یا ایسے ویسے

علیقو۔ ایسے ویسے نہین۔ بڑے تجربے کار آدمی ہین اور پابند صوم و صلوٰۃ۔

اِدھر یہ باتین ہوتی تھین اُدھر لشکری سفر کے تھکے ہوئے کمر کھول رہے تھے۔ کوئی گھوڑے سے اُترکر ستانے لگا۔ کسی نے سبزہ زار پر فرس باد رفتار کو چھوڑ دیا کہ آزادی کے ساتھ پھرے کوئی ترکی چرٹ پیتا ہے کوئی دریا کی موج زنی دیکھتا ہے۔ الغرض سب اپنے اپنے کام مین تھے کہ دفعتہً گرد نمودار ہوئی۔ سب کی نظر گرد ہی کیطرف تھی۔ یا الٰہی یہ گرد کیسی۔ میاں آزاد بھی حیرت سے دیکھنے لگے کہ دفعتہً کسی شخص نے انکو مخاطب کرکے یہ شعر سنایا۔

خاکساران جہان را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

میاں آزاد نے اُدھر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک تہیم آدمی ہے۔ سُرخ و سفید و مشین یہ شخص رجمنٹ کیساتھ تھا۔ میاں آزاد کچھ پوچھنے ہی کو تھے کہ سامنے سے کئی سوار نظر آئے۔ افسر کمانیر اپنے خیمے سے بدحواس ہوکر نکلے اور فرط اشتیاق سے کوئی بیس بارہ قدم بڑھکر سوارون کا استقبال کیا ایک نوجوان سوار نے لفافہ دیکر کہا۔ وزیر جنگ نے دیا ہے۔

افسر کمانیر نے لفافہ پڑھا تو خاص وزیر جنگ کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ کھولا۔ خط پڑھا۔

افسر کمانیر۔ کوچ۔ کوچ کا حکم ہے۔

اُنکے ماتحت افسرون نے کہا کوچ مین کوئی عذر نہین مگر ابھی فوج تھکی ماندی چلی آتی ہے۔ اگر اسی دم کوچ کر دیا تو بڑی خرابی واقع ہوگی۔ افسر کمانیر نے وزیر جنگ کا حکم سُنا کر کہا اب ہم ایک دم نہین رُک سکتے حکم ہی یہ ہے۔

وزیر جنگ نے لکھا تھا کہ اگر ذرا بھی توقف ہوا تو تمھاری سپاہ کو روسی بالکل بھون ڈالین گے تھوڑی دیر تک افسرون مین سرگوشی ہوتی رہی۔

علیقو پاشا۔ اور جو ایک فلانک کالم بھیجدین تو کیسا ہو۔

افسر کمانیر۔ کُل رجمنٹ کو حکم ہے کہ فوراً کوچ کرے اور آگے بڑھے۔

آزاد پاشا۔ آج راہ ذرا خراب تھی۔ پڑاؤ کا مقام تو صاف ہے مگر راستے مین بڑی بڑی مصیبتین پڑین۔ اگر ایسی راہ اب بھی ملے گی تو بس تڑ کا ہی ہوجائے گا اور رات کے وقت اور بھی دقت ہے۔

احمد مختار پاشا۔ اب وقت ضائع ہوتا ہے۔

افسر کمانیر۔ کوچ کا حکم دو۔

قاعدے کے موافق کوچ کا حکم دیا گیا تو لشکری سخت متحیر ہوئے کہ یا الٰہی کون آفت آنیوالی ہے کہ پہونچتے دیر نہین اور کوچ کا حکم ہوگیا مگر بندگی بیچارگی۔ علاوہ اسپر یہ ہے کہ پاس حمیت کچھ جوش و خروش کی یہ کیفیت کہ سپاہی زمین پر قدم نہین رکھتے۔ دِل سے لگی ہے کہ فوج روسیہ کو نیچا دکھائین وہ وہ تدبیرین عمل مین لائین کہ دشمن مُنہ کی کھائین اور پھر حشر تک مقابلے پر نہ آئین حکم پانے کی دیر تھی دم کے دم مین سب لیس۔ قرینے کے ساتھ کوچ ہوا شام تک فوج نے باسانی و آرام راستہ طے کیا۔ مگر آفتاب کے غروب ہوتے ہی وہ تاریکی چھائی کہ الامان۔ افسر کمانیر نے پہلے ہی سے روشنی کا انتظام مناسب کر دیا تھا۔ القصہ بعد خرابی بصرہ ایک مقام پر پہونچے جہان چوطرفہ جھاڑیان تھین۔ افسر کمانیر نے دو چار واقف کار آدمیون سے پوچھا کہ پہلے پڑاؤ سے یہ مقام کسقدر فاصلے پر ہے معلوم ہوا کہ پہلے پڑاؤ سے گیارہ کوس زمین طے کر آئے۔

اب سُنیے کہ وہان خیمہ نہ خرگاہ نہ کوئی عالی شان محل جسمین لشکری رہین رات کا وقت گانون اُجاڑ۔ رہین تو کہان رہین۔

علیقو پاشا۔ یہان تو بڑی دقت ہوگی سوئینگے کہان۔

آزاد پاشا۔ ع۔ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن۔

احمد مختار پاشا۔ خدا جانے وزیر جنگ کو کیا سوجھی۔ گرداوری کے لیے کسی کو ضرور بھیجنا چاہیے۔ معلوم تو ہو کہ غنیم ہے کہان۔

آزاد۔ تیس سوار اور ایک جونیر افسر کو تو وزیر جنگ نے روانہ کر دیا ہے مگر ابھی تک وہ واپس نہین آئے۔

سپاہیون نے ادھر اُدھر دیکھا کہ شاید کوئی عمدہ مقام ہاتھ آئے مگر بجز ایک قبرستان کے اور کچھ نہ دیکھا سب کی صلاح ہوئی کہ قبرستان ہی مین پڑاؤ ڈالین۔ افسر اور سپاہی اور سوار اور کدر سب قبرستان مین داخل ہوئے۔

افسر کمانیر۔ (ایک افسر سے) اتنا سا گانون اور اتنا بڑا قبرستان اسکی وجہ سمجھیے یہان ایک جنگ عظیم ہوئی تھی دلاور زگار اسی جنگ مین جان بحق تسلیم ہوئے تھے۔

افسر۔ تو اُنکی قبر بھی شاید اسی تکیے مین ہوگی۔

افسر کمانیر۔ ہان وہ سامنے والی اونچی قبر ہے۔ (آبدیدہ ہو کر)۔

زمین پر سوئے ہین چھوڑا ہے شہ نشینون کو
اجل کہانسے کہان لائی ہے مکینون کو

سواروں نے گھوڑے باندھے اور قبرون پر لیٹنا شروع کیا - دن بھر کے سفر اور کوچ در کوچ نے از بس مضمحل اور شل کر دیا تھا - گو قبرون اور پتھرون پر لیٹنے مین کوئی آرام نہ تھا لیکن اُسوقت قبرین ہوا کے تکیے اور پتھر فرش گل سے بھی زیادہ آرام دیتے تھے نصف سے زیادہ لشکری قبرون پر لیٹے تھے - بعض بعض نے ہتھیار بھی اُتار رکھے تھے بعض بعض مسلح ہی سو رہے تھے کہ جبتک کوئی اور بندوبست ہو تب تک ذرا آرام تو کر لین -

علیقو پاشا اور آزاد پاشا مین بڑا یارانہ تھا ایک ہی قبر پر لیٹ کر باتین کرنے لگے - علیقو پاشا نے کہا آدمیون اور گھوڑون کی جسقدر قلت ہوگی اُسی قدر آسانی سے فوج کوچ کرے گی - اگر کالم بڑا ہوا تو سڑک پر کوچ کے وقت سخت دقت پڑے گی جتنے افسر کسی کالم کی کمان کرتے ہون اُنکو داہنے بائین کے کالمون کا حال معلوم رہنا چاہیے - آج اس مرتبہ کے کوچ مین ذرا گڑبڑ ہو گیا تھا - چار میل انسان ایک گھنٹے مین چل سکتا ہے لیکن سپاہی فوج کے ساتھ ایک گھنٹے مین چار میل نہین جا سکتا - اور اسقدر بار لیکر اسکے علاوہ جب کوچ کر کے منزل مقصود پر پہونچا تو آرام نہین ملتا نہ گدگدا بچھونا پاتا ہے نہ عمدہ غذا - زمین پر سونا نصیب ہوتا ہے ادھر پڑاؤ پر پہونچتے ہی حکم ہوتا ہے کہ فلان ڈیوٹی (کام) پر جاؤ اور کھانا اکثر خراب ملتا ہے -

آزاد پاشا - یورپ کے ملکون مین اوسط وقت کوچ کرنے کا کیا ہے -

علیقو پاشا - فوج پیادہ کے لیے تین میل فی گھنٹہ رسالے کیلیے پانچ میل اور توپخانے کے لیے بھی پانچ میل اگر کالم بڑے ہوے اور فوج زیادہ ہوئی تو اس سے بھی کم زمین طے کریگی - فوج پیادہ انتہا ڈھائی میل فی گھنٹہ جائیگی اور سڑک خراب ہوئی تو ڈیڑھ میل سے زیادہ گھنٹے مین فوج نہین جا سکتی -

اکثر بڑی بڑی لڑائیون کی کوچ کی حالتون اور اور امور پر مینے غور کیا ہے - ایک مقام ہے سنگھا - وہان نو میل زمین پانچ گھنٹے مین طے کی حالانکہ بڑی عجلت تھی افسر کمانیر نے نادری حکم دیا تھا کہ بہت جلد جاؤ - سنہ ۱۸۶۶ء مین آسٹریا کا ایک لشکری چوادہ گھنٹون مین صرف بارہ میل جا سکا

آزاد پاشا - ہراول کی فوج کے ساتھ ہم کئی بار سنوعی جنگ مین گئے تھے -

علیقو پاشا - ہم کو بکٹ کی فوج کے ساتھ رہنا بہت ہی پسند ہے -

اسپر ایک لفٹننٹ نے مسکرا کر کہا ہمکو تو دن رات سونا اور آرام کرنا پسند ہے بکٹ اور طلایہ اور ہراول سب سے طبیعت کو نفور ہے -

اتنے مین آواز آئی دھنا - این! یہ توپ کیسی دغی سب کے کان کھڑے ہوے افسر کمانیر سخت متحیر تھے - کہ یہ آواز کہان سے آئی اور واقعی حیرت اور پریشانی کی بات ہی تھی - اتنے مین پھر آواز آئی دھنا - جو لوگ غافل ہو رہے تھے وہ تک جاگ اُٹھے - اب تمام لشکر مین کھلبلی پڑ گئی این کیا روسی آ گئے - یہ توپ کہان دغی فوراً حکم ہوا کہ جو کمر کسے ہوے مسلح ہین وہ گھوڑون پر کاٹھیان دھرین اور جو مسلح نہین ہین وہ کمر کسین اور مستعد تیار ہو جائین دو منٹ کے عرصے مین ہراول کے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوے آن پہونچے

آتے ہی غل مچا کر ایک ایک نے کچا چٹھا کہہ سنایا۔

ایک سوار۔ فوراً پشت توسن پر آؤ۔

دوسرا سوار۔ اب وقت بہت تنگ ہی غنیم سر پر آن پہونچا۔

تیسرا سوار۔ اُٹھو اُٹھو۔ آرام اب منزلون دور ہی۔

افسر کمانیر نے حال دریافت کیا تو سوارون نے کہا کہ یہان سے آدھ میل کے فاصلے پر ایک قلعہ ہی اُسمین ترکی فوج کے چند سپاہی تھے چھ ہزار روسیون نے اُنکو گھیر لیا ترکون کی قلت اور روسیون کی کثرت سے یہ نتیجہ ہوا کہ قلعہ کی ایک دیوار توڑ کر ترکی نکل گئے قلعہ خالی پا کر روسی اپنے قبضے مین لے آئے اب اُنکو گویندون نے خبر دی کہ ترکی فوج آن پہونچی۔ افسر کمانیر نے کہا کہ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ گولے کیون چلانے شروع کیے معلوم ہوتا ہی کہ روسیون کی جماعت ہماری جماعت سے کم ہی خوف دلانے کے لیے گولہ اندازی شروع کردی۔ ورنہ اگر روسی سپاہ کافی ہوتی تو اسوقت وہ دو چار کالمون سے ہمین گھیر لیتے۔ کل افسرون اور جونیر افسرون کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور مشورہ کے بعد انواع و اقسام کے احکام مناسب جاری کرنے لگے۔ تا کہ فوج قرینے سے آراستہ ہو جائے۔

افسر کمانیر۔ رن مہتابین روشن کرو۔

آزاد پاشا۔ اب آخری راے کیا قرار پائی۔ گڑھی پر حملہ ہوگا یا ملتوی ہوگا۔

علیقو پاشا۔ حملہ ہو نہو۔ توپ کا جواب ضروری دینا چاہیے۔

احمد مختار پاشا۔ پہلے اس قبرستان سے تھوڑی دور پیدا اُسمین نکلکر کل کالمون کو درستی کے ساتھ آراستہ کیجیے پھر توپخانے سے کام لیجیے۔ اتنے مین پھر توپ دغی اور ادھر سے اسکا جواب دیا گیا۔

اب سُنیے کہ یہ قلعہ دریاے ڈینیوب سے کئی کوس کے فاصلے پر واقع تھا بیچ مین قلعہ خاص تھا نہایت مستحکم اور عظیم الشان اردگرد چو طرفہ چھوٹے چھوٹے قلعے۔ چارون کونون پر ایک ایک یہ قلعے گو وسعت مین چھوٹے تھے مگر سر بفلک کشیدہ۔ از بس مضبوط اور سب مین توپین چڑھی ہوئین اس قلعے مین ایک بہت بڑی توپ تھی ترکی اپنی زبان مین اسکو صف شکن کہتے تھے اُسکی عظمت کی ادنی تعریف یہ ہی کہ درزی اسمین بیٹھکر سی سکتے تھے اس صف شکن کی پیشانی پر یہ مصرعہ کندہ تھا ع

	بترس اے مدعی زمن کہ آتش در دہن دارم	

اس توپ پر روسیون کو بڑا ناز تھا جب ترکون نے قلعے کو خالی کیا تو صف شکن مین کیل ٹھونک دی تھی قاعدہ ہی کہ جب کبھی میدان مین لڑائی ہوتی ہی تو بھاگنے کیوقت اکثر توپ مین کیل ٹھونک دیتے ہین تا کہ غنیم آئے تو دفعتہً توپ کو کام مین نہ لا سکے قلعہ خاص کا بہت بڑا رقبہ تھا قلعہ کیا گویا ایک شہر آباد تھا۔ زراعت بھی اسمین ہوتی تھی دریا سے کاٹ کر ایک نہر لائے تھے جو قلعے کے چارون طرف جاری تھی نہر کے اردگرد کچھ فاصلے پر بنسواڑی تھی۔ اس درجہ گھنی کہ گولہ وقت سے اُس پار جائے بنسواڑی کے بعد ببول کے درخت بھی گھنے تھے انکے بعد ایک اور نہر تھی۔ نہایت عمیق۔ نہر کے بعد گہری گہری کھائیان۔ اُنکے بعد اونچی نیچی زمین اور پھر ریت اور بالو۔ ان سب کے بعد پھر بنسواڑی اور چارون کونون کے اردگرد نہرین اور کھائیان اور جنگل۔

ترکی اس قلعے کو نہ چھوڑتے۔ مگر خرابی یہ ہوئی کہ جب

نوے ہزار روسیون کے دریاے ڈینوب کے اس پار آجانیکی خبر آئی تھا اس قلعے کی فوج کو حکم ہوا کہ فوراً اس لشکر کی مدد کو جائے جو فوج روس سے لڑنے کے لیے بھیجا گیا ہی۔ بس قلعے مین معدودے چند ہی سپاہی رہ گئے اور رسد بھی مکتفی نہ تھی لہذا قلعے کی دیوار توڑ کر وہ بھاگ گئے۔ روسی سمجھے تھے کہ اس قلعے کے قبضے سے ملک کا ایک حصہ گویا انکے زیر نگین ہی اور تھا بھی ایسا ہی مگر جب انھون نے یہ خبر وحشت اثر سُنی کہ ترکی فوج ظفر موج آن پہونچی اور سامان جنگ سب لیس ہی تو پانوُن تلے سے مٹی نکل گئی۔ روسیون کے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی اس قلعے مین تھے۔ قریب تھا کہ رسد کا سامان بہم پہونچائین مگر ترکون نے اسقدر مہلت نہ دی۔

حضرت وزیر جنگ کی طبیعت داری کے صدقے کہ دار السلطنت ہی مین بیٹھے بیٹھے اس قلعے کی فکر کی ورنہ روسی اسمین جم جاتے تو نکالنا مشکل تھا روسیون نے ترکی فوج کے آنے کی خبر پاکر توپین داغنا شروع کین۔ دونون طرف رن جھتا مین روشن ہوئین اور توپون پر بتیان چٹنے لگین اور دھنا دھن کی آوازین آنے لگین۔

افسر کمانیر نے دو چار سوارون سے جو اس قلعہ کے حالات سے خوب واقف تھے طرح طرح کے سوال کیے اور جوابون پر خوب غور کیا۔

کمانیر۔ اس قلعے کے اردگرد تو چار برج ہین نہ۔

سوار۔ ہان اور چارون مضبوط۔

کمانیر۔ اور توپین چڑھی ہین۔

سوار۔ جی ہان ایک برج مین جو پورب کے رُخ ہی نجی توپین ہین۔

کمانیر۔ خوب معلوم ہی؟۔

سوار۔ حضور مین اس قلعے مین چھ مہینے رہ گیا ہون۔

کمانیر۔ بھلا کسی ایسے گانوُن والے سے پوچھو جو تمھارا دوست ہو۔

سوار۔ آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو کہیے تو مین گانوُن والون سے اور خبرین لاوُن۔

کمانیر۔ بنسواڑیان جو اسمین تھین وہ ہین یا نہین۔

سوار۔ اب ایسی لودی بھی نہین ہی کہ گری ہی پڑتی ہو۔

کمانیر۔ ہان ہم سمجھے خیر۔

سوارے اور بھی بہت سے سوال کرکے کمانیر نے حکم دیا کہ توپخانہ تھوڑی دور اور بڑھاؤ۔ اور اسکے بعد طلایہ کے سوارون سے پوچھا کہ قلعہ یہان سے کس قدر فاصلہ پر ہی سوارون نے کہا آدھ کوس مگر اُس سوار نے جو چھ مہینے تک قلعے مین رہ چکا تھا۔ اُسکی تردید کی اور کہا آدھ کوس سے زیادہ ہی کمانیر نے کہا گانوُن کے لوگون سے دریافت کرو کہ ٹھیک فاصلہ کسقدر ہی۔

چھ سوار گانوُن مین پہونچے۔ دیہاتی بیچارے مارے خوف کے لرزرہے تھے کہ خدا خیر کرے۔ جنگ کے نام سے رعایا منزلون بھاگتی ہی قاعدہ ہی۔ لوگ خوب جانتے ہین کہ تجارت پر اُوس پڑجائیگی۔ خون کی ندیان بہینگی ملک تباہ ہوگا۔ گانوُن جلا دیے جائین گے۔ رعایا صید الم ہوگی۔ انواع واقسام کی مصیبتین پڑینگی۔

طرفین سے گولون کی بوچھار ہونے لگی اور ایک گولہ عین فوج مین آنکر پھٹا تو ایک ٹکڑا علیقو پاشا کے گھوڑے کے پٹھے پر پڑا۔ اور میان آزاد کا سمند وغا پسند بھی

کسی قدر جھجکا۔ علیقو پاشا کا گھوڑا گرا۔ مگر وہ پھرتی کے ساتھ اُچک گئے۔

آزاد۔ شاباش۔ بچے!

بچے کہا ہی تھا کہ ایک سوار کا گھوڑا دوسرے گولے کے ٹکڑے سے دھم سے زمین پر آرہا۔ اور میان آزاد کے کان کے پاس سے بھی ایک گولی سنسناتی ہوئی نکل گئی۔

آزاد پاشا۔ این یہ گولی کہان سے آئی۔

ایک افسر۔ (غل مچاکر) این! اگر قلعہ دو میل ہے تو گولی کہان سے اتنی دور آئی۔

دوسرا افسر۔ بیشک دو میل۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ پشت پر سے روسیون نے باڑھ ماری۔ دائین۔ دائین۔ دائین تمام فوج مین کھلبلی مچ گئی۔

طرفین سے گولہ اندازون نے گولے اُتارے توپون کے دغنے کی آواز سنکر کانون والون کا زہرہ آب آب ہوا جاتا تھا۔ اور آواز بازگشت اور بھی ستم ڈھاتی تھی ترکی گولہ اندازون نے چار گولے ایسے اُتارے کہ ایک قلعے کے برج کو ڈھا دیا اتنے مین گھنگھور گھٹا چھائی اور بجلی اس زور سے کوندنے لگی کہ گھوڑے بیقرار ہوگئے ترکون نے یا اینہمہ گولہ اندازی موقوف نہ کی مگر روسیون نے جواب دینا بند کردیا گو روسی محفوظ مقام مین تھے قلعہ از بس مستحکم تھا صف شکن توپ ستم کا توڑ کر رہی تھی۔ اور ترک اسکے برعکس کھلے ہوئے میدان مین تھے۔ لیکن رسد کی قلت کے سبب سے روسی مایوس ہو رہے تھے ترکون نے بھی حسب مقتضائے مصلحت سکوت اختیار کیا افسر کمانیر نے ایک کالم کو پشت کی طرف قاعدہ سے بھیجدیا تھا۔ تاکہ جو روسی کالم اس طرف سے جنگ کرنے آتا ہے اُسکا جواب دینے جائے مگر آخر کو معلوم ہوا کہ وہ تھوڑے ہی سے آدمی تھے گھٹا چھاتے ہی قلعے مین ہو رہے۔ ترکی فوج کانپ رہی تھی کہ مبادا مینھ برسے تو بڑی ابتری اور خرابی واقع ہو۔ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مفر کا کوئی مقام نہین۔ بارے خدا خدا کر کے مینھ نہین برسا مگر تمام رات بجلی چمکتی رہی اور کالے کالے بادل آسمان پر نظر آتے تھے۔

اتنے مین ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ یہان سے آدھ کوس کے فاصلے پر ایک جنگل ہے۔ اُسمین پہلے درندے جانور کثرت سے رہتے تھے مگر فوج نے شکار کرکے جنگل کو خالی کردیا۔ اگر شب کو فوج وہان ہی رہے تو مفر کی صورت ہو۔

افسر کمانیر۔ ایک جونیر افسر اور بیس سوار جاکر موقع دیکھ آوین اور فوراً آکر رپورٹ کرین۔

آزاد نے کہا مین جاتا ہون بیس سوار لیکر گئے اور فوراً واپس آئے۔

افسر کمانیر۔ دیکھ آئے۔ ہے اچھا مقام۔

آزاد۔ بڑا گھنا جنگل ہے اور فوج بآرام رات کو رہ سکتی ہے۔

ایک سوار۔ اِس میدان سے کہین بہتر ہے۔

دوسرا سوار۔ جب ہم اس قلعے مین تھے تو اس جنگل مین خوب شکار کھیلتے تھے مگر سلطان کا حکم آگیا تھا کہ شکار محفوظ رہے اب تو جانور کا وہان نام ہی نہین ہے۔

تیسرا سوار۔ نہین ہے تو اِکا دُکا ضرور مگر بہت کم۔

چوتھا سوار۔ اب اور بھی گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سنکر بھاگ جائینگے۔

افسر کمانیر نے حکم دیا کہ جنگل کے قریب چلکر ٹھہرو۔

فوج روانہ ہوئی۔ روسیون کو بھی گویندون نے خبر دی کہ ترکی سن جنگل کیطرف گئے افسر کمانیر نے حکم دیا کہ دو سو سوار مسلح ارد گرد پہرا دین اور پکٹ کے لیے چار سو آدمی مقرر ہون اسکے بعد کچھ لوگ نہایت بےچینی کے ساتھ سوئے اور اکثر بیٹھے ہی بیٹھے او نگھنے لگے۔

خاکی شادی کا خاکہ

خورشید وحشتؔ جہالت کے مشرقستان میان بدیع الزمان زنا شاد دولھا، کی خاکی شادی کل حال نذر ناظرین خجستہ خصال ہو چکا ہی۔ چاند سی بیوی کی تمنا ہے ہم آغوشی اور عین گرمجوشی مین چاند گنجی ہوگئی اوس ہی پڑ گئی میل روز تو تھے نہ جڑ ھین مگر غم والم کے تیر جگر دوز نے سینہ چاک کر دیا خوب بے بھاؤ کی پڑین۔ ٹٹو پر سے زمین پر لڑھکنی کھائی اور جگت ہنسائی جو ہوئی وہ گھاتے مین۔ دوبارہ دولھا بنے پُرانے سر پر نئی دستار جمائی مگر آرزو نہ بر آئی سیکڑون ارمانون کا خون ہوا۔

خوجی کے دل مین کھُب گئی کہ لڑکون کی شرارت سے اُنپر اوس پڑی نہ وہ منحوس اشعار زبان پر لاتے۔ نہ جوتیان کھاتے۔ اپنے حافظے پر بھی دانت کٹکٹا کے رہ جاتے تھے کہ مس روز کا نام کیون نہ یاد آیا بڑا غضب کھایا سر دھنتے تھے تنکے چنتے تھے۔ ہرمزجی کا ہنسنا اور بنانا مس میڈا کا زیر لب مسکرانا مس گیل کا انگلیون پر نچانا اور بھی ستم تھا خون پی کے رہ جاتے تھے اُف تک زبان پر نہین لاتے تھے۔ اِس استقلال کے قربان۔ اِس تحمل کے صدقے۔

ایک شاعر عزّ انے متعانا شاد دولھا کی خاکی شادی کا خاکہ اڑا دیا اور تاریخ شادی خاکی بطریق نذر پیشکش کی۔

وہو ہذا

بیا اے خامۂ نیرنگ پرداز ۔۔۔ سرود شادیانہ ساز کن ساز
نوائے میکشم در نشۂ مے ۔۔۔ بآہنگ حجاز زنا لۂ نے
بیا سازم رقم جشن دل افروز ۔۔۔ کہ عقد خواجہ بارو دست امروز
زمن بشنو کنون تفصیل روداد ۔۔۔ کہ چون بر جنگ یکہ تاخت آزاد
ہوس خام خواجہ پے افشرد ۔۔۔ ہوائے وصل روز او را زجا برد
زبعد شورۂ چندے ظریفان ۔۔۔ روان شد ہمرہ اما دی بخشان
ہجوم کودکان از ہر کنارہ ۔۔۔ ہمانا شانزدہ اندر شمارہ
غزلخوانان شدہ ہمراہ بادی ۔۔۔ ولے ہر یک سوار توسن نے
دہل از یک طرف اندر صدا بود ۔۔۔ نوای تہنیت گوش آشنا بود
ز طرف شعلہ آواز گل کرد ۔۔۔ صدا از تارہائے ساز گل کرد
ز طفلان حلقۂ در دف نوازی ۔۔۔ گرو ہے زان میان در نغمہ سازی
بناگہ ز اختلاف چار ناچار ۔۔۔ جدل ما بین طفلان شد بیازار
بسوے خواجہ طفلے زان میان تاخت ۔۔۔ ز پشت توسنش بر خاک انداخت
یکے در گوشمالی ہمچو استاد ۔۔۔ بخواجہ درس ضرب ضرب شد داد
مدارا آتش نمودہ شد چو بسیار ۔۔۔ بمسکن راہ دادند آخر کار
اگر تاریخ این خاکہ شماری ۔۔۔ سہ بار اعداد خاکہ جمع آری
چو سال ہجری پرسی محاسب ۔۔۔ زمن بشنو اگر دانی مناسب
ز جیم خواجہ مجذور مکرر ۔۔۔ بضرب شانزدہ تاریخ بنگر

سبحان اللہ کیا تاریخ بدیع ہی۔ پہلے جیم خواجہ لیجیے۔ ج کے تین عدد۔ ۳ تین کا مجذور ۹۔ اور مجذور مکرر یعنے مجذور کا مجذور کیا ہوا۔ ۸۱۔ ۹×۹۔ اب شاعر کہتا ہے کہ اس مجذور کے مجذور یعنے اکاسی کو سولہ سے ضرب دو بضرب شانزدہ کہا ہی نہ تو حساب یون ہو۔

ہجری ۱۲۹۶ = ۱۶ × ۸۱

کسی قدر جھجکا۔ علیقو پاشا کا گھوڑا گرا۔ مگر وہ پھرتی کے ساتھ اُچک گئے۔

آزاد۔ شاباش۔ بچے!۔

بچے کہا ہی تھا کہ ایک سوار کا گھوڑا دوسرے گولے کے ٹکڑے سے دھم سے زمین پر آرہا۔ اور میان آزاد کے کان کے پاس سے بھی ایک گولی سنسناتی ہوئی نکل گئی۔

آزاد پاشا۔ این یہ گولی کہان سے آئی۔

ایک افسر۔ (غل مچاکر) این! اگر قلعہ دو میل ہے تو گولی کہان سے اتنی دور آئی۔

دوسرا افسر۔ بیشک دو میل۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ پشت پر سے روسیون نے باڑھ ماری۔ دائین۔ دائین۔ دائین تمام فوج مین کھلبلی مچ گئی۔

طرفین سے گولہ اندازون نے گولے اُتارے توپون کے دغنے کی آواز سنکر گاؤن والون کا زہرہ آب آب ہوا جاتا تھا۔ اور آواز بازگشت اور بھی ستم ڈھاتی تھی ترکی گولہ اندازون نے چار گولے ایسے اُتارے کہ ایک قلعے کے برج کو ڈھا دیا اتنے مین گھنگھور گھٹا چھائی اور بجلی اس زور سے کوندنے لگی کہ گھوڑے بیقرار ہو گئے ترکون نے با اینہمہ گولہ اندازی موقوف نہ کی مگر روسیون نے جواب دینا بند کر دیا کہ روسی محفوظ مقام مین تھے قلعہ ازبس مستحکم تھا صف شکن توپ ستم کا توڑ کر رہی تھی۔ اور ترک اسکے برعکس کھلے ہوئے میدان مین تھے۔ لیکن رسد کی قلت کے سبب سے روسی مایوس ہو رہے تھے ترکون نے بھی حسب مقتضائے مصلحت سکوت اختیار کیا افسر کمانیر نے ایک کالم کو پشت کی طرف قاعدہ سے بھیجدیا تھا۔ تاکہ جو روسی کالم اس طرف سے جنگ کرنے آتا ہو اُسکا جواب دینے جائے مگر آخر کو معلوم ہوا کہ تھوڑے ہی سے آدمی تھے گھٹا چھاتے ہی قلعے مین ہو رہے۔ ترکی فوج کانپ رہی تھی کہ مبادا مینہ برسے تو بڑی ابتری اور خرابی واقع ہو۔ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مفر کا کوئی مقام نہین۔ بارے خدا خدا کر کے مینہ نہین برسا مگر تمام رات بجلی چمکتی رہی اور کالے کالے بادل آسمان پر نظر آتے تھے۔

اتنے مین ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ یہان سے آدھ کوس کے فاصلے پر ایک جنگل ہے۔ اُسمین پہلے درند جانور کثرت سے رہتے تھے مگر فوج نے شکار کر کے جنگل کو خالی کر دیا۔ اگر شب کو فوج وہان ہی رہے تو مفر کی صورت ہو۔

افسر کمانیر۔ ایک جونیر افسر اور بیس سوار جا کر موقع دیکھ آوین اور فوراً آکر رپورٹ کرین۔

آزاد نے کہا مین جاتا ہون بیس سوار لیکر گئے اور فوراً واپس آئے۔

افسر کمانیر۔ دیکھ آئے۔ ہے اچھا مقام۔

آزاد۔ بڑا گھنا جنگل ہے اور فوج بآرام رات کو رہ سکتی ہے۔

ایک سوار۔ اس میدان سے کہین بہتر ہے۔

دوسرا سوار۔ جب ہم اس قلعے مین تھے تو اس جنگل مین خوب شکار کھیلتے تھے مگر سلطان کا حکم آگیا تھا کہ شکار محفوظ رہے اب تو جانور کا وہان نام ہی نہین ہے۔

تیسرا سوار۔ نہین ہے تو اکا دکا ضرور مگر بہت کم۔

چوتھا سوار۔ اب اور بھی گھوڑون کی ٹاپون کی آواز سنکر بھاگ جائین گے۔

افسر کمانیر نے حکم دیا کہ جنگل کے قریب چلکر ٹھہرو۔

فوج روانہ ہوئی۔ روسیون کو بھی گوئندون نے خبر دی کہ ترکی بن جنگل کیطرف گئے افسر کمانیر نے حکم دیا کہ دو سو سوار مسلح ارد گرد پہرا دین اور پکٹ کے لیے چار سو آدمی مقرر ہون اسکے بعد کچھ لوگ نہایت بےچینی کے ساتھ سوئے اور اکثر بیٹھے بیٹھے ہی بیٹھے اونگھنے لگے۔

خاکی شادی کا خاکہ

خورشید وحشت جہالت کے مشرقستان میان بدیع الزمان (ناشاد دولھا) کی خاکی شادی کل حال نذر ناظرین خجستہ خصال ہو چکا ہے۔ چاند سی بیوی کی تمنائے ہم آغوشی اور عین گرم جوشی مین چاند گہنی ہو گئی اوس ہی بڑ گئی میس روز تو ہتھے نہ چڑھین مگر غم والم کے تیر جگر دوز نے سینہ چاک کر دیا خوب بے بھاؤ کی پڑین۔ ٹٹو پر سے زمین پر لڑھکنی کھائی اور جگت ہنسائی جو ہوئی وہ گھاتے مین۔ دو بارہ دولھا نے پرانے سر پر نئی دستار جمائی مگر آرزو نہ بر آئی سیکڑون ارمانون کا خون ہوا۔

خوجی کے دل مین کھُپ گئی کہ لڑکون کی شرارت سے اُنپر اوس پڑی نہ وہ منحوس اشعار زبان پر لاتے۔ نہ جوتیان کھاتے۔ اپنے حافظے پر بھی دانت کٹکٹا کے رہ جاتے تھے کہ مس رونکا نام کیون نہ یاد آیا بڑا غضب کھایا سر دھُنتے تھے تنکے چنتے تھے۔ ہرمز جی کا ہنسنا اور بنانا مس میڈا کا زیر لب مسکرانا مس گیبل کا اُنگلیون پر نچانا اور بھی ستم تھا خون پی کے رہ جاتے تھے اُف تک زبان پر نہین لاتے تھے۔ اس استقلال کے قربان۔ اس تحمل کے صدقے۔

ایک شاعر عراتے معًا ناشاد دولھا کی خاکی شادی کا خاکہ اُڑا دیا اور تاریخ شادی خاکی بطریق نذر پیشکش کی۔

وہو ہذا

بیا اے خامۂ نیرنگ پرداز — سرود شادیانہ ساز کن ساز
نوائے میکشم در نشۂ مے — بآہنگ حجاز و نالۂ نے
بیا سازم بیچے جشن دل افروز — کہ عقد خواجہ باروز ست امروز
زمن بشنو کنون تفصیل روداد — کہ چون بر جنگ یکتا خست آزاد
ہوس خام خواجہ پے افشرد — ہوائے وصل روز اورا ز جا برد
زبعد شورۂ چندے ظریفان — روان شد بہر دامادی بخشان
ہجوم کودکان از ہر کنارہ — ہمانا شانزدہ اندر شمارہ
غ۔نخوانان شدہ ہمراہ بادی — و لے ہر یک سوار توسن نے
دہل از یک طرف اندر صدا بود — نوای تہنیت گوش آشنا بود
ز طرف شعلۂ آواز گل کرد — صدا از تارہائے ساز گل کرد
ز طفلان حلقۂ در دف نوازی — گروہے زان میان در نغمہ سازی
بناگہ ز اختلاف چار ناچار — جدل مابین طفلان شد بیازار
بسوے خواجہ طفلے زان میان تاخت — ز پشت توسنش بر خاک انداخت
پئے در گوشمالی ہمچو استاد — بخواجہ درس ضرب ضربش داد
مدارا آتش نمود شد چو بسیار — بمسکن راہ دادند آخر کار
اگر تاریخ این خاکہ شماری — سہ بار اعداد خاکہ جمع آری
چو سال ہجریش پرسی محاسب — زمن بشنو اگر دانی مناسب
ز جیم خواجہ مجذور مکرر — بضرب شانزدہ تاریخ بنگر

سبحان اللہ کیا تاریخ بدیع ہے۔ پہلے جیم خواجہ لیجیے۔ ج کے تین عدد۔ ۳ تین کا مجذور ۹۔ اور مجذور مکرر یعنے مجذور کا مجذور کیا ہوا۔ ۸۱۔ ۹×۹۔ اب شاعر کہتا ہے کہ اس مجذور کے مجذور یعنے اکاسی کو سولہ سے ضرب دو بضرب شانزدہ کہا ہے نہ تو حساب یون ہو۔

ہجری ۱۲۹۶-۱۶+۸۱

خوب تاریخ موزون فرمائی ہی۔ ایک زندہ دل ظریف طبع نے خوجی کے نام خط لکھا اور خط مین تاریخ بھی لکھدی۔ خط کی عبارت سننے کے قابل ہی۔

ایہا الخوجی۔ والسلام کیسے مزاج مقطع۔ کھوپڑی کا حال تو کہیے کہ پلپلی ہوگئی یا نہین۔ بھلا کیون صاحب۔ ایک پانٔون تو آپ قبر مین لٹکائے بیٹھے ہین یہ شادی کا شوق کیسا چرّایا۔ اس بڑہ بھس کے صدقے۔ ای لاحول ہے پھٹکار۔ اس عقل پر خدا کی مار۔ ؎

ہر پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت ست
وز شاخ کہنہ میوۂ نو رس غنیمت ست

مُنھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت اور چلے دولھا بنکے پری کو بیاہنے تم اور اُس گلبدن گلرخسار۔ نازک اندام طرحدار پر ریجھو۔ اے تیری قدرت پہلے مُنھ تو بنواؤ۔ ؎

غالب ان سیمین تنون کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

یہ کوہ قاف کی پریان وجیہ اور خوشرو جوانون کے لیے ہین یا تم ایسے بونون کے لیے۔

بت کرین آرزو خدائی کی	شان ہی تیری کبریائی کی

میان اس خیال خام سے درگذرو۔ ورنہ مفت مین اور پٹوگے۔ اپنی خاکی شادی کا خاکہ پڑھو۔ خبردار اب اُدھر رُخ نہ کرنا۔ مین بھی ہندی ہون لہذا دیکھہ نہ سکا کہ اس ملک کے باشندے تمکو بنائین اور ہم مُنھ دیکھکر رہ جائین۔ ہمنے سمجھا دیا اب تمھین اختیار ہی۔ ؎

سمجھانے سے تھا ہمین سروکار	اب مان نہ مان تو ہی مختار

اس خط اور خاکی شادی کے خاکے کو پڑھ کر میان خواجہ بدیع الزمان صاحب نے اپنا سر پیٹ لیا۔ کئی بار اشعار پڑھے اور بہت ہی جھلّائے۔ ٹھان لی کہ اس شاعر کی کسی وقت جب ذرا طبیعت ٹھکانے ہوگی خوب دل کھولکر ہجو کرینگے ٹھہر تو سہی تو خواجہ بدیع جو اس سے بڑھکر ہجو کرون۔ ہم شاید شعر ہی کہنا نہین جانتے تھوڑی دیر کے بعد ہرمزجی کے ایک آدمی نے دوسرا رقعہ دیا۔ سمجھے مس روز کا محبت نامہ ہی۔ لیا چوما۔ سر پر رکھا پھر بوسے لیے۔ کھولا۔ تو یہ قطعہ خواجہ صاحب کی نظر فیض اثر سے گذرا۔

قطعہ تاریخ شادی ناشاد دولھا

جگت آشنا خواجۂ نامدار	چلے بیاہ کرنے کو نبوا کے خط
سر راہ چپتین سر پاک پر	فقط دو سو سولہ پڑین بے نقط

اب اور بھی جھلّائے۔ مارے غصے کے مُنھ تمتمانے لگا۔ این! اور سُنیے یک نشد دو شد بے نقط سناتا ہی۔ اچھا سمجھا جائیگا۔ اور دو سو سولہ کا یہ کون حساب ہی پڑین تو ضرور مگر دو سو سولہ کس کمبخت کے سر پر پڑین۔ سر نہوا طبلہ ہوا کہ جب دیکھیے ہاتھ پڑ رہا ہی اور سر راہ کس پر پڑین دروازہ پر سسرال والون نے دل لگی دل لگی مین ہاتھ گرمایا تھا۔ سڑک تھی نہ او پڑین کس پر یہین ہی نہین یاد ہی۔ وہ تو سر سہلاتے تھے۔

خوجی۔ (ہرمزجی کے آدمی سے) یہ خط کون لایا تھا بے۔

آدمی۔ ہمکو نہین معلوم۔ ہم نہین جانتے۔

احمد نے سامنے آکر کہا یہ خط ایک شخص دے گئے تھے۔ کشیدہ قامت ہین چھوٹی چھوٹی داڑھی۔ گاؤدیدہ۔ رنگ کھلتا ہی۔ ایک ایک موچھا ایک ایک چھپر کے برابر خانساماں نے اُسکا مطلب سمجھایا تو خواجہ صاحب نے جھلّا کر کہا اُسکا نام بھی کچھ ہی یا گمنام تھا۔

خوجی - اچھا ہم بھی ہجو کرینگے - دیکھ تو سہی -

شاعرے آمدہ زہندستان — در فن نظم و شعر ابجد خوان
خط ہذا شدہ ز ہوٹل گم — دل خواجہ شکست گفتم قم
قم بہ اذن بدیع معنی رس — پندرہ بیس شعر کہدے بس
ہجو کہنا ہی اب شعار مرا — ہو نہ کم روم مین وقار مرا
کام میرا ہی ڈھال اور تلوار — شاعری سے نہین مجھے سروکار
کئی پشتون سے ہون سپاہی زاد — ہمدم و مونس میان آزاد
گرز و خنجر ہین مثل جان و روح — جنگ میدان کیمیاے فتوح
ایسے شاعر سے مین سمجھ لونگا — کیا کوئی ایسا ویسا مین ہونگا

راوی - سبحان اللہ - ہونگا کتنا پیارا محاورہ ہی -

خوجی کیا عمرو عیار کی زنبیل ہین - رسالدار کیدان قلم بردار شہسوار کشتی گیر شاعر - کوئی فن خیر سے چھوٹا نہین - اور طبیعت کسقدر حاضر ہی - اللہم زد فزد -

تھوڑی دیر کے بعد خوجی سوچے کہ دیکھین مادہ تاریخ صحیح ہی یا نہین - پہلے اس تاریخ پر غور کرنے لگے گویا سمجھ ہی تو جائینگے -

سر راہ چیتین سر پاک پر — فقط دو سو سولہ پڑین بے نقط

اپنے دل مین سوچے کہ دو سو سولہ کی قید کیون لگائی - اس سے نہ سمت نہ عیسوی نہ ہجری سال نکلتا ہی تاریخ کیا چیستان ہی اور چیستان کا حل کرنا سیکھا ہی نہین سوچتے سوچتے رقعہ کی پشت پر نظر پڑی تو حل لکھا پایا - اسکی عبارت درج ذیل ہی -

خوجی صاحب کہو کبھی پہیلی بھی بوجھی ہی - آپ کا سرخ خوجی کا سرخ ہی نہ - اچھا خ کے کتنے عدد ہوئے ۶۰۰ - ٹھیک دو سو سولہ سے ضرب دو - تو کتنے ہوے ۱۲۹۶۰۰ - مگر مطلوب ۱۲۹۶ ہی - یہ دو نقطے کہان جائین شاعر کہتا ہی بے نقط دونون نقطے اڑا دیجیے - تو باقی کیا رہا ۱۲۹۶ - وہو المطلوب -

خوجی نے کئی بار اسپر غور کیا اور جب سمجھے تو دل ہی دل مین شاعر کی بڑی تعریف کی کہ گو ہمارا دشمن اور یاجی ہی مگر بے نقط کی اچھی کہی - اب دو سو سولہ کا مطلب اتنی دیر مین معلوم ہوا - اچھا تو خواجہ بدیع الزمان بدیع جو مین بھی تاریخ کہون اور اس سے بڑھکر - انشاء اللہ کون بات ہی - ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد — اگر خارے بود گلدستہ گردد

شبخون

بیا ساقیا جان مستان بیا — بیا راحت می پرستان بیا
بیا ساقی گلبدن لالہ رنگ — بدہ جام اکشامرا بیدرنگ
بہارست ای ساقی گلعذار — خدارا برانڈی وسوڈا بیار

بمن دہ یکے جام خورشید رنگ
کہ با روسیان دارم آہنگ جنگ

صف شکنون کی جان و روح معز و ممدوح میان آزاد فرخ نہاد نے اس دشت بلاخیز مین لشکریون کے ساتھ شب کو قیام کیا سپاہیون اور سوارون نے اشجار سر فلک کشیدہ کے سایہ مین آگ روشن کی تاکہ زمستان کی سرد مہری پر اوس پڑ جائے اور فوج ظفر موج باد خنک کے جھوکون سے نجات پائے ادھر آگ کے شعلے بھڑکے ادھر مرغان خوش الحان نشیمن اور آشیان سے زمین پر گرنے لگے - جن لوگون کے دل چوٹ کھائے ہوئے تھے انکو ان بے زبانون کی حالت زار پر رحم آیا جھپٹ کے

طیور ذی شعور کو اٹھایا مگر ان مین طاقت پرواز کہان تھی۔
بیڑے مین ہر قسم کے آدمی ہوتے ہین۔ بعض بعض شکم بندہ
گرسنہ چشمون نے چڑیون کو بھون بھون کھایا۔ جو گھونسلے
نیچے کی شاخون پر تھے وہ شعلون کی گرمی سے جل بھن کے
خاک سیاہ ہو گئے۔ عوض بیدردی کوئی تاپے کسی کا گھر جلے۔
اکثر آشیانون کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کباب ہو گئے۔ ع

آشیانہ نہ قفس مین نہ چمن یاد آیا
آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ صیاد آیا

اپنے آرام اور اپنے ذائقے کے لیے حضرت انسان ان بے زبانون پر کیا کیا ستم ڈھاتے ہین اور باینہمہ اشرف المخلوقات ہونے کا دم بھرتے ہین۔ اپنے منھ میان مٹھو۔ طوطون کو ذرا ذرا سے پنجرون مین بند کر کے نبی جی بھیجو اور ست گورو ت پڑھاتے ہین۔ یہ کچھ اس خیال سے نہین کہ طوطے بھی بہشت یا سرگ کی ہوا کھائین بلکہ صرف اپنا دل بہلانے کے لیے تا کہ ان کے ہرے ہرے پر و بال اور انکی لال لال چونچ اور پیاری پیاری بولی سے وہ گھڑی بھر اپنا غم غلط کرین۔

میان آزاد کا دل بھر آیا پہلے تو خون پی کے رہ گئے۔ مگر ضبط نہ کر سکے اور بیڑے کے جوانون کی طرف مخاطب ہو کر یون کہنے لگے۔

اے پیارے بھائیو تم سب جان بکف میدان کارزار مین آئے ہو کسی کو پوری پوری امید نہین کہ مورچے سے زندہ واپس جائے۔ ایک چنے کے برابر گولی ہمارے خرمن زندگی کے جھلسا دینے کو کافی ہے اتنے آدمیون مین شاید ایک بھی ایسا نہو گا جسکا کوئی عزیز نہو رشتہ دار نہو۔ دوست نہو۔ غمگسار نہو کسی کی پیاری چاہتی بیوی راتونکو خواب ناز سے چونک چونک پڑتی ہوگی کہ ہائے میرے پیارے شوہر کا کیا جانے کیا حال ہوگا کسی کی بوڑھی مان کا دل روتا ہوگا کہ خدا جانے اب اپنے نور بصر لخت جگر کے دیدار سے شاد ہون یا نہون۔ کسی کا بھائی دن رات دست بدعا ہوگا کہ بار خدایا میرے قوت بازو کو میدان جنگ سے صحیح و سلامت لا۔ کسی کا دلی دوست اخبارون مین بڑے شوق سے دیکھتا ہوگا کہ فلان رجمنٹ کہان ہے ہمارا یار وفادار تو بخیریت ہے کوئی اپنے پیارے لڑکے اپنے دل کی راحت اور زندگی کے چین کو یاد کر کے آشفتہ حال ہوتا ہوگا کہ خدا کرے ہم اس جنگ مین بچ جائین۔ مگر اسوقت ان بیچارے بیگناہ جانوران صحرائی کی حالت زار پر کسی نے رحم نہ کھایا۔ ہائے یہ بیچارے اپنی عقل یا شعور کے موافق کس کس ناز و نعم سے اپنے بچون کی پرورش کرتے ہونگے ہمیشہ ہی کوشش رہتی ہوگی کہ چاہے وہ خود مر جائین مگر انکے بچون پر آنچ نہ آنے پائے۔ ہائے یہ خبر ہی نہ تھی کہ گھونسلون ہی مین وہ بیگناہ جل جل کے کباب ہو جائینگے اور آنکھ بھی اچھی طرح نہ کھولنے پائینگے۔ ع

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ بر پا را

تم لوگون نے انواع اقسام کی بدعتون سے انکی جان لی یہ میان سوار جو میرے سامنے بیٹھے ہین انہون نے جانور کی ایک ٹانگ لی اور شعلے کے قریب لے گئے۔ وہ بیچارہ پھڑ پھڑانے لگا تو حضرت کو یہ دل لگی سوجھی کہ چونچ پکڑ کر جلتے جی آگ مین ڈالدیا۔ اتفاق سے وہ ایسے مقام پر گرا جہان آگ بہت کم تھی اور کئی منٹ مین تڑپ تڑپ کر اسکی جان نکلی۔ ایک سائیس نے ٹانگ ہاتھ مین پھڑپھڑاتے ہوئے

جانور کو بھونا - اُف ری بیرحمی -

حسن اتفاق سے حضرت کمانیر بھی چپکے چپکے میان آزاد کی تقریر سنتے جاتے تھے جب میان آزاد کہہ چکے تو دس بارہ آدمیون نے بھونے ہوئے جانورون کو اُٹھا کر پھینکدیا اور سخت خفیف ہوئے اُن کی تقریر سحر تخمیر نے بڑا اثر کیا۔ اسکے بعد آزاد نے اُن کی بڑی تعریف کی۔ شاباش جوانو - بہادری کے یہی معنی ہین ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند + شجاعت اسی کو کہتے ہیں جو رحم دل نہیں وہ شجاع نہین - وقت رستخیز یہی کوشش کرنا چاہیے کہ غنیم کو بیدریغ تہ تیغ کرین گولہ ایسا اُتارین کہ کالم کے کالم ڈھیر ہو جائین گولی ایسی چلائین کہ ایک بھی زندہ نجاتی رہے مگر جب دشمن کو عاجز کر دیا تو اُسپر ستم روا نہین ہے ؎

	مردے نبود فتادہ را پاے زدن	
	گر دست فتادۂ بگیرے مردی	

افسر کمانیر - کوئی ہے -

پہرے والا - حاضر - حکم - سب لیس ہے حضور -

افسر کمانیر - یہ کون بول رہا تھا ابھی ابھی کون باتین کر رہا تھا

پہرے والا - خداوند ایک جرنیل افسر رسالہ ہین - میان آزاد پاشا -

افسر کمانیر - اچھا آزاد پاشا کو کہو کہ اگر تکلیف نہو تو ذرا یہانتک آئین - پھر جا کے جلد چلے جائین - اور اگر تکلیف ہو تو خیر - کل کہدین گے -

آزاد - مین خود حاضر ہوتا ہون (قریب جا کر) ارشاد فرمائیے -

افسر کمانیر - ہم آپ کی تقریر سے کمال محظوظ ہوے اور ہم بہت جلد آپ کے لیے کوئی عمدہ عہدہ تجویز کرینگے آپکی تقریر ترجمان دل ہے - آپ بڑے جری اور مستقل مزاج اور شجاع افسر ہین -

آزاد - (آداب عرض کر کے) مین حضور کی نوازش کا کمال مشکور ہون مین کچھ عہدے پانے یا دولت حاصل کرنے کے لیے نہین آیا ہون - غرض صرف یہ ہے کہ ٹرکی کے نام پر جان دون -

افسر کمانیر - شاباش - ع - آفرین باد برین ہمت مردانۂ تو +

حماک اللہ عن شر النوائب	جزاک اللہ فی الدارین خیرا

اب آپ جا کے آرام کرین صبح کو پھر غنیم سے مقابلہ ہے

میان آزاد آداب عرض کر کے اپنی جگہ پر واپس آئے اور ایک درخت کے سایہ مین لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی - فوج دن بھر کی تھکی تو تھی ہی جو لیٹا اُسکو فوراً نیند آگئی - اب کوئی پانچ چھ گھڑی رات باقی رہی ہوگی کہ ایک نیاگل بجا بہت قریب سے گھوڑون کی ٹاپون کی آواز آئی تو سب کے سب بدحواس ہو کر اُٹھ کھڑے ہوے - خیریت ہے خیریت ہے خیریت ہے - یا الٰہی خیر کیجیو - یا خدا مدد دے - اللّٰھم احفظنا من کل البلیات - افسر اور سوار سب حیران و پریشان سمجھ گئے کہ روسیون کی فوج آگئی - ہاتھ پاؤن پھول گئے اصبات ہی ایسی تھی خوب جانتے تھے کہ غنیم سر پر آن موجود ہوا - اب کوچ گریز بھی بند ہین - اس عجلت مین بھلا کیا ہو سکیگا تن بتقدیر جلدی جلدی مسلح ہونے لگے - افسر کمانیر طلائیے کی فوج کی غفلت پر دانت پیس پیس کر رہ جاتے تھے مگر فوج کو باواز بلند ڈھارس دیتے جاتے تھے کہ گھبرانے کی بات نہین ہے - اطمینان کے ساتھ کمر کسو اور پشت توسن پر آکر

غنیم سے مقابلہ کرو اور مردانہ وار لڑو۔

اتنے مین سوار کلّے پر آ گئے۔ ارے لاحول ولا قوۃ۔ بڑا دھوکا ہوا یہ تو ہماری ہی فوج کے سوار ہین دیکھا کہ پچاس سوار طلائے کے آتے ہین۔

افسر کمانیر: (استقلال کے ساتھ) کیون کیا خبر لائے ہو خیریت ہے؟

سوار۔ خیریت اسی مین ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو تیار ہو جائیے۔ روسی آن پہونچے۔ بس اب چھاپہ مارا ہی چاہتے ہین آئے داخل ہین۔ اب دیر نہین ہے۔

افسر کمانیر۔ سب لیس ہو جاؤ۔ کچھ پروا نہین آنے دو آئین آئین۔ شوق سے آئین۔ ہم بھی مستعد ہین۔

اس استقلال کے قربان۔ جنرل ہو تو ایسا۔ کس مستقل مزاجی کے ساتھ فرماتے ہین کہ کچھ مضائقہ نہین آنے دو فوراً حکم دیا کہ یہ سوار مثلاً بکٹ کے سوارون سے جا ملین اور کہین کہ وہ روس کے لشکر سے تب تک مقابلہ کرین ہم بھی کمک کو پہونچتے ہین مگر دو سوار یہان رہین۔ دو سوار حسب الحکم افسر کے پاس رہے باقی گھوڑے کڑکڑاتے ہوے بکٹ کی فوج سے جا ملے اور حکم سنا دیا۔

اُدھر کمانیر نے اُن دونون سوارون سے سوال کیے۔

افسر کمانیر۔ روسی فوج کس طرف سے آتی ہے۔

سوار۔ حضور سامنے سے۔

افسر کمانیر۔ کیا قلعے کے دروازے سے آتی ہے۔

سوار۔ نہین حضور وہ جو پورب کے رُخ برج ہے اُسکے نیچے ایک تہ خانہ ہے اُس تہ خانہ مین سے زینہ لگا کر آئے اور میدان مین قلعے کی دیوار کی آڑ مین ٹھہرے اور گھوڑے اُس رخ سے باہر نکالے۔

افسر کمانیر۔ کسی معتبر آدمی نے بیان کیا ہے۔

سوار۔ ایک سوار گانون کے ایک جولاہے کے ساتھ خبر لانے گیا تھا اُسی نے بیان کیا۔ خبر بہت صحیح ہے۔ اس مین کسی طرح کا فرق نہین ہے۔

افسر کمانیر۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔ تہ خانہ اور برج اور یہ سب اَلَّم غَلَّم بکتے ہو۔ تم کتنے روز سے فوج مین نوکر ہو۔ ہوئے کوئی دو چار مہینے۔

ایک سوار۔ بس جنگ سرویہ سے ہم فوج مین بھرتی ہوئے ہین۔

دوسرا۔ خداوند مین چار برس سے نوکر ہون۔ مگر میرا بکٹ اس طرف نہ تھا۔ ذرا فاصلے پر تھا۔ مین نے فقط اتنا سنا کہ روسی میدان مین جمع ہوئے اور قلعے سے نکل آئے۔ مگر واللہ اعلم بھاگنے کی نیت سے نکلے ہین یا شبخون کی نیت سے۔

احمد پاشا۔ ساٹھ ستر سوارون کو بھیجنے ہی کی کیا ضرورت تھی بھلا۔

افسر کمانیر۔ نہین یہ تو دانائی کی تاکہ ٹاپون کی آواز دور ہی سے بیدار کر دے یہ تو اچھی بات کی۔ فوراً کوچ ہو سب کالم آراستہ ہو جائے۔

کمانیر نے اِدھر اُدھر گھوڑا پھیر کر فوج کو ایک نظر دیکھا اور کہا صرف دو توپین ساتھ چلین اور باقی کی حفاظت کے لیے دو سو سوار یہان ہی رہین کافی ہین۔

یہ حکم دیکر فوج کو کوچ کی اجازت دی۔

آدھ کوس پر فوج گئی ہو گی کہ ایک گویندے نے

انگر بکٹ کی فوج کا خط علیقو پاشا کو دیا اُنھون نے پڑھا اور کمانیر کے حوالے کیا۔ مضمون یہ تھا۔

روسی ہم سے لڑنے پر آمادہ ہین۔ اب اُنکی طرف سے توپ دغا ہی چاہتی ہے۔ آپ کی فوج دو طرف سے گھر گئی ہے روسی فوج کا کالم اُس جنگل کی پشت پر بھی ہے۔ وہ ادھر سے حملہ آور ہوگا اور قلعے کی فوج جو باہر تھی وہ پھر اندر چلی گئی یا شاید وہی فوج اسطرف چلی گئی ہو۔ بہر کیف ادھر تو قلعے سے توپ دغے گی اور اُدھر پشت پر سے باڑھ چلیگی

کمانیر نے کل فوج کو یہ مضمون سنایا اور کہا جنگل مین تو ہمارے سوار موجود ہی ہین روسی فوج کے کالم کو بخوبی روکین گے اور توپین بھی ہین بکٹ کی فوج کو اپنے پاس بلا لینا چاہیے تاکہ قلعہ سے جو گولہ آئے اُس سے ہمین ضرر نہ پہونچے۔ یہ کہکر فوراً بکٹ کی فوج کے پاس حکم بھیجا کہ تم معاً ہمارے کالم سے آملو۔ اگر روسی فوج میدان مین ہو تو باڑھ چلاؤ ہم سمجھ جائین گے قلعے مین ہو تو مقابلہ فضول ہے فوراً ہمسے ملجاؤ اور باہر ہو تو بندوقین سر کرو خبردار ہٹنا نہین۔

تھوڑی دیر مین بکٹ کی فوج اپنے جنرل کے کالم سے ملگئی مگر قلعے سے توپ کی آواز نہ آئی۔ کمانیر نے اپنے اسسٹنٹون سے مشورہ کیا۔ اور بہت جلد یہ راے قرار پائی کہ جو سوار جنگل مین ہین اُنکی کمک اسوقت ضرور ہے۔ جنرل نے نصف فوج تو اُسی میدان مین چھوڑی۔ اُس حصۂ فوج کے پاس صرف دو توپین تھین۔ باقی ماندہ فوج لیکر چلے ہی تھے کہ جنگل کی طرف سے دائین دائین کی آوازین آنے لگین۔ لو جنگ شروع ہوگئی۔ کمانیر نے ایک فلاینک کالم بسرکردگی آزاد پاشا جرنیل افسر رسالہ روانہ کیا۔ فلاینگ کالم فوج سے تیز جاتا ہی عجلت یہ تھی کہ سوارون کو ڈھارس ہو اور کمک وقت سے پہلے ہی پہونچ جائے۔ اب سنیے کہ دو سو سوارون مین سے صرف اسیقدر عرصے مین بیس زخمی اور دس ضائع ہو چکے تھے۔ اور چھ گھوڑون پر گولیان پڑی تھین یہ لوگ اپنی جگہ سے نہین ہٹے۔ مگر روسی فوج بہت بڑھ آئی تھی روسیون کی طرف صرف دس سوار زخمی ہوئے اور دو مرے جسمین ایک افسر تھا۔ آزاد پاشا کے کالم نے سوارون کو مدد دی۔ اور طرفین سے بندوقین دغنے لگین۔ فیر پر فیر اُڑتی تھی روسیون کے دو سو سوار جنگل کی ایک سمت سے آکر اس کالم پر آگرے اور اب مصیبت یہ پڑی کہ ادھر تو باڑھ پر باڑھ پڑتی تھی اور اُدھر تلوار کی لڑائی دست بدست شروع ہو گئی۔ جبتک جنرل کا کالم کمک کو آئے روسیون نے کسیقدر غلبہ حاصل کر لیا اور ان سوارون مین چند ہی باقی رہ گئے تھے کہ جنرل کی فوج ترکی بھی دھم سے آ کودی۔ پھر کیا تھا۔ روسی فوج کا جو کالم آگے بڑھا تھا اور جس سے دست بدست جنگ ہوتی تھی اُس کو ترکون نے کاٹ کر پھینک دیا اور ادھر آزاد پاشا کا کالم بڑھا تو روسی فوج نے اُس سے مقابلہ کیا۔ تھوڑی دیر تک روسی غالب رہے مگر آزاد پاشا بکمال بسالت بڑھتے ہی گئے انکا فرس وفاپسند سب سے دس قدم آگے جاتا تھا جب روسیون نے دیکھا کہ ترکی فوج آن ہی پہونچی تو دریا مین گھوڑے ڈال دیے۔

یہ وہ دریا تھا جس سے نہرین کٹکر قلعہ ملی کے ادگرد جاری تھین ادھر روسیون نے دریا مین گھوڑے ڈالے اُدھر ترکون نے باڑھ ماری روسی پلٹ پڑے اور بکمال شجاعت

ترکون کی فوج تک آ گئے۔ لیکن نصف سے زیادہ کو آزاد پاشا
کے کالم نے فی النار کر دیا۔ اس مقام پر روسیون نے بڑی
چالاکی کی تھی وہ خوب جانتے تھے کہ اگر دریا سے باہر نہین
آتے ہین تو ترکی رسالہ ہمارے ایک سوار کو بھی نہ چھوڑیگا
اور سب اسی دریا مین لقمۂ نہنگ اجل ہونگے۔ لہذا دریا سے
گھوڑے نکالے اور برسر مقابلہ آئے۔ جب روسیون نے دیکھا
کہ نصف سے زیادہ مردان کاری کام آئے تو تلوارین سوت
سوت کر چڑھ دوڑے۔ ترکون نے اب بھی بندوق ہی سے
کام لیا اور نصف کے قریب باقیماندہ روسیون کا بھی وہین ڈھیر
ہو گیا۔ ترکی فوج اس مقام پر نہایت استقلال کے ساتھ
لڑی۔ اب روسیون کے کوئی سوا سو آدمی باقی رہ گئے وہ
بھی جان بکف ترکون پر آ گرے۔ تلوار کی لڑائی شروع ہوئی
تین روسیون نے آزاد پاشا کے گھوڑے کو زخمی کیا مگر واہ
رے آزاد۔ ایک روسی نے گھوڑے کے پٹھے پر تلوار لگائی ہی
تھی کہ آزاد نے تلا ہوا ہاتھ لگایا تو بھنڈار تک کھل گیا۔
دوسرا جھپٹا اُسنے تاک کے سر اُڑانا چاہا تھا مگر ایک ترکی سوار نے
خود روسی کا سر بھٹا سا اُڑا دیا تیسرے روسی نے بڑھکر آزاد
کے گھوڑے کی ٹانگ پر ہاتھ لگایا اور گھوڑا تڑپ کر دس بارہ
قدم پیچھے ہٹا مگر ایک ترک نے روسی کی دونون ٹانگین ایک
ضرب شمشیر مین اُڑا دین۔

الغرض تھوڑے ہی عرصہ مین ترکی فوج نے غنیم کو کاٹ
کے پھینک دیا اور جنرل کے کالم سے جا ملی۔ تین سو بندوقین
دو سو تلوارین اور پچپن گھوڑے ترکون کے ہاتھ آئے۔

قلعہ کے لشکر روسیہ نے جو اس شکست کی خبر سنی تو ہاتھ پاؤن
پھول گئے سٹی پٹی سب بھول گئے۔ چال تو اچھی چلے تھے
مگر سپہ سالار افواج ترک نے اُنکی سیکڑون آرزوؤن کا خون کیا
بکٹ کی فوج قلعہ کے پاس چھوڑ کر خود جنگل کی طرف چڑھ دوڑے
اور ایک فلائینگ کالم فوراً روانہ کر دیا جب آزاد پاشا واپس
آئے تو سپہ سالار نے اُنکی تعریف کی اور کہا کہ سینیر افسر رسالہ کی
علالت کے سبب سے مناسب معلوم ہوا کہ آزاد پاشا ہی بھیجے
جائین۔ اسکے بعد حکم دیا کہ بکٹ کے سوارون سے قلعے کی فوج روس
کا حال دریافت کرنے کے لیے سوار بھیجے جائین فوراً تعمیل حکم
ہوئی اور سوارون نے آن کر کہا کہ قلعے سے تمام شب ایک توپ بھی
نہین ہوئی۔ مگر اردگرد کے قلعون مین کئی بار رن مہتابین روشن
ہوئی تھین معلوم ہوتا ہے۔ افسران فوج دوربین کے ذریعے
سے جنگ کی کیفیت دیکھتے ہونگے۔ ایکبار کوئی چالیس سوار
دریا کے اس پار نظر آئے تھے۔ شاید وہ کمک کو جاتے ہون اور
شاید اور سوار بھی اُنکے پیچھے ہون مگر بکٹ کی فوج نے اُنپر
گولیان چلائین تو وہ بھاگ کے قلعے مین ہو رہے اور جنگل کی
فوج کو روسی مدد نہ پہونچا سکے۔ میان آزاد کا سینہ فرط طرب
سے باغ باغ تھا۔ عرش برین پر دماغ [illegible]۔ جامے مین پھولے
نہین سماتے تھے۔ کھلے جاتے تھے کہ آج پہلی فتح پائی۔ اور
ہمت مردانہ اور یاوری طالع سے روسیون نے شکست کھائی
اب کچھ کچھ آثار سحر نمودار ہوئے۔ کمانیر نے قلعے کے حالات
کی تحقیقات کے لیے طرح طرح کی تدبیرین کین۔ فوج ایسے
مقام پر کھڑی تھی کہ حتی الوسع روسی گولے وہان تک نہ پہونچنے پائین۔

علیقو پاشا۔ کل شام تک انشاءاللہ قلعہ بھی خالی کرالین گے
بڑا مضبوط قلعہ ہے۔

احمد پاشا۔ کیا تم نے کبھی اس قلعہ کی سیر نہین کی۔ ہم تو کئی
بار جا چکے ہین۔

آزاد پاشا۔ اب شام تک انشاءاللہ اس قلعے کی سیر کر رہے ہون گے۔

اسکی عظمت کے تو ابھی سے ہم قائل ہو گئے اور سُنا اس مین ایک بہت بڑی توپ ہے جسکی پیشانی پر لکھا ہے ع تبرس اے مدعی از من کہ آتش در دہن دارم۔

احمد پاشا۔ مگر ایک بات یاد رکھیے گا جب کبھی غنیم سے میدان مین مقابلہ ہو تو اُسکو یہ موقع نہ دیجیے گا کہ ایک حصہ فوج لیکر کسی جانب سے آپ کی بقیہ فوج پر جا گرے جیسا کہ آج ہوا۔ یہ عیب ہے۔

آزاد پاشا۔ سُنیے تو کہ خاص باعث کیا ہوا۔ ہم نشیب مین تھے غنیم بلندی پر وہ ہمکو بخوبی دق کر سکتا تھا۔ مگر ہم کچھ نہین کر سکتے تھے وہ تو مین جان پر کھیل کر بڑھتا گیا ورنہ سب کے سب خاک و خون مین لوٹتے ہوتے۔

احمد مختار پاشا۔ تو صحیح ہے۔ ہمکو یہ نہین معلوم تھا۔ ہم اور علیقو پاشا تو دیکھتے جاتے تھے۔ مگر کچھ کچھ کارروائی نظر آتی تھی۔ اتنے مین تڑکا ہو گیا۔

کیونکر نہ ہمنشین سُنکر حال دل عاشق کو

کم سن ہین وہ کیا جانین ارمان کسے کہتے ہین

الٰہی خیر کیجیو۔ آج بڑی بیگم صاحب کے ایوان فلک توامان کی مہتابی پر پریون کا جمگھٹا بے طور نظر آتا ہے۔ الٰہی یہ اندر کا اکھاڑا ہے یا حوران بہشتی زمین پر اُتر آئین۔ جہان آرا جادو جمال گیتی آرا مشتری خصال حُسن آرا عالم نور از پا تا فرق سپہر آرا زرق برق۔ چارون نو عمر۔ چارون نوخیز نگاہین اشارت آشنا ادائین دلاویز۔ وہ جامہ وار کی رضائیان اور نگین دُلائیان۔ وہ نستعلیق چال وہ گورے گورے گال کہ عابد شب زندہ دار کی بھی قلیا تمام ہو جائے۔ آہو چشمون کی چھل بل دیکھکر رام ہو جائے اور یہ شعر زبان پر لائے۔ ؎

بعشقم مبتلا کردی چہ کردی | دلم درد آشنا کردی چہ کردی

اتنے مین شہزادہ عالی گہر مرزا ہمایون فر کے ایک مصاحب خاص نے اپنے آقائے نامدار سے جا کر کہا حضور ذرا کوٹھے پر تو تشریف لائین۔ سامنے والی محلسرا پر پریون کا تخت اُتر آیا ہے ایسی پیاری پیاری صورتین خیال نے کبھی خواب مین بھی دیکھی ہونگی خصوصًا ایک تو بس چھلاوا ہے۔ ؎

بتے رنگین ادائے سرو قدے یاسمن بوے

چو لالہ آتشین روی چو سنبل مو پریشانی

ہمایون فر کی باچھین کھل گئین۔ بت ماہ سیما سپہر آرا کے درد فراق مین شب و روز سر دُھنتے تھے یہ نوید بہجت خیز اور مژدۂ طرب انگیز سُنکر جان مین جان آئی۔ دفور مسرت سے آنکھون مین آنسو بھر آئے دوڑتے ہوئے کوٹھے پر آئے۔ اور آتے ہی یہ شعر حسرت بار زبان پر لائے۔ ؎

بدام زلف دلم را شکار خود کردی

ترحمے بکن اکنون کہ کار خود کردی

چارون بہنین دریا کی موج زنی اور روانی کے مزے لوٹ رہی تھین اور یہ خبر ہی نہین کہ عاشق زار معروف نظارہ بازی ہے۔ شہزادۂ دلدادہ نے بآواز بلند عین حالت بیتابی مین اس بیت کو جسکے ایک ایک لفظ سے حسرت ٹپکتی ہے ترجمان دل کیا۔ ؎

یا بمن دہ دل غمین مرا | یا شنو نالۂ حزین مرا

یہ شعر سنتے ہی وہ چارون طرف بھر کر نظر سے اوجھل ہو گئین

ہمایون فر۔ ہائے اس زبان کو کہان بند کرون۔ حرف عشق زبان پر آتے ہی آنکھیں اُنکو ڈھونڈھنے لگین۔ اے کاش چُپ ہی رہتا تو شاید کچھ دیر اور دوری سے آنکھیں سینکنے مین آتین۔ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہوگئین ہائے اگر ایسا ہی پردہ تھا تو آنا ہی کیا ضرور تھا۔ ؎

اس ہجر مین ہین ہم تو ندارد کوئی دم مین
اللہ سلامت رکھے اُنکو وہ جہان ہون

رفیق۔ خداوندا یہ بھی ایک شوخی تھی۔ ع

معشوق ہین نہین اگر اتنی کجی نہو

ہمایون فر۔ ہمارے دردِ دل کا تو کچھ علاج کرین۔ کیا عشق بھی چھپائے سے چھپتا ہی۔

رفیق۔ یہ سچ ہی۔ ؎

سادگی سے سخن عشق درِ گوش نہین
ابھی کم سن ہین کسی بات کا کچھ ہوش نہین

اتنے مین شہزادہ خونِ در جگر بیقرار و مضطر کے ایک دلی دوست آگئے مرزا ہمایون فر نے بادل سرد و آہ پُر درد اپنے عشق اور اُنکے استغنا کا حال کہہ سُنایا۔ اور پھر ٹھنڈی سانسین بھرنے لگے دوست نے مُسکرا کر کہا آپ عاشق تو ہوئے مگر ذرا صبر و تحمل نہین۔ ہمایون فر نے اسکے جواب مین یہ شعر پڑھ دیا۔ ؎

عاشق سے بھی ہوتا ہی کہین صبر و تحمل
اس بات کو کہتا ہی جو آتی نہین مجھ کو

ہمارا عشق ہی ہماری جان کا گاہک ہی یہ دل کا سودا ہی دل لگی نہین ہی اُنکے دوست نے کہا صحیح ہی مگر عشق اور ضبط لازم و ملزوم ہی۔ ؎

دعویٰ جو عشق کا ہی تو فریاد کس لئے
یہ ہائے ہائے اے دلِ ناشاد کس لئے

ع۔ عشق کے صدمے اُٹھانے کو جگر بھی چاہیئے۔ ؎

عاشق تو ہوے پہ میرزائی نہ گئی
بس ایک کڑی میان اُٹھائی نہ گئی

میرزا ہمایون فر چھت ہی پر دو زانو بیٹھ گئے اُنکے دوست نواب احمد مرزا صاحب نے سمجھایا کہ اُٹھکر کمرے مین بیٹھیے۔ وہان سے بھی تو نظارۂ جمال ممکن ہی۔

ہمایون فر۔ یہ سچ ہی مگر بندہ نواز۔

آئین رضوان بھی جو لینے تو نہ جاؤن بخلد
ٹھن گیا کوچۂ جانان کا ارادہ دل مین

سمجھا بجھا کر کمرے مین لیگئے۔ شہزادہ بلند ارادہ نے کہا آپ مجھے کوئی پاگل نہ سمجھ لیجیے گا مگر کیا کرون دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ سیکڑون ہی تدبیرین کین مگر ہتے پر نہ چڑھین۔ نواب صاحب نے کہا بھائی کچھ خیر ہی بھلا وہان کسی کا گذر کیونکر ممکن ہی۔ اس خیال سے در گذرو۔ ورنہ مفت مین جگت ہنسائی ہوگی۔ ع

بجز اکار سے کند عاقل کہ باز آید پشیمانے

شہزادہ۔ بھائی مین تو نکاح کرنا چاہتا ہون۔ یہ بھی کوئی گناہ ہی۔

نواب۔ واللہ! تو پھر یہ ہائے ہائے کاہے کی ہی یہ کون مشکل بات ہی۔

شہزادہ۔ ہائے مشکل تو یہی ہی کہ آسان نہین۔ آپ ہی ہماری مشکل آسان کیجیے تو جانین۔

نواب۔ مین بیڑا اُٹھاتا ہون۔ اٹھوارے کی مہلت دیجیے بس زیادہ نہین۔

شہزادہ۔ اے یار تم جھٹلاتے ہو۔

نواب۔ کیا خوب۔ اس وحشت کے صدقے۔

آپ ذرا صبر تو کیجیے۔

شہزادہ۔ واہ بس یہی تو مشکل ہے سُنا نہین۔ ؎

بکوے صبر عاشق رہ نیابد | رہ عشق و صبوری مشترک نیست

نواب۔ حضرت سُنیے وہ جو آپ سنتے اور پُرانی کتابون مین پڑھتے آئے ہین کہ عاشقون کا حال ابتر ہوتا ہے اور شہزادون نے تاج و تخت پر پامردی سے لات ماری اور طوطے کی زبانی کسی شہزادی کے حُسن گلوسوز کی گرماگرمی سُنکر جنگل اور کوہ و ہامون کی راہ لی اور وہان ساحر ملا اُسنے کہا آنکھ بند کر آنکھ بند کی اور منزل مقصود پر دن سے داخل ہوگئے اور وہان ایک دیو سے مقابلہ کیا اور اُسکو نیچا دکھایا اور بادشاہ نے پوچھا بول کیا مانگتا ہے کہا ہم صرف یہ چاہتے ہین کہ شہزادی کے ساتھ عقد ہو یہ تو سب ڈھکوسلا ہے حسب عقل و حسب عادت دونون طرح محال ہے۔ لیکن اگر ایسے ہی آپ ازخود رفتہ ہین تو مین فکر کرون گا۔ آپ مطمئن رہیے۔ آپ بادشاہ کی نسل سے ہین اور ماشاراللہ حسین خوبرو کم سن تربیت یافتہ ہونہار خوش سلیقہ متموّل وجہ کیا کہ شادی نہو اور محبوب مطلوب نہ ملے۔

شہزادہ۔ آپ کی تقریر وہ پچھّے دار ہوتی ہے کہ جادو بھی اسکے مقابل مین گرد ہے۔

نواب۔ کیا! پچّھے دار تقریر کیا معنی۔ اجی مین کل ہی تو فکر کرتا ہون۔

شہزادہ۔ کچھ ہمنے اتنے دنون خاک چھان کر پایا کچھ آپ اب تدبیر کرینگے۔

نواب۔ گستاخی معاف آپ کی تدبیر تو خالی از جنون نہ تھی اور ہم ایک قرینے سے چلینگے۔ تدبیر تدبیر مین بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔

شہزادہ۔ ہمنے تو وہ وہ فکر کی کہ آپ کے وہم و گمان مین بھی نہوگی۔ عورت کا بھیس بدلکر اُنسے مل آئے اور پھر اُن پر ظاہر کر دیا کہ ہمایون فر ہمین ہین۔ ؎

اُن مقامون پہ مقدر نے مجھے پہونچایا
منزلون مجھ سے مرے وہم و گمان دور رہے

نواب۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہی تو پاگل پن ہے آپ کا۔ بھلا کسی کے یہان اس طرح پر جانا کونسی دانائی ہے جب ہی آپ سے وہ کھٹکی ہوئی ہین سمجھ گئی ہونگی آدمی خبطی ہے۔

شہزادہ۔ ارے یار جو چاہو کہہ لو۔ مگر دُکان حسن جمی ہوئی دیکھین تو ہزار جان سے گاہک کیون نہون۔ اسکو جنون کہو یا فطرت یا سودا۔ ہم تو یہ سودا ضرور خریدینگے۔ ؎

وہ گیسوسکین مری آنکھون سے نہان ہے
سودے کا سا عالم ہے نہایت خفقان ہے

واللہ آنکھ بھر دیکھا بھی نہ تھا کہ نظر سے نہان ہوگئین۔

اُدھر تو یہ باتین ہوتی تھین اب اُدھر کا حال سُنیے کہ نامحرم کو دیکھکر چارون پریان شوخی اور ادا کے ساتھ طرارہ بھر کے نظر سے غائب ہوگئین۔

حسن آرا اور سپہر آرا تو ہمایون فر سے خوب واقف تھین مگر جہان آرا اور گیتی آرا نے دانتون کے تلے اُنگلی دبائی اور متحیر ہوکر یون باتین کرنے لگین۔

جہان آرا۔ اے کون تھا شکل صورت سے تو کوئی رئیس معلوم ہوتا ہے۔

حسن آرا۔ (دبے دانتون) ہین ایک۔ اسی مکان مین رہتے ہین۔

سپہر آرا۔ کبھی باہر رہتے ہین کبھی سامنے والی کوٹھی مین۔

گیتی آرا - یہ دبے دانتوں کیوں کہتی ہو۔ بتاؤ تو۔ آخر ماجرا کیا ہے۔

جہان آرا - ہاں ہے کچھ دال مین کالا کالا ضرور جب تک آگ نہین ہوتی دھوان نہین اُٹھتا۔

حسن آرا - اے واہ ہے۔ اور سُنیئے گا۔ اٹ ننگ لائی گلہری۔

جہان آرا - بہن ہین یہ گھلک کی باتین اچھی نہین معلوم ہوتین۔

حسن آرا - (مُسکرا کر) اے لو اچھی آئین۔

گیتی آرا - یہ ہے کون۔ بے جان پہچان کے اتنا ڈھیٹ نہ ہوتا۔

سپہر آرا - اے خیر ہے ہو کہان اسوقت۔

گیتی آرا - مین تو وہین ہون جہان تم ہو۔ مگر۔

سپہر آرا - ہان مگر--- کیا۔ بس مگر ہی مگر۔

حسن آرا - مگر دریا مین۔

سپہر آرا - یہان مگر کا کیا کام۔

گیتی آرا - تو اب اس بکھیڑے سے کیا واسطہ۔ صاف صاف بتا دو نہ۔

حسن آرا - بہن ایک شہزادے ہین۔ بڑے امیر آدمی ہین۔ اسوقت ہم سب کو یہان بیحجاب کھڑے دیکھ لیا۔ ہمین کیا معلوم تھا کہ اتنے وقت یہ بھی کوٹھے پر برآمد ہونگے ورنہ نہ آتے۔

سپہر آرا - تو آخر آپ دونون بہنون کی سمجھ مین کیا آتا ہے۔

گیتی آرا - اب مین کیا کہون (مُسکرا کر) بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔

سپہر آرا - (تنک کر) اے واہ ہے۔ خوب یک نشد دو شد۔

یہ باتین ہوتی ہی تھین کہ عباسی بہری ولایتی انار اور سیب لائی جہان آرا بیگم نے کہا عباسی یہ سامنے والی کوٹھی مین کون رہتا ہے۔ عباسی مسکرا کر بولی حضور یہ حال ہمسے نہ پوچھیے یہ بڑی کہانی ہے۔ کسی دن فرصت کے وقت عرض کرونگی۔ جہان آرا اور گیتی آرا کا ماتھا ٹھنکا اب یقین واثق ہوگیا کہ اُن کا گمان بے اصل نہ تھا۔ کہا۔ نہین اسی دم بتاؤ اور ضرور بتاؤ۔

عباسی - حضور اسمین ایک شہزادے رہتے ہین۔ ہمایون فر ابھی اُٹھتی جوانی ہے۔ کوئی بیس بائیس برس کا سن ہوگا۔ بڑے قبول صورت اور گلے تھلے کے گبھرو ہین۔ سپہر آرا بیگم کے ساتھ نکاح پڑھوانا چاہتے ہین مین جب نادر مرزا کے ہان نوکر تھی تو اُنکی سالی نے آن کر کل باتین کہی تھین۔ اور ہمایون فر کے حُسن کی بڑی تعریف کرتی تھین۔

گیتی آرا - کن کی سالی نے کہا؟ ہمایون فر کی؟

جہان آرا - کیا شادی ہوگئی۔

عباسی - حضور نادر مرزا صاحب کی سالی کی زبانی مین نے سُنا تھا۔ ہمایون فر کی شادی ابھی نہین ہوئی۔ وہ کہتے ہین کہ شادی ہو تو سپہر آرا ہی کے ساتھ ہو۔ اور نہین تو پھر نہو۔

سپہر آرا - (ہنسکر) اے چُپ بھی رہ واہ بڑی وہ بنکے آئی ہے وہان سے۔

عباسی - لو اس مین چوری کیا ہے۔ کیا بیاہ کسی کا ہوتا نہین؟

سپہر آرا - (ہنسکر) اللہ جانتا ہے ہمین ہنسی آتی ہے۔

راوی - کیون نہین۔ ہنسی ضرور آتی ہوگی۔

کیونکر نہ ہنسین سُنکر حال دل عاشق کو
کم سن ہین وہ کیا جانین ارمان کسے کہتے ہین

اتنے مین کسی نے ہمایون فر کے محل سے یہ شعر گانا شروع کیا۔ ؎

تم ذرا پہلو سے اُٹھے ہم پھڑک کر رہ گئے
یون بھی دیکھا تھا کسی کا دم نکلجاتے ہوئے

عباسی۔ یہ حضور انھین کی آواز ہی۔ اللہ جانتا ہی وہی ہین۔

سپہر آرا۔ (ہنسکر) اے کیون جھوٹ موٹ قسم کھاتی ہو عباسی۔

حسن آرا۔ انکو ہمایون فر نے کچھ رشوت دی ہی جبھی اُنکی سی کہہ رہی ہین۔

گیتی آرا۔ جو یہ بات ہی تو ہم خالہ جان سے کہین گے کیا بُرا کیا ہی۔ ابھی تو عمر ہین بیس اکیس برس کا سن اور شہزادے حسین۔ روپیہ والے۔ کیا بُرائی کیا ہی۔ ہم خالہ سے ضرور کہین گے۔

جہان آرا۔ مگر پہلے اِنکی (حسن آرا) کی تو فکر کرو۔

گیتی آرا۔ اِس بکھیڑے مین ہم نہ پڑینگے مگر سپہر آرا کے لئے تو خالہ جان سے ضرور کہین گے چاہے ادھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ ہمایون فر کو ہم نے اسوقت آنکھ بھر کے دیکھ لیا ہی۔ بڑے خوبصورت ہین اور ابھی چشم بد دور کل کے لڑکے ہین۔

سپہر آرا۔ (ہنسکر) وہ خوبصورت کیا معنی بلا تشبیہ یوسف ثانی سہی مگر اپنی اپنی پسند ہی۔ شادی بیاہ مین کسی کا کیا اجارہ۔ اور کل کے لڑکے کیا معنی۔ کیا ننھے ہین کچھ۔

جہان آرا۔ بہن سنو۔ تم چاہے لاکھ بنو۔ دل کی بات کہین چھپی رہتی ہی۔ آنکھین کہے دیتی ہین۔ انداز چھپانے سے نہین چھپتے۔ کوئی لاکھ پوشیدہ رکھے تو کیا ہوتا ہی۔

عباسی۔ حضور شہزادے بہادر کا خدانخواستہ بُرا حال ہی دن رات یہی کہتے ہین کہ کسی طرح سپہر آرا کے ساتھ نکاح ہو۔

سپہر آرا۔ (تنگ کر) سنا عباسی تم ان باتون مین نہ بہت دخل در معقولات دیا کرو۔ تم نہ جا کے نکاح پڑھوا لو تم بھی تو جوان جہان ہو۔

عباسی۔ اے حضور مجھ غریبنی کے ساتھ کون شادی کریگا بھلا۔ اور نہ کہ شہزادے بادشاہ کی اولاد۔ وہ تو نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھین۔

سپہر آرا۔ (ہنسکر) ہان اچ کہنا جا کے دیکھ لو۔ دیکھو نظر اُٹھاتے ہین کہ نہین۔

گیتی آرا۔ باتین بناتی ہی لڑکی۔ ہم اتبک بولتے نہ تھے کہ چھوٹی بہن ہی کون کہے شادی نہ کروگی تو کیا بن بیاہی ہوگی آخر بُرائی کیا ہی اللہ کا دیا سب کچھ ہی۔ بزرگون کا نام۔ باپ دادا شاہی کرتے تھے۔ ہمہ شما ہزارون خدمت کو۔

اسپر حسن آرا ہنس دی اور بہن کو گلے لگا کر بولی۔ گیتی آرا بہن ذرا سمجھ بوجھ کے بات کیا کرو بکنے کو تو کہجاتی ہو مگر خیال نہین رہتا کہ مین کیا کہتی ہون۔ یہ ابھی کونسا کلمہ کہا تھا۔ گیتی آرا نے کہا تم تو سیدھی بات کبھی کرتین ہی نہین بہن۔ سیدھی باتین کرو جو سب کی سمجھ مین آئین۔ یہ تم ہنسین کس بات پر اسوقت تو ہنسی کی کوئی بات

ہوئی نہین ۔

سپہر آرا ۔ ہم سمجھ گئے ۔ آپ نے کہا نہ تھا ہمہ شما خدمت کے لئے رہتے تھے ۔

سپہر آرا بہت ہی ہنسی ۔ گیتی آرا نے کہا کھلی ہی جاتی ہین کہ ہماری سفارش کرنے بہن جاتی ہی ۔ دل مین پیار اور ظاہر مین انکار ۔ مگر ہمسے کبتک اُڑ و گی بھلا ۔

جہان آرا اور گیتی آرا دونون بہنین ملکر بڑی بیگم کے پاس پہونچین ۔ جہان آرا نے بڑی بیگم سے یون گفتگو کی ۔

جہان آرا ۔ خالہ جان اب دعوتین نہ کھلوائیے گا کیا منظور کیا ہے ۔

بڑی بیگم ۔ کیسی دعوتین بیٹی ۔ جوجی چاہے پکواؤ کھاؤ منع کس نے کیا ہی ۔

جہان آرا ۔ اے یہ دعوتین نہین خالہ جان ۔ بڑی دعوت جس مین آپ کے ہزارون روپیہ صرف ہون اور ہفتون تک ناچ رنگ رہے ۔

بڑی بیگم ۔ کیا کہا ۔ ہم سمجھے نہین ۔ ناچ رنگ کیسا ۔ ابھی تو ڈومنیون سے گا نا سُن چکی ہو اُس روز جی چاہے تو پھر بلوا بھیجنا ۔

گیتی آرا ۔ نہین خالہ جان ۔ یہ نہین ۔ اِنکا مطلب یہ ہی کہ اب ہماری بہنون کی شادی کی فکر نہ کیجیے گا ۔ اب اللہ کی عنایت سے سیانی ہوئی ہین ۔ اب کچھ فکر تو ضرور کیجیے ۔

بڑی بیگم ۔ اب کسی دن فرصت کیوقت کہونگی وہ جانین تم جانو ۔

گیتی آرا ۔ خالہ جان یہ جو سامنے رہتے ہین شہزادے یہ کیا بُرے ہین کچھ ۔

بڑی بیگم ۔ سچ تو کہتی ہو ہمین ابتک خیال ہی نہ تھا اُنکا ۔

گیتی آرا ۔ کوئی ایسے ویسے ہین کیا ۔

بڑی بیگم ۔ اچھا دیکھو ۔ فکر کرونگی سپہر آرا کے لیے ۔ اچھے ہین ۔ ابھی لڑکا ہی تو ہی ۔

بڑی بیگم سے بکی پوڑھی کر کے جہان آرا اور گیتی آرا پھر چھت پر آئین حسن آرا بیگم مینا بازار پڑھ رہی تھین ۔ دُکان جوہری کجکلاہ کہ درۃ التاج سربلندی و قرۃ العین عزیزی و جگر گوشۂ ارجمندی ست ملو بدر یا دریا قرۃ العین صدف و مالا مال بعدن معدن جگر گوشۂ کان ست ۔

گیتی آرا ۔ چلو اسے رکھو مطلب کی بات سُنو ہمنے خالہ جان سے جا کر کہا اُنھون نے منظور کر لیا ۔ ہمنے کہا کہ یہ شہزادے جو سامنے رہتے ہین کیا بُرے ہین ۔ بڑی تعریف کی خالہ جان نے کہا ہمکو بھی پسند ہی یہ کرین گی کیا بیچاری آنا جان کا کہنا ٹال دینگی اور وجہ کیا کوئی کالا کلوٹا ہوتا تو ہم خود نہ کہتے ۔

سپہر آرا مہتابی پر ہمایون فر کی چاہ مین گئین ۔ لگی بُری ہوتی ہی کنکھیون سے چھپکے چھپکے شہزادے پر نظر ڈالی ۔ اسوقت مرزا ہمایون فر دوشالہ اوڑھے ہوے کمرے مین بیٹھے حقہ پی رہے تھے ۔ سپہر آرا نے آہستہ سے کنکری پھینکی ۔ شہزادے نے جو گردن پھیری تو سپہر آرا کا چاند سا مکھڑا نظر آیا مگر سپہر آرا جھپ دکھا کر فوراً ہٹ گئی ۔

ہمایون فر ۔ واہ ۔ بھلا ایسی ستم ظریفی سے کیا ملتا ہی ۔ خدا کے لیے ایک نظر دیکھ لو ۔

س ۔ آڑ مین کھڑی تھی صورت تو نہین دکھائی مگر دوپٹے کے آنچل کو ہوا کے رُخ چھوڑ دیا ۔

ایک خدمتگار نے جو اُنکی تقریر سُنی تو اوپر آیا ۔ دیکھا اکیلے کھڑے ہوئے ہین گھبرایا کہ یہ ماجرا کیا ہی ۔

ڈرتے ڈرتے یون کہا۔

خدمتگار۔ حضور کس سے باتین کرتے تھے۔

ہ۔ دیوار و در سے۔

خ۔ یہان تو کوئی آدم زاد اسوقت نہین ہی۔

ہ۔ اچھا تم جاؤ حُقہ بھر لاؤ۔

خ۔ حضور حُقہ بھرا رکھا ہی۔ ابھی سُلگا بھی نہین خداوند

ہ۔ اچھا جاؤ پان بنا لاؤ۔

خ۔ گلوریان بھی خاصدان مین ہی رکھی ہین۔

ہ۔ اچھا کچھ اوڑھنے کے لیے لاؤ جا کے۔

خ۔ خداوند۔ وہ کیا دوشالہ رکھا ہی۔

ہ۔ (جھلاکر) پھر جہنم مین جا کمبخت۔

خ۔ فوراً نیچے چلا گیا۔

وہان اکثر آدمیون سے کہا کہ آج حضور کا مزاج کچھ بگڑا ہوا پایا۔ پان مانگے۔ مین نے کہا سامنے رکھے ہین خداوند کہا حقہ بھر لاؤ۔ عرض کیا بھرا ہوا ہی۔ پھر اوڑھنے کو مانگا عرض کیا کہ وہ دوشالہ حاضر ہی بس اسپر جھلا اُٹھے۔

مصاحب۔ سزا تمھاری۔

دوسرا۔ م۔ تم اسی لائق ہو جانگلو بیوقوف۔

سپاہی۔ خدمتگاری کرنے چلے ہین۔ کبھی کسی رئیس کے ہان رہے ہو۔

رفیق۔ مطلب سرکار کا یہ تھا کہ اسوقت ٹل جاؤ۔

خدمتگار۔ یہ کیون۔

رفیق۔ تمھارا سر اور کیون۔ پاگل کہین کا۔

خ۔ ہم تو کچھ بھی وجھے نہین۔

سپاہی۔ اجی وہ سامنے والی چھوکریان جانتے ہو کہ نہین جانتے۔

خ۔ ہان ہان بیگمین۔

س۔ بس اُنھین پر سرکار ریجھے ہوے ہین۔

خ۔ بس جاؤ بھی۔ سڑی مر گئے اولاد چھوڑ گئے کہان وہ کہان ہمارا کوٹھا۔ عجب آدمی ہو تم۔

س۔ اب تم کسی کی مانوگے تھوڑا ہی۔

ر۔ اچھا اس بکھیڑے سے کیا مطلب۔ تم ایسے وقت وہان سے ٹل جایا کرو۔

شہزادے نے یہ شعر بآواز بلند پڑھا۔

جنگجو کجکلهان صلح و صفا نیز کنند
غنچه سازند دل و کار صبا نیز کنند

واسطے خدا کے ایک نظر ادھر دیکھو صورت تو دکھا دو

سپہر آرا نے ہاتھ دکھایا۔

ہ۔ اس دست حنائی کے قربان۔ مگر۔

قانع به تجلی نشود شایق دیدار
پروانه به مهتاب تسلی نتوان کرد

مین تو صورت کے نظارے کا طالب ہون۔ ہ

طالب نظاره ام پرده برافگن ز رخ
پیش ضعیف راستان شعبده بازی مکن

جب سپہر آرا بیگم کو معلوم ہوا کہ گیتی آرا اور جہان آرا آگئین تو دل مین سوچی کہ بڑا غضب ہوئی اب یہ دونون تاڑ جائینگی۔ ناچار مہتابی سے اُتری۔ جہان آرا نے کمرے مین حسن آرا سے پوچھا کہ سپہر آرا کہان ہی۔

حسن آرا۔ ابھی ابھی یہان تھین۔ کیا جانے کہان چلی گئین۔

مغلانی - وہ کیا اُتر رہی ہین مہتابی پر سے -

جہان آرا - (گردن پھیر کر) این! اے لو وہ تو مہتابی کی ہوا کھا رہی تھین -

گیتی آرا - (مسکرا کر) چہ خوش - یہ کہیے -

سپہر آرا بہت ہی شرمائی مگر مجبوری کا مقام تھا - کرتی کیا مہتابی سے اُترتے ہوے مغلانی اور تینون بہنون نے دیکھ لیا تھا اب جہان آرا نے بنانا شروع کیا -

جہان آرا - کہان گئین تھین آپ -

سپہر آرا - (لجا کر) واہ مین دیکھتی تھی کہ وہ ہین یا چلے گئے -

ج - اے تو مُنھ کیون لال ہوا جاتا ہے -

گ - آخر شرماتی کیون ہو -

س - اے واہ - دونون بہنین مفت ہمین بناتی ہو -

گ - بتاؤ تو آخر تم مہتابی پر کسکو دیکھنے گئی تھین -

س - بس اب چھیڑ خانی نہ کرو باجی -

گ - اے لو پھر شرما گئین -

ج - نہین اب شادی ہونا مشکل نہین ہے -

گ - سپہر آرا کی چتونون سے ہم پہلے ہی تاڑ گئے تھے -

س - جی ہان - آپ کا کیا کہنا - آپ یون ہی تاڑ لیا کرتی ہین -

ج - وہ تو بہت گردیدہ ہین مگر ڈھیل ہماری ہی طرف سے ہوئی -

گ - ڈھیل نہین اسے بیوقوفی کہتے ہین - ہم پوچھتے ہین آخر ان مین عیب کیا ہے - بولو - نک سک سے درست ہین گورے چٹے ہین - روپیہ والے ہین - ابھی ماشاء اللہ کم سن ہین - خاندان کیسا کہ لاکھون کرورون مین ایک پھر بُرائی کیا ہے -

جہان آرا - بہن تو ناحق مُنھ تھکاتی ہو - یہ شادی ٹل نہین سکتی -

سپہر آرا - اے اللہ اللہ کرو بہن -

ج - چلو بس خاموش رہو - آپ ہین کیا اُنکے مقابل ہین -

سپہر آرا - ایڑی چوٹی پر ایسے باون ہزار کو قربان کر دون -

گیتی آرا - اونھ - اونھ - اپنے حُسن کا بڑا غرّہ ہے آپ کو -

ج - نوج کوئی کسی کا دل یون بیدردی سے دُکھائے -

حسن آرا - آپ اماجان سے کہیے اور ہمارے سامنے کہلا دیجیے تو بس پھر چٹ پٹ فکر ہو جائے -

س - چٹ مری منگنی اور پٹ مرا بیاہ - (مُسکرا کر) یہی مثل یاد آئی ہوگی - اچھا صاحب یون ہی سہی -

گ - جو وہ سُن لین - کہ گیتی آرا بیگم ہماری سفارش کرتی ہین تو ہمارے بڑے احسانمند ہون -

س - آپ ہین کس خیال مین -

گ - اِس خیال مین کہ تمہارا اور ہمایون فر کا عقد ہو -

س - ہو چکا ہمین پسند ہی نہین -

ج - کیا نہین پسند ہے -

س - نکاح کرنا - ہم بن بیاہے ہی رہینگے - ہم شادی کرنا چاہتے ہی نہین - اسمین کسی کا کیا اجارہ ہے -

گ - دُنیا جہان مین ایسی کوئی بھی عورت تھی جس نے شادی نہ کی ہو -

سپہر آرا۔ ایک زیب النسا ہی تھی۔
گیتی آرا۔ کون زیب النسا۔ اے یہ نادر مرزا والی زیب النسا دولھا کے آگے کھیلتے ہین تمھارے نزدیک اُسکا بیاہ ہی نہین ہوا۔ واہ۔
سپہر آرا۔ خوب سمجھین (مُسکرا کر) خوب سمجھ گئین۔
گ۔ چلو بیٹھی رہو بس۔
سپہر آرا۔ اُس زیب النسا کا ذکر کرتی ہون جو عالمگیر بادشاہ کی بیٹی تھی۔
گیتی آرا۔ تو بادشاہ کی بیٹی بن بیاہی رہی۔
سپہر آرا۔ خاتون جنت کی قسم بن بیاہی تھی۔
گ۔ اے ہے۔ چلو بس جھوٹی قسمین نہ کھاؤ۔
سپہر آرا دل ہی دل مین کھلی جاتی تھی کہ اب ہمایون فر کے ساتھ شادی ہوگی اور برسون کی تمنائین پوری ہونگی۔ مگر ظاہر مین گویا دل لگی ہو رہی تھی اس طرح پیش آتی تھین بات ہوئی اور مُسکرا دیا بات ہوئی اور قہقہہ لگایا۔ حسن آرا نے بھاپ لیا کہ سپہر آرا کا عشق روز بروز بڑھتا جاتا ہے لہذا اُنکو جرأت ہوئی کہ اس معاملے مین بات چیت کرین بڑی بیگم کے پاس جاکر کہا کیون اماجان گیتی آرا بہن کہتی تو ٹھیک ہین۔ پھر اب کچھ فکر ہونی چاہیے۔
بڑی بیگم۔ ہان ہان۔ مین غافل نہین ہون۔
ج۔ تو پھر اب کب۔
ب۔ دیکھو کسی سے کہون سنون۔
گ۔ اُنکے کوئی عزیز رشتہ دار ہین؟ ضرور ہونگے۔
ب۔ ہان ہان۔ نواب جعفر کے ہان اُنکی پھوپی کی بیٹی بیاہی ہے اور مرزا اسکندر بخت اُنکے حقیقی چچا ہین۔ اُنکی بیوی سے ہم سے بھی دور دراز کا رشتہ ہے۔
حسن آرا۔ بس اُنھین کو بلائیے۔
ب۔ آج بھجونگی مہری کو۔
عباسی۔ حضور ان دونون خاندانون کو مین جانتی ہون جب کہیے جاؤن۔
ج۔ ذرا بناؤ چناؤ کرکے جانا۔
راوی۔ وہ یون ہی بناؤ چناؤ کیے رہتی ہین آپ کی تعلیم کی کیا ضرورت ہے۔ اور لاکھ بناؤ کا ایک بناؤ یہ عباسی کی جوانی ہے۔
ج۔ سمجھی کہ نہین۔
ع۔ حضور یہ تو آپ تب کہین جب کبھی پولی حیران دیکھا ہو۔ لنڈ منڈ رہنے سے ہمین آپ نفرت ہے۔ اس ٹھسّے سے جاؤن کہ ہمایون فر بہادر کی لونڈی پر بھی نگاہ پڑے۔
ج۔ کیسا دیدہ دلیل ہے۔ بڑی زبان دراز عورت ہے۔
گ۔ یہ چھوکری تو گھوڑے پر سے شہسوار کو اُتار لے وہ بلا کی عورت ہے یہ۔
ح۔ جی اور کیا بوٹی بوٹی مین شوخی بھری ہے۔
ج۔ اے خالہ جان پھر عباسی کو بھیجو۔
ب۔ ذرا تامل کرو بیٹی۔ دو ایک سے پوچھ لین۔ سوچ سمجھ لین۔ کسی سے پوچھین کسی سے گچھین تب تو کہین یا یون ہی اٹکل پچّو۔
ج۔ ہان اچھا یہان تک تو مضائقہ نہین ہے۔
ح۔ آمین ہم خوش ہمارا خدا خوش۔

بڑی بیگم - ذری سپہر آرا سے تو پوچھ لو - دیکھو منظور ہی یا نہین -

حسن آرا - ہمسے پوچھ لیجیے اماجان -

گیتی آرا - (ہنسکر) این! اسکے کیا معنی -

جہان آرا اور گیتی آرا نے ملکر حسن آرا کو خوب بنایا اور حسن آرا بیچاری اسوقت بن گئی بڑی بیگم نے کہا تھا کہ سپہر آرا سے پہلے دریافت کرلو - اسپر حسن آرا بولین کہ ہمسے پوچھ لیجیے - مطلب یہ تھا کہ ہم سپہر آرا کے دلکی باتین خوب جانتے ہین ہم سے دریافت فرمائیے - ہم اُنکی ٹھیک ٹھیک راے سے اطلاع دینگے - مگر ان دونون نے صرف حسن آرا کے چھیڑنے اور دو گھڑی کی دل لگی کے لیے یہ معنی لگائے کہ حسن آرا اپنی شادی چاہتی ہین جب ہی کہتی ہین کہ ہمسے پوچھ لیجیے مطلب یہ کہ پہلے ہمسے دریافت فرمائیے پھر سپہر آرا سے پوچھیے گا - حالانکہ حسن آرا کا مطلب یہ نہ تھا -

جہان آرا - ہان تو پہلے تم سے پوچھین - اچھا پوچھا جواب دو -

گ - تو پوچھنے کے طریق سے پوچھو یہ کیونکر پوچھتی ہو -

ج - اچھا حسن آرا بہن اگر مرزا ہمایون فر کے ساتھ تمھاری شادی ہو تو تمکو پسند ہی یا نہین -

حسن آرا - تو ہمنے یہ کہا تھا کہ ہمسے پوچھو ہمنے تو یہ کہا تھا کہ سپہر آرا سے کیا پوچھتی ہو -

گیتی آرا اور جہان آرا حسن آرا کو لیکر ہنستی ہوئی اوپر گئین - دیکھا سپہر آرا بڑے ٹھسے سے ٹہل رہی ہین -

جہان آرا - لو سب بات ٹھیک ہو گئی - اب ذرا سی بھی کسر نہین ہی -

گ - اللہ جانتا ہی - ہنستے نہین خالہ جان نے منظور کرلیا اور کہا سپہر آرا سے بھی ذکر کردو -

سپہر آرا - ذکر کیسا - واہ - ایک عورت شادی ہی نہین کرتی آپ کی کچھ زبردستی ہی یا اماجان کی زبردستی ہی - اللہ جانتا ہی ہم نہ مانین گے - نہ مانینگے اپنے اپنے اوپر سب کو اختیار ہی - اسمین کسی کا اجارہ تھوڑا ہی ہی کچھ -

ج - اور حسن آرا بیگم تو کچھ اور ہی کہہ آئین -

س - کیا کہہ آئین باجی جان - کہین ایسا غضب نہ کردینا ہم نہ مانین گے -

ج - یہ تو خود ہی کودی پڑتی ہین - وہان کہہ آئین کہ پہلے ہمارے لیے پیغام ہو - پھر سپہر آرا کے لیے - اب تم جانو یہ جانین ہم نہین جانتے -

گ - ہان بس ہم سے کیا واسطہ مگر خالہ جان نے بھیجا ہی کہ جاکے پوچھو جو کہو وہ ہم اُنسے کہدین - ہمکو کیا -

ج - ہمکو تو سمجھانے سے کام تھا - بیاہ تمھارا ہوگا چین تم کروگی شہر بھر کی شہزادیون اور شہزادون سے رشتہ ہوگا بادشاہزادی بنکے رہوگی لاکھون کے جواہرات پاس ہین - زیور کی انتہا ہی نہین - نقد روپیہ الگ نوٹ الگ اور ساڑھے تین ہزار کا وثیقہ مہینے کے مہینے ملتا ہی پھر بھلا کس بات کی کمی ہی -

سپہر آرا - وثیقہ کہین بھی مہینے بھر مین ملجاتا ہی -

گ - اے وہ دس برس مین ملا سہی حساب تو ماہواری ہی اور خوبصورت ابھی مسین بھیگتی ہین -

حسن آرا - تو تم اُنسے اسقدر اصرار کیون کرتی ہو ہم نے تو کہدیا کہ منظور ہی - منظور - منظور - منظور -

جہان آرا - تم کو تو اپنے لیے منظور ہی اور ہم کو اُنکے لیے منظور ہوئے -

حسن آرا - آپ تو بات بات مین مذاق کرتی ہین اور ہم معاملے کی بات کہتے ہین - سپہر آرا کہدو منظور ہی -

سپہر آرا - باجی جان آج رات کو غور کرلین تو پھر عرض کرین -

جہان آرا اور گیتی آرا دونون ہنس پڑین اور کہا لو مبارک -

حسن آرا بولین ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے مگر کبھی موقع نہ ملا -

اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اماجان سے ہمنے دیدہ و دانستہ ان باتون کا تذکرہ نہ کیا - اسکی ایک خاص وجہ تھی اب آپ دونون نے کہا تو ہمنے بھی ساتھ دیا - مگر اب ہمکو یقین ہی کہ شبھ گھڑی شادی ہو جائیگی - اب بیاہ رُک نہین سکتا کسی طرح سے رُکتا نظر نہین آتا اللہ کرے شبھ گھڑی نکاح ہو دونون دولہا دُلھن ہنسی خوشی رہین - جہان آرا بولی ابھی سے دولھا دُلھن نہ بناؤ - شاید وہ نہ منظور کرین - حسن آرا نے کہا - واہ وہ اور نہ منظور کرین بھلا کہین ایسا ہو سکتا ہی -

ج - کیسا جی خوش ہی اسوقت کہ بس کچھ نہ پوچھو اللہ جانتا ہی -

گ - اللہ کرے جلد دروازے پر شہنائی کی آواز آئے -

اِسکے بعد حسن آرا اور سپہر آرا تخلیے مین باتین کرنے لگین -

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز سے ترکون نے قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا تین جانب سے قلعے کو محصور کرلیا - مگر چوتھی طرف دقت تھی - اول تو وہان تک جانے کے لیے ایک دریا حائل تھا - ترکی انجینیر دریا عبور کرنے کی آسانی سے فکر کرسکتے تھے مگر دریا قلعے کی دیوار سے ملحق تھا اور اُسی مقام پر روسیون کی توپین چڑھی ہوئی تھین روسی گولہ انداز خدا سے دعا مانگتے تھے کہ ترکی اِس طرف آئین تو ہم پرے کے پرے توپ کے بھرے اُڑا دین -

ترکی کالم اُس طرف بڑھا تو روسیون نے قلعے سے توپین چلائین - گیارہ ترکی زخمی ہوے اور دو پیادے اُسی مقام پر لوٹ گئے - روسیون نے بہت عجلت کی ورنہ اگر ذرا اور ٹھہر جاتے تو پھر پورے کالم کی خیر نہ تھی افسر کمانیر نے اُسوقت کسی قدر گھبرا کر کہا شکر ہی کہ دو ہی کے ماتھے گئی ورنہ بڑی بیڈھب ہوتی - اب ترکون نے چوتھی جانب سے قلعے کے گھیرنے کا عزم فسخ کر دیا روسی قلعے مین چپ چاپ بیٹھے تھے - اُنکو خوب معلوم تھا کہ ترکی فوج قلعہ خالی کرائیگی لہذا بھاگ جانے کی ایک راہ تجویز کرچکے تھے اور سوچتے تھے کہ اگر ترکون نے گولہ اندازی شروع کردی تو جبتک ہمارے پاس گولہ بارود ہی تب تک جواب دینگے اور جب سامان ختم ہو جائیگا تب چپکے سے قلعہ چھوڑ کر نکل بھاگینگے - دونون اپنی اپنی گھات مین تھے - افسر کمانیر نے کہا کہ کانون سے دو کوس پورب کے رُخ روسیون کا ایک رسالہ آپہونچا ہی - دس سوار خبر لانے جائین - ورنہ پھر ذرا ٹیڑھی کھیر ہی -

ایک پاشا - آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ روسیون کا رسالہ آگیا ہی -

کمانیر - ابھی ایک شخص نے آن کر بیان کیا - خبر معتبر معلوم ہوتی ہی -

دوسرا پاشا - ایک رسالہ آن پہونچا - فوراً خبر لانی چاہیے -

تیسرا پاشا - قلعے کی تو قلعی کھل گئی - یہان تو بالکل سناٹا ہی -

علیقو پاشا - ہان نہین تو اب تک گولہ نہ چلتا ہوتا -

آزاد - تو اگر اُدھر سے نہ چلے تو کیا کچھ فرض ہی کہ ہم بھی خاموش ہی رہین ہم تو گولے اُتارین - اُنکا مصالح تو خالی ہوگیا - نہین دم نہ لیتے -

کمانیر - ہم نے سُنا ہی کہ اس گانون کے پورب کے رُخ روسیون کا رسالہ قلعے والون کی کمک کے لیے آن پہونچا ہی جبتک اس خبر کی تصدیق یا تکذیب نہو گی ہم کوئی کارروائی نہ کرینگے -

آزاد پاشا نے اجازت لیکر گھوڑے کی باگ اُٹھائی دس سوار ساتھ لیے اور چلے کوئی کوس بھر کے فاصلے پر گئے ہونگے کہ روسیون کا رسالہ سامنے سے نظر آیا جو سوار گردآوری کر رہے تھے اُنمین سے کوئی چالیس پینتالیس اُنکی طرف جھپٹے ادھر آزاد پاشا نے گھوڑا بھگایا ادھر اُنھون نے اُنکا پیچھا کیا گو آزاد کا گھوڑا بڑا تیز اور سُبک خیز تھا مگر روس کے دو افسر اور تین سوارون نے اُنکے گھوڑے کے قریب آن کر للکارا - اب آزاد پاشا کے ساتھ نو سوار رہ گئے تھے ایک سوار کو روسیون نے اَثناے راہ مین قتل کر ڈالا تھا آزاد پاشا نے دیکھا کہ چاہے جسقدر تیز گھوڑا اجائے اِنسے آگے نہ بڑھنے پائیگا ناچار مع نو سوارونکے اُنھون نے گھوڑے کی باگ پھیر دی - اب اِنسے اور ایک روسی افسر سے مقابلہ ہونے لگا - اُسنے بندوق سر کی - دائین - یہ گھوڑا پھیر کر الگ ہو رہے اور فوراً بلبلی پر ہاتھ تھا - دائین نشانہ خالی گیا - دونون نے تلوارین سوتین - اُسنے ایک ہاتھ لگایا تلوار آزاد پاشا کے فرس تندخو کے کان تک آئی تھی کہ آزاد نے روسی افسر کا ہاتھ اُڑا دیا - ہشکٹی اسے کہتے ہین - اتنے مین طرفین سے سوار آ گئے - تُرکی سوارون نے بندوقین چلائین تو روسیون کے دو گھوڑے زخمی ہوکر گر پڑے اور تین آدمی لوٹنے لگے - ادھر آزاد پاشا کے گھوڑے کے پٹھے کے پاس زخم لگا اور خون جاری ہو گیا الغرض ادھر یہ اور اُدھر وہ دونون اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف چلے - وہ اپنے بیڑے مین پہونچے تو ایک افسر کا ہاتھ ندارد - تین سوار غائب - ایک گھوڑے کی پشت پر سوار ندارد - دو گھوڑون کا پتا نہین آزاد پاشا اپنی رجمنٹ مین آئے تو گھوڑا زخمی - ایک سوار کا پتہ نہین - ایک گھوڑا نہین نظر آتا - دس بھیجے تھے نو ہی واپس آئے - دو سوار سخت زخمی ہو گئے تھے مگر ایک گھوڑے پر دو آدمی ایک ترکی وردی پہنے دوسرا روسی - اسپر لشکریون نے خوشی کا نعرہ مارا کہ ایک روسی کو قید کر کے لے آئے -

کمانیر - یہ مُڈھ بھیڑ کس مقام پر ہوئی -

آزاد - یہان سے کوئی سوا کوس کے فاصلے پر -

کمانیر - کیا روسی سوا کوس پر ہین - ؟

آزاد - نہین کوئی دو کوس پر - مگر گردآوری کے سوارون سے ہمسے مقابلہ ہو گیا - ہم تو دیکھ بھال کر واپس آئے تھے مگر اُنھون نے پیچھا کیا - ہمنے گھوڑے بھگائے کہ آپ کو اطلاع دین لیکن جب وہ کلے ہی پر آگئے تو مجبور ہو کر خوب دل کھول کے مقابلہ کیا - اتنے مین سوارون نے آزاد کی تعریف کی - نو سوارون

مین سے آٹھ اُنکے کمال مداح تھے اور نوین سوار کو زخم کی تکلیف اور پیاس کی شدت کے سبب سے بولنے کی طاقت نہ تھی۔

ایک سوار۔ آزاد پاشا نے گھوڑا پھیر کر روسی افسر کا مقابلہ کیا۔ اور اس خوبصورتی کے ساتھ کہ ایک ہی وار مین اُسکا ہاتھ کاٹ کے پھینکدیا۔

دوسرا سوار۔ پہلے دونون کی بندوقون کا نشانہ خالی گیا مگر آزاد پاشا بڑی جوانمردی سے لڑے۔

تیسرا سوار۔ ایسے مقام پر گھوڑا پھیرنا اور بچا نا ذرا دل لگی نہین ہی۔

چوتھا سوار۔ جبتک ہم لوگ پہونچین یہ روسی افسر کا ہاتھ کاٹ چُکے تھے بالکل بے بس کر دیا تھا۔ افسر ہو تو ایسا۔ پہلے تو باگین اُٹھا کر ہم سب واپس آتے تھے مگر جب وہ لوگ گلے پر آ گئے تو بجز مقابلے کے چارہ نہ رہا۔ آزاد پاشا پلٹ پڑے اور ہم سب بھی ساتھ ہی ساتھ پلٹے۔ تلوار چلنے لگی۔ ہم غالب رہے۔

پانچوان سوار۔ ہم نے دور سے دیکھا کہ روسی سوار پرے جمائے آمادۂ کوچ کھڑے تھے۔

کمانیر۔ ہون! (ذرا غور کر کے) تو اب قلعے کا خالی کرانا ایک کام ہی اور اُس رسالے سے مقابلہ کر کے اُسکو ہٹانا دوسرا کام ہی اگر ہم اُدھر جاتے ہین تو ادھر یہ لوگ قلعہ چھوڑ کر نلوہ نکل جاتے ہین یا شاید ادھر سے یہ مقابلہ کرین اُدھر سے وہ۔ اگر ہم نہین بڑھتے تو وہ رسالہ بڑھتا ہی۔ اس صورت مین ہم دو جانب سے گھر جائینگے غور طلب بات ہی۔ اچھا جبتک وہ رسالہ آئے۔ قلعے پر توگولہ اندازی شروع کردو۔ مگر ذرا اور غور کرنے دو۔ ع کہ تعجیل کار شیاطین بود۔ کئی پاشا شورے کے لیے آئے اور آخر کار یہ رائے قرار پائی کہ پھر سوار بھیجے جائین اور وہ جا کر نمود دیکھین کہ روسی رسالہ کس طرف جانے کا قصد رکھتا ہی۔

آزاد پاشا نے کہا مین جاتا ہون۔ مگر کمانیر نے کہا نہین تم ابھی کسی قدر تھکے ہوے چلے آتے ہو۔ ریاض پاشا بیس سوار لے کر جائین اور دو گوئندے بھیجے ایک سوار نے جو اُس قلعے مین عرصہ تک رہ چکا تھا کہا مین جاکے دو آدمیونکو گانون سے بھیجتا ہون۔ دودھ بیچنے کے بہانے سے وہ جائینگے۔ کمانیر نے کہا بہتر ہی۔ سوار گانون گیا اور ایک بوڑھے آدمی کو بُلا یا کان مین کہا کہ یہان سے کوئی ڈیڑھ دو کوس کے فاصلے پر روسیون کی فوج آ گئی ہی جا کر ٹوہ لو کہ کدھر جاتے ہین اور کتنے آدمی اُنکے ساتھ ہین بوڑھا ایک اور آدمی کو لے کر چلا تو ادھر روسی قیدی اور ترکون مین باتین ہونے لگین۔

روسی۔ (آزاد سے) ہمسے بڑی کڑی قواعد لیجاتی ہی۔ ذرا چوک ہوئی اور کوڑے پڑنے لگے پچاس کوڑے تک سزا جائز ہی۔ چاہے کیسا ہی سخت جرم ہو پچاس کوڑون سے زیادہ سزا نہین دی جا سکتی سب سے سخت سزا یہ ہی کہ آٹھ دن تک ایک تیرہ و تار کوٹھری مین تنہا قید کر دیتے ہین۔ اور کوٹھری قبر سے زیادہ تنگ ہوتی ہی۔ ہم روسی سپاہی اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کو تمغائے بسالت سمجھتے ہین۔ اب روس مین بارہ مدارس حرب ہین۔ ہمارے ہان کے افسر بڑے عیاش اوباش ہوتے ہین اور اکثر ناخواندہ و جاہل ہم ترکیون کو اس پر البتہ ناز ہی کہ سپاہی اور افسر نہایت جری جیوٹ مستقل مزاج اور کرارے ہوتے ہین۔ آج ہمنے شراب کا ایک قطرہ بھی نہین پیا ہی۔ اسوقت جمائیون کی

ڈاک بیٹھی ہوئی ہی۔ ہم لوگ شراب کے عاشق ہین۔ کوئی روسی سپاہی ایسا نہین جو شراب پی کے غین نہو جاتا ہو ہم لوگ اسقدر آوارہ ہین کہ ہمارے اسپتالون کو کبھی خالی نہ پائیے گا مگر مصیبت کو جسقدر ہم برداشت کرینگے ممکن کیا کوئی اور سپاہی مقابلہ کر سکے۔

آزاد۔ تمھارے ملک مین ایک بڑی خرابی ہی کہ سوارون اور سپاہیونکی بھر مار کر دیتے ہین مگر افسر معدودے چند ہی ہوتے ہین اور افسرون کی تنخواہین بھی صرف برائے نام ہوتی ہین۔ پورے جنرل کی تنخواہ تین سو پونڈ یعنی تین ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ نہین ہوتی ہی۔ ہمنے سُنا ہی کہ روسی افسر اکثر بے ایمانی بھی کرتے ہین۔

روسی۔ مگر وقت جنگ پچاس فی صدی کے حساب سے تنخواہ بڑھا دی جا سکتی ہی۔

علیقو۔ یہ کوئی بڑی تعریف کی بات نہین ہی۔ کیونکہ وہ بڑے بڑے کار نمایان کرتے ہین۔

روسی۔ ہمارے جنرل بڑی شیرین زبانی سے پیش آتے ہین۔ کاسک سپاہی ہمارے لشکر کے جزو اعظم ہین۔ یہ لوگ بالکل وحوش ہوتے ہین مگر بڑے جری اور شہسواری مین طاق۔

علیقو۔ بھلا ترکون کو تم کیسا سپاہی سمجھتے ہو۔

روسی۔ بس ہمارا ہی دل جانتا ہی۔ خوش رو جوان شیر کی سی کلائی چیتے کی سی کمر سینے چوڑے شانے بھرے ہوے اور گول گردنین تیار۔ جسے دیکھیے کلّے ٹھلّے کا جوان مگر کاسک بھی اُنسے دبّ کے چلنے والے نہین۔

علیقو۔ (مُسکرا کر) اور ہمارے ہان کے باشی بزوقونکو بھول گئے۔

روسی۔ ہان اچھی جوڑ ہی۔

روسی قیدی نہایت جوش وخروش مین کھڑا ہو کر بڑی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ٹہلنے لگا مُنھ سے شعلے نکلتے تھے روسی زبان مین کئی بار کہا کہ ہاے اسوقت میرے پاس تلوار نہین ورنہ کُل ترکون کا سر بھٹا سا اُڑا دیتا۔ اِس پر ایک تُرکی سپاہی کو جوش آگیا آنکھون مین خون اُتر آیا۔ ڈپٹ کے کہا سنو بھئی تم بھی سپاہی اور ہم بھی سپاہی ہین ہمارا تمھارا ایک پیشہ ہی مگر اسوقت فرق یہ ہی کہ تم قیدی ہو۔ اور مین آزاد ہون۔ مین اسوقت تمھاری بات کا جواب نہین دینا چاہتا۔ بس اور کچھ نہ کہونگا۔ روسی قیدی نے ایک آہ سرد کھینچی اور اِس شعر کو ترجمان دل کیا۔

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز
ہم بھی اس باغ مین تھے قید سے آزاد کبھی

علیقو پاشا یہ کلمہ سُنکر روسی قیدی کے پاس گئے اور یون گفتگو کی۔ تمھارے قلعہ مین ایک اژدہان توپ تھی جسکی پیشانی پر یہ مصرع کندہ ہی۔ ع

تبرس ای مدعی از من کہ آتش در دہن دارم

ہم نے اپنی بسالت اور جوانمردی سے اِس مصرع کا جواب یون دیا۔ ع۔

بکف جان عزیز خود بسر خونین کفن دارم

روسی قیدی نے کہا ہم فارسی زبان سے واقف نہین ہین۔ ایک تُرکی افسر نے اِسکا ترجمہ کیا تو روسی قیدی پھڑک گیا۔ کہا ہم تو اسوقت قیدی ہین جو چاہو سو کہہ لو جس طرح چاہو پیش آؤ۔ چاہے قتل کرو چاہے گردن مارو تمھارے

بس مین ہین - اسپر کئی ترکون نے نہایت جوش وخروش سے کہا ہم سپاہی ہین جو شخص ہمارے بس مین آیا اُسکا قتل کرنا ہماری وضع کے خلاف ہے ہمارے امکان مین ہے کہ اسوقت تمھین قتل کر ڈالین یا چو رنگ کرین یا کھڑا گڑوا دین سنگسار کرین جو چاہین کرین مگر ع

مردی نہ بود فتادہ را پای زدن	گر دست فتادہ رابگیری مردی

ہم اِس مسلک کے سالک ہین۔

روسی - ہم مرد میدان ہین۔ ہم جوانمرد ہین مگر اسوقت قیدی ہین اگر تم سپاہی اور بہادر ہو تو ہمکو شراب پلاؤ۔

علیقو پاشا اس فقرے پر بہت ہنسے۔ روسی قیدی نے جھلا کر کہا۔ آپ ہنسئے اگر آپ پکے سپاہی ہین تو برانڈی کا ایک جام پلائیے۔ ورنہ ہم تو قیدی ہین۔

ترکی سپاہی۔ ہم تمکو مثل اپنے بھائیون کے سمجھتے ہین تم اِسوقت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ ہم تمکو قیدی سمجھ کر بنانا چاہتے ہین ہرگز نہین ہم خوب جانتے ہین کہ ہمارے سپاہی اور سوار بھی کسی وقت مین قیدی ہو جائینگے جنگ دوسرا دارد خدا جانے اس جنگ عظیم کا نتیجہ کیا ہو لیکن یہ ہمکو خوب یقین ہے کہ ترکی اور روسی دونون سپاہی ہین اگر ترکون کو روسی قید کر لینگے تو مثل اپنے بھائیون کے سمجھین گے اور قس علی ہذا اگر ترکی روسیون کو قید کر لے گئے تو وہ بھی اپنے قیدیون پر ستم روا نہ رکھین گے۔

جو سوار ریاض پاشا کے ساتھ روسیون کے رسالے کی خبر لانے کے لیے گئے تھے وہ اتنے مین واپس آئے۔ اُنھون نے کہا روسیون کا رسالہ خاص قلعے والون کی کمک کو آیا ہے۔ بیرونی مدد دیکر وہ قلعے کی فوج کو اپنے ساتھ لیجائینگے یا اگر موقع ملا تو - ہمکو یہان سے ہٹا دینگے - مگر رسالے کے گھوڑے اور سوار سب جوان اور خوبصورت ہین - اور جوش خروش سے آتے ہین - قلعے سے اُنکے پاس لوگ گئے تھے - کل شب کی شکست کا حال سُنکر روسی بہت ہی جھلائے ہوے ہین اور تُلے ہوے ہین کہ بدلا لین۔

اتنے مین وہ دونون جاسوس بھی آئے - جس ظرف مین دودھ بیچنے لے گئے تھے وہ سامنے پھینک دیے گئے۔ سوار نے بڑھکر پوچھا کہو کچھ پتا لگایا - کوئی امر دریافت ہوا۔

بوڑھا - بڑی فوج ہے - اور وردیان ایسی چمکتی ہین جیسے شیشہ۔

سوار - کبھی پہلے بھی فوج دیکھی تھی -

بوڑھا - ہونہہ - عمر گذر گئی - بیسون لڑائیان دیکھ ڈالین - یہ ایک دو لیے پھرتے ہین -

سوار - دودھ بکا یا نہین بکا -

بوڑھا - فوج مین دودھ لے کر گئے ہم - پہلے تو دو ایک افسرون نے پوچھا تم کون ہو ہمنے کہا دودھ بیچنے آئے ہین کہا دودھ مین سنکھیا تو نہین ہے - ہمنے کہا چکھ کے دیکھ لو - اسپر وہ لوگ ہنسے اور کہا چکھتے ہی لوٹ جائین - مین نے تھوڑا سا دودھ خود کھایا - تب دودھ لیا اور دام دیے -

پاشا - ہم لوگون کا حال کچھ پوچھتے تھے -

ب - بہت کچھ پوچھا رات کو جو لڑائی ہوئی اُسکا حال ہمنے کہا دونون طرف سے باڑھ چلتی تھی ہم دبے دبکائے اپنے جھونپڑون مین بیٹھے تھے صبح کو معلوم ہوا کہ روسی ہار گئے اور ترکون نے فتح پائی لاشین تو ہم نے بھی دیکھی تھین۔

پاشا۔ کچھ سُنا کہ کس طرف جانے والے ہین۔
بوڑھا۔ ہان ہان۔ اسی طرف آتے ہین۔
سوار۔ خوب معلوم ہی کہ اِس طرف آئینگے۔
ب۔ ہان بس کوئی دو گھنٹے مین اس طرف بڑھینگے۔
کمانیر۔ (سوارون سے) تم کو دیکھ کر روسیون نے پیچھا نہین کیا۔
سوار۔ نہین۔ ہم آڑ مین تھے۔ جھاڑی کی آڑ مین کھڑے تھے ہم جب ہمنے دیکھا کہ گرد آوری کے ساتھ آتے ہین تو آہستہ آہستہ چل کھڑے ہوے مگر ہمنے کئی بار دیکھا فوج مین بڑا جوش وخروش تھا۔ تین توپین ہم کو نظر آئین۔ ایک کوئی چودہ پنی تھی۔
پاشا۔ توپخانہ بھی ساتھ ہی۔
کمانیر۔ ہماری رائے یہ ہی کہ نصف فوج یہان مورچہ بندی کیے اور قلعے پر گولے چلائے تین طرف سے قلعے کو ہم نے محصور کر لیا۔ نصف نصف فوج ہر سمت رہے۔ اور باقیماندہ فوج روسی رسالے کیطرف بڑھ رہے تاکہ اُسکو راستے ہی مین روک دے آگے نہ بڑھنے پائے اور ہم صرف دوسو سوار لیکر وسط مین ٹھہرین تاکہ طرفین کا حال ہمین معلوم رہے۔

اس رائے سے کُل افسرون نے اتفاق کر لیا فوج ترتیب کے ساتھ آراستہ ہوئی اور چلی آزاد پاشا اُس کالم کے ہمراہ تھے جو پچھم کے رُخ پر قلعے کا محاصرہ کیے ہوے تھا۔

علیقو پاشا اُس کالم کے ہمراہ گئے جو فوج روسیہ سے مقابلہ کرنے گیا تھا۔

اب سُنیے کہ ایک کوس کے فاصلے پر ترکی رسالہ رُک گیا اور جنگ شروع ہو گئی کمانیر کے کان مین دائین دائین کی آواز آنا شروع ہوئی۔ سوارون نے غل مچایا کہ وہ جنگ شروع ہو گئی۔ جو کالم قلعے کو گھیرے ہوے تھے اُنھون نے بھی آواز سُنی اور دفعۃً قلعے سے بھی گولہ چلنے لگا۔ دھنا اور تین طرف سے گولے برسانے لگے کمانیر جنرل افواج دونون طرفون کی جنگ کا حال دیکھ رہے تھے۔

ترکون کے ایک گولے نے پچھم رُخ کے بیرونی قلعے کے بُرج کو ڈھایا۔ اور کئی توپین مع چالیس روسیون اور گولہ اندازون کے ارار کر کے گر پڑین اور اُس بُرج نے تینتیس گھوڑون اور گیارہ سائیسون کی بھی جان لی اِس برج کے نیچے ہی گھوڑے بندھے تھے۔ ترکون نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ اُسپر روسی اور بھی جھلائے جھلا کر گولے اُتارنے لگے کہ اتنے مین ترکون کا ایک گولہ قلعۂ معلی کے ایک کوٹھے پر پھٹا۔ جس کے ٹکڑون سے تین روسی افسر دو گولہ انداز دو سپاہی اُسی دم ٹھنڈے ہو گئے۔

روسی افسرون نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہوتا جاتا ہی بڑی تشویش ہوئی تسکین فقط یہ تھی کہ بیرونی کُمک آیا چاہتی ہی مگر یہ خیال خام تھا۔ پانچ چھ افسر ایک بلند مقام سے دوربین لگا کر میدان کیطرف دیکھنے لگے۔ دیکھا کہ افسر کمانیر کچھ سوارون کو لے کر وسط مین ہی اور روسی اور ترکون سے برابر گولی چل رہی ہی۔ اُنھون نے نعرۂ خوشی مارا کہ ہمارے سوار اب بڑھ کر ہماری مدد کو ضرور آئینگے۔ مگر عین وفور خوشی کی حالت مین ترکی گولہ اُس بلند مقام پر پھٹا جہان یہ روسی افسر دوربین سے دیکھ رہے تھے اور اسی دم وہ سب افسر دنیا سے کوچ کر گئے اپنے رسالے کو دوربین کے ذریعے سے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے مگر یہ آخری خوشی تھی

اسکے بعد اُنکو فوج اور جنگ سے مطلق سروکار نہ رہا۔

ترکون نے تھوڑی دیر مین قلعے کی مغربی دیوار کو جو ازبس مستحکم تھی مارے گولون اور گولیون کے چھلنی بنا دیا اور مغرب کے علاوہ اور دو جانب سے بھی آگ برسا رہے تھے روسیون کے پاس قلعے مین اسقدر سامان نہ تھا کہ تینون طرف سے غنیم کا مقابلہ کرتے۔

الغرض جب ترکون نے تین جانب سے قلعے کو گھیر لیا اور تینون طرف سے گولی اور گولے برسانے لگے روسیون کو قلعے کے اندر سخت عاجز کیا قلعہ کا ایک برج گولون سے اڑا دیا کئی روسی افسرون کو جو دور بین سے اُس فوج کو دیکھتے تھے جو بیرونی مدد دینے کو آئی تھی ایک ہی گولے مین ٹھنڈا کیا۔ تو ترکون کا دل اور بھی بڑھا۔

مگر روسی اپنی تشویش ناک حالت پر افسوس کرتے تھے خصوصًا جب اُنھون نے دیکھا کہ جو فوج اُنکی کمک کے لیے آتی تھی وہ روک دی گئی اور ترکون کے ایک کالم نے بڑھکر اُنکا مقابلہ کیا اور تین جانب سے دوسرے کالم نے قلعے کو گھیر لیا تو رہی سہی اُمید بھی جاتی رہی اور افسران روس قلعے مین باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

ایک افسر۔ بات بیڈھب ہوئی۔ اب کچھ نہ کچھ فکر کرنا چاہیے۔

دوسرا افسر۔ بجز اس کے اور کوئی تدبیر نہین ہے کہ قلعہ چھوڑ دین اور چپکے سے نکل جائین۔

تیسرا افسر۔ ہان صحیح ہو۔ مگر قلعہ چھوڑا اور دریا کی طرف کے کالم نے ہمارا تعاقب کیا بس پھر جان بری محال ہو جائیگی اور کتّے کی موت جان جائیگی پھر کرتے دھرتے کچھ نہ بن پڑے گی۔

چوتھے افسر نے جو سب سے زیادہ تجربہ کار تھے کہا کہ کچھ گولہ انداز دریا کی طرف والے برج مین رہین۔ جب ہم لوگ نکل جائین تب وہ بھی بھاگ کھڑے ہون اس عرصے مین اگر ترکون کے کالم متعینہ نے دریا کیطرف جانے کی کوشش کی تو گولہ انداز اوپر سے آگ برسائین۔ ہمکو موقع ملے گا کہ ہوشیاری کے ساتھ نکل جائین۔

یہ گفتگو قلعے کے اندر خاص خاص افسرون مین ہو رہی تھی کہ ترکون کا ایک گولہ دوسرے برج پر گرا اور دیوار سے ٹکرایا برج کو گراتا ہوا صحن قلعہ مین پھٹا تو چونتیس (۳۴) آدمیونکو زخمی کیا۔ دو سپاہیون اور ایک لفٹنٹ کی جان لی اب اور بھی کھلبلی مچی۔ یہ گولہ ہنوز سرد نہوا تھا کہ ایک اور گولہ آیا جس سے برج رہا سہا اور بھی خاک مین ملگیا اور روسیون کے جان و مال کا نقصان ہوا۔ ہنوز یہ گولا ٹھنڈا نہ ہوا تھا کہ ایک اور گولا اُترا اور پھٹتے ہی تین آدمیون کو ٹھنڈا کر دیا اسکے بعد ترکون نے گولون کی بھرمار کر دی۔ اور تمام میدان مین دھنا دھنا کی آواز گونجنے لگی روسی جنرل نے اپنے گولہ اندازون کو حکم دیا کہ جتنی توپین ہین سب پر بتّی پڑے اور صف شکن بھی گولے برسائے گولہ انداز کو پوری پوری خوراک دیجانے کی تو تھوڑی ہی دیر مین سناٹا ہو جائے گا۔ خالی توپین پھیکنے سے رہے ہم گولے اُتارتے ہین تو مگر سامان کہان سے لائین۔

ادھر یہ گفتگو ہوتی تھی اُدھر میدان مین ایک اور گل کھلا روسیون کا کالم اسقدر قریب آگیا کہ گولے کی لڑائی بیکار ہو گئی گو ترکون نے برابر باڑھ پر باڑھ ماری مگر روسی گرتے گرتے ڈراتے ہوئے فوج کو لے ہی آئے تاکہ اس کالم کو شکست دیکر

قلعے والون کی مدد کو پہونچین اگر یہ کالم شکست پاتا بھی تو روسیون کی تمنا نہ بر آتی۔ تین طرف سے فوج قلعے کا محاصرہ کیے ہوے تھی اور قلعے کی فوج روسیہ کے پاس سامان بھی نہ تھا کہ دو گھنٹے مقابلہ کرتی روسیون نے تلوار لی اور جھپٹے ترکون نے بھی دست بدست جنگ کی مگر دفعۃً ایسی گھنگھور گھٹا چھائی کہ کل میدان اور دشت نبرد تیرہ و تار ہو گیا۔ وہ گھٹا ٹوپ اندھیرا کہ کچھ نظر ہی نہین آتا تھا۔ جو جس مقام پر کھڑا تھا مثل پیکر تصویر خاموش کھڑا رہا۔ قلعے کی فوج روس نے چاہا کہ نکل بھاگے مگر راستہ ہی نہین سوجھتا تھا بڑے بوڑھے آدمیون کا قول ہے کہ ایسی تاریکی اور ایسے کالے کالے بادل کبھی نہین دیکھے تھے۔

آزاد پاشا اور علیقو پاشا اور احمد پاشا اپنے اپنے کالمون کو چھوڑ کر ادھر اُدھر ٹٹول ٹٹول کر گشت کرنے لگے۔ اور بگل بجنا شروع ہوا کہ سب اپنی اپنی جگہ پر رہو جب کچھ یون ہی سی تاریکی کم ہوئی تو یہ تینون دوست ایک مقام پر باہم گفتگو کرنے لگے۔ مگر ایک کی بھی شکل نہین نظر آتی تھی۔

سرویا کی تو کیا اصل حقیقت تھی کہ ٹرکی کا مقابلہ کرتا مگر روسیون نے بھرے دے دیکر جنگ پر چڑھا دیا۔ سرویا کو شک کی جگہ یقین تھا بلکہ یہی ایمان و دین تھا کہ اگر ترک ذرا بھی غالب آئے تو روسی ہمارا ہاتھ بٹائینگے اور ہم ترکون کو نیچا دکھائینگے مگر جب مقابلہ ہوا تو سرویا کے چھکے چھوٹ گئے اُسنے کھلم کھلا تیاری کی تھی کہ ٹرکی سے نبرد آزما ہو۔ روس اور فرانس اور آسٹریا کے سفیرون نے سرویا کو سمجھایا کہ خبردار جنگ کا قصد نہ کرنا لیکن روس کا سمجھانا صرف برائے نام تھا۔ درپردہ شہ دیتا جاتا تھا۔ جون کے مہینے مین سرویا کی فوج جنگ کے قصد سے سرحد کی طرف بڑھی۔ اور کوئی چھبیس ستائیس دن کے بعد اعلان جنگ دیا تو گورنمنٹ سرویا نے اپنے ملک مین مشتہر کیا کہ سرکار اہل سرویا کو اغیار کی اطاعت اور ماتحتی اور عملداری سے آزاد کرنے کے لیے جنگ کرتی ہے اور جو عملداری اس ملک مین پیشتر تھی اُسی کو از سر نو قائم کرنا چاہتی ہے وائنا کے ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ سرویا نے پوری پوری تیاری جنگ کی ہے۔

سرویا کے وزیر جنگ نے حکم دیا کہ جہان جہان مدارس ہین سب بند کر دیے جائین اور فوج کے زخمیون کے لیے وہ بطرق اسپتال بنائے جائین۔ سرکاری عمارتون مین کہین رسد اور کہین میگزین کا سامان رکھا گیا۔

شہزادۂ ملن سے جب سلطنت عثمانیہ نے دریافت کیا کہ یہ جنگی تیاریان کس مقصد سے ہو رہی ہین تو شہزادے نے این و آن اور چنین و چنان کے بعد کچھ آئین بائین شائین گپ اُڑا دی کہا کہ حاشا ہم سلطنت روم سے مقابلہ نہین کرنا چاہتے اسکے بعد ایک سفیر بحضور سلطان اعظم بھیجا اور اسکو تاکید کی کہ حضرت سلطان کی خدمت مین شہزادۂ ملن کیطرف سے کہے کہ سرویا دل و جان سے مطیع و منقاد گورنمنٹ ترکی ہے مگر ٹرکی سمجھ گئی کہ دال مین کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے سرویا سے خراج طلب کیا۔ اور لکھا کہ سرحد سے فوراً اپنی فوج واپس لیجاؤ اور یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ مراد پنجم تخت نشین ہون اور ایک سو اکیس ضرب توپ کی سلامی اُڑے اسکے جواب مین سرویا نے اپنی اور فوج بھی سرحد پر روانہ کی۔

اس عرصے مین مانٹی نیگرو کے تیور بھی بے ڈھب پڑنے لگے۔ سرویا کی دیکھا دیکھی اُسنے بھی پر و بال نکالے۔ مانٹی نیگرو

کے اخبار مین چھپا کہ وہ لوگ بھی اہل سرویا کا ساتھ دینگے اور سب ملکر ترکون سے نبرد آزما ہونگے۔ اب سُنیے کہ بوسنیا اور ہرزیگونیا بھی بگڑ گئے اور اسی عرصے مین بلغارستان بھی بگڑ کھڑا ہوا۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اُدھر سرویا کے شہزادے نے وزیر جنگ کے نام خط بھیجا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ ہم اعلان جنگ کرتے ہین۔

تار برقی نے ساری خدائی مین گھر گھر یہ خبر پہونچائی۔ سرویا کی فوج کے سپہ سالار روسی جنرل سرنیان تھے اُنھون نے سرویا کو کسی قدر روپیہ بھی دیا کہ سامان جنگ بہم پہونچاؤ۔ اسوقت شہزادہ ملن کا صرف اکیس برس کا سن تھا۔ سرویا کے پاس کوئی باون ہزار آدمی تھے مگر اُن مین قواعد دان اور آزمودہ کار شاید پانچ ہزار ہون۔ باقی ناواقف محض الغرض ۱۸۸۶ء مین جنگ روم و سرویا شروع ہوئی۔

روسی جنرل کی راے کے مطابق سرویا کی فوج کارروائی کرتی تھی۔

آزاد۔ رومیون کو تو ابتدا ہی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ سب روسیون کی سازش سے ہوا۔

علیقو۔ بخوبی۔ پیشتر ہی سے معلوم تھا۔

احمد پاشا۔ وہ تو تیور چھپے ہی نہین رہتے۔

آزاد۔ مگر اہل سرویا تو بڑے بودے نکلے۔

احمد۔ بالکل کچھ جانتے ہی نہین۔ کسی میدان مین سرسبز نہ ہوے ہر مقام پر شکست پائی جو جنگ ہوئی بھاگتے راہ نہ ملی۔

آزاد۔ ہان صاحب پھر کسی جنگ کا تو حال بیان کیجیے۔

رومی تو مقام نس مین تھے اور سرویا کی فوج مقام الکسینز مین نس بہت ہی عمدہ مقام تھا۔ سرویا اور بلغارستان دونون کے قبضے کے لیے راس سے زیادہ مقام نہ تھا۔

سرویا نے اپنی فوج کے دو کالم بنائے۔ اور روسی جنرل کی چالاکی سے دونون کالم یکے بعد دیگرے نس کے پہاڑون پر چڑھ گئے اور وہان سے اُترے تو دونون کالم دو مختلف راستون سے چلے۔ ترکون کے پاس پینتیس ہزار آدمی تھے۔

آزاد۔ کیون صاحب یہ فوج پہاڑون پر چڑھ کیونکر گئی۔

علیقو۔ غفلت کے سبب سے۔

آزاد۔ افوہ اتنی غفلت۔

علیقو۔ حضرت سلطان تک خبر پہونچی۔ جواب طلب کیا گیا عبدالکریم پاشا سپہ سالار افواج بھیجے گئے کہ اس کمانیر سے بازپرس کرین۔

آزاد۔ ضرور چاہیے تھا۔

علیقو۔ بس پھر تو ترکون نے چھکے چھوڑا دیے۔

آزاد۔ اخبارون مین پڑھا تھا۔

علیقو۔ مار کے اُڑا دیا۔ شکست پر شکست دی بھاگتے راہ نہ ملی۔

آزاد۔ سرویا تک داخل ہو گئے تھے۔

علیقو۔ جی ہان۔ ۲۱ جولائی کو سرویا کی سلطنت مین ترک داخل ہوے مگر بڑی جنگ کے بعد سرویا مین جانے پائے۔

آزاد۔ اور وہ روسی جنرل کیا ہوے۔

علیقو۔ روسی جنرل اور کئی افسر سرویا کی مدد کو آئے تھے

گورنمنٹ روس نے اُنکو درپردہ بھیجا تھا کہ مدد دین مگر اہل سرویا کی جبنیت نے اُنکو بھی کہین کا نہ رکھا۔ کئی سوار ہمسے کہتے تھے کہ جب سرویا کے سپاہی ایک جنگ مین بھاگنے لگے تو روسی افسرون نے بندوق کے کندون سے مارنا شروع کیا اور للکار للکار کر کہا کہ اے بزدلو آگے بڑھو۔ مگر وہ بھاگے تو پیچھے پھر کر دیکھنا محال تھا۔ بھاگے سو بھاگے۔

آزاد۔ لاحول ولا قوۃ۔

احمد پاشا۔ (ہنسکر) واللہ اس طرح بھاگے کہ کچھ پوچھیے نہ بس بڑے بودے۔ اور بودے نہ بھی ہوتے تو ہمارا مقابلہ کیا خاک کرتے۔ اے لاحول۔

علیقو۔ پھر تو حضرت سلامت سرویا مین چو طرفہ ہمارا ڈنکا بجنے لگا اور غنیم بھاگ کر اور بھی دور ہو رہا۔

آزاد۔ اسکے کیا معنی دور ہو رہا کیا معنی۔

علیقو۔ مطلب یہ کہ ملک کے اندرونی حصہ مین چلا گیا۔

احمد۔ ہمارے دوست بھی سرویا کی کئی لڑائیون مین شریک تھے

آزاد۔ کون دوست۔

احمد۔ حسن پاشا۔

علیقو۔ شہزادہ ملن چکرائے۔ ہاتھ پاؤن پھول گئے سوچے کہ بڑی غلطی ہوئی۔ ۱۸۔ اگست کو وزرا کو بلوایا ایک مجلس شوریٰ منعقد کی بعض وزرا نے کہا کہ صلح کر لیجیے۔ ورنہ اس سے زیادہ تباہی پڑیگی۔ اب بھی سویرا ہی مگر اکثرون کی یہی راے ہوئی کہ چاہے انجام جو کچھ ہو صلح کی درخواست کرنا فضول ہی۔ ہرچہ بادا باد۔

ترک تو بڑھتے آتے ہی تھے سرویا کی فوج کو اُنھون نے پھر شکست دی چند ہی روز مین ترکون نے ایسا نیچا دکھایا کہ سرویا کے صدر مقام الکزینڈر تک دڑاتے ہوے چلے گئے۔

آزاد۔ (خوش ہوکر) ہان یہ تو ہمنے اخبار مین پڑھا تھا۔

علیقو۔ اب شہزادہ ملن گھبرائے۔ اور دول خارجہ کے سفیرون کو محل شاہی مین طلب کر کے کہا کہ اب ہم صلح کے خواستگار ہین۔ آپ لوگ صلح کرا دیجیے۔

آزاد۔ (خوش ہوکر) ہات تیرے کی۔

علیقو۔ یکم ستمبر کو سرویا نے ایسی شکست فاش پائی کہ تمام عمر نہ بھولینگے ترکی سپاہیون نے جوش مین آکر ایسا نیچا دکھایا کہ تلملانے لگے مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ اس جنگ مین مین بھی شریک تھا۔ یہ اُنکے صدر مقام کے پاس ہوئی تھی۔ سرویا کے سپاہی جنگ کے قابل نہین ہین۔ مگر اس جنگ مین اُنکے گولہ اندازون نے بڑا کار نمایان کیا۔

احمد۔ بس اب شکست کے بعد ہی تو روس کے والنٹیر آئے تھے۔

علیقو۔ روسی جنرل افسر سپاہی والنٹیر سب آئے تھے اسی سبب سے تو جنگ نے طول کھینچا ورنہ سرویا والے تو کب کے بول گئے ہوتے۔ اب دل لگی دیکھیے کہ پہلے تو روس نے تھوڑے ہی سے آدمی بھیجے مگر جب ترکون نے سرویا کی فوج کے ہر جنگ اور ہر مقام پر دانت کھٹے کر دیے تو روس نے جھلا کر بہت سے سپاہی اور والنٹیر بھیجدیے روسیون کو سرویا کی فوج سے نفرت ہو گئی اور سرویا کے سپاہی روسیون سے حسد کرنے لگے سوچے کہ یہ ظاہر آتو ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم تمھاری کمک کو آئے ہین مگر باطن مین ہمارا ملک چھیننے اور ہمارے غلام بنانے کی فکر مین ہین چلیے دونون تو مونہین ایک قسم کی

ناچاقی ہوگئی۔

آزاد۔ اچھی دل لگی ہو۔

احمد۔ ایک افسر فوج سرویا مجھ سے کہتا تھا کہ روسی جنرل سرویا کے سپاہیون کی جنبیت پر دانت پیس پیسکر رہ جاتے تھے اور ہماری فوج کا دل بڑھتا جاتا تھا۔ سرویا کو اچھی سزا ملی۔ بہت بہ چل نکلا تھا۔

علیقو۔ یہانتک نوبت آئی کہ ادھر ترکون نے مقابلہ کیا اُدھر بندوقین اور توپین چھوڑ چھوڑ کر بھاگے افسر بیچارے کئی مقام پر اکیلے رہ گئے سپاہی اور سوارون کا پتا ہی نہین افسر ٹُرون ٹُون کھڑے ہوے ہین آخر کار سلاطین یورپ نے یہ فیصلہ کیا کہ دو ہفتے تک جنگ ملتوی رہے۔ ترک فتح پاکر شیر ہو گئے تھے انکو مہلت منظور نہ تھی مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ کل سلطنتین متفق الرائے ہین تو بدرجۂ مجبوری منظور کر لیا۔ مگر ہم تو اہل مانٹی نیگرو کی تعریف کرینگے واللہ سپاہی ہون تو ایسے ہون۔

احمد۔ اور شہزادہ ملن کی حماقت دیکھیے۔ انکو روسیون نے یہ پٹی پڑھائی کہ تم بوسینا اور سرویا کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دو۔ اُنھون نے اپنے ملک مین چوطرفہ مشہور کر دیا کہ ہم بادشاہ ہین لڑائی پھر شروع ہو گئی اور ترکون نے پھر سرویا کو دبایا۔

آزاد۔ ہم نے بڑی کوشش کی تھی کہ اس جنگ مین شریک ہون مگر بوجوہ چند در چند آرزو نہ بر آئی۔ خیر۔ ترکون نے سرویا کو نیچا تو دکھایا بس یہی خوشی کا باعث ہو۔

احمد۔ ایک مرتبہ البتہ سرویا نے بڑا سخت حملہ کیا تھا۔ ۲۸ ستمبر کو۔

علیقو۔ واہ۔ کیا خالی سرویا نے حملہ کیا تھا؟ اہل سرویا اور روسی اور مانٹی نیگرو کی فوج نے مل کر چڑھائی کی۔ مگر تعریف نہ کیجیے گا کہ کس بسالت سے ہٹا دیا۔

احمد۔ تو کیا آپ افسر تھے۔

علیقو۔ اجی وہ ہم نہین ہمارے بھائی سہی۔ سرنیات تو اُس دن فتح ضرور حاصل کرتے مگر اُنکے پاس اسقدر فوج نہ تھی اور ترکون کا جوش وخروش درجۂ اعتدال سے بڑھا ہوا تھا۔ بڑی دیر تک جنگ رہی۔ سرویا کو یقین ہوگیا تھا کہ ترکون پر غالب آجائیگا مگر آخر کار ترکون نے مار کے ہٹا دیا۔ اس جنگ مین طرفین نے بڑا نقصان اُٹھایا اور روسیون کے کوئی ستر افسرونکی لاشین میدان مین ملین۔ ابتو اور ترکون کی بن آئی۔ سرویا نے شکست پر شکست پائی۔ اور روسیون کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ ترکی اہل سرویا سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہین سمجھ گئے کہ اس طرح کی مدد سے خاک فائدہ نہ نکلے گا اور آخر اکتوبر تک سرویا کی طاقت خاک مین ملگئی۔ نومبر کی پہلی تاریخ کو صدر مقام پر ترکون کا قبضہ ہوگیا۔

آزاد۔ سلطان مراد کی جگہ پر تو عبدالحمید خان اواخر اگست مین تخت نشین ہوے تھے نہ؟

علیقو۔ ہان۔ ۳۱۔ اگست کو۔ سلطان مراد بیچارے کی حالت سخت افسوسناک تھی۔ ابھی نام خدا چونتیسوان سال ہو۔

آزاد۔ خدا خضر والیاس کی عمر عطا کرے۔

علیقو۔ آمین آمین ثم آمین۔ ہین تو ہونہار۔

آزاد۔ مگر اُنکے اس جوش وخروش کو دیکھیے گا اسوقت

بھی جنگ کا ذکر ہو رہا ہی۔

علیقو۔ سپاہی جہان میدان مین گیا بس پھر اُسکو جان کا مطلق خیال نہین رہتا۔

اتنے مین بادل چھٹنے لگے اور کچھ کچھ روشنی نمودار ہوئی۔ روسی سمجھے تھے کہ ترک ابھی کچھ دیر تک خاموش رہینگے اور ہمکو موقع ملیگا کہ دریا کی طرف بھاگ جائین لیکن یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ترکون نے توپ پر بتّی دی اور دھننا کرتا ہوا گولہ آیا۔ ارے ا۔ افوہ۔ ہم سمجھتے تھے کہ ترک غافل ہو گئے ہونگے مگر وہ کب چوکنے والے ہین۔ ابھی تک بادل منتشر نہین ہوے۔ تاریکی موجود ہی مگر انھون نے گولا چلا ہی دیا۔ دوسرا آیا تیسرا آیا۔ مجبور ہو کر روسیون نے چند جری گولا اندازون کو قلعے کے ایک برج مین چھوڑا اور تیار ہو گئے کہ نکل بھاگین مگر چند آدمیون نے صلاح دی کہ وحشت اور عجلت کی کارروائی فضول اور فنون سپہ گری کے خلاف ہی پہلے دیکھ لو کہ ترک کیا کارروائی کر رہے ہین۔ تخمینہ کر لو کہ اُنکے کسقدر آدمی ہین پھر البتہ قلعہ چھوڑنے کا قصد کرو تو مضائقہ نہین۔ اس پر سب متفق الراے تھے قلعے والون نے رخنون سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دریا کی طرف جماعت کثیر ہی چند گولا انداز انکو کسیطرح پر نہین روک سکتے اب بڑی پریشانی ہی۔ بھاگین تو قتل ہون اور قلعے مین رہین تو گولون سے کھوپڑی بھٹتی ہی۔

یون تو فوج ترک کا ہر ایک سپاہی شیر دل جوانمرد اور نہایت کا جری تھا لیکن آزاد پاشا سب سے دس ہاتھ بڑھ چڑھ کے تھے اُنکے دل سے لگی تھی کہ غنیم روسیہ کو بھگا کر اپنے تئین شمالی سرحد تک پہونچائین۔

اب سنیے کہ آزاد پاشا چھ جری اور دلاور ترکون کو لیکر قلعے کی طرف چلے۔ دو زینے ساتھ تھے چار مزدور لیٹ کر اُن چوبی زینون کو آہستہ آہستہ لیے جاتے تھے۔ آزاد پاشا کے ساتھ وہ سوار بھی تھا جو قلعے مین عرصہ دراز تک رہ چکا تھا قلعے کی ایک کھائی اور دو بنسواڑیون اور کئی جھاڑیونکو طے کر کے آزاد پاشا بڑی دیر مین ایک ایسے مقام پر پہونچے جہان میدان ہی میدان تھا۔ آڑ مین کھڑے رہے۔ جب مزدور زینے لیکر آئے تو سوار سے اُنھون نے انواع واقسام کے سوالات کرنا شروع کیے۔

آزاد۔ قلعے مین تو بالکل سناٹا ہی۔

سوار۔ آدمی کم ہین۔ سب کے سب قلعہ خاص مین جمع ہو گئے۔

آزاد۔ پھر ہمارا کالم کیون نہین آتا روکنے والا کون ہی۔

س۔ یہ فقط ہمارا خیال ہی خیال تھا کہ یہ مقام خالی ہوگا اگر فوج آتی اور اوپر سے روسی گولہ اندازی کرتے تو کالم کا کالم اُڑ جاتا یا نہین اسی سبب سے تو پانچ چھ آدمی لائے کہ اگر مار بھی ڈالے گئے تو کیا۔ وطن مالوف کے نام پر جان گئی۔ گئی۔

آزاد۔ اچھا اب فوج کو بلوالین۔

س۔ ہان اسکا مضائقہ نہین۔

آزاد۔ اب یہانتک آگئے ہین تو قلعے کی سیر بھی کر لین۔

تھوڑی دیر کے بعد آزاد پاشا ایسے مقام پر پہونچے جہان سے قلعہ خاص کی دیوار بہت قریب تھی ترکی گولہ انداز اب بچا بچا کر گولے مارنے لگے تاکہ آزاد پاشا پر کوئی ٹکڑا نہ پڑ جائے کل فوج دست بدعا تھی کہ خداوندا آزاد کو بچانا۔ اور زندہ

وصحیح وسلامت لانا۔ آزاد پاشا جان بکف تو گئے تھے دراتے ہوے قلعے کی دیوار کے نیچے جا کھڑے ہوے۔

آزاد۔ زینہ لگا کر اندر کی کیفیت تو دیکھین۔

سوار۔ دیوار اسقدر بلند ہی کہ الامان۔ زینے اسقدر بلند کہان ہین کہ قلعے کا حال معلوم ہو جائے۔

آزاد۔ اہا ہا۔ وہ دیکھو دیوار گری ہوئی ہی۔ ہمارے گولے نے ایک حصہ دیوار کو خاک مین ملا دیا ہی۔ وہان سے زینہ لگا کر دیکھین۔

سوار۔ بڑا نازک معاملہ ہی۔ معلوم ہوتا ہی آپ کا کوئی رونے والا نہین ہی۔

اس فقرے پر آزاد کو حسن آرا اور سپہر آرا اور اللہ رکھی اور اختر النسا اور زینت النسا اور روشنیا اور مس میڈا یاد آئین۔ لیکن زینہ لگا کر باواز بلند بسم اللہ کہکر کھٹ کھٹ کرتے ہوئے چڑھ گئے۔ دوسرا زینہ بھی لگا یا گیا چند سپاہی اور سوار جو ساتھ تھے وہ چڑھنے لگے۔ جب آخری سیڑھی پر پہونچے تو پھر بسم اللہ کہکر میان آزاد نے اُسپر پانٔون رکھا اور دونون زینون سے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند کی اور قلعے کی طرف جھانکا اور سب ملکر تالیان بجا دین روسیون نے جو یہ آواز سُنی اور آزاد پاشا اور دو آدمیون کو دیکھا کہ قلعے کے اوپر آ گئے تو سمجھے فوج کی فوج مثل بحر مواج اُمنڈ آئی۔ ایک پر ایک گرنے لگا بلا مشورہ و اجازت سپاہی اور سوار اور افسر اور جتنے تھے سب کے سب دریا والے راستے سے بھاگے گولہ انداز بھی غایب اور افسر بھی ندارد آزاد نے اور اُنکے ساتھیون نے پھر نعرہ بلند کیا۔ اس نعرے کی آواز ترکی فوج تک نہین گئی مگر جب ترکون کے ایک کالم نے دیکھا کہ روسی فوج دریا کی جانب سے نکلی جاتی ہی تو دو طرف سے اُسپر حملہ کیا۔ اور ایک کالم قلعہ کے اندر داخل ہو گیا اُن دونون کالمون نے فوج روس کو گھیر لیا۔ روسی اُسوقت بے بس تھے جب دیکھا کہ دو طرف سے مجبور ہو گئے اور اب کوچۂ گریز بند ہی تو سخت متوحش ہوے۔

اتنے مین قلعے مین سے آزاد پاشا نے بندوق سر کی مگر ترکون نے اشارے سے منع کیا کہ گولی ابھی نہ چلنے پائے اور ایک سوار روسیون کے پاس بھیجا گیا اُسکو ہدایت ہوئی کہ اس طرح پر امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کرے۔

سوار نے فوراً جا کر اُن لوگون سے یون گفتگو کی۔

سوار۔ افسر فوج ترک نے ہمین بھیجا ہی اور کہا ہی کہ دریافت کرو یہ لوگ جان دینا چاہتے ہین یا نہین۔

ایک افسر۔ ہم دونون طرف سے محصور ہین۔ یہ ہمین خوب معلوم ہی۔

سوار۔ دو ہی طرف سے نہین اِدھر قلعے کی جانب بھی نظر ڈالو۔

روسیون نے قلعے کی طرف دیکھا تو ترک ڈٹے ہوے ہوش اُڑ گئے۔

دوسرا افسر۔ ہم اسوقت بالکل بے بس ہین۔

سوار۔ پھر کیا ضرور ہی کہ خواہ مخواہ جان دیجیے۔

افسر۔ ہم اب لڑنا نہین چاہتے۔

سوار۔ تو ہتھیار رکھدو۔

راوی۔ مثل مشہور ہی کہ دبی بلی چوہے سے کان کترواتی ہی باہم مشورہ کرنے لگے۔

کرنل۔ ہتھیار رکھنا تو بڑی شرم کی بات ہی۔

لفٹننٹ - مگر اب اور تو چارہ بھی نہین -
جنرل - وہ ہتھیار ہی کتنے ہین ذرا گنو تو۔
ل - ہان سچ تو ہے - شاید دس پانچ تلوارین ہون اور پندرہ بیس بندوقین -
ک - اچھا ہم ہتھیار رکھے دیتے ہین -
س - ہان بس رکھدو -

روسیون نے ہتھیار رکھدیے اور ترکون نے اُن کو چارون طرف سے گھیر کر قید کر لیا - اور قلعے مین لے گئے - اسوقت ایک روسی افسر کی آنکھ سے اشک جاری ہو گئے دل ہی دل مین سوچنے لگا کہ ابتک اِس قلعہ پر قبضہ کیے ہوے غنیم سے لڑ رہے تھے اور اب قید مین ہین -

یہ افسر جنگ کریمیا مین کار نمایان کر چکا تھا اور کئی لڑائیون مین اسنے تمغے پائے تھے - آجتک کسی جنگ مین اسنے شکست نہین پائی تھی - مگر اِس قلعے مین آنکر ایسے پھنسے کہ قید ہو گئے - اس افسر نے علیقو پاشا کو غور سے دیکھا اور علیقو پاشا نے اِسپر غور سے نظر ڈالی -

علیقو - کیا ہوا انقلاب زمانہ تو مشہور ہی ہے - کبھی ہم غالب کبھی تم غالب -
افسر - (خونخوار ہو کر) اتفاق -
ع - ایسا ہی اتفاق سب کو ہوتا ہے -
افسر - (چین بہ جبین ہو کر) کیا بزدلون کی سی باتین کرتا ہے
ع - اب قید مین ہو اس سے چھوڑے دیتا ہون ورنہ -
ایک پاشا - اس بحث سے کیا واسطہ -
دوسرا - قیدی سے کیا جھگڑتے ہو -
تیسرا - بیکار اُسکے مُنھ لگتے ہو -
چوتھا - جانتے ہو یہ ہے کون - یہ بڑے نامی گرامی افسر ہین -
علیقو - ہونہہ - مجھسے کہتے ہین - جنگ کریمیا مین میرا انکا مقابلہ ہو چکا ہے جب ہی تو جھلا رہا ہے دھوکے مین مین گرفتار ہو گیا تھا اور یہی افسر مجھے گرفتار کر لے گیا تھا -
آزاد - اخاہ جب ہی یہ باتین رمز و کنایہ کی ہو رہی ہین -
علیقو - اور کیا -

روس کے ایک افسر نے آزاد پاشا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ بھی ترکی جنٹلمین ہین - ترکون نے کہا ہان ٹھیٹھ ترک کیون کیا کسی اور ملک کے باشندے معلوم ہوتے ہین روسی نے کہا نہین - ہین تو سرخ و سفید اور خاص یورپین یہ بھی مگر انکا لب و لہجہ بعض اوقات ترکون کا سا نہین پایا جاتا لوگون نے کہدیا کہ یہ ہندی ہین -

ترک قلعے کی سیر کرنے لگے - جو سوار اور افسر اس قلعے مین رہ چکے تھے - وہ پرانی باتون کو یاد کرتے اور پرانے مقامون کو دیکھتے تھے اور جو لوگ نہین آئے تھے وہ اورون سے کُل حال پوچھتے جاتے تھے - الغرض ترک فاتح مزے سے قلعے مین دندناتے تھے -

آزاد - آج بہت تھکے -
سوار - کار نمایان کیا - آفرین - آفرین -
دوسرا سوار - ہم ڈرتے تھے کہ کہین کوئی روسی دیکھ نہ لے -

اب ادھر کا حال سُنیے - روسی اور ترکی دونون دست بدست جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے مگر تاریکی کے سبب سے دونون کچھ کچھ پیچھے ہٹتے گئے حتی کہ فاصلہ زیادہ ہو گیا - کمانیر نے ٹیلے پر سے دیکھ ہی لیا تھا کہ انکی فوج نے قلعہ خالی کرالیا - فوراً اپنے دو سو سوارون کو حکم دیا کہ اس کالم سے جا کر ملجاؤ

جو میدان میں پڑے جائے کھڑا ہے۔ سوار روانہ ہوئے اور
ادھر قلعے سے سوار طلب کیے۔ میاں آزاد نے چاہا کہ سواروں
کے ساتھ خود بھی جائیں مگر اسقدر شل ہو گئے تھے کہ اُٹھنا محال تھا

علیقو۔ تم نہ جاؤ۔ ہم جاتے ہیں ۔

احمد۔ ہم کو نہ جانے دو۔

ع۔ نہیں ہم خود جائینگے ۔

راوی ۔ سپاہی ایسے ہوتے ہیں۔ نہ کہ سر دیاکے
بزدلوں کے سے ۔

آزاد ۔ قسطنطنیہ میں اکثر آدمیوں کی راے ہے کہ افواج
ترک کے افسر جری تو ہوتے ہیں مگر اصول جنگ سے کما حقہ
واقفیت نہیں رکھتے ۔

افسر۔ یہ سچ ہے۔ یہ کوئی قاعدہ عام نہیں ہے۔ اکثر افسر
بڑے جنگ آزما اور تجربہ کار ہیں۔ مگر ترکی فوج کے افسروں
کی ہم اسقدر تعریف نہیں کر سکتے جسقدر ترکی سپاہیوں کی
تعریف کر سکتے ہیں۔ ترک طاقتور مضبوط مستقل مزاج شجیع
سپاہی ہیں۔ جنگ کیوقت جان بکف رہتے ہیں مگر افسر اچھے
نہیں اسکی وجہ یہ کہ افسر اکثر سفارشی مقرر ہو جاتے ہیں اگر
استحقاق اور لیاقت کے لحاظ سے مقرر ہوں تو کیا کوئی ترکوں کا
مقابلہ کر سکے ۔ لاحول ولا قوۃ ۔

آزاد ۔ وقت صلح کوئی نوے ہزار کے قریب سپاہ رہتی ہے

افسر۔ ہاں اسکے قریب ہی قریب ۔ کوئی ایک لاکھ آدمی

آزاد۔ اور وقت جنگ ۔

افسر۔ پونے دو لاکھ تک ۔ مگر جنگ کیوقت مصر پر بھی فرض
ہے کہ فوج سے مدد دے ۔

آزاد ۔ اب احمد مختار پاشا تو ایشیا کی افواج ترک کے
سپہ سالار ہیں اور عبدالکریم پاشا یورپ کی فوج کے۔ اور
ہوبرٹ پاشا انسپکٹر جنرل افواج بحری ہیں ۔

افسر۔ ان سے آپ واقف ہیں ۔

آزاد ۔ صرف اسقدر سنا ہے کہ انگریز ہیں کپتان ہوبرٹ
مگر انکی لیاقت کی بڑی تعریف ہے۔ سنا ہے آزمودہ کار
ہیں۔ انکے پدر بزرگوار کوئی بڑے امیر آدمی تھے ۔

افسر۔ ارل آف بکنگھم کے لڑکے ہیں سنہ ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوے
تھے۔ اب ۵۴ برس کا سن ہے۔ چھ برس سے ترکوں کی فوج
بحری میں نوکر ہیں برٹش گورنمنٹ نے انکا نام کاٹ دیا۔ انھوں نے
بہت کچھ منت و سماجت کی کہ میرا نام افسران فوج بحری انگلستان
کے زمرے میں بھی شامل رہے لارڈ ڈربی نے منظور کر لیا مگر جنگ
روم و روس شروع ہوئی تو انسے کہا گیا کہ یا آپ انگلستان کے
افسر فوج بحری رہیں یا ٹرکی کے ۔ انھوں نے لکھا کہ مجھے ٹرکی
کی افسری پسند ہے میں واپس آنا نہیں چاہتا لہذا انکا نام بھی
خارج کیا گیا ۔

آزاد ۔ کارنمایاں کر رہا ہے ۔

افسر۔ اسمیں کیا شک ہے ۔

آزاد ۔ روسیوں کا جواب دینے والا وہی تو ہے ایک ۔

اسکے بعد ایک روسی افسر نے جو قید ہو گیا تھا کہا کہ تم لاکھ
لنترانی کی لو مگر دیکھو ہم کس جوانمردی اور استقلال کے
ساتھ دریاے ڈینیوب عبور کر آئے ۔

آزاد ۔ دریائے ڈینیوب پر تو کئی قلعے ہیں ۔

روسی ۔ گنتے جائیے ۔ رشچک ۔ تلتسا ۔ نیجن ۔ اسکاچی
نکو دلس ۔ دون ۔

آزاد ۔ پرسوڈا ۔ سلسٹریا ۔ ترنکائی ۔

روسی - اِن قلعون مین سلسٹریا سب سے مضبوط قلعہ ہے۔

اتنے مین دس پندرہ آدمیون نے قلعے کے برج سے کہا کہ وہ بھاگے۔ وہ بھاگے جاتے ہین۔ ہان سوارو شاباش جانے نہ پائین۔ جانے نہ پائین۔ آزاد پاشا اور کل افسرون و سوارون و سپاہ ترک اور روسی قیدیون کے کان کھڑے ہوے کہ یہ کیا کہہ رہے ہین۔ کون بھاگا۔ سمجھ گئے کہ روسی بھاگے ہون گے۔

برج پر جا کر دیکھا تو ترک تعاقب کر رہے ہین اور روسی سوار بگٹٹ بھاگے جاتے ہین۔ سب نے ملکر نعرۂ خوشی بلند کیا اور جو لوگ قلعے مین تھے اُنھون نے بھی برج والون کی دیکھا دیکھی نعرہ مارا۔

آزاد - پالا ہمارے ہاتھ ہے (خوش ہو کر) ؎

ساقی کو پڑا ہے ہمسے اچھا پالا ۔ میخانے مین جب گئے تو جیتا پالا
جب دیکھیے ہاتھ مین ہے پُر کی بوتل
لے قدر یہ تم نے خوب طوطا پالا

ترک اِسکا مطلب نہ سمجھے مگر آزاد اُسوقت وفور طرب سے جامے مین پھولے نہین سماتے تھے۔

ایک افسر نے دوربین کے ذریعے سے دیکھکر کہا پالا تو ہم جیت گئے مگر ایک خرابی ہے۔ خدا جانے اگر روسی رسالہ اس ٹیلے پر پہونچ گیا تو ہم دب جائینگے۔

آزاد - ہمکو وہ ٹیلا نہین سوجھتا۔

افسر - ایک عینک اور چڑھائیے۔

آزاد - (مسکرا کر) واللہ ہمین نہین سوجھتا۔

افسر - اب بہت قریب ہے۔ خدا نہ کرے کہ ٹیلے پر پہونچ جائین۔

آزاد - ہان اب نظر آیا۔ خدا خیر کرے۔

روسی قیدیون مین سے دو افسرون نے درخواست کی کہ اگر ترک اجازت دین تو وہ بھی برجون پر سے دیکھین۔

سوار یہان سے بھی روانہ ہوے اور تھوڑی دیر مین میدان کے کالم سے ملکر گھوڑے کڑکڑا دیے تو روسیونکو بھاگتے راہ نملی ترکون نے اُنکا تعاقب کیا۔ ترک فتح حاصل کر کے قلعہ مین شیخی کی لینے لگے جیسا کہ ہر ایک فاتح فوج کا قاعدہ ہے۔

ایک سپاہی - ہماری قوم تو جنگی قوم ہے۔ سلف سے آجتک سپہ گری ترکون کا پیشہ ہے۔ یہی ہمارے آبا و اجداد کا پیشہ تھا۔ ممکن نہین کہ رگ تاتار جوش زن نہو ترکون کو کوئی میدان کارزار سے بھاگتے نہ دیکھیے گا۔ ترک گم جائین یا شکست پائین یہ ممکن ہے۔ مگر روز جنگ غنیم کو پشت نہ دکھائینگے۔

افسر - محمود ثانی کے وقت سے ہماری قوم نے یورپ کے فنون حرب مین واقفیت حاصل کی ورنہ گو پہلے بھی ترک جنگ مین بسالت اور جوانمردی ظاہر کرتے تھے لیکن طرز حرب سے چندان واقف نہ تھے صرف اپنے ہاتھ پانون اور اپنی جرأت و شجاعت کے زعم پر اُنکو ناز تھا اور اُنکا ناز بیجا نہ تھا جب یونان نے سلطان معزی الیہ کے عہد مین علَم بغاوت بلند کیا تو محمود نے یورپ مین قواعد جنگی کے مطابق فوج کو لڑایا۔ روس اُسوقت بھی چڑھائی کی تیاریان کر رہا تھا۔ اور بعض بعض صوبے بھی باغی ہو گئے تھے۔ ایسے وقت نازک مین نئے قاعدے سے فوج کو میدان جنگ مین لڑوانا آسان امر نہ تھا۔ ترکی سپاہی مدت العمر سے ایک خاص قاعدے کے مطابق لڑتے آئے تھے۔ نئے قاعدے سے اُنکو کمال دقت ہوئی نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ترکون کی ناتجربہ کاری سے روسیون نے فائدہ اٹھایا

اور غالب آگئے لیکن چونکہ ترک سنٹیفک اصول کے مطابق لڑتے تھے لہذا روسیون کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔

آزاد - آگے عیسائیون کو بھی تو فوج مین بھرتی کرتے تھے۔

افسر - ہان کچھ دن تک عیسائی بھی فوج مین بھرتی کیے گئے مگر بعض بعض شرطین سخت تھین۔

آزاد - اب اسوقت قلعے مین جو فوج ہی اسمین یورپین ٹرکی کے لوگ زیادہ ہین یا ایشیا کے۔

افسر - ایشیائی ٹرکی کے لوگ زیادہ ہین۔

آزاد - مدرسۂ حرب صرف قسطنطنیہ مین ہی یا کہین اور بھی۔

افسر - کئی مدرسے ہین ان مدرسون مین فنون حرب و بحری کے علاوہ فرانسیسی اور عربی اور ترکی زبان کی بھی تعلیم ہوتی ہی اور تاریخ اور جغرافیہ اور ریاضی اور علم ہیئت بھی سکھایا جاتا ہی۔

آزاد - ہان یہ تو ہم اُس مدرسے مین دیکھ چکے ہین جو قسطنطنیہ کے قریب ہی۔ روسیون نے بڑی کوشش کی کہ ٹیلے پر چڑھ جائین مگر ترکی سوارون نے دم نہ لینے دیا۔ کئی سواران روس ٹیلے پر چڑھ گئے۔ مگر باقیماندہ ایسے بدحواس بھاگے کہ پیچھے پھر کر دیکھنا قسم تھا۔ جو سوار ٹیلے پر تھے اُنھون نے باڑھ مارنا شروع کی جس سے ترکون کا کسی قدر نقصان ہوا۔ ایک افسر نے فوراً فوج کے دو کالم کر دیے۔ ایک کالم نے ٹیلے کی سپاہ روس سے مقابلہ کیا اور دوسرا کالم ان سواران روس کا تعاقب کرتا گیا جو بھاگے جاتے تھے آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سوار تو بھاگ نکلے مگر ٹیلے کے سوارون نے ترکونکو بہت نقصان پہونچایا اگر تعداد مین کافی ہوتے تو ترکون کو وہان سے ہٹ جانا پڑتا مگر ترکون کی جماعت کثیر نے اُنکے رخ پھیر دیے اور تھوڑی دیر مین نصف سے زیادہ کو اجل کے سپرد کر دیا باقیماندہ بھاگ کھڑے ہوے شام تک کل فوج ترک قلعے کے اندر دندناتی تھی۔ شب کو ترکی فوج نے انواع و اقسام کی دل لگیون سے خوشیان منائین فتح پاکر سپاہی کا دل ہاتھون بلکہ بانسون بڑھ جاتا ہی دو سوار جاکر ایک چہاردہ سالہ چھوکری کو لے آئے۔ اور وہ ناچنے لگی۔ میان آزاد سب سے زیادہ تھکے ہوے تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے کہ ایک افسر نے جاکر اُنکو جگایا۔

افسر - آزاد - آزاد - آزاد پاشا۔

آزاد - (انگڑائی لیکر) کیوں بھئی۔

افسر - ذرا آنکھ تو کھولو۔

آزاد - آپ ہین - حضرت ذرا سونے دیجیے۔

افسر - واللہ ہم نہ مانینگے۔

اتنے مین علیقو پاشا آئے۔ اُنھون نے آزاد کو جگایا اور کہا چلو یہان کا ناچ دکھائین۔

آزاد - یہ کون ہی - ہی تو حسین۔

علیقو - پرکالۂ آتش ہی - کافر بدانڈیش ہی - چھلاوا ہی۔

آزاد - یہ ترکی ہی۔

علیقو - بلگیریا کی ہی جسکو بلغارستان کہتے ہین۔

آزاد - اسکی وضع تو مردانی ہی۔

افسر - یہان عورتین یہی پہنتی ہین۔

آزاد - چغہ بھی ہی اور اچکن بھی ہی اور مندیل بھی ہی۔

افسر - اور کمربند مرصع بھی ہی۔

آزاد - مگر کیا ادا ہی۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

افسر - ہم تو اس کمربند پر جان دیتے ہین۔

راوی ۔ حضرات ناظرین اِس بیان کو یاد رکھیے گا۔

آزاد۔ قسم خدا کی آنے دارد۔

افسر۔ بلغارستان مین دو لیڈیان مشہور ہین حسن اور جمال مین بے نظیر ادا پسند و دلپذیر۔

آزاد۔ پھر ہم کیونکر دیکھینگے۔

افسر۔ اگر زندگی ہی تو دکھا دینگے ورنہ مجبوری ہی۔

آزاد۔ آزاد انشاء اللہ۔ یار زندہ و صحبت باقی۔

اُس بُت جادو جمال نے ترکی غزلین گائین مگر میان آزاد کو پسند نہ آئین ہان اُسکے حُسن گلوسوز پر البتہ فریفتہ ہوگئے اور اُسکی ادا نے اِنکے دل پر اثر کیا۔

آزاد۔ کوئی فارسی غزل بھی یاد ہی۔

افسر۔ فارسی غزلین کیا جانین۔ فارس جانے کا کبھی کاہے کو اتفاق ہوا ہوگا۔

یہ فقرہ سُنکر وہ مسکرانے لگی۔ آزاد پاشا نے کہا یہ فارس ضرور گئی ہین اسمین ذرا شک نہین وہ اور بھی مسکرائی۔ تب اُس افسر کو بھی یقین ہوگیا فارسی غزل گانے کی فرمائش کی تو اُسنے لسان الغیب حافظ شیرازی کے یہ اشعار گائے۔ ؎

نوائے صبح کہ کنجی دلا مبارکباد	ظہور نفس نغمہ زا مبارکباد
ہمیشہ نغمہ شنو عشق و دلیک مرد	بلند نغمہ تری لحن نوا مبارکباد

بڑی دیر تک ٹھا جوکڑی مچی رہی اِسکے بعد آزاد اور دو ترکی افسر اپنی اپنی جگہ پر لیٹ کر یون ہمکلام ہوے۔

آزاد۔ جرمنی در پردہ روس کے معین ہین۔

محمود پاشا۔ اسمین کیا شک ہی۔ دونوں دانت کاٹی روٹی ہی۔

حامد پاشا۔ بس یہی تو ہمین خوف ہی کہ کئی سلطنتین باہم ملی ہوئی ہین۔

محمود۔ وزرا کی تو رائے ہی کہ جرمنی ضرور مدد دیگی فرانس سے اور روس سے جانی دشمنی ہی۔ وہ روس کو ہاتھ دست بنائیگی اور اطالیہ صوبجات سیولے اور تامیس پر قبضہ کرلیگا اور آسٹریا کو بوسینا اور ہرزیگووینا دے دینگے۔ اور انگلستان مصر اور کینڈ اپائیگا۔

آزاد۔ یہ غلط ہی انگلستان مصر نہ لیگا۔ اور مصر ایسا ملک ہی نہین جسپر کسی خاص یوروپین سلطنت کا قبضہ ہو جاوے۔

حامد۔ وجہ۔ یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔

آزاد۔ نہر سویز کا جھگڑا یاد ہی۔ بس سمجھ جائیے۔

حامد۔ مگر انگلستان ہمکو ضرور مدد دیگا۔

آزاد۔ انگلستان نے صاف کہدیا ہی کہ ہم کسی طرف نہونگے مگر ہان ایک بات ہی کہ قسطنطنیہ پر کسی کو قابض نہونے دینگے اِسکو یاد رکھیے گا اِسکے خلاف نہوگا۔

حامد۔ اچھا اطالیہ کو تو جھپے بجڑے کرنے کی خواہش ہی۔

آزاد۔ لاحول ولاقوۃ۔ اطالیہ اور آسٹریا دونون اگر ملجائین تو بھی ٹرکی کا مقابلہ نہین کرسکتے۔ ہان روس اور جرمنی کی سازش بُری ہی دونون طاقتور سلطنتین ہین۔

محمود۔ روس کی خواہش نہین ہی کہ قسطنطنیہ پر قابض ہو مگر روسی بس اسقدر چاہتے ہین کہ اور کوئی ترکی کے معاملات مین کچھ دخل نہ دے۔

آزاد۔ اور کوئی دخل نہ دیگا۔

محمود۔ نہین انگلستان ضرور دخل دیگا۔
آزاد۔ ہان انگلستان دخل دیگا مگر فوجی مدد نہ دیگا۔
حامد۔ ہندوستان مین ہمارے لشکر کے زخمیون کے لیے چندہ جمع ہو رہا ہی۔
محمود۔ فرانس اب کسی مین نہین ہی۔
آزاد۔ ۱۸۷۰ء کی لڑائی نے رہی سہی طاقت اور بھی توڑ دی۔
محمود۔ اور اصل تو یہ ہی کہ سلطنت جمہوری نے اور بھی مٹّی خراب کی۔
آزاد۔ اس راے سے ہمین اتفاق ہی۔
محمود۔ یہ عزل و نصب تو دنیا کا کارخانہ ہی۔
آزاد۔ مسٹر ڈزریلی کی حکمت عملی دور اندیشی سے خالی نہین ہی۔
محمود۔ ہان کیسی کچھ۔ اور پرنس بسمارک کی حکمت عملی کیا کم ہی۔
حامد۔ جتنے ہین سب فہمیدہ ہین۔ کونٹ اینڈریسی کیا کچھ کم ہین۔
آزاد۔ پرنس بسمارک ہون یا کونٹ اینڈریسی جبتک ہماری سلطنت کے وزرا لیاقت سے کام کرینگے کسی کا ہمکو خوف نہین ہی۔ بال تک بیکا نہین ہو سکتا۔
حامد۔ خدا مالک ہی۔
محمود۔ مگر آزاد پاشا آدمی لائق ہین۔

بڑی دیر تک ان معاملات کی نسبت گفتگو رہی اسکے بعد احمد پاشا نے کہا کہ ہمارے ملک کو ناچاقی اور نا اتفاقی نے غارت کر دیا۔ ورنہ ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را	پراگندگی آرد انبوہ را

اگر ہم لوگ متفق ہو کر رہین تو کیا بات ہی۔
آزاد۔ مگر سچا ہون کا ایکا دیکھ کر تو ہم عش عش کرنے لگے۔
احمد۔ ہان پھر اتنا بھی نہو۔ ایک دن مدحت پاشا کے محل مین مجلس شوری منعقد ہوئی۔ بڑی سرگرمی سے بحث ہو رہی تھی کہ ایک افسر سرکیشیا نے آنکر حسن اوفی وزیر جنگ پر گولی چلائی۔ بندوق کے دغتے ہی کل وزرا بھاگ کر اندر کے کمرے مین چلے گئے۔ مگر رشید پاشا وزیر صیغۂ دول خارجہ اور احمد پاشا وزیر صیغۂ بحری بیٹھے رہے۔ رشید پاشا سکتے کے عالم مین تھے مگر احمد پاشا اس شقی کے کلّے پر پہونچ گئے۔ اس سے اُنسے گتھم گتھا ہوا مگر اُسنے اپنا ہاتھ چھوڑا لیا۔ اور اُنکو کئی مقام پر زخمی کیا۔ مجبور ہو کر اُنھون نے چھوڑ دیا۔ حسن اوفی کو زخم تو کاری لگا تھا مگر جان باقی تھی۔ اس شقی القلب نے چلتے چلتے ایک اور ہاتھ لگایا اور وزیر مجروح کا کام تمام ہو گیا۔ ؎

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

اب سنیے کہ رشید پاشا اب تک اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بیٹھے ہی بیٹھے مر گئے۔ اسکے بعد اُس کمرے کیطرف جہان اور وزرا تھے گیا اور دروازہ ہلا کر کہا۔ وزیر اعظم دروازہ کھولدو مین تم پر گولی نہ چلاؤنگا۔ خاطر جمع رکھو مدحت پاشا نے جواب دیا کہ اس وقت مین نہ کھولونگا۔ تم دیوانے ہو۔ اُسنے دروازے مین گولی ماری لیکن کمرے مین کسی پر پڑی نہین دو وزرا کمرے مین اُسکے گرفتار کرنے کو گئے۔ مگر اُسنے گولی چلائی۔ جب پولیس والے آئے تو دیکھا کہ وہ

شخص کھڑا ہی اور ادھر اُدھر لاشین پڑی ہین - ایک پولیس افسر مقتول ہوا - چھ سپاہی اور کانسٹبل مجروح ہوے تب کہین اُس دیوانے کو گرفتار کیا -
آزاد - آخر پھر کچھ سزا بھی ہوئی - یا بلوہ نیج نکلا -
احمد - خون کا - خون - قصاص - حکم ہوا کہ کل زندہ نہ رہنے پائے -
حامد - ہمنے اُسکو دیکھا - ہر عضو بدن مین زخم تھا -
آزاد - ہان - خود بھی زخمی ہوا -
حامد - اور جرّاحون کو قریب نہین جانے دیتا تھا -
آزاد - کوئی وجہ بھی دریافت ہوئی یا نہین -
حامد - قاتل نے تو کچھ بتایا نہین مگر لوگون کا قیاس ہی کہ سلطان عبدالعزیز کے تخت سے اُترنے پر وہ جھلّا اُٹھا اور ازخود رفتہ ہو گیا لہذا وزرا سے بدلا لینے گیا -
آزاد - اور وزرا مین کسی نے گرفتار نہ کیا -
حامد - وزرا اُسوقت مسلح تو تھے نہین کچھ - وہ تو باہم مشورہ کر رہے تھے -
احمد - وہ مسلح طیار - آمادہ ہو کر لڑنے کو آیا تھا - اُنکا مقابلہ اُسوقت آسان نہ تھا اور تین وزیرون نے مقابلہ کیا بھی مگر مسلح اور نہتے مین بڑا فرق ہوتا ہی -
آزاد - سُنا کاسک کے سپاہی بڑا ظلم کر رہے ہین -
حامد - میرے سامنے نام نہ لیجیے - وہ سپاہی نہین لوٹیرے ہین -
احمد - اسمین کیا شک ہی - ظلم اور تعدی سپاہی کا کام نہین ہی -
آزاد - صلح اور جنگ دونون وقت ان لوگونکی یہی نیت رہتی ہی کہ کسی نہ کسی طرح لوٹ مار کرین - پرایا مال ہاتھ آئے سپاہی کو اِس سے کیا کام ہی -
احمد - بس اُنکا مقابلہ ہمارے باشی بزدق ہی کر سکتے ہین -
آزاد - دونون کرارے اور کس بل کے جوان ہین - کیون صاحب سلطان عبدالعزیز نے جسوقت یہ حال سُنا ہوگا کہ وہ تخت سے اُتارے جائینگے - اُنکے دل کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی - خدا یہ وقت کسی کو نہ دکھائے اور سلطان مراد کے طرفدارون نے گھی کے چراغ جلائے ہونگے -
احمد - سلطان کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہان کیا ہنڈیا پک رہی ہی -
اُنسے حافظ پاشا نے جو مقرب تھے کہا کہ حضور کی نسبت یہ تجویز ہوئی ہی - اُسپر اُنھون نے وزیر جنگ کو طلب کیا اور وزیر جنگ نے صاف انکار کیا کہا ہم نہ آئینگے جسوقت سلطان عبدالعزیز کا آدمی پہونچا وزیر جنگ کمیٹی مین تھے -
آزاد - اور کون کون تھا -
حامد - اور کئی وزیر تھے - اور مُلّا بھی تھے -
آزاد - سُلطان کو کسقدر رنج ہوا ہوگا کہ ہم وزیر کو بُلاتے ہین اور وہ نہین آتا -
احمد - بس سمجھ گئے کہ اب ہم سلطان نہین ہین -
آزاد - افسوس صد افسوس -
حامد - شیخ الاسلام نے بھی راے دے دی کہ سلطان اُتارے جائین -
آزاد - محمد مراد آفندی بھی تو شیخ الاسلام کی راے سے جانشین قرار پائے تھے -
حامد - جی ہان - کونسل مین جسوقت شیخ الاسلام کی تحریر آئی

اور ٹھہر گئی یہین بھی وہان موجود تھا کسی نے اس رائے سے اختلاف نہ کیا -

محمود - سلطان نے کچھ بندوبست نہ کیا -

آزاد - بندوبست کرتے تو کیا کرتے -

محمود - کل وزرا اور رعایا اور قضات ایک طرف تھے -

احمد - محل معلیٰ کو چو طرفہ سے گھیر لیا تھا -

محمود - لیکن خرابی یہ ہوئی کہ شہزادۂ مراد سلطان ہی کے پاس تھے -

احمد - ہان جبھی تو توقف ہوا -

احمد - جی ہان - سلطان نے اُنکی دعوت کی تھی - وہ مدعو تھے -

محمود - چار سلاطین روم کا مراد نام تھا - یہ مراد پنجم ہین -

احمد - آخر ایک ضرب توپ کی شلک سے کل رعایا کو معلوم ہوگیا کہ اب نئے سلطان تخت نشین ہوے - مختلف صوبونکے گورنرون کے پاس تار بھیجا گیا کہ سلطان مراد کی عملداری ہی ردیف پاشا اُسی صبح کو سلطان عبد العزیز کے پاس گئے - سلطان محلسرا مین تھے اطلاع کرائی - چند خواجہ سراؤن نے خوب غل مچایا اور ردیف پاشا کو اندر نہ جانے دیا مگر سپاہیون نے اُن خواجہ سراؤن کو گرفتار کرلیا - سلطان عبد العزیز نے کہلا بھیجا کہ ہم ملاقات نہ کرینگے - اسپر ردیف پاشا نے کہا کہ اگر آپ تشریف نہین لائینگے تو مین مع سپاہیون کے زنانے مین چلا آؤن گا -

آزاد - افسوس کا مقام ہی -

محمود - پھر سلطان کو مجبور[illegible] باہر آنا پڑا -

احمد - ہاے اُسوقت مین بھی تھا -

آزاد - اُنکے دل کا حال اُنکے بشرے سے ظاہر ہوتا ہوگا -

احمد - اسمین کیا شک ہی - اور اُنکی والدہ بیچاری باہر تک ساتھ آئی تھین اسپر میان آزاد کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے -

احمد - بال بکھرے ہوے تھے اور روتی جاتی تھین -

آزاد - پھر اُنسے کیا کہا گیا -

احمد - کہا کہ اب سلطان نہین ہین آپ - حکمرانی کا اب فاتحہ ہی -

آزاد - توبہ - توبہ - کیا انقلاب زمانہ ہی -

احمد - اور سُنیے - اُنسے کہا گیا کہ محل بھی خالی کردیجیے -

آزاد - افسوس صد افسوس -

احمد - سلطان عبد العزیز نے جھلا کر کہا تم جھوٹ بولتے ہو ردیف پاشا نے کہا ذرا کھڑکی سے جھانک کر باہر دیکھیے - دیکھا کہ فوج پرے جمائے ہوے باہر کھڑی ہی - ہوش اُڑ گئے اتنے مین کہا گیا کہ اگر جان عزیز ہی تو فوراً محل چھوڑ دیجیے -

محمود - جب جہاز پر سوار ہو کر جانے لگے تو کہا اگر مین جانتا کہ میرا بھتیجا ایسا بودھا ہی تو اس پودھے کو مین زہر سے سینچتا) -

آزاد - اگر ایک مکان کسی کے قبضے سے نکلجائے تو عمر بھر رنج رہے نہ کہ مُلک -

احمد - تو قبلہ سلطان عبد العزیز کو وزرا اور شیخ الاسلام نے بیوجہ تخت سے نہین اُتارا - اگر وہ تخت نشین رہتے تو سلطنت کے حق مین اچھا نہوتا -

آزاد - ہان ہی تو ایسا ہی -

محمود - سلطان مراد تو اُنسے زیادہ ناواقف ہین -

آزاد - لیکن حق تو مراد ہی کا ہی -

محمود - بلاشبہ جب ہی تو سلطان روم ہوے -
احمد - ۴ - جون کو یہ خبر آئی کہ سلطان عبد العزیز مردہ پڑے ملے -
آزاد - کیا کسی نے قتل کر ڈالا - یا واقعی خودکشی کی -
احمد - خودکشی کی -
محمود - مراد کو مبارکبادی کا خط بھی لکھا تھا -
آزاد - ہان! کیا لکھا تھا -
محمود - لکھا تھا کہ مین مبارکباد دیتا ہون - خدا کرے تم کامیاب ہو - مگر اس مقام پر مین نہین رہنا چاہتا - دوسری جگہ بھیجدو -
احمد - دماغ مین کسی قدر خلل ہو گیا تھا -
محمود - ہوا ہی چاہے -
آزاد - ہتھیار تو اُنکے پاس نہین تھے -
محمود - بڑی حفاظت کی گئی تھی مگر ایکدن دیکھا کہ مسہری پر پڑے ہین اور ایک ٹانگ نیچے لٹکی ہوئی ہی - خون کے تراٹے جاری ہین -
احمد - ۱۹ - ڈاکٹر گئے جنمین برٹش سفارت کے ڈاکٹر بھی تھے اور خدا جانے کس کس مُلک کے اطبا تھے مگر جان ہی باقی نہین تھی کرتے کیا -
محمود - قلیچی سے اُنھون نے رگین کاٹ ڈالی تھین -
احمد - بڑا افسوس ہوا - خدا جانتا ہی جسنے سُنا افسوس کیا - مگر مجبوری کا مقام تھا -
آزاد - مراد تو خوش ہوے ہونگے کہ اب کوئی اندیشہ نہین رہا -
احمد - اسمین کیا شک ہی -

محمود - مگر سلطان مراد نے عبد العزیز کی قید کی حالت مین خاطر بہت کی ہی -
احمد - بیشک - اور چاہیے بھی ایسا ہی -
آزاد نے کہا مانٹی نیگرو کے آدمیون کو ہمنے اب تک نہین دیکھا ہی - اتنے دن تک قسطنطنیہ مین رہے ہر ملک کا آدمی دیکھا - مگر نہین دیکھا تو مانٹی نیگرو کا آدمی -
احمد - ترکون سے اور اُنسے اکثر جھگڑا رہا ہی -
محمود - بڑے بہادر ہین -
آزاد - بڑی تعریف سُنی ہی -
محمود - مورچے سے بھاگنا تو جانتے ہی نہین -
آزاد - ہم جانتے ہین ایسے جری سپاہی تمام عالم مین نہ ہونگے -
محمود - آدمی کاہے کو دیو ہین -
آزاد - اگر مانٹی نیگرو کے سپاہی اسوقت ہمکو مدد دین تو کاسک سے اور اُنسے خوب ہو -
محمود - کاسک کی کیا اصل وحقیقت ہی -
آزاد - اللہ اللہ اتنے بڑھے ہوے ہین -
احمد - ایک ایک بچہ سپاہی ہی اور ایسا سپاہی جسکا کوئی مقابلہ نہ کر سکے -
آزاد - اگر زندہ بچے اور قسطنطنیہ کو دیکھنا نصیب ہوا تو مانٹی نیگرو بھی جائینگے - قابل دید مقام ہی -
احمد - آپ بشرط خیریت کل یورپ کی سیر کیجیے -
آزاد - آپ کس کس ملک گئے ہین -
احمد - سرویہ - بلگیریا - مانٹی نیگرو - سرکیشیا - فرانس جرمنی -

آزاد۔ (محمود پاشا سے) اور آپ؟۔

محمود۔ یورپ کا تو کوئی ملک ہمسے بچنے نہین پایا ہی اور ایشیا مین عرب اور فارس اور آرمینیا اور سرکیشیا دیکھا ہی اور ادھر مصر تک ہو آئے ہین ۔

آزاد۔ ہان! تو آپ دونون صاحب سیاح ہین اور زبان کون کون بول سکتے ہین آپ۔

احمد۔ فارسی ۔عربی ۔ ترکی ۔فرانسیسی ۔

محمود۔ ہم فارسی ۔عربی ۔ فرانسیسی اور انگریزی بول سکتے ہین ۔

آزاد۔ (ہنسکر) اور ترکی؟۔

محمود۔ (مسکراکر) کیا خوب۔ آپ ترکی بھی نہ بول سکین گے بھلا ۔

آزاد۔ ترکی شعر تو پڑھیے کوئی۔

محمود نے شعر پڑھا جسکا مطلب یہ تھا کہ سیف اور خنجر ہمارا ہتھیار ہی گھر میدان کارزار ہی۔ قبر سے ہمین خوف نہین اگر مورچے پر مارے جائین تو ہمسے زیادہ خوش نصیب کوئی نہین ۔

آزاد۔ کل یہ اشعار ہمکو لکھدیجیے گا۔

دوسرے روز صبح کے وقت میان آزاد افسران فوج سے جنگ کی نسبت باتین کرنے لگے ۔ ایک افسر نے کہا ہم لوگ پہلے ہی سے جانتے تھے کہ ادھر جنگ سرویہ ختم ہوئی اُدھر روس خود میدان مین آئیگا ۔ وہی ہوا اور سرویہ کی جنگ مین تو وہ شریک ہی تھا۔ بلگیریا اور سرویا اور بوسینا اور ہرزگونیا کو روس نے ورغلانا شروع کیا تھا کہ ترکون کے خلاف ہتھیار اُٹھاؤ۔ جب سرویہ نے شکست پائی تو روس اور بھی جھلایا مگر اس جھلانے سے ہوتا کیا ہی لاحول ولاقوۃ مطلب اُسکا یہ تھا کہ سلطان کی عملداری مین کئی صوبون مین علٰحدہ علٰحدہ گورنمنٹ قائم ہوجائے اور ٹرکی کی سلطنت کو ضعف آئے اور پھر رفتہ رفتہ اُن صوبون کو اپنے زیرنگین کرے۔ اسکی استادی کو تو دیکھیے گا۔ بے ایمانی تو کوئی روس سے سیکھے۔

آزاد۔ اگر سرویہ فتحیاب ہوتی اور بلگیریا اور بوسینا وغیرہ مقامات مین غدر ہوجاتا تو روس خاموش رہتا خوش ہوتا کہ ٹرکی کی مختلف ریاستون اور صوبون مین غدر ہوگیا اور لطف یہ کہ روس سے کوئی سلطنت بازپرس کر سکتی۔ روسی صاف کہدیتے کہ ہمسے کچھ واسطہ نہین ہم نہین جانتے ٹرکی کے صوبے ٹرکی کے جبر سے تنگ آکر آزاد ہونے کے لیے کوشش کرتے ہین ہمسے کیا واسطہ ۔

افسر۔ روس کا ہر طرح فائدہ تھا۔

آزاد۔ اگر سرویہ اور بلغارستان ترکی سے شکست بھی پاتے تو روس کا کیا نقصان ہی۔

افسر۔ ہی تو۔ مگر کم۔

آزاد۔ مطلب یہ کہ اُسکا کوئی صوبہ تو نکلنے والا نہین اگر کوئی نکلجائیگا تو ٹرکی کا۔

افسر۔ ہان یہی تو ہم بھی سوچے ہین ۔

دوسرا افسر۔ ۲۶ ستمبر کو کونٹ شوولاف نے وزیر صیغۂ خارجہ کے نام ایک مراسلہ بھیجا تھا۔

آزاد۔ لارڈ ڈربی کے نام۔

افسر۔ ہان لکھا تھا کہ سرویہ کی جنگ اب ختم ہونی چاہیے اور اگر ٹرکی صلح نکرے تو سب سلطنتین ملکر کارروائی کرین بلگیریا روس کو دیا جاوے اور بوسینا آسٹریا کو۔

آزاد۔ اپنا حصہ ضرور لگائینگے۔

افسر۔ شہنشاہ روس نے بھی شہنشاہ آسٹریا کے نام ایسا ہی خط بھیجا تھا۔

آزاد۔ کیا لکھا تھا۔

افسر۔ لکھا تھا کہ ٹرکی مین کمال بدنظمی ہے۔ لہذا ہم سب پر فرض ہے کہ حصے بخرے کرلین۔

آزاد۔ اور اپنے ہان کے نہلسٹ کی خبر ہی نہین۔

افسر۔ جی ہان۔

آزاد۔ انگلستان ایسی تجویز سے ہرگز اتفاق نہ کریگا۔

افسر۔ اور نہ آسٹریا نے پسند کیا۔ زار روس اپنا مُنھ لیکر رہ گئے۔

آزاد۔ انگلستان نے اِسقدر البتہ منظور کیا تھا کہ جنگ مین ایک مہینے کی مہلت ملے اور وہ بھی روس کی استدعا کے موافق۔ روس کی دلی خواہش تھی کہ سرویا اور ٹرکی کی جنگ ملتوی ہو جائے۔

سر ہنری ایسٹ کو گورنمنٹ انگلستان نے حکم دیا کہ اگر ٹرکی التوائے جنگ پر راضی نہو تو فوراً قسطنطنیہ سے واپس آؤ۔ اور کہدو کہ انگلستان کی دلی خواہش ہے کہ ٹرکی کی بہبودی ہو۔ لیکن اگر سلطنت عثمانیہ التوائے جنگ پر راضی نہین ہوتی تو آج سے انگلستان اُسکے معاملات مین دخل نہ دیگا۔

آزاد۔ جب ہی تو جنگ ملتوی ہوگئی۔

افسر۔ اور کیا۔ جب کل سلطنتونکا اتفاق ہوتا ہے تو ایک سلطنت کو بدرجۂ مجبوری تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے۔

آزاد۔ ظاہر ہے مگر سرویہ عمر بھر ٹرکی سپاہیون کی طاقت نہ بھولے گا۔

افسر۔ اہل سرویہ تو بالکل بودے نکلے۔

آزاد۔ سرویہ تو شہزادہ مُلن کے قبضے مین ہے اور رومینیا؟

افسر۔ رومینیا کے حکمران شہزادہ چارلس ہین۔

آزاد۔ کیا یہ بھی روس کے بس مین ہین۔؟

افسر۔ کیسے کچھ۔

آزاد۔ تو روس نے ٹرکی کے کسی صوبے کو بغیر سازش اور اغوا کے نہین چھوڑا۔ کوئی مقام باقی ہی نہین رکھا عجب سلطنت ہے۔ بڑے ایماندار لوگ ہین چشم بددور۔

افسر۔ روس کے قول و فعل کا کوئی ذی عقل ہرگز اعتبار نہ کریگا۔

آزاد۔ ٹرکی نے تو ایک یادداشت مین لکھا تھا کہ روسی سرویہ کی مدد کرتے ہین روس کے افسر اور سپاہی سرویہ مین کثرت سے ہین۔ روس کی مدد کے سبب سے سرویہ اترا رہا ہے اور صلح پر آسانی کے ساتھ راضی نہوگا۔ سرویہ کی گورنمنٹ کو شک کے عوض یقین ہے کہ روس آخر دم تک اُسکو ٹرکی سے بچائیگا ورنہ کبھی جنگ پر راضی نہوتے۔

افسر۔ ایک اخبار مین مین نے پڑھا تھا کہ جنگ سرویہ کی نسبت روس کے ہر شہر اور قصبے بلکہ گانون تک مین چندہ جمع ہو رہا ہے۔ غریب سے غریب بھی خوشی کے ساتھ چندہ دیتے ہین۔ اکثر آدمیون نے قرض لیکر سرویہ کی مدد کے لیے چندہ دیا۔ والنٹیر جب سرویہ کی مدد کو چلے تو پادریون نے اُنکو دعائین دین اور جب سرویہ سے بعد التوائے جنگ از سر نو لڑائی شروع ہوئی تو جوش و خروش کی کچھ انتہا ہی نہ تھی اور ادھر ترکون کا بحر خروش موج زن تھا۔ ترکون نے مارے غصے کے جا بجا اشتہار چپکا دیے کہ اگر وزرا مین سے کوئی شخص ایسی

کارروائی کریگا جو ٹرکی کی عظمت اور جبروت کے خلاف ہی تو رعایا اُسکو گولی ماردیگی۔

آزاد۔ اللہ اللہ

افسر۔ آپ تو یہان تھے نہین۔ ہمسے اِسکا حال پوچھیے

آزاد۔ صحیح ہی۔

افسر۔ اب سُنیے کہ روس نے خواہش کی کہ چھہ ہفتے کی مہلت ملے مگر ٹرکی کو منظور نہ تھا۔

آزاد۔ ہان اِسمین ٹرکی کا نقصان ہی کیا تھا۔

افسر۔ ٹرکی نے کہا کہ چھہ ہفتے کی مہلت مین ہمارا نقصان ہے اگر مہلت ہو تو کم سے کم چھہ مہینے کی۔ روس نے منظور نہ کیا اور کہا چھہ مہینے تک سرویہ اپنی فوج کا بار نہ اُٹھا سکے گا۔ اطالیہ نے بھی روس کی سی کہی تب برٹش گورنمنٹ نے پرنس بسمارک کو لکھا کہ آپ بھی اِس بارے مین ہماری مدد کرین اور سرویہ کو سمجھائین کہ چھہ مہینے کی مہلت منظور کرے پرنس بسمارک نے کہا چھہ مہینے کی مہلت ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین ہی مگر ہم یہ نہین چاہتے کہ کسی سلطنت پر زور ڈالین۔ اگر سرویہ مان لے تو خیر ورنہ ہم روس یا سرویہ یا اطالیہ پر زور نہین ڈالنا چاہتے۔

آزاد۔ مطلب یہ کہ روس کا ساتھ دیا۔

افسر۔ چھہ مہینے کی مہلت مین روس کا نقصان ہوتا۔

آزاد۔ جب تو منظور نہ کیا۔ ایک ہی کائیان ہی۔

افسر۔ روس اور جرمنی اور اطالیہ تو متفق الرائے تھے مگر فرانس نے مخالفت کی۔

آزاد۔ (مُسکرا کر) وہ تو جس طرف جرمنی ہی اُسکے خلاف فرانس ضرور ہوگا۔

افسر۔ آسٹریا نے فرانس کا ساتھ دیا۔

آزاد۔ دو ایک طرف ہو گئے۔

افسر۔ اِس تھوڑے ہی عرصے مین روس خدا جانے کتنے مرتبہ جھوٹ بولا۔

آزاد۔ یہ تو پُرانی بات ہی۔

افسر۔ زار روس نے سفیر برٹش سے خود کہا تھا کہ میرا منشا قسطنطنیہ پر قبضہ کرنیکا نہین ہی اگر اشد ضرورت ہو لی تو شاید بلگیریا کے ایک حصے پر قابض ہو جاؤن۔

آزاد۔ کیا خوب۔ اشد ضرورت کے یہ معنی کہ بلگیریا کو اب ہم نہ چھوڑینگے۔

افسر۔ جی ہان۔

آزاد۔ ہندوستان کے قبضہ کی نسبت بھی تو کہا تھا کہ لوگون نے مفت مین ہماری سلطنت پر تہمت تراشی ہی کہ ہندوستان کو روسی فتح کرنا چاہتے ہین یہ محض غلط ہی مگر کوئی پوچھے کہ آپکی بات کا یقین کس مردود کو ہی۔

افسر۔ ۱۸۷۲ء مین روس نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم خیوا کو شامل سلطنت روس نہ کرینگے۔ جب اعتراض کیا گیا تو کہا کہ ہمنے ضلع خیوا پر قبضہ کیا ہی کچھ شہر خیوا پر قابض نہین ہوے اور نہ خان خیوا ن کو تخت سے اُتارا۔

آزاد۔ اِس بے ایمانی کو دیکھیے گا۔

افسر۔ لاحول ولا قوۃ۔

آزاد۔ اتنی بڑی سلطنت اور یہ کیفیت۔ افسوس۔

افسر۔ کئی بار روسیون نے برٹش گورنمنٹ کو منت و سماجت کے ساتھ لکھا کہ آپ ہماری طرف سے بدظن ہون ہم صلح کے خواہان ہین صلح کُل ہمارا خاص مسلک ہی۔ کہتے یہی کہ اپنا

مطلب ہی فوراً عہد شکنی کی۔
آزاد۔ ظاہر ہی۔
افسر۔ جب ٹرکی نے مہلت جنگ منظور کرلی تو زار روس نے شہر ماسکو کی کونسل کے ممبرون کے سامنے ایک اسپیچ دی اور کہا کہ آپ لوگون کو بخوبی معلوم ہی کہ ہماری خواہش کے بموجب ٹرکی نے مہلت منظور کرلی۔ اس مہلت سے سرویہ اور مانٹی نیگرو مین گشت وخون ہونے پائیگا اس موقع پر اہل مانٹی نیگرو نے ثابت کردیا کہ وہ واقعی بڑے بہادر اور بڑے جوانمرد سپاہی ہین اور یہ ذرا سا صوبہ ہمیشہ اپنے باشندون کی جرأت اور شجاعت کے لیے مشہور رہا ہی۔ افسوس ہی کہ سریہ کی نسبت ہم یہ نہین کہ سکتے کہ اُس ملک کے باشندے جری ہین۔ گو ہمارے ملک کے والنٹیر بھی اُنکی فوج مین شریک تھے مگر اہل سرویہ میدان سے بھاگ ہی کھڑے ہوے اُن سے کسی طرح کی امید نہین ہوسکتی ہم یہ نہین چاہتے کہ ہماری رعایا کا ہمارے سبب سے خون بہے ہمکو اُسکا سچا فائدہ دل وجان سے عزیز ہی۔
آزاد۔ کیا بڑے رحمدل بنتے ہین۔
افسر۔ جی ہان۔ دلی خواہش ہی کہ صلح ہو۔
آزاد۔ بہشتی آدمی ہین بیچارے۔
افسر۔ کیسے کچھ۔
آزاد۔ اس اسپیچ کے جواب مین کونسل نے کیا کہا۔
افسر۔ کونسل کے ممبر نے کہا اے شہنشاہ روس ہم لوگ حضور کے کمال شکر گذار ہین۔
آزاد۔ ادھر تو صلح صلح پکارتے تھے اُدھر جنگ کی تیاریان کرتے تھے
افسر۔ ابھی ٹرکی وعدہ خلاف سلطنت ہی۔

آزاد۔ زار روس کی شکل سے شان خسروی تو ظاہر ہی اور شہنشاہ جرمنی کی صورت سے بھی۔
افسر۔ آسٹریا جرمنی اور روس تینون سلطنتون کے شہنشاہون کا چہرہ رعب دار ہی۔
آزاد۔ آپ نے اسمٰعیل پاشا کو دیکھا ہوگا۔
افسر۔ (مسکرا کر) کیا خوب۔ مین مصر مین برسون رہا ہون۔
آزاد۔ لارڈ سالسبری ہی تو قسطنطنیہ کی کانفرنس مین منجانب برٹش گورنمنٹ گئے تھے۔
افسر۔ ہان لارڈ سالسبری آئے تھے۔
اتنے مین اس افسر کے پاس ایک خط آیا۔ خط کھولا اور میان آزاد کو مخاطب کر کے یون گفتگو کی۔
افسر۔ یہ ایشیائی ٹرکی سے خط آیا ہی۔
آزاد۔ ہان بہ کسی دوست نے بھیجا ہی۔
افسر۔ ہمارے چچا کے لڑکے کا خط ہی۔ وہ لفٹنٹ ہین۔
آزاد۔ وہان کی جنگ کا کیا حال لکھتے ہین۔
افسر۔ لکھا ہی کہ سردی کی گرم بازاری ہی۔ اور برف کثرت سے گری ہی روسی آہستہ آہستہ بڑھتے آتے ہین مگر راستے مین بڑا ظلم کرتے ہین۔ ایک ل لگی یاد رکھنے کے قابل ہی ہم لوگون نے سرکیشیا والون کو ورغلا کر روس کی عملداری مین غدر کرادیا۔ کوہ قاف کی کئی قومین روس سے باغی ہوگئی ہین۔
آزاد۔ (خوش ہوکر) خوب ہوا مین بہت خوش ہوا۔
افسر۔ سنیے کہ روسی جابر تو ہین ہی اُنکے ظلم سے اہل سرکیشیا کی ناک مین دم آگیا تھا۔ دیوانہ راہونئے بس ست ترکون کی شہ پاتے ہی بگڑ کھڑے ہوے۔ ابتدا ابتدا مین روسیون نے کسی قدر کامیابی حاصل کی تھی۔ آرمینیا مین دو چار فتوحات پائی تھین

لیکن ۲۶ اپریل کو باطوم مین ایسا نیچا دیکھا کر یاد ہی تو کرتے ہونگے۔

آزاد۔ قلعۂ باطوم سے قلعۂ ارطون کسقدر فاصلے پر ہی۔

افسر۔ کوئی پینتالیس میل کے قریب۔

آزاد۔ کس جانب۔

افسر۔ جنوب کی طرف اُسپر روسی قابض ہو گئے ہین۔

آزاد۔ روسی افسر بہت جلد جلد بڑھ آئے۔

افسر۔ مگر بُرا کیا۔ اُنکے حق مین مضر ہوگا۔

آزاد۔ یہ کیون۔ اِس سے ہمین اتفاق نہین ہی۔

افسر۔ ایک وجہ ہی۔ مین عرض کرون۔ اگر مع سامان رسد فوج آئے تو تو اچھا ہی لیکن یہ لوگ تو دو منزل طے کر کے آتے ہین۔ اتنی دور بڑھ آئے ہین کہ اگر ایک شکست ہو تو ہوش اُڑ جائین۔ بڑی غلطی کی۔ احمد مختار پاشا تجربہ کار آدمی ہین۔ عجب نہین کہ عمداً اور قصداً بڑھنے دیا ہو کہ بڑھکر جائینگے کہان۔ دو ایک کالم کا مقابلہ مشکل نہین۔

آزاد۔ خاص فوج سے تو روس کے بڑھتے ہوے کالم فاصلے پر ہین۔

افسر۔ تو یہی خرابی ہی۔

آزاد۔ ہان خط تو ختم کیجیے۔

افسر۔ ہمنے کئی مقام پر بند و بست کر لیا ہی کہ روسیون کے پاس رسد نہ جانے پائے اور نہ وہ اپنی فوج سے خط کتابت کر سکین احمد مختار پاشا ہمارے سپہ سالار کے مزاج مین حرارت نام کو نہین۔ بڑے سنجیدہ آدمی ہین اور نماز گزار متشرع۔ روسیون کے جنرل کا نام سُنا ہی ہوگا۔ گرینڈ ڈیوک میکائیل جوان آدمی ہین۔ اور جری۔

قسطنطنیہ کے کانفرنس کی نسبت کہا کہ ٹرکی کی طرف سے صفوت پاشا اور ادہم پاشا مقرر ہوے۔ صفوت پاشا وزیر صیغۂ خارجہ ہین اور نپولین ثالث کے وقت مین سفیر فرانس مین تھے بڑے تجربہ کار آدمی ہین اور ادہم پاشا بھی یورپ کے پولٹیکل امور سے واقفیت رکھتے ہین۔

آزاد۔ جرمنی کی طرف سے تو صرف ایک سفیر تھا۔

افسر۔ ہان جرمنی اور اطالیہ اور روس کی طرف سے ایک ہی ایک سفیر تھا۔

آزاد۔ اور انگلستان کی طرف سے۔

افسر۔ انگلستان فرانس ٹرکی اور اسٹریا نے دو دو سفیر بھیجے تھے۔

آزاد۔ اور پریسیڈنٹ کون تھا۔

افسر۔ صفوت پاشا۔ ترکون نے اپنے صوبون کی بغاوت کی نسبت ایک کاغذ پڑھا۔

آزاد۔ جنرل اغنائیف بھی تھے۔

افسر۔ انھین کے سبب سے تو دو دینے کی مہلت دی گئی چار گھنٹے تک بحث رہی۔ سلطان نے لارڈ سالسبری سے کہا کہ ہم اُن شرائط کو قبول نہین کر سکتے جو ہماری رعایا کی مرضی کے خلاف ہون۔ ورنہ وہ لوگ ہمین کو قتل کر ڈالینگے اور تھا بھی ایسا ہی۔

آزاد۔ جوش کے سبب سے۔

افسر۔ لارڈ سالسبری نے بلگیریا کے جبر و تعدی کا ذکر کیا تو سلطان المعظم نے فرمایا کہ ترکون کا قصور نہین ہی وہ خاص روسیون کا قصور ہی۔ انھین کے سبب سے یہ جبر و تعدی ہوئی۔

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ایک شخص نے آنکر کہا کچھ اور بھی سُنا روسی آگئے۔ اتنا سُننا تھا کہ لوگ گھبرا گئے۔

آزاد۔ کون آئے ہین؟ روسی۔ کہان سے آئے۔

صفوت پاشا۔ خدا جانے یہ کہتے کیا ہین۔

آزاد۔ کچھ گھبرائے ہوے سے ہین۔

اُس شخص نے کہا یہ خط پڑھ لیجیے۔ خط پڑھا تو یہ مضمون نظر سے گذرا۔ جنرل کینڈر۔ روسی اُس قلعے سے جسمین تم آجکل ہو سات میل کے فاصلے پر آگئے ہین اُن کے پاس سات ہزار فوج پیادہ اور چار ہزار سوار اور دس توپین ہین خاص اس نیت سے آتے ہین کہ قلعہ پر قبضہ کرین۔ کل تک قلعے کے قریب پہونچ جائینگے دو روز تک ہم مدد نہین پہونچا سکتے اگر پرسون تک تم اُنکا مقابلہ کرو تو ہم ایک کالم بھیجین ہماری فوج کا ایک راستہ بند کیا گیا ہی ایشیا مین روسی بڑھتے آتے ہین۔

شادی کی چھیڑ چھاڑ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میرزا ہمایون فر بہادر مدت کے بعد اپنے گلبدن غنچہ دہن معشوق کا جمال باکمال مشاہدہ کر کے ازخود رفتہ ہو گئے تھے اور ادھر جہان آرا اور گیتی آرا بیگم نے اپنی خالہ سے کہنا شروع کیا کہ شہزادے کے ساتھ سپہر آرا بیگم کی شادی قرار پائے تو بڑی خوشی کی بات ہی۔ سپہر آرا بیگم دل مین تو خوش ہوئین کہ اگر شہزادہ ہمایون فر سے شادی ہو تو مدت کی آرزو برآئے مگر ظاہر مین منظور نہین کرتی تھین۔

جہان آرا۔ میرزا ہمایون فر مین آپ نے عیب کیا دیکھا۔

گیتی آرا۔ اے بہن۔ وہ بھدسیل مثل نہین سُنی۔ من بھائے ہونڈیا ہلائے

سپہر آرا۔ ہم ایسی باتین سنتے ہی نہین۔

حسن آرا۔ تو بولتی کیون ہو پھر۔

سپہر آرا۔ کیا باتین کرنے مین کسی کا اجارہ ہی۔ کچھ۔ واہ اب کوئی بولے بھی نہین۔

جہان آرا۔ اللہ جانتا ہو دل مین کھلی جاتی ہین۔

گیتی۔ خالہ جان کی منظوری کا ہمین انتظار تھا۔ اُنھون نے منظور کر لیا۔ اب کیا ہوتا ہی۔ شادی ہوئی داخل ہی۔

سپہر۔ تو آپ گھڑی گھڑی چھیڑ خانی کیون کرتی ہین۔

جہان۔ اب شادی نہین رُکتی۔ جوڑی اچھی ہی۔ دونون گورے چٹے۔

حسن۔ یہ آپ نے اتنی جلدی دیکھا کیونکر۔

جہان۔ اور سُنو۔ کیا خدانخواستہ کوئی آنکھون کا اندھا ہی

گیتی۔ ایک ہفتے تک ہم ڈومنیون کا ناچ دیکھین گے۔

حسن۔ آپ کے طفیل مین ہم بھی دیکھ لینگے۔

عباسی۔ اے حضور کیا سچ مچ نکاح ٹھہر ہی گیا ہی مبارک مبارک۔

سپہر۔ سُنا عباسی تم بیچ بیچ مین بولا کرو۔ ہماری باتون مین تم کون بولنے والی ہو۔

حسن۔ اب مبارکباد بھی نہ دے۔

عباسی۔ حضور آپ کہنے دیجیے۔ اللہ وہ دن جلد دکھلائے تو لونڈی جھک کر سلام کرے گی۔

سپہر۔ اور تمھارے میان کہان ہین عباسی۔

عباسی۔ (مسکرا کر) خدا گنج پہونچے موا دوانہ سا تھا۔

سپہر۔ تم تو خوش ہوگی۔

عباسی۔ جی مجھے رنج ہوا نہ خوشی۔ اپنا مزاج ہی دو طرح کا ہی

جہان - اب یہ تو بتاؤ کہ ہمایون فر کا نام کیا رکھا جائیگا -

حسن - ہمایون دولھا -

جہان - اے نہین - بڈھا نام - کوئی اور اچھا سا نام تجویز کرو - ہمایون دولھا بھی کوئی نامون مین نام ہی -

گیتی - پھر تم کوئی جوان خطاب تجویز دو نہ -

حسن - شہزادے دولھا -

جہان - یہ بھی نہین - دیکھو ہم ہی تجویز کرینگے اور تم سب سُنکے خوش ہو جاؤ گی -

حسن - (مسکرا کر) مبارک دولھا -

سپہر - نہین مبارک قدم دولھا (شرما کر) ہی نہ اچھا خطاب -

جہان - تو دولھا کیا آپکے ہان کی لونڈی ہین یہ اچھا خطاب تجویز کیا - کیا کہنا -

جہان حسن آرا سے کہو - جو ساری کتابین چاٹے بیٹھی ہین -

حسن - ہم تو فرخ دولھا کہا کرینگے - بس اس سے اچھا خطاب نہ ملیگا - جسکا جی چاہے جو کہے ہمکو یہی نام پسند ہی - فرخ دولھا دیکھو اتا جان سے پوچھین - دیکھین وہ کیا کہتی ہین -

حسن آرا بیگم ناز و ادائے دلربا کے ساتھ بڑی بیگم کے پاس گئین اور بھولے پن سے پوچھا کیون اتا جان سپہر آرا کے دولھا کا خطاب کیا تجویز ہی - بڑی بیگم نے حسن آرا کو سر سے پانون تک دیکھا مگر جواب نہین دیا - تو اُنھون نے پھر پوچھا اتا جان بتائیے مرزا ہمایون فر کا خطاب کیا ہوگا -

بڑی بیگم - کچھ خیر ہی - ہا - ابھی بات نہ چیت خطاب کی فکر پڑ گئی -

حسن - فرخ دولھا خطاب رکھیے گا -

بڑی بیگم - تو بیٹا ابھی زبان سے نہ نکالو جب سب باتین ٹھیک ہو جائین تب خطاب سوچ لینا -

مغلانی اور محلدار مسکرائین اور حسن آرا کے شوق اور بھولے پن کا عرصے تک ذکر رہا -

حسن آرا نے آکر جہان آرا سے کہا اتا جان کہتی ہین کہ ابھی کسی سے ذکر نہ کرین - جہان آرا نے مسکرا کر کہا ذکر کرنا کیسا کیا کوئی ڈھنڈھورا پٹوانا ہی - اپنی جگہ آپسمین باتین کرتے ہین - کیا تمنے سچ مچ اُنسے پوچھا ہی جا کر حسن آرا بولی ہان - مین نے پوچھا کہ مرزا ہمایون فر کا خطاب کیا تجویز ہی تو میری طرف سر سے پانون تک دیکھا اور چُپکی ہو رہین مین کچھ سمجھی نہین مین نے کہا فرخ دولھا ہو تو کیسا - اسپر کسی قدر ناراض سی ہوئین اور سمجھانے لگین کہ ابھی اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا - جب نکاح ہوگا تو خطاب تجویز کیا جائیگا - ابھی سے کیا جلدی ہی -

اتنے مین پیاری چھوکری نے آن کر کہا کہ بڑی بیگم صاحب پوچھتی ہین کچھ مٹھائی کھائیے گا - ابھی تازی تازی شیرینی آئی ہی - حکم ہو تو لاؤن -

حسن - کہان سے آئی ہی -

سپہر - اتان جان نے مول منگائی ہوگی -

پیاری - جی نہین حضور وہ جو سامنے شہزادے رہتے ہین اُنکے ہان سے آئی ہی -

سپہر آرا نے جو شہزادے کا نام سُنا تو جھینپنے لگی -

حسن آرا نے مسکرا کر کہا فرخ دولھا نے ہمارے واسطے مٹھائی بھیجی ہوگی - جہان آرا نے ہنسکر کہا مبارک قدم دولھا کے

ہان سے آئی ہے۔

گیتی۔ جاؤ پیاری لے آؤ۔ کہو مانگتی ہین۔

جہان۔ اب یہ نہین معلوم ہوا کسکے واسطے بھیجی۔

پیاری مٹھائی لائی۔ سپہر آرا کے سوا اور سب بہنون نے کھائی۔

جہان۔ لے اب بہت شرماؤ نہین۔ کھاتی کیون نہین ہو۔

سپہر۔ جی کی خوشی۔ ہم نہین کھاتے۔

گیتی۔ جسمین معلوم ہو کہ انکے میان کے ہان سے آئی ہے۔

جہان۔ لے ہے تو ابھی سے انکے میان کیون کہتی ہو۔

سپہر۔ دیکھتی جاؤ جہان آرا بہن۔ ہمکو چھیڑے جاتی ہین۔ پھر ہم کچھ کہینگے تو بُرا مانین گی۔

گیتی۔ (ہنسکر) لے تو ہمنے کہا کیا بہن۔ خواہی نخواہی بُرا مانتی ہو۔

سپہر۔ میان میان تمنے نہین کہا۔

اسپر قہقہہ پڑا اور سپہر آرا بیگم اُٹھ کے چلدین۔ جاتے ہی بڑی بیگم سے جڑ دی دیکھیے اماجان ہمین سب مل کے دق کرتی ہین۔ بڑی بیگم نے کہا تم روز بروز بچہ ہی بنی جاتی ہو۔ دق کیا کرتی ہین۔ چٹکیان لیتی ہین کاٹے کھاتی ہین آخر دق کیا کرتی ہین۔ سپہر آرا نے کہا واہیات باتین کرتی ہین۔ بڑی بیگم مسکرائین خدا جانے کتنے سال کے بعد آج ذرا مسکرا دین۔ پوچھا کیا واہیات باتین کچھ کہو گی بھی۔

سپہر آرا۔ میان ٹیان کرتی ہین۔

بڑی بیگم۔ واہ واہ۔ چلو تم اپنا کام کرو۔ بہنین ہین ہنستی ہین گھڑی دو گھڑی۔

سپہر۔ تو ہمین ایسی ہنسی گوارا نہین ہے۔

بڑی بیگم۔ تمنے مٹھائی کھائی۔

سپہر آرا۔ نہین اماجان ہمنے تو چھوئی تک نہین۔

بڑی بیگم۔ یہ کیون۔

سپہر آرا۔ اسوقت خواہش نہ تھی۔

بڑی بیگم نے سپہر آرا کو مٹھائی کھلائی اور سمجھایا کہ اب تم سیانی ہوئین بہنون سے ذرا ذراسی بات پر بگڑا نہ کرو کوئی بچہ تو ہو نہین۔ بڑی بہنین ہین اگر ایک بات بیجا بھی کہی تو اُسکا بُرا ماننا کیا۔

سپہر۔ اور تو کوئی کچھ نہین کہتا تھا مگر گیتی آرا بہن بہت بڑھ بڑھ کے باتین بناتی ہین۔

اتنے مین بڑی بیگم کوٹھے پر پہونچ گئین۔

عباسی۔ حضور ادھر دیکھیے۔

گیتی آرا نے پوچھا خالہ جان خیر تو ہے۔ اس وقت آپ کہان آئین۔ بڑی بیگم نے کہا تم سب ملکے ہماری لڑکی کو دق کرتی ہو اسکی کیا وجہ وہ بیچاری ہمارے پاس دوڑی آئی۔

گیتی۔ خالہ جان یہ بنتی ہین۔

حسن۔ پوچھیے ہوا کیا تھا۔

بڑی بیگم۔ اب کیا جانین ہمسے تو آنکر کہا کہ گیتی آرا بہن ہمسے واہیات باتین کرتی ہین۔ مین نے کہا کچھ خیر ہے لڑکی واہیات بات کیا گالیان دیتی ہین۔

جہان۔ خالہ جان ہوا یہ کہ انھون نے کہا تم مٹھائی نہ چھوؤ یہ ہمارے واسطے سامنے والے محل سے آئی ہے۔

اسپر قہقہہ پڑا۔ بڑی بیگم نے کہا تم برابر والیان آپس مین ہنسو ہم جاتے ہین۔

سپہر - جسنے کہا ہو اُسکے دیدے پٹم ہو جائین۔
حسن - اے کوستی کیون ہو۔
سپہر - ہمنے کہا تھا کہ ہمارے واسطے مٹھائی آئی ہی۔
جہان - نہین کہا تھا؟ بھلا قسم تو کھاؤ۔
عباسی - حضور جو بُرا نہ مانین تو عرض کرون۔
سپہر - کیا - کہتی کیا ہو۔
عباسی - حضور نے اسقدر تو ضرور کہا تھا کہ ہمارے واسطے آئی ہے۔

سپہر آرا نے کہا سنا عباسی تم بہت چل نکلی ہو تم سے بیس بار کہدیا سمجھا دیا اور تم نہین مانتین اِسکے کیا معنی تم کوئی برابر والی ہو جو ہمارے بیچ مین بولتی ہو - عباسی کے مزاج مین مسخرہ پن بہت تھا اور پھر مُنھ لگی تھی - مُنھ لگائی ڈومنی گاوے تال بے تال - ادھر تو سپہر آرا بیگم جھلا کر للکارتی تھین اُدھر عباسی نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا - ع

پھر بہار آئی کہ ہر شاخ پہ پیمانہ ہی
ہر روش مین جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہی

سپہر - تم اب نکالی جاؤ گی - بس اتنا ہمین معلوم ہو گیا ہی ہم تو خفا ہوتے ہین اور تم شعر پڑھ رہی ہو۔

عباسی نے ہاتھ جوڑ کر کہا حضور خفگی کسکی - لونڈی ہون جو حکم دیجیے۔

عباسی کھری نے مرزا ہمایون فر کے ایک خدمتگار سے باتون باتون مین کہا کہ تمہارے شہزادے کا نکاح ہونیوالا ہی وہ متحیر ہوا کہ نکاح کیسا - کہا ہمنے تو ابھی تک نہین سُنا۔ شاید ہو - کہان کس گھر مین۔
عباسی - ہماری سرکار مین۔
خدمتگار - ہان واہ تو پھر کیا ہی۔
عباسی - پڑوس ہی مین دولھا دُلھن دونون۔
خدمتگار - کیسی ہین - ہین کچھ قبول صورت۔
عباسی - چاند سا ٹکڑا ہی۔
خدمتگار - ہمارے شہزادے بھی تو حسین ہین۔
عباسی - اے وہ اُنسے کہین حسین ہین بوٹا سا قد - آنکھین بالکل ہرن کی سی۔
خدمتگار - بڑی بہن کے ساتھ یا چھوٹی بہن کے ساتھ۔
عباسی - چھوٹی بہن کے ساتھ۔
خدمتگار - اُنکا نام کیا ہی۔
عباسی - سپہر آرا بیگم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔
خدمتگار - تو مین جا کے سرکار سے کہون - مگر کیا اُن کو اطلاع ہی نہوئی ہوگی۔
عباسی - اطلاع تیرا سر ہوئی ہوگی - ابھی ابھی کی تو بات ہے اطلاع کیونکر ہوتی بھلا۔
خدمتگار - دیکھو جا کے انعام مانگونگا۔
عباسی - تو میرا نام لے دینا۔
خدمتگار - مین کہونگا خداوند میرے آقا کی شادی تو بیگم صاحب کے ساتھ ہوتی ہی اور میری شادی بی عباسی کے ساتھ قرار پائی ہی۔
عباسی - اے دُر موئے درگور راڑی چوٹی پر قربان کرون۔
خدمتگار - ایسی تو صورتدار بھی نہین ہو۔
عباسی - اے واہ صورتدار نہین ہم بدصورت ہی سہی بس۔
خدمتگار - تو آخر ہمارے ساتھ بیاہ کرنے مین عذر کیا ہی۔
عباسی - اللہ جانتا ہے مین ہزارون گالیان دونگی۔

خدمتگار۔ پھر ہوگا کیا۔ ہزارون نہین لاکھون گالیان دو تو کیا پرواہی تو مین جاکر حضور کو اطلاع دون۔

عباسی۔ ہان ہان کہتی تو جاتی ہون اب کیونکر کہون۔

خدمتگار نے سات بار جھک کر سلام کیا اور کہا خداوند اسوقت ایک خوشخبری سُنی ہی اور بہت بڑے معتبر آدمی کی زبانی سُنی ہی حضور سُنین گے تو بہت ہی خوش ہونگے مگر خداوند بے انعام لیے نہ بتاؤن گا۔

شہزادہ۔ اگر انعام کے قابل بات ہوگی تو دینگے۔

خدمتگار۔ حضور کے نکاح کی باتین ہو رہی ہین۔

شہزادہ۔ پاگل ہوگیا ہی؟۔

خدمتگار۔ قسم کھا کر عرض کرتا ہون خداوند کہ سامنے والی بیگم صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہونیوالا ہی۔ عباسی جھری ملی تھی اُسنے کہا ہماری طرف سے آداب بجالانا اور کہنا مبارک ہو خداوند بہت پکی خبر ہی۔

تماشا

ایک قصر رفیع و عالیشان کے سہ منزلے پر دلکش دلربا کمرے مین ایک خاتون آئینہ زانو نوخیز دخوبرد فرش تکلف پر متمکن تھین اور دریچے کی رنگین چق سے بازار سراپا بہار کی سیر دیکھ رہی تھین کہ سامنے کے ایک پھاٹک پر نظر پڑی تو دیکھا کہ گز بھر کے ایک کاغذ پر مختلف الوان کی روشنائی سے انگریزی مین کچھ عبارت لکھی ہی حیرت ہوئی کہ یا خدا یہ کاغذ کیسا ہی۔ اب تک تو کبھی نہین دیکھا تھا۔ فوراً مغلانی کو بلایا اور یون گفتگو کی۔

خاتون۔ بی مغلانی۔ ذری ادھر تو آنا۔ دیکھو یہ کاغذ پھاٹک پر کیسا چپکا ہی۔

مغلانی۔ ہان حضور چپکا تو ہی۔ مگر اللہ جانے کس نے چپکایا۔

خاتون۔ ہمین بھی حیرت ہی کہ یہ کہان سے آیا روز ہم اسی جھروکے سے بازار کی سیر کرتے تھے۔ یہ کاغذ کبھی نہین دیکھا اور رنگ برنگ کے حرف ہین۔ نیلے بھی ہین پیلے بھی آبی بھی ہین۔ گلابی بھی ہین۔ دھانی بھی ہین زعفرانی بھی ہین۔

مغلانی۔ جھنڈی تو نہین گڑی ہی۔ جو جھنڈی گڑی ہو تو سمجھ جائیے کہ کسی کا (تاںیقہ) ہونے والا ہی یہ پھاٹک تو نور محمد زردوز کے مکان کا ہی۔

خاتون۔ کسی سے دریافت کرو ذری کہ یہ ہی کیا بھلا۔

بی مغلانی باہر گئین۔ دربان سے کہا احمد بیگ ذری کسی سے پوچھو تو نور محمد زردوز کے مکان پر یہ رنگ برنگی کاغذ کیسا چپکا ہی پھاٹک پر ہی دربان نے کہا اسوقت ڈیوڑھی پر کوئی اور آدمی نہین ہی چوبدار آئے تو جاؤن۔ مغلانی تنک کر بولی۔ اے کچھ سڑی ہی۔ دروازے پر سے پوچھ لے کہ یہ کاغذ کیسا ہی۔ دربان نے باہر جاکر دریافت کیا۔ ایک شخص نے کہا کسی کے گھر مین گڑکی (قرقی) (ہونے والی ہی) دوسرے نے کہا۔ اجی نہین کہین نیلام ہوگا۔ اسباب کی فہرست ہی الغرض جتنی زبانین اُتنی باتین تھوڑی دیر مین نور محمد زردوز بھی آگیا دربان نے اُس سے دریافت کیا تو اُسنے ٹھیک ٹھیک حال بتادیا۔ دربان نے مغلانی سے کہا۔ مغلانی اوپر گئی اور یون تقریر کی۔

مغلانی۔ حضور کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ ایک موئے نے کہا

کہ قرقی ہونیوالی ہو دوسرے نے کہا کہین نیلام ہوگا۔ مگر نور محمد خود آگئے اُنھون نے بتایا کہ تماشہ ہونیوالا ہو۔

خاتون ۔ تماشا کیسا ۔ کیا کہین میلا ہو۔

مغلانی ۔ وہ تو یہی کہتے تھے کہ انگریزون کی ولایت سے کچھ تماشا کرنے والے آئے ہین ۔ صاحب لوگ ساتھ ہین۔ میمین ہین ۔ گھوڑے ہاتھی ۔ ہرن بارہ سے اور سُنا بن مانس بھی ہین اور نور محمد کہتے تھے کہ گھوڑموہے آدمی بھی اُنکے ساتھ ہین وہ دانتون سے کپڑا سیتے ہین ۔

خاتون ۔ اے ہی تمھارے اِس جھوٹ کو آگ لگے کہین دانتون سے کپڑا سی سکتا ہی کوئی ۔ اچھا اُس گھوڑموہے کو لاؤ ۔ ہمارے سامنے دانت سے کپڑا سی دے تو ہم ایک ہزار دین چاہے سو روپیہ پیشگی لے لو۔

مغلانی ۔ وہ قسمین کھا کر کہتے تھے اور اُنھون نے یہ بھی کہا کہ ایک میم ہو وہ اُلٹی ٹنگ جاتی ہو اور دانت سے توپ اُٹھا کر داغ دیتی ہو۔

خاتون ۔ بی مغلانی تم کسی طبیب سے علاج کرواؤ۔

مغلانی ۔ بس حضور کو تو یقین ہی نہین آتا ۔ اسکو ہم کیا کرین ۔

خاتون ۔ اور جو بات ہو دانتون ہی سے ہوتی ہو۔

مغلانی ۔ اب مین کیا جانون نور محمد کہتے تھے ۔

خاتون ۔ اچھا چوبدار کو حکم دو ۔ کہ وہ بھی جا کے پوچھ آئے ۔

بی مغلانی نیچے گئین ۔ چوبدار کو حکم دیا کہ جا کے کسی سے پوچھو یہ کاغذ آج کیسا چپکا ہی ۔ پھاٹک پر ایک بڑا سا کاغذ ہو اور اسپر نیلے اور ہرے اور زرد اور لال موٹے موٹے حرف ہین ۔ چوبدار گیا اور تھوڑی دیر مین واپس آیا۔

چوبدار ۔ ماما جی ۔ دداجی ۔ ذری بی مغلانی سے کہدیجیے۔ چوبدار حاضر ہو۔

مغلانی ۔ پوچھا لوگون نے کیا کہا۔

چوبدار ۔ پرسون تماشا ہوگا ۔ شیر لڑینگے ۔

مغلانی ۔ اوئی اے شیرون سے لڑیگا کون ۔

چوبدار ۔ ایک صاحب لڑیگا ۔

مغلانی ۔ اوئی اللہ ۔ شیر سے آدمی لڑے ! اللہ پناہ مین رکھے ۔

چوبدار ۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ شیر سے آدمی لڑیگا۔

مغلانی ۔ حضور سے مین نے جا کر کہا ۔ اُن کو یقین ہی نہین آتا ۔

چوبدار ۔ اب اسکو ہم کیا کرین ۔

مغلانی ۔ مین پردے کے پاس بُلا لاؤن ۔

چوبدار ۔ اب یہ تم کو اختیار ہو۔

مغلانی اوپر گئی اور کہا حضور ہم نے جو کہا تھا ۔ وہ سب صحیح نکلا ۔ چوبدار کہتا ہو کہ شیر سے آدمی لڑینگے اور شیرون کو قمچیان مارینگے ۔

خاتون ۔ اُف ۔ اِس جھوٹ سے خدا سمجھے ۔

مغلانی ۔ اے تو بیوی مجھ سے کیا واسطہ ۔

خاتون ۔ تم کیون قسمین کھاتی ہو ۔

مغلانی ۔ ہم تو ہزار آدمیون کی زبانی سُن چکے ہین حضور۔

خاتون ۔ کیا سُن چکی ہو ۔ یہ سُن چکی ہو کہ شیر انسان سے لڑینگے ۔

مغلانی ۔ ہان ہان ۔ اللہ جانتا ہو۔

خاتون - قسم خدا کی اگر آدمی شیر سے لڑے نہ تو ہم دو ہزار روپیہ بدتے ہین -

مغلانی - تو حضور مین غریب بیبی دو ہزار کسکے گھر سے لاؤنگی -

خاتون - اچھا تم ہارو تو دو آنے دو - اور ہم ہارین تو دو ہزار روپیہ دین -

مغلانی - حضور قسم خدا کی دربان نے نور محمد زردوز نے اور چوبدار نے اور کئی اور آدمیون نے کہا کہ شیر سے لڑینگے -

خاتون - اے تو کون لڑیگا - آدمی ؟ -

مغلانی - جی ہان - آدمی - آدمی -

خاتون - تم نشے مین تو نہین ہو اسوقت -

مغلانی - (دانتون کے تلے اُنگلی دباکر) اے ہے حضور کیا مجال ہے -

خاتون - اچھا پھر کیا ؟ -

مغلانی - مین سمجھی نہین حضور - مگر لوگ یہی کہتے ہین کہ تماشے والون کے پاس تین چار شیر ہین اور شیرون سے وہ لوگ لڑتے ہین - آدمی برابر قمچیان پر قمچیان جماتا ہے اور شیر بکری کی طرح کان دباکر کوڑے کھاتے ہین اور چون تک نہین کرتے -

خاتون - چلو بس اب چُپ رہو -

مغلانی - بہت خوب -

خاتون - شیر کو انسان جو ایک جھینگے سے بھی کم ہے مارے کوڑے لگائے - قمچیان جمائے - اور شیر چون تک نہ کرے قمچیان کھائے اور آدمی کو چیر پھاڑ کے نہ پھینکدے - یہ ہمکو تو کبھی یقین نہ آئیگا اگر ہمکو کوئی دکھادے کہ آدمی شیر سے لڑتا ہے اور شیر کو کوڑے لگاتا ہے اور شیر چون تک نہین کرتا تو ہم قائل ہو جائین مگر یہ تو کبھی گمان بھی نہین ہو سکتا کہ انسان کوڑے لگائے اور شیر ذرا نہ بولے -

مغلانی - تو حضور مین اسکا اقرار نہین کر سکتی -

خاتون - داروغہ کو بُلاؤ - کہو اوپر چلے آئین -

مغلانی نے داروغہ صاحب سے کہا چلیے حضور نے یاد کیا ہے - نادری حکم ہے کہ ابھی ابھی داروغہ صاحب کو لاؤ داروغہ نے کہا خیر تو ہے - داروغہ بیچارے سے کیا قصور ہوا کہ اتنا کڑا حکم دیا گیا - اچھا چلیے - کہدیجیے داروغہ حاضر ہے -

داروغہ اوپر گئے وہان سے سہ منزلے پر زینے پر کھڑے ہوے کہا اطلاع دو مغلانی نے اطلاع دی حکم ہوا چق کے اُس طرف بُلاؤ - داروغہ صاحب پہونچے - ارشاد -

خاتون - اے داروغہ صاحب -

داروغہ - آداب عرض ہے حضور -

خاتون - یہ تم کیا واہیات باتین کرتے ہو - شیر سے آدمی لڑیگا - سب واہیات بات - اور تمکو ان سب باتون کا یقین بھی آگیا ! -

داروغہ - حضور لکھا ہی ہے - کہیے اشتہار لے آؤن -

خاتون - یہ بال تمنے دھوپ مین سفید کیے ہین - کیا ؟ بھلا کہین دانتون سے کپڑا بھی سیا گیا ہے - سی دو تو ہزار روپیہ دین -

داروغہ - حضور اگر ایسا کمال حاصل ہوتا تو پانچ روپیہ کی نوکری کیون کرتا - مین بھی کہین چار پانچ سو روپیہ کا نوکر ہوتا -

خاتون - اچھا اشتہار لے آؤ - اور ہمین پڑھ کے سُناؤ -

داروغہ - بہت اچھا - ابھی حاضر کرتا ہون -

داروغہ صاحب ایک اشتہار کو پھاڑنے لگے۔ اتفاق
سے تماشے والے صاحب نے دیکھ لیا پوچھا تم کون۔
کہا ہم میر افضل ہین۔ کون میر افضل؟ اجی ہم میر افضل
ہین کون کے کیا معنی۔ کون میر افضل کی ایک ہی کہی۔
صاحب نے کہا تم اشتہار کیون اُکھاڑتا تھا۔ ہم سے اور
اشتہار لے۔ صاحب نے اُردو کا ایک اشتہار دیا۔
داروغہ صاحب اشتہار لیکر دوڑتے ہوے آئے۔

مغلانی۔ کہو میر صاحب لائے۔

داروغہ۔ اسی برس کی عمر ہوئی۔ پانچ کی نوکری بھی
کی اور پچاس کی بھی کی مگر یہ باتین کس مردک نے آجتک
سُنی بھی ہون جو اب اس پیرانہ سالی مین سننا پڑتی ہین
پوچھیے مجکو ان باتون سے کیا مطلب مین تماشے والا نہین
بندر والا نہین ریچھ والا نہین مجھے جھوٹ بولنے سے کیا
فائدہ۔ مگر خواہ مخواہ کو حضور بُرا بھلا کہنے لگین۔

مغلانی۔ تو اب اس تقریر سے کیا فائدہ ہی۔ اشتہار
لائے کہ نہین لائے۔

داروغہ۔ نہ لانا کیا معنی۔ یہ اشتہار نہین تو اور کیا ہی۔

مغلانی۔ بس اب بات بن گئی چلیے جھٹ پٹ۔

داروغہ اور مغلانی اوپر پہونچے تو بیگم صاحب نے
مہری سے کہا دیکھو آ گئے۔ مہری نے کہا حضور داروغہ جی
آئے ہین اتنے مین مغلانی کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ اور
ہنسکر بولی۔ لیجیے وہ اشتہار تو لائے حکم ہوا کہ حق کے
پاس آرام کرسی بچھے اور ایک پٹ بھیڑ دیا جائے۔

خاتون۔ کہو صاحب اشتہار آگیا؟

داروغہ۔ ہان حضور حاضر ہی۔

خاتون۔ وہی اشتہار ہی۔

داروغہ۔ وہی خاص وہی اشتہار۔

خاتون۔ بھلا اسکا کیا ثبوت ہی کہ وہی اشتہار ہی۔

داروغہ نے بی مغلانی کی طرف اشارہ کرکے اپنی
پیشانی پر زور سے ہاتھ لگایا۔ اس اشارے کا مطلب یہ
تھا کہ قسمت پھوٹ گئی۔ اب ہم ایسے ہوگئے کہ ہماری بات کا
انکو یقین ہی نہین آتا۔ کہا اسکا ثبوت یہ ہی کہ اگر غلط ہو تو
شیر کے کٹہرے مین غلام کو ہاتھ پانون باندھکر چھوڑ دیجیے۔

خاتون۔ اچھا پڑھکر سُناؤ تو۔

داروغہ۔ حضور آپ فرمائیے گا کہ اسکا کیا ثبوت ہی کہ جو کچھ
پڑھا وہ سب سچ ہی تو اسکا جواب مین کیا دونگا۔

خاتون۔ میرے سوال کا جواب تم دوگے یا مین خود ہی
دون گی۔

داروغہ۔ حضور کے سوال کا جواب مین دونگی۔

راوی۔ (دونگی) کی ایک ہی کہی۔ شیر کا کٹہرا دیکھا ہی
نہین ذرا ابھی سے گھبرا گئے خدا ہی حافظ ہی۔ اگر یہی بدحواسی ہی
تو شیر کے کٹہرے مین خود ہی نہ گھس جائیے کہین۔

خاتون۔ آپ جواب دینگی؟ خیر۔

مغلانی۔ اے میر صاحب اسوقت آپ ہین کہان۔

خاتون۔ شیر کے کٹہرے مین ہین۔

مغلانی۔ نہین اللہ جانتا ہی آج کچھ عجب بہکی بہکی باتین
کرتے ہین۔

داروغہ۔ مین تو آدمی ہون۔ اور تم بی مغلانی۔
بس اب کیا کہون۔

خاتون۔ آدمی تو نہین ہین تو بن مانس معلوم ہوتے ہو۔

مغلانی۔ (مسکرا کر) تو حضور دانت سے کپڑا بھی سی لیتے ہونگے۔

اس فقرے پر جہری اور مغلانی اور بیگم صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑین۔ مگر داروغہ دل ہی دل مین سب کو برا بھلا کہتے جاتے تھے۔

مغلانی۔ (مسکرا کر) میر صاحب حکم ہو تو لاؤن۔

داروغہ۔ کیا شی؟

مغلانی۔ جی سوئی تاگا۔

خاتون۔ ہان ہان لاؤ۔ ضرور لاؤ۔

مغلانی۔ ایسا نہو میر صاحب ہمسے خفا ہو جائین۔ مگر اللہ جانتا ہی بن مانس کا تماشا دیکھنے کو جی چاہتا ہی۔ کیون میر صاحب سوئی تاگا لاؤن۔

داروغہ صاحب نے اشتہار پڑھ کر سنایا۔

تماشا! تماشا!! تماشا!!!

زندگی زندہ دلی کا ہی نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

خوش مذاقون خوش مزاجون زندہ دلون تماشا بینون رنگین طبعون کو مژدہ ہو کہ ڈیو بیلے صاحب کی کمپنی ۱۲۔ ماہ حال سے اس شہر مین طرح طرح کے تماشے دکھائیگی اور تماشائیونکو کرتب اور تماشے سے وجد مین لائیگی ایسے تماشے کسی نے آنکھون دیکھے نہ کانون سنے جو ہی اپنے فن مین طاق ہی۔ چستی اور پھرتی مین شہرۂ آفاق ہی باوصف پیرانہ سالی ایسے چابکدست اور کامل فن تماشے والے نہ دیکھے ہونگے جنکی رگ رگ مین خون کے ساتھ کمال بھی کوٹ کوٹ کے بھرا ہی۔

ہمارے ساتھ انواع واقسام کے طیور ذی شعور اور مرغان خوشنوا اور جانوران صحرائی بھی ہین جو مختلف ملکون سے ہم لائے ہین زبرا نام کا ایک جانور ہی یہ جانور قریب گورخر کی شکل کا ہوتا ہی قد گدھے سے کچھ بڑا ہی۔ خچر کے برابر۔ مگر تمام جسم مین الوان کے خط ہوتے ہین سفید سیاہ اور زرد۔ تاریخ سے ثابت ہی کہ اس وحشی جانور کو آجتک کوئی پالو نہین کر سکا اسکی بھڑک مٹ ہی نہین سکتی۔ رگ و پے مین وحشت بھری ہی۔

بانیس یہ مہیب جانور جنگل کا دیو ہی۔ ارنا بھینسے کی قسم مین اسکا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہی۔ ہندوستان کا موٹے سے موٹا بھینسا جسامت اور قد وقامت مین اسکا مقابلہ نہین کر سکتا۔ اسکی شکل بھیانک اور ڈراونی ہی۔ بن مانس اسکا نام اور نیگ اشینک ہی حضرت انسان سے شکل بہت ملتی ہی آدمی کی طرح کھڑا ہو سکتا ہی۔ دنیا مین انسان کے سوا یہی ایک مخلوق ہی جو لکڑی لے کر لڑتا ہی نر اور مادہ دونون ایک ہی کٹھرے مین بند ہین یہ جانور جنکو بن مانس کہتے ہین قابل دید ہی۔

بنگال کے لحاطے کے تین شیر ہین۔ انمین ایک شیر بہت بڑا ہی۔ ان شیرون سے مسٹر جان لڑینگے اور شیرون کو اٹھا کے دے دے مارینگے۔

خاتون۔ گھر کی ٹکی اور باسی ساگ۔

مغلانی۔ اوئی۔ اللہ جانتا ہی سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

جہری۔ تم اپنی نہ کہو۔ تم تو نگوڑی چھپکلی تک سے ڈر جاتی ہو۔

مغلانی۔ اور تم۔ ابتک تو گھوڑے پر سے سوار کو اُتار لیتی تھیں اب شیر سے بھی مقابلہ کرو گی۔ اللہ جانتا ہی ہماری تو روح لرزتی ہی۔

مہری۔ آخاہ۔ یہ جب ہی کانپ رہی ہو۔

مغلانی۔ ہان خوب بوجھین۔

خاتون۔ یہ اسمین لکھا ہی کہ شیر سے آدمی لڑیگا؟۔

داروغہ۔ حضور مجکو تو نظر آتا ہی شاید نہ لکھا ہو اب آپ ایک کام کیجیے کسی اور سے پڑھوائیے تو آپکو یقین آئے۔

خاتون۔ اینٹ کی عینک لگا کے پڑھو۔

داروغہ۔ مین سو برس کا بوڑھا شاید نظر نہ کام کرتی ہو۔

مغلانی۔ اے میر صاحب ابھی تو آپ اسی برس کے تھے اور بات کرتے ہی سو برس کے بن بیٹھے تو ایک گھڑی کے آپ کے ہان بیس برس ہوتے ہین۔

داروغہ۔ لاحول ولاقوۃ۔

خاتون۔ اب کہین بھاگ نہ جائیے گا۔

مغلانی۔ اچھا آگے پڑھیے۔

داروغہ۔ اِن شیرون پر ستر جان قمچیان لگائینگے۔

خاتون۔ کیا لگائینگے قمچیان۔

مغلانی۔ قمچیان۔

خاتون۔ (مسکرا کر) اے واہ۔ تو میان جی ہوے مکتب خانہ بنا یا ہی۔ قمچیان پڑینگی معلوم ہوتا ہی شیر کھلنڈرے ہین

داروغہ۔ جو لکھا ہی وہ مین پڑھتا ہون۔

مغلانی۔ میر صاحب دیکھیے ایک وہ مُوے ہین کہ شیر سے لڑتے ہین اور ایک آپ ہین کہ اُس دن بلیان جو لڑین تو آپ نے کوٹھری مین سونا چھوڑ دیا۔

داروغہ۔ تو بلی کیا کچھ کم ہی۔ بلی بھی شیر کی خالہ کہلاتی ہی۔

خاتون۔ ایکدن افیم کی پینک مین تم بھی تو کہتے تھے کہ ہم شیر ہین تو تمھاری بھی خالہ جان ہوئین۔ برا نہ مانیے گا۔ ہمنے ایک بات کہی۔ اچھا ہان پڑھیے۔

داروغہ۔ شیر کے کان پکڑینگے اور بٹھا دینگے۔ تین کٹہرے کھولینگے اور تینون شیرون سے ایک ہی دفعہ مقابلہ کرینگے۔ کسی پر قمچی جمائینگے۔ کسی کو تھپڑ لگائینگے کسی کوڑے مارینگے اور اُسپر پانون رکھکر دوسرے شیر سے لڑینگے۔

خاتون۔ یہ آدمی ہین یا دیوزاد۔

مغلانی۔ حضور سب جھوٹھ ہی۔ جو رتی بھر بھی صحیح ہو۔

داروغہ۔ اسمین یہی لکھا ہی جو لکھا ہی وہ پڑھون یا اپنی طرف سے کچھ ملا دون۔

مغلانی۔ تماشا دیکھنے جائیے گا؟۔

داروغہ۔ اگر حضور نے ٹکٹ کے دام دیے تو بیشک جاؤنگا۔

خاتون۔ ہم ایک شرط سے دام دینگے۔

داروغہ۔ وہ کیا۔

خاتون۔ شیر کے کٹہرے مین جاؤ۔ اور اُس سے لڑو۔

داروغہ۔ حضور غلام کو ٹکٹ کے دام نہین چاہیین دو روپیہ کا لالچ کرون اور وہان شیر ایک تھپڑ مین کام تمام کردے غلام ایسے تماشے سے درگذرا۔

مغلانی۔ تھپڑ کیسا۔ اے میر صاحب کٹہرے مین جاتے جاتے تو آپ کی روح فنا ہو جائیگی۔

داروغہ۔ ہان یہ بھی سچ ہی۔

مغلانی۔ جس کی خالہ سے آپ ڈرے اُس سے بھلا کیا جیتیے گا۔

خاتون ۔ اور پھر ایمی آدمی۔

مغلانی ۔ جی اور کیا ۔ اُف ۔ نواب صاحب کے ہان ایک شیرنی تھی دور سے دیکھ کے آدمی ڈر جاتا تھا ۔ نہ کہ کٹہرے مین جا کے اڑناذری ایک جھونک مارے تو آدمی کے حواس پیترا ہو جائین ۔ یہ سب ڈھکوسلا ہی ۔

داروغہ ۔ ہان پھر جھوٹ ہی لکھا ہوگا ۔

خاتون ۔ لے تم اس لکھنے کو اللہ جانے کیا سمجھتے ہو ہماری عقل ہی کام نہین کرتی ۔

داروغہ ۔ اِسکے بعد لکھا ہی کہ طرح طرح کے بندر ہمارے پاس ہین اور جتنے بندر ہین سب شہسوار ہین ۔

خاتون ۔ شہسوار ہین ؟ بھلا کوئی فیلبان بھی ہی ۔

داروغہ ۔ (جھلا کر) اب یہ اُنسے پوچھا جائے ۔

خاتون ۔ نہین ۔ ایمان کی قسم ہم ہاتھی خریدنے والے ہین ۔ ایک فیلبان چاہیے ۔

مغلانی ۔ ہان بندر تو خوب فیلبانی کرے ۔

داروغہ ۔ ایک خوبصورت اور نوجوان مس مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر طرح طرح کے مشکل اور نازک کسرتین کرینگی اور وہ کرتب دکھائینگی کہ اچھے اچھے شہسوار شرما جائینگے

شہسوار کے لفظ پر خاتون پریزاد کے کان کھڑے ہوے ۔ اِسکے بعد داروغہ نے یون پڑھنا شروع کیا ۔ یہ مُشکی گھوڑا اَیسا ڈوبا ہوا ہی بینڈ باجے کی لَے کے موافق میدان مین تھرکے گا ۔

ابتدا مین باجا بجے گا اِسکے بعد پندرہ بیس گھوڑے آئینگے اور تھوڑی سی جگہ مین کاوا دیا جائیگا ۔ اس کمپنی کے ساتھ چالیس گھوڑے ہین اور بارہ یابو ۔ گھوڑے سب بادرفتار اور مرمرتگ اور بیش بہا اور خوبصورت ہین اور ایسے یابو ہندوستان مین کسی نے نہ دیکھے ہونگے ۔ یہ مقام شٹلینڈ سے بہ صرف زرکثیر منگوائے گئے ہین اِنکے علاوہ اور بھی کئی قسم کے نایاب جانور ہین ۔ بیل اور گائین بکرون کی برابر اور ایک یابو بکرے سے بھی کسی قدر چھوٹا ہی ۔

خاتون ۔ تمام دُنیا کی نایاب چیزین ان کے پاس موجود ہین ۔

مغلانی ۔ بھلا کوئی گدھا بھی ہی ؟ ۔

داروغہ ۔ ابھی تک تو گدھے کا ذکر نہین آیا ۔

مغلانی ۔ کہین خچر کا ذکر ہے ؟ ۔

داروغہ ۔ پڑھنے دیجیے ۔ اِسکے بعد لکھا ہی کہ کئی کُتے طرح طرح کے تماشے کرینگے ۔ اور گھوڑے پر سوار ہونگے ۔

مغلانی ۔ اوئی کُتے اور گھوڑے پر سوار ہون ؟ یہ سب جھونٹھ کُتے اور بلیان گدھے اور گھوڑے پر سوار ہون ۔ یہ تو آج ہی سُنا ۔

داروغہ ۔ اچھا پھر دیکھ لیجیے گا ۔ اِسکے بعد لکھا ہی کہ برہما کا ایک سفید ہاتھی بھی اِس کمپنی کے ساتھ ہی ۔

مغلانی ۔ کیسا ہاتھی ؟ ۔

داروغہ ۔ سفید ہاتھی ۔

مغلانی ۔ کچھ عقل گئی ہی ۔

داروغہ ۔ قدرت خدا سے کیا کچھ بعید ہی ؟ بولیے ۔

مغلانی ۔ اور لا ہاتھی بھی ہوگا ۔

مہری ۔ بینجنی ہاتھی ہو تو ہم بھی دیکھنے جائین ۔

مغلانی ۔ اور جو چینی ہو ۔

داروغہ ان فقرہ بازیون پر بہت جھلّائے کاغذ پھینکدیا اور کہا بس اب ہم نہ پڑھینگے مفت مین رنج ہوتا ہی - ہم کسی کے نہ لینے مین نہ دینے مین تماشے والے کی صورت بھی دیکھی نہین کہ شاید کسی کو یہ احتمال ہو کہ رشوت لے لی -

مغلانی نے اشتہار اُٹھا کر دیا اور کہا حضور فرماتی ہین کہ کل پڑھ کر سُنائیے - داروغہ نے کہا غلام کو حکم کی تعمیل مین عذر نہین ہی مگر حضور کو جب یقین ہی نہین آتا تو پھر پڑھنے سے کیا فائدہ اور یون کہیے پڑھ دون لکھا ہی کہ یہ کمپنی ملک اطالیہ سے آئی ہی اور دنیا کے کل بڑے بڑے ملکون مین اسکی تعریف ہوئی ہی - کوئی ملک ایسا نہین جہان کے اخبارون نے تعریف نہ کی ہو -

دو تین مسین ناچین گی اور ایک خوش گلو مس کی نازک آوازی ستم ڈھائیگی یہ نازک اندام گلفام مس ہی بچپن ہی سے علم موسیقی مین تعلیم پائی ہے - جس نے انکا گانا نہین سُنا وہ علم موسیقی سے واقف ہی نہین ہی -

خاتون - مس مس کیا پڑھتے ہو -

داروغہ - انگریزی لفظ ہی -

خاتون - کچھ معنے بھی ہین یا یون ہی کہدیا -

داروغہ - کنواری چھوکری کو کہتے ہین -

خاتون - ہونگی کوئی بیس بیس برس کی -

داروغہ - کہیے جھوٹ کہ دون ورنہ اسمین لکھا تو یہی ہی -

اتنے مین پڑوس کی چوڑی والی آئی اور آتے ہی کہا بیگم صاحب پرسون یہان بڑا تماشا ہوگا - آپ لے چلیے تو ہم بھی آپکے طفیل مین دیکھ لین سُنا بڑا اچھا تماشا ہوگا داروغہ صاحب کی باچھین کھل گئین کہا کیون حضور مین جھوٹا تھا نہین غرض کرتا تھا - چوڑی والی کو اشتہار دکھا کر کہا یہ اسی تماشے کا اشتہار ہے -

چوڑی والی - ہمنے تو سُنا ہی کہ شیرون کا رسالہ اِن کے ساتھ ہی - ایک شیر پر بندر ہوگا دوسرے پر بھینس تیسرے پر چیتا - چوتھے پر لنگور - بڑی سیر ہوگی -

مغلانی - لے لو انھون نے اور بھی اندھیر کر دیا - شیر پر بھینس اور لنگور!!! -

خاتون - اچھا باقی اشتہار تو ختم کرو -

داروغہ - ۸ بجے دروازہ کُھلیگا - اک کل تماشائی رمنے کی سیر کر سکین اور سب جانورونکو بخوبی دیکھین - ۹ بجے سے تماشا شروع ہوگا اور ۱۲ بجے ختم ہو جائیگا -

درجۂ اعلیٰ کا ٹکٹ للعہ درجۂ دوم کا عہ درجۂ سوم کا عہ اگر کوئی درجۂ اعلیٰ کے بھی آگے بیٹھنا چاہے تو چھبیس روپیہ دے چھ کرسیان ملینگی - درجۂ دوم مین بنچین ہین مگر خالی - اُنپر فرش نہین ہی - اگر رئیس زادیان یا عام ہندوستانی عورتین تماشا دیکھنا چاہین تو اُنکے لیے پردے کا کافی انتظام ہو جائیگا مگر درجۂ اول کے پانچ روپیا اور درجۂ دوم کا ایک روپیہ لیا جائیگا اسمین دو ہی درجے ہین اور دُہری دُہری چقین پڑی ہوئی ہین -

مغلانی - حضور کی پرورش ہو تو ہم بھی جائین -

مہری - واہ تم جاؤ اور ہم نہ جائین

چوڑی والی - پھر تم دونون کو بیگم صاحب بھیجین گی تو کیا ہمنے کچھ چوری کی ہی -

مغلانی - سب چلینگے دس بارہ روپیہ کی تو بات ہی -

چوڑی والی - اور تماشا کتنے دن ہوگا -

مغلانی - بھی کوئی دو تین روز۔

داروغہ - چار روز۔ ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵- بدھ - جمعرات جمعہ - ہفتہ - اب تو یقین آگیا حضور یا اب بھی یقین نہین آیا۔

چھری - اگر بے پردگی نہو اور دُہری دُہری موٹی موٹی چقین پڑی ہون تو بیگم صاحب بھی چلی چلین - آپ داروغہ صاحب کو ایک دن بھیجدین تو وہ دیکھ آئین اگر بے پردگی نہو تو کیا ہرج ہی۔

داروغہ - جی ہان مین جاکر سب دیکھ لون گا۔

چھری - ہزارون ہی آدمی ٹوٹ پڑینگے۔

داروغہ - ہزارون - اجی سیکڑون آدمی آئین گے بڑا بھاری تماشا ہی۔

مغلانی - (ہنسکر) اس وحشت کے صدقے میان۔

خاتون - انکے حواس آج برجا نہین ہین - جب سے شیرون کا حال سُنا بدحواس ہوگئے۔

چھری - ہزارون نہین ہزارون سے بڑھکر سیکڑون آئین گے !!!

چوڑی والی - گنتی بھی نہین آتی۔

داروغہ - ایک بات زبان سے نکل گئی۔

چھری - ہان چمڑے کی زبان ہی پھسل گئی۔

داروغہ - یا آپکی ایک بات کے چیتھڑے اُڑادیتی ہین۔

خاتون - پرسون ضرور جاکے دریافت کرنا اور اچھی طرح پوچھ آنا - جو جانے کے قابل ہو تو ہم جائین - ورنہ جاکے گھو بننا اور دس آدمیون مین ذلیل ہونا کون عقلمندی ہی - لیکن عقل سے تو انھین بہرہ ہی نہین - خدا جانے وہان جانے بھی پائین یا نہین۔

داروغہ - حضور چار روپیہ عنایت کرین تو رئیس بن کے غلام جائے اور سب باتین دریافت کر آئے۔

تیسرے روز شام کے وقت میر افضل صاحب داروغہ پُرانے فیشن کے ایک میانے پر سوار ہوکر تماشا دیکھنے تشریف لیگئے اَسّی برس کا سن - پوپلا مُنھ - ہاتھون مین رعشہ - جسم لاغر دراز - کمر خم - سر پر شملہ - شالی چکن پہنے ہوے خیمے کے دروازے پر کہارون نے میانہ رکھدیا میر افضل صاحب بسم اللہ کہکر اُترے تو دیکھا کہ میدان مین طلسمات کا سمان ہی ہزارون تماشائی ڈٹے ہوے اور یوروپین لیڈیان اور جنٹلمین ٹھٹ کے ٹھٹ لگائے کھڑے ہین - انگریزون سے جان پہچان تو تھی نہین سوچے کہ اگر آگے بڑھین تو شاید ذلیل ہوجائین اس سے بہتر یہی ہی کہ گھر واپس جائین کہارون سے باتین کرنے لگے۔

داروغہ - یہان تو ہندوستانیون کے دیکھنے کا موقع نہین ہی۔

کہار - ہان حضور۔

داروغہ - مگر لوگ موجود تو ہین۔

کہار - ہزارون آدمی آئے ہین۔

داروغہ - بھلا اب ٹکٹ یہان کہان خریدین -؟

کہار - "اب" کسو سے دریافت کرین تو بات بنے - مگر ایسا نہو کہ صاحب یہان کھڑے ہوے دیکھ لے تو بن ناحق کو پیٹ چلے۔

ایک شخص نے کہا ٹکٹ سامنے بٹ رہے ہین وہین جاکے خرید لو - سب مول لے رہے ہین - میر صاحب نے کہار کو

حکم دیا کہ چار روپیہ کا ایک ٹکٹ خرید لا۔ کہار نے کہا حضور بھاری پوشاک پہنے ہین حضور ہی جا کے لائین ہم کو ڈو دھکے دے کے صاحب نکال دینگے۔ داروغہ بولے نہین ہم نہ جائینگے اگر تم پر دو چار چپتین پڑ گئین تو کیا پروا ہی۔ کہار تو ہو ہی اور جو ہم پر ایک آدھ پڑی تو ستم ہی ہو جائیگا۔

داروغہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد اُترے۔ میانہ کا ڈنڈا پکڑ کر ٹکٹ بیچنے والے کی طرف دیکھا سیکڑون آدمی ٹکٹ خرید رہے تھے۔ چاہا کہ خود بھی پہونچین مگر انگریزون کو دیکھکر خائف ہوے کہ مبادا کوئی خفا ہو جائے کہ یہان تم کیون آئے۔ کہارون نے سمجھایا کہ حضور اتنے انگریز اور ہندوستانی چلے جاتے ہین کوئی چون بھی نہین کرتا۔ ایک ڈر ہی تو بس آپ ہی کو ہی۔ لائیے ہم ٹکٹ لا دین۔ کہار جا کر درجۂ اول کا ٹکٹ خرید لایا۔

اتنے مین تماشا شروع ہو گیا داروغہ نے کئی بار پوچھا کہ کہار آیا۔ کہارون نے کہا حضور آتا تو آپ ہی کے پاس آتا یا کہین بھاگ جاتا۔ اُسکا کہین پتا ہی نہین ہی داروغہ نے کہا ہان پتا کیونکر ہو۔ وہ تو جعلی ٹکٹ تھا۔ گنوار سمجھکر کوئی کاغذ اُٹھا دیا ہوگا۔ اچھا ہوا کہ ہمارے پاس تھا نہین تو ہم بھی دھر لیے جاتے۔ اللہ نے بڑا فضل کیا۔ کہار وہان مزے سے تماشا دیکھ رہا ہی۔ یہان یہ خدا کا شکر کرتے ہین کہ ٹکٹ انکے پاس نہ تھا ورنہ حوالات بھیجے جاتے۔ تینون کہار سمجھ گئے کہ وہ ٹکٹ لیکر تماشا دیکھنے چلا گیا اور میان کو خوب اُلّو بنایا آدھ گھنٹے کے بعد داروغہ نے کہا ارے کیا مر گیا۔ کہار بولے یہ اُسکو معلوم ہوگا۔ ہم کیا جانین ہم بھی آپ ہی کے پاس کھڑے ہین۔ کسی کے مرنے جینے کا حال کیا معلوم۔

داروغہ۔ اچھا میانہ اُٹھا کر درخت کے سایہ مین لے چلو۔

کہار۔ اور اُٹھائے کون۔

داروغہ۔ اس کے کیا معنی۔ تمھارے سوا کوئی اور بھی اُٹھائے گا۔

کہار۔ تو خداوند چوتھے کا تو پتا ہی نہین۔

داروغہ۔ کسی سے کہو دو کہ ذرا مدد دے دے۔

کہار۔ حضور اور تو کوئی یہان نظر نہین آتا ذری آپ ہی کاندھا لگا دین۔

داروغہ۔ ہم کاندھا لگا دین!! اسکے کیا معنی۔

کہار۔ چوتھے کہار کے عوض آپ ہی ایک طرف زور لگائین۔

داروغہ۔ تم لوگ دارو پیکر تو نہین آئے ہو۔

کہار۔ خداوند۔ دارو ہندو کہار پیتے ہین۔ یہان ایک ہندو ہے دو مسلمان اور ایک ہندو ٹکٹ لیکر غائب ہو گیا۔

داروغہ۔ ذرا اُسکا پتا تو لگاؤ جی۔

اتنے مین دس منٹ کے لیے تماشا ملتوی کیا گیا اور لوگ بھڑ بھڑا کر باہر نکلنے لگے۔ تو کہارون نے میانہ اُٹھا کر درخت کے نیچے رکھا داروغہ نے حکم دیا کہ دو کہار جا کر اُسکو ڈھونڈ لاؤ دو کہار چلے۔

اتنے مین میان واحد العین سے تین تین آنکھین ہوئین ایک کونا آباد تھا۔

واحد العین۔ کیون کیسا گھرا جھکا دیا۔ سچ کہنا۔

ایک کہار۔ اب کیا تماشا نہوگا۔ بس اتنی ہی دیر۔

و۔ ہوگا کیون نہین۔ چھٹی دی ہی کہ جسکا جی چاہے باہر جا کے کھا پی آئے۔

دوسرا کہار۔ تو اب ٹکٹ ہم کو دیدو۔

و۔ اچھا اب تم دیکھ آؤ۔

فقیرے کہار نے ٹکٹ لیا جب گھنٹی بجی اور لوگ جانے لگے تو یہ بھی اندر گیا میاں واحد العین موچھوں پر تاؤ دیتے ہوے پہنچے

داروغہ۔ ارے تو کہاں مر رہا تھا۔

و۔ لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے۔

د۔ تو اب تک کہاں رہا۔

و۔ رہے کہاں ادھر اُدھر۔

د۔ ارے کمبخت ادھر اُدھر اتنی دیر لگائی۔

و۔ تو میں نے ڈھچکر لگائے نہ۔ ایک کونا تو یہاں ویران ہے آپکی طرح دو آنکھیں تو ہیں نہیں۔ بس ایک ہی طرف کے آدمی دیکھ پاتا ہوں باقی خیر صلاح۔

د۔ لوگوں نے کیا کہا۔

و۔ حضور اس ٹکٹ کا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

د۔ اے لعنت خدا تم پر۔ چلو میانہ اُٹھاؤ۔

کہار۔ اُٹھائیں کیونکر۔ چوتھا غائب ہے۔

د۔ (جھلا کر) ارے یہ چوتھا پھر غائب ہو گیا۔

ک۔ ہاں خداوند۔

د۔ نکالدو۔ آج سے نہ رہنے پائے۔ آخر یہ گیا کہاں۔

و۔ حضور جب مجھکو پتا نہ ملا تو فقیرے کو ٹکٹ دیا کہ بھئی تم بھی جاکے لوگوں سے دریافت کرلو۔ شاید کوئی تم ہی کو بتادے تمسے تو لوگ دل لگی بازی کرتے تھے۔ جدھر گئے لوگوں نے کہنا شروع کیا دیو ایک لکڑیا بانسے کی کانی آنکھ تماشے کی۔ بتاتا دیتا تا کوئی نہ تھا۔ سب چٹکیوں پر اُڑاتے تھے۔

د۔ بھئی فقیرے کو بُلاؤ۔

اب سُنیے کہ میاں فقیرے سیدھے سادے آدمی تھے واحد العین کی طرح شریر تو تھے نہیں۔ صاحب نے جو دیکھا کہ درجۂ اعلیٰ میں بیٹھا ہے تو اسکے پاس آئے۔ اور غور کرکے قطع شریف کو دیکھا۔

صاحب۔ تم کون۔

فقیرے۔ (کھڑے ہوکر) خداوند (کانپ کر) خداوند۔

ص۔ تم کون ہے۔

ف۔ حضور میں کہار ہوں۔

ص۔ کیا پیشہ کرتا ہے۔

ف۔ مچھلیاں بیچتا ہوں اور ڈولی اُٹھاتا ہوں۔

ایک لیڈی نے جو قریب کی کرسی پر بیٹھی تھیں کہا اسکو اُٹھادو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تماشا نہ دیکھنے پائے مگر ہمارے پاس نہ بیٹھے۔ صاحب نے فقیرے کو فوراً اُٹھا دیا اور کہا ہم تم کو پولیس کے سپرد کرتے ہیں نہیں بتاؤ یہ ٹکٹ کہاں سے لائے۔

ف۔ ہم جنکو میانہ پر لائے ہیں اُنکا ٹکٹ ہے۔

ص۔ وہ کہاں ہے۔

ف۔ باہر ہیں۔

ص۔ چلو باہر۔ ہمکو دکھاؤ وہ کہاں ہیں۔

ف۔ بہت اچھا چلیے۔ میانہ باہر ہے۔

صاحب کے ساتھ فقیرے باہر آئے۔ ادھر اُدھر میانہ ڈھونڈھا صاحب کو لے گئے۔

ف۔ داروغہ صاحب۔ ذرا میانے سے باہر آئیے۔

ص۔ کدھر ہے۔ کون ہے۔ کسکا ٹکٹ ہے۔

صاحب نے جو جھلا جھلا کر کئی بار بیڈھب بیڈھب
سوال کیے تو داروغہ صاحب کے ہاتھ پانوں پھول گئے۔
شک کی جگہ یقین ہوگیا کہ جعلی ٹکٹ تھا۔ اب پھانسی ہوئی
کانپتے ہوے میانے سے باہر نکلے اور ہاتھ جوڑ کر کہا حضور
غلام ضابطے سے ناواقف ہی۔ صاحب جنکو داروغہ کوئی بڑا
جلیل القدر عہدہ دار سمجھتے تھے اطالیہ کے قلی تھے مگر حضرت نے
ہاتھ جوڑے اور تھرتھراتے ہوے اپنی ناواقفیت کا
اظہار کیا اے لاحول۔

صاحب۔ یہ ٹکٹ کس کا ہی آپ کا۔

داروغہ۔ حضور غلام کی سمجھ مین نہین آتا۔

ص۔ تمھارا ٹکٹ ہی یا کسی اور کا ہی۔

د۔ ہم بھی نہین سمجھے۔ خداوند ہم ہندوستان کا آدمی ہی۔

اب سُنیے کہ میان فقیرے سے جو اندھا صاحب نے گفتگو
کی تھی تو ایک انگریز سمجھاتا جاتا تھا۔ مگر یہان فقط صاحب اور
داروغہ اور ارد گرد کہار۔ صاحب نے ایک یوریشین کو بلایا اور کہا آپ
انکو سمجھاتے جائیے اب سوال و جواب شروع ہوے۔

ص۔ یہ ٹکٹ اِس قلی کے پاس کہان سے آیا۔ اسکی حیثیت
نہین ہی کہ یہ ٹکٹ خریدے۔ یہ چار روپیے کا ٹکٹ ہی۔

د۔ یہ ٹکٹ دیسی نہ۔

ص۔ ہان ہان۔ یہ اول درجہ کا ہی صاحب پوچھتے ہین
کہ اسکے پاس کہان سے آیا۔ یہ غریب آدمی چار روپیہ کا
ٹکٹ کہان سے خرید سکے گا۔ آپ کا ٹکٹ تو نہین ہی۔

د۔ حضور بیس روپیہ جرمانہ لے لین۔

ص۔ آپ گھبراتے کیون ہین۔

د۔ ہم کو نہین معلوم تھا کہ یہ جعلی ٹکٹ ہی۔

ص۔ جعلی نہین ہی۔ درجۂ اول کا ہی۔

داروغہ کی جان مین جان آئی صاحب نے سمجھایا کہ ٹکٹ
جعلی نہین ہی مگر تماشے والے پوچھتے ہین کہ اِس قلی کے پاس
کہان سے آیا۔ یہ درجۂ اول مین بیٹھ کر تماشا دیکھتا تھا۔ تب تو
داروغہ کہارون پر جھلائے اور کہا نابکار کسی روز آبرو لو گے
ہماری تین گھنٹے تک ہمین یہان بٹھا رکھا اور خود تماشا دیکھا کیے
صاحب سے کہا کہ اجازت ہو تو ذرا ہمین بھی دیکھ لون صاحب نے
کہا ہان آپ آئیے۔ داروغہ صاحب تماشا دیکھنے تشریف لے گئے۔

د۔ اگر عورتین آئین تو کہان سے دیکھین۔

ص۔ وہ کیا چقین پڑی ہین۔

د۔ ہان پردہ تو ہی۔ صورت نہین دکھائی دیتی۔

ص۔ صورت دکھائی دے تو کوئی آئے کیون۔

د۔ ہم بھی بیگم صاحب کو لائین گے۔

ص۔ ہان آپ کو اختیار ہی۔ پانچ روپیہ دیجیے۔ اول درجے
مین بیٹھین۔ ایک روپیہ دین دوم مین۔

داروغہ صاحب نے صرف آدھ گھنٹے تماشا دیکھا ہوگا کہ
جلسہ برخاست ہوگیا۔ داروغہ گھر آئے۔ بارہ بجے پہر بجے
اسوقت بیگم صاحب آرام مین تھین مگر حکم تھا کہ داروغہ جسوقت
آئین اسی دم ہمکو جگادو۔ دربان نے اطلاع دی کہ داروغہ
صاحب آگئے۔ مغلانی نے بیگم صاحب کو جگایا۔

داروغہ صاحب صحن مین آئے۔ اوپر سے بیگم صاحب نے
باتین کین۔

بیگم۔ کہو سچ نکلا۔

داروغہ۔ حضور سچ۔ بالکل سچ۔ ہزارون کی بھیڑ تھی۔

ب۔ بن مانس بھی تھے۔؟

داروغہ۔ حضور بن مانس تھے مگر دانت سے کپڑا سیتے نہین دیکھا۔

بیگم۔ شیر تھے؟۔

د۔ حضور بس کچھ نہ پوچھیے۔ شیر کیا بکرے تھے۔

ب۔ اے ہے۔ پھر یہ کیا تعریفین تھین کہ آدمی شیر سے لڑیگا اور کان پکڑ کے بٹھا دیگا سب جھوٹ مرے ہوے شیرون سے لڑنا کون مشکل ہے۔ دُبلے پتلے ہونگے۔ کھانا نہ پاتے ہونگے۔

د۔ حضور ایسے بڑے بڑے شیر کہ آدمی صورت دیکھے ڈر جائے۔

ب۔ ہان اور آدمی سے لڑے تھے۔

د۔ قسم خدا کی تسمے پر تسما لگاتا تھا اور شیر چون تک نہین کرتے تھے۔

ب۔ اوئی اللہ جانتا ہے آدمی کیا دیو ہے۔

د۔ اور خداوند۔ کوئی بیس برس کا سن۔

ب۔ ڈیل ڈول کیسا ہے۔

د۔ میانہ قامت ہے۔ نہ دُبلا ہے نہ موٹا تازہ ہے۔

ب۔ ایک ایک شیر سے لڑا تھا۔

د۔ تینون شیرون سے لڑا اور اُٹھا اُٹھا کر دیدے مارا عقل نہین کام کرتی۔

ب۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ ہمارے دیکھنے کا بھی ٹھکانا ہے۔

د۔ جی ہان چقین پڑی ہوئی ہین۔ بہت سی عورتین کھچا کھچ بھری تھین۔

بیگم صاحب نے داروغہ سے کہا دو ٹکٹ پانچ پانچ روپیہ والے اور چار ٹکٹ ایک ایک روپیہ والے آج ہی سے لار کھو جسمین پھر کل دقت نہ واقع ہو۔ داروغہ صاحب نے چودہ روپیہ لیے اور میانے پر سوار ہو کر گئے ٹکٹ خریدے دو تین آدمیون سے پڑھوائے۔ گھر آئے۔

داروغہ۔ مہری عرض کر دو ٹکٹ لے آئے۔

مہری۔ پوچھتی ہین کتنے ٹکٹ ہین۔

د۔ حضور دو تو درجۂ اول کے ہین۔ پانچ پانچ روپیہ والے اور چار درجۂ دوم کے ایک ایک روپیہ والے کُل چھ ٹکٹ ہین۔ بہ آرام تمام تماشا دیکھیے گا۔

ب۔ اچھا تم اپنے واسطے لائے یا نہین لائے۔

د۔ مجھ سے کسی نے کہا نہین تھا۔

ب۔ لے تو اتنا تو سوچے کہ ہم کسکے ساتھ جائین گے اب منگوا لو۔

داروغہ نے اپنے واسطے بھی درجۂ اعلیٰ کا ٹکٹ منگوایا۔

تیسرے روز بیگم صاحب مع خواصون کے تشریف لے گئین۔

نامۂ آزاد

میان آزاد فرخ نہاد اور چند افسر اور کئی ہزار سوار اور پیادے قلعہ کی حفاظت کے لیے مقرر ہوے اور کچھ فوج روسیون کے مقابلے کے لیے روانہ کی گئی گرد آوری کے لیے جو سوار بھیجے گئے تھے اُنھون نے اطلاع دی کہ پانچ میل کے فاصلے پر روسیون کا لشکر جرار مقیم ہے۔ لشکر خاص اس غرض سے آتا ہے کہ قلعے کو خالی کرا دے اور اسی قلعہ کو اپنا صدر مقام بنائے۔

افسر کمانیر۔ وزیر جنگ کی تاکید اکید ہی کہ یہ قلعہ ہمارے ہی قبضے مین رہے اگر غنیم اس قلعے پر قابض ہو گیا تو ہمارے حق مین اچھا نہین ہی۔ یہ قلعہ یورپین ٹرکی کی کنجی ہی۔ لہذا ہماری سپاہ کو اُسکی حفاظت مین مردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

ایک افسر۔ وزیر جنگ کے پاس خط کتابت جاری ہی یا نہین۔

کمانیر۔ برابر راستہ جاری ہی۔

افسر۔ تو بیشک ہماری کامیابی مین شک نہین۔

کمانیر۔ مگر ہماری فوج کمکی اگر آ جائے تو ہم کو کوئی ہٹا نہ سکے۔

افسر۔ وزیر جنگ کو لکھیے۔ سپہ سالار کو لکھیے۔

کمانیر۔ لکھ چکا ہون۔ فوج کمکی بہت جلد آنے والی ہی۔

میان آزاد کو جو معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ تک خط کتابت اور آمد و رفت جاری ہی تو اُنھون نے حسن آرا کے نام خط لکھا۔

میدان جنگ۔ قلعۂ معلی۔ جولائی ۷۔ ۱۸۷۷ء

جان آزاد۔ اب میدان کارزار ہی اور یلان روم کی شمشیر آبدار۔ اب جنگ اور توپ تفنگ سے کام ہی جس وقت صف جنگ مین ظلم کے سامنے جاتا ہون یہ خیال کہ سرخرو ہونے مین تمھارے ساتھ نکاح ہوگا آتش جوانمردی کو اور بھی مشتعل کرتا ہی۔ خدا کرے میری آرزو بر آئے آمین۔

اب یہان کا حال سُنو۔ روس اور روم کے درمیان مین ایک دریاے زخار ہی۔ ڈینیوب۔ یہ دریا دریاے گنگ سے بڑا ہی سا اور اسکے کنارون پر بڑے بڑے اور مشہور مشہور شہر واقع ہین۔ بارش کے سبب سے آجکل دریا بہت بڑھا ہوا ہی۔ روسیون نے سعی بلیغ کی کہ عبور کر آئین۔ مگر عرصے تک ناکام رہے۔

روس نے صوبۂ رومینیا سے جو روم کا ماتحت ہی سازش کر لی۔ جب ترکون کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اُنھون نے قصبۂ بکٹ واقع رومینیا پر قبضہ کر لیا۔ روسی شمالی کنارۂ دریا کی طرف بڑھتے گئے۔ یہانتک کہ ۱۸ مئی تک کوئی ڈیڑھ دو لاکھ آدمی جمع ہو گئے ترکون نے ایک جہاز جس کے ساتھ کشتیون پر توپین تعین ایک ٹاپو کی طرف بڑھایا اور ایسے مقام پر لنگر انداز ہوے کہ جنگل کی آڑ کے سبب سے روسیونکو اُنکا جہاز اچھی طرح نظر نہین آتا تھا۔ مگر تین سول البتہ درختون سے بھی اونچے تھے۔ اُنکے سبب سے روسیونکو معلوم ہو گیا۔ کہ ترک کمینگاہ مین ہین۔ روس کے گولہ اندازون نے چھوٹی چھوٹی توپون سے گولے اُتارنے شروع کیے۔ مگر ترکون کا بال بیکا نہوا۔ اُسکے بعد دو بڑی بڑی توپون سے گولے اُتارے۔ اُنھون نے چالاکی یہ کی کہ ایک بلند مقام سے گولے مارے آخر کار ایک گولا ہمارے جہاز پر پڑا اور میگزین کو اُڑا دیا جسوقت روسیون نے دیکھا کہ جہاز سے دھوان اُٹھا تو نعرۂ خوشی بلند کیا۔

اس قدر میان آزاد لکھ چکے تھے کہ ایک افسر نے آن کر پوچھا کیا لکھ رہے ہو۔

آزاد۔ ایک خط لکھتا ہون۔

افسر۔ (مُسکرا کر) کسی معشوق کے نام۔

آزاد۔ (ہنسکر) ہان ہی تو معشوق کے نام۔

افسر۔ تو پھر ہم اس وقت باتین نہ کرین گے۔ دل لگا کر لکھیے۔

جب جہاز ڈوبنے لگا تو روسیون نے دو چھوٹی چھوٹی کشتیان بھیجین۔ اُنھون نے نشان لے لیا۔ ترکون کے جہاز پر کوئی سوا دو سو آدمیون کے قریب تھے جس مین سے پانچ چھ آدمی بچ نکلے۔

ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ روسی اِس فتح سے بہت ہی خوش ہوئے۔ ٹوپیان اُچھلنے لگین۔ سپاہی افسرون اور افسر سپاہیون کے گلے ملنے لگے۔ کچھ دن کا عرصہ ہوا کہ روس اور روم کے جہاز ایک دوسرے کے مقابل لنگر انداز تھے۔ جب ترکون کو معلوم ہوا کہ شب کو روسیون کا جہاز بھی آگیا ہی اور تاریکی کے سبب سے اُنکو مطلق نظر نہین آیا تو قصد کیا کہ وہان سے چلین۔ پو پھٹتے ہی چلے مگر روسی جہاز نے تعاقب کیا۔ اب سُنیے کہ ایک مقام پر روسیون نے آلۂ تارپیڈو چھوڑا۔ تم نے اِسکا نام بھی نہ سُنا ہوگا یہ بڑا مہیب آلہ ہی۔ اِسکے ذریعہ سے جہاز فوراً پھٹ کر تہ آب بیٹھ جاتا ہی یہ آلہ پانی کے اندر جا کر جہاز کے نیچے پھٹتا ہی اور نیچے ہی سے جہاز کو اُڑا دیتا ہی۔ ترکون کو معلوم ہوگیا کہ غنیم نے تارپیڈو چھوڑا ہی اُنھون نے بھی ایک تارپیڈو چھوڑا اور وسط مین دونون باہم ٹکرائے اور سرد ہو گئے۔ جب روسیون کو معلوم ہوا کہ ترکون نے جواب ترکی بہ ترکی دیا تو سخت خفیف ہوے۔ اب سُنیے کہ ترکون کے جہاز کا کپتان ایک بڑے اونچے مستول پر جا کر کھڑا ہوا۔ روسیون نے اِسکی جرأت دیکھ کر گولہ مارا۔ کپتان نے سر کو ذرا ہٹا لیا گولہ دور جا کر دریا مین گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ روسی گولہ انداز جھلائے۔ پھر تاک کر دوسرا گولہ چلایا ترکی کپتان نے پھر سر ہٹا لیا اور نشانہ خالی گیا۔ اب روسی گولہ انداز سخت نادم ہوے جو گولہ انداز قادر انداز اور کامل فن تھا اُسنے بیڑا اُٹھا لیا کہ ابکی اگر کپتان اسی مقام پر کھڑا رہا تو اُڑا دونگا یہ کہکر گولہ اُتارا۔ اِس مرتبہ ترکی کپتان نے گولے کے قریب پہونچنے کے وقت تک ذرا بھی جنبش نہ کی اور اُس سے پچاس گز کے فاصلے پر گولہ پھٹا تب تو ترکون نے تالیان بجائین۔ نعرۂ خوشی بلند کیا اور ہمارے کپتان نے ٹوپی اُتار کر روسیون کو ٹوپی سے تین بار سلام کیا اور مستول سے اُترے۔ روسیون نے اس لائق افسر کی خود تعریف کی اور بہت ہی شرمندہ ہوے کہ اُنکے گولہ اندازون کے گولے نے تین بار نشانہ خطا کیا۔ روس اور روم اور جرمنی اور آسٹریا اور فرانس اور انگلستان کُل ملکون کے اخبار ہمارے کپتان کی تعریف مین عذب اللسان ہین ہوبرٹ پاشا جو صیغۂ جنگ بحری کے افسر ہین بڑے بڑے کارنمایان کر رہے ہین۔ گو روسیون کے پاس تارپیڈو کثرت سے ہین مگر ہوبرٹ پاشا نے اُنکی دال نہ گلنے دی۔

ترکون کے افسر اچھے نہین ہین میرا دل روتا ہی کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہین ہان ترکی سپاہیون کا ساری خدائی مین کوئی مقابلہ نہین کر سکتا جرأت مین اور استقلال مین بےنظیر ہمدردی مین لاجواب مصیبت برداشت کرنے مین عدیم السہیم خوشرو۔ گران ڈیل کرارے جوان جان جائے اور قدم پیچھے نہ ہٹیگا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ افسر اچھے نہین ملے دل روتا ہی خدا کی قسم دل روتا ہی۔ اور اگر ترکون نے خدانخواستہ شکست بھی پائی تو مین یہی کہونگا کہ ترکی سپاہی بسالت مین کسی قوم سے کم نہین ہین اسوقت میرا دل بھر آیا۔ مین لکھتا جاتا ہون اور روتا جاتا ہون کہ یا خدا اگر افسرون کی کاروائی اور بےپروائی

کا یہی حال ہے تو انجام کیا ہوتا ہے۔ خدا کرے افسر بھی
سپاہیوں کی طرح جان لڑا دیں۔ آمین آمین ثم آمین۔
ع۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔ روم کی سپاہ
پر روم کو ناز ہے مگر ؎

طاؤس را ز نقش و نگاشے کہ ہست خلق
تحسین کنند و او خجل از پای زشت خویش

جس وقت افسروں کی کارروائی پر نظر ڈالتا ہوں بے اختیار
رو دیتا ہوں اگر ترکی خدا نخواستہ شکست بھی پائیں تو
ساری خدائی میں کوئی یہ نہ کہہ سکیگا کہ ترک جری نہیں ہیں
کیا مجال ترکوں کی جرأت کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں
اگر ہم غنیم کے مقابلے میں دب بھی نکلیں تو رومی سپاہی
کی نظر روسی سپاہی کے سامنے نیچی ہوگی کیا طاقت۔ بلکہ
ہمارے ملک کے جوانمرد اور شیر دل سپاہی زبان حال سے
یہی کہیں گے کہ ؎

تمہاری تیغ کا منھ چڑھ کے لے لیا بوسہ
کبھی نہ آپ سے ہم دب کے بانکپن میں رہے

ماہ مئی کے شروع ہی میں کرپ کی توپیں مقام باسفورس پر
ہونی چاہیے تھیں مگر افسوس ہے کہ اسکی کسی نے فکر نہ کی۔
پھر دل جلے یا نہ جلے۔ جہاز اچھی حالت میں نہیں۔ مرمت
تک نہیں ہوئی۔ افسوس صد افسوس۔ اب فرمائیے سپاہ
بیچاری کیا کرے۔ ترکوں کو یہاں تک منظور ہے کہ تنخواہ نہ ملے
مگر آلات حرب تو درست ہوں۔ ہائے افسر لائق ہوتے تو
ترک تک روس کے چھکے چھوڑا دیتے۔ مگر افسروں کی لیاقت
ظاہر ہے۔ کسی بات کی پروا ہی نہیں اور سب سے زیادہ ستم
یہ ہے کہ رشوت کی گرم بازاری ہے۔ روسی رشوت دینے اور
سازش کرنے میں طاق ہیں خدا ہی خیر کرے لیکن ع بیدل
ہم ہنوز بہ بینیم چہ مشود ۔ ترکی میں بارہ بارہ برس کے
لڑکے ہتھیار اٹھانے کے لیے آمادہ ہیں اور ترک کسی بات
میں غنیم سے کم نہیں مگر افسروں کو کیا کریں۔ سپاہ کے
جوش و خروش وفاداری اور جانبازی کا ادنیٰ ثبوت
یہ ہے کہ جب کوئی افسر اچھی کارروائی کرتا ہے تو سوار اور پیادے
نماز کے وقت دعا مانگتے ہیں کہ بارخدایا اسکی عمر دراز ہو۔
اور اسی کی طرح کل افسر نیکنام اور فائز المرام ہوں۔ تین
مرتبہ دو دو ہزار سپاہیوں نے میرے قدم لیے ہیں اور کہا ہے
کہ آزاد پاشا ہم سب تمہارے درم ناخریدہ غلام ہیں کہ
تمنے فلاں میدان اور فلاں جنگ میں روم کی عزت رکھ لی
خدا ان جان نثاروں کو سرخرو کرے۔ آمین۔ ع
آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔

وزیر جنگ پر فرض تھا کہ افواج ترک متعینہ ایشیا کی
زیادہ خبرداری کرتے مگر وہ اپنی جگہ سے ہلتے تک نہیں اور
نہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ایشیائی ترکی میں جنگ کی حالت
کیا ہے۔ سپاہی ہاتھ جوڑ کر بہ منت و سماجت کہتے ہیں کہ ہم جان
بکف آئے ہیں اب ہم زندہ واپس جانا نہیں چاہتے ہماری
دلی آرزو یہی ہے کہ ہم لڑیں اور کٹ مریں اور غنیم سے میدان
جنگ میں دب کر نہ چلیں۔ مگر افسر اور ہی دھن میں ہیں۔
اور ہی ادھیڑ بن میں ہیں۔

افسروں کا یہ حال ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن اگر
کسی افسر فوج نے اچھی کارروائی کی تو اور افسر جل
مرتے ہیں۔ ہائے افسوس ہمدردی کا یہیں نام تک نہیں ہے
بے پروائی مزاج میں حد سے زیادہ ہے عاقبت اندیشی برائے

نام بھی نہین بعض مراد آفندی کے عمل پر کف افسوس ملتے ہین اور بد دلی سے کارروائی کرتے ہین بعض سلطان مبرور کا ابتک جنبہ کرتے ہین۔ حالانکہ اب وہ وقت ہی کہ چاہے مراد آفندی سلطان روم ہون چاہے عبد الحمید خان۔ فوج کو یکسان کارروائی کرنی چاہیے۔ اب باہمی رنجش کو بالاے طاق رکھنا لازم ہی۔ اب وہ وقت ہی کہ کل ترک ایک جان دو قالب ہوکر غنیم سے لڑین۔ یہ بات سپاہ مین تو ہے مگر افسرون مین مطلق نہین پائی جاتی۔ اعلیٰ افسر ادنیٰ افسر کے خلاف۔ ماتحت افسر کا دشمن پھر بات کیونکر بنے۔ خدا جانے یہ لوگ اس پھوٹ اور ناچاقی سے کیا کرینگے۔ ہاے افسوس واے افسوس۔

جرمنی مین بہت سے آدمی متفق ہوکر اس بات پر آمادہ ہوے کہ وزیر جنگ موقوف کر دیے جائین اور سلطان المعظم کے ایک رشتہ دار کا نام لیکر کہا کہ وہ بھی موقوفی کے قابل ہین۔ یہ لوگ یہان کے پارلمنٹ مین جو اس قسم کے ملکی مشورون کی اعلیٰ انجمن ہی جمع ہوے اور کہا کہ اگر ہماری درخواست کے بموجب کارروائی نہ ہوگی تو ہم بغاوت کرینگے سلطان المعظم نے انکی درخواست قبول کی اور نہین سے بعض کو گرفتار کرلیا۔ وجہ یہ کہ مقربان بارگاہ سلطانی نے سچا سچا حال نہین بتایا تھا۔ حالانکہ یہ درخواست قابل پذیرائی تھی۔

روس کی آبادی نو کروڑ ہے۔ روم کی آبادی تین کروڑ کے قریب ہی۔ تگنے کا فرق ہی۔ دونون سلطنتون مین روپیہ نہین ہی۔ دونون کی اندرونی حالت خراب ہی۔ رشوت کی دونون ملکون مین گرم بازاری ہی مگر ترک راست باز ہین تین پانچ نہین جانتے۔ روسی وعدہ خلاف اور عہد شکن ہین۔ ترکون نے جو کہا وہ کیا اور جو کیا وہ وعدے اور عہد کے موافق کیا۔ ترک ابتک نشے سے نفرت کرتے ہین درجۂ اول کے خوش مزاج اور پاکباز جنٹلمین ہین۔ انکی جرات کا ایک زمانہ معترف ہی اگر کوئی دق کرے یا چھیڑے تو آگ ہو جائین اور شیر کیطرح بپھر پڑین ورنہ انکی مہمان نوازی اور انسانیت مین ذرا فرق نہین۔

ایک لائق انگریز کی راے ہی کہ تمام عالم مین جانوران باربرداری کے ساتھ انسان اس رحمدلی اور سلوک کے ساتھ نہین پیش آتے جس قدر رحم دلی اور محبت کے ساتھ ترک پیش آتے ہین۔

ایک عیسائی پادری کے سامنے چند آدمیون نے کہا کہ ترک بڑے عیاش ہوتے ہین۔ پادری صاحب نے جوابدیا کہ با این ہمہ جن نیکیون کا ہمارے ملک مین زبانی داخلہ ہی انکا سچا برتاؤ ترکی ہی مین ہوتا ہی۔

ہان خوب یاد آیا ہی۔ مین تو روسیون کے ڈینیوب عبور کرنے کا حال بیان کرتا تھا۔ جب روسیون نے دیکھا کہ دریا کی طغیانی کم نہین ہوتی تو سخت پریشان ہوے۔ اس حالت مین پلون کا بنا نا محال تھا شمالی کنارۂ دریا پر روسی فوج بیکار پڑی تھی مگر اس سے روسیون کا فائدہ بھی ہوا۔ انھون نے اس عرصے مین خوب تیاری کر لی اور قس علی ہذا ترکون نے بھی تیاری کی طرفین کا فائدہ ہوا افسوس یہ ہی کہ ترکون کی کل کارروائیون سے روسی واقف ہوتے جاتے تھے مگر روسیون کی کارروائیان خفیہ رہتی تھین اس مقام پر پھر پھوٹ کے رونا آتا ہی۔ یہ افسرونکی غلطی اور سخت بے پروائی کا

نتیجہ ہی۔ سپاہی بیچارون کا کیا قصور۔ روسیون نے لاکھون آدمی دریا پر جمع کر دیے اور ترکون کے کانون کان خبر ہی نہین اگر رعایا کو خبر ہو جاتی تو وزیر جنگ اور بعض افسرون کو فوراً گرفتار کر لیتے کہ ہمارے ملک کی عزت تمھارے ہاتھ ہی اور تم غافل ہو مگر رعایا کو اس کی خبر ہی نہ تھی کہ روسی کیا کارروائی کر رہے ہین۔ سپاہی جان بکف آمادہ تھے کہ ٹرکی کے نام پر اپنا خون بہائین اور غنیم کو نیچا دکھائین مگر جب افسر ہی ویسے ہون۔ کتنی حسرت کی بات ہی۔

اس غفلت سے خدا سمجھے کہ روسی ڈنیوب کے کنارے قلعے بنائے جاتے تھے اور ترک ذرا بھی سکا دفع دخل نہین کرتے تھے آخرکار اُنکے بوٹ آنا شروع ہوے۔ پہلے بوٹ کے آدمی جب اُترے تو ترکون نے اُنکا مقابلہ کیا اتنے مین اور بوٹ آئے۔

اس جنگ کی نسبت سرکاری طور پر مشتہر ہوا ہی کہ روسیون کی جماعت کم تھی مگر وہ ایک ایسے مقام پر تھے جہان سے غنیم اُنپر گولے برساتا تھا اور وہ اُس آسانی سے روسیون کو نقصان نہین پہونچا سکتے تھے۔

معتبر طور پر معلوم ہوا ہی کہ ترکون نے اس جنگ مین روسیون کے دل پر اپنی بسالت کا نقش منقوش کر دیا روسی افسر خود معترف ہین کہ اُنھون نے باوصف تجربہ کاری تمام عمر مین ایسے جری لڑنے والے نہین دیکھے تھے۔ گولی پہ گولی کھاتے تھے اور دراتے ہوے چلے جاتے تھے۔

اس جنگ مین ترکون کے ساتھ سرکیشیا کی فوج بھی تھی۔ ان سوارون نے اعلیٰ درجے کی شجاعت کے ساتھ جنگ کی۔ لڑنے کے وقت ایسے خونخوار ہو جاتے تھے کہ الامان جو مشہور ہوا ہی کہ ترکون نے بڑے بڑے جبر کیے اس کی اصلیت یہ ہی کہ سرکیشیا کے باشندون کو روس سے جانی دشمنی ہی اُنکو خوب یاد ہی کہ روسیون نے اُنپر سخت ظلم کیے تھے لہٰذا جب کبھی روسی میدان جنگ مین زخمی ہوتے تھے سرکیشیا کے سوار فوراً گھوڑون سے اُترکر اُنکی ناک اور کان کاٹ لیتے تھے۔

میدان جنگ مین جو کچھ کارروائی مین نے کی اُسکا بیان شاید شیخی پر محمول ہو۔ مگر اسقدر مین ضرور لکھونگا کہ جب اس قلعے مین جسمین بیٹھکر مین یہ خط لکھ رہا ہون۔ روسی فوج مقیم تھی اور جب تین طرف سے ترک اس قلعے کا محاصرہ کیے ہوے تھے اور دونون طرف سے تفنگ آتش فشانی کرتی تھی تو تمھارا پیارا آزاد جان پر کھیل کر صرف پانچ سو سوارون کو ساتھ لیکر قلعے کے اندر گیا تھا۔ جب روسیون کا ایک کالم رات کے وقت دفعتہً جنگل کے ایک کونے سے ہماری فوج پر حملہ آور ہوا تھا تو تمھارا پیارا آزاد ہی اُسکے مقابلے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اور غنیم کو شکست فاش دی تھی۔ نازک نازک وقتون مین جبکہ غنیم کی خبر لانا اور اُسکی نقل و حرکت کا حال دریافت کرنا نہایت ہی جرأت کا کام تھا۔ آزاد ہی صرف دس بارہ سوار لیکر جاتا تھا اور خبر لاتا تھا۔ آزاد نے روسی افسر رسالہ سے دست بدست جنگ کی اور اُسکو زخمی کر کے اپنے سوارون کو بچایا اور اپنی فوج کو روسیون کی نقل و حرکت سے اطلاع دی۔ سہ

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

میرے سمند بسالت پر یہ خیال تازیانے کا کام کرتا ہی کہ اگر اسی طرح مین کامیاب اور سرخرو رہا تو ایک روز حسن آرا بیگم

پیاری حسن آرا آزاد کی چاہیتی بیوی ہونگی جو کسی کو اس وقت یہ معلوم ہو جائے کہ تمنے اس اقرار سے مجھے ترکی بھیجا ہی کہ سرخرو آؤں اور ترکون کیطرف سے مورچے پر جاؤں اور پھر تمھارے ساتھ نکاح ہو تو تمکو ضرور ہنسے کیونکہ ہندوستان کی رسوم کے خلاف ہی مگر تمنے مجھے جس غرض سے بھیجا ہی وہ تمھاری حمیت پر دال ہی۔ کوئی شریف زادہ تم پر حرف نہین رکھ سکتا ع ہمہ عالم گواہ عصمت اوست۔ تمھاری پاکبازی اور پاکدامنی کا حال خدا خوب جانتا ہی۔ مجھے ہر دم یہی خیال رہتا ہی کہ خدا جانے میری جدائی سے تم پر کیا گذرتا ہوگا مگر استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا۔ صبر عجب نعمت ہی۔ ع صبر تلخ ست ولیکن بر شیرین دارد۔ سہ

لتنے مزے کا غم ہی امید وصال مین
رل مل کے رہ گئی ہی خوشی بھی ملال مین

خدا چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مگر وصال ضرور ہو۔ اس جان ناتوان پر لاکھون مصیبتین پڑین سب جھیل لونگا۔ مگر ایک نظر اپنے معشوق پری پیکر کو ضرور دیکھ لون اور کوئی آرزو بر آئے یا نہین مگر یہ مراد ضرور پوری ہو۔ آمین۔ سہ

ایک دنیا ہو نہ ہو پروا نہین مطلق ہمین
مین ہون یارب اور مرا معشوق رشک ماہ ہو

اب وعدہ وفائی آپ کے ہاتھ ہی۔ ہم تو صرف قول کے موافق یہان چلے آئے اور اترا رہے ہین کہ وعدہ ضرور وفا ہوگا۔ سہ

وعدے پہ کل کے آج قسم کھائے جاتے ہین
ہم ہین کہ اُنکی بات پہ اترائے جاتے ہین

قاصد بشارت رسان اس خط کا جواب لائے تو ہمارے ہان عید ہو جائے۔ ہم تو جان کو ہتھیلی پر لیکر آئے ہین اگر معشوق کی خیر و عافیت کی خبر سنین تو نخل جان کو تازگی پہونچے ورنہ جان کچھ دن کی مہمان ہی۔ سوچ لیے ہین کہ مرنا برحق ہی۔ پھر جوانمردی ہی سے کیون نہ جان دین جسکو دل دیا اُسکے حکم سے جان دینے بھی آئے دل بھی تمھارا۔ جان بھی تمھاری ملکیت ہی۔ اسکو نادان عزیز رکھتے ہین۔ سہ

زمنجنیق فلک سنگ فتنہ مے بارد
من ابلہانہ گریزم بہ آبگینہ حصار

اگر گولی لگی تو یہی لباس کفن ہوگا زمین تابوت اور بسالت نوحہ خوان یہی کافی ہی۔ سہ

منم آن سیر زجان گشتہ کہ با تیغ و کفن
بدر خانۂ جلاد غزل خوان رفتم

خدا کی خدائی مین بس ایک آرزو ہی تو یہ ہی کہ وصال جانانہ کوئی مصر کی شاہی بھی دے تو تمھاری گلی چھوڑ کر نہ جاؤن ہرگز نہ جاؤن وہان یہ لطف کہان۔ سہ

آئین رضوان بھی جو لینے تو نہ جاؤن سوے خلد
ٹھن گیا کوچۂ جانان کا ارادہ دل مین

خدا نہ کرے کہ میرے دل کی آرزو کشتہ ہو۔ پیاری سپہر آرا کو یہ خط حرف بحرف پڑھا دینا۔ میری روانگی کے وقت اُس بیچاری کی عجب حالت تھی۔ ہاے وہ رونا اور تم کو سمجھانا کہ باجی جان آزاد کو اتنی دور کیون بھیجتی ہو جسوقت یاد آتا ہی گھنٹون رویا کرتا ہون عید کا دن بڑی مصیبت مین گذرا۔ اب ہماری عید تو اُسی دن ہوگی جس دن زلف مشک ریز و گیسوے نافہ بیز کی بوے عنبر نثار سے ہمارا

دماغ رشک طبلۂ عطار ہوگا۔ دست نگارین ہاتھ مین اور روے
تابان مقابل مین بغیر رنج کے خوشی حاصل ہی نہین ہوتی جبتک
درد نہین ہوتا آرام کا مزا انسان نہین جانتا۔ عرفی

ای متاع درد در بازار جان انداختہ
گوہر ہر سود در جیب زیان انداختہ

یہان کے افسر مجھسے بہت خوش ہین زیر جنگ مداح
افسر اعلیٰ میرا دم بھرتے ہین۔
خوجی مسخرے کو مین قسطنطنیہ ہی مین چھوڑ آیا ہون
لیکن اگر قلعے مین جیتا ہوا تو بلا لونگا۔
عدم رسی خط کی شکایت تو ضرور کرتی ہوگی مگر۔ ؎

تو ای کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

میدان جنگ سے کیونکر خط بھیجون بعض بعض مقامون
پر اتنک رستہ بند تھا۔ آمد و رفت محال تھی۔ یہان سے
یہ خط قسطنطنیہ جائیگا۔ اور وہان سے ہندوستان تمھارے
پاس عرصے مین پہونچیگا۔
سپہر آرا کو دلاسا دیا کرو۔ ع

ابھی کم سن ہین کسی بات کا کچھ ہوش نہین

اس خط کا جواب اس پتہ سے بھیجنا۔ قسطنطنیہ روم
کوٹھی ہرمزجی بھائی نزد آزاد پاشا برسد۔
نومید مہجور از وطن دور۔ آزاد۔
یہ خط لکھکر میان آزاد قلعے مین ادھر ادھر سیر کرنے لگے
دو چار افسر انکے ہمراہ تھے۔
آزاد۔ خالی خولی بیٹھنا تو اچھا نہین معلوم ہوتا تھا۔
علیقو۔ ہان بس اب تو جنگ سر پر سوار ہی۔
ریاض پاشا۔ کل افعال قبیحہ سے توبہ کی اب توبہ کرکے
مرنے جاتے ہین مگر۔ ؎

توبہ پہ معصیت کی بھروسا نہین ریاض
ہم حوصلہ پہ عفو کے اترائے جاتے ہین

آزاد۔ تو مغفرت تو ہو جائیگی۔
علیقو۔ اس جنگ مین شہید ہون تو بال بال کی مغفرت
ہو جائے۔
آزاد۔ بچنے کی اُمید تو بہت کم ہی۔
ریاض۔ سپاہی کو ہر دم کفن بدوش رہنا چاہیے اور
ہم اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہین۔ اب دُنیا ہی کو چھوڑ دیا
دنیا کی کوئی بات پسند نہ آئی عاقبت کے لئے توشہ ہمارے
پاس موجود ہی اور اگر جنگ مین گئی جان تو ہمارے
دلی ہونے مین شک نہین۔ برسون سے دنیا چھوڑے
بیٹھے ہین۔ ؎

ہم سے ریاض ہونگے ولایت مآب کم
کافر ہو شک جو لائے ہمارے کمال مین

آزاد۔ ملکی فوج آئے تو ہم یہان سے ٹل نہ سکین۔
محمد پاشا۔ ہمکو تو یہ قلعہ پھاڑے کھاتا ہی۔
علیقو۔ قس علی ہذا۔
آزاد۔ افسوس ہی کہ اُس کالم کے ساتھ ہم نہ بھیجے گئے۔
محمد پاشا۔ چلیے شکار کھیلین۔

دھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان | تھا اپنے ہی سمجھ مین وہ سنسان

بے وقت وہ راگ خوش نہ آیا
بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

اُٹھے اور دریافت کیا کہ ڈاک لیکر کون لوگ جائینگے

اُنسے جاکر کہا کہ بھائی واسطے خدا کے ذرا حفاظت سے ڈاک لیجانا۔ ہاے لگی بھی کیا بُری ہوتی ہی۔

سوار۔ بہت حفاظت سے لیجائینگے۔ کیا حضور کا بھی کوئی خط ہی۔

آزاد۔ ہان بڑا ضروری خط ہی۔

سوار۔ آپ خاطر جمع رکھیے راستہ صاف ہی۔

آزاد۔ ہان راستہ تو صاف ہی۔

میان آزاد قلعے کے ایک برج پر جاکر دوربین سے جنگل کو دیکھنے لگے دیکھا کہ جو طرف میدان ہی اور جانب جنوب ترکی فوج مقیم ہی۔ قلعے کے ایک سمت دریا لہرین مارتا ہی سوچے کہ چل کے بوٹ پر سوار ہون اور دو گھڑی دل بہلائین۔ دو چار آدمیون کو ساتھ لیا اور چلے۔ ایک بوٹ پر سوار ہوے۔ دریا کی روانی کے مزے اُڑاتے چلے جاتے تھے کہ دفعۃً گرد نمودار ہوئی۔

آزاد۔ یہ گرد کیسی ہی۔

مانجھی۔ کیا روسی تو نہین آگئے۔

آزاد۔ لاحول ولاقوۃ۔

مانجھی۔ مگر گرد زیادہ نہین ہی۔

سوار۔ دس سے زیادہ آدمی نہین ہین۔

مانجھی۔ معلوم ہوا جاتا ہی۔

آزاد۔ ہان ہین تو سوار مگر کم۔

سوار۔ چھ بندوقین ہم لوگون کے پاس ہین اور سب بھری ہین اگر روسی ہوے اور اُنھون نے بندوق سر کی تو ہم بھی گولی چلائینگے۔ مگر روسیون کو جرأت کیونکر ہوئی کہ بیدھڑک قلعے کے قریب چلے آتے اور پھر گرد آوری کے سوار اُنکو نہ دیکھتے۔ یہ صرف شک ہی شک ہی۔ روسی دوسی نہین ہین۔

آزاد۔ روسی گولی چلائین تو جان جانے کی پروا نہین مگر خرابی یہ ہی کہ بلا کارنمایان کیے ہوے جان جائیگی اگر کسی بڑی جنگ مین قتل ہون اور شمشیر جرأت کے کچھ جوہر دکھائین تو مضائقہ نہین۔ دل کا حوصلہ تو نکلے یہ کیا کہ کشتی پر دس بارہ آدمی سیر دریا کر رہے ہین اور گولی پڑی چلیے لوٹ گئے۔ خدا کرے روسی نہون آ دُکنارے پر اُتر رہین۔

اسنے مین ترکون نے قلعہ کے برج سے کہا (فوج آگئی) فوج آگئی آزاد نے کہا لو فوج کمکی آگئی۔ برج والے دوربین سے دیکھ رہے ہین معلوم ہوتا ہی ہماری ہی فوج ہی۔ ورنہ اب تک ہل چل مچ گئی ہوتی۔

ایک سوار نے اشارے سے اہل برج سے دریافت کیا کہ کیا ہماری فوج کمکی آگئی اُسنے اشارے سے کہا ہان اور پندرہ بیس آدمیون نے نعرۂ خوشی بلند کیا۔ ادھر بوٹ پر سے لوگون نے مارے خوشی کے غل مچایا۔ میان آزاد نے حکم دیا کہ کشتی کنارے لگاؤ مانجھی نے فوراً تعمیل حکم کی۔ آزاد نے ایک سوار کو بھجوایا کہ خبر لاؤ۔ سوار نے قلعے کے اندر جاکر دیکھا چھ بیس سوار آئے ہین کل حال پوچھا اور کشتی کی طرف واپس چلا۔ آزاد سے یون حال بیان کیا۔

سوار۔ حضور کمکی فوج یہان سے ایک میل پر آگئی ہی۔ آج تھکی ہی کل تک یہان پہنچ جائیگی۔ گرد آوری کے سوار اطلاع کے لیے آئے ہین افسر کمانیر نے اُسی وقت اُس کالم کو بھی اطلاع دی ہی جو قلعہ کے باہر ہی۔

آزاد۔ کتنے آدمی ہین۔ ہین کوئی پانچ چھ ہزار۔

سوار۔ یہ تو نہین پوچھا۔ دریافت کر آؤن لپک کے۔

آزاد نہین کچھ ضرورت نہین (ماجھی سے) چلو جنگل کے رخ۔

ماجھی۔ بہت خوب خداوند۔ اسوقت جنگل ہی کے چلنے کی بہار ہی دریا گھوم گھام کر چکر کھاتا ہوا گیا ہی اور بعض بعض مقامون پر اونچے نیچے درختون کے سایے سے دریا بالکل تیرہ و تار ہی گھنے درختون نے بالکل تاریک کر دیا ہی۔

آزاد۔ بس ایسے مقام سے ہم بہت خوش ہوتے ہین۔

ماجھی۔ حضور ضرور چلیے اور روز چلا کیجیے بس کوئی چار گھڑی دن رہے چلا کیجیے۔ بڑی سیر ہوتی ہی۔ بس ادھر اُدھر شکار کیجیے۔ اور بھون بھون کے گوشت کھائیے۔ آجکل شکار کی بہار ہی۔

آزاد۔ یہ ندی کس دریا سے ملی ہی؟

ماجھی۔ دریاے ڈینیوب سے ملی ہی یہان سے دو کوس کے بعد اسکا پاٹ اور بھی چوڑا ہی۔

آزاد۔ یہان پر تو بالکل ذرا سا پاٹ ہی۔

ماجھی۔ دیکھیے سامنے ہی کے جنگل مین شکار کے لیے وزیر اور سلطان آتے جایا کرتے تھے۔

اب اُس مقام پر پہونچے جہان اشجار رفیع دریا کے دورویہ اسقدر گھنے تھے کہ دریا کا پانی اُن کے سایے کے سبب سے بالکل سیاہ نظر آتا تھا اور جابجا کنارے کے نشیب و فراز اور دریا کا چکر کھا کر بہنا اور درختون پر طیور خوشنوا کا جھرمٹ عجب لطف دکھاتا ہی میان آزاد نے ایک بندوق ماد ہوائی سر کی تو آواز تمام جنگل مین گونجنے لگی ریاض پاشا اور محمد پاشا وغیرہ جو شکار کھیلنے گئے تھے بندوق کی آواز سنکر متحیر ہوے اُنکی بندوقونکی آواز یہ لوگ سنتے تھے مگر انکو معلوم تھا کہ شکار کھیلنے گئے ہین۔

ریاض۔ یہ بندوق کیسی دغی۔ اور آواز دریا کے رُخ آئی ہی۔

محمد۔ ہان بیشک آئی تو اسی طرف سے۔

سوار۔ مین جاکر دیکھتا ہون۔ شاید کسی گانون والے نے سر کی ہو۔

ریاض۔ دو تین آدمی ساتھ جاکر دیکھین۔

محمد۔ ابھی کوئی ہمارے ہی لشکر کا ہوگا۔

ریاض۔ تو اس طرف سے آواز کیونکر آئی۔

اتنے مین میان آزاد نے پھر گولی چلائی۔ اب ریاض پاشا متوحش ہوے جتنے آدمی اُنکے ساتھ موجود تھے سب سے کہا کہ بندوقین بھرلو اور دو سوارون کو حکم دیا کہ جسطرف سے گولی کی آواز آئی ادھر جاکر دیکھو کون ہی۔

سوار۔ اگر وہ ہمپر گولی چلائین تو ہم جواب دین یا نہ دین۔

ریاض۔ بیشک جواب دو۔ مگر ہمکو بھی اطلاع ہونی چاہیے۔

سوار۔ ایک آدمی دوڑا دینگے۔

یہ کہکر سوار اس طرف چلا۔ میان آزاد نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ جب سے ہم نے گولی چلائی ادھر سے ایک گولی کی بھی آواز نہ آئی۔ معلوم ہوتا ہے وہ لوگ خائف ہو گئے شاید سمجھے ہون کہ غنیم کمین گاہ مین تھا ورنہ وجہ کیا کہ بندوق کی آواز نہ آئی اتنے مین تین ترکی سوارون نے کشتی دیکھی۔

ایک سوار۔ یہ تو ہمارے ہی لشکر کے ہین۔

دوسرا سوار۔ ہان ہان وہ آزاد پاشا بیٹھے ہین۔

تیسرا سوار۔ بندوق بھی انکے ہاتھ مین ہی۔

ادھر میان آزاد اور اُنکے ساتھیون نے ان سوارون کو دیکھا جب کشتی کے قریب آئے تو ایک سوار نے کہا کہ ادھر آپ نے گولیان چلائین اور اُدھر ہم لوگ متحیر ہوے کہ یا الٰہی یہ کون ہی۔

الغرض آزاد پاشا اور ریاض پاشا کشتی پر سوار ہوے اور قلعہ مین داخل ہوکر ٹکی فوج سے حالات دریافت کرنے لگے۔

ٹکی فوج کے ایک افسر رسالہ نظام پاشا نے یون بیان کیا۔

نظام پاشا۔ جب دریاے ڈینیوب سے روسی اس طرف عبور کر آئے تو مقام نکوپولس مین جنگ ہوئی۔ روسی اور اہل رومینیا دونون ملکر ترکون کی فوج پر گولے برسا رہے تھے۔ ایک مقام سے ترکون کو ہٹ آنا پڑا مگر اس عجلت سے کہ کسی قدر سامان رسد وغیرہ وہین چھوٹ گیا اور روسیون نے اُسپر قبضہ کرلیا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی اور عرصہ دراز تک توپون کی آواز سے میدان گونج رہا تھا۔ اس جنگ مین روسیون اور رومینیا کی فوج کے بہت سے آدمی مقتول ہوے۔ کئی ہزار آدمی کام آئے وجہ اسکی یہ تھی کہ ترکون نے اس مقام پر خوب ہی مقابلہ کیا سوار اس بسالت سے لڑے کہ باید و شاید اور فوج پیادہ نے بھی وہ کام کیا کہ روسیون کے چھکے چھڑا دیے۔

آزاد۔ الحمد للہ۔ شکر خدا۔

ریاض۔ جنگ نکوپولس ہمارے اہل وطن کی جرأت کا نمونہ ہی۔

علیقو۔ ابھی دیکھتے جائیے۔

سوار۔ خون کی ندیان بہینگی۔

ریاض۔ پھر جنگ کا تو قاعدہ یہی ہی۔

سوار۔ جنگ کریمیا کے وقت ہمارا سن کوئی اُنیس برس کا تھا۔ ہمین طرفین کی کارروائی کا حال بخوبی یاد ہی۔

ریاض۔ نکوپولس کی جنگ کا اچھا انجام نہوا۔

نظام۔ کئی گھنٹے تک جنگ رہی۔ دونون طرف سے آگ برستی تھی مگر روسیون کی جماعت زیادہ تھی ترک کم تھے۔ گو مقابلہ تو ایسا کیا کہ روسی فوج آج تک مداح ہے مگر ایک کی دوا دو۔ دس آدمی کہین سَو کا مقابلہ کر سکتے ہین۔

آزاد۔ فوج مین اسقدر کمی و زیادتی قیامت ہی۔ ترک کہان تک لڑے۔ ہان اگر بیرونی مدد پہونچتی تو روسی تماشہ دیکھ لیتے۔ چھکے چھوٹ جاتے پھر ایک تدبیر کارگر نہوتی۔

نظام۔ جب ترکون نے دیکھا کہ فوج روس کی جماعت بہت زیادہ ہی تو قلعے مین چلے گئے مگر انکے کالم نے روس کی اس فوج پر حملہ کیا جو آگے بڑھی ہوئی تھی روسی گھبرا گئے اور قریب تھا کہ بھاگین مگر رومینیا کی فوج نے بلند مقامون سے باڑھ ماری۔ اب فرمائیے فوج ایک کالم سے لڑے یا دو کالمون سے اور پھر ایسی حالت مین کہ وہ دونون کالم جماعت مین زیادہ ہون بڑا نازک وقت تھا۔ ترکون نے رات کو قلعہ خالی کردیا۔ اور مقتضاے مصلحت بھی یہی تھا ورنہ دوسرے روز روسی محاصرہ کرکے داخل ہو جاتے۔

آزاد۔ قلعے کی رسد تو نہین رہ گئی تھی۔

نظام۔ نہین ترکون نے قلعہ خالی کرنیکے قبل کل سامان کو جلا دیا اور خاص خاص عمارتین بھی سوختہ کر دین۔

ایسے کچھ تھوڑا ہی ہین۔ مگر ان کارروائیون مین صرف سوار اور سپاہی قابل تعریف ہین۔ افسرون نے جنگی امور کی لیاقت مطلق نہین ظاہر کی۔ ایک زمانہ یہی کہتا ہی۔

ریاض۔ کچھ آدمی قید بھی تو ہوگئے۔

نظام۔ ہان مگر ترکون کی جنبیت کے سبب سے قید نہین ہوے سبب صرف یہ تھا کہ افسرون نے عاقبت اندیشی سے کام نہین لیا۔

ریاض۔ افسوس صد افسوس۔

آزاد۔ بس یہی تو رونا ہی۔

نظام۔ قسطنطنیہ مین ایک ایک بچہ جان بکف ہی۔

آزاد۔ یاخدا یہی جوش افسرون مین بھی آجائے۔

نظام۔ اگر افسر لیاقت سے کام کرتے تو تکوپولس اسقدر جلد خالی نہونے پاتا۔ ترک جس جوانمردی سے لڑتے ہین اُسکا حال کوئی غنیم سے پوچھے۔ خود روسیون کی مراسلت سے یہ ظاہر ہی۔ اگر افسران ترک کی رگ حمیت بھی مثل سپاہ جوش زن ہوتی تو تکوپولس اور سٹوا کے درمیان مین آمدورفت بند کردیتے اور پھر روسیون کے کرتے دھرتے ایک نہ بن پڑتی۔ کوئی ایسی تدبیر کرتے کہ پُل شکست ہوجاتا۔

ریاض۔ ایشیائی ترکی مین ابھی اچھی کارروائی ہورہی ہی۔

نظام۔ وہان ابھی تک ہم کسی قدر غالب ہین۔ روسی دور تک بڑھ آئے تھے مگر بے تکے پن کے ساتھ۔ اب وہ ہٹا دیے گئے اور خود اُنکے ایک صوبہ مین پھوٹ پڑ گئی ہی۔

نظام پاشا نے کل حالات مفصل بیان کیے۔ شب کو کوئی دو بجے کے وقت گرد آوری کے سوارون نے آنکر افسر کمانیر کو اطلاع دی کہ جو کالم باہر بھیجا گیا تھا اُس سے روس کے ایک کالم سے چھیڑ ہوگئی اور ہماری فوج کو مدد کی بڑی ضرورت ہی۔ افسر کمانیر نے اُسی وقت حکم دیا کہ فوج فوراً تیار ہو۔ حکم پاتے ہی سوارون اور پیادون اور افسرون نے تیاری کی ادھر بگل بجا ادھر فوج جھٹ پٹ تیار ہوگئی اور قاعدے کے موافق پرے جمائے ہوے قلعے سے چلی۔ افسر کمانیر بھی ساتھ ہوے۔ آزاد پاشا بھی اس فوج کے ساتھ تھے۔ راستہ مین انھین خیال تھا تو صرف اسقدر تھا کہ اُنکا خط حسن آرا بیگم کے پاس پہونچ جائے مدت سے کوئی خط نہین بھیجا ہی۔ وہ بیچاری خدا جانے اِس کوتاہ قلمی کو کس امر پر محمول کرتی ہونگی دل مین طرح طرح کے خیالات بد راہ پاتے ہونگے۔ کبھی کہتی ہونگی کہ آزاد ہمکو بھول گئے ہون کبھی سوچتی ہونگی کہ شاید لڑائی مین قتل کیے گئے ہون کبھی خیال کرتی ہونگی کہ شاید فوج مین کوئی عہدہ نہ ملا ہو یا خدا میرا خط جلد پہونچا دے ایسا نہو کہ راستہ مین ڈاک لٹ جائے یا کوئی اور حادثہ ہو اور خط وہان تک نہ پہونچے۔ ع

لیے جاتا ہی نامۂ بیکس ۔ بال بیکا نہو کبوتر کا

پانچ میل پر فوج کمکی اُس کالم سے ملی۔ معلوم ہوا کہ روسیون کا مورچہ سامنے ہی۔ روسیون نے چار گولے چلائے ترکون نے بھی جوابدیا مگر پھر گولہ اندازی موقوف ہوگئی فوج ایک گانون کے قریب ٹھہری تھی یہان آزاد نے دیکھا کہ ایک ہسندی اِس گانون کے ایک درخت کے سایے مین بیٹھا ہوا

حقہ پی رہا ہے۔ قریب جا کر غور سے دیکھا تو گھٹنا اور کرتا اور انگرکھا اور چوگوشیہ ٹوپی اور چڑھواں مخملی جوتا۔ پوچھا آپ ہندوستان مین رہتے ہین اُس شخص نے مسکرا کر کہا جی ہان۔

آزاد۔ کس شہر مین دولتخانہ ہے خان صاحب۔

خان۔ آپ تو خوب پہچان گئے کہ خانصاحب ہین مین رام پور مین رہتا ہون۔

آزاد۔ یہان کس تقریب سے آنا ہوا۔

خان۔ ایک صاحب کو پڑھاتا ہون۔ اُنھین کے ساتھ چلا آیا۔

آزاد۔ تو میدان جنگ مین آپ کیونکر آئے۔

خان۔ وہ ایک اخبار کے نامہ نگار ہین۔

آزاد۔ ہندوستان کی کوئی خبر کہیے۔

خان۔ ہندوستان مین آج کل گھر گھر یہی ذکر ہے کہ میان آزاد نامے ایک صاحب حسب بتقضائے حمیت اسلام ترکی گئے ہین اور وہان شریک جنگ ہوے ہین۔ اگر سرخرو واپس آئینگے تو ایک نوجوان بیگم اُنکو عقد نکاح مین لائینگی۔ میان آزاد کی چوطرفہ دھوم ہے چھوٹے بڑے سب مداح ہین اور واللہ ہم تو اُن بیگم صاحب کی حمیت کے قائل ہین آفرین۔

آزاد۔ وہ بیگم کون ہین۔

خان۔ حسن آرا نام ہے۔

آزاد۔ خوبصورت ہونگی۔

خان۔ ہمنے تو اُنکے حسن و جمال کی بڑی تعریف سُنی ہے اور حسینہ نہوتین تو میان آزاد یہ زحمت کیون اُٹھاتے۔ حسن بھی عجب نعمت خداداد ہے۔

آزاد۔ ہمنے آزاد کا ذکر یہان نہین سُنا۔

خان۔ ہمنے سُنا کہ کسی شخص نے اُن بیگم صاحب سے جا کر جڑ دی تھی کہ میان آزاد نے ترکی مین ایک سائیس کو قتل کر ڈالا اور سائیسن سے شادی کر لی۔ تو بیگم صاحب کی حالت کمال ردی ہو گئی اور اس درجہ صدمہ قلب پر پہونچا کہ نبض ساقط ہو گئی۔ آدھ گھنٹے کامل لوگون کو شک کے عوض یقین تھا کہ خدانخواستہ چل بسین۔ اعزا و اقربا نے زار زار رونا شروع کیا شہر بھر مین خبر مشہور ہو گئی کہ حسن آرا بیگم راہگرائے خلد ہوئین۔

گو میان آزاد ضعیف الاعتقاد نہ تھے مگر اس فقرے پر بیساختہ اُنکی زبان سے نکل گیا کہ (خدا نہ کرے) اور یہ حال سُنکر آبدیدہ ہو گئے۔ خانصاحب نے کہا آپ کی آنکھون سے کیون آنسو نکلے۔ آزاد نے بات ٹالنے کے لیے کہا۔ یون ہی۔ غم کا بیان سُنکر مجھے رونا آتا ہے اس مین جسکا ذکر ہو۔

خان۔ لوگ تجہیز و تکفین کی فکر مین تھے۔

آزاد۔ (رو کر) افسوس۔

خان۔ اُنکے بہنوئی ایک نواب صاحب ہین وہ فوراً ڈاکٹر صاحب کو بُلا لائے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ابھی جان باقی ہے معاً دوا پلائی گئی۔ چند منٹ کے بعد بیگم نے آنکھین کھول دین تو خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

آزاد۔ شکر ہے شکر ہے۔

خان۔ سُنا کوئی اُنکے اعزہ مین سے ہین وہ چاہتے ہین کہ اُنھین کے ساتھ نکاح ہو اور حسن آرا کہتی ہین کہ شادی ہوگی

تو آزاد کے ساتھ یا عمر بھر کنواری ہی رہونگی حشر تک شادی ہی نہ کرونگی۔

آزاد۔ آفرین صد آفرین۔

خان۔ تو اُس عزیز نے ایک اخبار مین یہ جھوٹی خبر چھپوا دی تھی کہ آزاد نے سائیس کی جورو کو گھر مین ڈال لیا ہی بس حسن آرا ضبط نہ کر سکین۔

آزاد۔ اُس مردک کا نام بھی معلوم ہی آپ کو؟

خان۔ جی نہین۔ نام تو نہین سُنا۔

آزاد۔ کیسے کیسے بے ایمان دنیا مین ہین۔

خان۔ مگر وہ آزاد ہی کا دم بھرتی ہین۔

آزاد۔ واہ ری بیگم۔ خدا اُسکو فائز بمرام کرے۔

راوی۔ کیا خوب اچھی دعا ہی مگر (مین) ہم بھی کہتے ہین۔ آمین آمین ثم آمین۔

خان۔ سُنا ہی کوئی اور نوجوان عورت جوگن ہو گئی ہین وہ کہتی ہین جبتک آزاد نہ آئینگے تب تک مین جوگن ہی کے بھیس مین رہونگی۔

آزاد۔ (متحیر ہوکر) وہ کون ہین۔

خان۔ دیکھیے ــــــ اُنکا نام ــــــ شاید اللہ رکھی ہی۔

آزاد۔ ہان ہونگی۔

راوی۔ (ہونگی) کی ایک ہی کہی ہی۔ کیا بھولے بنے جاتے ہین۔

خان۔ کوئی شہر ایسا نہین جہان آزاد کا چرچا نہ ہو۔

آزاد۔ قابل ملاقات ہین۔

تماشے کی تیاریان

وہی بیگم صاحب جنھون نے تماشے مین جانیکا قصد کیا تھا تماشے کے دن وقت پر بیج دہج کے تیار ہوئین کمرے کی سجاوٹ کا حال کچھ نہ پوچھیے دلھن کی طرح آراستہ تھا عمدہ نین سُکھ کی فیروزی چھت گیری ہمرنگ جھالر لگی ہوئی اردگرد گوٹے کی چسک دی ہوئی۔ گل از نگاری۔ خوشنما استرکاری۔ چوطرفہ دیوارگیریان۔ سبز رنگ کنول بیش بہا موم کی شمع ندرت اُنما۔ بیچون بیچ مین سبز جھاڑ۔ دائین بائین ایک ایک جھابا اُسکا بھی سبز رنگ اور سبز ہی رنگ کی ایک ایک ہنڈیا۔ دری پر چاندنی شفاف اُسپر قالین چین ایک طرف بیگم صاحب کی مسہری تھی گنگا جمنی پائے۔ ململ کی پوشش چوبی مین جھالر لگی ہوئی لیس ٹکی ہوئی۔ ہوائی تکیے ادھر اُدھر رکھے ہوے ہین کمرے کے سامان اور سبز رنگ سے مسہری کی رنگت بھی دھانی نظر آتی ہی۔ ایک طرف گلدستہ۔ ایک چنگیر مین جوہی کے ہار جنکی بھینی بھینی خوشبو سے تمام کمرہ بسا ہوا تھا دوسری چنگیر مین بیلے چنبیلی کے پھول کرن پھول بدھیان۔ طوق۔ کنگن۔ بجلی۔ چھپکا کسی طاق پر مربے کی اچاری کسی مین سیب اور ولایتی انار کسی مین کنٹر کیوڑا۔ کسی مین گلاب۔

بیگم صاحب نے پانچ بجے سے سنورنا شروع کیا۔ مغلانیان چاندی کی سلفچیان اور آفتابہ لائین بیسن سے بیگم صاحب نے مُنھ ہاتھ دھویا۔ پھول والی گلی کی خوشبودار ملی لگائی۔ اُسپر مزے دار گلوری کھائی۔ کتھا کیوڑے کا بسا ہوا چکنی ڈلی الاچی پڑی ہوئی ایک زعفرانی

گرنٹ کا پایجامہ اٹھارہ گز کا۔ اُسپر آٹھ گز سبز گرنٹ کی گوٹ۔ گوٹ پر ٹھپکی کا لہریا۔ بیچ مین تھل ٹکے ہوے گوٹ کے آگے بنت لچکا۔ اور پھنسا ہوا شلوکا آستینون دار ڈھاکے کی ململ کا دوپٹہ۔ ہلکا پیازی رنگا ہوا زرد گرنٹ کی اُتو کی ہوئی گوٹ۔ پانؤن مین بلدار بیڑیان اور بانٹے پڑے ہوے ہاتھون مین کڑے اور چوڑیان گلے مین چمپاکلی کانون مین انتیان۔ ناک مین تلکڑی کی کیل اُسپر خوشرنگ فیروزہ جڑا ہوا سیس پھول چوٹی پر لگا ہوا پیاری پیاری اُنگلیون مین ہیرے کی انگوٹھیان۔

مغلانی۔ حضور کے مزاج مین سادگی بہت ہی۔

مہری۔ حضور عقیق یمنی کی انگوٹھیان دو دن تو پہن لین۔

بیگم۔ اونھ کیا ضرورت ہی کیا ہی۔

مہری۔ اچھا تو فیروزے ہی کی انگوٹھی پہنیے۔

بیگم۔ نہین بس اب کچھ ضرورت نہین ہی۔

مغلانی۔ اے بیگم صاحب گلے مین تلکڑی کا طوق پہن لیجیے جڑاؤ۔

پیش خدمت۔ اچھا تو جگنو تو پہنیے۔

مغلانی۔ کانون مین خالی خولی انتیان ہین حضور جھمکے تو ہم ضرور پہنائینگے۔

بیگم۔ (مسکرا کر) اچھا جبر لاؤ۔

مغلانی نے جھمکے پہنائے اور ساتھ ہی اُسکے پتے بالیان بھی پہنا دین۔

بیگم۔ اے لو اور سنو۔

مغلانی۔ حضور اللہ کا دیا سب کچھ ہی اور یہ ہنے کے دن ہین۔

بیگم۔ دیکھو ایسا نہو وہان ہلڑ ہو جائے ہمکو جگہ نہ ملے۔

مہری۔ پالکی نکلواؤ۔

داروغہ۔ این! ابھی سے نکلوا کے کیا کروگی۔ تم تو اور بھی ہلڑ مچائے دیتی ہو لاڈو۔

مہری۔ لاڈو کیا کرے۔ بیگم صاحب کا حکم ہی۔

داروغہ (ڈیوڑھی پر آن کر) حضور ابھی تو سرشام ہے آٹھ بجے کے بعد تماشا شروع ہوتا ہی۔

بیگم۔ اچھا خیر۔

داروغہ۔ اور فنس پر تشریف لیجلیے گا۔

بیگم۔ اچھا تو پھر ابھی نہ نکلواؤ۔

سات بجے کے وقت فنس دروازے پر آئی بارہ کہار۔ باناتی وردیان ڈانٹے۔ گول پگڑیان اُنپر چاندی کی مچھلیان وردی پر زردوزی کام کیا ہوا۔ ہاتھون مین چاندی کے موٹے کڑے۔ فنس کے اندر سبز مخملی گیتھے اور سبز ہی مخمل کے تکیے۔ چین کی اطلس کی چھت گیری گرنٹ کی محراب مقیش کے پھندنے لٹکے ہوے۔ زربفت کا چھٹکا۔ اردگرد سبز فیتہ لگا ہوا۔ بیگم صاحب چھم چھم کرتی ہوئی اُترین۔ دو مغلانیان آگے پیچھے ایک داہنے ایک بائین۔ محلدار نے کہا فنس دروازے کے برابر لگاؤ۔ چپراسی نے چلا کر کہا جلد فنس لاؤ۔ حضور برآمد ہوتی ہین کہارون نے دن سے فنس اُٹھائی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر دروازے کے پاس لگائی مغلانی نے مقابہ فنس مین رکھا اور ایک طرف صندوقچہ لگا دیا صندوقچے پر زربفت کا غلاف اور مقابے پر گرنٹ کا غلاف دستپاک صندوقچے پر رکھا ہوا۔ بیگم صاحب تشریف لائین موتیے کے عطر مین بسی ہوئی تھین۔

بیگم۔ مغلانیان پیش خدمتین جلد سوار ہون۔

مغلانی - بہت خوب حضور -
بیگم - پردہ ہوجائے -
چپراسی - حضور پردہ ہوگیا -
بیگم صاحب فنس ہین بصد ناز دلربائی بیٹھین مغلانیون نے چھکا چھکوڑا اور ریشمی ڈوریون سے کس دیا دو مہریان فنس کے ادھر اُدھر آگے لیے ہوے دائین بائین ساتھ تھین اور دو مہریان فنس کا کونا دبائے تھین - دو مشعلچی بھی دستی بتّی لیے ہوے آگے آگے جاتے تھے مشعلچیون کے آگے دو چوبدار اور چار خاص بردار چوپہلے پر مغلانی اور پیش خدمت سوار - سواری اس ٹھسّے سے چلی اللہ رے ٹھاٹھ راہ مین فقیر دوڑے اور سوال کرنے لگے -
چنا سائین - خدا بیگم صاحب کو زندہ رکھے - مراتب اعلیٰ ہون دے ڈالیے چنا سائین کو ایک روپیہ بڑا نادعا گو ہے
ضعیفہ - اللہ میری بیگم صاحب کو صد وسی سال کی عمر عطا کرے یہ بڑھیا سردی کھاتی ہے -
فقیر - حضور یہ محتاج بیکس کئی دن کا بھوکا پیاسا ہے نظر رحم کیجیے -
فقیرون کو انعام ملتا جاتا تھا -
الغرض تماشا گاہ کے دروازے پر سواری پہونچی جیسے ہی فنس اندر جانے لگی صاحب نے کہا (ٹکٹ) مہری نے بیگم صاحب کا ٹکٹ دکھایا اور اپنے ٹکٹ دکھائے فنس دن سے اندر گئی مگر ویسے ہی صاحب نے کہا روک لو - کہارونکا ٹکٹ فوراً دکھایا گیا خاص بردارونکے پاس ٹکٹ موجود تھے -
مہری - پہلے تو پانچ ہی ٹکٹ منگوائے تھے -
لاڈو - واہ - صبح ہی کو تو داروغہ صاحب دو ڈرائے گئے تھے سب کے واسطے ٹکٹ لاؤ -
پیش خدمت اور مغلانی کا چوپہلا بھی فنس کے برابر بائین پر لگایا گیا -
بیگم - اے مغلانی -
مغلانی - حضور ارشاد -
بیگم - تماشا کیا طلسمات ہے - یہ خیمہ کیونکر کھڑا ہوا ہوگا -
مغلانی - بیگم صاحب عقل کام نہین کرتی -
بیگم - اور نہ شمع ہے نہ جھاڑ نہ کنول - بیچ مین ایک ہوا گیند یہ اتنی روشنی کہان سے آئی -
مغلانی - حضور سب جادو کا کھیل ہے -
لاڈو - بڑے جادوگر ہے ہین -
بیگم - دیکھو یہ فرنگنین کس طرح ڈٹی بیٹھی ہوئی ہین -
لاڈو - حضور انکے یہان پردہ کہان ہے -
بیگم - یہ لال لال وردی پہنے ہوے کون ہندوستانی بیٹھے ہین -
مہری - حضور یہ باجا بجائینگے -
بیگم - اے کیا باجا بھی بجے گا - لے لو وہ ہندوستانی رئیس آنے لگے یہ مرزا اسکندر شکوہ ہین - وہ نواب ہمایون سطوت آئے - اُف جان مین جان آئی - ہم تو سمجھے تھے یہان صاحب لوگ اور گورے ہی ہین بارے ہمارے شہر کے رئیس بھی آنے لگے -
مغلانی - حضور سب آئے ہین مرزا جعفر بیگ وہ بیٹھے ہین اور یہ دیکھیے اس کونے پر چھوٹے صاحب ہین - ہندوستانی اور فرنگی سب ہی آئے ہین - جلسہ دیکھنے کے لائق ہے اے یہ روشنی کس چیز کی ہے ہماری سمجھ مین نہین آتا

یہ ہی کیا بھید اور سارے خیمے مین اُجالا ہو گیا۔

جہری۔ سب جادو کا زور ہی۔

مغلانی۔ ہان ہی تو ایسا ہی۔

بیگم۔ اور وہ شیر۔ اور بندر اور بن مانس کہان ہین۔

مغلانی۔ اللہ جانے کہان ہین۔

جہری۔ ابھی تماشا تو شروع ہی نہین ہوا۔

بیگم۔ یا اللہ کب تک تماشا شروع ہوگا۔ بی مغلانی یہ انگریز کا لونڈا کیون سامنے کھڑا ہی۔ کالے کالے کپڑے پہن کے۔

مغلانی۔ خدا جانے حضور۔

بیگم۔ اس سے کہدو کہ سامنے سے ہٹ جائے۔ آڑ ہوتی ہی۔

اتنے مین داروغہ صاحب نے چق کے قریب آکر کہا آداب بجا لاتا ہون۔

بیگم۔ اس حشمت کے صدقے آداب عرض کرنے کا کون موقع تھا کہو اب تماشا کب تک شروع ہوگا بڑی دیر ہوگئی۔ چلو بھی۔

داروغہ۔ تماشا شروع ہوا ہی چاہتا ہی۔

بیگم۔ مین تو اُکتا گئی۔

داروغہ۔ بس شروع ہوا ہی چاہتا ہی۔

بیگم۔ اوئی جب سے یہی کہ رہے ہین کہ شروع ہوا ہی چاہتا ہی۔ اچھا فنس منگواؤ۔ ہم اب جائینگے بیٹھے بیٹھے اُکتا گئے۔

داروغہ۔ نا حضور۔ اب کوئی دم مین شروع ہوا داخل ہی۔

بیگم۔ ایسے تماشے سے ہم درگذرے۔

داروغہ۔ اچھا دس منٹ اور بیٹھیے۔

مغلانی۔ ہان ہان بیٹھین گی کیون نہین۔

داروغہ۔ وہ لیجیے تیاریان ہونے لگین۔

تماشا تو ابھی شروع نہین ہوا جب شروع ہوگا تو اُسکا بیان نذر ناظرین کیا جائیگا بالفعل لگے ہاتھون ایک خدمتگار کی حاضر جوابی کا حال سُنیے۔ مگر ذرا غور سے۔

خواجہ اور بندہ۔ آقا اور نوکر تو بہت دیکھے لیکن میان سلارو کے سے شریر اور زبان دراز کم کسی بات مین چوکتا ہی نہ تھا۔ میان نے کچھ کہا اور سلارو نے بات کاٹ دی۔ آقا نے ایک بات کہی اور سلارو نے ٹیٹوا لیا گالیان دینا برا بھلا کہنا بات بات مین اُلو بنانا انکے بائین ہاتھ کا کرتب تھا اور میان بھی ایسے گوکھے ملے کہ خدا کی پناہ۔

خواجہ با بندۂ پری رخسار ۔۔۔ چون درآید ببازی وخندہ
چہ عجب کو چو خواجہ حکم کند
وین کشد بار ناز چون بندہ

یہ البتہ سُنا کرتے تھے مگر اب سنا کہ میان سلارو ساٹھ برس کا کھوسٹ اور آقا کو بات بات مین ڈپٹ لے۔ اب سُنیے کہ میان سلارو آدمی تھے چالاک اور شریر آقا ملے بیوقوف اور گوکھے۔ پس ان کی چاندی تھی پانچون گھی مین اور سر کڑھائی مین ادھر اُدھر سے مقدمے والون کو پھانس پھونس کے لئے آتے تھے اور انھین کی بدولت رونیو ایجنٹ صاحب کی روٹیان چلتی تھین لہذا خواہ مخواہ دبتے تھے۔

ایک روز ذرونیوا ایجنٹ نے دروازے پر باہر سے لات ماری اور کہا کھولدو دروازے۔ جب تک سلارو جائے جائے اُنھون نے آسمان سر پر اُٹھایا اور اس قدر غل مچایا کہ الامان۔

آقا۔ کھول۔ جلدی کھول۔ جلدی کھول۔

سلارو۔ تو گڑبڑائے کیون جاتے ہو۔

آقا۔ کھولتا ہی یا باتین بناتا ہی۔

سلارو۔ معلوم ہوتا ہی آج بارہ تیرہ گنڈے پیسے کہین سے مل گئے ہین۔

آقا۔ کھول۔

سلارو۔ (دروازہ کھول کر) لو کھولا۔

آقا۔ اتنی دیر لگاتا ہی۔

سلارو۔ کیا ماجرا کیا ہی۔ گھبرائے ہوے کیون ہو۔

آقا۔ ہم گھبرائے ہوے ہین کیون صاحب۔

سلارو۔ اجی گھبرائے نہین بوکھلائے سہی۔

راوی۔ سبحان اللہ اچھی تعریف کی۔

آقا۔ سلارو تماشا دیکھنے چلوگے؟۔

سلارو۔ کسکا تماشہ۔

آقا۔ کسکا تماشا ہوتا ہی۔

سلارو۔ بندر والے کا تماشہ ریچھ کا تماشا پتلیون کا تماشہ نٹ کا تماشہ۔ بھان متی کا تماشہ ناچ کھلاڑی دھنک دھنا۔ ہی کہ نہین۔

آقا۔ ارے نادان صاحب کا تماشہ۔

سلارو۔ ہمنے آجتک نام بھی نہین سُنا۔

آقا۔ ایک روپیہ ٹکٹ ہی۔

سلارو۔ اجی ہم روز آپکا تماشہ دیکھتے ہین اور بن کوڑی بن دام جب تماشا دیکھنا ہوا ایک بات چھیڑ دی آپ پر کوئی پھبتی کہدی۔ کوئی فقرہ چست کیا۔ کوئی آوازہ کسا آپ جھلائے چلیے تماشہ ہوگیا۔

آقا۔ کیون پٹوگے۔

سلارو۔ آپ بھی اتنے ہوے۔

آقا۔ تماشا قابل دید ہی۔

سلارو۔ بھلا ان تماشے والون کو کچھ مل رہے گا۔

آقا۔ خوب پیدا کرتے ہین۔

سلارو۔ تو پھر ہم آپ کو بندر بنا کے ادھر اُدھر لیجایا کرین وکالت مین تو آپ کو ٹکا نہ ملیگا۔ پورے وکیل آپ ہین نہین ایجنٹی مین آپکو کوئی پوچھتا نہین ہم تو جانتے ہین اور کچھ نہ کیجیے دو بندریان لیجیے اور ایک بکرا۔ ہم اور آپ شہر بھر مین چکر لگایا کرین۔ کھانے بھر کو مل ہی جائیگا۔

آقا۔ بھئی کوئی پیشہ بتاؤ۔

سلارو۔ ایک کام کیجیے۔ دو تین ٹنٹنیان نوکر رکھ لیجیے۔ سارنگی آپ کے ہاتھ مین ہو۔ اور آگے آگے وہ چھم چھم کرتی جاتی ہون بڑے بڑے دل آوازے کسین آپ ہنسین کچھ گنڈے پانچ گنڈے روز پیٹ لیا کیجیے اور دل لگی کی دل لگی۔

آقا۔ روپیہ پیدا کرنے کی کوئی تدبیر سوچو۔

سلارو۔ کیا بتائین آپ تو کچھ سمجھتے ہی نہین۔

سلارو نے کہا اب بتاؤ کہان تماشا ہی۔

آقا۔ بھئی انگریز آئے ہین اُنکے ساتھ چالیس گھوڑے ہین ایک سے ایک بڑھا ہوا پری کی صورت پیش و پس بھاری

بھو تھی چھوٹی پیشانی چوڑی یعنی عضو عضو سانچے کا ڈھلا ہوا اور تین شیر ہین اُنسے ایک آدمی جا کے لڑتا ہی۔

سلارو۔ چلو بس گپ نہ اُڑاؤ۔ سوا ڈینگ کے دوسری بات ہی نہین جب دیکھو گپ ہی اُڑاتا ہی ڈینگیا زمانے بھر کا۔

آقا۔ (دھول لگاکر) یہ کیا تقریر تھی۔ کیون جی یہ کیا گفتگو تھی (اور جماکر) ہائین! بد تمیز۔ پھر کہے گا۔

سلارو۔ قصور ہوا اگر دھوکے مین پھنس گیا۔ سمجھا تھا کچھ اور ہوئی کچھ اور۔

آقا۔ سمجھا کیا تھا آخر یہ تو سمجھا کیا تھا۔

سلارو۔ اسوقت کچھ خیال نہ رہا۔ یہ تو یاد نہ آیا کہ ہمارے آقا سے اور ہمسے گفتگو ہو رہی ہی۔ سمجھا کہ مذّی لکڑ ہارے کا لونڈا باتین کر رہا ہی۔

آقا۔ تو غلطی کی نہ۔ پھر غلطی کا خمیازہ کھینچو۔

سلارو۔ پھر چون تک بھی تو نہین کیا۔ چُپ چاپ پیتا کیا خاموش ہو رہا۔

آقا۔ شاباش مگر کڑی بات ہم نہین سہہ سکتے چاہے کہنے دیکھ لو۔ ادھر کسی نے کڑی بات کہی اور اُدھر ہم پیٹ چلے اسمین چاہے کوئی ہو۔

سلارو۔ ہان میان ہان۔ یہی بات ہی۔

آقا۔ بس اب توبہ کرو کہ آج سے نہ کہینگے۔

سلارو۔ کان پکڑ کے توبہ کی۔ آج سے کہین تو جو چور کی سزا وہ ہماری۔

آقا۔ بس اب ہم تم سے خوش ہو گئے۔

سلارو۔ ہونھ ہمسے خوش نہو تو بھیک بھی ملنے لگے

آقا۔ پھر وہی بات۔

سلارو۔ کیا کچھ جھوٹ ہی۔

آقا۔ تو ہم تیری بدولت جیتے ہین۔ کیون بے۔

سلارو۔ موقوف کرکے دیکھ لو۔ دوسرے ہی دن چوری کرادون اول تو آپکے پلے کیا ہی مگر مورا شنم طوفان۔ آفتابہ اور رضائی اور دو جوڑے کپڑے اور دست پناہ اور آبخورا اور کٹورہ اور پتیلی اور اُگالدان اور بچھونا ہی اگر کوئی سمیٹ لیجائے تو روو دو۔ ہونھ۔ ہم سے سیانا سو دوانا۔

آقا کو جو غصہ آیا تو لکڑی لے کر دوڑے اور سلارو نے کوٹھری کا دروازہ بند کر لیا۔

آقا۔ (دروازے پر لات مار کر) او نابکار اپنے باپ کی قسم کھا۔

سلارو۔ میرا باپ ہی مرجائے جو جھوٹ کہتا ہون۔

آقا۔ تیرا باپ کہان ہی۔

سلارو۔ یہان سے بڑی دور ہی۔

آقا۔ آخر کچھ نام بھی ہی اُس مقام کا کہ نہین۔

سلارو۔ خدا گنج۔

آقا۔ تو پھر اُسکے مرنے کی قسم کیسی اپنے لڑکے کی قسم کھا۔

سلارو۔ واہ اپنے لڑکے کا تو نمک کھاتا ہون۔

آقا۔ کِسکا نمک کھاتا ہی یہ تو نے کہا کیا۔

سلارو۔ حضور کا نمک کھاتا ہون نہ پھر جب حضور میرے شاگرد ہوئے تو لڑکے ہوئے یا نہین ہوئے۔

آقا۔ بس بہت بکو نہین جھک نہ مارو۔

سلارو۔ بہت بہتر۔

آقا۔ سنو ہم ایک شرط سے دروازہ نہ کھلوائین کہ اس شعر کے معنے بتا دو۔

سلارو - تو مین کچھ پڑھا لکھا ہون بھلا -
آقا - شعر کے معنی بتا دو تو لوگ ہماری تعریف کرین کہ نوکر تک پڑھے لکھے ہین -
سلارو - اچھا فرماؤ -
آقا - دُت گدھے - ابے فرمائیے کہا کر - فرماؤ نہین کہتے -
سلارو - بہت خوب - اب وہ شعر تو فرمائیے -
آقا - ہان یہ صحیح ہی - سن - ؎

چھپا چرا کر کبھی جو پی لی تو اُس سے کیا فائدہ ہی قاضی	نہ میکدے مین جگہ ملے گی نہ میکشون مین شمار ہوگا

سلارو - اسکے معنی یہ کہ مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہی -
آقا - اچھا اور آگے -
سلارو - اجی کوئی چھوٹا سا شعر پڑھو - یہ تو شیطان کی آنت ہی -
آقا - اچھا سُنو - ؎

ہو گیا دل بھی اُنھین کیجانب	یہ بھی کمبخت ہمارا نہ ہوا

سلارو - ہمارا دل بھی ہمارا یار نہوا -
آقا - (مسکرا کر) بڑا مسخرہ ہی - ہر بات مین مسخرہ پن -
سلارو - آپ تو بن ناحق کانٹون مین گھسیٹتے ہین - بڑے حضور ہین یا مین ہون -
آقا - ہان اچھی کہی - انعام کے قابل کہی - مگر اسوقت کچھ ہی نہین -
سلارو - ہونہہ اسوقت کیا معنی - اور ہوتا کسوقت ہی -
آقا - ہمارے پاس دولت نہین ہی - مگر ایک بہت بڑی دولت ہی وہ کیا ؟ -
سلارو - اجی ہم جانتے ہین ہمسے کچھ چھپا نہین ہی -

آقا - واہ - اچھا کیا ہی - بتاؤ تو -
سلارو - وہ دولت میان سلار بخش ہین -
آقا - دُت پاگل ہماری دولت استغنا ہی -
سلارو - وا جب ملے اور نہ لو تب البتہ کہین کہ پروا ہی نہین اور جو ملے ہی نہین تو کیا عصمت بی بی از بے چادری -
آقا - اگر چاہون تو خدا کی قسم دس ہزار روپیہ دو دن مین جمع کر لون -
سلارو - مگر دس برس کو بھیجے بھی جاؤ کالے پانی (دروازہ کھولکر)
آقا - اِس سے کیا مطلب -
سلارو - دس ہزار آپ دو دن مین کیونکر جمع کر سکتے ہین - سوائے اسکے کہ چوری کیجیے یا دغا بازی -
آقا - چنے کوئی اور ہوتے ہونگے -
سلارو - صورت تو ایسی ہی ہوتی ہی -
آقا - (اکڑ کے تان کر) کسکی -
سلارو - ہماری اور چور کی - اور کسکی -
آقا - ہان یہ مانا -
سلارو - (پیچھے ہٹ کر) تو مین نے فقط اپنی ہی صورت کا ذکر تھوڑا ہی کیا تھا - مین نے تو آپ کو بھی شامل کر لیا تھا جی حضرت -
آقا - مسخرے ہو پورے -
سلارو - حضور سے کم ہی کم -
آقا - ارے یار شبو کا پتا لگاؤ -
راوی - یار کی ایک ہی کہی - نوکر سے اب یار چے ہوے -
آقا - اگر کوشش کرو تو پتا لگا ہی چھوڑو - تم بڑے چالاک اور فقرہ باز آدمی ہو - مگر جب کوشش کرو نہ -

مُصیبت تو یہی ہی کہ تم کوشش نہیں کرتے ورنہ پتا فردد لگ جائے - ؎

ہر چیز کہ دل بدان گراید	گر جہد کنی بدستت آید

یعنی اگر دل مائل ہو کہ فلان چیز ملے تو کوشش سے وہ ہاتھ آسکتی ہی -

سلارو - تو آپ کوشش کرکے کہین سے عقل تو لے لیجیے -

آقا - ہمکو عقل کی ضرورت ہی کیا ہی -

سلارو - (مُسکرا کر) ہان گدھے پن کی سلامتی سے عقل کیا کیجیے گا جیسے تو نہ ہو گے جو بات کہتے ہو بھونڈی بے تکی واہیات یون کہنا تھا کہ ہم کو تو عقل کا ہیضہ ہوا ہی کیون کتنا بڑھ کے فقرہ ہوتا -

آقا - چلو اب تماشے کا ذکر کرو -

سلارو - کہہ چلیے - مین سُنتا ہون -

آقا - درجۂ اول کے چار روپے ہین -

سلارو - اُف - الٰہی توبہ -

آقا - درجۂ دوم کے دو روپے -

سلارو - الٰہی توبہ -

آقا - درجۂ سوم کا فقط ایک چہرہ شاہی ہی -

سلارو - مور را شبنم طوفان - یہ بھی بہت ہی -

آقا - ہم تو ایک روز ضرور جائینگے -

سلارو - ایک دن دکھلائینگے -

آقا - شرارت سے نہین چوکتے تم - کیون ؟ -

سلارو - پیٹھ پیچھے کہین تو چور بدمعاش - چغلخور - ہم تو منھ کے سامنے کہتے ہین صاف صاف بے لگاؤ -

آقا - شاباش بڑے کہنے والے ہو - ع

عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت ست	

سلارو - فارسی ہم نہین پڑھے ہین - گلستان پڑھی تھی وہ بھی بھول گئے -

آقا - پتھر پڑین تمھاری عقل پر - بڑے کم فہم ہو -

سلارو - بیش باد - ہم خوش ہمارا خدا خوش -

آقا - کل سے ایک گھنٹے پڑھا کرو - ہم پڑھایا کرینگے -

سلارو - واہ کچھ پڑھ کے آپ نے بنا لیا کچھ ہم بنا لین گے اجی بس جاؤ بھی پڑھین فارسی اور بیچین تیل - یہ دیکھو قسمت کے کھیل -

آقا - تو ہم تیل بیچتے ہین - کیون بے -

سلارو - آپ پڑھے لکھے ہو کر بے بے کرتے ہین - کیون صاحب -

آقا - (مُسکرا کر) تم پرلے سرے کے بدمعاش ہو -

سلارو - خیر یہی سہی - جو کہیے بجا ہی -

آقا - کل سے گلستان پڑھا کرو -

سلارو - اور آیتون کے معنی کون بتائیگا -

آقا - ہم - ؎

بلغ العلےٰ بکمالہ	کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ	صلوا علیہ وآلہ

سلارو - ہان عربی بھی پڑھے ہو - واہ وکیل صاحب -

آقا - اجی ہمین کیا نہین آتا -

سلارو - مگر قسمت پھوٹی ہوئی ہی -

آقا - قسمت تمھاری خود پھوٹی ہی - بدمعاش - کوستا ہی ہمین -

اِس پر آقا بہت جھلّائے اور سلارو دوڑ کے بھاگ گئے -

خاتمۃ الطبع سابق مع تاریخ طبع بطرق تقریظ از مولانا مولوی حضرت ابو ناظم محمد حامد علی خان حامد شاہ آبادی مرحوم و مغفور سابق مصحح مطبع ہذا تلمیذ امیر مینائی

حمد اور نعت سرور منقبت آلؑ اطہر مدحت اصحاب اکبرؓ کے بعد ہیچمیرز ہیچدان سراپا عصیان احقر العباد ابو ناظم المدعو بمحمد حامد علی حامد خلف حافظ غلام علیخان متوطن شاہ آباد ضلع ہردوئی غفر ذنوبہ و ستر عیوبہ بہ خدمت مطبع ارباب خبرت و اصحاب فطنت و ذکا و طالبان اسرار و شایقان اسرار قصص کی خدمات عالی درجات مین نوید جدید جانفزا و مژدۂ تازہ فرحت افزا ملتمس ہر کہ فی زمانہ بوجہ کساد بازاری علوم متدارسہ و متداولہ معائنہ کتب عربی و فارسی سے عموماً بلکہ خصوصاً لوگون کو مجبوری و دوری ہوگئی ہی علی الخصوص اذہان عوام اور نیز اُنکے افہام مفہومات اعلیٰ کتب مذکورہ بالا کے مفہوم سے سریح قاصر و متعذر ہین بناءً علیہ سخنوران عالی وقار اور نکتہ سنجان والا تبار نے محض بغرض رعایت عام بہ فحواے کلموا الناس علی قدر عقولہم ۔ زبان اُردوے معلّٰی قدیم مین بعبارت سلیس و مضامین نفیس نہایت لطیف اور بغایت الطف عجائب عجائب قصے اور غرائب غرائب داستانین تحریر فرمائین اکثر کتب قصص بکمال دلچسپی وقتاً فوقتاً شعراے دہلی و فصحاے لکھنؤ نے تالیف و تصنیف کین جنکے ملاحظہ و معائنہ کا عموماً یوماً فیوماً شوق زیادہ ہوا ہر شخص دل و جان سے اُنکے دیکھنے سُننے پر آمادہ ہوا گو متقدمین باسلف ے کوئی دقیقے اس فن کے فروگذاشت نہین فرمائے ایسے ا حصنائع بدائع انکی تصانیف و تالیف کے اندر دیکھنے مین آئے کہ سبحان اللہ ہو جہ سے وہ حضرات بابرکات نقاش اول ہین ہر طرح افضل ہین ۔ مگر غور سے جو دیکھا تو بمصداق ؎ ع یہ بحر سخن سدا ہی باقی ؛ کسی کمال کسی فن کسی ہنر کا کسی پر خاتمہ نہین ہوا متاخرین باشرف نے بھی وہ وہ داستانین رقم فرمائین کہ مثل اُنکے دیکھنے مین نہ آئین بلکہ اکثر تو ایسی دلچسپ و انتخاب ہین کہ عدیم النظیر و لاجواب ہین چنانچہ ہمارے محب قلبی دوست دلی فارس مضمار سخندانی یکہ تاز عرصۂ خوش بیانی موجد جادو طرازی ماہر خوش کلامی علامۂ فہامی سخنور نامی گرامی فخر شعراے ماضی و حال استاد عدیم المثال جناب پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار در کاشمیری لکھنوی سلمہ اللہ الغفار نے فسانۂ آزاد کو چار جلد مین تصنیف فرمایا کیسی کیسی داد سخنوری دی ہی کیا کیا شاعری کی ہی ممدوح کا یہ ناول ہی جو سب ناولون مین درجۂ اول اور سب سے افضل ہی شوخی مضامین رنگین عبارت چستی مطالب درستی بندش مین بے نظیر ہی مدحت سرائی اسکی خارج از تحریر و تقریر ہی جس جگہ جو زبان ہی ویسی ہی اُس کی بول چال ہی اُسی طرح کی قیل و قال ہی ۔ واللہ بہت بڑا کمال کیا ہی کہ مضامین تہذیب و اخلاق کو ناول کے پیرایہ مین بیان فرمایا ہی یہ آپ ہی کی ایجاد ہی یہ بات خداداد ہی ۔ موصوف کی جو تصنیف ہی وہ فضل خدا سے ایسے ہی کمالون سے بھری ہی آپ پر اس کمال کا خاتمہ ہی گویا یہ فن آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہی آپ بہت سے شاعر ہیں اور کل علوم و فنون سے ماہر زبان اُردو کو بھی آپ نے ایسا صاف کیا ہی کہ یہ بھی آپ ہی کا حصہ ہی اکثر ناول آپ کے تصنیف فرمودہ اس مطبع عالم مرجع مین چھپے ہین ہزارہا جلد فروخت ہو رہی ہین یہ فسانہ آزاد کی جلد دوسری ہی پہلی اور تیسری اور چوتھی جلد بھی اسی مطبع مین چھپی ہی یہ فسانہ کامل چار جلد و ہین علیحدہ علیحدہ بارہا اس مطبع مین چھپ کر نذر شایقین ہوچکا ہی اس فسانہ

لاجواب کی تعریف جو کچھ لکھیے مختصر ہی خوبی اسکی دیکھنے پر البتہ منحصر ہی یہ فسانہ مشہور آفاق ہی کل جدید لذیذ کا مصداق ہے۔

قطعات تاریخ طبع سابق

از عذب البیان مولانا محمد حامد علی خان حامد شاہ آبادی مصحح مطبع ہذا

کیون نہ اہل ذوق کو ہون خوبیان اسکی پسند
ہی اگر حامد تمھین تاریخ ہجری کا خیال

خوب یہ قصہ کیا سرشار نے نادر بیان
لکھدو تم۔ زیبا انکو راحت فزا یہ داستان
سنہ ۱۳۲۴ھ

از سخنور بیعدیل مورخ کامل منشی بھگوان دیال صاحب عاقل ایجنٹ مطبع

رقم نمود رتن ناتھ در بصد تزئین
نوشت مصرع تاریخ ہجریش عاقل

عجیب قصۂ دلچسپ و راحت آگینے
ببین فسانۂ آزاد عشرت آئینے
سنہ ۱۳۲۴ھ

ولہ

بہتر افسانہ لکھا سرشار نے نام خدا
گر ہوس عاقل ہی تاریخ مسیحی کی تمھین

ایک عالم جان و دل سے مشتری اسکا ہوا
لکھو۔ خوب افسانۂ آزاد کیا عشرت فزا
سنہ ۱۹۰۷ء

از سخنور ذیوقار منشی منموہن لال صاحب سرشار خیرآبادی علی محاسب مطبع

بخدا جانفزا یہ افسانہ
سال ہجری کی گر ہو دلمین ہوس

لکھا سرشار نے نہایت خوب
لکھو سرشار تم انکو مرغوب
۱۳۲۴ھ

ناظرین

فسانۂ آزاد کے لمتعلق جو کچھ سابق کے نقادون نے لکھا ہے اُسمین ہمارے نزدیک کوئی مبالغہ اور غلو نہین یہی وجہ تھی کہ یہ کتاب متعدد مرتبہ طبع ہو کر مقبول طبائع ناظرین ہوئی۔ چنانچہ اسمرتبہ بماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء بسرپرستی عالیجناب منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع نولکشور بہ اہتمام بابو کیسری داس صاحب سیٹھ سپرنٹنڈنٹ مطبع۔ بعد تصحیح تمام شائع ہو کر نظر افروز شائقین ہوئی